



انوار البکيا

فی حیل

لغات القرآن

حصہ اول

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہیدؒ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انوار البکایا

فِي حِلِّ

لُغَاتِ الْقُرْآنِ

حِصَّاقُولِ

تألیف

علی محمد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

النَّاسِر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکسیریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

الْإِنشَاءُ

میں اپنی اس تالیف کو مقصودِ کائنات تاجدارِ مدینہ
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بابرکت
نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ
مُّبِينٍ ۝ اور میں اس کو اپنے لئے ذریعہ نجات و مغفرت سمجھتا
ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

نام کتاب	انوار البیان فی حل لغات القرآن
نام مؤلف	چوہدری علی محمد ریٹائرڈ ایڈیٹیشنل کمشنر
پاشر	مکتبہ سید احمد شہید ۱۰، الکرم مارکیٹ اردو بازار لاہور
دوسرا ایڈیشن	۲۰۰۵ء
سرورق	حضرت سید نفیس شاہ صاحب زید مجاہد
کتابت	عبدالرشید میلسوی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور
تعداد	ایک ہزار
مطبع	عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار روڈ لاہور
قیمت	

پیش لفظ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ !

یہ کتاب قرآن حکیم کے اُن طالب علموں کے لئے لکھی گئی ہے جو زبانِ عربی کا کم از کم ابتدائی علم رکھتے ہوں اور صرف و نحو کی مبادیات سے واقف ہوں اور اس سلسلہ میں مزید معلومات کے خواہشمند ہوں۔ یہ کتاب نہ صرف اُن کو قرآنی عبارت کے مختلف الفاظ اور جملوں کی تعلیل صرفی اور ترکیب نحوی میں مددگار ثابت ہوگی بلکہ ربط الفاظ و آیات میں بھی معاونت کرے گی۔

عام لغات (ڈکشنری) کی کتابوں میں الفاظ کے مواخذ و معنی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان کے صرفی و نحوی پہلو کو چھوڑ دیا گیا ہے اس طرح طالب علم، نہج عبارت اور نشست الفاظ کی اصولی وجوہ سے ناواقف رہ جاتا ہے۔ بقول مولانا محمد نذیر عرشی مصنف مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ:

” ترکیب نحوی نہ جاننے والے لوگوں کی زبان دانی کی مثال اس کوتاہ نظر راہرو کی سی ہے جس کی نظر پکڑ نڈی کے صرف اتنے ہی حصے پر ہے جو اس کے پاؤں کے سامنے ہے اور وہ اس تسلسلِ نظر کے ساتھ اپنی مسافت طے کرتا جا رہا ہے بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہے کہ یہ کلمہ فعل ہے یہ فاعل ہے یہ اسم موصول ہے یہ جملہ اس کا صلہ ہے، یہ کلمہ مقدم آنا واجب ہے اور یہ مؤخر ہونا چاہئے اس کلمہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس کا مرجع یہ ہے وغیرہ وغیرہ، اس پر عبارت کا مطلب و مدعا خود بخود آئینہ ہو جاتا ہے اور جب وہ عبارت کا ترجمہ کرتا ہے تو ایک مبصر کی حیثیت سے کرتا ہے اس کی مثال اس وسیع النظر اور دور بین راہرو کی سی ہے جس نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے نقشہ کے ذریعہ، سفرناموں کے مطالعہ سے اور واقفانِ راہ سے گفتگو کر کے تمام منازلِ سفر پر نظر ڈال لی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس کا سفر خطر سے محفوظ ہو گا۔“

ایسی ہی وجوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے ضروری الفاظ، جملوں اور آیات کی صرفی و نحوی لحاظ سے وضاحت کر دی گئی ہے اس طرح اصطلاحاً یہ کتاب نہ تو ایک لغات (ڈکشنری) ہے نہ تفسیر نہ ترجمہ، اس بناء پر اس کا نام **انوار البیان فی حل لغة القرآن** رکھا گیا ہے۔

سورت اور اس کی آیات کو یا آیات میں مندرجہ جملوں یا الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا گیا ہے کہ پہلے

سورت کا نمبر دیا ہے اس کے بعد آیت کا نمبر ہے۔ ازاں بعد جملہ یا الفاظ کا حوالہ ہے۔ مثلاً ۳: ۱۱۹ میں ۳: سورة آل عمران کو ظاہر کرتا ہے اور ۱۱۹۔ سورة آل عمران کی آیت ۱۱۹ کو، اور اس آیت میں مندرج مشکل الفاظ کو اس آیت کے محاذ درج کیا ہے۔

چونکہ اس کتاب میں صرف مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے لہذا ضروری نہیں کہ ہر سورة یا ہر پارہ اس کے انہی الفاظ سے شروع ہو جو قرآن میں ہیں۔

جن کتابوں سے کتاب ہذا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست آخر میں درج کی گئی ہے۔ چونکہ کتاب ہذا کا مقصد طالب علم کو قرآن حکیم کے سمجھنے میں معاونت کرنا ہے لہذا اللہ مکتب سے دل کھول کر مدد لی گئی ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کو اپنی کوتاہی علم کاشدات سے احساس ہے لہذا کتاب ہذا میں جو محاسن نظر آئیں ان کے لئے سزاوارتہ تحسین وہ ہستیاں ہیں جن کے گلستان تصنیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے البتہ جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کے لئے ذمہ دار وہ خود مؤلف ہے جس کے لئے وہ بارگاہ ایزدی سے معافی کا خواستگار ہے۔

جملہ حقوق ہر قسم کی بندش سے مبرا ہیں یہ کتاب محض قرآن حکیم کی حقیر سی خدمت کے طور پر تحصیل ثواب کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس کو بہتر صورت میں پیش کرنے میں مؤلف کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ کتاب کا عنوان اور مؤلف کا نام بدستور باقی ہے صرف اس استاد کی یاد دہانی کے طور پر کہ جب بھی کوئی قاری اس کتاب کو پڑھے مؤلف کے حق میں خدائے ذوالجلال کے حضور میں دعائے خیر کرے۔

اعتذار

خداوند تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ جب تالیف کا کام آخری مراحل میں تھا تو مؤلف کو رعشہ کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جس سے مؤلف کی کارکردگی اور قوت حافظہ بری طرح متاثر ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب کا مسودہ مکمل ہونے پر اس کو دوبارہ دیکھنے اور اغلاط کو درست کرنے کی طاقت نہ رہی۔

لیکن بایں ہمہ کتاب کی اہمیت و عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے کرم فرما مولانا مبشر احمد صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے سپرد کردی جنہوں نے ما شاء اللہ پوری توجہ اور حسب استطاعت بشری نظر ثانی کردی ہے جس کے لئے میں ان کا بیحد مشکور و ممنون ہوں۔

مشورہ

وہ طالب علم جو قرآن حکیم کو لغات (ڈکشنری) یا امدادی کتابوں کا سہارا لے کر پڑھتے ہیں

ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نظریہ کے مطابق کسی مستند ترجمہ کو زیر نظر رکھیں
تاکہ آیات کا ربط اور مضمون کا تسلسل قائم رہے

فقط والسلام

طالب دعا
راجی الرحمۃ اللہ علی محمد

غفر اللہ لہ ولوالہ دیوط

تقریظ

یادگار سلف شیخ طریقت سلطان القلم جناب حضرت سید انور حسین شاہ
صاحب مدظلہ العالی - خلیفہ ہجاز حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ -
پیش نظر کتاب ”انوار البیان فی حل لغات القرآن“
جو کہ چوہدری علی محمد صاحب زاد اللہ محاسنہ نے تقریباً عرصہ ۱۳ سال میں تصنیف فرمائی ہے
لاریب بڑی محنت سے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے مخدوم مولانا مفتی مبشر احمد صاحب
زید مجدہم نے ازاوّل تا آخر اس پر نظر ثانی فرمائی ہے جو اس کتاب کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے
اللہ تعالیٰ مؤلف ممدوح کی سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے متمتع ہونے
کی توفیق نصیب فرمائے۔

تقریظ

حضرت العلامة المفتی مَبَشِّرُ أَحْمَدُ صاحب اُسْتَاذُ الْحَدِيثِ

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن لاہور

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ

اجمعین ؎ اما بعد ؎

قرآن مجید کا اصلی موضوع انسان کے لئے ایسی راہنمائی فراہم کرنا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ الہی زندگی گزار سکے۔ جو بعد کی زندگی کے لئے مفید ہو۔ جیسے کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ نزول قرآن کا مقصد اصلی انسانوں کی تہذیب و تربیت اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی اصلاح ہے۔

قرآن کریم کی دو شانیں ہیں ایک شانِ تعبّد اور دوسری شانِ تدبّر۔

شانِ تعبّد کا مفہوم ہے کہ اس کی تلاوت کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ذکر ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے يَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا کہ وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا، اور شانِ تدبّر کا مطلب ہے کہ اس میں غور و فکر اور نزول قرآن کے مقاصد کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا تو اس کے لئے تعلیم قرآن کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی مقاصد نبوت میں سے ایک مقصد ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ یعنی وہ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا، حالاتِ حاضرہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کی گرمی کچھ مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی عمومی زندگی کا تدبّر قرآن سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ پھر سے مسلمانوں کا تعلق قرآن انہی سے جڑ جائے ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری علی محمد صاحب دام اقبالہ (بی لے آنرزم) پی سی ایس رٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر نے قلم اٹھایا اور رات دن محنت کر کے اختصار کے ساتھ لغات قرآن کے حل کے لئے ایک مسودہ مرتب کیا جس کا نام انوار البیان فی حل لغات القرآن تجویز کیا۔

اس تالیف سے ان کا اولین مقصد تو نجاتِ اخروی ہے اور حصولِ رضائے الہی ہے۔

اور ثانیاً یہ مقصود ہے کہ شاید میری اس حقیر سی کاوش سے مسلمان استفادہ کر کے تدبّر قرآن کی طرف راغب ہو جائیں اور اپنی آخرت بھی سنوار لیں۔

چوہدری صاحب موصوف کی اس تالیف کو بندہ نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ تالیف موجودہ دور کے اردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔
چوہدری صاحب موصوف نے حل لغات کے علاوہ کہیں کہیں آیات کا مفہوم بھی اس اچھوتے انداز میں واضح کیا ہے کہ پڑھ کر دل عیش عیش کراٹھتا ہے۔

خُصُوصِیَاتِ تَالِیفِ

اس تالیف کی خصوصیات یہ ہیں !

- ۱۔ حل لغات و تراکیب آیات
 - ۲۔ بیان نحوی و صرفی تحقیقات
 - ۳۔ مختصر و آسان تشریحات
 - ۴۔ عمدہ و عجیب و غریب نکات
 - ۵۔ قیمتی و بہترین اشارات
 - ۶۔ مسائل پر جید استدلالات
 - ۷۔ مستند اور مضبوط حوالہ جات
- بندہ بارگاہ الہی میں دعا گو رہے کہ یہ تالیف چوہدری صاحب موصوف کے لئے اور ان کے اولاد کے لئے ذخیرہ آخرت بنے اور عوام و خواص کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر مبشر احمد غفرلہ الاحد

خادم الحدیث بجامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

اقبال ٹاؤن لاہور

خلاصہ تقریظ از جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زیر نظر کتاب لغات القرآن الکریم صرف منہجی حضرات کے استفادہ کے لئے ہے اس سے عام قاری کی بجائے وہی استفادہ کر سکتا ہے جو عربی زبان و ادب سے بنیادی واقفیت رکھتا ہو۔ ایک شخص جس نے عربی گرامر کبھی نہیں پڑھی اس کے لئے قواعد یا حذف یا الفاظ کے باہم مقلوب ہونے یا تقدیم و تاخیر کی بحثیں چنداں مفید نہیں۔

اگر مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ بنیادی عربی قواعد و زبان سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے مزید فہم القرآن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ تو نہایت مفید ہے اور اردو زبان میں شاید یہ پہلا کام ہے جس میں پرانی جملہ تفاسیر کے محاسن کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انذاریان نہایت شستہ اور رواں ہے۔ یہ تالیف ترکیب نحوی پر مبنی ہے۔ اس میں احکام پر مشتمل آیات میں تاریخی و دیگر تفسیری روایات کی بجائے قواعد زبان کی نشاندہی پر زور دیا گیا ہے اردو میں اس نوع کی تفسیر یقیناً ایک غلام کو پڑ کرے گی!

تاہم اس قسم کی لغوی بحثیں زیادہ شرح و بسط کے ساتھ الفراء ۲، ۲۰۷ھ کی معانی القرآن میں وارد ہیں زیر نظر کتاب لغات القرآن عربی طلبہ کے استفادہ کے لئے ترتیب دینا مقصود ہے تو مذکورہ کتاب سے استفادہ اس کے حسن کو اور بڑھا دے گا۔

جناب چوہدری علی محمد صاحب نے ایک نہایت علمی کام مکمل فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت شاقہ اور کار خیر پر خیر کثیر عطا فرمائے۔ واللہ الموفق

ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

يَا رَحْمَةً
(١)

سورة الفاتحة
و
البقرة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) سُورَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ (۵)

سُورَةُ: جس طرح دنیا کی دوسری کتابیں مختلف ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں اسی طرح قرآن حکیم کو بھی مختلف حصوں یا ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ کو سورۃ کہتے ہیں اس صورت میں یہ سُورَةُ (مہموز العین) سے مشتق ہے جس کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ (ٹکڑہ) کے ہیں۔ اور سورۃ بھی قرآن کا ایک ٹکڑہ اور حصہ ہے۔ اس صورت میں واو کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے گا۔

۲۔ السُّورَةُ: کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ جیسا کہ نالغہ کا ایک شعر ہے:

الْمَدَنَاتُ اللَّهُ أَعْطَاكَ سُورَةً - تَرَى حُلَّ مَلِكٍ دُرِّ نَجَايَةٍ تَذَبُّبُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا مرتبہ بخشا ہے۔ جس کے ورے ہر بادشاہ منتہذب نظر آتا ہے
قرآن کی ہر سورت اپنی بلند مرتبہ کی وجہ سے سورۃ کہلاتی ہے۔

۳۔ یا سورۃ القرآن سورۃ المدینہ سے مشتق ہے جس کے معنی شہر پنہاں یا شہر کے گرد حفاظت کے لئے بنائے گئے
فصیل کے ہیں اور ہر سورۃ القرآن بھی فصیل کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ۲۲ اور ۲۳ کی صورت میں یہ
سورۃ مشتق ہے اور اس کا واو اصلی ہے کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی سورتیں طویل، درمیانی، اور مختصر ہیں، مختصر سے مختصر سورۃ تین آیات کی ہے۔ مثلاً سورۃ العصر
(۱۰۳) اور سورۃ الکوتر (۱۰۸)

الْفَاتِحَةُ: اسم فاعل واحد مؤنث، فَتَحَ مادہ سے مشتق ہے۔ الْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو
زائل کرنے کے ہیں۔ یہ ازالہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے جیسے فَتَحَ الْبَابَ (دروازہ کھولنا) مثلاً
قرآن مجید میں ہے وَ لَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ (۶۵: ۱۲) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔
دوم: جس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً فَلَمَّا نَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ الْبُوابَ
كُلِّ شَيْءٍ (۴۴: ۶) جب انہوں نے اس نصیحت کو جو ان کو دی گئی تھی فراموش کر دیا۔ تو ہم نے
ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی۔

اس سورۃ کے کئی نام ہیں۔ الْفَاتِحَةُ کھولنے والی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورہ کے با

باقی قرآن مجیم کے لئے مثل دروازہ کے ہے اور اس دروازہ کے کھلنے سے باقی قرآن حکیم آتا ہے (۲) ہر چیز کے مبداء کو الفاتحة کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جائے اسی لئے سورۃ فاتحہ کو فاتحة الكتاب کہا جاتا ہے۔ (۲) سبع مثانی لمسات دوہرائی جانے والی آیتیں (کیونکہ بالاتفاق اس کی سات آیات ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ (۳) اُمُّ الْکِتَابِ وَ اُمُّ الْقُرْآنِ کہ قرآن مجیم کے جملہ مضامین کو مشتمل ہے۔ (۴) سورۃ الصلوة: کہ اس کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ (۵) سورۃ الحمد کہ لفظ الحمد سے شروع ہوتی ہے (۶) سورۃ الشفاء کہ یہ سورۃ ہر مرض کی شفاء ہے (۷) سورۃ الرزقۃ یعنی پڑھ کر دم کرنے یا پھونک مارنے والی سورۃ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔

(۸) اساس القرآن۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی جڑ ہے اور نیو ہے۔

(۹) سورۃ الکفر۔ کیونکہ یہ مطالب اور معارف کا خزانہ ہے (۱۰) سورۃ الودافہ کہ ہر قرأت میں اسے سالم ہی پڑھا جاتا ہے توڑ کر نہیں پڑھا جاتا۔ جیسا کہ بعض دیگر سورتوں کو پڑھا جاسکتا ہے (۱۱) سورۃ الکافیہ کہ نماز میں یہی سورۃ بدوں کسی دوسری سورۃ کے کافی تو ہو سکتی ہے لیکن کوئی دوسری سورت بدوں اس سورۃ کے کافی نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ب حرف جار ہے۔ جو مصاحبت یا استعانت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر مصاحبت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہوئے۔ اور اگر استعانت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کرتے ہوئے (گویا اس کے معنی ہیں ساتھ، مدد کے ساتھ، اِسْم۔ نام۔ مادہ س۔ م۔ و سے مشتق ہے۔ سَمًا یَسْمُو (باب نصر) سُمُو، بمعنی بلند ہونا جیسے عربی میں کہتے ہیں سَمَوْتُ الْیَدَ بَصَرِی۔ میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔ جب کسی کا نام لیا جاتا ہے تو گویا اس کو بلند و بالا کرتے ہیں تاکہ وہ آنکھوں میں نہج جائے۔ اِسْم کی جمع اَسْمَاء ہے بعض کے نزدیک اس کا مادہ وِسْم ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اور واو ہمزہ سے بدل گئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، عربی زبان کا عام ضابطہ ہے کہ کسی لفظ کے مادہ کے اصلی حروف تصغیر میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں اس قاعدہ کے موافق اگر اسم مادہ وِسْم سے قرار دیا جائے تو اس کا اسم تصغیر وِسْمٌ اور جمع اَدْسَام ہوگی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اسم کی تصغیر سُمِی اور جمع اَسْمَاء ہے جو قاعدہ کے موافق ہے، لہذا اِسْم سَمُو سے مشتق ہے نہ کہ وِسْم سے۔

بِسْمِ۔ میں اسم کا الف کثرت استعمال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اس کے بدلے میں ب لمبی لکھی جاتی ہے بِسْمِ اللّٰهِ میں ب کا تعلق فعل سے ہے یا اسم سے جو ہر دو یہاں مخدوف ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال دونوں طرح آیا ہے۔ متعلق اسم ہونے کی صورت میں عبارت کچھ یوں ہوگی بِسْمِ اللّٰهِ اِبْتِدَآئِی (اللہ کے نام سے میری ابتداء ہے)۔ قرآن مجید میں اس کی مثال۔ وَقَالَ اذْکَبُوْا فِیْہَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَہَادْ مُّزْسَہَا (۱۱: ۴۱) سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور اللہ کے نام سے اس کا ٹھہرنا ہے۔ متعلق فعل کی صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ اَبْدِ اِبْسِمِ اللّٰهِ (میں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ (۱:۹۶) پڑھ اپنے رب کے نام سے اللہ۔ اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات آیا ہے یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا۔ باقی تمام صفات خداوندی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ نزول قرآن سے پہلے بھی اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن (از مولانا آزاد)۔

الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ یہ دونوں نام رَحْمَةً سے مشتق ہیں، دونوں میں مبالغہ ہے رَحْمَتِ کے معنی میں رَحِیْم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اس میں رَحِیْم کی نسبت ایک حرف زائد ہے اور زِیَادَةُ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلَى زِیَادَةِ الْمَعْنٰی یعنی زائد حرف زیادہ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ رَحْمَتِ کا لفظ اللہ کی طرح ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۱۱:۱۷) کہہ دو تم (خدا کو) اللہ کے نام سے (پکارو یا رحمن کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔ بخلاف اس کے رحیم کا لفظ ماسوی اللہ کے لئے بھی مستعمل ہے مثلاً رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رُوْفٌ رَحِیْمٌ کہا گیا ہے آیت شریفہ ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْعُوْمٰنِیْنَ رُوْفٌ رَحِیْمٌ (۱۸:۶) (لوگو) تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں جو چیز تمہیں مفرت پہنچاتی ہے انہیں بہت گراں گذرتی ہے تمہاری (بھلائی) کے حریص ہیں ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمت اور آخرت میں رحیم ہے کہ دنیا میں مومن اور کافر سب اس کی رحمت سے متمتع ہوتے ہیں اور آخرت میں رحمت سے فائدہ اٹھانے والے صرف مومن ہوں گے۔ اس بارہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں گرامر کے لحاظ سے الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اللہ کی صفت ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا اللہ کے نام سے جو کہ رحمن اور رحیم ہے (۲) یہ اللہ کا بدل ہے اور ترجمہ ہے اللہ رحمن در رحیم کے نام سے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ کی تَب کا تعلق اسم (محذوف) سے ہے یا فعل (محذوف) سے۔ اول الذکر کی صورت میں یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور مؤخر الذکر کی صورت میں جملہ فعلیہ۔ اس کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہوگی۔

ب حرف جار
اسم مضاف
اللہ مضاف الیہ موصوف { موصوف صفت مل کر
الرَّحْمٰنُ صفت اول { مضاف الیہ
الرَّحِیْمُ صفت ثانی { مضاف الیہ

فعل محذوف

اَنَا ضمیر فاعل مستتر در فعل محذوف [پس فعل اپنے فاعل اور متعلق فعل سے

لی کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کیا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن مجید کا حصہ ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مکہ اور کوفہ کے قاری اسے قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مدینہ، بصرہ اور شام کے قاری کہنا ہے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں (شوکانی زیر آیت ۱:۱) مؤخر الذکر قراء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ آیت سورۃ فاتحہ کا حصہ ہے باقی سورتوں کا نہیں۔

جو اس کو سورۃ فاتحہ کا حصہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ ایک مکمل آیت ہے لہذا اس کو علیحدہ نمبر دیتے ہیں اور باقی آیات کی تعداد چھ شمار کر کے کل سات آیات (سبع مثانی) مکمل کرتے ہیں اور جو اسے سورۃ فاتحہ کا حصہ شمار نہیں کرتے وہ آیت صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۚ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۚ میں أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر وقف کر کے علیحدہ آیت نمبر ۶ شمار کرتے ہیں۔ جبکہ اول الذکر گروہ اسے ایک ہی آیت شمار کرتا ہے۔

الْحَمْدُ: حَمْدٌ يَحْمَدُ، (باب سَمْع) سے مصدر ہے۔ شاکر نا۔ تعریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور ثناء کو حمد کہتے ہیں۔ یہ مدح سے خاص اور شکر سے عام ہے۔ کیونکہ مدح ان افعال پر بھی ہوتی ہے جو کہ انسان سے اختیاری طور پر سرزد ہوتے ہیں اور ان اوصاف پر بھی جو پیدا نشی طور پر اس میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس طرح مال کے خرچ کرنے اور علم و سخا پر انسان کی مدح ہوتی ہے اسی طرح اس کی درازی قد و قامت اور چہرہ کی خوبصورتی پر بھی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن حمد صرف افعال اختیاریہ پر ہوتی ہے نہ کہ اوصاف اضطراریہ پر۔ اور شکر تو صرف کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کو کہتے ہیں۔ لہذا ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں ہے اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں، عربی میں حمد کے معنی ثناء جمیل کے ہیں یعنی اچھی صفیوں بیان کرنے کے۔ اگر کسی کی بُری صفیوں بیان کی جائیں۔ تو یہ حمد نہ ہوگی۔

حمد۔ ہر الف لام (ال) تعریف کا ہے یہ یا تو جنس کے لئے ہے اور حمد کے اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جسے ہر شخص جانتا ہے یا یہ استغراق کے لئے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ میں لام اختصا ص کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَلْدَّارُ لِرَبِّدِ۔ پس الْحَمْدُ لِلّٰهِ کے معنی یہ ہوئے کہ حمد و ثناء میں جو کچھ اور جیسا کچھ بھی کہا جاسکتا ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے کیونکہ خوبیوں اور کمالوں میں سے جو کچھ بھی ہے سب اسی سے ہے اور اسی میں ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ جملہ خبریہ اسمیہ ہے اور استحقاق حمد کے استمرار پر دلالت کرتا ہے اس جملہ سے ثناء کرنا مقصود ہے اور بندوں کو حمد کی تعلیم دی گئی ہے تقدیر جملہ یہ ہے قُولُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ (لوگو! الحمد للہ! کہا کرو) اس تقدیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے مناسبت پیدا ہو جائے۔

کیونکہ تعبد کے قائل بندے ہیں۔

دَبَّ الْعَالَمِينَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دَبَّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے دَبَّ يَدْبُ (باب نصر) سے۔ استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے مطلق صورت میں یعنی اضافت اور تعریف سے خالی ہونے کی صورت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور دوسروں پر بھی جیسے دَبَّ الدُّلَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ کی صفت: تمام جہانوں کا پالنے والا۔ دَبَّ الدَّارِ (ماسوی اللہ کے لئے: گھر کا مالک) دَبَّ بمعنی کسی پر سیاست رالی کرنا مثلاً دَبَّ الْقَوَّہِ۔ کسی کا کام درست کرنا۔ جیسے دَبَّ الْأَمْرِ۔ کسی کو پالنا جیسے دَبَّ الْوَلَدَ۔

دَبَّ: تربیت کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ تربیت دینا۔ یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال کو پہنچانا۔ اس پرورش میں محبت شفقت، حفاظت، نگہداشت، اور امانت کا غنم موجود ہوتا ہے، جیسے ماں کا بچے کو پالنا۔ یا ماں باپ کا بچے کی نشوونما میں اس کی نگہداشت کرنا۔ اور ہر ضرورت کو بروقت اور حسبِ وقت اس کی استعداد کے مطابق پورا کرنا۔ اس سے دَبَّ بمعنی پروردگار، پالنے والا آتا ہے۔

عَالَمِينَ۔ عَالَم کی جمع ہے (استعمال میں اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں پایا جاتا۔ یعنی قرآن مجید میں لفظ عَالَمٌ بصیغہ مفعول استعمال نہیں کیا گیا) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو عالم کہتے ہیں اس میں تمام وہ مخلوق شامل ہے خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کا) مالک و پروردگار ہے عالم نام سے اس چیز کا جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم ہو پھر غلبۃً استعمال ہونے لگا ان چیزوں میں جن کے ذریعہ صانع یعنی باری تعالیٰ کا علم حاصل ہو۔

چونکہ عالم کے تحت میں اجناس مختلف موجود ہیں اس لئے عَالَمِينَ بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ دَبَّ الْعَالَمِينَ بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے بدیں و جہ مجرور ہے۔

(۲:۲) الرَّحْمٰنُ وَالرَّحِیْمُ ہر دو کی وضاحت اور پرلسم اللہ الرحمن الرحیم کے بیان میں ہو چکی ہے اللہ کی صفت دوم، سوم یا اللہ کا بدل ہیں۔

(۳:۲) مَا لَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ مَا لَکَ مضاف یَوْمَ الدِّیْنِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، لہذا مَا لَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ صفت چہارم ہے اللہ کی۔ بعض کے نزدیک یہ اللہ کا بدل ہے صفت نہیں کیونکہ اللہ معروف ہے۔ اور یہ تکرر۔ اس کے نکرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل جب حال یا مستقبل کے معنی میں متعمل ہوتا ہے تو مضاف الی المعروف بھی معرفہ نہیں بنتا۔ املاء جزاء و حساب کے دن کا مالک۔ یَوْمَ الدِّیْنِ کی قرآن مجید میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔ وَمَا آذَنَّاکَ مَا یَوْمَ الدِّیْنِ ثُمَّ مَا آذَنَّاکَ مَا یَوْمَ الدِّیْنِ لَآ تَمْلِکَ نَفْسٌ

لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالَّذِي مَرَّ يَوْمَئِذٍ بِاللَّهِ (۸۲: ۱۶۱) جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آسکیگا اور ہم تمام تر اس روز صرف اللہ ہی کا ہرگا۔

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں: یَوْمِ الدِّينِ: قیامت کا دن ہے دین جزاء اور بدلے کو کہتے ہیں اور کَمَا تَدْرِي تَدَات دین ہی سے مشتق ہے (یعنی جیسے تو فعل کرے گا ویسا ہی بدلہ لیگا..... یا لفظ دین سے اسلام اور اطاعت مراد ہے کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دیگی مجاہد کہتے ہیں کہ یَوْمِ الدِّينِ بمعنی یوم الحساب ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ یعنی یہ سیدھا حساب ہے

(۴۰۱) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْزُ

نَعْبُدُ... فعل
نَحْنُ..... (ضمیر مستقر) فاعل
اِيَّاكَ..... مفعول (جو شخص سے لے مقدم کر دیا گیا ہے)
وَ..... حرف عطف

نَسْتَعِيْزُ..... فعل
نَحْنُ..... (ضمیر مستقر) فاعل
اِيَّاكَ..... مفعول (مقدم برائے شخص سے)

اِيَّاكَ - اِيَّا اور كَ سے مرکب ہے یعنی تجھ ہی سے۔ علامہ راغب الصفہانی لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ ضمیر منصوب منفصل کے تلفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جب ضمیر منصوب اپنے عامل پر مقدم ہو یا اس پر کسی کلمہ کا عطف ڈالا جائے یا اللہ کے بعد آئے تو اس کے ساتھ (یعنی اِيَّا کے ساتھ) استعمال ہوتی ہے مثلاً تقدیم کی صورت میں ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) (۲) عطف کی صورت میں قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَ اِيَّاكَ (۳۱-۱۴) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور (۳) اللہ کے بعد: وَ قَضٰى دِيْنَكَ اِلَّا نَعْبُدُكَ اِلَّا اِيَّاہُ۔ (۱۴) اور تیرے پروردگار نے قطعی طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو!

مفعول مقدم کی صورت میں شخص سے معنی پائے جاتے ہیں۔ گویا جب کہا جائے نَعْبُدُكَ تو اس کے معنی ہوں گے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جب کہا جائے اِيَّاكَ نَعْبُدُ تو اس کے معنی ہوں گے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں

اِسْتَعِيْزُ: مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِسْتَعِيْزْنَا اسْتَفْعَال سے عَوْن۔ مادہ ہم مدد چاہتے ہیں، ہم مدد مانگتے ہیں اِيَّاكَ۔ صرف تجھی سے۔

فائدہ اول: یہاں اِيَّاكَ جو کہ بطور مفعول مستعمل ہے اسے فعل سے قبل لانے اور پھر اسے دوہرانے سے مقصود اس کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے اور عبادت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنا ہے یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنے اور تیرے سوا کسی سے امداد طلب نہیں کرتے۔ اس حصہ و تخصیص کے مد نظر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اس سے رد مانگنا قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ خواہ وہ کوئی انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، حیوانات سے ہو نباتات سے ہو یا جمادات سے ہو، استعانت (مدد طلب کرنا) سے یہاں اعانت کے بنیادی معنی مراد ہیں جس میں اس کے جملہ پہلو شامل ہوں، ورنہ اس عالم اسباب میں بعض قسم امداد یا سوا اللہ سے طلب کرنا منع نہیں ہے مثلاً آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں سکتے اور کسی اور کو اٹھنے میں مدد دینے کو کہتے ہیں، آپ طالب علم ہیں اور استاد سے یا کسی عالم سے اپنے علم کی تحصیل کے لئے امداد کے طالب ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حالانکہ آپ کا فی الواقع اٹھنے کے قابل ہونا۔ یا مرض سے شفا پانا۔ یا علم کا حاصل کرنا بالآخر قبضہ قدرت میں ہے آپ صرف دنیاوی اسباب سے استفادہ چاہتے ہیں اور حقیقتاً ان اسباب کے مہیا کرنے کا مسبب وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کامل اطاعت اور پورے دین کا حاصل صرف یہی دو چیزیں ہیں (عبادت اور استعانت) بعض سلف کا قول ہے کہ سارے قرآن کا راز سورۃ الفاتحہ میں ہے۔ اور پوری سورۃ کا راز اس آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں ہے۔

فائدہ دوم: خداوند تعالیٰ کی حمد ہو چکی، اس کی ربوبیت اس کی رحمانیت اور اس کی رحیمیت اس کا روز جزا و سزا کا مالک مطلق ہونا بیان ہو چکا اس کی حقیقت دل کی گہرائیوں میں اتر چکی اس کا اثر جسم کے رویں میں بس گیا۔ تو بندہ بصدع جزا و نکسار عبادت میں اس ذات وحدہ لا شریک کے آگے بھک گیا۔ اور صرف اور صرف اسی کو حامی دناصر جانتے اور مانتے ہوئے پکارا اٹھا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اس یک لخت غیب کے درجہ سے مرتبہ خطاب کی جانب عدول کے متعلق تفسیر منظر ہی میں یوں تحریر ہے :-

”اگر کسی چیز کے احوال و صفات ناقابل اشتراک اور مخصوص ہوں اور وہ صفات ذکر کردہ جہاتیں تو اس چیز کی ذہن میں ایسی تعین ہو جاتی ہے کہ گویا وہ سامنے آگئی، شدت تخیل غیر محسوس کو محسوس کر کے دکھا دیتی ہے علم غائبانہ شہود سے بدل جاتا ہے، حضور ذہنی وجود خارجی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علم حصولی معائنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے پس جب ذات الوہیت کا نام ذکر کر دیا اور مخصوص صفات کو بھی بیان کر دیا تو ذات غائب شدت استحضار کی وجہ سے عارف کی نظر کے سامنے آگئی۔ اس لئے اس نے غائبانہ طرز کلام سے انتقال کر کے مخاطب کا اسلوب اختیار کیا جس ذات کا وہ غائبانہ ذکر کر رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے حاضر ہو گئی اور اس نے

حاضر ذہنی سے اس طرح بات کرنی شروع کر دی جیسے حاضر مرنی خارجی سے کی جاتی ہے۔

۱: ۱ = اِهْدِنَا - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم هِدَايَةً باب ضرب، مصدر سے، تو ہم کو راہ بتلا، تو ہماری رہنمائی کر، اصل میں فعل لازم ہے اور لِ الی کے ساتھ متعدی کے معنی دیتا ہے لیکن بغیر صلہ کے بھی بطور متعدی استعمال ہوتا ہے مثلاً هَدَى الرَّجُلُ اَدْمَى کادایت پانا، (فعل لازم) اور هَدَاكَ الطَّرِيقَ کسی کو راہ بتانا۔
بمعنی هَدَاكَ اِلَى الطَّرِيقِ وَلِلطَّرِيقِ فعل متعدی ہے۔

ہدایت کے اصل معنی لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا استعمال ہمیشہ خیر و نیکی میں ہوا کرتا ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر مقصد تک پہنچانے کے معنی میں ہوتی ہے۔

الصِّرَاطُ۔ راہ۔ راستہ، سیدھے اور آسان راستے کو صِرَاط کہتے ہیں اس کی جمع صُرُوط ہے۔ الصِّرَاط یہاں موصوفہ ہے اس کی صفت الْمُسْتَقِيمُ آگے آتی ہے۔

الْمُسْتَقِيمُ اسم ناعل۔ واحد مذکر منسوب۔ اِسْتِقَامَةً (استفعال) قَوْماً مادہ بمعنی سیدھا۔ صیج، الصِّرَاط کی صفت ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی ترکیب یوں ہوگی۔

فعل اپنے فاعل اور دو مفعولوں سے مل کر جملہ فعیل ہوا۔	اِهْدِ فعل
	اَنْتَ - ضمیر مستتر ناعل
	نَا مفعول اول
	الصِّرَاطُ موصوفہ موصوف و صفت مل کر
	الْمُسْتَقِيمُ صفت مفعول ثانی

۶: ۱ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یہ جملہ بدل کل ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے۔ ترکیب یوں ہوگی۔

مضاف، مضاف الیہ مل کر بدل کل الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے	صِرَاطَ
	الَّذِينَ
	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ فعل با فاعل و ضمیر مفعول عامہ الی الذین مل کر جملہ فعلیہ ہو کر
	موصول موصول و مل کر مضاف الیہ
	مضاف

یعنی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مقصود وہ سیدھا راستہ ہے جس کی طرف رہنمائی کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا ہے۔ یہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں؟ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ لَطَعَ اللّٰهُ الرَّسُوْلَ فَذُوْكَ الْعَرْشِ

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (۲۶:۴۷)
اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ رقیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے
جن پر خدا نے انعام کیا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور نیک لوگ۔

انعام کے معنی ہیں وہ کیفیت جسے انسان لذت پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان اشیاء پر ہونے لگا جو اس
لذت کا سبب بنتی ہیں

۴۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ یہ الَّذِينَ أَنْعَمَتْ عَلَيْهِمْ سے بدل ہے (یعنی تیرے انعام یافتہ بند
وہ ہیں) جو تیرے غضب اور گمراہی سے سالم اور محفوظ ہیں یعنی جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے
فائدہ: نعمتوں کی قسمیں۔ دنیاوی، اخروی۔

وہی۔ کسی۔

جسمانی۔ روحانی۔

وہی یعنی خدا اور۔ جیسے روح۔ عقل، بینائی۔ قوتِ شنوائی، قوتِ گریائی وغیرہ۔
کسی۔ جو اپنی نعمت سے حاصل ہو۔ جیسے نفس کو ردِ اہل سے پاک کرنا، اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنا
اور بدن کو خوبصورت کپڑوں اور زیورات سے زیبائے دینا۔
اور مال و جائداد و عہدہ حاصل کرنا۔

اخری۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیوں کو معاف کرے اور راضی ہو کر اعلیٰ علیہم ہیں عالمکے مقربین
کے ساتھ ٹھکانے۔

فائدہ: اگر مضمون کی خاطر غیْرِ کی تکرار مطلوب ہو تو دوسری دفعہ غیْرِ کی بجائے دلاتے ہیں جس کا مابعد
مجبور ہوگا مثلاً مِنْ غَيْرِ ابٍ وَلَا اُمٍّ۔ بغیر باپ کے اور بغیر ماں کے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ يُجَادِلُ فِي
اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۙ اِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَا كِتَابَ مُنِيرٍ (۲۰:۳۱) اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے
ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے، یا آیت زیر غور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام و فضل ہوا۔ جن پر تیرا غضب نہ ہوا اور جو نہ
گمراہ ہوئے، بعض کے نزدیک وَلَا الضَّالِّينَ میں لازماً تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ بمعنی غیر صراطِ الذین غضبت علیہم وغیر الضالّین
عن الہدیٰ بھی ہو سکتا ہے: نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ راستہ ان لوگوں کا جو ہدایت کے
راستے سے گمراہ ہو گئے۔

فائدہ: بعض کے نزدیک مغضوب علیہم سے مراد اہل یہود ہیں اور الضالّین سے نصاریٰ

ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایلہود مغضوب علیہم و النصارى ضلال۔ لیکن علامہ پانی پتی رحمہماتہم ازہیں۔ میں کہتا ہوں کہ المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ایسے دو عام لفظ ہیں جس کے تحت تمام کفار اور خدا کے نافرمان اور بدعتی سب لوگ داخل ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں جو کسی ممنوع القتل کو عمدتاً قتل کرے غَضِبَ اللہُ عَلَیْہِ (۹۳:۴) فرمایا ہے اور کفار اور بدعتیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ (۳۲:۱۰) اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا اور الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيْمُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۱۰۴:۱۸) (وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی)

الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ غَضِبَ يَغْضِبُ (باب سمع) فعل لازم ہے بمعنی غضبناک ہونا۔ علی کا صلیہ لگا کر مَغْضُوبِ عَلَی اسم مفعول بنایا گیا ہے وہ جس پر غضب نازل ہوا۔

الغضب کے اصل معنی ہیں انتقام کے لئے دل میں خون کا بوش مارنا۔ لیکن غضب الہی سے مراد سزا اور عذاب ہوتا ہے غَضِبَ اللہُ عَلَیْہِ (۹۳:۴) اور خدا اس پر غضبناک ہو گا۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ میں غیر نفی کے لئے ہے جملہ کا مطلب ہے جن پر غضب نازل نہیں ہوا۔

وَلَا الضَّالِّیْنَ وہ عاطفہ ہے لا۔ غَیْرِ کی جگہ تکرار کی خاطر لایا گیا ہے وَلَا الضَّالِّیْنَ کا عطف جملہ سابقہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ پر ہے۔ الضَّالِّیْنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ضَالٌّ واحد بحالت رفع، پہلے ہوئے۔ گمراہ، راہ بھولے ہوئے۔ الضَّلَال کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے ہیں اور یہ ہِدَايَة بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ: سورۃ فاتحہ کے ختم پر قدرے فصل کے ساتھ آمین کہنا مسنون ہے، صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) جب امام دلائل الضالین تک پہنچ جائے تو آمین کہا کرو۔ کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے تمام گزشتہ گناہوں پر قلم عفو کھینچ دیا جائیگا۔

آمِن کے معنی ہیں: لَا سَمْعَ وَلَا بَصَرَ (یعنی خداوند ہمارے دعا سن اور قبول فرما) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: يَا اَفْعَلْ: (یا اللہ ایسا ہی کر)

یاد رہے کہ آمین قرآن مجید کا حصہ نہیں، اور اسی لئے اسے لکھا نہیں جاتا، بعض کے نزدیک مَنْ قَالَ اٰمِنٌ مِنَ الْقُرْآنِ کَفَرَ: جس نے کہا کہ آمین قرآن کا حصہ ہے اس نے کفر کیا۔ (روح المعانی)

کوئی چیز دُور ہوتی ہے تو مخاطب کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ چیز تجھ سے دُور ہے اسم اشارہ ذاکے ساتھ
ذک خطاب کا اور ل تاکید کا لگا دیتے ہیں۔ پس ذلک اگرچہ عرف عام میں اشارہ بعید کے معنوں میں آتا ہے
اس کے بنیادی معنوں میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔

جس طرح بعض دفعہ ہذا کا لفظ تحقیر و تنقیص کے لئے بولتے ہیں مثلاً اِنَّمَا اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي
هُوَ مَهِينٌ ذَلَا يَكَادُ يُبَيِّنُ ۝ (۵۲:۴۳) بے شک میں اس شخص سے بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا۔
اور نہ مان گفتگو کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہاں ذلک کے لفظ کے استعمال سے الکُتُب کی تعظیم شان کی طرف
اشارہ کرنا مقصود ہے۔

الْكِتَابُ: مشاۃ الیہ۔ اس سے مراد قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو سورۃ البقرۃ سے پیشتر نازل ہو چکا تھا۔
(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ سارے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہو۔ (۳) آل عہد کا ہے وَالْكِتَابُ الْمَوْعُودُ اَنْزَالُہ
اور الْكِتَابُ سے مراد وہ کتاب جس کے انزال کا عہد کر رکھا ہو، جیسا کہ آیت شریفہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (۱۲۹:۲) سے ظاہر ہے کہ انبیاء
سابقہ کو بعثت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشگی علم تھا اور الْكِتَابُ (القرآن) کا ان پر منزل من اللہ ہونا بھی معلوم تھا
(۳) آل تخصیص کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی ایسی کامل کتاب کہ اس کا ثانی نہ ہو، جس کے سامنے اور کتاب
کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ جُ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ - لَا نَفْیَ جُنُسِ كے لئے بے - بدیہ وجہ لَا رَیْبَ مبنی برفتح ہے کیونکہ
قاعدہ ہے کہ لَا جُنُس کے بعد مکرمہ مفرد ہو تو مبنی برفتح ہوتا ہے جیسے لَا دَجَلَ فِي الدَّارِ۔

رَیْبٌ: رَابٍ یُؤَيَّبُ: (باب ضرب کا مصدر ہے۔ اور رَیْبٌ اس شک یا گمان کو کہتے ہیں جس کی حقیقت
بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے، رَیْبٌ: ذہنی اضطراب، تہمت، اور سوء ظن کے معنوں میں بھی آتا ہے
فَیْهِ: جار مجرور ہے ضمیر واحد مذکر غائب الْكِتَابُ کے لئے ہے۔ یا اس کا مرجع کلام ماسبق بھی ہو سکتا ہے
هُدًى: هَدًى یَهْدِی (باب ضَرْب) کا مصدر ہے۔ ہدایت کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی
رہنمائی کرنے کے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہدایۃ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ رہنمائی کرنے کے ہیں
تو پھر قرآن مجید میں ہے فَاهْدُوهُمْ اِلَى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (۲۳:۳۴) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ اور
وَيَهْدِيْهِ اِلَى عَذَابِ السَّعِيْرِ (۴:۲۲) اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔ کیوں استعمال ہوا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ظنراً کافروں کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد الہی ہے کہ:
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (۲۴:۸۴) تو (اے پیغمبر) انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔

لِّلْمُتَّقِيْنَ - مُتَّقِيْنَ: اسم فاعل - جمع مذکر - مجرور، لِّلْمُتَّقِيْنَ: متقیوں کے لئے، تقویٰ کرنے والوں

کے لئے۔ شترع میں تقویٰ سے مراد ہر اس چیز سے بچنا ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔ وق ی۔ مادہ۔

یہاں لَآرَیْبَ کے بعد صحیحہ نشان وقف مندرج ہے اور فیہ کے بعد خ کا نشان وقف، اور حاشیہ میں مع درج ہے، مع معانقہ کا مخفف ہے جس کے لغوی معنی گلے ملنے کے ہیں۔ یہاں دو جگہ قریب قریب ہیں جن پر تین نقطے لکھے ہوئے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے دوسرے کو پہلے سے وہ ارتباط ہے جو دوسرے لفظ کو اگلے لفظ کے ساتھ ہے پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو۔ اور دوسرے کو اس سے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھو۔ اس صورت میں دوسرے لفظ کا ربط پہلے لفظ کے ساتھ ہوگا۔ نہ کہ اگلے لفظ کے ساتھ، بہر صورت اگر ایک پر وقف کرو تو دوسرے پر ہرگز وقف نہ کرو۔

تمام قرآن مجید میں متقدمین کے نزدیک ۱۶ معانقے ہیں لیکن متاخرین کے نزدیک ان کی تعداد

۱۸ ہے۔ آیت زیر غور کی مندرجہ بالا کی روشنی میں متدرج ذیل دو صورتیں ہوں گی۔

۱، ذَلِکَ الْکِتَابَ لَا رَیْبَ فِیْهِ : یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس صورت میں هُدًى لِلْمُتَّقِیْنَ سے پہلے فِیْهِ محذوف سمجھا جائے گا۔ اور عبارت یوں ہوگی، ذَلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ (فِیْهِ هُدًى لِلْمُتَّقِیْنَ) یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس میں متقیوں کے لئے راہنمائی ہے۔ وقف کی یہ صورت بہتر سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں نسبتاً مبالغہ زیادہ ہے اس کی تائید قرآن مجید میں اور جگہ بھی ہوتی ہے مثلاً۔ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ (۲: ۳۲) اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔

۲، دوسری صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ ذَلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِلْمُتَّقِیْنَ اس صورت میں لَآرَیْبَ کے بعد فِیْهِ محذوف سمجھا جائیگا۔

عربی میں فِیْهِ کے حذف کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ چنانچہ جب یہ کہنا مقصود ہو کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں تو لَا بَاسَ فِیْهِ کی بجائے صرف لَا بَاسَ کہہ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال قالوا لا ضیْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ؕ (۵۰: ۲۶) وہ بولے کچھ ڈر نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ (یعنی تمہارے ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ہمیں سولی پر لٹکانے میں کوئی ڈر نہیں۔ یہاں لَا ضیْرَ فِیْهِ کہنے کی بجائے صرف لَا ضیْرَ کہہ دیا۔

علامہ پانی پتیؒ لَآرَیْبَ فِیْهِ... کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَآرَیْبَ فِیْهِ یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور اس درجہ روشن ہیں کہ نظر صحیح کے بعد منصف آدمی اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا سا شک نہیں کر سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں خبر انشاء کے معنی میں ہے، یعنی لوگو! اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں شک و شبہ نہ کرو۔ لَآرَیْبَ میں لَا نفی جنس کے لئے ہے رَیْبَ اسم اور فِیْهِ خبر یا یوں کہو

کہ فیہ صفت اور للمتقین خبر اور ہدیٰ بلحاظ حال منصوب، یا لا کی خبر تو محذوف مانو۔ جیسے لاضیئر میں اور فیہ کو ہدیٰ کی خبر کہہ دو جو ہدیٰ کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اس پر مقدم ہو گئی ہے۔ تقدیر عبارت یوں سمجھو لَا رَیْبَ فِیْہِ، فِیْہِ ہدیٰ (یہ سب تو جہیں گے جو بجائے خود درست اور سچا ہیں) لیکن بہتر اور سب سے بہتر تو جہم یہ ہے کہ یہ سب مسلسل مگر علیحدہ علیحدہ جملے قرار دیئے جائیں اور ہر جملہ لاحقہ کو سابقہ کی تاکید مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دو جملوں کے بیچ میں حرف عطف نہیں لایا گیا۔ پس ذَلِکَ الْکِتَابُ اِیکَ ایسا جملہ ہے جو اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ یہ کتاب ایسے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو غایت کمال کے ساتھ موصوفہ ہے اور اس حیثیت سے اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسی پر قیاس کر لو ہدی للمتقین کو، ہدی للمتقین: متقیوں کے لئے ہادی و رہنما اس کتاب کو اس لئے کہا گیا کہ گو بمطابق ارشاد باری تعالیٰ شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ہدی لِلنَّاسِ ۝ (۲: ۱۸۵) تمام انسانوں کے لئے رشد و ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ صرف متقی اور پرہیزگار ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ جن میں اس سے استفادہ حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

(۱) دَنْزَلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (۸۲: ۱۴) اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں اور ظالموں کو اس سے اور نقصان بڑھتا ہے۔

(۲) قُلْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہُدًی وَشِفَآءٌ ۝ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْ اٰذَاہِمْ وُقُوفٌ ۝ وَهُوَ عَلَیْہِمْ عَمًی ۝ (۴۱-۴۲) کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں موجب نابینائی ہے۔ (۳-۲) الَّذِیْنَ ... اسم موصول جمع مذکر۔

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغِیْبِ: اٰمَنَ یُؤْمِنُ اِیْمَانًا۔ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ اٰمَنَ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ب اور دل کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی مستعمل ہے ب کے صلہ کے ساتھ معنی ماننا اور قبول کرنا جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ میں نے اللہ کو مانا۔ قبول کیا۔ اللہ پر ایمان لایا۔ اور اٰمَنَ کہ۔ تابعدار اور مطیع ہونا۔ شرع کی اصطلاح میں ایمان کے معنی ہیں اِحْرَادُ بَاللِّسَانِ وَکَصْدِیْقُ بِالْقَلْبِ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔

الْغِیْبُ: یہ غائب یَغِیْبُ (باب فَرَبْ یَفْرِیْبُ) کا مصدر ہے غِیَابٌ وَغِیْبَةٌ وَغُیُوبٌ، دیگر مضارع ہیں۔ اس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل ہونے کے ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ۔ حشر و نشر، جنت و دوزخ سب شامل ہیں

جملہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ صلہ ہے اَلَّذِينَ - اسم موصول کا۔ اور معطوف علیہ اگلے جملہ وَ یَقِیْمُونَ الصَّلَاةَ کا۔
و یَقِیْمُونَ الصَّلَاةَ - واو عاطفہ یَقِیْمُونَ الصَّلَاةَ جملہ فعلیہ ہے اور معطوف جس کا عطف جملہ سابقہ
یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ پر ہے۔

یَقِیْمُونَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِقَامَةً (باب افعال) مصدر۔ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے
ہیں۔ اقامت بمعنی سیدھا کھڑا کرنا ہے یعنی تبدیل ارکان، نہایت خشوع و خضوع اور حضورِ قلب سے نماز ادا کرنا
و یَقِیْمُونَ الصَّلَاةَ اور نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ - داو عاطفہ مِمَّا مرکب ہے مِنْ جار اور ما موصولہ سے دَرْزَقْنَا فاعل
بافاعل هُمْ مفعول رَزَقْنَاهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر ما موصول کا صلہ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مِنْ حرف جار
کا مجرور ہوا۔ اور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل یُنْفِقُونَ سے متعلق ہے، فعل وفاعل و متعلق فعل مل کر جملہ فعلیہ
ہو کر جملہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کا معطوف ہوا۔ یُنْفِقُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقُ (افعال) مصدر
وہ خرچ کرتے ہیں۔

تینوں جملے جو ایک دوسرے پر معطوف ہیں صلہ ہوئے موصول اَلَّذِينَ کے۔ اور موصول اپنے صلہ سے مل کر
مُتَّقِينَ کی صفت ہوئی۔ یعنی متقین وہ ہیں جو راغیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور
(۳) جو روزی ہم نے ان کو دی ہوئی ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

(۴:۲) اَلَّذِينَ - داو عاطفہ ہے۔ اَلَّذِينَ موصول ثانی۔ یُؤْمِنُونَ بِفعل بافاعل۔ مَا اُنْزِلَ
اِلَيْكَ۔ ما موصولہ۔ اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِلَيْكَ جار مجرور مل کر متعلق فعل اُنْزِلَ۔ فعل اپنے
نائب فاعل (مفعول مالم لیسیم فاعلہ) اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ ما موصولہ کا موصول وصلہ مل کر
معطوف علیہ ہوا اگلے جملہ کا۔

وَمَا اُنْزِلَتْ قَبْلِكَ - واو عاطفہ، ما موصولہ، اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب (ضمیر مالم لیسیم فاعلہ)
یا نائب فاعل کی طرف راجع ہے) مِنْ حرف جار، قَبْلِكَ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار اور مجرور مل
کر متعلق فعل اُنْزِلَ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق فعل سے مل کر ما موصولہ کا صلہ ہوا۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر
معطوف ہے جملہ سابقہ پر، معطوف علیہ اور معطوف دونوں جملے مفعول ہوئے یُؤْمِنُونَ کے، یُؤْمِنُونَ اپنے فاعل
ضمیر اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ اور صلہ ہوا۔ اَلَّذِينَ کا۔ اَلَّذِينَ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہوا پہلے
اَلَّذِينَ پر یا مُتَّقِينَ پر۔

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ یُوقِنُونَ - واو عاطفہ، بِالْآخِرَةِ جار مجرور مل کر متعلق فعل یُوقِنُونَ کے، یُوقِنُونَ
فعل بافاعل اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی هُمْ کی، ہو مبتدا ہے، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ

اسمیه: ۱۰۔ اور یہ جملہ اسمیہ یُؤْتُونَ کا معطوف ہوا۔ معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ ہوئے اپنے موصول الذین کا۔ الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر پہلے الذین پر معطوف ہوا۔ اور معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ہوئی۔۔۔
المتقین کی:

وَالَّذِينَ..... يُؤْتُونَ (آیت ۴) کا ترجمہ ہوا۔ (وہ کتاب ہدایت بنے پر ہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا آپ پر اور جو نازل کیا گیا آپ سے پہلے اور وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔
گویا متقین کی مندرجہ ذیل تین مزید صفات ہیں۔

۱۔ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر نازل کیا گیا۔

۲۔ وہ ایمان لاتے ہیں ان کتب الہیہ اور ان صحیفوں پر جو آپ سے قبل (دوسرے پیغمبروں پر) نازل کئے گئے۔

۳۔ وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

الْآخِرَةُ: مذہب دنیائی: دنیا مشتق ہے دُنُو سے جس کے معنی قریب ہونا کے ہیں۔ خواہ یہ قرب ذاتی، حکمی، مکانی، زمانی، یا بلحاظ مرتبہ کے ہو۔ چونکہ وہ حال کے بہت ہی قریب ہے اس لئے اسے دینا کہتے ہیں۔ اسی طرح آخرت کو اس کے متاخر اور پیچھے ہونے کی وجہ سے آخرت کہتے ہیں۔ اس میں دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں اب ان پر اسمیت غالب آئی اور استعمال میں دنیا و آخرت اسم کہلائے جانے لگے۔
هُم: ضمیر حصر کے فائدہ کی غرض سے یُؤْتُونَ پر مقدم کی گئی۔ یعنی آخرت کے گھر کا یقین صرف انہی پر ہیزگاروں کو حاصل ہے جن کی چند صفتیں اوپر مذکور ہو چکیں۔

یُؤْتُونَ: مضارع جمع مذکر غائب اِیْقَانٌ (افعال) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔

۲: ۵۔ اُولَٰئِكَ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہ سب، یعنی وہ مومن اور متقی لوگ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ۔ کلمہ علی متقی لوگوں کے ہدایت خداوندی پر متکمن و مستقر ہونے پر دلالت کرتا ہے
۱۔ ثَابِتُونَ عَلَى الْهُدَىٰ ہدایت پر ثابت قدم رہنے والے۔ هُدًى کو نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے اور اس ہدایت کا مِّن رَّبِّهِمْ ہونا تعظیم کی مزید تاکید ہے۔

وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، داؤ عطف کی ہے۔ اُولَٰئِكَ مبتدا، هُمُ مبتدا، الْمُفْلِحُونَ خبر، دونوں مل کر اُولَٰئِكَ کی خبر ہونے۔ یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جملہ سابقہ کا معطوف ہوا۔

هُمُ ضمیر مقدم برائے حصر لائی گئی ہے۔ یعنی فلاح بھی انہی کا حصہ ہے جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں
الْمُفْلِحُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع الْمُفْلِحُ واحد اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ فلاح پانے والے، مراد پانیوالے

کا میابی حاصل کر نیوالے۔۔

كَفَرُوا، ماضی جمع مذکر غائب، كَفَرُوا وَكَفَرُوا دُفْعًا. مصادر ہیں۔
 الْكُفْرُ: کے اسل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اسی لئے اِت کو بھی کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپاتی
 ہے۔ یا کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیع کو زمین کے اندر چھپا دیتا ہے۔ کفر زیادہ تر شریعت حقہ سے
 انکار یا دین سے انکار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سب بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کے فرستادہ انبیاء
 سے یا ان کی لائی ہوئی شریعت کے انکار ہے۔

كَفَرَاتٌ: زیادہ تر نعمت کے انکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور كَفَرُوا دونوں قسموں کے انکار پر بولا
 جاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِىَّ سَیْغِیْرٍ، جن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کیا۔ سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ: سَوَاءٌ
 برابر، اسم مصدر ہے بمعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سَوِیٌّ مَادَّة۔
 اَنْذَرْتُمْ: ءِ ہمزہ استفہام ہے۔ لیکن یہاں یہ ہمزہ تسوئۃ کے لئے استعمال ہو ابے یعنی دونوں چیزوں
 کی برابری کرنے کے لئے۔ خواہ۔ اَنْذَرْتُ، ماضی واحد مذکر حاضر، اَنْذَرْتُ (اَفْعَالُ) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ هُمْ
 ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، جس کا مرجع الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے خواہ تو ان کو ڈرائے۔ اِنْذَرْتُ: عذاب الہی سے
 خوف دلانے کو کہتے ہیں۔ اَمْ۔ خواہ۔ یا۔ کیا۔ ءِ ہمزہ اور اَمْ، گو دونوں استفہام کے لئے آیا کرتے ہیں۔ لیکن
 یہاں ان کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ معنی استوار کی تاکید کے لئے مستعمل ہیں۔

لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ لَمْ تُنْذِرْ مَضَارِعُ نَفْیِ جَدْلُہُمْ۔ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
 سَوَاءٌ عَلَیْہِمْ..... لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ ان کے لئے یکساں ہے کہ آپ ان کو عذاب الہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں
 لَا یُؤْمِنُوْنَ: مَضَارِعُ نَفْیِ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔
 اس آیت کی ترکیب بخوبی یوں ہوگی! اِنَّ حَرْفَ مُشَبِّہٍ بِالْفِعْلِ الَّذِيْنَ، اسم موصول كَفَرُوا جملہ فعلیہ ہو کر اپنے
 موصول کا صلہ، موصول اور صلہ مل کر اسم اِت۔ سَوَاءٌ عَلَیْہِمْ ءِ اَنْذَرْتُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ خبر اِت کی۔
 لَا یُؤْمِنُوْنَ جملہ فعلیہ خبر ثانی اِت کی۔

۲: ۷۔ خَتَمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَتَمَ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے مہر لگائی۔ اس نے
 مہر لگادی۔

امام راغب فرماتے ہیں۔ اَلْخَتْمُ۔ اَلطَّبْعُ کے لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی تو
 خَتَمْتُ، اور طَبَعْتُ کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانے کے ہیں۔ اور
 کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے۔
 اور مجازاً کبھی اس سے کسی چیز کے متعلق وثوق حاصل کر لینا۔ اور اس کا محفوظ کر لینا مراد ہوتا ہے جیسا
 کہ کتابوں یا دروازوں پر مہر لگا کر انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ کوئی چیز ان کے اندر داخل نہ ہو۔

یہاں آیت ہذا میں بھی ختمَ اللہِ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے معنی ہیں: خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے کہ نصیحت و پندار کا ان میں دخل نہیں ہوتا،

وَعَلٰی سَمْعِهِمْ: داؤءِ عاطفہ ہے۔ عَلٰی سَمْعِهِمْ معطوف ہے عَلٰی قُلُوْبِهِمْ پر۔ اِی وَخَتَمَ اللہُ عَلٰی سَمْعِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی۔ سَمْعٌ اصل میں مصدر ہے اور مصادر جمع کی صورت میں نہیں لائے جاتے اس لئے یہاں لفظ سَمْعٌ مفرد لایا گیا ہے۔ اَبْصَارِهِمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی آنکھیں۔ اَبْصَادٌ۔ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی ہے کسی چیز کا آنکھ سے ادراک کرنا۔ لیکن کبھی اس کا اطلاق قوتِ بصرہ پر بھی ہوا کرتا ہے۔ کبھی نفس آنکھ کو بھی بصر کہتے ہیں۔

غَشَادَةٌ = غَشَى یَغْشِی (باب سَمِع) کا مصدر ہے۔ غَشِیَہ، غَشَادَةٌ، وَغَشَاءٌ اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غَشَادَةٌ (اسم) وہ پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غَشَادَةٌ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہِ غَشَادَةً (۲۳: ۴۵) اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی (۹۲: ۱) رات کی قسم جو دن کو چھپالے۔

فائدہ: علامہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں خَتَمَ اللہُ... الخ۔ یہ اس دعویٰ کی (کہ ان پر ہدایت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ وعظ کرنا نہ کرنا برابر ہے) دلیل ہے اور یہ دلیل اس لئے بیان ہوئی ہے کہ بظاہر اس دعویٰ کا ثبوت نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یعنی ان کی جبلت میں تاریکی ہے اور بہیمیت کی اندھیرویوں نے ان کو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا۔

(۸: ۲) دَمِیْتَ النَّاسِ میں مِنْ تَبْعِیْضِہِ ہے۔ یعنی بعض ایسے بھی ہیں۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول اور معتب بن قیس اور عبد بن قیس اور ان کے رفقاء کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جن میں اکثر یہودی تھے۔ اور بعض مناقب — نَاسٌ اصل میں اُنَاسٌ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض حرف تعریف یعنی الف لام لے گئے۔ یہ جمع ہے انسان کی۔ اور بعض کے نزدیک جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے کیونکہ جمع کے اوزان میں فُعَالٌ نہیں آیا۔ یہ یَا تَوَالِیْسَ یَا لَیْسَ اَنْسٌ مصدر باب سَمِع سے۔ بمعنی مانوس ہونا۔ یَا لَیْسَ یُوْلِیْسَ اِیْنَاسٌ (باب افعال) سے مشتق ہے جس کے معنی دور سے دیکھنا یا محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ آدمی ایک دوسرے کو دکھانی دیتے ہیں اس لئے انہیں نَاسٌ کہتے ہیں۔ جس طرح جنوں کو ان کے مخفی اور پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جُنٌ کہتے ہیں۔

مَنْ یَقُولُ: مَنْ اِسْمٌ مَوْصُولٌ یَقُولُ ۱ مَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ صلہ ہے بِاللّٰهِ معطوف علیہ

ہے اور بِالْيَوْمِ الْآخِرِ معطوف۔ ای ۲ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاٰمَنَّا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ۔ واد حالیہ ہے اور جملہ مابعد جملہ حالیہ۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔
(۹۰۲) يُخَذُّ عُوْنَتَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُخَادَعَةٌ۔ (مفاعلة) مصدر۔ وہ فریب کرتے ہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اَلْخِدَاعَ کے معنی ہیں کہ جو کچھ دل میں ہو اس کے برعکس ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو۔

امام راغب ر قمطاز ہیں : (اس میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے سے مراد اس کے رسول اور اولیاء کو فریب دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی سامعہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يَبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (۱۰۴۸) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔

اللّٰه۔ فعل يُخَذُّ عُوْنَتَ کا مفعول ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ واد عطف کا ہے۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ موصول وصلہ مل کر معطوف اور اللّٰه معطوف علیہ۔ ای وَيُخَذُّ عُوْنَتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور وہ دھوکہ دیتے ہیں ایمان لانے والوں کو۔

وَمَا يَخْدُ عُوْنَتَ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ مَا نافیہ۔ يَخْدُ عُوْنَتَ مضارع جمع مذکر غائب۔ خَدَعَ۔ مصدر باب فتح سے اَنْفُسُهُمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مفعول يَخْدُ عُوْنَتَ کا۔ ترجمہ: حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اَنْفُسُ جمع ہے نَفْسُ کی۔ نفس ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض۔ (جو بذات خود قائم ہو وہ جوہر ہے مثلاً ذات باری تعالیٰ کہ اس کے لئے بھی نفس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ (۱۱۶: ۵) تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے ضمیر میں ہے) عرض وہ چیز جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ واد حالیہ، مَا يَشْعُرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ يَخْدُ عُوْنَتَ کی ضمیر سے حال ہے۔ يَشْعُرُوْنَ۔ شَعُرٌ مصدر، (باب نصر) سے ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہواں سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے۔ یہ الشَّعْرُ سے ہے جس کے معنی بال ہیں اور اس کی جمع اَشْعَارٌ ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں: شَعْرَتُ کے معنی بالوں پر مانے کے ہیں اور اسی سے شَعْرَتُ کَذَا مستعار ہے۔ جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں۔ اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافت نظر کی وجہ سے ہی شاعر کہا جاتا ہے۔ تَوَلَّيْتُ شِعْرِيْ کَذَا کے محاورہ میں شعراصل میں علم لطیف کا

نام ہے۔ پھر عرف میں موزوں اور مقفی کلام کو شعر کہا جانے لگا۔

(۱۰:۲) مَرَضٌ - الْمَرَضُ کے معنی ہیں انسان کے مزاج خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا یہ دو قسم پر ہے (۱) مرض جسمانی جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ (۶۱:۲۴) اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے۔ (۲) مَرَضٌ کا لفظ اخلاق کے بگڑنے پر بھی بولا جاتا ہے اور اس سے اخلاق رذیلہ مثلاً جہالت، شک، بُزدلی، سبیل، نفاق وغیرہ مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ ۱۔ ذَا مَنَّا الَّذِیْنَ فِی قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَ اللَّهُ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ (۱۲۵:۹) اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں نجات پر جست زیادہ کیا۔ آیت نہ ایں یہی دوسرے معنی لئے گئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح مرض جسمانی انسان کے بدن کو کمزور کر دیتا ہے اسی طرح یہ اخلاق رذیلہ بھی انسان کے دین کو ضعیف کر دیتے ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللَّهُ - ف نتیجہ کے لئے ہے۔ ای نیتبحة۔ زاد۔ یزید۔ (باب ضرب) ذَبْدٌ زِيَادَةٌ مصدر، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے زیادہ کیا۔ اس نے بڑھایا۔ زاد۔ فعل لازم اور متعدی ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے، یہاں یہ بطور فعل متعدی استعمال ہوا ہے۔ فعل لازم کی مثال قرآن مجید میں ہے۔ وَارْسَلْنَاكَ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيدُ ذٰتِ (۱۴۴:۲۴) اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (اَوْ يَزِيدُ ذٰتِ - یا وہ زیادہ تھے)

هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اللَّهُ فاعل۔ مَرَضًا مفعول ثانی زاد فعل کا۔ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا۔ خدا نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان منافقین کے دلوں میں شک و نفاق کا مرض ہے۔ انہوں نے اس مرض کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ جبر پکڑ گئی اور قانون قدرت کے مطابق بڑھتی گئی۔

عَذَابٌ اَلِيْمٌ - موصوف صفت، اَلِيْمٌ يَالِيْمٌ اَلِيْمٌ (باب سمع) اَلِيْمٌ اسم فاعل فعل لازم قرآن مجید میں ہے یَا اَلَمْؤُوتَ کَمَا تَاَلَمْؤُوتَ (۱۰۴:۱۴) تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو اسی طرح وہ بھی شدید درد پاتے ہیں۔ اَلَمْ يُوَلِّمْ اِيْلًا مُّ (افعال) دکھ درد دینا۔ مُوَلِّمٌ اسم فاعل۔ یہاں اَلِيْمٌ بمعنی مُوَلِّمٌ ہے۔ دکھ دینے والا۔ دردناک۔ (راغب)

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُوْنَ ہ سببیہ ہے۔ اور مَا مصدریہ۔ كَانُوا اِيْكَذِبُوْنَ ہ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ بہ سبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ بہ سبب ان کے کذب کے (كَذَابٌ يَكْذِبُ كِذْبٌ جھوٹ بولنا)

۱۱:۲ وَ اِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ - وَاَوْ عَاطِفٌ ہے۔ اِذَا شرطیہ، قِيلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر، یہ کثیر المعانی لفظ ہے۔ اور قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال

ہوا ہے۔ مثلاً بولنا۔ رائے، نظریہ، کسی کو کوئی بات الہام کرنا، حکم دینا۔ روایت کرنا وغیرہ۔

قِيلَ اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن قرآن مجید میں جس جگہ حرف شرط کے بعد آیا ہے وہاں مضارع کا ترجمہ کیا جائے گا۔ کہیں حال کا کہیں مستقبل کا۔ کہا گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہا جائے گا۔

لَا تُفْسِدُوا: فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو، فِي الْأَرْضِ جار مجرور مل کر متعلق لَا تُفْسِدُوا لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ، مقولہ نائب فاعل قِيلَ کا ہے۔ سارا جملہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ اگلا جملہ قالوا... مُصْلِحُونَ تک۔ اس شرط کی جزا ہے۔

إِنَّمَا۔ یہ مرکب ہے اِنَّ اور مَا۔ بے شک۔ تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو مصدر کے لئے آتی ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتی ہے۔

مُصْلِحُونَ اسم فاعل جمع مذکر، درست اعمال کرنے والے، نیک، اصلاح کرنے والے۔ بگاڑ کرنے والے۔

۲-۱۲ آلہ۔ خبردار ہو جاؤ، سُن لو، جان لو، حرف تنبیہ ہے۔

هُمْ الْمُفْسِدُونَ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، تاکید کے لئے ہے۔ الْمُفْسِدُونَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ الْمُفْسِدُ واحد۔ فساد ڈالنے والے۔ بگاڑ کرنے والے (بے شک) یہی فساد ڈالنے والے ہیں لَا يَشْعُرُونَ مزارع منفی جمع مذکر غائب، وہ شعور نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں، نیز ملاحظہ ہو (۹۱۳)۔ اِمْنُوا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (افعال) مصدر تم ایمان لاؤ۔

كَمَا مرکب ہے كَ اور مَا سے ك حرف تشبیہ ہے۔ مَا مصدر یہ ہے، اِی اِمْنُوا اِيْمَانًا مِثْلَ اِيْمَانِ النَّاسِ۔

السَّفَهَاءُ۔ السَّفِيْهُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل۔ بے سمجھ، احمق۔ السَّفِيْهُ کے اصل معنی جسمانی ہلکا پن کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں سَفِهَتِ الرَّيْحُ الشَّيْءُ۔ اس چیز کو ہوا لے اڑی۔ پھر بسبب خفیف ہونے عقل کے اس کا اطلاق بے وقوفی اور حماقت پر ہونے لگا۔ سَفِيْهُ بُرْزَن فَعِيْلٌ۔ اسم فاعل ہے بمعنی بے وقوف النَّاسُ۔ (۱) آل جنس کے لئے ہے جس سے مراد مرد کامل ہے کیونکہ جنس بول کر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہم بولتے ہیں "فلاں انسان ہے" یعنی کامل انسان ہے اس تقدیر پر النَّاسُ سے مراد اہل ایمان ہیں جو صحیح معنی میں انسان ہیں۔ (۲) آل عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،

(۱۴:۲) لَقُوا ماضی جمع مذکر غائب، لَقِيَ دَلِقَاءُ (باب سَمِعَ) مصدر، لَقُوا اصل میں لَقِيُوا۔ تھا۔ سچا پر منہ دشوار تھا۔ ماقبل کر دیا۔ سبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لَقُوا ہو گیا۔ جب وہ ملتے ہیں، جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوا ماضی کا صیغہ ہے۔ لیکن حرف شرط کے بعد آنے کی وجہ سے بمعنی مضارع آیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱۱:۲)

الذین: اسم موصول۔ اُمتوا صلہ موصول اپنے صلہ سے مل کر لَقُوا کا مفعول ہے

خَلَا ۱۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ (مانہی بمعنی مضارع بحوالہ (۲: ۱۱) خَلَا يَخْلُ (باب نصر) خَلَا مَصْدَر وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ خَلَا غُفُلَت میں ہونا یا اکیلا ہونا۔ خَلَا إِلَى کسی کے ساتھ اکیلا ہونا۔ یا غفلت میں ہونا وَ اِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ اور جب وہ اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔ یعنی جرب اہل ایمان ان کے پاس نہیں ہو گئے

مُسْتَهْزِئُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِسْتَهْزَأُوا (استفعال) مصدر، هَزَأَ مادہ۔ مذاق کرنے والے۔ مِصْطَحَا کرنے والے۔ مذاق بنا کر انکار کرنے والے

(۲: ۱۵) يَسْتَهْزِئُونَ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْتَهْزَأُوا (اِسْتِفْعَال) مصدر۔ عربی زبان میں جب وہی یا ویسا ہی فعل جواباً استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس فعل کی سرادینا یا اس کی مدافعت کرنا۔ اِنَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ ان سے مذاق کرے گا۔ بلکہ اس کے معنی ہیں یہ جمع۔ وبال الاستهزاء علیکم ان کے استہزاء کا بوجھ یا عذاب ان ہی پر لوٹا دے گا۔ (بیضاوی)

بعض علماء نے الفاظ پر مبنی دیگر تاویلات بھی کی ہیں۔ جو کتب تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔
يَمُدُّ هُمُ۔ يَمُدُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ مَدَّ يَمُدُّ (باب نصر) مَدَّ مصدر۔ وَہ ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ مہلت دے رہا ہے۔ هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع وہ لوگ ہیں جو، (۲: ۸) میں مذکور ہوئے، جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے لیکن حقیقتہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔

اَلْمَدَّةُ کے اصل معنی (لمبائی میں کھینچنے کے ہیں۔ اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مَدَّة کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَىٰ رَتِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵: ۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے مَدَّ ذُتْ عَيْنِي اِلَىٰ كَذَا۔ لپچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا۔ مثلاً۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ اَزْوَاجًا مِّنْكُمْ (۱۵-۸۸) اور ہم نے کفایت کے کئی جوڑوں کو جو فوائد دنیا سے متمتع کیا ہے۔ تم ان کی طرف لپچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا اور۔ مَدَّ ذُنُوبِي عَيْنِي بمعنی گمراہی پر مہلت دینا۔ فوراً گرفت نہ کرنا۔ باب افعال سے اَمَدَّ يُمِدُّ بمعنی مدد کرنا وغیرہم۔

طُغْيَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ ان کی سرکشی، طَغَى طَغْيًا۔ باب سَمِعَ۔ اور طَغَى طَغْيًا (باب فتح) طُغْيَانٌ۔ اپنی حد سے بڑھ جانا۔ نافرمانی اور معصیت کو شئی میں حد سے بڑھ جانا۔ هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب۔ يَعْمَهُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَمَّهُ (باب فتح۔ سمع) مصدر

بمعنی حیرانگی کی وجہ سے سرگردان و متردّد پھرنا۔ يَحْمُوتُ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر هِمَّ کا حال ہے۔

عَمَهُ کے معنی لغوی یہ ہیں کہ کسی معاملہ میں سرگشتہ و حیران ہونا جیسا کہ اَعْمٰی (اندھے) کا حال ہوتا ہے ترجمہ یوں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ٹھٹھا کرتا ہے یعنی انہیں ٹھٹھا کرنے کی سزا دیتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیئے جاتا ہے۔ (اور ان کی حالت یہ ہے کہ) وہ حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں و متردّد بہک رہے ہیں۔

(۱۶:۲) اُولَٰئِكَ اَسْمَ اَشْرَارَ۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ، یہی وہ لوگ ہیں

اِشْتَرَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتَرَاءُ (افتعال) مصدر، بیچنے اور خریدنے ہر دو معنوں میں آتا ہے اور یہاں بمعنی خرید کرنا ہے۔ انہوں نے خرید کیا۔ انہوں نے مول لیا۔ مُشْتَرٰی خرید کرنے والا۔

الضَّلَّةَ۔ گمراہی، بھٹکنا، گمراہ ہونا۔ ضَلَّ يَضِلُّ (باب ضَوْب) کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا، راہ حق سے بھٹک جانا۔ هِدَايَةِ کی ضد ہے اِشْتَرَوْا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

بِالْهُدٰی۔ بَ عوض اور بدلہ کے لئے ہے۔ هُدٰی۔ بمعنی ہدایت، یعنی انہوں نے ہدایت دے کر اس کے بدلہ میں گمراہی مول لے لی۔

فَمَا۔ ف۔ تفریعی (متنبط)
غَاب۔ رَجْعٌ وَرَبَاحٌ۔ (باب سَمِع) کا مصدر۔ (تجارت کا) نفع دینا (آدمی کا تجارت میں) نفع کمانا۔
بِتِجَارَتِهِمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی تجارت (پس ان کی تجارت نفع آور نہ ہوئی)
مُفْتَدِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ ہدایت پانے والے۔

اِسْتَوْقَدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِيقَادُ (استفعال) مصدر۔ اس نے آگ جلانی۔ اسی سے ہے دَقُوْدٌ۔ ایندھن جس سے آگ جلانی جاتی ہے۔

فَلَمَّا۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے ہے لَمَّا حرف شرط ہے اِضَاءَاتِ مَا حَوْلَهُ جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ اس کی جزاء۔ پس جب۔

اِضَاءَاتٌ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل۔ نَادَا کی طرف راجع ہے اِضَاءَةٌ (باب افعال) مصدر ضَدَّ مَادَّہ۔ روشن کرنا یعنی جب اس نے آگ کو روشن کر دیا۔

مَا حَوْلَهُ۔ مَا۔ صلہ حَوْلَهُ مضاف مضاف الیہ مل کر موصول۔ حَوْل۔ ارد گرد، آس پاس۔ جو اس کے ارد گرد یا آس پاس تھا۔ كَا۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع المستوفد۔ آگ جلانے والا ہے، موصول وصلہ مل کر اِضَاءَاتِ کا مفعول ہے۔

بِنُورِهِمْ۔ بَ حرف جار تعدیہ کا ہے۔ نُورٌ هِمٌّ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر، مجرور، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ۔ (تو) اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا۔ ان کی روشنی سلب کر لی۔

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ دَاوَّ عَاطِفٌ هِيَ تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ يَهْجُلُ مَعْطُوفٌ هِيَ جَمْلَةٌ سَالِقَةٌ بِرِ - هُمْ ضَمِيرُ مَفْعُولٍ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ فِي ظُلُمَاتٍ مُتَعَلِّقٌ فَعْلٌ تَرَكَ - اِدْرَانِ كَوَانِدْ هِيَرُوں مِیں چھوڑ دیا۔

لَا يُبْصِرُونَ - مَضَارِعُ مَنْفَعِي جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ - اِبْصَارٌ - اَفْعَالٌ، مَصْدَرٌ، يَهْجُلُ جَمْلَةٌ حَالٌ هِيَ اِپْنِے ذَوِ الْحَالِ هُمْ کا۔ دِرَالِ حَالِکِہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

فَاَمَّا آيَةُ الَّذِينَ اسْتَغْلُوا هِيَ - اَيْتِ ہذا میں الذی بِمَعْنٰی الَّذِیْنَ اسْتَعْمَالُ ہوا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ - میں هُمْ ضَمِيرُ جَمْعِ لَالِ گئی ہے الذی کا لفظ جمع کے معنوں میں اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے۔ مَثَلًا وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا (۶۹:۹) اور تم لوگ بھی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۳۳:۳۹) اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ بانا۔ تو یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

(۱۸:۲) حُتْمٌ - بہرے، اَصْتَمٌ کی جمع ہے اَفْعَلُ فَعْلًا فَعْلًا کے وزن پر، صُتْمٌ صِفَتِ مَشْبِہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر

بُكْمٌ - گونگے۔ اَبْكَمٌ کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں۔

عُمِّيٌّ - اَعْمٰی کی جمع۔ اَعْمٰی کا استعمال آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لئے ہوتا ہے، حُتْمٌ - خبر اول ہے مبتداً مَحْذُوفٌ هُمْ کی بُكْمٌ خبر دوم اور عُمِّيٌّ خبر سوم، مبتداً مَحْذُوفٌ اپنی ہر سہ اخبار سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اور یہ معطوف علیہ ہے اگلے جملہ کا۔

فَهُمْ - لَا يَرْجِعُونَ - فَاءُ حَرْفِ عَطْفٍ مَبْعُوثٌ تَرْتِیبَ - هُمْ مبتداً۔ لَا يَرْجِعُونَ فَعْلٌ بِأَنَّا عَلَّ جَوَملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتداً کی۔ مبتداً، اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سالبہ پر۔

وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ کسی طرح سیدھے راستہ کی طرف، نہیں لوٹیں گے! (۱۹-۲) اَدُوْ - اَدُوْ - اَدُوْ - اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں اس کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا کہ جہاں شک مقصود نہیں جیسا کہ بولتے ہیں جَالِسِ الْحَسَنِ اَدُوْ ابْنِ سَدِیْتِ - کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے، دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے۔ اس مقام پر (آیت ہذا) بھی یہ کلمہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے کہ منافقوں کو خواہ آگ جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں (تفسیر حقانی) اَدُوْ کے معنی یا ہیں یہ حرف عطف ہے۔

کَصِيْبٌ - کَ تشبیہ کا ہے۔ صَيِّبٌ - صَوْبٌ مَصْدَرُ اَبَابِ نَصْرِ سے مشتق ہے اور فِعْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بارش یا مینہ برسانے والا بادل ہیں۔

صَيِّب سے پہلے مضاف محذوف ہے ای اصْحَابِ صَيِّب۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: اَوْ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ اصْحَابِ صَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ یا پھر ان کی مثال آسمانی بارش والوں کی سی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ وہ منافقوں کو دونوں قصوں سے تشبیہ دینا برابر ہے)

السَّمَاءِ (سمو مادہ) ہر شے کے بالائی حصہ کو سَمَاءُ کہا جاتا ہے جس طرح اَرْض بول کر کسی چیز کا نیچے کا حصہ مراد لے لیتے ہیں۔ جیسے شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے،

وَاحْمَرُكَالِدِّيَّابِحَ امَّا سَمَاءُكَ - فَرَبَّادَامَا اَرْضُكَ فَمَحُولُ

(وہ دنیا کی طرح سُرخ ہے اس کا بالائی حصہ موٹا اور گداز ہے۔ اور اس کا زیریں حصہ (یعنی ٹانگیں) لاغر اور سخت ہے)

بعض نے کہا ہے کہ یہ اسمائے نسب سے ہے کہ ہر سمار اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَمَاءُ ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے اَرْض ہے۔ بجز سمار علیا (فلک الافلاک) کے کہ وہ ہر لحاظ سے سَمَاءُ ہی ہے اور کسی کے لئے اَرْض نہیں بنتا۔

نیز بارش کو بھی سَمَاءُ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اوپر سے آتی ہے۔ بادل اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے آیت ہذا میں مراد بادل ہے۔

فِيهِ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع صَيِّب ہے یا سَمَاءُ کیونکہ لفظ سمار مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَالسَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ (۳: ۱۸) اور جس سے آسمان پھٹ جائیگا (مذکر) (۲: ۱۲) اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (مونث) ظَلُمْتُ۔ جمع ہے ظُلُمَةٌ کی تاریکیاں۔ اندھیرے۔

رَعَدٌ۔ گرج کو کہتے ہیں۔ مثلاً بولا جاتا ہے رَعَدَتِ السَّمَاءُ وَبَرَقَتْ۔ بادل گرجا اور چمکا۔

بَرْقٌ۔ بادلوں میں پیدا ہونے والی چمک۔ ملاحظہ ہو رَعَدٌ۔ متذکرہ بالا۔

يَجْعَلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَعَلَ (باب فتح) مصدر

جَعَلَ۔ یہ لفظ ہر کام کرنے کے لئے بولا جاسکتا ہے اور فَعَلَ۔ صَنَعَ کی نسبت عام ہے، یہ پانچ طرح پر استعمل ہوتا ہے۔

۱) بمعنی صَادَ وَطَفِقَ۔ اس صورت میں یہ متعدی نہیں ہوتا۔ مثلاً جَعَلَ زَيْدٌ يَقُولُ كَذَا۔ زید یوں کہنے لگا۔

۲) بمعنی اَوْجَدَ۔ (یعنی ایجاد کرنا۔ پیدا کرنا) جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ (۱: ۶) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔

(۳) ایک سے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلْ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا (۲۲: ۱۱) اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔ اور وَجَعَلْ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَافًا (۸۱: ۱۶) اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۴) بمعنی تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے قرآن میں ہے الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا (۲۲: ۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

(۵) کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا۔ نام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال إِنْ تَرَادَوْهُ الْبَلْبُ جَعَلُوهُ مِنَ الْمَوْسِلِينَ (۴: ۲۸) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور پھر اسے پھیرنا رہے گا باطل کی مثال وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ (۵۴: ۱۶) اور یہ لوگ خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔
أَسْمَاءُ لَهُمْ - مضاف مضاف الیہ، ان کی انگلیاں اصْبَعُ کی جمع۔
اِذَا نَبِمْ - مضاف مضاف الیہ، ان کے کان۔ اُذُنُ کی جمع۔

مِنْ الصَّوَاعِقِ - جار مجرور مل کر اپنے فعل يَجْعَلُونَ کے متعلق ہے۔ الصَّوَاعِقُ جمع الصَّاعِقَةُ کی۔ کرکڑ کی صاعِقَةُ یا تو صَعِقَ يَصْعَقُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنی بے ہوش ہونے کے ہیں۔ یا صَعِقَ سے بمعنی نہ کو اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اور آواز رعد کی صفت ہے یا نود رعد کی صفت ہے آخر صورت میں تہ اس میں مبالغہ کے لئے ہوگی۔

حَذَرَ الْمَوْتِ - مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اپنے فعل يَجْعَلُونَ کا مفعول لہ ہیں۔ موت کا ڈر، موت کے ڈر سے بمعنی بجلی کی کرکڑ کے باعث موت کے خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں۔ مُحِيطٌ - اسم فاعل واحد مذکر قیاسی احاطَةٌ - مصدر (باب افعال) حوط۔ مادہ - ہر طرف احاطہ کر لینے والا ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ - جملہ معترضہ ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ - يَكَادُ - مضارع واحد مذکر غائب - قریب ہے۔ كَادَ - يَكَادُ - كَوَدُ مصدر (باب سَمِعَ) افعال تبارہ میں سے ہے۔ اگرچہ یہ فعل تامہ ہے لیکن استعمال میں اس کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے آیت ہذا میں: يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ - قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۴۱)

يَخْطَفُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ خَطَفَ مصدر (باب سَمِعَ) ایک لے۔ جھپٹ لے جائے، بازِ مُخْطَفٌ - باز جو اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ - جملہ مستأنفہ ہے۔ گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کرکڑ میں ان کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے وہ اندھے ہی ہو جا دیں گے۔

کُلَّمَا۔ جب کبھی۔ کلمہ شرط ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلُّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلُّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے۔ کُلَّمَا کے بعد اکثر فعل ماضی آتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں کُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ اَيَّاهُ یا جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ کُلَّمَا دَعَوْا تُهْمًا (۷: ۷۱) جب بھی میں نے ان کو بلایا۔ یا جیسے کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ۔ (۳: ۳۷) حضرت زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے۔ وغیرہ۔

اَضَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَضَاءَةُ (افعال) مصدر، اس نے روشن کیا۔ ضَوْءٌ مادہ، الضَّوُّ۔ کے معنی نور اور روشنی کے ہیں۔ ضَاءَتِ النَّارُ۔ آگ روشن ہو گئی۔ فعل میں ضمیر فاعل کا مرجع الْبَرَقُ ہے۔ اس میں مفعول محذوف ہے ایضاً الصراط لہم جب بجلی کی روشنی ان کے لئے راستہ کو روشن کرتی ہے۔ مَشَوْا فِيهِ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مَشَى (باب ضرب) سے مصدر فِيهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب الصراط (محذوف) کے لئے ہے۔ اَظْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِظْلَامٌ (افعال) کا مصدر، اس نے اندھیرا کیا۔ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ وہ ان پر اندھیرا کرتا ہے یعنی جب ان پر اندھیرا طاری ہو جاتا ہے (برق کے نہ چمکنے سے)۔

كُوِيَ۔ حرف شرط ہے۔ اگر۔ حرف تنایں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کاش۔

شَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِيَّةٌ (باب سمع) سے مصدر۔ چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ شَاءَ۔ اصل میں شِئٌ۔ (سَمِعَ) تھا۔ ہی متحرک ماقبل مفتوح۔ اس لئے ہی کو الف سے بدل دیا گیا۔ شَاءَ ہو گیا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے چاہا۔ كُوِيَ شَاءَ اللہ۔ اگر خدا چاہے۔ اگر خدا چاہتا۔

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ۔ لام جزا میں تاکید کے لئے ہے بَ تَعْدِیہ کا ہے سَمِعَ۔ السَّمْعُ کے معنی قوتِ سامعہ کے ہیں لیکن کبھی بطور مصدر بمعنی سنا۔ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے خود کاں بھی مراد ہوتے ہیں۔ آیت ہذا میں قوتِ سامعہ مراد لی گئی ہے (یعنی اگر اللہ چاہتا) تو ان کی سننے کی قوت کو لے جاتا یا زائل کر دیتا۔

کان کے معنی میں بھی آیا ہے۔ خَتَمَ اللہُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ۔ (۷: ۲) اور بطور مصدر اَنْتُمْ عَنْ السَّمْعِ لَمَعَزُوكُنَّ۔ (۲۱۲: ۲۶) اور وہ (وحی کے) سننے سے محروم کئے جا چکے ہیں۔

وَالْبَصَارِهِمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اِنِّیْ لَذَهَبَ بِالْبَصَارِهِمْ۔ اور لے جاتا۔ یا زائل کر دیتا ان کی قوتِ بینائی کو، یا ان کی آنکھوں کو، اَبْصَارَ۔ بمعنی آنکھیں (۷: ۲) میں مستعمل ہے۔ وَعَلَى اَبْصَارِهِمْ عِشَادَةً۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

قَدِيرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِيرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کے سوا کسی مخلوق کو قَدِيرٌ نہیں کہہ سکتے۔

۲۱:۲۲ اَعْبُدُوا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، عِبَادَةٌ دَعْبُودَةٌ مصدر باب نصر، تم بندگی کرو، تم عبادت کرو لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ کی اصل وضع امید یا اندیشہ کے لئے ہے لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے لَعَلَّ الشَّيْبَابَ يَعُودُ۔ کہنا غلط ہے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں فرعون کا جو قول لَعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمانی اسباب تک پہنچ جاؤں) آیا ہے۔ (حالانکہ اس کا آسمان تک پہنچنا ناممکن تھا) اس کی یہ دہو بات دی گئی ہیں۔

۱، اس کی جہالت کہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ آسمان کہاں ہے اور یہ کہ اس کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے، — ۲، فرعون اہل دربار کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ وہ فریق کے ساتھ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس کے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔

اگرچہ لَعَلَّ امید اور اندیشہ کے معنی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے لیکن جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی مراد لینا صحیح نہیں۔

لَعَلَّكُمْ؛ شاید کہ تم۔ امید ہے کہ تم۔

تَتَّقُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے ہو۔ تم پرہیز کرتے ہو، تم پرہیزگار ہوتے ہو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الَّذِي۔ اسم موصول۔ رَبِّكُمْ کے لئے ہے۔

فِرَاشًا۔ جس کو بچھایا جاتا ہے۔ یعنی بستر

بِنَاءٌ۔ چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے۔ بناء کہلاتی ہے۔

الْاَرْضَ۔ جعل۔ کا مفعول اول ہے۔ فِرَاشًا مفعول ثانی، دونوں مل کر معطوف علیہ ہوئے والسماء

بِنَاءٌ کے۔ واؤ عاطفہ ہوا۔ السماء مفعول اول اور بِنَاءٌ مفعول ثانی۔ دونوں مل کر معطوف جملہ سابقہ کے

معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول اول و دوم ہوئے جَعَلَ کے جعل فاعل اور دونوں مفعول سہ ہوئے

الَّذِي کا۔

رِزْقًا۔ روزی، رزق، اخْرِجَ کا مفعول بہ ہے

اَنْذَا۔ مفعول ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ بمعنی مقابل، برابر، يَنْذُ کی جمع ہے۔ يَنْذُ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے

کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ یہ جملہ عالیہ ہے۔ یہ حال ہے لا تجعلوا کی ضمیر سے۔

(۲۳:۲) اِنْ كُنْتُمْ - اِنْ شَرْطِيہ ہے۔

رَيْبٌ - رَابٌ - يُرِيْبُ - رَيْبٌ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے بمعنی شک میں ڈالنا۔ اَرَابَ يُرِيْبُ اِرَابَةً (باب افعال) سے بھی شک میں ڈالنا کے معنی آتے ہیں، ریب۔ اس شک یا وہم کو کہتے ہیں جس کا بعد میں ازالہ ہو جاتے۔ جیسے آیت ہذا۔ يَا اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ (۲۵:۲) اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو۔

رَيْبُ الْمُنُونِ (۳۰:۵۲) گردشِ زمانہ، زمانہ کے حوادث کہ ان کے وقوع میں شک رہتا ہے کہ کب وقوع پذیر ہو جاویں۔

مِمَّا۔ مِنْ اور مِمَّا سے مرکب ہے مِنْ جار ہے اور مِمَّا موصولہ ہے۔ اس کا صلہ اگلا جملہ نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا ہے۔ نَزَّلْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ تَنْزِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔

تَنْزِيلٌ کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا۔ اور اِنْزَالٌ کے معنی ہیں یکبارگی نازل کرنا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ (۱:۹۴) بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے۔ یعنی اس شب میں یہ کلام لوحِ محفوظ سے بیت المعمور تک یکبارگی نازل ہوا۔ اور وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسبِ ضرورت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا رہا۔

فَاَتُوا۟اِتٍ - جزائیہ ہے (بواب شرط میں) اِئْتُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْيَآتٌ مصدر۔ اِتَى۔ يَأْتِيْ اِتْيَآتٌ (باب ضَرَبَ) اِتَى۔ مادۃ۔ ب کے صلہ کے ساتھ تولد و تم۔

سُوْرَةٌ۔ سورت (ملاحظہ ہو ابتداء سورة الفاتحة) یہاں سورة سے مراد ایک سورة کی مقدار ہے (جو کم از کم تین آیات پر مشتمل ہو) نہ کہ فرد سورة مراد ہے۔

مِنْ قَبْلِہِ۔ یہ سورت کی صفت ہے یعنی قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت لے آؤ۔ جو بلاغت اور حسنِ نظم میں قرآن کی سورتوں جیسی ہو۔ اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور مثلاً کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے (یعنی قرآن مجید)

فَاِذْہَا۔ یہ امر، امر تعجیب ہے کہ مخاطب ایسا کرنے سے عاجز رہیگا۔ خود قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ لَّئِنْ اِجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَكَوْكَآءَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَہِرٌ ۱ (۸۸:۱۴)

کہہ دو، اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنالائیں۔ تو اس جیسا نہ لائیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

ادْعُوا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر دَعَوَةٌ مصدر (باب نصر) تم بلاؤ۔

مِنْ دُؤْنِ اللَّهِ۔ مِنْ حرف جار۔ دُؤْنِ اللَّهِ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر مِنْ جارا کا مجرور۔ دُؤْنِ بمعنی در سے سوائے۔ جو کسی شے سے چھوٹا اور قاصر ہو وہ دُؤْنِ کہلاتا ہے اصل میں دُؤْنِ کے معنی پاس اور قریب جگہ کے ہیں۔ اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے مضمون کے قریب اور متصل پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا۔ مثلاً ذید دُؤْنِ عَمِرو۔ زید عمرو سے کم رتبہ ہے اسی لئے حقیر چیز کو دُؤْنِ یا دَنِي کہتے ہیں۔ اس عالم کو کہ حقیر اور ذلیل ہے دُنیا (مَوْنِث کا صیغہ) کہتے ہیں۔ یا اس لئے کہ قریب اور پاس ہے اور آخرت عالم بعید ہے۔ پھر اس میں بھی وسعت دی گئی ہے اور اس کلمہ کا ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے پر اطلاق ہوا۔ اور لفظ غیر کے لے المعنی ہو گیا۔ اس مقام پر یعنی آیت نہ ایں، اس کے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر اور اس کے سوا۔ (تفسیر حقانی)

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ اِی فَاَفْعَلُوا تو کر دیکھو۔
۲۴: ۲ فَاِنْ۔ ف۔ عاطفہ ہے۔ اِنْ شرطیہ۔ لَمْ تَفْعَلُوا۔ فعل مضارع نفی جہلْم (معنی ماضی) تم نہ کر کے۔ تم نے نہ کیا۔

وَلَنْ تَفْعَلُوا (اور ہرگز نہ بنا سکو گے) یہ جملہ معترضہ ہے لَنْ تَفْعَلُوا۔ مضارع نفی تاکید مَبْنِی۔ فَاَلْتَقُوا النَّارَ الَّتِیْ دَقُّوْهُمُ النَّاسُ وَالْحِجَادَةُ۔ ف جزائیہ ہے۔ جملہ جواب شرطیہ ہے (جزائیہ) اَلْتَقُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو، تم بچو، تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔

دَقُّوْهُ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ دَقْدَ یَقْدُ (باب ضرب) آگ کا سلگنا۔ باب افعال سے اَوْقَدَ یُوقِدُ۔ آگ جلانا۔ روشن کرنا۔ هَا ضَمیر واحد مَوْنِث غائب۔ النَّارِ کے لئے ہے اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِیْنَ۔ جملہ خبریہ ہے اور النَّارِ سے موضع حال میں ہے اُعِدَّتْ ماضی مجہول واحد مَوْنِث غائب۔ اِعْدَادُ (باب افعال) سے مصدر۔ وہ تیار کی گئی۔ ع د د۔ مادہ۔

۲۵: ۲ دَبَشِّرْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر تَبَشِّرُ (تفعیل) سے مصدر۔ تو خوشخبری دے، تو بشارت دے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ۔ صلہ اور موصول مل کر جملہ۔ فعل بَشِّرْ کا مفعول ہے۔
اِنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔ یہ جملہ اپنے فعل بَشِّرْ کے متعلق ہے۔ اس کی اپنی ترکیب یہ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل جَنَّتِ موصوف۔ تجری من تحتها الاَنْهَارُ جملہ فعلیہ ہو کر جَنَّتِ ک صفت۔ موصوف صفت مل کر اِنَّ کا اسم۔ لَهُمْ۔ اِنَّ کی خبر۔

ترجمہ :- کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :-
(۱) نہریں ان باغوں کے نیچے زیر زمین بہتی ہیں۔ اور درختوں کی جڑیں ان سے مطلوبہ نمی حاصل کرتی ہیں
اصل عبارت تَحْتَ اشْجَارِهَا ہے۔ مضاف سَدَف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کا قاف مقام بنایا
گیلا ہے۔ یعنی باغات کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جیسا کہ عام طریقہ آبپاشی ہے۔

(۳) تَحْتِهَا بِمَعْنَى تَحْتَ اَدَامِ اَهْلِهَا۔ یعنی ان باغات میں نہریں ہیں جو باغات میں بہنے والوں کے
حکم کے تحت چلتی ہیں۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے دَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ
قَالَ يَلْعَلُمْ اِلٰیَّ يَسَّ لِيْ مُلْكٌ مِّصْرَ دَهْدَیْهِ اَلَا نَهَادُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ۔ (۵۱:۲۲)
اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور کیا یہ نہریں میرے
(حکم کے) تحت نہیں بہہ رہیں۔

(۴) یہ نہریں نہ صرف باغات کی آبپاشی کی ضروریات کے لئے ہوں گی۔ ان کی دیگر صفات بھی قرآن میں
مذکور ہیں۔ مثلاً :-

(۱) فِيْهَا اَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اَسِنٍ (۴۴:۱۵) (جنت) میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں کریگا۔
(۲) وَاَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ (ایضاً) اور دودھ کی نہریں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔
(۳) وَاَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ تَذٰیةٍ لِّلشَّارِبِیْنَ۔ (ایضاً) اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے (مراہ)
لذت ہیں۔

(۴) وَاَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُّصَفًّیٍّ (ایضاً) اور شہد مصفیٰ کی نہریں ہیں
جنت جمع ہے جَنَّةٌ کی، جنتیں، بہشتیں۔ باغات۔ یہ مشتق ہے الْجَنِّ (باب نصر) سے جس کے
اصل معنی کسی چیز کو جو اس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ
(۶:۴۴) جب رات نے ان کو (اپنے پردہ تاریکی سے چھپالیا۔ الْجَنَّةُ۔ ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں
کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے۔ اگرچہ
دونوں میں بُعد بعید ہے۔ اور یا اس لئے کہ بہشت کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُدْرَةٍ اَعْلَیَ (۱۴:۳۲) کوئی متفلس نہیں جانتا کہ ان کے
لئے کیسی آنکھوں کی ٹنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جَنِّ بوجہ اسم آن ہونے کے منصوب ہے بسبب
جمع مؤنث سالم کے نصب تابع جر کے آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ :-

جَنِّ : جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن

(۳) جنت النعیم (۴) دار الخلد (۵) جنت المادی (۶) دار السلام (۷) علیین۔

تَجَرَّی۔ مضارع واحد مؤنث غائب، جَرَّی و جَرَّیَات (باب ضرب) سے مصدر وہ بہتی ہے وہ جاری ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

تَحْتَهَا۔ مضاف، مضاف الیه، تَحْتَ بمعنی نیچے۔ اسم طرف ہے یہ فوق کی ضد ہے ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنَّت کے لئے ہے۔

كُلَّمَا۔ جب بھی۔ جس بار بھی۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلَّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے، اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے مِنْهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّت ہے۔

رِزْقًا۔ رِزْقُوكَا کا مفعول بہ ہے، جب بھی ان کو ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھائے کو دیا جائے گا۔ كَلَّمَا رِزْقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور اگلا جملہ قَالُوا هَذَا الَّذِي رِزَقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ جواب شرط ہے۔

هَذَا کا اشارہ نوع رزق کی طرف ہے اور الَّذِي رِزَقْنَا سے قبل مِثْلَ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ هَذَا مِثْلُ الَّذِي رِزَقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ یہ پہلے رزق کی مثل ہے لفظ مثل تشبیہ بلیغ کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا۔ گویا یہ دوسری دفعہ کا میوہ بعینہ پہلا ہی ہے۔ مِنْ قَبْلُ۔ سے مراد دنیا کے میوے ہیں یا بہشت کے میوے جو کہ صورت سب یکساں نظر آئیں گے۔ لیکن ذائقہ اور لذت میں مختلف۔

قَبْلُ۔ ظرف زمان اور ظرف مکان ہر دو طرح مستعمل ہے۔ بَعْدُ کی ضد ہے اصناف اس کو لازمی ہے جب بغیر اصناف کے آئے تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے آیت ہذا میں ہے۔ اُتُوا بِہ۔ اُتُوا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِتْيَانُ۔ مصدر (باب ضرب) بآ کے صلہ کے ساتھ بمعنی لانا۔ ان کے پاس لایا جائے گا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) ضمیر واحد مذکر غائب۔ رِزِقُوا کی طرف راجع ہے۔

مُتَشَابِهًا۔ اسم فاعل واحد مذکر، منصوب، الشَّبْہُ، الشَّبْہُ، الشَّبْہُ۔ کے اصل معنی مماثلت لمجاظ کیف کے ہیں۔ اس کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اندرونی یا بیرونی کیفیت میں ایک جیسی ہوں مثلاً رنگ۔ شکل، انصاف۔ ظلم وغیرہ۔ اگر دو چیزیں محض ایک ہی طرح کی ہوں۔ تو ایک چیز دوسری چیز کی شبیہ کہلاتے گی۔ لیکن اگر حسی یا معنوی مماثل اتنا گہرا ہو کہ دونوں چیزوں میں امتیاز نہ ہو سکے۔ تو

اس کو شُبُهَةٌ کہا جائے گا۔ پس مُتَشَابِهًا (بہم متاجلتا) ایک دوسرے کی مانند کا مطلب یہ ہے کہ (اور) ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے جو اصل اور مزہ میں مختلف ہونے کے باوجود رنگت اور شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے (راغب) وَ اُتُوا بِمِ مُتَشَابِهًا جملہ مقررہ ہے اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ۔ موصوف، صفت، اَزْوَاجٌ، زَوْجٌ کی جمع ہے بمعنی جوڑے ہم مثل چیزیں اقران حیوانات کے جوڑے میں سے نہ ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو۔ خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔

یہاں آیت میں اَزْوَاجٌ سے مراد بیبیاں، عورتیں، مراد ہیں۔

مُطَهَّرَةٌ۔ تَطَهَّرَ (تفعیل) مادہ طهر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مونث ہے، پاک کی ہوئی، پاکیزہ، اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ۔ پاکیزہ بیبیاں۔

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ وَاَوْ عَلِيهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ جملہ اسمیہ ہے اور لَهُمْ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيهَا۔ اِیٰ فِی جَنَّتٍ۔ خَالِدُونَ۔ خُلُودٌ۔ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ کسی شے کے بربادی سے بچنے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہنے کا نام خُلُودٌ ہے۔ اسی بنا پر اہل عرب عام طور پر خلود کا استعمال اس چیز کے لئے کرتے ہیں جو دیر پا ہو۔ اور اس میں تغیر و فساد مدت کے بعد پیدا ہو۔

(۲۶: ۲۱) لَا يَسْتَكْبِي۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ استكبا (استفعال) سے مصدر۔ وہ نہیں جھجکتا وہ نہیں شرماتا۔ وہ نہیں جھینپتا۔

اَنْ يَّضْرِبَ: اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَضْرِبُ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے۔ کہ وہ بیان کرے۔ مَثَلًا مَّا۔ مَثَلًا۔ مفعول ہے فعل يَضْرِبُ کا۔ مَّا۔ ابہامیہ ہے جو نکرہ کے ابہام کو زیادہ کرتا ہے۔ کوئی سی مثال۔ جیسے کہتے ہیں اَعْطِنِي كِتَابًا مَّا اِیٰ اَتَى كِتَابًا) مجھے کوئی سی کتاب دیدو۔

بَعُوضَةٌ۔ واحد اس کی جمع بَعُوضٌ ہے بمعنی مچھر، یہ بَعْضٌ سے مشتق ہے۔ چونکہ حیوانات کی نسبت اس کا جسم ذرا سا ہوتا ہے اس لئے اس کو بَعُوضَةٌ کہنے لگے۔ یہ مَثَلًا کا عطف بیان ہے۔

فَمَا فَوْقَهَا۔ فَا۔ عطف کے لئے ہے۔ مَّا موصولہ اور فَوْقَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ موصول وصلہ مل کر معطوف ہے بَعُوضَةٌ معطوف علیہ کا۔ یادہ بیان کرے مثال اس سے کسی بڑی شے کی۔

فَاَمَّا النَّبِیْنَ اَمَلُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

فَا۔ تعقیبہ ہے اَمَّا شرطیہ تفصیل ہے۔ (اَمَّا وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی پاتے جاتے ہیں اس لئے اس کے جواب میں فَا۔ آتی ہے۔ اس کے بعد جو اسم آتا ہے اس کو

مبتدا اور جس پر فاء داخل ہوتی ہے اس کو خبر کہتے ہیں پس الَّذِينَ آمَنُوا موصول وصلہ مل کر مبتدا اور فاعِل مَعْلُومَات
..... مِنْ دَرَبِهِمْ (تمام ترکیبی تفصیلات کے ساتھ) اس کی خبر ہوتی۔

اِنَّہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب مثلاً کے لئے ہے۔

وَمَا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا اَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا امْتَلَا ط اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَا مَا
الَّذِينَ آمَنُوا..... الخ پر ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ مبتدا متضمن
بمعنی شرط ہے۔ باقی جملہ اپنی تمام تفصیلات ترکیبی کے ساتھ خبر ہے اپنے مبتدا کی۔

(مَا استفہامیہ ذَا بمعنى الَّذِي اور جملہ مَاذَا اَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا امْتَلَا ط مقولہ ہے اپنے قول کا)

ترجمہ: اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے خدا کی مراد ہی کیا ہے؟

يُضِلُّ بِه كَثِيرًا وَيَهْدِي بِه كَثِيرًا۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر جملہ متانفہ (اینا جملہ ہے) یا جواب
ہے مَاذَا کا یا ان دونوں جملوں کا کہ جن کے ابتداء میں اَمَّا ہے بیان ہے۔

الْفٰسِقِيْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ الْفٰسِقُ واحد۔ فَسَقَ يَفْسُقُ (باب ضَرَبَ) فَسَقَ يَفْسُقُ (باب

نَصَرَ) فَسَقَ دَفْسُوقٌ مصدر۔ فَسَقٌ کے معنی نکلنے کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں فَسَقَ الرَّطْبُ عَنْ
قَشْرِهِ: چھوہارہ اپنے چھلکے سے باہر نکل آیا۔ عرف شرع میں فَسَقَ خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کر کے خارج

ہونے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا الْاِبْلِيسَ كَانَ
مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ط (۵: ۱۸) اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو

سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا۔

شرع میں فسق کے تین درجے ہیں (۱) لغابی۔ باوجودیکہ گناہ کو بُرا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اس

کا مرتکب ہو جاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کر لے اور کچھ پرواہ نہ کرے (۳) جحود۔ یہ کہ گناہ کو

اچھا جان کر عمل میں لاوے اور خدا اور رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اس تیسرے درجے میں انسان کافر

ہو جاتا ہے۔

(۲-۲۴) يَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ لَقَضٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ توڑتے ہیں۔

مِثَاقِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمِثَاقُ اس عہد کو کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ مٹو کر کیا گیا ہو، اسم۔ واحد

مذکر۔ اس کی جمع مواثیق ہے۔ بمعنی عہد۔ اَوْتَقَ يُوْتِقُ (باب اَفْعَال) رسی سے مضبوط باندھنا۔ زنجیر میں جکڑنا۔

جیسے قرآن مجید میں ہے وَ لَا يُوْتِقُ وَ ثَاقِهٖ اَحَدٌ (۸۹-۶۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا: اور وَ تَقَ يَتَّقُ

(ضَرَبَ) دُوْتُقٌ.... بِفُلَانٍ اعتبار کرنا، مبروسہ کرنا۔ ثِقَّةٌ قابل بھروسہ آدمی۔

۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عہد ہے۔ مِنْ اَلْعَدِ مِثَاقِهٖ اس عہد کو پختہ اور مضبوط باندھنے کے بعد

يَقْطَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب، قَطَعَ مصدر باب فتح - وہ کاٹتے ہیں۔

مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ لَمْ يُوصَلْ - مَا - موصولہ - أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ - جملہ فعلیہ ہو کر صلہ - أَنْ مصدریہ ہے - يُوصَلْ مضارع مجہول واحد مذکر غائب - اِلْصَاقُ (افعال) مصدر بمعنی جوڑا جانا - أَنْ يُوصَلَ کہ اس کو جوڑا جائے - مطلب یہ کہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں (مثلاً صلہ رحمی)

الْخُسِرُونَ: اسم فاعل جمع مذکر گھانا پانے والے - نقصان اٹھانے والے - خُسِرُوا مصدر (باب سیم) سے۔

(۲: ۲۸) كَيْفَ حرف استفہام ہے - کیسے، کیونکر، کس طرح - یہاں سوال سے مقصود کفار کی جرأت انکار پر استعجاب ہے یا برائے زجر و توبیخ آیا ہے - كَيْفَ کا استعمال قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آیا ہے سیاق ہمیشہ توبیخ و تنبیہ ہی رہا ہے۔

وَكُنْتُمْ... الخ - جملہ عالیہ ہے - جملہ كَيْفَ تَكْفُرُونَ سے حال ہے (تو جہیہ کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی آئینہ نداء)

الف: كُنْتُمْ آمَوَاتًا - (حالانکہ) تم بے جان تھے - پیدائش سے پہلے، صلب پر میں تشکیل سے پہلے۔

ثُمَّ - حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو - مثلاً - اَثَمَ إِذَا مَا وَقَعَ اَلْمُنْتَمِ بِہ (۵۱: ۱۰) کیا جب وہ واقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ گے۔

یاد رہے متاخر ہونا مرتبہ یا مرتبہ کے لحاظ سے ہو ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں: اس سے بھی بڑھ کر مثلاً اگلی ہی آیت (۲۹: ۲۱) میں ارشاد ہوتا ہے - ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاۤءِ فَسَوّٰہُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اس کے معنی یہ ہیں (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات آسمان درست کر کے بنادیئے - زمین و مافیہا کی خلقت کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر مؤخر الذکر کی عظمت و تفضل کے لئے ہے - ورنہ قرآن مجید میں آسمانوں کے بنائے جانے کے بعد زمین کا بنایا جانا صاف ظاہر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے - وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰہَا (۳: ۱۰۹) اور اس کے بعد اس نے زمین کو پھیلایا۔

تراخی فی المرتبہ کی دوسری مثال وَ بَدَاۤ اَخْلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ (۹۰) ثُمَّ جَعَلَ نَسَاۃً مِنْ سُلٰلٰةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّہِیْنٍ (۸) ثُمَّ سَوّٰہُ وَ نَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہِ (۹۱) (۲۳۲: ۷-۹) اور اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا - پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی حقیر پانی

اور جب اس کا تقدیر الہی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے آیتہ ہذا میں۔
ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ۔ پھر اس نے قصد کیا آسمان کی طرف۔ پھر اس نے توجہ کی آسمان کی طرف۔

فَسَوَّيْتُهُ۔ وَ نَتِجَہ کا ہے سَوَّی ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر اس نے پورا پورا بنایا۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع السَّمَاء ہے۔

سَبْعَ سَمَوَاتٍ سات آسمان۔ یہ هُنَّ کا بدل ہے۔

(۳۰:۲) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ - داؤ عاطفہ ہے۔ اِذْ - بالعموم بطور اسم ظرف زمان مستعمل ہے۔ لیکن بطور ظرف مکان یا حرف مفاعلات یا حرف مَوَکد بھی استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے تو وہاں لفظ اِذْ کُزْ محذوف ہے۔ اِی وَاِذْ کُزْ اِذْ۔ اور آپ ان سے بیان کر دیجئے کہ جب (یا جبکہ) جس وقت، آپ کے رب نے فرمایا۔

الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ مَلَکٌ سے جمع ہے، جیسے شَمْلٌ کی جمع شَمَائِلٌ ہے الْمَلٰٓئِکَۃُ میں ة تانیث الجمع کی ہے۔ مَلَکٌ و مَلَکٌ بھی بصیغہ واحد بمعنی فرشتہ ہے

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الدُّرِّ خَلِیْفَۃً یہ جملہ مقولہ ہے قول قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کَا۔ جَاعِلٌ واحد مذکر۔ اسم فاعل۔ جَعَلٌ سے۔ بنانے والا، کرنے والا۔ خَلِیْفَۃً مفعول بہ ہے جَاعِلٌ کا، میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، مقرر کرنے والا ہوں۔

خَلِیْفَۃً۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر (خَلِیْفٌ ہے اس لئے اس کی جمع خُلَفَاءُ آتی ہے۔ مگر مبالغہ کے لئے ة کو زیادہ کر کے خلیفۃ بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے۔ خَلْفٌ سے مشتق ہے فِیْہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الدُّرِّ کی طرف راجع ہے۔

مَنْ موصولہ ہے۔ جو

یَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔ یَسْفِکُ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَفَکٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بہانا۔ الدِّمَآءُ خون۔ واحد دَمٌ مفعول ہے اپنے فعل یَسْفِکُ کا۔ (جو) خون بہانے گا۔ یعنی قتل و خون کریگا۔ خون ریزیاں کریگا۔

نَسِیْحٌ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسِیْحٌ مصدر۔ (باب تَفْعِیل) ہم پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسبیح خدا تعالیٰ کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا ہے، خواہ زبان سے ہو یا دل سے ہو۔ دلالت حال سے بیان کی جاتے

نَقَدَسُ۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تَقَدَّسَ (تَفْعِیل) مصدر۔ تقدیس کے معنی اس تطہیر الہی کے ہیں جو آیت دَلِیْلُہُمْ کُمْ تَطْہِیْرًا (۳۳: ۳۳) میں مذکور ہے (اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے) اس تطہیر کے معنی ازالہ نجاست محسوسہ کے نہیں۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم تیرے

بجا آوری میں اشیاء کو پاک و صاف کرتے ہیں۔

مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ مَا مَوْصُولٌ هُوَ اور لَا تَعْلَمُونَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) اس کا صلہ جو تم نہیں جانتے ہو۔

(۳۱:۲) وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ (اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ یہاں اسماء سے مراد محض چیزوں کے نام ہی نہیں بلکہ کلمۃ کی انواع ثلاثہ یعنی منجر عنہ (اسم) خبر۔ اور رابطہ (حرف) تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا اس آیت میں اسماء سے کلام کی انواع ثلاثہ۔ ان کی صورتیں بمعہ ان کی ذوات و خصوصیات تراویں کُلَّھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے مؤکد الاسماء کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب، تمام، (جملہ تفصیلات) عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ۔ عَرَضَ عَلَی دیکھانا، پیش کرنا۔ سامنے کرنا۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب راجع ہے طرف مسمیات کے جو کہ ضمناً سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ تقدیر کلام یہ ہے۔ اَسْمَاءُ الْمُسَمَّیَاتِ۔ مضاف الیہ کو حذف کر دیا۔

فَقَالَ۔ فَاء عاطفہ ہے قَالَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

أَنْبِئُونِي۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَوْقَايَ۔ اور مِی ضمیر واحد متکلم (مفعول بہ اپنے فعل أَنْبِئُوا کا) أَنْبِئُوا (افعال) مصدر۔ مجھے بتاؤ۔ مادہ ن ب و۔

أَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ۔ مضاف مضاف الیہ هَؤُلَاءِ۔ اسم اشارہ جمع۔ اس کا اشارہ چیزوں کی طرف ہے۔ (۳۲-۲) سُبْحَانَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تو پاک ہے۔

إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ إِلَّا حرف استثناء۔ مَا مَوْصُولٌ عِلْمْتَنَا فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ مِنْہ (عِلْمٌ) کا (ہمیں تو کچھ علم نہیں) مگر وہی جو تو نے ہمیں علم دیا۔

الْحَلِيمُ ۖ بَرُّونَ فَعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا، خوب جاننے والا۔

الْحَكِيمُ ۖ فَعِلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے حکمت والا۔ (۳۳:۲) مَا تَبْدُونَ۔ مَا مَوْصُولٌ تَبْدُونَ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ تَبْدُونَ تم ظاہر کرتے ہو۔ تم ظاہر کرو گے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَبْدَاءُ (افعال) مصدر بمعنی نمایاں طور پر ظاہر کرنا۔ یا ظاہر ہونا۔ بداء۔ مادہ ک ت ب د۔ کُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۚ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، تم چھپاتے تھے۔ کِتْمَانٌ۔ کِتْمٌ (باب نصر)۔ چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔

(۳۴-۲) وَإِذْ قُلْنَا۔ ملاحظہ ہو (۳:۲)

أَسْجُدُوا لِآدَمَ ۚ يَوْمَ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ۚ اس کا صیغہ جمع مذکر حاضر، سَجُودٌ

باب نصر سے مصدر تم سجدہ کرو

ابلیس شیطان کا نام ہے بوجہ معرفہ و عجمہ کے غیر منفرد ہے۔ بعض نے اسے ابلاس (افعال) بمعنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہونا سے مشتق کہا ہے۔

ابی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِجَاءُ۔ (باب ضرب و فتح) مصدر اس نے سختی سے انکار کیا۔

اِسْتَكْبَرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْتَكْبَارًا (اِسْتِفْعَال) مصدر اس نے تکبر کیا۔ اس نے گھمنڈ کیا۔ اس نے غرور کیا۔

كَانَ ماضی واحد مذکر غائب۔ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر یہ بطور فعل ناقص و فعل تام آتا ہے۔ یہاں بطور فعل تام آیا ہے۔ بمعنی صادر۔ ہو گیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَصِيْرَتِ الْجِبَالِ كَانَتْ سَرَابًا (۲۰: ۸) اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔

۲: ۳۵ اُسْكُنْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضَمِيرُ اُسْكُنْ کی تاکید کے لئے ہے۔ الْجَنَّةَ مَفْعُولٌ فِيْهِ اُسْكُنْ کا۔ یعنی تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

اَنْتَ دَرَزْتُكَ۔ اَنْتَ معطوف علیہ۔ د حرف عطف۔ دَرَزْتُكَ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف تو اور تیری بیوی۔

كَلَّا۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر تم دونوں کھاؤ۔ مِنْهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الْجَنَّةِ کے لئے ہے۔ حَيْثُ: جہاں۔ جس جگہ طرف مکان ہے بنی برنمہ، مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے شَيْئًا۔ ماضی تثنیہ مذکر حاضر مَشِيَّةً (باب سَمِعَ) مصدر سے شَاءَ، يَشَاءُ۔ شَاءَ اصل میں شَيْءٌ تھا۔ ہی متحرک ماقبل مفتوح اس لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ تم دونوں نے چاہا حَيْثُ شَيْئًا۔ جہاں سے چاہو حَيْثُ مضاف شَيْئًا جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ کَلَّا کا۔

رَعَدًا بافراغت، وسیع۔ خوب، یہ اصل میں باب سَمِعَ سے مصدر ہے۔ رَاْعِدًا کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے خَلَدٌ کی جمع خَلْدٌ ہے رَعَدًا صفت ہے اَكَلًا (مصدر مخذوف کی) اِی دُكَلًا مِنْهَا اَكَلًا رَعَدًا حَيْثُ شَيْئًا اور وہاں (جنت میں) جہاں سے چاہو دل بھر کر خوب کھاؤ۔

لَا تَشْرَبَا۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر تم دونوں مت قریب جاؤ۔

فَلَاكُونَا۔ ف جواب نہی کے لئے ہے فَلَکُونَا مضارع تثنیہ مذکر حاضر قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر تم دونوں ہو جاؤ

گنہگاروں میں سے)

اَزَلَّ ماضی واحد مذکر غائب ہے۔ اِزْلَالٌ (افعال) مصدر سے۔ اِزْلَالٌ کے اصل معنی بلا قصد کے تدم پھسل جانے کے ہیں۔ جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اسے بھی بطور تشبیہ اِزْلَالٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ

قرآن مجید میں ہے فَإِنْ زَلَلْتُمْ (۲۰۹:۲) اگر تم لغزش کھا جاؤ، هُمْمَا ضمیر مفعول بہ تثنیہ غائب حضرت آدم اور حضرت حوا کے لئے ہے یعنی اس نے (شیطان نے) ان دونوں کو بھسلا دیا ان دونوں کے قدم ڈگمگائے۔
عَنْهَا هَا ضمیر واحد مؤنث غائب شجرة کی طرف راجع ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع جنت ہے۔
مِمَّا كَانَتْ فِيهِ - مِمَّا مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا اسم موصول سے۔ كَانَتْ فِيهِ صلبہ موصول کا
ہ ضمیر واحد مذکر غائب یا الجنة کے لئے ہے یا جنت کی نعمتوں اور راحتوں کے لئے۔ اگلے جملہ میں لفظ اَصْبَحُوا
(تم اترو۔ تم اتر جاؤ) آیا ہے اس کی رعایت سے یہاں ہ کا مرجع الجنة زیادہ موزوں ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور اس نے
نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے۔

اِهْبِطُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُيُوط (باب ضَرْب) مصدر جس کے معنی کسی چیز کے بے امنیاری حالت
میں نیچے اترنے کے ہیں۔ جیسا کہ پتھر پلندی سے گر پڑتا ہے۔

اِهْبِطُوا (تم سب نیچے اترو) جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت آدم، اور حضرت اور شیطان ہر
کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یا ہبوط آدم کے ان کی نسل ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔ اس لئے صیغہ
جمع کا استعمال ہوا ہے

لَبَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ - (تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے) یہ جملہ اِهْبِطُوا سے موقع حال میں ہے۔
اپنی تمہاری نسل میں باہم عداوت، حسد، بغض، خود غرضی وغیرہ رہیگی۔

مُسْتَقَرٌّ - اسم ظرف مکان (استقبال) قرار گاہ، ٹھہرنے کی جگہ، یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے
مَتَاعٌ - اسم مفرد ممتنع جمع۔ معین اور طویل مدت تک فائدہ اٹھانا۔ معاش، فائدہ، نفع، وہ سامان جو غنا
میں آتا ہے۔ جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ محاورہ ہے۔ متع الله بكذا۔ وامتنعه الله اسے دیر تک
فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔

حَيِّنٌ وقت، زمانہ، مدت۔ اَحْيَانُ جمع۔ اِلَى حَيِّنٍ ایک مدت تک

فَتَلَقَىٰ ف - محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ تَلَقَىٰ باب تَفَعَّل اور التَقَى (باب افْعَال) الشئ
مِنْهُ بمعنى اخذهُ مِنْهُ۔ پانا وصول کرنا، جب بہشت سے نکل جانے کا حکم ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام فرط ندامت سے
مدت مدید و عرصہ بعید تک روئے اور اتنا روئے کہ رحمت خداوندی کو ترس آ گیا۔ یا رحمت خداوندی جوش میں آئی
اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر کلمات القار کئے جو حضرت آدم نے اخذ کر لئے، اور ان پر عمل کرتے ہوئے توبہ کی
وہ کلمات کون سے تھے؟ جمہور کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (۲۳:۴) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور
اگر تو ہمیں نہیں بخشگا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم گھانا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہی حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ . ظَلَمْتُ نَفْسِي
 فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ . اے اللہ میں اپنی پستی کی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ
 تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم
 کیا۔ مجھے بخش دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہ کو بخشے والا نہیں۔
 فَتَابَ عَلَيْهِ . پس اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

فَائِدَةٌ - یہاں بھی محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے کلمات مغفرت حضرت
 آدم علیہ السلام کے دل پر القاء کئے انہوں نے یہ کلمات اخذ کر لئے۔ ان پر عمل کرتے ہوئے ان کلمات سے
 دعائے مغفرت شروع کر دی۔ خداوند تعالیٰ کو اپنے بندہ کی گریہ و زاری پر رحم آیا اور اس کا گناہ (غرض)
 معاف کر دیا۔

تَابَ عَلَى - تَوْبٌ وَتَوْبَةٌ مصدر سے تَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، التَّوْبُ يَا التَّوْبَةُ
 کے معنی گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ امام خطاب فرماتے ہیں التَّوْبَةُ عَوْدُ الْعَبْدِ إِلَى التَّوْبَةِ بَعْدَ
 الْمَعْصِيَةِ (توبہ کے معنی گناہ کے بعد بندہ کا نیکی کی طرف پلٹنا۔ امام راعی فرماتے ہیں (گناہ کا باحسن جو
 چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے یہ تَابَ يَنْتَوِبُ کا مصدر ہے باب نصر سے اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے
 جب اس کا تعدیہ الی کے ساتھ آئے تو بندہ کا اللہ کی طرف توجہ کرنا اور رجوع کرنا کے معنی ہوتے ہیں اور بندہ
 کے گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ اور جب اس کا تعدیہ علی کے ساتھ آئے تو اللہ تعالیٰ کا بندہ کی توبہ قبول کرنا یا
 توبہ کی توفیق دینے کے معنی ہوتے ہیں تَابَ بمعنى: اس نے توبہ کی اوہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا
 اس نے معاف کیا۔

فَائِدَةٌ - خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا توبہ اور اس کی توبہ قبول کرنا بیان فرمایا ہے حضرت حواؑ کا توبہ کرنا
 ذکر نہیں کیا۔ یہ اس لئے کہ عورت احکام میں تابع ہے مرد کے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اکثر مرد ہی مخاطب ہیں
 إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ ۱۰ یہ جملہ اسمیہ معترضہ ہے۔

التَّوَّابُ - تَوْبَةٌ سے بروزن فَعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ کرنے والا۔ بہت معاف کرنے والا
 بہت توبہ قبول کرنے والا۔ لعنت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّاب کہتے ہیں۔
 بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے
 توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے
 بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید میں تَوَّاب کا لفظ جہاں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ کی

صفت کے لئے آیا ہے

۳۸:۲ - قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا قُلْنَا ہم نے کہا (ماضی جمع متکلم) قول ہے۔ اور اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا۔ اس کا مقولہ۔ اگلی عبارت تا اختتام آیت ۳۹ قُلْنَا کا مقولہ ہے اهْبِطُوا۔ آیت ۲: ۳۶ میں بھی آیا ہے اس آیت میں اس کا اعادہ پھر کیا گیا ہے تاکہ ذِمَّائِیَّتِ کَمَنْحٰی الخ کا پورا پورا ارتباط اس کے ساتھ ہو جائے جَمِيعًا۔ لفظًا اهْبِطُوا سے حال ہے اور معنی تاکید ہے یعنی سب اترو مجتہع ہو کر یا الگ الگ۔ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اترو جاؤ۔

فَاَمَّا۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے آیا ہے اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ للتأكيد سے مرکب ہے۔ پھر اگر؛ یَا قَتِلْکُمْ۔ یَا تِلْ مَضَارِعُ تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ اِتِّیَاکُ مصدر باب ضرب، کُذْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کُذْ ضمیر جمع کی، آدم و حوا اور شبول ابلیس لائی گئی ہے یا آدم و حوا اور ان کی اولاد کے لئے کہ وہ احکام ہدایت متجانب اللہ کی مکلف ہے۔

فَمَنْ۔ فَ ربط کے لئے ہے اور مَنْ شرطیہ ہے۔

هٰذَا اِی، مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر تَبِعَ کا مفعول۔ فَمَنْ تَبِعَ هٰذَا اِی۔ جملہ شرطیہ اس سے اگلا جملہ فَلَاحَوْثٌ عَلَیْکُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ جواب شرط (جملہ جزائیہ) یہ جملہ شرط و جزاء دونوں مل کر شرط اول۔ ذِمَّائِیَّتِ کَمَنْحٰی مَنِ هٰذَا کی جزاء۔ فَلَاحَوْثٌ عَلَیْکُمْ معطوف علیہ اور وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ معطوف ہے ہُنَّ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ وَاَوْ عطف کا ہے لَا متشابہ بلیس منفی ہے ہُنَّ مبتداء یَحْزَنُوْنَ فعل با فاعل مَضَارِعُ کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حَزَنٌ باب سَمِع مصدر غمگین ہونا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(۳۹:۲) خَالِدُوْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر خَلُوْا باب نَصْر سے مصدر ہمیشہ ہنسنے والے۔

(۴۰:۲) یٰبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ یاد حرف نداء یٰبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ مضاف، مضاف الیہ مل کر منادی۔ یٰبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اصل میں بنی اسرائیل تھا۔ ن جمع اصناف کے سبب گر گیا۔ اِسْرَآئِیْلَ منصوب بوجہ غیر منفرد عجم و معرفہ ہونے کے ہے۔ اِسْرَآئِیْلَ کے معنی عَبْدُ اللّٰہ یعنی اللہ کا بندہ ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے یٰبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ لے اسرائیل کے بیٹو، یا اے اسرائیل کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔

اَذْکُرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذِکْرُ باب نَصْر تم یاد کرو،

نَعْمَتِی۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری نعمتیں، میرے احسان۔ یہاں نعمت لفظاً واحد ہے لیکن اس کے معنی جمع کے ہیں کیونکہ نعمت ایک نہ ہوتی بلکہ غیر متناہی تھیں۔ اِی ضمیر واحد متکلم کی ہے۔ میری نعمتیں۔ اَذْفُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اِیْعَازُ اِنْعَالٌ تم پورا کرو۔

عَنْهُدَى - مضاف مضاف الیه - میرا عہد۔

اَوْفٍ - مضارع کا سینہ واحد متکلم - الیفاء (انعال) مصدر میں پورا کروں گا۔

اِهْدِکُمْ - یعنی وہ وعدہ جو میں نے تم سے کیا ہے اُوْفِ اصل میں اُوْفِی تھا۔ لیکن اُوْفِ بِهْدِکُمْ جملہ جزاء ہے جیسا کہ جملہ اولی شرطیہ کی خبر دے رہا ہے اس لئے اُوْفِ میں می حذف ہو گئی۔

وَاٰیٰتِیَ فَاَرْهَبُوْنَ - واو عاطفہ ہے اِیٰتِی میں فعل محذوف ہے گویا عبارت یوں ہے اِیٰتِی اِرْهَبُوْا اِیٰتِی - ضمیر منفعول منفصل مفعول ہے۔ اور حصر کا فائدہ دیتی ہے، اور مفعول کو تخصیص کے لئے فعل سے مقدم لایا گیا ہے (ملاحظہ ہو: ۴۱) اِرْهَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو،

فَاَرْهَبُوْنَ - دوسرا جملہ ہے ف جزا کہ ہے۔ اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے گویا کلام یوں ہے ان کنتم راہبین شِیْئًا فَاَرْهَبُوْا اگر تم کسی شے سے ڈرتے ہو تو مجھ سے ڈرو۔ اِرْهَبُوْنَ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ اور سی متکلم محذوف ہے اِرْهَبُوْا رَهْبَةً - مصدر باب سَمِعَ سے ہے رَهْبَةً ایسے خوف یا ڈر کو کہتے ہیں۔ جس میں احتیاط اور اضطراب دے چینی شامل ہو۔

(۴۱: ۲) مَا اَنْزَلْتُ ماموصولہ اور اَنْزَلْتُ اس کا صلہ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

بِمَا اَنْزَلْتُ جو میں نے نازل کیا ہے۔ یعنی قرآن مجید

مُصَدِّقًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب تَصْدِیقُ (تفعیل) مصدر سے۔ سچا ماننے والا، سچا کہنے والا۔ تصدیق کرنے والا۔ یہ حال مؤکد ہے حال محذوف سے جو کہ اَنْزَلْتُ میں ہے اِی اَنْزَلْتُہُ مُصَدِّقًا۔

مَا مَعَكُمْ، مَا موصولہ مَعَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ مراد اس سے تورات ہے۔ یہ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا اَنْزَلْتُہُ ہے، یعنی قرآن مجید۔

لَا تَشْتَرُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر اِشْتَرَاءُ (افتعال) مصدر۔ تم مت خریدو، تم مت مول لو وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور میری آیات میں (تحریف کر کے) ان کے بدلے سٹھوڑی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو،

اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ قیمت کے عوض ایسا کرنا روا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کر کے جو قیمت بھی وصول کرو گے وہ حقیر ہے۔ کیونکہ دنیا کا مال خواہ کتنا ہی ہو۔ آخرت کی لذات کے مقابلہ میں وہ لاشی اور حقیر ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا خَسِرٰتٌ (۳۸: ۹) سود دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تو بہت ہی قلیل ہے

وَاٰیٰتِیَ فَاتَّقُوْنَ - اور مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو (ملاحظہ ہو: ۲: ۴۰) پہلی آیت میں فَاَرْهَبُوْا فرمایا کیونکہ خطاب بنی اسرائیل کے لوگوں سے تھا۔ اور یہود میں جو خدا ترس تھے ان کو راہب کہتے تھے۔ بعد میں اِیٰتِی

فَاتَّقُوا اللَّهَ ارشاد ہوا کیونکہ جب وہ راہب ایمان لا کر امت محمدیہ میں داخل ہو جائیں گے۔ تو امت محمدیہ میں خدا ترس کو متقی کہتے ہیں۔

۴۲:۲ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ - لَا تَلْبِسُوا فعل نہیں جمع مذکر حاضر، لَبَسْتُ مصدر (باب ضَرَبَ) سے دراصل لَبَسْتُ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں لیکن دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً الَّذِينَ آمَنُوا أَدْلَمَ يَلْبِسُوا اِيْمَانَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۸۲:۶) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ یا آیت ہَا لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔

لَبَسَ الثَّوْبَ کے معنی کپڑا پہننے کے ہیں۔ اور جو چیز پہنی جائے اسے لباس کہتے ہیں۔ تمثیل اور تشبیہ کے طور پر تقویٰ کو بھی لباس کہا ہے مثلاً رَبَّاسُ التَّقْوَىٰ (۲۶:۴) اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے۔

وَلَا تَكْمُمُوا الْحَقَّ ای وَلَا تَكْمُمُوا الحق اور حق بات کو نہ چھپاؤ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ پر ہے وَلَا أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم اس بات کا علم رکھتے ہو۔ اس سے خوب واقف ہو، اس کو خوب جانتے ہو۔

۴۳:۲ اَقِمُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقَامَةً (افعال) جس کے معنی ٹھیرنے قائم کرنے اور درست رکھنے کے ہیں نماز کے ساتھ اَقَامَ یَقِیْمُ کا مطلب ہے نماز پر دوام اور اس کے ارکان کی حفاظت کرنا۔ سَوَاقِیْتُ الصَّلَاةِ کے معنی ہوئے نماز کو باقاعدہ اور ہمیشگی کے ساتھ ادا کیا کرو۔

ق د م مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں

اَتَوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِيتَاءُ (افعال) مصدر، تم دو۔

الزکوٰۃ۔ مادہ۔ ذک۔ ی۔ اس کے اصل معنی اس نمو (افزونی، بڑھوتری) کے ہیں جو برکتِ الہیہ سے حاصل ہو اور اس کا تعلق دنیادی چیزوں سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی۔ شرع میں زکوٰۃ وہ حصہ مال ہے جو مال سے حق الہی کے طور پر نکال کر فقرا کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ یعنی خیرات و برکات کے ذریعے اس میں نمو ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے تسمیہ میں ان ہر دو امور کا لحاظ کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ دونوں خوبیاں زکوٰۃ میں موجود ہیں۔

ذُكِّيْ بِزَكَاةٍ تَزَكِيَّةٍ (باب تَفْعِيل) پاک کرنا، اصلاح کرنا۔ مثلاً قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (۹۱:۹۱) جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔

وَارْكَعُوا۔ واو عطف کا ہے اِرْكَعُوا فعل امر جمع مذکر حاضر، اِرْكَعُ (باب فَتَح) مصدر سے جس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے پھر کل کو جز کے ساتھ تعبیر کر کے رُكُوع سے

مراد نماز بھی لی جاتی ہے اور یہاں اشارہ نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف ہے، محض عاجزی اور انکساری کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثلاً لبید کا شعر ہے۔

أَخْبَرَ أَخْبَارَ الْقُرُونِ النَّتِي مَضَتْ

أَدَبٌ كَأَنِّي كُلَّمَا قُمْتُ رَاكِعٌ ،

میں گد شتہ لوگوں کی خبر دیتا ہوں (میں سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے) رینگ کر چلتا ہوں اور خمیدہ پشت کھڑا ہوتا ہوں۔

۴۴:۲ - اَتَا مُرُودَ - الف استفہامیہ ہے اور جملہ تَا مُرُودَ النَّاسِ ... الخ پر داخل ہے یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا مت کرو۔ تَا مُرُودَ مضارع جمع مذکر حاضر اَمْرُ مصدر (باب نصر) تم حکم دیتے ہو۔ اَتَا مُرُودَ النَّاسِ بِالْبَيِّ - کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور ... الخ (البی) نیکی کرنا۔ سبھائی کرنا۔ نیکو کاری مصدر ہے۔

وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ - یہ جملہ حال ہے ضمیر فاعل تَتْلُونَ سے۔

تَتْلُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر تِلَادَةٌ (باب نصر) مصدر - تم پڑھتے ہو، تم تلاوت کرتے ہو۔ الْكِتَابُ سے مراد یہاں توراہ ہے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ - الف استفہامیہ ہے اور فار عاطفہ ہے۔ اس صورت کی مندرجہ ذیل توجہات ہیں۔
(۱) جیسا کہ اجزائے جملہ معطوفہ کا عام قاعدہ ہے کہ حرف استفہام حرف عطف کے بعد آتا ہے مثلاً فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ وغیرہ۔ لیکن ہمزہ استفہامیہ حرف عطف پر اس امر پر آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔ اس کی چند اور مثالیں قرآن مجید میں یہ ہیں۔ اَوَلَمْ نَكُنْ مِنْكُمْ نَارًا (۱۰: ۵۱) اَفَا مَنِ اهْلُ الْقُرَى (۹۷: ۷) اور اَتَمَّ اِذَا مَا دَقَعَ (۱۰: ۵۱)

(۲) ہمزہ استفہامیہ کے بعد عبارت مقدر ہے جو اگلے جملہ معطوف کے لئے معطوف علیہ ہے۔ یعنی تقدیر کلام یہ ہے اَتَتْلُونَ الْكِتَابَ فَلَا تَعْقِلُونَ۔ کیا تم کتاب پڑھتے ہو۔ پھر کیوں نہیں سمجھتے؟

(۳) اَسْتَعِينُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتِعَانَةٌ (اِسْتِفْعَالُ) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔

ملاحظہ ہو (۱: ۴)

اِنَّهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الصلوٰۃ ہے۔

كَبِيرَةٌ - میں لام تاکید کے لئے ہے کَبِيرَةٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ الصلوٰۃ کی صفت ہے بمعنی شاق، دشوار۔

الْخَشِيعَاتِ - اسم فاعل جمع مذکر خَشَوْعُ مصدر (باب فتح) ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے

والے۔

۴۶:۲ الَّذِينَ... إِلَيْهِ نَاجِعُونَ۔ اپنی حملہ ترکیب نحوی کے ساتھ صفت ہے اپنے موصوف الخشعین کی۔

مُلَاقُوا رَبِّهِمْ۔ مَلَاقُوا۔ اسم فاعل جمع مذکر مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ (اضافہ کی وجہ سے مَلَاقُونَ کانون جمع گر گیا ہے) اپنے رب کو پہنچنے والے، اپنے رب کو پانے والے۔ رَاجِعُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر رُجُوعُ مصدر رَاجِعٌ واحد لوٹنے والے۔ پھر آنے والے۔

۴۷:۲ - عَلَى الْعَالَمِينَ۔ تمام عالموں پر، تمام جہانوں پر۔ اگرچہ عالم کا اطلاق ماسویٰ اللہ کے جمع مخلوق پر ہوتا ہے۔ اور جب اس کو جمع کر کے عالمین بولا جاتے تو اور بھی شمول اور عموم کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ ایک محاورہ ہے جس سے مراد اکثر لوگ ہیں، یعنی ہم نے تم کو دنیا کے اکثر لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔

اسی طرح کُل بول کر اکثر چیزیں مراد لی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ملکہ بلقیس کے متعلق وارد ہے وَأُوتِيتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور اسے دیا گیا تھا ہر چیز سے حصہ۔ حالانکہ بہت سی چیزیں اس کو نہ ملی تھیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسے اکثر چیزیں دی گئی تھیں۔

۴۸:۲ - لَا تَجْزِيْ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع لَفْسُ بے، جَزَاء (باب ضَرْب) وہ کام آئے گی۔ وہ بدلہ ہوگی۔

شَيْئًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱) اگر شَيْئًا سے مراد حق ہو تو اس وقت لفظ شَيْئًا آیہ میں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور آیہ کے معنی ہوں گے۔ کہ کوئی کسی کے لئے حق کا بدلہ نہ دے گا۔

۲) اگر شَيْئًا سے مراد جزاء ہو تو مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور آیت کے معنی ہوں گے، کہ کوئی کسی کو بدلہ نہ دے گا۔ خواہ کسی قسم کا بدلہ دینا ہو

۳) بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا۔

۴) یہ بھی کہا ہے کہ کوئی قیامت کی سختیوں اور عذاب میں کسی کے لئے کفایت نہ کرے گا۔

لَا تَجْزِيْ..... الخ يَوْمًا کی صفت ہے

شَفَاعَةٌ۔ شفاعت شفع بمعنی جفت ہے۔ یعنی طاق کی ضد۔ گویا شفاعت کرنے والا۔ اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا کر (کہ جس کی یہ سفارش کرتا ہے) اس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔

لَا يُؤْخَذُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب أَخَذَ (باب نَصَرَ) مصدر وہ نہیں لیا جاتے گا۔

منہا۔ ضمیر ہا کا مرجع نفس عاصیہ (گنہگار شخص بھی ہو سکتا ہے اور نفس شافعہ (سفارش کرنے والا شخص)

بھی، راجح قول نفس ماصیہ ہے۔

عَدْل کے معنی برابری کے ہیں۔ چونکہ معاوضہ اور فدیہ کے دونوں برابر ہو جاتے ہیں اس لئے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہتے گئے۔ اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ه وَاَوْعَاطِفٌ لَا يُنْصَرُونَ. مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جاتے گی۔

۴۹:۲ - وَاِذْ - وَاَوْعَاطِفٌ ہے۔ اِذْ بمعنی جب۔ جبکہ۔ جس وقت، چونکہ۔ اسم طرف ہے اِذْ کبھی مفاعلات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے، اس سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر یوں ہے۔ وَاِذْ کُرِاِذْ۔..... اور یاد کیجئے (یا ان سے ذکر کیجئے) جب..... قرآن مجید میں جہاں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْ کُرِ محذوف ہے۔ یہاں یہ جملہ اُذْ کُرُوا لِنَعْمَتِ (۴:۲) کا معطوف ہے۔ اور اسی طرح وَاِذْ فَرَقْنَا (۵۰:۲) وَاِذْ دَعَا (۵۱:۲) وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوسٰی (۵۳:۲) وَاِذْ قَالَ مُوسٰی (۵۴:۲) وَاِذْ قُلْتُمْ (۵۵:۲) وغیرہ کا عطف اُذْ کُرُوا لِنَعْمَتِ پر ہے۔

نَجَّيْنٰكُمْ۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةً (تفعیل) مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو بچایا۔ ہم نے تم کو نجات دی۔

يَسُوْٓءُ مُوْٓنَكُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کم ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول سُوءٌ۔ باب نصر مصدر۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے وہ تم کو مجبور کرتے تھے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۴-۶)

سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔ منافی مضاف الیہ مل کر یُسُوْٓءُوْنَ کا مفعول ثانی۔ سُوءٌ۔ بُرائی، بُرا کام سُوءُ الْعَذَابِ۔ عذاب کی سختی، یعنی سخت عذاب۔

جملہ یُسُوْٓءُوْنَکُمْ سُوءُ الْعَذَابِ۔ حال ہے اِلٰی فِرْعَوْنَ سے یا ضمیر نَجَّيْنٰکُمْ یا دونوں سے۔ دونوں جملے یُسُوْٓءُوْنَکُمْ سے حال ہیں

ذٰلِکُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذٰ اسم اشارہ بعید ہے اور کم ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ اس کا اشارہ التذبیح اور الاستیحاء (بیٹوں کا ذبح کرنا اور عورتوں کو زندہ رکھنا) کی طرف ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰتُوا زَكَٰوٰتٍ لِّسَآءِ کُمْ مَّعْطُوْفٌ۔ جملہ معطوف علیہ ہے۔ اور جملہ وَ لَیَسْتَحِیُّوْنَ لِسَآءِ کُمْ مَّعْطُوْفٌ۔ بَلَاۤءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ بَلَاۤءٌ مَّوْصُوْفٌ، عَظِیْمٌ صِفَتٌ مِّنْ جَارٍ۔ رَبِّکُمْ مَّضَافٌ الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق موصوف

(۵۰:۲) وَاِذْ..... ملاحظہ ہو ۴۹:۲

فَرَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھاڑ دیا۔ ہم نے الگ الگ کر دیا۔ فَرَقٌ مصدر بمعنی الگ الگ ہونا

الگ الگ ہونا۔ اسی سے فرق ہے جو تباہت سے الگ ہو گیا ہو۔ تَبَّ بمعنی لَبَّ ہے۔ وَادُّ قَرْقَنًا اَكْمُ
الْبَحْرَ۔ جب ہم نے تبار سے لئے دریا کو بھاڑ دیا فَلَاقَ بھی قریب قریب انہی معنوں میں آتا ہے قرآن مجید
میں ہ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ۔ ۶: ۶۳) تو دریا بھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا۔
گویا بڑا پہاڑ ہے البحر سے مراد بحیرہ قلزم ہے جسے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم نے مصر سے ہجرت کے وقت طے
کیا تھا۔

فَاَنْجَيْنَاكُمْ۔ تَعْقِيبُ کی ہے اَنْجَيْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِنْجَاءٌ (افعال) مصدر بنحو مادہ۔
بچالینا، نجات دینا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر پس ہم نے تم کو بچالیا دریا میں ڈوبنے سے، یا فرعون اور
اس کی فوج کے ہاتھوں پکڑے جانے سے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جملہ حالیہ ہے اَعَزَّ قَنَّا سے دراکں حالیکہ تم ان کا غرق ہونا دیکھ رہے تھے۔
۲: ۵۱۔ اَعَزَّ قَنَّا ماضی جمع متکلم مواعداً (مفاعلة) مصدر باب مفاعلة اگرچہ اشتراک عمل چاہتا ہے لیکن
اہل عرب کے روزمرہ میں واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں دَايَبْتُ الْعِلِيلَ۔ میں نے بیمار کا علاج
کیا۔ عَايَبْتُ اللَّصَّ میں نے چور کو سزا دی۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے (موسیٰ سے) وعدہ کیا
اشتراک کی صورت ... یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ کیا۔ اور حضرت موسیٰ نے اسے قبول کیا۔ گویا

حضرت موسیٰ کا وعدہ کو قبول کرنا وعدہ سے مشابہ فعل ہونے کی وجہ سے وعدہ ہی کے ضمن میں آتا ہے
فَاَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جب بنی اسرائیل غلامی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے آزادی کی نعمت کے سرفراز کئے
گئے۔ تو مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ انہیں ایک کتاب شریعت دی جائے جس میں پورا نظام شریعت اور دستور
زندگی مندرج ہو جس پر عمل کر کے وہ بے راہ روی سے بچتے رہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر چالیس
روز کا چلہ پورا کرنے کا حکم ہوا۔ جسے حضرت موسیٰ نے تسلیم کیا۔ یہی یہ وعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔
اربعين كَلَّةً۔ چالیس راتیں۔ مراد چالیس دن اور رات۔
ثُمَّ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے۔

اِتَّخَذْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اتخاذاً (افعال) مصدر تم نے اختیار کیا۔ تم نے بنالیا۔ الْعَجَلَ بچھڑا۔
گائے کا بچہ۔ اس کی جمع عَجُولٌ اور مَوْنٌ عَجَلَةٌ یہ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول ہے۔
اس جملہ اِتَّخَذْتُمْ الْعَجَلَ میں مفعول ثانی محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِتَّخَذْتُمْ الْعَجَلَ
اِلَیْهَا تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

وَاَنْتُمْ ظَالِمُونَ۔ جملہ حالیہ ہے فاعل اِتَّخَذْتُمْ سے اور حال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے تم نے عبادت
کو اس کی غلط جگہ پر مٹھرایا لہذا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوئے۔

۵۲:۲ - عَفَوْنَا عَنْكُمْ - عَفَوْنَا (الصَّلَاةُ عَنْ) ماضی کا صیغہ جمع مکمل ہے۔ عَفَوْ (باب نصر) سے مصدر عن کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی معاف کرنا۔ عَفَا عَنْ ذَنْبِهِ۔ اس نے اس کا گناہ معاف کر دیا عَفَا اللَّهُ عَنْهُ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے۔

لَعَلَّكُمْ - لَعَلَّ حرف مشابہ بالفعل ہے امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ (۴۲: ۱۷) شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو، کُم اسم ہے لَعَلَّ کا۔ شاید تم۔

تَشْكُرُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر، شَكَرْتُ وَتَشْكُرُونَ (باب نصر) مصدر۔ شکر ادا کرنا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

(۵۳: ۲) اَلْكِتَابِ - سے مراد۔ تورات ہے۔

الْفُرْقَاتِ کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ اَلْفُرْقَاتُ فُرُقٌ سے ابلغ ہے کیونکہ یہ حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے فُرُقٌ کا لفظ عام ہے جو حق اور باطل کو الگ الگ کرنے کے لئے بھی آتا ہے اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔

علماء کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اَلْكِتَابِ اور اَلْفُرْقَاتِ کے درمیان عطف تفسیری ہے۔ اور مراد دونوں سے ایک ہی ہے (۲) اس سے مراد یہاں توریت اپنے احکام و شرائع کے لحاظ سے ہے۔ (۳) اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے تھے۔ (۴) اس سے مراد وہ فتح و غلبہ ہے جو بنی اسرائیل کو حکومت فرعون کے مقابلہ میں عطا ہوا تھا۔

۵۴: ۲ - وَاِذْ قَالَ - ملاحظہ ہو ۴۹: ۲ - يٰاَقَوْمُ - يٰاَحَرَفِ نَادِرِ قَوْمٍ مِّنَادِي - قَوْمِ اصل میں قَوْمِي تھا۔ ہی مکمل حذف کر کے کسرہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

يَا تَخَذِكُمُ الْعِجْلَ - بَاء سببیہ ہے اِتَّخَذَ مصدر۔ (ملاحظہ ہو: ۵۱) مضاف کُم ضمیر جمع مذکر ماضی، مضاف الیہ۔ اَلْعِجْلُ مفعول اِتَّخَذَ مصدر کا۔ اپنی گتو سالہ گیری کے سبب سے۔ یعنی گاتے کے بچھڑے کو بطور معبود اپنا لینے کے سبب سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

فَتَسُبُّوْا - فَ سببیہ ہے۔ تَسُبُّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ پس تم تو بہ کرو۔

بَارِئُكُمْ مِّنَ الْمَرْءِ الْكَافِرِ - بَارِئُ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے۔ ایجاد و اختراع کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اس کا مادہ بَرَّءُ ہے اَلْبَرُّ اَلْبَرَاءُ وَالْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے بھت حاصل کرنے کے ہیں یا بیزاری ظاہر کرنے کے۔ مثلاً بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں نے بیماری سے

دیتا ہے۔

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جملہ حالیہ ہے۔

۵۶:۲ بَعَثْنَاكَ۔ بَعَثْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ بَعَثْتُ (باب فتح) مصدر اٹھا کھڑا کرنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔

پنابچہ یَوْمِ الْبَعْثِ اس سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن۔

لَعَلَّكُمْ شَائِدَہ تَم۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۲۱، ۲: ۵۲)

۵۷:۲۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ اور اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰ وَالسَّلْوٰ ہر دو جملوں کا عطف بَعَثْنَاكُمْ

پر ہے۔ ظَلَّلْنَا۔ ماضی جمع محکم تَظْلِيلُ (تَفْعِيلُ) مصدر سے، ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سایہ لگن کر دیا۔
عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ عَلَيْكُمُ۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل ہے اور الْغَمَامَ اسم جنس ہے اور فعل ظَلَّلْنَا کا مفعول
ہے بمعنی ابر، بادل۔ الْمَنَّٰ اسم ہے شبہنی گوند جو ادی تہ میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے اللہ
تعالیٰ روزانہ درختوں پر جمادیتا تھا۔

الَسَّلْوٰ۔ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں

كُلُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَكْلُ (باب نصر) مصدر سے اصل میں اُذْكُلُوا تھا۔ تم کھاؤ۔

طَيِّبَاتٍ، ستھری چیزیں۔ پاکیزہ چیزیں۔ طَيِّبَةٌ کی جمع طَيِّبَاتٍ مضاف ہے مَا رَزَقْنَاكُمْ ما موصولہ
رَزَقْنَاكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول اور صلہ مل کر مضاف الیہ طَيِّبَاتٍ کا۔

جو بطور رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں کا صاف ستھرا و پاکیزہ حصہ۔

وَمَا ظَلَمُونَا۔ مانا فیہ ہے جملہ کا عطف محذوف عبارت پر ہے

فَظَلَمُوا اَوَّلَ مَا رَزَقْنَاهُمْ بِالْغَمَامِ بِالشُّكْرِ۔ پس انہوں نے ظلم کیا اور نعمتوں کو شکر کے ساتھ قبول نہ کیا۔ وَمَا
ظَلَمُونَا اس ناشکری سے، انہوں نے ہم پر تو ظلم نہ کیا (یعنی ہمارا تو کچھ نہ بگاڑا) وَكَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ
لیکن اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے ہیں۔ یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑتے ہیں۔ كَانُوا اِيْظْلِمُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ
جمع مذکر غائب ہے۔

فَاَنْذَرْنَا مَا رَزَقْنَاهُمْ تَحْذِيرًا۔ اب ان کی اہانت کے لئے ضمیر غائب لائی
گئی ہے کہ تم نے ہماری نعمتوں کی قدر دانی نہ کی اور کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوئے لہذا تم خطاب کے لائق نہیں رہے۔
اس التفاتِ ضمائر کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۵۸:۲۔ مِنْهَا۔ هَآءُ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْثُ غَائِبِ الْفَرْيَةِ کی طرف راجع ہے اِیْ مِنْ طَعَامِ الْقَرْيَةِ وَتَمَارِهَا یعنی اس قریہ
میں جو طرح طرح کی نعمتیں اور میوے ہیں وہ کھاؤ۔

الْفَرْيَةِ بَیِّنٌ۔ منصوب بوجہ ظرفیت یا بوجہ مفعول ہے اس کی جمع الْفَرْیٰ ہے۔ یہ کونسی بستی تھی اس کے متعلق

مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد اریحہ ہے بعض کے نزدیک اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایلیاہ ہے۔ اور بعض اس سے شام مراد لیتے ہیں۔

حَيْثُ شِئْتُمْ۔ حَيْثُ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ ہے شِئْتُمْ شَاءَ يَشَاءُ مَشِيَّةً (باب سَمْعِ) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں شِئْتُمْ مَنَاقِبِ کی حرکت، ماقبل کو دی۔ اور یہی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ شِئْتُمْ ہو گیا۔ تم نے چاہا۔ حَيْثُ شِئْتُمْ جہاں سے چاہو۔

رَعْدًا بِافْرَاحٍ، خوب، اچھی طرح۔ وسیع۔ یہ اصل میں رَعْدًا يَرَعْدُ (باب سَمْعِ) کا مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے۔ اور صفت مشبہ ہو کر مستعمل ہے رَعْدًا کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ۔ مطلب یہ کہ کھاتے پھرتے، اس میں جہاں چاہو محفوظ ہو کر (رعبت سے خوب اچھی طرح) منصوب بوجہ مصدر کے ہے یا ضمیر فکروا سے حال ہے۔

الْبَابِ۔ دروازہ۔ اَلْبَابُ معرفہ لایا گیا ہے کہ اس سے مراد القریۃ کا دروازہ ہے جو القریۃ سے اریحہ مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک، الباب سے مراد اس شہر کا کوئی بھی دروازہ ہے اور اس کے سات دروازے بتائے جاتے ہیں فَمِنْ قَالَ ان القریۃ اریحہ قال ادخلوا من ای باب کان من ابوابہا وکان لہا سبعة ابواب، اور جن کے نزدیک القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے الباب سے مراد بیت المقدس کا خاص دروازہ ہے جسے باب حطہ کہتے ہیں و من قال ان القریۃ ہی بیت المقدس قال ہو باب حطہ۔

سُجَّدًا ضَمِيرًا دَخَلُوا سے حال ہے سجدہ کرتے ہوئے۔ سُجَّدًا سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ بعض نے سجدہ کے یہاں لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی تذلیل و انکسار، خشوع و خضوع۔ اور جگہ کا مطلب ہے کہ جب تم دروازے سے داخل ہو تو نہایت انکساری اور تواضع سے مطیع اور فرمانبرداروں کی طرح داخل ہو

اور جنہوں نے اس کے شرعی معنی لئے ہیں ان کے نزدیک مطلب یہ ہو گا کہ جب تم دروازہ کے اندر داخل ہو جاؤ تو سجدہ شکر بجالاؤ۔ بعض نے اس سے جھکنا اور رکوع مراد لیا ہے

حِطَّةٌ۔ حِطٌّ يَحِطُّ (باب نَصَو) حِطٌّ مصدر، اترنا۔ نازل ہونا۔ ای اَنْزَلَهُ۔ اس نے اسے اونچی جگہ سے نیچی جگہ رکھا چنانچہ کہتے ہیں حَطَطْتُ الرَّحْلَ میں نے سواری سے پاؤں اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اور یہاں حِطَّةٌ سے مراد یہ ہے حِطٌّ عَنَّا ذُنُوبَنَا۔ (اے اللہ) ہمارے گناہ ہم سے اتار دے (یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی دعا کرو)

بعض کے نزدیک اس کے معنی معلوم نہیں محض امثال امر مقصود تھا۔ بعض نے اسے توبہ کے معنی میں لیا ہے۔ اور یہ قَوْلُوا کا مفعول بھی ہو سکتا ہے یعنی تم حِطَّةٌ حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہو۔

لَعَنَ لَكُمْ مَصْرَعٌ مجزوم جمع متکلم۔ بوجہ جواب امر کے مجزوم ہے۔ تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے۔ خَطِيئَتُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری خطائیں۔

سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ۔ سن مصدر ع پر داخل ہو کر اسے مستقبل کے معنی دیتا ہے مُحْسِنِينَ اسم فاعل جمع مذکر مُحْسِنٌ واحد، نیکو کار مرد۔ احسان کرنے والے۔ مہربانی کرنے والے۔ یعنی اس حکم کی تعمیل پر تم میں سے جو گنہگار ہیں ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان کو مغفرت عطا ہوگی، اور جو تم میں پہلے ہی نیک اور فرمانبردار ہیں ان کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

۵۹:۲۔ فَذَلَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا اقْوَالَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ۔ فاء عاطفہ ہے بَدَلَ فَعَلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ایہ جملہ فاعل ہے فعل بَدَلَ کا حَوَلًا عَنِ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے فعل بَدَلَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا۔ (یعنی جو نافرمانی کرنے والے تھے) اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل کر کوئی غیر قول بولنے لگے۔ یعنی جو الفاظ ان کو تلقین کئے گئے تھے۔ انہیں ترک کر کے ازراہ استہزاء اور کلمات یکنے لگے۔ اس امر میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کلمات کیا تھے لیکن حاصل یہی ہے کہ بجائے توبہ و انابت کے وہ تمسخر سے کام لینے لگے۔

فَأَنزَلْنَا۔ فاء ترتیب کی ہے اس پر۔ تو۔ پس ہم نے اتارا یا نازل کیا۔ رَجُزًا۔ عذاب، بلا، عقوبت۔ آفت۔ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ ایک آسمانی آفت۔ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ، بآء سببیہ ہے مَا موصولہ اور كَانُوا يَفْسُقُونَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ كَانُوا يَفْسُقُونَ، ماضی استمراری جمع مذکر غائب حِسْقٌ (باب نصر) مصدر سے، بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے یا کرتے رہے تھے۔

۶۰:۲۔ وَإِذْ يَادُرُوْا حَبَّ۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲-۱۴۹)

لَا تَسْقَىٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اسْتَسْقَىٰ (اسْتَفْعَالَ) مصدر اس نے پانی مانگا۔ اس نے پانی طلب کیا سَقَىٰ مادہ۔ السَّقَىٰ وَالسَّقِيَّا کے معنی پانی پینے کی چیز دینے کے ہیں (مثلاً پانی۔ شربت۔ شراب وغیرہ)۔ سَقَىٰ يَسْقِي (باب ضرب) دَاسَقَىٰ يَسْقِي (باب افعال) پانی پینے کے لئے دینا۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں۔ را، باب ضَرْب سے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا۔ (۴۶-۲۱) اور اُن کا پروردگار اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ ۲، باب افعال سے وَاسْقَيْنَاكُمْ مَاءً فُورَاتًا (۴۶-۲۴) اور تم کو میٹھا پانی پلایا۔ السَّقَايَةُ پینے کا برتن۔ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ (۱۲: ۴۰) اس نے اپنے بھائی کے شلیتے یا پالان میں پینے کا برتن رکھ دیا۔

الْحَجَرِ۔ پتھر۔ اس میں الف لام عہد کا ہے، یعنی خاص پتھر مراد ہے (بعض کے نزدیک الف لام جنس کا ہے کوئی خاص پتھر نہ تھا۔ بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جس پتھر پر عصا مارتے اس میں سے چشمے ابل پڑتے فَانْفَجَرَتْ۔ فاء سببیہ ہے۔ فَانْفَجَرَتْ سے قبل عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَضْرَبَ فَانْفَجَرَتْ۔

الْفَجَرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب (انْفَجَارٌ) مصدر - خوب پھوٹ نکلنا۔ الْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ مثلاً بولتے ہیں فَجَرَ ثُلَّةٌ فَالْفَجْرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہا یا تو وہ بہہ گیا۔ صبح کو فجر اس لئے بولتے ہیں کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ اَضْرَبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۱۶۰: ۴) تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاسھی کو پتھر پر مار دو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

الْفَجَارُ اور اِنْبَجَاسٌ میں فرق یہ ہے کہ اِنْبَجَاسٌ صرف کسی تنگ چیز سے بہہ نکلنے کا نام ہے اور اِنْفَجَارُ کا استعمال تنگ مقام ہو یا فراخ دونوں کے متعلق ہوتا ہے۔

كُلُّ اُنَاسٍ - اُنَاسٌ جمع جس کی لفظی طور پر واحد نہیں ہے بعض کے نزدیک غیر لفظی طور پر اِنَّہٗ اُن کی جمع ہے یا اِنْسٌ کی۔ اس کے معنی ہیں لوگ۔ یہاں کُلُّ اُنَاسٍ کے معنی کُلُّ سَبِطٍ ہر قبیلہ نے ہر گروہ نے۔

مَشْرَبٌ مضاف مضاف الیہ۔ مَشْرَبٌ اسم ظرف مکان ہے ہذا ضمیر جمع مذکر غائب ہے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کے لئے ہے۔

لَا تَعْتَوُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر، عَتَى اور عَتَى (باب سجع) مصدر سے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں۔ مُفْسِدِينَ - اسم فاعل جمع مذکر، فساد ڈالنے والے، فساد کرنے والے۔ یہ لَا تَعْتَوُوا کا حال مؤکد ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ: اِیْذَا ذُکِّرَ الْوَقْتُ اِذْ قُلْتُمْ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا۔

طَعَامٍ وَّ اَحَدٍ - مراد اس سے وہ خوراک تھی جو صحرائے تیہ میں ان کو بصورت من و سلوی ملتی تھی۔ طَعَامٍ وَّ اَحَدٍ اس لئے کہا کہ روزیہ دو چیزیں ایک ہی قسم کی بلا تنوع ملتی تھیں اور بس۔

فَاذْعُ لَنَا - فاء عاطفہ سببیہ ہے۔ ہمارے عدم صبر کے سبب سے ہمارے لئے مانگو۔ اذْعُ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ باب نصر۔ مصدر سے۔ تو مانگو۔ تو دعا کر۔

يُخْرِجُ لَنَا - يُخْرِجُ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، صیغہ واحد مذکر غائب، ضمیر کا مرجع ذَلِکَ (تیرا رب) ہے کہ ہمارے لئے پیدا کرے۔ يُخْرِجُ لَنَا کے بعد شئیئاً محذوف ہے کہ کوئی ایسی شے پیدا کرے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ تَبْعِیْضِیۃ اور مَا موصولہ سے۔

تَنْبِثُ الْاَرْضُ - تَنْبِثُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِنْبَثَاتٌ (انْفَعَالٌ) مصدر۔ جو زمین اگاتی ہے۔

مطلب یہ کہ اپنے رب سے دعا کرو کسی ایسی چیز کے پیدا کرنے کی جو زمین سے اُگتی ہو اور از قسم ساگ ... الخ

مِنْ بَقْلِهَا - مِنْ بیانیہ ہے بِقْلٍ ساگ، ترکاری۔ مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب (الْاَرْضُ) کے لئے، مضاف الیہ۔

قَتَّانِہَا مضاف مضاف الیہ۔ قَتَّانٌ - اسم جنس ہے۔ اس کی جمع نہیں آتی۔ گکڑی۔ یا ککڑیاں۔

فَوْهًا۔ مضاف مضاف الیہ۔ فَوْم۔ گیہوں۔ (راعب، ابن عباس) بنو ہاشم کی زبان میں بھی فَوْم گیہوں کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ بعض کے نزدیک جس اناج کی روٹی پختی ہو اسے فَوْم کہتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ اصل ہے، فَوْم تھا۔ جس کے معنی لہسن کے ہیں۔ ثناء کو خفاء سے بدل دیا ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ مَخَافِئُ (مُغْفَرُ) کی جمع ایک قسم کی گوند ہے (مَخَافِئُ) (مُغْفَرُ) کی جمع ایک درخت کی گوند) کہا جاتا ہے۔

عَدَسَاتِہَا مضاف مضاف الیہ عَدَسٌ بمعنی مسور۔

بَصَلِہَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَصَلٌ بمعنی پیاز۔

ان سب میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کے لئے ہے۔

قَالَ اٰی قَالَ مُوسٰی اذ قَالَ اللّٰہُ۔ اس سے اگلی عبارت مَا سَأَلْتُمْ تک اس قول کا متوالہ ہے۔

اَلتَّيْبِدِ لُوْنٌ۔ الف استفہامیہ ہے۔ تَسْتَبِدُّ لُوْنٌ مضارع کا صیغہ جمع مذکر تانیہ ہے۔ اِسْتَبْدَالٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تم بدل لے ہو۔

اَلَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی۔ اپنی جملہ تراکیب کے ساتھ یہ جملہ مفعول بہ ہے فعل تَسْتَبِدُّ لُوْنٌ کا۔ اور بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ متعلق فعل تَسْتَبِدُّ لُوْنٌ کا۔

اَدْنٰی مادہ دَلُوْ سے مشتق ہے۔ اور دَانٍ دَدْنِ کا اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔ (۱) اگر اقصیٰ کے بالمقابل آئے تو اقْرَبُ کے معنی دیتا ہے مثلاً اِذَا نَسْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْیَا وَهُمُ بِالْعُدُوِّ اَلْقَصْوٰی (۸-۴۲) جب تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے۔ اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر (دُنْیَا) مؤنث ہے۔ اَدْنٰی کی اور قَصْوٰی مؤنث ہے اقصیٰ کی۔

(۲) اگر اکبر کے مقابلہ میں آئے تو بمعنی اصْغَرُ آتا ہے۔ مثلاً وَلَنْذِ یُقَنَّمَنَّ مِنَ الْعَذَابِ اَلَّذِیْ دُوْنَ الْعَذَابِ اَلْاَکْبَرِ۔ (۳۱-۳۲) اور ہم ان کو (قیامت کے دن) بڑے عذاب کے سوا عذاب اصغر (دنیا کے عذاب) کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ (۳) کبھی بمعنی اول (نشأۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِر (نشأۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ (۱۱-۳۲) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

(۴) کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْدَل بھی آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں اَلتَّيْبِدِ لُوْنٌ اَلَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ (۶۱:۲) مصلیٰ عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

جب اَدْنٰی بمعنی اَرْدَل ہو تو دَنِ کا اسم تفضیل ہوگا۔ دوسری صورتوں میں دَانِ سے۔

اِھْبِطُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ھَبُوْطٌ (باب ضَرَبَ) تم سب اترو، (نیز ملاحظہ ہو ۳۶:۲ متذکرۃ المصدر)

مِصْرًا۔ اسم نکرہ باتنوں بمعنی کوئی شہر۔ مِصْرٌ (باب نَصَرَ) شہر بنانا۔ شہر کو آباد کرنا۔ اِھْبِطُوْا مِصْرًا۔ جاؤ کسی شہر میں جا رہو۔

تجاوز تھا۔ یعنی ان کا مسلسل کفر اور تجاوزِ حدودِ اللہ ان کو آہستہ آہستہ قتلِ انبیاء جیسے گھناؤنے مجرم کے ارتکاب تک لے گیا۔

۲، بعض کے نزدیک اسم اشارہ ذَلِکَ تکراراً مضمون کو پُر زور بنانے کے لئے آیا ہے اور بآ بمعنی مع ہے اور مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان پر ذلت و فقر چسپاں کر دیا۔ اور وہ موردِ غضبِ الہی اس لئے ہوئے کہ وہ آیاتِ الہی سے منکر ہوئے۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ مسلسل نافرمانی کے مرتکب ہوئے اور تجاوزِ حدودِ اللہ پر مصر رہے۔

عَصَوُا۔ ماضی جمع مذکر غائب عَصِيَانٌ مَعْصِيَةٌ (باب صوب) انہوں نے نافرمانی کی۔ عَصَوُا۔ اصل میں عَصِيُوْا تھا۔ یا متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے یا کو الف سے بدلا۔ وَاو اور یا، ہر دو ساکن ہوئے الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ عَصَوُا رہ گیا۔

كَانُوا يَعْتَدُونَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب اَعْتَدَا (اِفْتَعَالُ) مصدر وہ زیادتی کیا کرتے تھے۔ وہ حدودِ شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے۔

الَّذِينَ آمَنُوا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لایچکے ہیں۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ صاحبِ تفسیر ماحدی رقم طراز ہیں۔ جو آخری رسول اور آخری کتاب پر (ایمان لایچکے ہیں) یعنی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ایمان لانے کے معنی۔ کل عقائدِ ضروریہ کے تسلیم کر لینے کے ہیں۔ توحید پر ایمان۔ رسالت پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان۔ آسمانی کتابوں پر ایمان، سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اور الَّذِينَ آمَنُوا مطلق صورت میں قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے مراد اس سے مسلمان ہی ہیں

الَّذِينَ هَادُوا۔ جو یہودی ہوئے۔ هَادُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے هُوْدُ (باب نصر) مصدر اَلْتَصَرُّعُ۔ جمع معرفہ۔ عیسائی لوگ، یہ نصْرَانُ کی جمع ہے جیسے نَدَامُی جمع ہے نَدْمَانُ کی الصَّبِیْثِیْنَ۔ ایک مذہبی فرقہ کا نام۔ جس کے عقائد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

عراق، روم، شام، الجزائرہ میں آباد تھے۔ لیکن ان ممالک میں جب دوسرے مذاہب کا غلبہ ہوا یہ نصاریٰ سے جا ملے لیکن خفیہ طور پر بت پرستی کرتے رہے۔ اب بھی اس لادینی بت پرستی کے پیروکار کہیں کہیں موجود ہیں لیکن اپنے اعتقادات کو نہایت سختی سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ لفظ صَابِیُّ کے عربی ہونے میں علماء میں اختلاف مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ۔ میں مَنْ موصولہ ہے اور آمَنَ بِاللّٰهِ ذَالِیْوْمِ الْاَحْزَرِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اپنی جلد تراکیبِ نحوی کے ساتھ اس کا صلہ ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں میں سے (جو پیشتر ایمان لایچکے ای الَّذِينَ آمَنُوا) یہودیوں میں سے نصاریٰ میں سے۔ اور صابئین میں سے جو مسلمان آئندہ زمانہ میں بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور جو یہودی۔ نصاریٰ یا صابئین اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔ ان کو ان کے رب کے ہاں اجر ملیگا۔ اور ان کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہوگا۔ اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ تفسیر

کھتے ہیں کہ: یعنی اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اور وہ ایمان ہر قسم کی شرکت آمیزی سے پاک ہو۔ اس ایمان باللہ کے تحت میں اس کے سائے لوازم و تضمینات بھی داخل ہیں ورنہ خدا پر مطلق ایمان تو کسی نہ کسی صورت میں تقریباً ہر انسان کا ہے۔ اور ان لوازم توحید میں سب سے اونچے نمبر پر ایمان بالرسول ہے کہ بندوں کا صحیح تعلق اللہ کے ساتھ قائم کرنے والی اور اس کا سیدھا راستہ بتاتے والی ذات رسول ہی کی ہوتی ہے۔ یوم آخرت پر ایمان لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ سائے احکاماتِ آخرت پر ایمان لایا جائے۔

فائدہ ۴۔ جلالین میں ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا۔ اِیْ اٰمَنُوْا بِالْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِ۔ بیضاوی اس کے معنی لکھتے ہیں۔ الذین اٰمَنُوْا بِالْاَنْبِیَاءِ جو محض زبانی ایمان لائے۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اقوال بھی ہیں (ملاحظہ ہو روح المعانی) فَلَهُمْ فِيْ مَا فَرَّضْنَا مِنْ شَيْءٍ ثَلَاثُ اَنْوَاعٍ... عَمِلَ صَالِحًا حِمْلًا شَرِیْہً ہے اور بعد کی عبارت... یَخْرُجُوْنَ تَحْتَ اَشْجَارٍ تَحْتَ اَشْجَارٍ تَحْتَ اَشْجَارٍ تک جزائیہ ہے۔

فائدہ ۵۔ صاحبین۔ صابی فرقہ کے لوگ، یہ ایک ستارہ پرست قوم تھی جو بابل اور بلاد عراق میں آباد تھی۔ اس لفظ کے عربی ہونے میں اختلاف ہے عراق پر مختلف ادوار میں بیرونی اقوام کی فتح یا بی کی صورت میں ان میں سے بعض فاتح قوم کا مذہب اختیار کر لیتے تھے۔ جب عراق، شام اور مصر میں اسلام کا غلبہ ہوا تو ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ کھلم کھلا اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اور کچھ اپنے قدیم دستور پر تکیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسماعیلیہ کی حیدگری اسی فرقہ کے تکیہ کی ایک نمود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص)

وَ اِذْ اٰخَذْنَا۔ اِیْ دَاۤءِ کُرْدُۡ اِذْ اٰخَذْنَا۔ اور یاد کرو وہ وقت (جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا) مِیْثَاقُکُمْ، مضاف الیہ، مِیْثَاقُ پختہ عہد، قول و قرار جس پر قسم کھائی گئی ہو، یا پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ (و ثاقہ سے اسم آلہ) یا پختگی اور مضبوطی بمعنی مصدر جیسے الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ (۲: ۲۴) وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۴) یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور تورات پر عمل کرنے کا تھا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ واو عاطفہ فوق۔ اسم طرف اوپر۔ تَحْتَ کی ضد ہے الطُّوْر عربی زبان میں طُور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں طُور کا استعمال ایک مخصوص اور متعین پہاڑ کے لئے ہوا ہے چنانچہ الطُّور میں الف لام عہد کا ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جملہ کا ترجمہ ہے اور ہم نے طُور کو تم پر بلند کیا اور کھڑا کیا۔ اس کی فی الواقع کیا صورت تھی اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ اپنی جگہ سے الگ کر کے بنی اسرائیل کے سروں پر سائبان کی طرح لا کھڑا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اگر تم تورات کو نہ مانو گے تو یہ پہاڑ تم پر چھوڑ

دیا جائے گا۔ بعض نے توریت کے اس بیان سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے اکھڑے ہوئے اور کوہ سینا پر زبر و بالادھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا اور سارا پہاڑ متزلزل ہو گیا۔ (باب خروج ۱۹ آیت ۱۸) اور ان کو حکم ہوا کہ توریت کو قبول کرو۔ ورنہ پہاڑ کو تم پر گرا دیا جائے گا۔ اور تم اس کے نیچے دفن ہو کر رہ جاؤ گے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ خُذُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم لو، تم پکڑو۔ مَا موصولہ اور آتَيْنَاكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلوہ موصول وصلہ مل کر خُذُوا کا مفعول ہوا۔ مراد توریت۔

بِقُوَّةٍ۔ جار مجرور۔ مضبوطی سے

لَعَلَّكُمْ۔ لعل حرف مشبہ بالفعل کمۃ اس کا اسم۔ شاید تم۔ تاکہ تم (یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں)

تَتَّقُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افعال) مصدر۔ تم پر ہیز گار بننے ہو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ شاید تم پر ہیز گار بن جاؤ۔ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ۔ پھر، ازال بعد۔ حرف عطف ہے۔ تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے۔

تَوَلَّيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلَّى (تفعّل) تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا

لَوْلَا۔ امتناعیہ ہے۔ اور لَوْ حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے

فَضَّلُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ دَرَجَتَهُ۔ فَضَّلُ اللّٰهُ مضاف الیہ عَلَیْكُمْ جار مجرور مل کر متعلق فَضَّلُ فِضْلُ اپنے متعلق اور مضاف الیہ (اللہ) سے مل کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف دَرَجَتَهُ کا۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدأ رجب کی خبر حاضِرٌ محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔

لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ لام تاکید کا ہے جواب شرط میں آیا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط ہے۔ تو تم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوتے۔

(۶۵: ۲) وَلَقَدْ۔ واؤ۔ عاطفہ ہے لام تاکید کا۔ قَدْ، ماضی پرد اخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ سو لام تاکید

اور قَدْ فعل عَلِمْتُمْ پرد اخل ہونے پر معنی ہوں گے۔ تحقیق تم خوب جانتے ہو۔ تاکید بالائے تاکید۔

اِعْتَدَا۔ انہوں نے زیادتی کی۔ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے گند گئے۔ اِعْتَدَا (افعال) مصدر سے ماضی

کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حق سے تجاوز کرنے کو اِعْتَدَا کہتے ہیں۔

فِی السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن کے دوران سَبْتِ کے اصل معنی قطع کرنے کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سَبَتِ الْفَقْہُ

اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ پھر اس کے معنی ہفتہ کا دن ہے۔ کیونکہ اہل یہود اس روز کاروبار چھوڑ دیتے

تھے اس لئے اس روز کا دوسرے کاروباری ایام سے رشتہ کٹ گیا۔ اس طرح آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا

= (۹-۷۸) اور ہم نے تمہاری نیند کو موجب راحت بنایا۔ اس میں سُبَات کے معنی حرکت و عمل سے کٹ کر آرام کرنا کے ہیں

بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کو سبت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قطع کیا یعنی پیدا کیا۔ یا اس لئے کہ یہود کو اس دن عبادت کے سوا اور کل کاموں سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہوا تھا۔

قِرْدَةً۔ بندر۔ جمع کا صیغہ ہے۔ قِرْدٌ واحد ہے یہ منصوب بوجہ کو نُؤا کی خبر کے ہے۔

خُسَيْنٍ۔ خُسًا سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ذلیل و خوار۔ خُسًا کسی کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے۔ مثلاً خُسَاتُ الْكَلْبِ۔ میں نے کتے کو دھتکارا۔ خُسَيْنٍ۔ کُنْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے یا قِرْدَةً کی صفت فَبَعَلْنَا هَا۔ میں ہا ضمیر مفعول واحد مَوْنٌ غَاب۔ یا الْقَرْيَةَ کے لئے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یا خُسِيَانُ کے لئے ہے یا واقعہ کے لئے ہے یا اس قصہ کے لئے۔

نَكَالًا۔ نَكَلٌ جانور کی بیڑی اور لوہے کی لگام کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع انْكَالٌ ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ لَدَيْتَا اَنْكَالًا وَجَحِيْمًا (۱۲: ۷۳) بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ۔ نَكَالًا مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا مَا بَيْنَ يَدَيْهَا۔ جو اس کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَهَا۔ اور جو اس کے بعد میں ہے۔ ہر دو جملہ میں مَا بمعنی مَنْ ہے اور مراد اس وقت کے موجود لوگ اور اس زمانہ کے بعد میں آنے والے لوگ ہیں ہا ضمیر کا مرجع وہی ہے جو جَعَلْنَا هَا میں اوپر بیان ہوا۔

وَمَوْعِظَةً۔ اِی وَجَعَلْنَا هَا مَوْعِظَةً۔ اور ہم نے بنا دیا اس واقعہ کو متقیوں پر ہیزگاروں کے لئے نصیحت۔ مَوْعِظَةً اسم مصدر بمعنی نصیحت ہے۔ قاموس القرآن میں ہے مَوْعِظَةً اِسْ نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے۔ خلیل غوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو مصلحت کی یاد دہانی کرنا اس طرح پر کہ اس کے دل پر اثر ہو موعظۃ اور وعظ کہلاتا ہے اور بقول بعض موعظۃ وہ کلام ہے جس میں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ خیر و صلاح کی دعوت دی گئی ہو۔ (تفسیر خازن)

علامہ عبد اللہ بن احمد نسفیؒ لکھتے ہیں۔ موعظۃ وہ نصیحت ہے جس میں محبوب و مرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے اور ہر مکر وہ و ناپسند چیز سے روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت موعظۃ فرمائی ہے یَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ (۵۷: ۱۰) اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔ الْمُتَّقِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پرہیزگار۔ تَقَوُّیْ وَلَی۔ اِتَّقَاءُ مصدر۔

(۶۷: ۲) اَنْ تَذْبَحُوا۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ تَذْبَحُوا۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ذَبَحٌ (باب فتح) مصدر سے کہ تم ذبح کرو۔

اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ہمزہ استفہامیہ تَتَّخِذُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِتَّخَذُ (افتعال) مصدر سے تو بناتا ہے۔ تو پکڑتا ہے نا۔ ضمیر مفعول جمع مکمل۔ هُزُوًا۔ مفعول ثانی۔ مصدر باب فتح۔ بمعنی اسم مفعول۔ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ مسخر۔ کیا تو ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔

أَعُوذُ - مضارع واحد متکلم عَوَّذَ (باب نصر) مصدر سے جس کا معنی دوسرے سے التجار کرنا اور پناہ مانگنا ہے میں پناہ پاتا ہوں بِاللّٰهِ الشُّدٰی۔

اَنْ اَكُوْنُ - اَنْ مصدر یہ اَكُوْنُ مضارع منصوب واحد متکلم - كُوْنُ (باب نصر) مصدر سے، کہ میں ہو جاؤں۔
الْجَاهِلِيْنَ - جَاهِلٌ کی جمع بحالت جر اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جہالت تین قسم پر ہے (۱)، انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں (۲)، کسی چیز کے خلاف واقع یقین و اعتماد کر لینا (۳)، کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہتے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔ اسی لحاظ سے آیت ہذا میں هٰذَا کو جہالت قرار دیا ہے۔ جہالت کے معنی ناواقفیت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :
يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ اَعْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا،
۲: ۶۸ - اُذْعُ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعَوٰهُ (باب نصر) مصدر سے۔ تودعا کر، تودانگ۔

يُبَيِّنُ - مضارع مجزوم (بوجوب امر) واحد مذکر غائب، بَيَّنَّ (تفعیل) مصدر سے۔ وہ کھول کر بیان کرے
مَا هِيَ - وہ کیسی ہے؟ یہاں گائے کی ماہیت یا جنس دریافت نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ تو ان کو معلوم ہی تھا صرف تجاہل عارفانہ سے بال کی کھال اتارنے لگے تھے۔

فَارِضٌ - اسم فاعل واحد مذکر، فَرَضَ (باب ضری) مصدر سے۔ جس کے معنی لکڑی کا ٹٹا۔ یا کسی ٹھوس چیز کو کاٹنا ہے۔
فَارِضٌ - وہ بیل یا گائے جس نے اپنی جوانی کی عمر کاٹ دی ہو اور عمر رسیدہ ہو گئی ہو، یا زمین کو جوتنے والا بیل یا گائے
بَكْرٌ - بن بیابھی۔ کنواری۔ جس نے ابھی بچہ نہ جنا ہو۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا (۵۶: ۳۶) تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایا۔

عَوَاتٌ - میانہ عمر۔ عورتوں اور مولیشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو اس کو عَوَان کہتے ہیں اس کی جمع عَوَاتٌ ہے۔
بَقْرَةٌ صَفْرَاءُ - موصوف صفت، زرد رنگ کی گائے۔ صَفْرَاءُ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع بروزن فَعْلَاءُ، فُعْلٌ، صَفْرٌ ہے۔ صَفْرَاءُ صفت اول ہے بَقْرَةٌ کی۔
فَاقِعٌ لَّوْنُهَا - فَاقِعٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ لَوْنُهَا مضاف مضاف الیہ مل کر فَاقِعٌ کا فاعل۔ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر بقرة کی صفت ثانی ہے۔ فَاقِعٌ شوخ زرد رنگ۔

تَسْرٌ - مضارع واحد مذکر غائب، تَسْرُوْهُ (باب نصر) وہ بھاتی ہے۔ خوش آتی ہے۔ تَسْرُ النَّاطِرِينَ دیکھنے والوں کو بھاتی ہے، بھلی لگتی ہے۔ یہ صفت سوم ہے بقرة کی۔

تَشْبَهُ - مضارع واحد مذکر غائب تَشَابَهٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر بمعنی باہم مشابہ و مائل ہونا۔ تَشَبَهَ وہ مشابہ ہوا۔ وہ مشبہ ہوا
اِنَّ الْبَقَرَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا - بے شک ہمیں گایوں میں شبہ پڑ گیا۔ یہ مکرر سوال کرنے کا انداز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن صفات کی گائے ارشاد ہوئی اس جیسی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصود حاصل

ہوگا۔ یہاں تشابہت مَوْنَتْ کا صیغہ اس لئے استعمال نہیں کیا کہ لفظ البقرة مذکر ہے (اگرچہ مراد مَوْنَتْ ہے) لَمْهْتَدُونَ ہاے لَمْهْتَدُونَ الی البقرة المراد بذبحہا۔ ہم ضرور راہ پالیں گے (یعنی تلاش کریں گے) وہ گائے جس کا ذبح کرنا مقصود ہے۔ لام تاکید کا ہے۔

مُهْتَدُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتَدَاءُ (افتعال) مصدر، ہدایت پانے والے، راہ راست پانے والے (۷۱:۲) ذَلُّوْا۔ نرم، مطیع۔ ہموار، پست، ذَلُّ۔ اور ذَلُّ۔ سے، (باب ضَرْب) منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔ اس قسم کی مطیع اور منقاد سواری کو ذَلُّوْا کہا جاتا ہے۔

تُثْبِتُ: مضارع واحد مَوْنَتْ غَائِب۔ اِثْبَاتٌ (باب افعال) مصدر بمعنی برانگیختہ کرنا۔ ابھارنا۔ زمین کے جوتے اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے میں چونکہ یہ معنی موجود ہیں اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جوتے کے لئے آیت ہذا۔ اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے کے لئے اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَّاحَ فَتُثْبِتُ سَحَابًا۔ (۷۸:۳۰) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں (اوپر اٹھاتی ہیں) وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ۔ لَا تَسْقِی مضارع منفی واحد مَوْنَتْ غَائِب۔ سَقَى (باب ضَرْب) مصدر۔ زدہ پانی پلاتی ہے۔ زدہ سیراب کرتی ہے۔ الْحَرْث۔ کھیتی، زراعت حَرْثَ یَحْرَثُ (باب ضَرْب) کا مصدر ہے۔ بمعنی بیج ڈالنا۔ کھیتی کرنا۔ کھیت کو بھی حَرْث کہتے ہیں۔

لَا ذَلُّوْا تُثْبِتُ الْاَرْضَ (ایسی) مطیع و منقاد کہ زمین جوتے۔ یہ صفت ہے بَقَرَةٌ کی۔ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ۔ اور نہ کھیت سیراب کرتی ہے یہ صفت دوم ہے بَقَرَةٌ کی۔

مُسْلَمَةٌ اسم مفعول واحد مَوْنَتْ تَسْلِمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ سالم، بے داغ۔ یہ صفت سوم ہے بَقَرَةٌ کی، شِیْءٌ۔ داغ۔ نشان، علامت۔ شِیْآتٌ۔ جمع شِیْءٌ اصل میں دَشِیْءٌ شَمَقًا۔ اور دَشِیْءٌ یَشِیْءُ باب ضَرْب کا مصدر ہے۔ اس کی ہا و او محذوف کے عوض میں ہے دَشِیْءٌ کے اصل معنی کسی چیز میں اس کے تمام رنگوں کے خلاف اور رنگ لگانے کے ہیں۔ یعنی ایسا رنگ جو سائے بدن کے رنگ کے خلاف ہو، دَشِیْءٌ مادہ۔ لَا شِیْءَ فِیْہَا اس میں اپنے رنگوں کے علاوہ کوئی خلاف رنگ نہ ہو۔ یعنی بے داغ ہو، یہ صفت چہارم ہوئی بَقَرَةٌ کی۔

الْثَّنَّ۔ اب۔ ظرف زمان ہے۔ مبنی برفتح ہے، الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے، راغب امثہانی المفردات میں لکھتے ہیں الثَّنَّ۔ ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے درمیان فرض کیا جاوے۔ اسے الثَّنَّ کہتے ہیں۔ جیسے الثَّنَّ اَفْعَلُ کَذَا۔ میں اب کرتا ہوں۔ اور الثَّنَّ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ آتا ہے۔ اَدْنٰی مادہ ہے۔

الْثَّنَّ جِئْتَ بِالْحَقِّ۔ اب تو لایا ہے صحیح پتہ۔ یعنی اب پوری حقیقت اس گائے کی بیان کی ہے۔

وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ هَكَادَ يَكَادُ - كَوَدُ (باب سَمِعَ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے کَادَ
افعال مقاربت میں سے ہے اور فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے کَادَ۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً يَكَادُ الْبَرَقُ يَخْطِفُ الْبَصَارَهُمْ
(۲۰: ۲) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی ہی اچک لے جائے (گو ابھی اس نے ان کی بینائی اچکی نہیں ہے لیکن
قریب ہے کہ ایسا ہو جائے) (ب) اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا
لیکن قریب تھا کہ واقع نہ ہی ہوتا۔ جیسے آیت ہذا میں ہے قَدْ بَحُّوْهُمَا وَ مَا كَادُوا يَفْعَلُوْنَ ہ پھر انہوں
نے گائے کو ذبح کیا اور قریب تھا کہ وہ ذبح نہ ہی کرتے۔ یعنی ذبح کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے (نیز ملاحظہ ہو
(۲۰: ۲) كَوَدُ۔ بمعنی ارادہ اور خواہش بھی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا۔
لَيُجْزِيَنَّ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی (۱۵: ۲۰) بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے قوت)
کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

(۴۲: ۲) فَادَّارَءَتْهُمْ فِيْهَا۔ فاء عاطفہ ہے۔ اِدَّارَءَتْهُمْ اصل میں تَدَارَءَتْهُمْ مِمَّا تَدَارَءُ (تَفَاعُلٌ) مصدر
جس کے معنی لڑائی میں ایک دوسرے پر سے ہٹانا۔ متفق نہ ہونا۔ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا اِنِّیْ تَدَاوَعْتُ۔
تَدَاوَعَتْهُمْ۔ کی تاء کو دال میں بدل کر دال مابعد میں مدغم کر دیا۔ پھر ابتداء بال سکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ
وصل لائے۔ اِدَّارَءَتْهُمْ ہو گیا۔ معنی یہ ہے کہ۔ تم ایک دوسرے پر (اس قتل کا) الزام لگانے لگے۔

فِيْهَا اِیْ فِیْ قَتْلِ نَفْسٍ۔ ہا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نفْسًا ہے۔
مُخْرِجٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ نکالنے والا۔ باہر نکالنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔
مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ ما موصولہ، کُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اس کا صلہ۔ جو تم چھپا رہے تھے۔ اور موصول وصلہ مل کر مُخْرِجٌ
کا مفعول بہ ہے۔ یعنی جو تم چھپا رہے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ کُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر
حاضر ہے۔ کِتْمَانٌ یا کُتْمٌ مصدر۔

(۴۳: ۲) فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا۔ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نفْسٌ ہے، چونکہ مقتول شخص آدمی تھا اس لئے
ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔ بِبَعْضِهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب بَقْرَۃً کے لئے ہے۔ پس ہم نے کہا کہ مقتول کی
میت کو گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو، یا اس کا کوئی پارچہ مقتول کی لاش پر رکھ دو۔

فَانْدَا بِبَعْضِهَا۔ کے بعد عبارت مقدر ہے۔ اِیْ فَضْرَبُوْهُ فجی۔ پس انہوں نے مقتول کو اگائے
کے جسم کا ایک ٹکڑا لگایا۔ تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح۔ یعنی مقتول کے زندہ ہونے کی طرح۔ جس طرح
یہ مقتول زندہ ہو گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

يُرِيكُمْ آيَاتِهِ - يَوْمِي - مضارع واحد نكرة غائب . اِنَاءَةُ (افعال) مصدر سے - وہ دکھاتا ہے - فعل بافاعل -
 كُمْ ضمير جمع نکر حاضر - مفعول اول آيَاتِهِ مضاف مضاف الیه - مفعول ثانی - وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا
 ہے - یہاں خطاب ان لوگوں سے ہے جو یا تو اس قتل کے وقت کے تھے - یا نزول آیت کے وقت رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں -

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ - لَعَلَّكُمْ - شاید تم سمجھ جاؤ تاکہ تم عقل سے کام لو - (نیز ملاحظہ ہو ۵۲: ۹) تَعْقِلُونَ مضارع
 جمع نکر حاضر . عَقْلٌ (باب ضوَب) مصدر سے جس کے معنی سمجھنے اور عقل رکھنے کے ہیں -
 ثُمَّ - پھر تب ، (ملاحظہ ہو ۲۸: ۲) یہاں ثُمَّ استبعادِ قسوة کے لئے ہے - یعنی اتنی رقت اور نرمی کے اسباب دیکھنے
 پر یہ قساوت ہے جو نہایت بعید ہے - بہت بڑی قساوت ہے - قساوة اصل میں اس موٹائی کو کہتے ہیں جو سختی اور
 کرسنگی لئے ہوئے ہو - اور یہاں رحمت اور نرمی اور خیر کا دلوں سے نکل جانا مراد ہے -

ابعض کے نزدیک یہ تراخی زمان کے لئے ہے روح المعانی میں ہے وقیل انها للتراخی فی الزمات لانہم
 قست قلوبہم بعد مدۃ حین قالوا ان المیت کذب علیہم - یہ تراخی زمان کے لئے ہے کیونکہ ان کے دل کچھ
 مدت کے بعد سخت ہو گئے ، جب وہ یہ کہنے لگے کہ میت نے ان کے خلاف جھوٹ کہا ہے -

قَسَتْ - ماضی - واحد مَوْنٌ غائب قَسَوْتُ وَقَسَادَةٌ (باب نصر) بمعنی دل کا سخت ہونا - بے رحم ہونا - سنگ
 دل ہونا - حَجَرٌ قَاسٍ - سخت پتھر - قَسَى الْقَلْبُ ، سخت دل ، پتھر دل -

فَهِيَ - فاء عاطفہ ہی ضمیر واحد مَوْنٌ غائب اس کا مرجع قلوب ہے

كَأَنَّ حِجَارَةً - کاف تشبیہ کے لئے ہے - پتھر کی طرح (سخت)

أَوْ أَشَدُّ قَسَوَةً - أَوْ بمعنی یا ، اور بمعنی بَلْ - أَشَدُّ اَفْعَلُ التَّفْضِيلُ کا صیغہ ہے - زیادہ شدید

قَسَوَةً (ضمیر سختی اور غلظت کے لحاظ سے -

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - اَوْ کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں -

۱، بمعنی یا - تشبیہ میں اختیار دینے کے لئے - یعنی مخاطب کو اختیار ہے کہ ان کے دلوں کو خواہ پتھر سے تشبیہ

یا پتھر سے بھی زیادہ سخت سے - دونوں صورتیں صحیح ہیں

۲، بمعنی بَلْ - بلکہ - ان کے دل سختی میں گویا پتھر ہیں - بلکہ سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں -

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ - لَمَّا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْآ نَهْرُ - واؤ عاطفہ ، إِنَّ حرف مشبہ بالفعل مِنَ الْحِجَارَةِ

جار مجرور - مل کر إِنَّ کی خبر مقدم لَمَّا میں لام تاکید کی ہے - اور مَا اسم موصول (بمعنی الَّذِي) يَتَفَجَّرُ -

فعل مِنْهُ جار مجرور مل کر متعلق فعل - الْآ نَهْرُ فاعل - فعل ، متعلق فعل اور فاعل مل کر صلہ اپنے موصول کا ہے

موصول اور صلہ مل کر إِنَّ کا اسم مؤخر ہے إِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا - ترجمہ ہوگا - بے شک جن ہیں

دریا یا نہریں پھوٹی ہیں۔ وہ پتھروں میں سے ہی تو ہیں یا پتھروں سے ایسے پتھر بھی تو ہیں جن سے دریا پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ يَنْفَجِرُ، مضارع واحد مذکر غائب۔ تَفْجَرُ (تَفْعَلُ) مصدر، پھوٹ کر نکلتی ہے الْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھیلانے اور شق کر دینے کے ہیں۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔ فُجِرَ کے معنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ بدکردار اور کاذب کو فاجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدکردار اور کذب بیانی بھی فحور کی ایک قسم ہے۔ اور فَجَرَ کے معنی پانی یا چشمہ جاری کرنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا (۱۲: ۵۴) اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔

يَشْقُقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَشْقُقُ (تَفْعَلُ) مصدر۔ يَشْقُقُ اصل میں يَتَشَقَّقُ تھا۔ ت کو ش میں بدل کر ش کو ش میں مدغم کر دیا۔ وہ پھٹ جاتا ہے وہ شق ہو جاتا ہے۔ الشَّقَّةُ پھاڑا ہوا ٹکٹ۔ جلد کا ترجمہ ہوگا اور بعض ایسے پتھر ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

يَهْبِطُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر هَبُوطٌ، مصدر (باب ضرب) وہ اوپر سے نیچے گھر پڑتا ہے۔ وہ اترتا ہے، یعنی ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف سے (اوپر سے) نیچے گر پڑتے ہیں۔ مِنْهَا میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور هَا۔ ضمیر کا مرجع الحجازۃ ہے۔

عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصول، عَمَّا اور عَمَّا میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر میں مَا کے الف کو ادغام کے وقت حذف کر دیا گیا ہے اور مؤخر الذکر میں اسے بحال رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَا استفہامیہ (اول الذکر) اور ما موصولہ خبریہ (مؤخر الذکر) میں تمیز ہو سکے۔ قرآن مجید میں ہے عَمَّا يَتَسَاءَلُونَ (۱: ۷۸) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔

(۷۵: ۲) أَفَتَطْمَعُونَ، سہزہ استفہامیہ۔ فَأَدْعَا طِفْ (ملاحظہ ہو۔ ۲-۲۴) تَطْمَعُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر طَمَعٌ۔ مصدر (باب فتح) تم توقع رکھتے ہو۔ تم طمع رکھتے ہو۔

أَنْ يَكُونُوا۔ اس سے قبل حرف جر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فَيَكُونُوا أَنْ يَكُونُوا۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَكُونُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تقدیر کلام أَفَتَطْمَعُونَ فِي إِيمَانِهِمْ۔ جملہ اَنْ يَكُونُوا... وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ اپنی تمام تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے تَطْمَعُونَ کا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوا کلام آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور بیان یہودیوں کا ہے۔

كَلَامَ اللَّهِ اِی التوراة۔

يُحَرِّفُونَ۔ يَحَرِّفُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَحْرِيفٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے۔ بگاڑ دیتے ہیں، بدلتے ہیں۔ یہ تحریف معنوی بھی ہو سکتی ہے اور لفظی بھی۔ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ۔ اِی لِيَسْمَعُونَ

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ: الف استفہامیہ، تُحَدِّثُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تُحَدِّثُ (تفعیل) مصدر
معنی باتیں کرنا۔ بیان کرنا، کہنا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ضمیر کا مرجع مسلمان ہیں) کیا تم ان کو (مسلمانوں کو)
بتا دیتے ہو۔

بِمَا: ب حرف جار ہے مَا موصولہ فتح اللہ عَلَیْکُمْ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مجرور ب کا۔
جار مجرور مل کر فعل تُحَدِّثُوْنَ کے متعلق۔

لِيُحَاجُّوْکُمْ میں لام کئی کا ہے بمعنی تاکہ۔ يُحَاجُّوْا فعل مضارع منصوب جمع مذکر غائب، مَحَاجَّةٌ (مفاعلة)
مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ وہ (یعنی مسلمان) جھگڑا کریں تم سے (یعنی اہل یہود سے)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ الف استفہامیہ ہے ف عاطفہ۔ حرف استفہامیہ کے حرف عطف سے متقدم ہونے کے متعلق
ملاحظہ ہو۔ (۴۴:۲) کیا تم نہیں سمجھتے۔

قَالُوْا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ..... تَعْقِلُوْنَ: وہ (یعنی اہل یہود) کہتے ہیں (اپنے ساتھیوں سے خلوت میں) کیا تم
ان کو (یعنی مسلمانوں کو) وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں (یعنی توراۃ میں جو باتیں دین اسلام کے برحق
ہونے کے متعلق آئی ہیں) تاکہ وہ (یعنی مسلمان) تمہارے مقابلہ میں تمہارے رب کے حضور قیامت کے روز بطور حجت
پیش کر سکیں۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

۲: ۷۷۔ اَدَلَّا يَعْلَمُوْنَ۔ الف۔ استفہامیہ داؤ عاطفہ (ملاحظہ ہو ۴۴:۲) يَعْلَمُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب
اہل یہود کے لئے ہے۔

مَا یُسِرُّوْنَ وَاَ مَا یُعْلِنُوْنَ۔ ما موصولہ۔ یُسِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْرَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (صلہ
اپنے موصول کا) جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

یُعْلِنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) جو وہ ظاہر کرتے ہیں

۲: ۷۸۔ مِنْهُمْ۔ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب الیہود کے لئے ہے۔ مِنْ تبغیضیہ ہے۔

اُمِّیُّوْنَ۔ بے پڑھے لکھے۔ اُمِّیُّ کی جمع۔ اُمِّیُّ (ماں) کی طرف منسوب ہے یعنی وہ جیسا ماں کے پیٹ سے

پیدا ہوا ویسا ہی رہا۔ کچھ لکھا پڑھانہ ہو۔ عرب والوں کو اہل یہود اس واسطے اُمِّیُّوْنَ کہتے تھے کیونکہ وہ قوم پڑھی
لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اُمِّیُّ کہا گیا ہے تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمِّیْن کے ایک فرد تھے
یا اس لئے کہ آپ نے کسی مخلوق کی شاگردی کر کے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے۔ اگرچہ بواسطہ وحی الہی آپ کو
وہ علوم حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی مخلوق کو نہ حاصل ہوئے نہ ہوں گے۔

الْكِتٰبِ: ای التوراة۔ جیسا کہ کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ اس میں ال عہد کا ہے۔

اَمَانِیٍّ۔ جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے۔ اَمَانِیُّ بروزن آفَاعِلٌ، بتشدید یا ہے اُمْنِیَّةٌ کی جمع

م ن ی حدود مادہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ
نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ (۲: ۱۱۱) اور وہ (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا اور کوئی
بہشت میں نہ جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطلہ ہیں اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ (۲۲: ۵۲) اور ہم نے تم سے
پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اس کا حال یہ تھا کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو
میں (دوسو سو) ڈال دیتا تھا۔ نیز قرآن مجید میں ہے وَلَا ضَلَالَتَهُمْ وَلَا مَئِينَهُمْ (۴: ۱۱۹) اور میں ان کو
گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور ان کو (جھوٹی) امیدیں دلاتا رہوں گا۔

المفردات میں ہے۔ کہ کسی چیز کی تمنا سے جو صورت ذہن میں آتی ہے اسے اُمْنِيَّة کہا جاتا ہے۔ اور کذب چونکہ کسی
غیر واقعی چیز کا تصور کر کے لفظوں میں بیان کر دینے کو کہتے ہیں گویا تمنی جھوٹ کا مبداء ہے لہذا جھوٹ کو تمنی سے تعبیر
کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی معنی میں حضرت عثمان کا قول ہے مَا تَغْنَيْتُ وَلَا تَمْنَيْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ (میں
نے جب سے مسلمان ہوا نہ راگ گایا ہے نہ جھوٹ بولا ہے۔

وَأَنْ هُمْ إِلَّا - میں ان نافیہ ہے۔ اور الّا حرف استثناء
يُظَنُّونَ ہ مضارع جمع مذکر غائب ظنّ (باب نصر) سے مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ مطلب اور وہ محض
الٹل بچو باتیں بناتے ہیں۔

ظنّ کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظنّ کہتے ہیں، یہ علامات قوی ہوں تو ان سے علم کا درجہ
حاصل ہو جاتا ہے، مگر جب بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی
ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد انّ یا انّ استعمال ہوتا ہے
مثلاً يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا اللَّهِ (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے، مگر جب وہ
ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ صرف انّ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے
عدم کے ساتھ مختص ہوتا ہے مثلاً ذَا النُّوبِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱: ۸۷)
اور ذوالنوب کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر
قابو نہیں پاسکیں گے۔

۲: ۷۹ - وَبَلَاءٌ - اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، عذاب کی شدت، رسوائی،
کلمہ حسرت و ندامت، اگر دَیْلٌ: دَیْلَةُ کی اصناف ضمیر کی جانب ہو تو غیبت، خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی
ہیں۔ مثلاً وَبَلَّغْنَا مَصَافَ مَصَافِ الْيَوْمِ (ہم نے تمہاری ہلاکت) (۱۸: ۴۹) وَبَلَّغْنَا مَصَافَ الْيَوْمِ، تو مرے
وَبَلَّغْنَا (۲۱: ۱۴) ہمارے ہماری موت (کلمہ حسرت)۔

تفسیر حقانی میں ہے دَلِيلٌ زبانِ عرب میں ناراضگی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں تَفْتُ اور پھٹے منہ بولتے ہیں پس وہ جو امام احمد اور ترمذی اور ابو یعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویلِ جہنم میں ایک کنواں ہے اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم میں پہاڑ ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے کلمہ ویل کا مظہر ہیں یعنی ان کی ناراضگی ان صورتوں میں ظہور کرے گی۔ سو یہ سب سچ ہے۔
مِتَّا۔ مرکب ہے مِنْ تَعْلِيلِهِ (مُتَعَلِّقٌ بِوَيْلٍ) اور مَامُوصُولٌ ہے۔ یعنی تَفْتُ ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا۔

كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ۔ اَيْدِيٌّ جمع يَدٌ کی۔ مضاف، هُمُ مضاف الیہ مضاف الیہ مل کر فاعل كَتَبَتْ کا۔ ان کے ہاتھوں نے لکھا۔ یہ جملہ صلہ ہے اپنے موصول کا۔

باوجودیکہ لکھتے ہاتھوں ہی سے ہیں نہ کہ پاؤں سے۔ پھر اس کو جو ذکر کیا تو تاکید کے لئے ہے۔

مِمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ بوجہ اس کے جو انہوں نے کمایا۔ مِمَّا کے لئے اور تحریر ہو چکا يَكْسِبُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے كَسَبٌ (باب ضَرْبٍ) مصدر سے۔ وہ کماتے ہیں۔ وہ کمائی کرتے ہیں۔

لَنْ تَمْسَا النَّارَ۔ لَنْ تَمَسَّ۔ فعل مضارع نفی تاکید بَلَنْ واحد مَوْث غَائِبٍ کا صیغہ۔ مَسَّ باب نَصَرَ ضَرْبٍ سے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم کو ہرگز نہ چھوئے گی۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔ موصوف و صفت اَيَّامٌ۔ يَوْمٌ کی جمع ہے۔ اصل میں اَيَّوَامٌ تھا۔ واو کو یا بنا یا اور یا کو یا میں مدغم کیا۔ اَيَّامٌ ہو گیا۔ اَيَّامًا بوجہ ظرف منصوب ہے اور مَّعْدُوْدَةً اپنے موصوف کی نسبت منصوب ہے۔ مَّعْدُوْدَةً۔ اسم مفعول واحد مَوْث ہے۔ اور اس کی جمع مَّعْدُوْدَاتٍ ہے۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً گنتی کے چند دن۔ عَدُّ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ عَدَدٌ۔ گنتی۔ شمار۔

اَتَّخَذْتُمْ۔ اصل میں اَاتَّخَذْتُمْ تھا۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے۔ اَتَّخَذْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِتَّخَذَ مصدر (افتعال) سے۔ کیا تم نے اختیار کیا ہے یا لے رکھا ہے عہدًا مفعول عِنْدَ اللّٰهِ اللّٰہ کے حضور، اللّٰہ کے پاس۔ یعنی اللّٰہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَكَ۔ یہ جملہ جواب شرط میں ہے اس سے قبل شرط مقدر ہے اِیْ اِنِ اتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَكَ۔ اگر تم نے اللّٰہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے وعدہ کی ہرگز غلاف ورزی نہیں کرے گا۔ فَاَوْجَابُ شَرْطٍ مقدرہ کے لئے ہے۔ لَنْ يُّخْلِفَ۔ مضارع نفی تاکید بَلَنْ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ اِخْلَافٌ (افعال) مصدر۔

اَمْ تَقُولُوْنَ۔ میں اَمْ متصلہ اور منقطع دونوں ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں اسے اَمْ مُعَادِلَةٌ کہیں گے اور

یہ سہزہ استفہامیہ کے معنی دے گا۔ تقدیر کلام یوں ہوگی اَتَقْوُلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ اَمْ تَقْوُلُوْنَ عَلٰی مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - دوسری صورت میں (یعنی بصورت منقطعہ) معنی بل ہوگا۔ اِیْ بَلْ اَتَقْوُلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - یا کیا تم اللہ پر وہ باتیں بناتے ہو جن کو تم خود بھی نہیں جانتے۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں اَمْ متعلق یا اس کو منقطعہ کہا جائے بمعنی بل ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸: ۹)

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ اس میں ماموصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے۔ جسے تم خود نہیں جانتے ۸۱: ۲۔ بکلی۔ ہاں۔ حرف ایجاب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۷۶)

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ---- خَلِدُوتْ

مَنْ موصولہ ہے۔ كَسَبَ سَيِّئَةً جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَاَحَاطَتْ بِہِ خَطِيئَتُہُ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ (مَنْ موصولہ کا) صلہ اور موصول مل کر مبتداء متضمن معنی شرط۔ فَ جزائیہ۔ اُولٰٓئِكَ، مبتداء، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اول۔ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ هُمْ مبتداء، فِيْهَا متعلق خَالِدُوْنَ۔ جو خبر ہے مبتداء کی۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی ہے مبتداء اُولٰٓئِكَ کی۔ یہ مبتداء اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتداء متذکرہ بالا کی۔ اب یہ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف (آیت ۸۲) کا نقشہ یوں ہوگا۔

جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی ہے اپنے معطوف (آیت ۸۲) کا مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے	{	موصول	مَنْ		
		{	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	كَسَبَ سَيِّئَةً	
			{	دونوں مل کر صلہ	جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ
				اپنے موصول کا	جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
		ف۔ حرف جزاء			
		اُولٰٓئِكَ مبتداء			
		اَصْحٰبُ النَّارِ خبر اول			
		هُمْ۔ مبتداء			

فِيْهَا متعلق خَلِدُوْنَ { جملہ اسمیہ ہو کر خبر ثانی کی
 خَالِدُوْنَ خبر { مبتداء اُولٰٓئِكَ کی
 جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتداء (۴) کی

كَسَبَ کے معنی لغت میں نفع حاصل کرنے کے ہیں۔ سَيِّئَةً (گناہ) کے ساتھ اس کا تعلق بطور استہزار کے ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد بار ایسا استعمال آیا ہے مثلاً بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا - (۴: ۱۳۸)

اے پیغمبر! بشارت سادو منافقوں کو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے
وَ اَحَاطَتْ بِہِمْ خَطِیْئَتُہٗ۔ اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا ہو۔ یعنی وہ اپنے گناہوں میں گھر گیا ہو اور اسے
توبہ نصیب نہ ہوئی ہو۔

فَاُوْلٰئِکَ۔ پس وہی لوگ۔

خَلِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَلُوْا (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔

۸۲:۲۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت پر ہے۔

۸۲:۲۔ اِذْ فَعَلَ مَحْذُوْف۔ اِذْ کُر کے متعلق ہے اسم ظرفِ زمان ہے۔ بطور اسم ظرفِ مکان یا حرفِ مفاعلة
بھی آتا ہے۔

مِیْثَاقٌ بَرُوْزَن مِفْعَالٌ اسم آلہ ہے۔ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ۔ وَثَاقَةٌ سے۔ یا پختگی اور مضبوطی۔
(بمعنی مصدر) جیسے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ (۲:۲۴) وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو
توڑتے ہیں۔ مِیْثَاقٌ اس عہد کو بھی کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ منوکہ کیا گیا ہو (نیز ملاحظہ ہو ۲:۲۴) مِیْثَاقِ بَنِی
اِسْرَآئِیْل۔ مضاف مضاف الیہ۔ بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد۔ اَخَذْنَا کا مفعول ہے۔
لَا تَعْبُدُوْنَ سے لے کر وَ اَلْوَالِدَیْنِ زکوٰۃ تک میثاق کا مضمون ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) خبرِ معنی نہیں ہے (تم پرستش نہیں کرو گے) معنی تم پرستش مت
کرو! یہ صریح امر یا نہی ہے۔ ابلغ ہے۔ ایسے ہی اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا یُضَارَّ کَاتِبٌ وَلَا شَہِیْدٌ (۲:۲۸۲)
اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والا اور نہ گواہ۔ لَا یُضَارَّ بمعنی نہیں ہے یعنی کاتب اور گواہ کو نقصان مت پہنچاؤ۔
اسی بنا پر یہ اَحْسِنُوْا (جو بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سے قبل محذوف ہے) اور قُولُوْا (جو آگے آ رہا ہے) کا عطف لَا
تَعْبُدُوْنَ پر مستحسن ہو گیا۔

وَالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِیْ وَ اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (اور ماں باپ سے سہلائی کرتے رہنا)
وَذِی الْقُرْبٰی۔ اس کا عطف جملہ ماقبل میں اَلْوَالِدَیْنِ پر ہے۔ یعنی اور قرابت داروں کے ساتھ دھبی اُسن
سلوک کرنا۔ الْقُرْبٰی مثل الْحُسْنٰی یا الرَّجْحٰی مصدر ہے۔

وَالِیْتٰمٰی۔ یتیم کی جمع ہے۔ اس کا عطف بھی مثل ذِی الْقُرْبٰی۔ اَلْوَالِدَیْنِ (جملہ سابقہ) پر ہے
وَالْمَسَکِیْنِ۔ مسکین کی جمع۔ اس کا عطف بھی مثل ذِی الْقُرْبٰی وَالِیْتٰمٰی ہے۔ مَسْکِیْنٌ بروزن مفعیل
سُکُوْن سے مشتق ہے۔ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ اسے فقر اور تنگدستی نے ایک جگہ ساکن کر دیا
وَقُولُوْا۔ اس کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے (اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا)

حُسْنًا۔ نیک بات۔ مصدر ہے۔ مبالغہ کے طور پر قول کو حُسْنٌ (نیک) کہہ دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات

کہو جو سرتاپا نیکی ہو

وَاقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ - ہر دو جملوں کا عطف احسنوا پر ہے۔

ثُمَّ - پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے اس میں تو بیخ ہے مخاطبین کے لئے کہ مدت مدید تک اس میثاق کے زیر اثر رہنے کے بعد تم پھر پھر گئے۔

تَوَكَّيْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَكَّى مصدر سے۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔

وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ - جملہ عالیہ موكده ہے فاعل تَوَكَّيْتُمْ سے یا یہ جملہ مترضہ ہے اور تم تو ہو ہی ایسی قوم جو مادۂ موثیق سے پھر جانے والی ہے۔ مُعْرِضُونَ اسم فاعل جمع مذکر حاضر اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر منہ موڑنے والے۔ رخ گردانی کرنے والے۔ شروع رکوع سے بنی اسرائیل کو بطور غیبت ارشاد فرمایا اور ثُمَّ تَوَكَّيْتُمْ صیغہ خطاب سے کلام کا رخ موڑ دیا۔ جو بنی اسرائیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور جو آپ سے پہلے تھے سب کو بطور تغلیب خطاب ہے

۸۴: ۲ - لَا تَسْفِكُونَ (مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر) خبر معنی نہی۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو آیہ سابقہ

۸۳: ۲ لَا تَعْبُدُونَ کے محاذ، تَسْفِكُونَ - سَفَكَ - مصدر (باب ضرب) سے مشتق ہے جس کے معنی خون بہانا۔ اور آنسو بہانے کے ہیں۔ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ آپس میں کشت و خون نہیں کرو گے۔

دِمَاءَكُمْ - مضاف، مضاف الیہ - تمہارا خون

فائدہ - لَا تَسْفِكُونَ سے لے کر مِنْ دِيَارِكُمْ تک میثاق کا مضمون ہے اور یہ بدل ہے میثاق کا

ثُمَّ اقْرَأْتُمْ - ثُمَّ تَرَخِي فِي الرِّبَةِ - اقْرَأْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اقْرَأَ (اِفْعَالٌ) مصدر پھر تم نے اس پر پابند رہنے کا اعتراف بھی کر لیا

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ - حال موكده ہے - یعنی اور تم اس بات کے گواہ ہو کہ یہ عہد ہوا تھا۔ تَشْهَدُونَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر شَهِدَ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی حاضر ہونے اور موجود ہونے کے ہیں یا اس کا مصدر شَهِادَةٌ ہے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں

۸۵: ۲ - ثُمَّ - یہاں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں بلکہ بُعْدِ عہد کے لئے ہے۔ عہد کے توڑ دینے کے استبعاد کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ - پھر یہ تمہی ہو کہ اس میثاق کو توڑ کر آپس میں خون ریزی کرتے ہو

أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ - صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں اَنْتُمْ مبتدا ہے اور هَؤُلَاءِ خبر ہے اور معنی یہ ہیں کہ: پھر تم وہی بد عہد ہو جیسے کہا کرتے ہیں کیا تم وہی شخص ہو جس نے ایسا کیا۔ صفت بدلنے کو بمنزلہ ذات

کے بدلنے کے ٹھہرا کر ایسے کلام کا استعمال کیا کرتے ہیں اور جملہ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ یا تو حال ہے اور عامل اس میں معنی اشارہ کے ہیں اور یا اَنْتُمْ هَؤُلَاءِ کا بیان ہے اور یا یہ کہا جاتے هَؤُلَاءِ بمعنی الَّذِي ہے اور جملہ

تَقْتُلُونَ..... الخ. صلہ ہے اور صلہ و موصول مل کر اَنْتُمْ کی خبر ہے

تَظَاهَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَظَاهَرُوا (تَفَاعَلٌ) مصدر سے، تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہو اصل میں تَتَظَاهَرُونَ تھا۔ ایک تا اگر گئی۔ عَلَيْهِمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے وہ کشت و خون کرتے ہیں اور جن کو وہ ان کے گھروں سے باہر نکالتے ہیں۔

الْعُدُوَانِ۔ ظلم و زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُو (اباب نصر) کا مصدر ہے۔ عدوان کے معنی 'تعدی اور ظلم کے ہیں (امام ابو بکر سبحانی) بعض علماء سے نقل ہے کہ عدوان کے معنی بُری طرح حد سے بڑھ جانے کے ہیں خواہ یہ بات قوت میں ہو یا فعل میں ہو یا حال میں ہو۔ عدوان اس زیادتی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو ظلم کے بدلہ کے طور پر ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَا عُدُوَانَ اِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ (۲: ۱۹۳) ظلم کا بدلہ صرف ظالموں ہی سے لیا جائیگا۔ یا زیادتی نہیں صرف ظالم لوگوں پر۔ یا جرم کی سزا صرف ظالموں ہی کو ملے گی۔

تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدُوَانِ۔ یہ جملہ فاعل تَخْرِجُونَ سے حال ہے۔ يَا تُؤْكُمُ۔ يَأْتُوا۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شَرَطِيَّةٌ) كُمْ: ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر وہی لوگ غیر قویوں کے، قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں۔ اُسْرٰی۔ اَسِيرٌ کی جمع۔ قیدی۔ تَفَادَوْهُمْ! تَفَادَوْا۔ مضارع مجزوم (جواب شرط) صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُفَادَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر، جس کا مطلب ہے فدیہ دے کر چھڑانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع فعل يَأْتُوا کی ضمیر فاعل ہے، یعنی وہ لوگ جو قیدی بن کر آتے ہیں تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔ وَهُوَ مُحَرَّرٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ۔

و احوال یہ ہے هُوَ ضمیر شان جو اِخْرَاجٌ کی طرف عائد ہے۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔ جملہ حالیہ ہے اور هُمْ ضمیر فاعل يَأْتُوا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے اَفْتَوْ مِنْوَتَ۔ سہزہ استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ تو کیا تم ایمان لاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۴۱) فَمَا۔ فَاءَ۔ عاطفہ۔ مَا۔ نافیہ۔

خِزْيٌ۔ ذلت و خواری۔ رسوائی۔ خِزْيٌ يَخْزِي (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ مضاف، مضاف الیہ يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ کے منصوب ہے۔

يُرْدُّونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، رَدُّ (باب نصر) مصدر۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ اَشَدَّ۔ نہایت سخت، بہت شدید۔ افعِلْ التفضیل کا صیغہ ہے

الْعَذَابِ: مضاف الیہ اِلَى اَشَدِّ الْعَذَابِ اِی اِلَى عَذَابٍ اَشَدَّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا۔ اور قیامت کے روز، ایسے عذاب کی طرف (لوٹائے جاؤ گے) جو اس دنیاوی عذاب سے شدید تر ہوگا۔

وَمَا لِلَّهِ بِفَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ جملہ معترضہ ہے مَا نَافِيہ ہے۔ عَمَّا عَنْ حرف جار۔ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔

فائدہ - مدینہ میں مشرکوں کے دو قبیلے تھے۔ اوس اور خزرج۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ یہودیوں کے بھی اس وقت مدینہ میں یا کہ جوارِ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے، بنی نضیر اور بنی قریظہ، یہ دونوں قبیلے بھی باہمی کدورتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے حریف تھے۔ ان دونوں میں بنی نضیر قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ اور بنی قریظہ قبیلہ اوس کے ساتھی تھے اوس اور خزرج کی باہمی خانہ جنگیوں میں یہودی قبیلے بھی اپنے اپنے حلیف کے ہمراہ اپنے ہی مذہب قبیلوں کے مقابل لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے بے گھر کرتے تھے۔ لیکن (عجیب بات ہے کہ) ان یہودی قبیلوں میں سے کوئی لڑائی کے دوران اگر دوسری قوم کے ہاتھ میں اسیر ہو جاتا تو اسرائیلی کا آزاد کرانا کا ثواب سمجھ کر فدیہ کر اسے رہا کر لیتے تھے حالانکہ اس کا جلا وطن کرنا ہی حرام تھا جس کے سبب وہ اسیر ہوا تھا۔

۸۶:۲ اُولَٰئِكَ - اسم اشارہ بعید مذکر، اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کی کرتوتیں اوپر مذکور ہوئیں۔ اِشْتَرَوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتَرَاءُ (اِشْتَعَالٌ) مصدر جس کے معنی بیچنا اور خریدنا دونوں ہیں۔ شری۔ مادہ۔ آیت ہذا میں یہ معنی خریدنے کے ہے۔ یعنی جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔ اردو میں اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور مشتری خریدار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ مثل ہے، مشتری ہوشیار باش۔ خریدار کو جو کس رہنا چاہئے۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰ مِنْتَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۱۱:۹) خدا نے مؤمنوں سے خرید لئے ہیں۔

اور بیچنے کے معنی میں ہے وَشَرَوْهُ بِشَمَنِ ابْخَسٍ (۲۰:۱۲) اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا۔ لَا يُخَفَّفُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَخْفِيفٌ (تَفْعِيلٌ) ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ کمی نہیں کی جائے گی۔ تخفیف نہیں کی جائے گی۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ - واو عاطفہ ہے لَآ نَافِيہ هُمْ مبتدا ر يُنْصَرُونَ فعل مضارع مجہول ہے جو جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا کی خبر ہے۔ اور جملہ لَا هُمْ يُنْصَرُونَ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے جملہ سابقہ کا۔ لَا يُنْصَرُونَ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۸۷:۲ اَلْكِتٰبِ : اِی التَّوْرٰةِ -

تَقْفِيًا - ماضی جمع متکلم۔ تَقْفِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے۔ پیچھے بھیجنا۔ سمجھ کر دینا۔ اس کا مادہ قَفَا ہے۔ قَفَا کا معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ (گدی) قَفْوٌ۔ اور قَفْوٌ پیچھے چلنا، پیروی کرنا (اس معنی میں مجرب باب نصر سے مستعمل ہے) تَقْفِيَةٌ (باب تفعیل) دو مفعول چاہتا ہے اور اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں

(۱) کبھی دونوں مفعول پر حرف جر نہیں ہوتا۔ مثلاً قَفَّيْتُ زَيْدًا اَعْمُوًّا میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔
 (۲) کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے۔ قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہے مثلاً آیت ہذا۔ اور ہم نے اس کے پیچھے رسول بھیجے اور ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ اَثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۴: ۲۴) پھر ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسول بھیجے۔ (۳) کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً وَقَفَّيْنَا بِعِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ (۵۴: ۲۴) اور (پھر ان رسولوں کے) پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

اَلْبَيِّنَاتِ - بَيِّنَةٌ کی جمع ہے بوجہ جمع مَوْنٌ سالم کے منصوب ہے۔ روشن دلیلیں۔ کھلی ہوئی دلیلیں۔
 اَيَّدْنَا - اَيَّدْنَا ماضی جمع مکمل۔ تَأَيَّدُ (تَفْعِيلُ) مصدر بمعنی مدد کرنا۔ قوت دینا۔ تائید کرنا۔ کُضْمِرَ مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی تائید کی۔

رُوحُ الْقُدُسِ - مضاف مضاف الیہ، یہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے جیسے کہتے ہیں حَاقِمُ الْجُودِ اور رَجُلٌ صِدِّيقٌ۔ اور یہ مبالغہ کے اختصاص کے لئے ہے۔ یہاں بھی الْقُدُسِ (پاک) روح کی صفت ہے۔ پاک و مقدس روح۔ روح القدس سے مراد یا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور روح سے مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر پھونکی تھی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَنفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ (۲۶-۱۲) ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا۔ اس میں متعدد اقوال ہیں جو کسی تفسیر میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اَفْكَلَمًا - ہمزہ استفہامیہ فاء عاطفہ ہے۔ کَلَمًا مرکب ہے کَلٌّ اور مَآءٌ سے۔ مَآءٌ مصدر یہ ہے۔ اور کَلَمًا کے معنی کُلٌّ وَقْتُ۔ یعنی جب، جبکہ، جس جس وقت، جب بھی۔ اسی وقت کے معنی کی وجہ سے اس مَآء کو مصدر یہ ظرفیہ یعنی ظرف کا نائب کہتے ہیں نہ کہ خود ظرف۔ کَلَمًا میں لفظ کَلٌّ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی شے کی طرف مضاف ہے جو ظرف کی قائم مقام ہے۔ کَلَمًا تکرار کے واسطے آتا ہے۔ اکثر کَلَمًا کے بعد فعل یا ضی آتا ہے

مثلاً کَلَمًا لَصِجَتْ جُلُودُهُمْ (۴: ۵۶) کَلَمًا دَعَوْهُمْ (۱۱: ۲۰) اَفْكَلَمًا تو کیا جب کبھی

مَا لَا تَهْوَىٰ - مَا موصولہ ہے۔ لَا تَهْوَىٰ اَلْاَنفُسُ اس کا صمد۔ لَا تَهْوَىٰ مضارع منفی واحد مونث غائب

هَوَىٰ (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی خواہش کی طرف نفس کا مائل ہونا۔ جسے تمہارے جی ناپسند کرتے ہیں۔

اِسْتَكْبَرْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَكْبَرْتُ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر تم نے تکبر کیا۔ تم نے غرور کیا۔ یعنی ایمان لانے اور پیغمبروں کے اتباع سے تکبر کرنے لگے۔

فَفَرِّقَا كَذَّبْتُمْ وَفَرِّقَا تَقْتُلُوْنَ ہ پس کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی گروہ کو قتل کرنے لگے، یہاں صیغہ مضارع اس لئے استعمال ہوا کہ یہ ایک امر عظیم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو امر عظیم ہوتا ہے اس کو اس طرح بیان کیا کرتے ہیں کہ وہ بالکل پیش نظر ہو جائے گویا اب ہو رہا ہے۔ (منظہری)

غُلْفٌ جمع غُلْفٌ واحد غُلْفٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں بند ہو۔ چنانچہ غُلْفُ السَّيْفِ کے معنی ہیں، میں نے تلوار کو نیام میں بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں اس لئے قرآن مجید کی باتیں ہمارے تک نہیں پہنچ سکتیں۔

بعض کے نزدیک غُلْفٌ اصل میں غُلْفٌ تھا۔ لام کے ضمہ کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا اور یہ غِلَافٌ کی جمع ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ غِلَافٌ کے معنی مخزن ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمارے دل خود ہی علوم و معارف کے گنجینے اور مخزن ہیں لہذا ہمیں دوسروں کے علوم سے استفادہ کی ضرورت نہیں۔ بَلْ حُرُوفُ اِضْرَابٍ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر بند ہیں یا وہ علوم و معارف کے خزانے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔ بَلْ کے متعلق ملاحظہ ہو (۱۳۵: ۲)

فَقَلِيلًا۔ میں فاء سببیہ ہے۔ قَلِيلًا منصوب ہے اس لئے کہ یہ صفت ہے مفعول مطلق محذوف (اِيْمَانًا) کی اور مَا زَائِدہ ہے۔ اِيْمَانًا قَلِيلًا يُوْمِنُوْنَ ہ پس یہ تھوڑے ہی پر ایمان لاتے ہیں۔ (۸۹: ۲) لَمَّا۔ جب (شرطیہ ہے، نیز ملاحظہ ہو۔ ۲۱۴: ۲)

کِتَابٌ یعنی قرآن۔ نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے۔

مُصَدِّقٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَصَدِّقٌ مصدر (باب تفعیل) تصدیق کرنے والا۔ سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔

مَا مَعَهُمْ۔ ما۔ موصولہ مَعَهُمْ۔ صلہ (کتاب) جو ان کے پاس تھی۔ یعنی توراۃ۔ وَكَمَا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ اِيْ اَنْكُرُوْهُ اُنہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یہ جملہ یا ضمیر فاعل کا نُوْا سے حال ہے یا یہ جملہ مقررہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ حالانکہ وہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے اس نبی کے وسیلہ سے،

مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ اسم ظرف ہے۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں کے لئے آتا ہے یہ ظروف مبنیہ ہیں سے ہے بعض ان میں سے ضمہ پر بعض فتح پر اور بعض سکون پر مبنی ہیں۔

اسما جہات ستہ یعنی۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ۔ تَحْتَ۔ فَوْقُ۔ قُدَّامُ۔ خَلْفُ۔ مبنی برضمہ ہیں۔ ان پر ضمہ آتا ہے جب ان کا مضاف الیہ محذوف ہو اور دل میں مقصود ہو۔ جیسا کہ آیت نہا میں کہ اصل میں مقصود یہ تھا مِنْ قَبْلُ ذٰلِكَ۔ لیکن اگر مضاف الیہ محذوف نہ ہو تو حرف جار کا اثر قبول کریں گے۔ جیسے مِنْ قَبْلُ ذٰلِكَ مِنْ بَعْدِ ۴۔ قَبْلُ کا استعمال چار طور پر ہوتا ہے (۱)، تقدم زمانی۔ جیسے قَبْلُ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلُ

عُرُوْبَهَا۔ (۱۳۰:۲۰)

(۲) تقدم مکانی کسی مقام کا دوران رفتار میں پہلے واقع ہونا۔ اور دوسرے مقام کا بعد کو واقع ہونا۔ مثلاً لاہور سے کراچی جاتے ہوئے ساہیوال قبل آئے گا اور ملتان بعد میں اور کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان قبل آئیگا اور ساہیوال بعد میں۔ (۳) تقدم بلحاظ مرتبہ جیسے عبد الملک قبل الحجاج۔ عبد الملک مرتبہ میں حجاج کے پہلے ہے یعنی بڑا ہے (۴) ترتیب فنی و تعلیمی میں تقدم۔ جیسے تعلم الہجاء قبل تعلم الخط۔ ہجاء کی تعلیم کتابت سیکھنے سے پہلے دی جاتی ہے۔ (راغب)

قرآن مجید میں لفظ قبل عموماً تقدم زمانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔
 کَانُوا یَسْتَفْتِحُونَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، اِسْتَفْتَحَ (اِسْتَفْعَالَ) مصدر وہ فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ وہ فتح مانگا کرتے تھے۔ یعنی جب کبھی یہود کی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اس نبی کی وساطت سے اللہ سے مخالفین پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر اور بعثت کا وعدہ تورات میں دیا گیا تھا۔ اور ان الفاظ سے دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ نَبِيِّكَ الَّذِیْ وَعَدْتَنَا اَنْ تَبْعَثَهُ فِیْ الْاٰخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْیَوْمَ عَلٰی عَدُوِّنَا۔ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اس نبی آخر الزمان کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ تو آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح دے (روح المعانی)

فَلَمَّا۔ پس جب (شرطیہ ہے)

مَا عَرَفُوا۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر جو اس کی طرف عائد ہے محذوف ہے۔ عَرَفُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ مَعْرِفَةٌ دَعْرِفَانٌ سے۔ انہوں نے پہچانا۔ انہوں نے جانا۔ جس کو وہ جان اور پہچان چکے تھے۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ کَفَرُوا بِہِ جواب شرط ہے۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

اَلْکٰفِرِیْنَ۔ میں آل عہد کا ہے۔ یعنی یہ لوگ (جن میں کفر و جود ہے) لعنت کے مستحق ہیں۔ یا آل جنس کا ہے یعنی تمام کافروں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے (اس میں یہ منکرین بھی آگئے)

بِئْسَ مَا۔ مرکب ہے بِئْسَ اور مَا سے۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بمعنی بُرّا ہے اصل میں بِئْسَ تھا۔ باب سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔ پس بُرّا ہے وہ چیز جس کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔

أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ: أَنْ مصدر یہ ہے

بَغْيًا۔ مفعول لہ ہے يَكْفُرُوا کا۔ بمعنی لوہے سرکشی، زیادتی، ضد، حسد

أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ..... مِنْ عِبَادِهِ أَنْ مصدر یہ ہے یہ جملہ بَغْيًا کا مفعول لہ ہے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے

بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا چکلیا وہ بہت بُری ہے۔ اور سودا کیا تھا؟ یہ کہ انہوں نے انکار کر دیا اس کلام

جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور ان کے انکار کی وجہ کیا تھی؟ (بَغْيًا۔ یعنی ان کی سرکشی ضد و حسد) جو ان کے انکار کے

محرمات تھے، (اور ان محرمات کی کیا وجہ تھی؟) یہ کہ اللہ تعالیٰ جس پر پابندی ہے ازراہ فضل اپنا کلام کیوں نازل فرماتا

ہے۔ ان کی توقعات و خواہشات کی تکمیل کیوں نہیں ہوتی؟ رکہ یہ نبی جس پر قرآن نازل ہو رہا ہے بنی اسرائیل میں سے

ہونا چاہئے تھا کہ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے)

فَبَاءُوا۔ فَا عاطفہ ہے۔ بَاءُوا جمع مذکر غائب بَوُّءُ مصدر سے (باب نَصَرَ) انہوں نے کمایا

وہ لوٹے۔ سو انہوں نے کمایا (غضب بالائے غضب) یعنی اپنے پر غضب بالائے غضب لے آئے۔

غَضِبَ عَلَى غَضِبٍ۔ غضب کے بعد غضب، یہاں اس سے مراد محض دو غضب نہیں بلکہ پے در پے متعدد

غضب۔ مثلاً ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ اور اللہ کا ان پر اس سبب سے غضب ہوا۔

اور اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرنے اور توراۃ پر عمل نہ کرنے۔ گنہگار کی عبادت کر

وغیرہ سے بھی غضب الہی میں مبتلا تھے اب غضب پر غضب ہو گیا۔

مُهِينٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ مصدر (افعال) ہون۔ مادہ۔ ذلیل کرنے والا۔ اہانت آمیز

۲: ۹۱۔ اِذَا قِيلَ لَهُمْ..... اَنْزَلَ اللَّهُ جملہ شرطیہ ہے قَالُوا..... عَلَيْنَا جواب شرط ہے۔

اور وَيَكْفُرُونَ بِمَا ذَرَّآءُ۔ جملہ حالیہ ہے قَالُوا کی ضمیر مستتر سے وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا

مَعَهُم، حال موكده ہے مَا اَنْزَلَ اللَّهُ سے مراد قرآن اور تمام کتب سماویہ ہیں مَا اَنْزَلَ عَلَيْنَا سے مراد

توراۃ ہے۔

مَا ذَرَّآءُ۔ میں مَا موصولہ ہے اور ذَرَّآءُ مضاف، مضاف الیہ مل کر صلہ۔ مراد اس سے توراۃ کے علاوہ

جو کتب سماویہ ہیں۔ ذہنیر واحد مذکر غائب توراۃ کے لئے ہے (جوان (یہود) پر نازل ہوئی۔

ذَرَّآءُ۔ وَرَّآءُ۔ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آر۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

وَهُوَ۔ میں هُوَ ضمیر قرآن پاک کی طرف راجع ہے۔ یا قرآن اور انجیل کی طرف۔ مَا مَعَهُم جوان کے پاس ہے

قُلْ۔ اِی قُلْ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازال بعد آیت کے آخر تک مقولہ ہے

فَلَمَّا تَقَاتَلُوا..... مِنْ قَبْلُ جزا ہے جو شرط سے مقدم آئی ہے بعد کا جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

جملہ شرطیہ ہے۔ اگر تم ایماندار تھے تو خدا کے رسولوں کو پہلے کیوں قتل کیا کرتے تھے۔

فَلَمَ - میں فاء جواب شرط پر دلالت کرتا ہے (جزایہ - ۷) لَمَ میں لام تعلیل کا ہے۔

مَ - اصل میں مَا سَمَّھا۔ جو استفہامیہ ہے (کس لئے۔ کیوں) مَا استفہامیہ کو مَا خبریہ سے جدا کرنے کے لئے اِلَف کو حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں فِیْمَ اور بِمَ اور عَمَّا آیا ہے مثلاً فِیْمَ تَبَشِّرُونَ (۱۵-۵۴) تو کا ہے کی تو شیخری دیتے ہو۔ اور عَمَّا یَقْسَاءُ لُؤْلُؤًا (۱: ۷۸) (یہ) لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔ اور قَالُوا فِیْمَ کُنْتُمْ (۹۷: ۴) (فرشتوں نے) پوچھا تم کس حال میں تھے؟

تَقْتُلُونَ مَعْنٰی قَتَلْتُمْ ہے۔ مضارع کا صیغہ۔ ازمنہ گذشتہ میں ان کے قتل انبیاء کے فعل کے استمرار کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ انبیاء کا قتل کرنا اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے آباء و اجداد سے ظہور میں آیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ خلف اپنے سلف کے افعال سے راضی اور ان کے متبع ہیں اس لئے ان کے قتل کو ان کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا ہے۔

۹۲: ۲ - وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسٰی - واو عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ تحقیق کا ہے۔ اور بَشِیْکَ تمہارے پاس (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) آئے۔

بَلِیَّتٌ - روشن دلائل۔ یہاں مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہ اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ مثلاً عصا۔ ید بیضا۔ انفلاق البحر (سمندر کو پھاڑ کر قوم کو پار کرنا) وغیرہ یہ نو معجزات تھے۔ بِالْبَلِیَّتِ - میں بآء تعدیہ کے لئے ہے یعنی حضرت موسیٰ لائے۔

اِتَّخَذْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِتَّخَذُوا (اِنتَعَالًا) تم نے اختیار کیا (بطور معبود کے)

الْعِجْلِ - بچھڑا۔ گنو سالہ۔ گانے کا بچہ۔

مِنْ اَبْعَدٍ - موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد۔ یا آپ کے کوہ طور پر جانے کے بعد۔

وَاَنْتُمْ ظَالِمُوْنَ - جملہ حالیہ ہے۔

(۹۳: ۲) وَاِذَا خَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْفَ خُذُوا مَا آتٰیْکُمْ بِقُوَّةٍ مَّا حَظُّہُو

(۶۳: ۲)

وَاَسْمَعُوا ۱ - واو عاطفہ ہے۔ اِسْمَعُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ سَمِعَ (باب سَمِعَ) سے۔ تم سنو، یعنی قبول کرو اور اطاعت کرو، اطاعت کو سننے سے اس لئے تعبیر کیا کہ سننا اطاعت کا سبب ہے۔

عَصٰیْنَا - ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے نہیں مانا۔ مَعْصِیۃٌ دَعٰی صِبَاٰنُ (باب صَرَبَ) مصدر وَاَسْرَبُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْعِجْلُ بِکُفْرِہِمُ۔ اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گو یا) ان کے دلوں میں بچ گیا یا اَلْعِجْلُ - مضاف الیہ ہے اس کا مضاف حذف کیا گیا ہے اصل میں حُبُّ الْعِجْلِ تھا۔ معنی ہونگے اور پلا دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بہ سبب ان کے کفر کے۔ عربی محاورہ میں جب کسی کی محبت

یا بغض دل کے اندر سرایت کر جائے تو اس کے لئے لفظ شَوَابٌ کو بطور استعارہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ دین میں نہایت تیزی سے سرایت کرتی ہے۔

بِسْمَا..... اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ تقدیر کلام یوں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَبِسْمَا يَأْمُرُكُمْ بِمِ اِيْمَانِكُمْ۔ پہلا جملہ شرط اور دوسرا جواب شرط۔ اگر تم (بقول تمہارے) ایمان دار ہو تو تمہارا ایمان بہت بُری بات بتاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم ایمان دار ہی نہیں ورنہ ایسے قبیح افعال کے تم مرتکب نہ ہوتے۔

۹۴:۲۔ خَالِصَةً۔ خاص کر کے۔ خَاصَّةً۔ مخصوص خصوصى طور پر۔ خَالِصٌ۔ خالص سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اَلَّذَا اُرُ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ سب لوگوں کو چھوڑ کر۔ یعنی دوسروں کے لئے نہیں۔ النَّاسِ میں اَلْ یا تو استفراق کا ہے یا جنس کا۔ یا مسلمانوں کے لئے ہے یا یہ اَلْ عہد کا ہے۔

اِنْ كَانَتْ..... مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ شرط اول۔ فَتَمَنُّوا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ میں۔ جملہ دوم شرطیہ ہے (شرط دوم) اور جملہ اول جواب شرط۔ لہذا فَتَمَنُّوا الْمَوْتَ شرط اول دوم دونوں کا جواب ہے۔

تَمَنُّوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم آرزو کرو، تم تمنا کرو، تَمَنَّى (تَفَعَّلَ) مصدر

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ۔ مضارع نفی تاکید لَبَن۔ يَتَمَنَّوْا اصل میں يَتَمَنُّونَ تھا۔ نون اعرابی لَنْ کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع الْمَوْتُ ہے۔

اَبَدًا۔ ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ کبھی بھی۔

بِمَا۔ میں بسبب یہ ہے۔ اور مَا موصولہ۔

قَدْ مَتَّ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيمُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ پہلے بھیج چکے۔ پہلے کر چکے۔ (جوان کے ہاتھوں نے کر کے بھیجے)

(۹۶:۲) لَتَجِدَنَّاهُمْ۔ لام تاکید کا۔ لَتَجِدَنَّاتَ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر، — وَجُودُ (باب ضَرَبَ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع اہل یہود ہیں جن سے اوپر خطاب تو ان کو ضرور پاتے گا۔ تو ان کو ضرور پاتا ہے

اَحْرَصَ۔ افعِل التفصیل کا صیغہ زیادہ لالچی۔ بڑا لالچی حِرْصٌ سے۔

وَمِنَ الَّذِينَ اَشْرَكُوا۔ اِی وَ لَتَجِدَنَّاهُمْ اَحْرَصَ مِنَ النَّاسِ وَمِنَ الَّذِينَ اَشْرَكُوا۔ اور تو بے شک ان کو ضرور پاتے گا زندگی کے لئے زیادہ حرص بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اور بہ نسبت مشرکین کے اسی طرح دَمِنَ الَّذِينَ اَشْرَكُوا۔ کا عطف النَّاسِ پر ہے اگرچہ مشرکین النَّاسِ میں داخل

تھے لیکن کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے ان کو علیحدہ ذکر کیا۔

یہاں کلام میں معانقہ ہے۔ مندرجہ بالا صورت اشْرُکُوا پر وقت کرنے پر ہوگی۔ لیکن اگر حیوۃ پر وقت کیا جائے تو جملہ دَمِیْنَ الَّذِیْنَ اشْرُکُوا اگلے جملہ کے ساتھ مل کر معنی دے گا۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ دَمِیْنَ الَّذِیْنَ اشْرُکُوا (ناس) یَعُوْذُ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ یہاں مِنَ الَّذِیْنَ اشْرُکُوا سے مراد یہود ہیں۔ حوقال تھے کہ حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَهُودُ عُزَیْرُنَ ابْنُ اللّٰهِ (۹: ۳۰) اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ مطلب اس صورت میں یہ ہوگا۔ اور یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش جیتا ہے ہزار برس۔ یُوْذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوْدَّةٌ (باب سَمِعَ) پسند کرتا ہے۔ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔ لَوْ۔ یہاں لَوْ تَمَنَّی ہے اور لَیْتَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کاش۔ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ کاش وہ ہزار برس جیتا ہے۔

وَمَا هُوَ بِمُزَحِّجٍ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ۔ میں واو عاطفہ ہے مَا نافیہ۔ مُزَحِّجٌ اسم فاعل کا صغیر واحد مذکر۔ اَلْمُزَحِّجَةُ مصدر بمعنی دور ہٹانا۔ برطرف کرنا۔ اور مکہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ زُحِّجَ عَنِ النَّارِ (۳: ۱۸۴) پس جو شخص آگ سے دور رکھا گیا۔

هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اَحَدُهُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اَنْ یُّعَمَّرَ فاعل ہے مُزَحِّجٍ کا۔ اور معنی یہ ہیں کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں کہ اس کو عمر دیا جانا عذاب سے بچا سکے۔

اَنْ مصدر یہ ہے۔ اور یُعَمَّرُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَعْمِیْرٌ مصدر (باب تفعیل) کہ اس کی عمر (زیادہ) کی جائے۔ اس کو عمر دی جائے۔

۹۷: ۲۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِیْلِ جملہ شرطیہ ہے۔ اس کا جواب فَهُوَ عَدُوٌّ لِلّٰهِ (وہ اللہ کا دشمن ہے) محذوف ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ۔ فار تعلیلیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کا ضمیر واحد مذکر غائب۔ جِبْرِیْلِ کی طرف راجع ہے اور نَزَّلَهٗ میں کا ضمیر مفعول اور مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ ترجمہ۔ کس لئے کہ اس نے تو اس قرآن مجید کو اتارا۔

عَلٰی قَلْبِكَ۔ تیرے دل پر۔ حق عبارت یہ تھا کہ عَلٰی قَلْبِیْ (میرے دل پر) ہوتا۔ کیونکہ قُلُّ کے بعد مقولہ حکم کے مخاطب کی زبان سے ہے۔ لیکن بطور حکایت کلام باری تعالیٰ کے عَلٰی قَلْبِكَ فرمایا۔

وَ اِذْ اٰتٰنِ اللّٰہُ۔ ب حرف جار اِذْ اٰتٰنِ اللّٰہُ مضاف۔ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ یہ نَزَّلَ کے فاعل سے حال ہے مُصَدِّقًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ نَزَّلَهٗ کی ضمیر کا سے حال ہونے کے لئے۔

لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيَّهِ (تصدیق اس کی جو) جو اس سے پہلے (یعنی پہلے اتر چکا ہے)۔ يَدَايِهِ میں ۶ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔ لام حرف جر ہے بَيْنَ مضاف يَدَايِهِ مضاف، مضاف الیه مل کر مضاف الیه اور مضاف مضاف الیه مل کر ما موصولہ کا صلہ۔ صد اور موصول مل کر مجرور۔

وَهْدَىٰ ذَلْزَلَىٰ - هَدَىٰ ذَلْزَلَىٰ بھی مُصَدِّقًا کی طرح نَزَّلَهُ کے ہا ضمیر سے حال ہیں، هَدَىٰ راہنمائی۔ ہدایت۔ راہ دکھانا (باب ضَرَبَ) مصدر و اسم مصدر۔

بُشْرَىٰ - خوشخبری۔ ایسی خبر کہ جس کو سُن کر بشرہ پر مسرت و خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں۔

۹۸:۲ - مَنَ شَرْطِيہ ہے جواب شرط محذوف ہے۔ تَقْدِير کلام یوں ہے۔ مَنَ كَانَتْ عَدُوًّا.....

وَمِنْكَالَ فَمَوْكَالَ مجزوی باشد العذاب - جو کوئی مخالف (یا دشمن) ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا یا میکائیل کا تو وہ کافر ہے اور مستوجب عذاب شدید ہے۔

عربی میں وَاَوْصَرَفَ عَطْفِی کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ بمعنی اَوْ (یا) بھی مستعمل ہے یہاں اسی معنی میں آیا ہے۔ یعنی ان میں سے جو کسی ایک کا دشمن ہے وہ سب کا دشمن ہے۔

عَدُوًّا - مصدر بھی ہے اور اس صورت میں یہ ضد ہے دوستی اور محبت کا۔ عَدُوًّا اسم بھی ہے اس صورت میں یہ مقابل ہے دوست کا۔ یہاں مَوْخَر الذکر صورت میں استعمال ہے عَدُوًّا ابوجہ خبر کَانَ کے منصوب ہے

كَانَ اللّٰهُ - میں فاء جزائیہ ہے۔ اس صورت میں جملہ سابقہ شرطیہ اور فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ - جواب شرط ہوگا ترجمہ آیت یوں ہوگا۔ جو کوئی مخالف ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا یا میکائیل کا تو

اللہ بھی بالیقین مخالف ہے (ایسے کافروں کا - تفسیر الماحدی)

۹۹:۲ - وَلَقَدْ - وَاَوْ عَاطَفَ - لَام تائید کا۔ اور قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے۔

مَا يَكْفُرُ بِهَا - میں مَا نافیہ ہے اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب آیات کی طرف راجع ہے۔

الْفَاسِقُونَ - اسم فاعل جمع مذکر فِسْقٌ وَفُسُوقٌ مصدر - فُسُقٌ فَلَانٌ کے معنی ہیں کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانا۔ اور یہ فُسُقٌ الرُّطْبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدیری کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنا کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۱۰۰:۲ - اَدَّكُلَّمَا - بمنزہ استفہامیہ (استفہام انکاری کے لئے) وَاَوْ عَاطَفَ كُلَّمَا - کُلٌّ اور مَا سے مرکب ہے معنی

کُلَّ دَقَّتْ - جب - جب کبھی، جب بھی - جس جس وقت (نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۲)

عَهْدُ وَا - ماضی جمع مذکر غائب - مُعَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ انہوں نے عہد باندھا۔ انہوں نے

عہد کیا۔ اَدَّ كُلَّمَا عَهْدُ وَا - کیا ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہا کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا۔ (تفہیم القرآن)

کیا یوں نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا۔ (ضیاء القرآن)

نَبَذَ ۱ - نَبَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب - نَبَذَ (باب ضَرَبَ) مصدر - معنی 'پھینکنا' ۲ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - اس نے اس کو پھینک دیا - یا توڑ دیا - ضمیر کا مرجع عہد ہے (باب نَصَرَ سے معنی پھوڑنا بھی آتا ہے اسی سے نَبَذَ پھوڑا ہوا عرق -

مِلْ - حرف اضراب ہے پہلے قول سے اعراض اور دوسرے کی توثیق - یعنی ایک فریق کی تو بات ہی کیا بلکہ ان میں سے اکثر کا تو اس عہد پر ایمان ہی نہ تھا۔ (نیز ملاحظہ ہو - ۲ : ۱۴۵)

۱۰۱ : ۲ - لَمَّا جب - لَمَّا کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے -

۱، بطور حرف شرط - اس صورت میں ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے مثلاً آیت ہذا کہ ماضی کے دو جملوں جَاءَ رَسُولٌ نَبَذَ فَرِيقٌ جو بالترتیب جملہ شرطیہ جملہ جزائیہ ہیں - یا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ - (۱۴ - ۱۵) پھر جب وہ (ڈوبنے سے) بچا کر تم کو خشکی کی طرف لے آیا تم نے منہ پھیر لیا - جب کے معنی میں اسم ظرف بھی ہے - ا - اذ

۲، بطور حرف استثناء - معنی إِلَّا - مگر - مثلاً - اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶ : ۴) کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے -

۳، حرف جازم فعل - مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی مؤکد کر دیتا ہے ۱، ماضی کی نفی زمانہ حال تک با استمرار چلی آتی ہے -

۲، جس فعل کی نفی ہوتی ہے اس کے ثبوت (یعنی ہو جانے کی توقع رہتی ہے -

مثلاً ۱، بَلْ لَمَّا يَدْعُوا عَذَابٌ (۳۸ - ۸) بلکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ ابھی تک چکھا ہی نہیں (گو ان کا یہ مزہ چکھنا متوقع امر ہے)

۲، وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ - (۴۹ : ۱۴) اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا (گو اس کا تمہارے دلوں میں داخل ہونا متوقع ہے)

۴، لَمَّا يَهَ لَمَّا يَلِكُمْ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے - اپنا اور دوسروں کا حصہ کھا لینا لَمَمْتُ أَجْمَعَ - میں نے سب سمیٹ لیا - قرآن مجید میں ہے وَتَأْكُلُونَ الثَّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا (۹۰ : ۱۹) اور تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو - (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۱۴)

لَمَّا جَاءَ مَا مَعَهُمْ - جملہ شرطیہ اور نَبَذَ فَرِيقٌ ظُہُورِهِمْ جواب شرط اور كَانَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ط موضع حال میں ہے - مَصَدِّقٌ - صفت ہے رَسُولٌ کی -

مَا مَعَهُمْ۔ موصول وصلہ مل کر مجرور ہے لام حرف جاز کا۔ اور جار مجرور مل کر متعلق مُصَدِّقٌ کا۔
كَانَتْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ہ كَانَتْ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ اس کا اسم لَا يَعْلَمُونَ فعل بافاعل ہے۔
فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر كَانَتْ کی خبر۔ كَانَتْ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ
ہو کر فَرْقٍ سے حال ہے۔ گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

وَرَاءَ۔ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اضافت فاعل کی طرف بھی ہوتی
ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ اس کا معنی ہے اُڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے یا پیچھے ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔
كِتَبَ اللّٰهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ۔ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ یعنی قابل اعتناء نہ سمجھتے ہو
اس پر عمل نہ کیا۔

اَتَّبَعُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِتَّبَاعٌ (اِتِّعَالٌ) مصدر سے۔ انہوں نے پیروی کی۔ انہوں نے اتباع
کیا۔ مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ۔ مَا موصولہ۔ تَتْلُوا مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَادَةٌ (باب نصر)
مصدر۔ وہ پڑھتی ہے۔ وہ (جماعتِ شیاطین) پڑھتی ہے۔ وہ تلاوت کرتی ہے۔ مضارع بطور حکایت
حال ماضی آیا ہے اس لئے ماضی کے معنی دیتا ہے۔ تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے
لئے مخصوص ہے جو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین
کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تَتْلُوا الشَّيْطَانُ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔ اَتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ
اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو حضرت سلیمان کے عہد سلطنت میں پڑھا کرتے تھے۔
عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔ عَلَىٰ بمعنی فِی ہے سُلَيْمَانَ۔ بوجہ عجز و موفہ۔ غیر منصرف منصوب ہے عَلَىٰ
مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔ سلیمان کے زمانہ حکومت میں۔

الشَّيْطَانُ جمع شیطن کی ہے۔ شَطْن مادہ سے فِعَالٌ کے وزن پر۔ ہر سرکش اور شریر شخص کو
شیطان کہتے ہیں خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ
عَدُوًّا شَيْطَانِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶: ۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں کو اور
جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔

الشَّيْطَانُ۔ بوجہ عمل لِكِنَّ منصوب ہے
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنٌ وَلٰكِنَّ الشَّيْطٰنَ كَفَرُوْا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر نہیں کیا
بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا۔ یہاں جادو کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے
يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ کہ وہ لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے، یعنی لوگوں کو جادو سکھانا یا اس پر
خود عمل کرنا حضرت سلیمانؑ کا فعل نہ تھا بلکہ اس وقت کے سرکش اور شریر افراد کا یہ کام تھا کہ لوگوں کو

جادو سکھاتے تھے۔ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ حال ہے کَفَرُوا کی ضمیر فاعل مستتر ھم سے
وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ۔

داؤ عاطف ہے اور جملہ کا عطف جملہ سابقہ مَا تَتْلُوا..... عَلَى مُلْكٍ مُّسْلِمٍ پر ہے۔ یعنی وہ ان
(ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور ان (علوم و فنون کے
پیچھے) جو بابل میں ہاروت و ماروت کو حاصل تھے۔

چونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اس لئے مَا أُنْزِلَ سے سحر کی نوع دیگر مراد ہے یا سحر کے سوا دیگر علوم و فنون
(عبداللہ یوسف علی) اُنْزِلَ سے نازل من اللہ مراد نہیں بلکہ ان دونوں کی علمی استعداد جو ان کو اللہ کی
طرف سے حاصل تھی (بابل میں ہاروت و ماروت پر کوئی جادو وادو نازل نہیں ہوا تھا۔ (حقانی)

بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ بوجہ عجبہ و معرفہ غیر منصوب ہیں اور بدیں وجہ منصوب۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جن کو ان کے عجائب افعال
اور نیک چہلنی کی وجہ سے ان کو لوگ فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا۔ یہ شخص اس فن سے
واقف تھے مگر اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شخص ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے کہ
مجبائی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔

(ان کے متعلق یہ کہانی کہ وہ دو فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین بابل میں آئے تھے
ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے اور اس کے بہکانے پر غیر شرعی کام کئے اور سزا میں ایک کنویں میں
لٹے لٹکائے گئے وغیرہ۔ سب بے حقیقت اور بے ٹکی باتیں ہیں)

وَمَا يُعَلِّمِينَ مِنْ أَحَدٍ۔ مَا نَافِيہ۔ يُعَلِّمِينَ مضارع تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے۔
تَعْلِيمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر مِنْ أَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے

حَتَّى۔ اِلَى۔ اَنْ۔ جب تک۔

يَقُولَ۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ حَتَّى کے بعد اَنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب آیا ہے۔ قَوْلٌ
مصدر (باب نصر) وہ دونوں کہہ دیتے تھے۔

فِتْنَةٌ۔ آزمائش۔ فِتْنَةٌ۔ فتنٌ۔ سے مشتق ہے جس کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا
کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں لفظ فِتْنَةٌ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال
کیا گیا ہے۔ مثلاً آزمائش، (آیہ نذا) آفت، مصیبت، فساد، کفر، بد نظمی، عبرت، ایذا وغیرہ۔

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ مِّنْ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے۔ ہم تو صرف آزمائش ہیں۔

لَا تَكْفُرُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو کافر مت بن

فَيَتَعَلَّمُونَ - فاء عاطفہ ہے۔ يَتَعَلَّمُونَ کا عطف يُعَلِّمِينَ پر ہے اور نفی میں شامل نہیں۔ تقدیر کلام کچھ ایسے ہے وَمَا يُعَلِّمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَ إِنَّمَا أَخَذْتُم مِّنِّي فَتَنَةٌ فَلَا تَكْفُرُوا (يُعَلِّمُهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ الْقَوْلُ) فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا الخ۔ وہ دونوں کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آواز مانس کے لئے ہیں۔ "تو کافر نہ بن" (لیکن جب وہ اس پر بھی سیکھنے پر اصرار کرتے تو) وہ ان کو اس قول کے بعد سکھانے پر آمادہ ہو جاتے اور وہ لوگ ان دونوں سے سیکھتے ایسی بات کہ الخ

يَتَعَلَّمُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَعَلَّمَ (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔ وہ سیکھتے تھے
مَا يُفَرِّقُونَ - ما موصولہ ہے يُفَرِّقُونَ مضارع جمع مذکر غائب تَفَرَّقَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ جدائی پیدا کرتے تھے یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ جادو جو وہ ہاروت و ماروت سے سیکھتے تھے جدائی ڈالنے کے لئے۔

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ - واو حالیہ ہے۔ مَا نَافِيہ مشابہ بَلَيْسَ - بِضَارِّينَ میں بَاء زائدہ ہے اور مِنْ أَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے یہ میں ۶ ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو متذکرۃ الصدر میں ہے۔ مطلب - اِنِّی مَا یُضَرُّونَ بِهِ أَحَدًا اس سے وہ کسی کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے جملہ حالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ - اس جملہ کا عطف جملہ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا الخ پر ہے
مَا يَضُرُّهُمْ میں ما موصولہ ہے لِضَرِّهِمْ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اور وَلَا يَنْفَعُهُمْ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف - معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ وہ لوگ وہ بات سیکھتے تھے جو ان کو ضرر دیتی تھی اور ان کو نفع نہیں دیتی تھی۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا - واو عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر، تحقیق کے معنی دیتا ہے عَلِمُوا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب إِلَيْهِمْ کے لئے ہے۔

لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ - لام ابتدائیہ (جو مبتدأ پر داخل ہوتا ہے) مَنْ موصولہ اشْتَرَاهُ (اشْتَرَى فعل بافاعل ۶ مفعول جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر) صلہ اپنے موصول کا اور موصول وصلہ مل کر مبتدأ ہے (جس پر کہ لام ابتداء داخل ہوا ہے)

ترجمہ :- اور بے شک وہ (یہود) جان چکے تھے کہ جس نے اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) خریدا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جملہ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مِنْ خَلَاقٍ مفعول ہے عَلِمُوا کا اشْتَرَى ماضی واحد مذکر غائب (اشْتَرَا) مصدر۔ اس نے خریدا۔ اس نے مول لیا۔

ریا اس نے بیچا، کُضمیر مفعول سحر کے لئے ہے۔

خَلَاقٍ - حصہ - اپنی عادت اور خلق سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاق ہے۔
وَلَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ - دَاؤُ عَاطِفٌ - مَا مَوْصُوفٌ ہے۔ شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ جملہ فعلیہ
ہو کر صفت (۴) کا مرجع ما بمعنی شَيْئًا ہے، لَيْسَ فعلِ ذم ہے بُرا ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ اور جس
شے کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔ شَرَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب شَرَا
(باب ضَرَبَ) سے بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ ہر دو معنی یعنی خریدنا اور فروخت کرنا کے لئے استعمال ہوتا
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ہ کاش وہ جانتے۔

خَائِدًا - اگر کوئی بطور شبہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بطور تاکید یہ فرمادیا وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ ابْتِغَىٰ
جان چکے، تو پھر كَانُوا يَعْلَمُونَ (کاش وہ جانتے) کے کیا معنی ہوں گے؟

جواب یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم سطحی ہے جو محض زبان پر ہے اس کا دل سے یا عمل سے
کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا علم جو قلب کی گہرائیوں تک جا گھسے اور اس کو منور کر دے۔ اور یہی علم نافع ہے۔
یہود کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتا بھی اسی قبیل سے تھا۔ کہ وہ سطحی جانتے تھے
اور مانتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن یہ اقرار ان کی زبانوں تک ہی محدود تھا ان کے دل
اس کے نور سے عاری تھے اس لئے ان کی یہ پہچان ان کو کچھ نافع نہ تھی (تلخیص از تفسیر مظہری)
قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات متعلقہ ہیں۔ ۲: ۱۲۶ اور ۶: ۲۰۔

۲: ۱۰۳ - وَكَوَانْتَهُمْ آمَنُوا - رَايَ الْآمَنُوا بِالرَّسُولِ أَوْ يَمَّا أُنْزِلَ إِلَيْهِ أَوِ الْتَوْرَةِ
دَاؤُ - عَاطِفٌ ہے كَوَانْتَهُمْ آمَنُوا - جملہ شرطیہ اور دَاتَقُوا کا عطف جملہ سابق پر ہے اور یہ بھی جملہ
شرطیہ دوم ہے۔ اور جملہ لَمَثُوبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ - جواب شرط ہے اصل اس کی یوں ہوگی۔
وَكَوَانْتَهُمْ آمَنُوا وَاتَّقُوا لَدُنِّي يَبُوا مَثُوبَةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرًا مِّمَّا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ
اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو وہ ضرور صلہ پاتے خدا کے ہاں سے جو اس چیز سے بہتر ہوتا
جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا

لَمَثُوبَةٍ مِّنْ لَّامِ تَاكِيدٍ کے لئے ہے۔ مَثُوبَةٌ - ثَوْبٌ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کے اپنی اصل حالت
کی طرف لوٹ آنے کے ہیں۔ یا غور و فکر سے جو حالت مقدر اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے
ہیں۔ ادل الذکر کی مثال ثَابَ خُلِدَتْ إِلَى دَارِهِ - فلاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ یا ثَابَتْ إِلَى نَفْسِي
میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔ مؤخر الذکر کی مثال ثَوْبٌ ہے۔ کیونکہ سوت کا تنے سے مقصود
کپڑا بننا ہے لہذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالت مقصود کی طرف لوٹ آتا ہے۔

یہاں مَثُوبَةً بمعنی اچھا بدلہ۔ ثواب، جزاء ہے۔ خَيْرٌ یہاں بطور صیغہ افعَل التفضیل ہے۔ مفضل علیہ (محرم) کو یا تو اس لئے حذوف کیا گیا کہ مفضل کو مفضل علیہ سے اس قدر عالی سمجھا کہ مفضل علیہ سے اس کو کسی قسم کی مناسبت ہو۔ یا اس واسطے کہ تخصیص کسی شے کی نہ رہے۔ تفضیل کل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ مفضل جملہ اشیاء سے بہتر ہے لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ آیت سابقہ ملاحظہ ہو۔

۲: ۱۰۴۔ رَاعِنَا۔ رع ی۔ مادہ سے مشتق ہے مُرَاعَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے مُرَاعَاةٌ بمعنی حفاظت کرنا۔ کسی کی طرف کان لگانا۔ مثلاً رَاعَيْتُهُ سَمِعْتِي۔ میں نے اس کی طرف کان لگایا۔ یا کسی کی بات کی طرف دھیان دیا۔ مثلاً هُوَ لَا يُرَاعِي إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ۔ وہ کسی کی بات پر دھیان نہیں دیتا۔ رَاعِنَا۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہماری طرف متوجہ ہو۔

الرَّعْيُ۔ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً أَرَاعَيْتُهُ میں نے اس کے سامنے بچاؤ ڈالا۔ اور رَاعَيْتُهُ میں نے اس کی نگرانی کی۔ اسی سے رَعِيٌّ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرَعِيٌّ چراگاہ کو۔ اسی سے رَاعِيٌّ چرواہا کو کہتے ہیں۔ نیز رَاعِيٌّ یہود کی زبان میں ایک نہایت فحش گالی تھی۔ رَاعِنَا (ہماری طرف کان لگایا متوجہ ہو) کو ذرا زبان دبا کر رَاعِنَا بولتے اور اپنے دل میں اس کے معنی لیتے۔ اے ہمارے چرواہے یا بطور گالی رَاعِنَا۔ رَاعِيٌّ سے بمعنی احمق۔ استعمال کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ان کی نیت کو جانے بغیر مسلمان بھی کبھی یہ لفظ (بمعنی ہماری طرف متوجہ ہو) استعمال کر لیتے تھے۔ آیت ہذا میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے تاکہ یہ ذو معنی لفظ کسی گستاخی کا باعث نہ بن سکے۔ اور ہدایت فرمائی کہ وہ (یعنی مسلمان) رَاعِنَا کے بجائے انْظُرْنَا کہہ کریں۔

وَأَسْمِعُوا۔ واؤ عاطفہ۔ (بَابُ سَمِعَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم سنو۔ تم سنتے رہو۔ یعنی انْظُرْنَا (آپ ہماری طرف نظر فرمائیں) کہو اور پھر دھیان سے سنو۔

۲: ۱۰۵۔ مَا يَوَدُّ۔ ما نافیہ ہے۔ يَوَدُّ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّةٌ مصدر۔ بَابُ سَمِعَ۔ نہیں پسند کرتے۔ نہیں چاہتے ہیں۔

مِنْ بَيَانِهِ ہے۔ اور وَلَدَ الْمُشْرِكِينَ میں واؤ عاطفہ اور لَا زَادَهُ ہے اَنَّ يُنْزَلَ میں اَنَّ مصدر یہ ہے۔ يُنْزَلَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے بمعنی نازل کیا جانا۔ اَنَّ يُنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّمَّنْ رَّبِّكُمْ یہ جملہ مفعول ہے يَوَدُّ کا۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ لوگ جو کافر ہیں کتاب والے ہوں یا مشرک تمہارے رب کی طرف سے تم پر کسی مہلانی کے نازل کئے جانے پر خوش نہیں ہیں۔ وَاللَّهُ فِي وَاوِ حَالِيہ ہے۔

يَخْتَصُّ - مضارع واحد مذكر غائب - اِخْتَصَّاصٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے - وہ خاص کرتا ہے - وہ مخصوص کرتا ہے - ترجمہ - ہالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے مخصوص کر لے -

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ - ذُو مضاف - الْفَضْلِ موصوف الْعَظِيمِ - صفت - موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ - عظیم فضل والا - بڑے ہی فضل کا مالک -

۱۰۶:۲ - مَا شرطیہ ہے اور جازم فعل ہے - مَا مِنْ اَیَّۃٍ جو آیت بھی - جس آیت کو بھی -

نَنْسَخُ - مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ نَسَخَ (باب فَتَحَ مصدر بمعنی زائل کرنا - بدل دینا - بیکار کر دینا - ایک چیز کو دوسری کی جگہ قائم کرنا - صورت بدل دینا - لکھنا - اَلَا سَتَنْسَخُ (باب اسْتَفْعَال) کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن بمعنی نسخ (لکھنا) بھی قرآن مجید میں آیا ہے - مثلاً - اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۲۹:۴۵) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے - تَنَّا سَخَ ایک کے بعد دوسری چیز کا اس کے قائم مقام ہونا - جیسا کہ اہل ہنود میں مسد تناسخ ہے کہ آتما یعنی روح ہر موت پر دوسرا روپ دھار لیتی ہے اور عمل جاری رہتا ہے تا آنکہ آتما کو نردان (نجات) حاصل ہو -

آیت ہذا میں جملہ کا ترجمہ ہوگا - ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں -

اَدُ - یا - حرف عطف ہے -

نُنْسِهَا - مضارع جمع متکلم - اصل میں نُنْسِيهَا تھا - یا کو ساقط کیا گیا ہے - یہ اِنْسَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے اِنْسَى يُنْسِي - ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع آیت ہے ہم اسے فراموش کرا دیتے ہیں نَسَى - مادہ -

نَاثٍ - مضارع جمع متکلم - اِنْتِیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے - یہ فعل لازم ہے - لیکن ہا کے صلہ کے ساتھ آئے تو متعدی کے معنی دیتا ہے - ہم لاتے ہیں - ہم دیتے ہیں -

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اَیَّۃٍ کے لئے ہے - نَاثٍ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَدُ مِثْلُهَا - جملہ جواب شرط ہے - اَلَمْ تَعْلَمَ - ہنزہ استفہامیہ ہے - لَمْ تَعْلَمَ نفی جہد بَلَمَ کا صیغہ واحد مذكر حاضر ہے - کیا تو نہیں جانتا - (۱۰۷:۱) مَالَكُمْ مِی مَا نَافِہ ہے -

مِنْ دُؤِنِ اللّٰهِ - اللہ کے سوا -

وَلِیُّ - وَلَا یَدُ سے بروزن فَعِلٌ صیغہ صفت ہے - مددگار

نَصِیْرٌ - نَصَرٌ سے بروزن فَعِلٌ صیغہ صفت ہے - بچانے والا -

۱۰۸:۲ - اَمْ - یا - کیا - خواہ - حرف عطف ہے استفہام کے معنی دیتا ہے کبھی بمعنی بَل (حرف اضراب

بلکہ) اور کبھی بمعنی 'ہمزہ' استفہامیہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت نہا میں ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً
 اَفَلَا تُبْصِرُونَ - اَمْ اَنَا خَيْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ اَفَلَا تُبْصِرُونَ اَنَا خَيْرٌ
 کیا تم نہیں دیکھتے میں بہتر ہوں۔۔۔۔۔

تُرِيدُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَةُ مصدر (باب افعال) کیا تم چاہتے ہو، کیا تم ارادہ کرتے ہو۔
 اَنْ - مصدر یہ ہے۔

کَمَا - کاف حرف تشبیہ ہے۔ مَا موصولہ (بعد کو آنے والا جملہ اس کا صلہ) جیسا کہ۔
 مَنْ يَتَّبِدِلْ الْكُفْرَ - مضارع مجزوم بوجہ شرط وصل کی وجہ سے مجزوم کو مکسور کر دیا گیا۔ واحد مذکر غائب
 کا صیغہ تَبَدَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر، بدلہ میں لینا مَنْ شرطیہ۔ جو ایمان کے بدلہ میں کفر کو لے گا۔ یا ایمان
 چھوڑ کر کفر لے گا۔

فَقَدْ - میں فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ سارا جملہ جواب شرط ہے۔
 قَدْ ضَلَّ - ماضی پر آنے کی وجہ سے قَدْ تحقیق کے معنی میں ہے۔ ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ کھو گیا۔ راہ
 سے دور جا پڑا۔

سَوَاءَ السَّبِيلِ - مضاف، مضاف الیہ مل کر ضَلَّ کا مفعول۔ بمعنی راہ راستگی۔ سو بے شک وہ راہ راستگی
 کھو بیٹھا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

۱۰۹: ۲ - وَدَّ - ماضی واحد مذکر غائب - وَدَّ - مَوَدَّةٌ مصدر (باب سمع) اس نے دل سے چاہا۔ دل سے
 خواہش کی۔

لَوْ - یہاں بطور حرف تمنی استعمال ہوا ہے۔ کاش۔
 يَرْدُّوْكُمْ - يَرْدُّوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ رَدَّ مصدر (باب نصر) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
 حاضر۔ کہ تم کو لوٹا دیوں۔ مرتد بنادیں۔

كَقَارًا - مفعول ثانی ہے (کُمْ مفعول اول) فعل يَرْدُّوْنَ کا۔
 حَسَدًا - بوجہ حسد۔ مفعول لہ۔

مِنْ عِنْدِ الْاَنْفُسِ - اَلْاَنْفُسِ - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عِنْدِ کا جو مضاف ہے۔ یہ مضاف
 اور مضاف الیہ مل کر مجرور اپنے جار مِنْ کا۔ جار مجرور مل کر صفت حَسَدًا کی۔ یعنی بوجہ حسد کے جو ان کے
 دلوں میں ہے۔

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ - بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان پر حق۔ یعنی یہ سب ان کی گذشتہ کاروائی
 اس پر ہے کہ ان معجزات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات سے جو تورات میں مذکور ہیں حق ان پر ظاہر

ہو چکا تھا۔

فَاَعْفُوا۔ فاء عاطفہ۔ اُعْفُوا۔ عَفُو (باب نصر) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم معاف کر دو
اَصْفَحُوا۔ صَفَح (باب فتح) مصدر سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم درگزر کرو۔

وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ جملہ الثانیہ ہے اور معطوف ہے جس کا عطف فَاَعْفُوا پر ہے۔
(۱۱۰:۲) وَمَا تَقَدَّ مَوْلَا لِنَفْسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ۔ واؤ عاطفہ، مَا شرطیہ۔ مِنْ خَيْرٍ بیان ہے مَا
کا۔ لِنَفْسِكُمْ۔ متعلق فعل تَقَدَّ مَوْلَا ہے۔ اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے۔ یہ جملہ شرط ہے
اور اگلا جملہ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ۔ جواب شرط ہے۔ تَقَدَّ مَوْلَا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَقَدَّ لِيَمْرَأَتُكَ
مصدر سے۔ تم آگے بھیجو گے۔

۲: ۱۱۱۔ لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ لَنْ يَدْخُلَ۔ مضارع معروف نفی تاکید بَلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب
فعل مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے۔ الْجَنَّةَ۔ مفعول ہے فعل لَنْ يَدْخُلَ کا۔
أَمَّا نَبِيُّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی (جھوٹ)، تمنائیں۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع۔
هَاتُوا۔ اسم فعل۔ یعنی اسم بمعنی فعل امر جمع مذکر حاضر ہے۔ لاؤ۔

یہ اصل میں اِيتَاءُ (افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِيتُوا تھا۔ سہزہ کو ہاء سے بدل کر هَاتُوا
کر لیا۔ مِهَاتَاءٌ۔ کوئی چیز کسی کو دینا۔

ا ت ی اور ہ ت ی حروف مادہ ہیں ہر دو صورت میں فعل امر کی گردان یوں آئے گی۔ هَاتِ هَاتِيَا
هَاتُوا۔ الخ۔

بُرْهَانُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دلیل۔ بُرْهَانٌ واحد بُرَاهِينٌ جمع۔

۲: ۱۱۲۔ بَلَىٰ۔ حرف ایجاب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۷۶۔

مَنْ شرطیہ ہے۔ جس کسی نے۔

اَسْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اسلام لایا۔ وہ تابعدار ہوا۔ وہ مسلمان ہوا۔

اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان
سے اقرار ہو۔ خواہ اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ

اٰمَنَّا بِمَا قُلْنَا لَمْ تُوْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴)

اعراب (گنوار) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تُو۔ کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ اس آیت

میں یہی اسلام مراد ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کر

اور قضاء و قدر الہی کے آگے سر جھکا دے۔ اسلام کے اس معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّيْتِنَا۔ فَهُمْ مُسْلِمُونَ (۲۴: ۸۱) جو یقین رکھتا ہے ہماری آیات پر سو وہ حکم بردار ہیں۔ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ۔ جس کسی نے اللہ کے سامنے اپنا چہرہ (یعنی اپنی گردن) کو جھکا دیا۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ حال ہے (در آنجا لیکہ وہ نیکی کرنے والا بھی ہو) یہ سارا جملہ شرط ہے۔ فَلَهُ أَجْرُهُ..... الخ جواب شرط ہے۔

فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ لَہُ اور أَجْرُہُ میں ؤ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے وَلَا يَخْزَنُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب حُزْنَ (باب نصر) مصدر سے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ۲: ۱۱۳۔ الْيَهُودُ اور النَّصَارَى میں۔ ال عہد کا ہے۔ مراد الْيَهُودُ سے مدینہ منورہ کے یہودی اور باسی ہیں اور النَّصَارَى سے مراد عیسائیوں کا ایک وفد جو بخران سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ دوران گفتگو دونوں فریق آپس میں جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل سے انکار کیا۔ اور عیسائی حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ سے منکر ہوئے۔ اور بعض کے نزدیک عامۃ الیہود اور عامۃ النصاریٰ مراد ہیں

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ سب الکتاب پڑھتے ہیں۔ یعنی یہودی توراۃ پڑھتے ہیں جو حضرت عیسیٰ اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جو حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔

يَتْلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تِلَادَةً (باب نصر) مصدر سے وہ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں كَذَلِكَ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید بمعنی یہود اور نصاریٰ کا قول۔ اسی قسم کی بات۔ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ وہ لوگ جو نہیں جانتے یا جن کے پاس علم نہیں۔ مراد مشرکین عرب اور دیگر بت پرست اور مجوس ہیں اور ان کے علاوہ جو فرقے کفار کے گزے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ دوسرے کی تکذیب کرتا رہا ہے۔

مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ بیان ہے ذٰلِكَ کا بمعنی مثل قول الْيَهُودِ لِلنَّصَارَىٰ وَقَوْلِ النَّصَارَىٰ لِلْيَهُودِ مطلب یہ ہوا۔ کہ ایسی قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ خواہ مشرکین عرب ہوں کہ مسلمانوں کے متعلق کہتے تھے کہ مسلمان راہ حق پر نہیں۔ خواہ مشرکین قریش ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب راہ حق پر نہیں۔ یا اس سے مراد پچھلی قوموں کے لوگ ہیں جو اپنے نبیوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہ راہ حق پر نہیں اور اپنے آباء و اجداد کے نقش قدم پر چلنے پر مصر تھے۔

يَحْكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حُكْمُ (باب نصر) مصدر۔ وہ فیصلہ کر دے گا۔ وہ حکم دیگا یا حکم دیتا ہے

يَوْمَ الْقِيَمَةِ مضاف مضاف الیه مل کر مفعول فیہ ہے فعل یَحْكُمُ کا۔

فِيْمَا میں مآ موصولہ ہے کَاثُوًا فِيْهِ یَخْتَلِفُوْنَ صلہ ہے۔

سوالہ فیصلہ کر دے گا ان میں قیامت کے روز (اس بات کا) جس میں یہ جھگڑتے رہتے ہیں۔

۱۱۴:۲ - مَنْ استَفْهَمَ یہ ہے۔ کون ہے؟ - استفہم انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں ہے۔

اَظْلَمَ - اظلم التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ظالم۔

مِمَّنْ - مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ ہے۔ اس شخص سے جو۔

مَنْعَ - فعل با ناعل۔

مَسْجِدَ اللّٰهِ - مضاف مضاف الیه مل کر مفعول اول مَنْع کا۔

اَنْ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ - کر لیا جائے ان میں خدا کا نام۔

یہ مَنْع کا مفعول ثانی ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے اس کی مثال وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ (۱۷:۵۹) دئی

جس میں اَنْ نُّرْسِلَ دوسرا مفعول ہے مَنْع کا۔

وَسَعَىٰ خِرَابِهَا - میں ہا ضمیر واحد مَوْنَتِ غَاسِبِ مَسْجِدَ کے لئے ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
خرابی معنوی بھی ہو سکتی ہے جب کسی کو مسجد میں اللہ کے ذکر سے منع کیا جائے یا حسرتی جب اس کو فی الواقع مسمار
کیا جائے۔ مثلاً بصورت اول مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکے رکھنا۔ اور بصورت دوم بخت نصر کا
بیت المقدس کو اجاڑ دینا۔

مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو اس کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی
کے درپے ہو۔

اُدْلِثَتْ - اسم اشارہ بعید بصیغہ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ مراد وہ لوگ جو اللہ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکتے ہیں
اور ان کی خرابی کے درپے ہیں

اَنْ مصدر یہ ہے۔

مَا كَانَ لَهُمْ - ان کو لائق نہ تھا۔

خَائِفِينَ - اسم فاعل جمع مذکر خَائِفٌ واحد - خَوْفٌ سے ڈرنے والے۔ یہ حال ہے ضمیر یَذْخُلُوْهَا سے۔

صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

اِلَّا خَائِفِينَ - یعنی (مسلمانوں کے رعب و دبدبہ سے ڈرتے ہوئے) یعنی داخلہ کی اجازت غیر مسلم کو صرف اس
حال میں دی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو۔ اور اس کا داخلہ سرکشانہ نہیں محکومانہ ہو۔ قرآن مجید میں لفظ
مساجد بصیغہ جمع ہے۔ لیکن ایک قول ہے کہ مساجد سے یہاں مراد مسجد حرام یا حرم کعبہ ہی ہے۔ المراد بالمساجد

المسجد الحرام (معالم عن ابن زید) اور اس شبہ کا کہ لفظ جمع سے مراد واحد کیونکر ہوگی؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ محاورہ زبان میں یہ جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی محض ایک ہی نیک مرد کو ایذا پہنچائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ نیکوں کو ستانے والا بڑا ظالم ہے۔ کما نقول لمن اذى صالحا واحدا ومن اظلم من اذى الصالحين (کشاف)

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت سائے کافروں کے حق میں ہے کہ عبادت سے روکنے والے تو سائے ہی کافر ہیں اور مساجد سے مراد کل روئے زمین ہے۔ چنانچہ کافروں کو دارالاسلام میں داخلہ کا کوئی حق نہیں بجز اس کے کہ مسلمانوں کی ہی شرائط پر ہو۔ اور یہ قول امام ترمذی کی طرف منسوب ہے (احمدی)

اور اگر مراد مسجد حرام لی جائے تو قانونی اور شرعی حیثیت سے قطع نظر، واقعی رنگ میں بات بالکل صحیح نظر آئے گی۔ چنانچہ مسجد حرام اس وقت سے آج تک بحمد اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہی چلی آرہی ہے۔

۲: ۱۱۵۔ بَلِّغِ الْبَرْقِ وَالْمَغْرِبِ۔ مَبْدَاً مَوْخِرَ۔ مَشْرِقٍ وَمَغْرِبٍ اللہ ہی کا ہے۔
فَاَيُّهَا عَاطِفَ۔ اَيْنَمَا ظَرْفِيهِ مُتَضَمِّنٌ مَعْنَى شَرْطٍ فَعَلْ تَوَوُّا کا مفعول فیہ ہے۔

اَيْنَ (شرطیہ اور ماحا موصولہ کا مرکب ہے) جہاں کہیں۔ جس طرف۔

تَوَوُّا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا ہے تَوَلَّيْتُ (تفعیل) مصدر۔ لغات اشداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس آیت میں پہلے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی (جس طرف تم (اپنے منہ) کرو۔

منہ پھیرنے کے معنی میں ہے بَعْدَ اَنْ تَوَوُّا مُذْبِرِينَ (۲: ۱۱۵) جب تم جاچکے گے منہ پھیر کر۔
فَاَيُّهَا تَوَوُّا دُجُوْكُمْ۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے۔

فَتَمَّ۔ فاء جزائیہ ہے تَمَّ۔ اسم اشارہ۔ ظرف۔ خبر مقدم۔ وَجَّهَ اللہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبداء مَوْخِرَ۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط کی ہے۔

وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ وَسِعَ وَ سَعَتْ۔ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وَسِعَ الْإِنَاءُ الْمَتَاعَ کے معنی ہیں۔ برتن میں متاع کے لئے کافی گنجائش تھی۔ وَسِعَتْ رَحْمَةُ اللّٰهِ كُلَّ شَيْءٍ۔ اللہ کی رحمت ہر چیز کو آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔ السَّعَةُ۔ کالفظ قدرت کے لئے۔ فعل کے لئے اور حال کے لئے کیساں استعمال ہوتا ہے یہ اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایسی ذات جو اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے ہر ایک چیز پر وسیع ہے۔ یعنی اسے آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بحالت رفع (وَاسِعٌ) مرفوع آیا ہے۔ ۷۔ دَفَعُوا سِجَّ عَلِيمٌ اور ایک دفعہ بطور مضاف وَاسِعٌ الْمَغْفِرَةِ۔ اور بحالت نصب ایک دفعہ وَاسِعًا حَكِيمًا۔ اور ہر جگہ بغیر آل کے آیا ہے۔

یہاں بمعنی صاحب وسعت، کشائش والا۔ صاحب فضل، صاحب جود و مغفرت۔

۱۱۶:۲ - اِتَّخَذَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا۔

وَلَدًا ۱۔ اسم جنس۔ کوئی بچہ۔ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد

سُبْحَنَهُ - سُبْحَنَ پاک ہے۔ نصب۔ نیز مفرد کی طرف اصناف اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو۔
جیسے سُبْحَانَ اللّٰہ - (اللہ پاک ہے) یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحَنَهُ وہ پاک ہے۔ سُبْحَنَكَ تو پاک ہے۔
سُبْحَنَ مصدر ہے جس کے فعل کو کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔

بَلّ - حرف اضراب ہے یہ نہیں جو پہلے جملہ میں کہا گیا کہ اس کی اولاد ہے) بلکہ سچ بات یہ ہے جو اگلے جملہ
میں بیان ہو رہی ہے۔ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)

قَانِتُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ قَانِتٌ واحد۔ اطاعت کرنے والے۔ فرمانبردار۔ حکم بجالانے والے۔ الْقَنُوتُ
(باب نصر) جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا ہے اسی سے دعائے قنوت ہے۔ اللہ
کے حضور اپنی فرمانبرداری کا اظہار۔

۱۱۷:۲ - بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - بَدِيعٌ بَرُوْزَن فَعِيْلٌ بمعنی مُبْدِئٌ - موجد۔ نیا لگانے والا۔ نئی طرح
بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اَلْاَبْدَا ع - ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی
سابق میں مثال نہ ہو۔ بغیر کسی کی اقتدار اور پیروی کرنے کے کسی صنعت کو نکالنا۔

جب اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد
کرنا۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - مضاف، مضاف الیہ۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔
اِذَا - ظرف زمان ہے۔ جب۔ اس وقت۔ بطور حرف فجائیہ بھی آتا ہے بمعنی ناگہاں۔ مثلاً فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ
تَسْعٰی (۲۰:۲۰) پس یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ یہاں بمعنی جب آپا ہے۔ شرطیہ ہے
قَضٰی - ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مضارع۔ ارادہ کرتا ہے۔ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا - وہ جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے
یہ جملہ شرط ہے اور فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَيَكُوْنُ جزا ہے شرط کی۔ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا
فَاِنَّمَا - ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے۔ جو حصر کے معنی دیتا ہے۔ اور
اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ بے شک۔ تحقیق۔

کُنْ - فعل امر واحد مذکر حاضر، ہو جا۔ کُوْنُ (باب نصر) مصدر سے۔

فَيَكُوْنُ - پس وہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۸:۲ - کُوْلًا - کُوْ حرف شرط۔ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ کیوں نہیں۔ کیوں نہ۔

یہ حروف التحضیض۔ (کسی کو کسی کام کرنے پر ابھارنا۔ یا آمادہ کرنا) العرض (نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا) میں

ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۶: ۴۳، یا لغات القرآن جلد پنجم۔

دیگر حروف التحفیز والعرض یہ ہیں۔ اَلَا۔ هَلَّا۔ لَوْ مَا۔

يُكَلِّمُنَا۔ يَكَلِّمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کلام کرتا ہے تَكَلِّمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ کیوں ہم سے کلام نہیں کرتا۔

تَايْتِنَا۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم اِيْتَانُ مصدر (باب ضَرْبٍ) وہ ہمارے پاس آئے۔ وہ ہمارے پاس آتی ہے۔ اِذَا تَايْتِنَا اِيَّةً اِیْ وَكَوَلَا تَايْتِنَا اِيَّةً۔ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ایک جیسی ہو گئی۔ یہاں فعل قُلُوبُهُمْ کے لئے آیا ہے بمعنی ان کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ یعنی عناد اور نابینائی میں پہلے اور پچھلے لوگوں کے دل برابر ہیں۔ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ کا فاعل قُلُوبُهُمْ ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے بَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ بَيَّيْنُ (تَفْعِيلٌ) مصدر واضح طور پر بیان کرنا۔ بے شک ہم واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔

يُوقِنُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِيْقَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ یقین کرتے ہیں۔

بَشِيرًا ذَرِيًّا (بشارت دینے والا۔ اور ڈرانے والا) دونوں حال ہیں اَرْسَلْنَاكَ كَافًّا۔ اَصْحَابُ الْجَحِيمِ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جَحِيمٌ دہکتی ہوئی آگ۔ جَحْمٌ آگ کے سخت بھڑکنے کو کہتے ہیں (باب سَمِعَ) سے آتا ہے جَحِيمٌ بروزن فِعْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ سخت بھڑکنے والی آگ، دوزخ ۱۲۰: ۲۔ لَنْ تَرْضَىٰ۔ مضارع منفی تاکید بَلْکَ۔ واحد مؤنث غائب۔ یہاں اَلْيَهُودُ (اسم جمع) یہودیوں کی جماعت کے لئے آیا ہے۔ یہود ہر گز راضی نہیں ہوں گے۔

وَلَا النَّصَارَىٰ۔ اور نہ ہی نصاریٰ راضی ہوں گے۔

مِلَّتَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کا دین۔ ان کا مذہب۔

هُدًى اللّٰهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی ہدایت۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی ہدایت۔

الْهُدٰی۔ اسم معرف باللام۔ اصل ہدایت۔ یعنی اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اسلام ہے۔ تو گویا اسلام ہی حق ہے (جس طرف یہ کفار بلاتے ہیں وہ حق نہیں ہے) لَئِنْ۔ لَام اور اِنْ سے مرکب ہے لام تاکید کا ہے اور اِنْ شرطیہ۔

اِتَّبَعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تو نے پیروی کی۔ تو نے اتباع کیا۔

اَهْوَاءَهُمْ۔ اَهْوَاء جمع ہے هَوٰی کی۔ خواہشیں۔ هَوٰی خواہش نفسانی کو کہتے ہیں۔ اَهْوَاء مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کی خواہشات۔

لَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ سَأَاجْلِبُهُمْ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ دَلِيلٍ وَلَا نُصِيْرٍ۔ جواب شرط ہے۔

الْعِلْمِ۔ سے مراد یا تو وحی ہے یا دین ہے جس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا۔ ترجمہ ہوگا۔ اگر آپ چلے ان کی خواہشوں پر بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم تو آپ کے لئے نہ کوئی حمایتی ہے کہ اللہ سے بچالے اور نہ کوئی مددگار۔

۱۲۱:۲۔ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَشْكُونَهِ حَقَّ تِلَادَتِهِمْ أُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ يَشْكُونَهِ۔ تِلَادَتِهِ۔ یہ۔ یہ۔ میں علماء نے ہ کے مرجع کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ آیت کے اصل مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے یہاں اَلْكِتَاب سے مراد توراۃ و انجیل لیا ہے اور اس کو ہ کے مرجع اختیار کیا ہے صاحب تفسیر القرآن کی مطابقت میں اور بعض نے الكتاب سے مراد الْقُرْآن لیا ہے۔

الَّذِينَ مَوْصُولُ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ صِلَ۔ حَقَّ۔ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔ اُولَئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی اور جسے وہ پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے اور دوسرے اُولَئِكَ کا مشار الیہ مَنْ يَكْفُرُ بِهِ ہے جو اس کتاب کے کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تفسیر القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ یعنی اہل کتاب میں سے جو سچے دل سے توراۃ و انجیل کو پڑھتے ہیں ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایمان لانے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔

الْخٰسِرُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ نقصان اٹھانے والے۔ خسارہ پانے والے۔

۱۲۳:۲۔ اتَّقُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر سے دُقی مادہ۔ تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو۔ یَوْمًا۔ موصوف ہے اور باقی سارا جملہ يُنْصَرُونَ تک اس کی صفت۔ موصوف صفت مل کر مفعول ہے اپنے فعل اتَّقُوا کا۔ اسی لئے منصوب ہے۔

لَا تَجْزِيْ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بدلہ نہیں ہوگی۔ وہ کام نہ آئے گی۔ شَيْئًا۔ کچھ بھی۔ کوئی جان دوں گا جان کے کسی کام نہ آ سکے گی۔

عَدْلٌ۔ عومض۔ معاوضہ، فدیہ۔ عدل۔ انصاف، برابر (اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول ہوگا۔)

۲۴:۲ - اِذْ ظَنَنتُ اَنْ اُذْکُرَ مَحْذُوفٌ ہے اس سے قبل فعل اُذْکُرُوا یا اُذْکُرُ مَحْذُوفٌ ہے۔ تم یاد کرو جب۔ یا تو یا کمرہ جیب۔

اِبْتِلَیٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے آزمایا۔ اس نے امتحان لیا۔ اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر سے ابتلاء کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت اور صلاحیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا تو ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اس کی حالت کا پیش کرنا منظور ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے۔ قرآن مجید میں ابتلاء کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں۔

اِبْتِلَاءُ کے اصل معنی کسی امر شاق کی تکلیف دینے کے ہیں۔ یہ بِلَاءُ (ب ل و) ب ل ی حروف مادہ سے مشتق ہے۔ تکلیف دینا آزمائش کو مستلزم ہے۔

اِبْرَاهِمَ - مفعول - رَبُّهُ مضاف مضاف الیه مل کر فاعل -

بِکَلِمَاتٍ - بَاءِ حَرْفِ جَارٍ - کَلِمَاتٍ مُجَرَّرٌ - کَلِمَةٌ وَاحِدٌ - کَلِمَةٌ کا صیغہ تَرْجَمَہ بات ہے۔ بات قول کو بھی کہتے

ہیں۔ جیسے میری بات سنو۔ اور فعل کو بھی۔ قرآن مجید میں متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً دعائیہ کلمات جیسے
فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ۔ (۲: ۳۷) پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ اور وہ کلمات وہ دعائیہ کلمات
ہیں جو مَرَبَّنَا ظَلَمْنَا وَغَيْرِہیں۔ باتیں جیسے آیت ہذا۔ جب پروردگار نے چند باتوں میں حضرت ابراہیم کی
آزمائش کی۔ حضرت عیسیٰ کا مراد ہونا۔ جیسے إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ (۲۱: ۳۹)
بے شک خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض یعنی عیسیٰ کی تصدیق کریں گے۔ بعض نے کلمہ سے مراد
کلمہ توحید۔ قرآن مجید لیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَاتَمَّهْنِ۔ فاء عاطفہ ہے اَتَمَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِثْمَامٌ (اِفْعَالُ) مصدر اس نے پورا کر دیا
هُنَّ ضمیر جمع مونث غائب کلمات کے لئے ہے۔ ان کو۔

فائدہ ۵۔ وہ کلمات (باتیں) کیا تھے؟ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ چند ایک باتیں یہ ہیں۔ ستائے۔ چاند۔ سورج کو بغور دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچنا کہ پروردگار ہمیشہ رہنے والا ہے ان چیزوں کی طرح زوال پذیر نہیں۔ آتشِ نمرود میں صبر کرنا۔ عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان میں اپنی زوجہ اور ننھے سے بچے کو حکم الہی کی بجا آوری میں۔ چھوڑ آنا۔ خداوند تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے میں تامل نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ صاحبِ تفسیر مظہری ہیں کہ کلمات سے مراد تمام ادا و امر و نواہی ہیں۔

قَالَ۔ اِیْ قَالَ اللّٰهُ۔

قَالَ - اِي قَالَ اللّٰهُ -

جَاعِلُكَ - مضاف منساف الیہ۔ تجھ کو بنانے والا۔ تجھ کو کرنے والا۔

إِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدار۔ رہنما۔ برون فَعَالٌ اسم ہے بمعنی مَنْ يُوْتَمُّ بِهِ کے جس کی پیروی کی جائے
اِسْتِمَامٌ۔ اِفْتِعَالٌ۔ مصدر سے۔ اَمَّ يَمُّ دباب نص اَمَّ۔ مصدر۔ بمعنی اِقْدَار کرنا۔

اَلْاِمَامُ۔ وہ ہے جس کی اقتدار کی جائے خواہ وہ انسان ہو۔ یا اس کے قول و فعل کی اقتدار کی جائے۔ یا کتاب وغیرہ
ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر۔ مذکور مَوْتُ دُنُوں پر آتا ہے۔ اِمَامَةُ کی جمع
اِئِمَّةٌ ہے جیسے کِنَانٌ کی جمع اِكْنَةُ (پرے۔ غلاف) ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ اَخَصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِينٍ (۱۲: ۳۶) ہر چیز کو ہم نے روشن
کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ کی طرف اشارہ ہے۔
قَالَ۔ ۱۱ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ۔

دَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ وَاَوْعَاطِفٍ مِنْ تَبْعِيْهِ ذُرِّيَّتِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جملہ کا عطف جَاعِلُكَ کے
کاف پر ہے۔ ۱۱ وَاَوْعَاطِفٍ مِنْ تَبْعِيْهِ اور کیا میری اولاد میں سے بھی بعض کو امام بنانے والا ہے۔
ذُرِّيَّةٌ۔ ذُرٌّ سے ہے جس کے معنی بکیر نے کے ہیں۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے۔
مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور
جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

قَالَ۔ ۱۱ قَالَ اللّٰهُ۔

لَا يَنَالُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نِيْلٌ باب سَمِعَ۔ مصدر۔ نہیں پائے گا۔ نہیں پہنچے گا۔
عَهْدِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا عہد۔ میرا وعدہ۔

(۱۲۵: ۲)۔ دَاٰذُ۔ ۱۱ دَاٰذُ ذِكْرًا ذِ۔ یاد کرو جب (ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴)

اَلْبَيْتَ۔ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اگرچہ بیت عام ہے جیسے اَلنَّجْمُ کا اطلاق ثریا پر اکثر آتا ہے
مَثَابَةً۔ یہ جَعَلْنَا کا مفعول ثانی ہے مَثَابَةً۔ طرف مکان ہے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ۔ اس کا مادہ ثَوَّبٌ ہے جس کا
معنی اصل حالت کی طرف لوٹنا۔ یا کسی کام کی اصلی غرض کی طرف لوٹنا ہے جو غرض پہلے سوچ لی گئی ہو۔ آغاز عمل انجام
فکر ہوتا ہے اور آخر عمل اول فکر یعنی آدمی پہلے سوچتا ہے۔ جب سوچ چکنا ہے تو کام شروع کرتا ہے۔ کام ختم ہو جاتا
ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آ جاتا ہے اور عمل نتیجہ سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ پس اسی سوچی ہوئی غرض کے
ظہور فعلی کی طرف لوٹنے کو ثَوَّبٌ کہتے ہیں اور نتیجہ کو ثواب یا مَثْوْبَةٌ کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی تعمیر اور حکم تعمیر سے پہلے
مقرر کر لیا گیا تھا کہ لوگ اس کو مرکز عبادت بنائیں اس کی طرف رُخ کریں وہاں جمع ہوں اس لئے کعبہ مَثَابَةً
اور جائے رجوع ہو گیا۔ اسی طرح سوت کا تنے کی اصل غرض کپڑا بنانا اور کپڑا حاصل کرنا ہوتی ہے اس لئے
کپڑے کو ثَوَّبٌ کہتے ہیں اسی طرح نتیجہ عمل کو ثواب (جزا و سزا) کہتے ہیں

اَمْنًا۔ بمعنی باعث یا جاتے امن۔ بے خوفی، دلجمعی۔ اس کا عطف مَثَابَةً پر ہے مصدر ہے۔ مبالغہ کے لئے لایا گیا
اِتَّخَذُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتَّخَذُوا اِتِّعَالَ۔ مصدر۔ تم اختیار کرو۔ بنا لو۔ اس سے پہلے قَدْ لَنَا مقدمہ ہے
ہم نے کہا۔ ہم نے حکم دیا یہاں مخاطبین الناس ہیں)

مُصَلًّی۔ ظرف مکان۔ تَصَلَّیْتُ (تفعیل) مصدر۔ صلوٰۃ کی جگہ۔ نماز پڑھنے کی جگہ۔ ترجمہ ہوگا اور ہم نے کہا کہ ابراہیم
کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنا لو۔ (یعنی طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا)

مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ تعمیر کرتے رہے۔ مقام ابراہیم
اگرچہ حدود کعبہ میں ایک مختص مقام کا نام ہے لیکن یہاں مراد کعبہ کی ساری حدود ہیں۔

عَهْدٌ نَّآلِی۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ عَهْدٌ (باب سَمِعَ) اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کے ساتھ معاہدہ
کرنا۔ کوئی شرط عائد کرنا۔ کسی چیز کا کرنا۔ لازم قرار دینا۔ کسی کام کو کسی کے ذمہ لگانا ہے۔

یہاں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے ابراہیم واسمعیل علیہ السلام کے ذمہ لگایا۔

اَنْ طَهَّرَا بَنَتِی۔ اَنْ مصدر یہ طَهَّرَا امر کا صیغہ ثنیہ مذکر حاضر۔ تَطَهَّرُوْا تَفْعِیْلٌ مصدر سے تم دونوں
پاک رکھو یعنی معاصی اور ناجائز افعال کے ارتکاب سے میرے گھر کو پاک رکھو۔

بَنَتِی۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول طَهَّرَا کا۔ اور مراد اس سے خانہ کعبہ ہے

لِلطَّائِفِیْنَ۔ لام حرف جار۔ الطَّائِفِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ الطَّائِفُ واحد طَوَّفَ مصدر (باب نَصَرَ) کسی چیز کے
گرد چکر کاٹنا۔ چکر کاٹنے والے۔ پھیرے لینے والے۔ طواف کرنے والے۔ مجازاً وسوسہ اور خطرہ کو بھی طائف کہتے ہیں
یہ مجبور ہے اپنے جار کا۔ طواف کرنے والوں کے لئے۔

وَالْعَاكِفِیْنَ۔ واو عاطفہ۔ الْعَاكِفِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاكِفٌ واحد عَكَوْفٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے
جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا۔ اور اس سے وابستہ رہنا۔ عَاكِفٌ مجاور۔ اُلُفٌ بیٹھنے والا۔ جم کر بیٹھنے والا

اعتکاف کرنے والا۔ اعتکاف شرع میں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنے کو کہتے ہیں۔
اور معتکف وہ شخص ہے جو عبادت کی نیت سے مسجد ہی میں ہے اور باہر نہ نکلے۔ سوائے ضرورت شرعی کے

قرآن مجید میں ہے وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ۔ (۸۱: ۲) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔
یا اور جگہ آیا ہے یَعْكُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّهُمْ۔ (۱۳۸: ۴) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ہیں

یا محض روکے رکھنے کے لئے ہے وَالْهَدٰی مَعَكُوفًا۔ (۲۸: ۲۸) اور قربانی کے جانور کو روک دیئے گئے ہیں۔ اس
کا عطف الطَّائِفِیْنَ پر ہے۔

وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ واو عاطفہ۔ الرُّكَّعِ اسم فاعل جمع مذکر رَاكِعٌ واحد رَكَعٌ (باب فَتَحَ) مصدر جھکے
والے۔ رکوع کرنے کرنے والے۔ رکوع کے اصل معنی انحناء یعنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص

شکل میں جھکے پر بولا جاتا ہے۔

السُّجُودِ جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ سجدہ کرنے والے یہ سَجَدَ يَسْجُدُ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے جس کا مطلب سجدہ کرنا۔ سر زمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا ہے۔ کبھی سجدہ کی تعبیر نماز سے بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَادِّ بَارِ السُّجُودِ (۴۰: ۵۰) اور نماز کے پیچھے۔

وَالرُّكُوعِ السُّجُودِ۔ اور نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ ان کا عطف بھی الطَّائِفِينَ پر ہے۔

أَنْ طَهَّرَا... الخ میں أَنْ مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عہد بمعنی قول ہے اور یہ عہدُ فَا کی تفسیر ہے۔

۱۲۱: ۲ - وَادِّ - ملاحظہ ہو ۱۲۴: ۲ - اور یاد کرو جب۔

رَبِّ۔ اصل میں یَارَبِّ تھا۔ یا حرف ندا، محذوف ہے۔ ادری ضمیر متکلم کو تخفیفاً گرا دیا گیا۔ اے میرے رب اجْعَلْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب جَعَلَ (باب فَتَحَ) مصدر۔ تو کرے۔ تو بنا دے۔ اِی صَيَّرَ تو بنا دے

هَذَا۔ یعنی کعبہ اور اس کے ارد گرد کی وادی۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ ۱۴: ۳۴

اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد وادی (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس لایا ہے۔ یہ مفعول اول ہے اجْعَلْ کا۔

بَلَدًا آمِنًا۔ بَلَدًا (شہر) مفعول ثانی۔ موصوف۔ آمِنًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ آمِنٌ سے امن والا پُر امن۔ صفت۔ یہ سارا جملہ رَبِّ اجْعَلْ..... الخ معطوف علیہ۔ وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یہ جملہ معطوف ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

أَهْلَهُ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَرْزُقْ کا۔ کہ ضمیر کا مرجع بَلَدًا ہے۔ مِنَ الثَّمَرَاتِ متعلق فعل ہے اور مَنْ آمَنَ..... الْيَوْمِ الْآخِرِ بدل بعض ہے أَهْلَهُ

مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ میں مَنْ موصولہ ہے اور باقی جملہ اس کا صلہ ترجمہ۔ اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اس کو میوؤں کی روزی عطا کرے۔

قَالَ۔ اِی قَالَ اللہ۔

مَنْ كَفَرَ۔ مَنْ موصولہ اور كَفَرَ فعل اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اپنے موصول کا۔ اور یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور جو کفر کرے گا۔

فَأَمْتَعَهُ قَلِيلًا۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُمتَّعَ مضارع واحد متکلم۔ کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ كَفَرَ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو بھی کچھ نفع پہنچاؤں گا۔ کچھ متاعِ زندگی دوں گا۔

یہ تَمَتَّعُ (تفعیل) مصدر ہے بمعنی تھوڑا بہت مال و اسباب زندگی کے لئے دینا۔
 حمد جواب شرط ہے ذَلِيلًا صفت ہے جس کا موصوف ذَمَانًا محذوف ہے۔ ای ذمنا قلیلًا۔
 تھوڑے عرصہ کے لئے۔ چند دنوں کے لئے۔

أَضْطَرُّ ۱۔ اَضْطَرُّ مضارع واحد متکلم۔ اِضْطِرَارٌ (اِفْتِحَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی کو ضرر رساں
 چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ را، ایک یہ کہ وہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو
 جیسے آیت ہذا میں (پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے مجبور کر دوں گا۔ یعنی مجبوراً دھکیل دوں گا)
 (۲) دوسرے یہ کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) کسی ایسے جذبہ کے تحت
 وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو۔ مثلاً شراب نوشی یا قمار بازی کی خواہش سے
 مغلوب ہو کر ان کا ارتکاب کرے۔

(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت ارتکاب کرے جس کے نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو مثلاً قرآن مجید میں
 ہے۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ
 اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (۲: ۱۷۳)۔ تحقیق اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا
 گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ ہاں جو ناپار ہو جائے (بشرطیکہ خدا
 کی نافرمانی نہ کرے۔ اور حد ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے اس پر کچھ گناہ نہیں۔
 لفظ ضرورت بھی اسی مادہ ض ر ر سے مشتق ہے۔

يَبْسُ۔ بُرّا ہے فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ يَبْسُ اصل میں يَبْسُ تھا بروزن فعل (باب سَمِعَ)
 عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا يَبْسُ ہو گیا
 الْمَصِيرُ۔ اسم ظرف مکان صَيْرُ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرار گاہ۔ وَيَبْسُ الْمَصِيرُ۔ ۱۲ ی وَيَبْسُ
 الْمَكَانُ الَّذِي يَصِيرُ إِلَيْهِ الْكَافِرُ۔ بُرّا ہے وہ مکان (ٹھکانا) جس کی طرف کافر لوٹے گا۔ مراد عذاب
 دوزخ ہے۔

۲: ۱۷۴۔ يَرْفَعُ۔ مضارع (بمعنی حکایت حال ماضی یعنی وہ فعل مضارع جو کسی گزشتہ بات کو بیان کرنے
 کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) صیغہ واحد مذکر۔ غائب۔ رَفَعَ۔ باب فَعَّ۔ مصدر سے
 وہ اٹھا رہا تھا۔ وہ بلند کر رہا تھا۔

أَلْقَوْا عِدًّا۔ جمع اس کی واحد دو طرح سے ہے۔

(۱) أَلْقَاءٌ عِدَّةٌ۔ جس کے معنی بنیاد ہے۔ دیوار کا وہ حصہ جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ أَلْقَوْا عِدًّا
 بنیادیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مستعمل ہے۔

الْقَاعِدُ۔ وہ عمر رسیدہ عورت جو حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہو۔ یہاں تاہ تاہینث لانے کی ضرورت نہیں جو صفات عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تاہ تاہینث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا جو تاہ تاہینث ذکر کر کے رفع اشتباہ کیا جائے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا (۶۰: ۲۴) اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی۔

وَالْإِسْمَاعِيلُ۔ داؤد عاطفہ ہے اور اسمعیل معطوف ہے۔ اس کا عطف اِِبْرَاهِيمَ پر ہے البیت سے مراد کعبہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ رَبَّنَا..... الخ سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ قَائِلِينَ (یہ کہتے ہوئے) رَبَّنَا..... الخ یہ جملہ ابراہیم واسمعیل سے حال ہے۔

ترجمہ :- جب (حضرت) ابراہیم واسمعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ دونوں دعا کئے جاتے تھے (یا کہہ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تَقَبَّلْ مِنَّا کے بعد طَاعَتَنَا اِيَّاكَ محذوف ہے۔

تَقَبَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَقَبَّلْ (تَفَعَّلْ) مصدر سے۔
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ یہ علت ہے قبول کر لینے کی۔ استدعا کے لئے (کیونکہ) بے شک تو ہی سمیع علیم
۱۲۸: ۲۔ رَبَّنَا..... اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یہ دعا ہے جو کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے شروع ہوتی تھی۔

مُسْلِمِينَ۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر مُسْلِمٌ واحد۔ دو فرمانبردار مسلمان۔
مُسْلِمَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث مُسْلِمَاتٌ جمع۔ فرمانبردار مسلمان۔
اور ہماری اولاد (یا نسل) میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار بناتے رہیں۔
اَرِنَا۔ اَر۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِرَاءَةٌ۔ (افعال) مصدر سے سہی مادہ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمیں دکھا۔

مِنَّا سِكَنًا۔ اسم ظرف مَنَسِكَ کی جمع مضاف فَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَرِ کا۔ ہمارے حج اور عبادت کے طریقے۔

نَسِكَ عِبَادَت۔ پرستش۔ نَسِكَ قربانی نَاسِكَ عَابِد۔ دین کے راہ پر چلنے والا۔ مَنَسِكَ قربانی کی جگہ۔ دین کا راستہ۔ عبادت کا طریقہ۔ حج کا طریقہ۔

تُبَّ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَوْبَةً۔ (باب نصر) مصدر۔ تو معاف کر۔ تُو توبہ قبول کر۔

تَابَ يَتُوبُ۔ اگر الٰہی کے صلہ کے ساتھ آئے تو بمعنی بندے کا توبہ کرنا۔ معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا، اور جب علی کے ساتھ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنے اور رحم کے ساتھ متوجہ ہونے کے

معنی ہر تے ہیں۔ ثُبَّ عَلَيْنَا۔ ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔

التَّوَابُ۔ بر وزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَابٌ کہا جاتا ہے۔ جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے۔ مسلسل۔ بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے کے ہیں۔

۱۲۹:۲۔ اِیْعَثْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِیْعَثُ (باب فتح) مصدر بمعنی بھیجنا۔ تو بھیج۔ اسی باب سے بمعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ یا کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا بھی آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (۵۶:۲) پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کیا۔ یہاں اس آیت میں بمعنی بھیج آیا ہے۔

فِيهِمْ اور مِنْهُمْ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع یا اُمَّةٌ مُسْلِمَةٌ ہے یا الذِّرَیَّةُ ہے۔ الذِّرَیَّةُ زِیَا مناسب ہے۔

رَسُولًا۔ مفعول ہے فعل اِیْعَثْ کا۔ اور یَتْلُوا۔ یُعَلِّمُهُمْ۔ یُزَكِّیْهِمْ یہ سب رَسُولًا کی صفت واقع ہوتے ہیں۔

یَتْلُوا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تِلَادَةٌ (باب نصر) مصدر۔ جو دان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے۔ دُعِلَیْهِمْ اور ان کو (کتاب اور دانائی) سکھایا کرے۔ دُیْزَکِیْهِمْ۔ یُزَکِّیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَزْکِیَّةٌ (تَفْعِیلٌ) اور (ان کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔

۱۳۰:۲۔ مَنّ استفہامیہ انکاریہ ہے۔

یَرْغَبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ عَنّ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روگردانی کرنا۔ منہ پھیرنا۔ اور اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی عاجزی و انکساری سے مانگنا۔ التجا کرنا۔

رَغْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ اول الذکر کی مثال۔ آیۃ ہذا۔ کون روگردانی کر سکتا ہے۔ یعنی کوئی روگردانی نہیں کر سکتا۔ مؤخر الذکر کی مثال۔ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ (۹۴-۸) اور اپنے رب کی طرف عاجزی سے متوجہ ہو جایا کرو۔

اِلَّا۔ حرف استثناء مگر۔

مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ۔ مَنْ موصولہ۔ سَفِهَ۔ فعل ماضی۔ واحد مذکر غائب سَفِهَ (باب سَمِعَ) اس نے بیوقوفی پر آمادہ کیا۔ نَفْسَهُ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول سَفِهَ کا۔ مَنْ سَفِهَ

نَفْسَهُ جس نے اپنے نفس کو نادانی یا بے وقوفی پر آمادہ کیا۔ یا اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اپنے آپ کو احمق بنایا۔

لَقَدْ - لام تاکید اور قَدْ تحقیق کے لئے ہے جب ماضی پر داخل ہو۔

إِصْطَفَيْنَاكَ - إِصْطَفَيْنَا ماضی جمع متکلم - إِصْطَفَاءُ (افتعال) مصدر - بمعنی صاف اور خالص چیز لے لینا۔ جیسے إِخْتِيَارٌ کے معنی بہتر چیز لے لینا۔ اور إِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینا۔ ہے۔ ۸ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اِبْرَاهِيمَ ہے۔ ہم نے اس کو منتخب کر لیا۔

۱۳۱:۲ - اَسْلِمَ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْلَامٌ (افعال) مصدر سے۔ تو حکم برداری کر شریعت میں اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ۱، ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جاتے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار خواہ دل سے اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ قَالَتِ الذَّعْرَابُ اَمَّا قُلُّ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُلُوْا اَسْلَمْنَا (۱۴:۴۹) کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کہ تم ایمان نہیں لاتے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ (۲) دوسرے وہ کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے۔ اور قضاء قدر الہی کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ آیت ہذا (۱۳۱:۲) میں یہی اسلام مراد ہے۔

۱۳۲:۲ وَوَصَّيْ بِهَا - وَصَّي ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ تَوْصِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بَاء تعدیہ کے لئے ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع یا ملة (۱۳۰:۲) ہے یا حضرت ابراہیم کا وہ فعل ہے جو انہوں نے خدا کے حکم اَسْلَمَ کے جواب میں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہہ کر تعمیل حکم ربانی کی۔ اور اسی دین (ملت) کی اس نے وصیت کی کسی واقعہ کے پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کو وصیت کہتے ہیں۔

بَنِيهِ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول وَصَّي بِهَا کا۔ بَنِي اصل میں بَنِيْنَ تھا۔ (بجالت نصب) (بَنُوْنَ جمع اِبْنُ کی) تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اپنے بیٹوں کو۔ وَاعْقُوبُ - واو عاطفہ۔ يَعْقُوبُ معطوف ہے اِبْرَاهِيمَ پر۔ اور یعقوب نے بھی۔

یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی تھی۔

يٰۤاَيُّهَا بَنِيَّ - مضاف مضاف الیہ مل کر منادی - بَنِيَّ اصل میں بَنِيْنَ تھا۔ (بَنُوْنَ کی حالت نصب)۔ کیونکہ یہ مضاف ہے اور اگر منادی مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے م یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اور اب دو یاء جمع ہوئیں۔ یاء کو یاء میں

مدغم کیا۔ بنی ہو گیا۔ اے میرے بیٹو۔

إِصْطَفَىٰ ماضی واحد مذکر غائب۔ إِصْطَفَاءُ (افتعال) مصدر۔ اس نے چن لیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔
(۱۳۰:۲) إِصْطَفَيْنَاهُ کے محاذ۔

الدِّین سے مراد دین اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الدِّینَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔

لَا تَمُوْتُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تاکید بانون ثقیلہ۔ تم نہ مرو موت سے
وَأَمْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ جملہ حالیہ ہے فَلَا تَمُوْتُنَّ سے۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو
۱۳۳:۲۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ یہاں اضراب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس معنی کے ساتھ
ساتھ استفہام انکاری کے معنی کو بھی شامل ہے۔ مطلب یہ کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو :-
مَا مَاتَ بَنِي الْاَعْلٰی الْیَهُودِیَّةَ وَغَیْرَہ۔ بلکہ حقیقت تو وہ ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے اور
تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آپہنچی۔ نیز ملاحظہ ہو (۹:۱۸)
شَہِدَآءَ۔ شَہِیْدٌ کی جمع ہے۔ شہید شرع میں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو
شَہِیْدٌ بِرُزْنٍ فَعِیْلٌ بمعنی فاعِلٌ ہے۔ یعنی۔ شَہِیْدٌ۔ مشاہدہ کرنے والا۔ گواہ۔ وہ شخص جو جائے
وقوعہ پر موجود ہو اور مشاہدہ کرنے والا ہو۔ شَہِدَآءَ۔ اس کی جمع۔ موقعہ پر موجود لوگ۔ موقعہ مشاہدہ
کرنے والے لوگ۔ گواہ (جمع) اَمْ کُنْتُمْ شَہِدَآءَ۔ کیا تم موجود تھے۔ (استفہام انکاری ہے) یعنی
تم اس وقت موجود نہ تھے۔

اِذْ حَضَرَ۔ میں اِذْ ظرف زمان ہے۔ جب حاضر آہوئی۔ جب قریب آگئی۔

اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ جس وقت (اس نے) کہا۔ یا جس وقت اس نے پوچھا۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مَا بِمَعْنٰی مَنْ استفہامیہ ہے۔ تم کس کی عبادت کرو گے؟

اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ بدل ہے اَبَآءَ سے یعنی آپ کے بزرگ اجداد ابراہیم و اسماعیل
واسحق (علیہم السلام)

اِلٰہًا وَاَحَدًا۔ موصوف، صفت مل کر بدل ہے۔ اِلٰہَکَ اور اِلٰہَ اَبَآئِکَ میں اِلٰہَ کا۔

وَنَحْنُ لَہُ مُسْلِمُونَ اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ یہ جملہ حال ہے فاعل تَعْبُدُ سے۔

یا یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ سابقہ تَعْبُدُ اِلٰہَکَ الخ پر ہے۔

۱۳۴:۲۔ تِلْکَ اُمَّةٌ۔ اسم اشارہ بعید واحد مؤنث۔ اس کا اشارہ حضرت ابراہیم و اسماعیل کی

اولاد کی طرف ہے۔ اُمَّةٌ۔ جماعت۔ اُمّت۔ ہر وہ جماعت جس میں کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو

اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت پر ہو یا جغرافیائی یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔
 اَمَّ يَوْمًا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے قصد کرنا۔ اُمَّلُ بمعنی مقصود ہوا۔ جماعت کو امت اس لئے
 کہنے لگے۔ کہ جس طرف جماعت ہوتی ہے لوگ اسی کا قصد کرتے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴۔ لفظ
 اِمَامًا کے محاذ۔

كَسَبَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے کمایا۔ اچھایا بُرا کوئی کام کیا۔

لَهَا۔ لَكُمْ۔ میں لام منفعت کے لئے ہے یعنی اس اچھے یا بُرے کام کی جزا و سزا اس کے کرنے
 والے کے لئے ہے۔

لَا تَسْأَلُونَ۔ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر، تم سوال نہیں کئے جاؤ گے۔ تم سے سوال نہیں
 ہوگا۔ تم سے پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔

عَمَّا۔ مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔

كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا موصولہ کا۔

۲: ۱۳۵۔ قَالُوا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب۔ اہل کتاب کے لئے ہے۔ یہودی۔ نصاریٰ۔

كُونُوا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، کُونُ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ مصدر تم ہو جاؤ۔

تَهْتَدُوا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تو ہدایت پاؤ گے۔
 راہ راست پر آ جاؤ گے۔

قُلْ۔ اِیْ قُلُوبِیْ یَا مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ دیجئے۔

بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا

بَلْ۔ بلکہ۔ مِلَّة۔ دین۔ مذہب۔ مضاف۔ اِبْرٰہِیْمَ مضاف الیہ۔ حَنِیْفًا۔ حال۔ مضاف الیہ۔

اِبْرٰہِیْمَ کا۔ حَنِیْفٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہِ حق پکڑے اور

باقی سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حَنِیْفٌ کہلاتا ہے۔ المفردات میں ہے۔ اَلْحَنِیْفُ کے معنی گمراہی

سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس کے مقابل جَنْفٌ ہے جس کے معنی استقامت

سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جملہ کی تقدیر یوں ہے بَلْ نَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا

یہ نہیں جیسا تم کہتے ہو بلکہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں دین ابراہیم جو تمام باطل راہیں چھوڑ کر ایک راہ

حق پر چلے ہوئے تھے۔

بَلْ۔ بَلْ کی دو صورتیں ہیں۔

را، اگر اس کے بعد کوئی مفرد کلمہ آئے تو اس واسطے یہ بطور حرف عطف استعمال ہوگا۔ قرآن مجید میں

نَرَانِ) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔
(نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے۔ (اور یہ قرآن اس کے شاعرانہ خیالات کا نتیجہ ہے)

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں۔ پھر مزید اسے افتراء بتاتے ہیں۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے انہی دونوں (ا۔ ب) معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے
۱۳۶:۲۔ اس آیت میں جہاں بھی مآ آیا ہے وہ موصولہ ہے۔

قُولُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کہو۔ اِی قُولُوا اِیہَا الْمُؤْمِنُونَ لَهٗؤُلَآءِ الْیَہُودُ وَالنَّصَارَی
اِی مَوْمِنُو۔ ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دو

وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف یعنی قرآن۔

الَّذِیْنَ سَبَّٰطُ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سَبَّطُ کی جمع ہے جس کے معنی پوتے، نواسے دونوں کے آتے
ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ جب اسباط یہود یا اسباط بنی اسرائیل کہا
جائے۔ تو اس سے مراد قبیلہ ہوتا ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔

اُدَّتِی۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ دیا گیا۔ اسے دیا گیا۔

بَیِّنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جدائی۔ ملاپ۔ دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل
میں آئی ہے۔ جیسے وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا ذُرْعًا (۱۸-۲۲) اور ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی۔

بَیِّنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بَیِّنَ الْبَلَدَیْنِ دو شہروں
کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بَیِّنَ الرَّجُلَیْنِ دو آدمیوں کے درمیان
اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں اور وہاں بَیِّنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ مثلاً فَاجْعَلْ بَیْنَنَا
وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا (۵۸:۲۰) پس ہمارے اور تیرے درمیان وعدہ ٹھہرائے۔ اور جب بَیِّنَ کی اضافت
اَبْدِی (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً لَا تَبَیِّنْہُمْ مِّنْ
بَیِّنِ اَیْدِیْہُمْ (۱۷:۴) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔

بَیِّنَ اَحَدٍ۔ اگرچہ بَیِّنَ ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن چونکہ یہاں اَحَدٍ بمعنی 'فریق' آیا ہے
اس لئے بَیِّنَ کی اضافت اَحَدٍ کی طرف درست ہے۔

نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُونَ۔ میں کا ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔

۱۳۷:۲۔ فَاِنَّ اَمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اَمَنْتُمْ بِہٖ۔ میں فَاِنَّ شرطیہ ہے۔ ۲ اَمَنُوْا فعل بافاعل بِمِثْلِ
میں ب زائدہ اور تاکید کے لئے ہے۔ مِثْلِ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اور مَا مصدر یہ ہے تقدیر

(۲) یہ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ سے بدل ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے ملت ابراہیم سے مراد اللہ کا دین لیا ہے
(۳) اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ مثلاً تقدیر کلام ہے (۱) عَلَيْنٰكُمْ صِبْغَةَ اللّٰهِ اللہ کے رنگ کو
اپنے اوپر لازم پکڑو۔

(۲) صَبَّغْنَا اللّٰهُ صِبْغَتَهُ۔ اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ مصدر کو تاکید کے لئے بطور مفعول مطلق
لایا گیا ہے۔

(۴) بعض نے کہا ہے کہ صبغة اللہ سے ختنہ مراد ہے۔ کیونکہ اس سے مختون خون آلود ہو جاتا ہے۔
(۵) تفہیم القرآن میں ہے کہ مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں
داخل ہوتا تو اسے غسل دیتے تھے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دھل گئے اور
اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا، یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصطلاحی نام ان
کے ہاں اصطباغ (بتسمہ) ہے۔۔۔۔۔۔ اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے
اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ط اور اللہ کے رنگ سے کسی کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؟ مَنْ اسْتَفْهَمَ
ہے أَحْسَنُ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے۔ ضمیر اس میں هُوَ راجع طرف مَنْ کے ہے جو متمیز ہے اور۔
صِبْغَةً متمیز۔ (اور بدیں وجہ یہ منصوب ہے)

وَمَنْ لَهُ عَبْدٌ ذَٰلَہ جملہ حالیہ ہے۔ لَہ میں ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے عَبْدٌ ذَٰلَہ اسم فاعل
جمع مذکر۔ عبادت کرنے والے۔ بندگی کرنے والے۔

(۲: ۱۳۹) اَتُحَاجُّوْنَآ۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ تُحَاجُّوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
مُحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر ہے۔ جس کے معنی دوسرے سے حجت کرنے کے۔ یا جھگڑنے کے ہیں فَاَضْمِیْ
جمع متکلم۔ کیا تم ہم سے (اللہ کے دین کی بابت جھگڑتے ہو۔

فِی اللّٰهِ۔ ای فِی دِیْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے دین کی بابت۔ اس کے متعلق یا اس کے بارہ میں
مُخْلِصُوْنَ۔ اِخْلَاصٌ (اِفْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اخلاص کے معنی ہیں کسی
چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک کر دینا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے پاک و صاف اور
خالی ہونا ہے۔ یعنی ہم خدا کی اطاعت یا بندگی خالص کرنے والے ہیں۔ ہماری عبادت محض خدا تعالیٰ کی
رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہیں ہے۔

قُلْ۔ جملہ فعلیہ الشائیہ ہو کر قول ہے۔ اور باقی آیت لغایت وَذَخْنُ لَہ مُخْلِصُونَ اس کا مقولہ ہے
اللّٰہ۔ ذوالحال ہے۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ حال اول۔ اور وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ حال ثانی

اور فَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ۔ حال ثالث ہے ذوالحال کا۔ یا یہ تینوں جملے تَحَاجُّوْنَا کے ناسے حال ہیں یعنی تمہارا اللہ (یا اللہ کے دین کی بابت) محاسب (بحث جھگڑا) بے بنیاد ہے اور ناقابل قبول۔ دین کی بابت ہم تم سے زیادہ مخلص اور فرما بزرگوار ہیں۔

۱۴۰: ۲۔ اَمْ۔ سعادۃ للہمزة ہے (یعنی سبزہ استغھام انکاری جو اوپر اَتْحَاجُّوْنَا میں آیا ہے اسی معنی میں یہ آیا ہے) (ای قل یا محمد) اَمْ تَقُولُوْنَ..... کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے؟ تمہارا یہ کہنا بھی بے بنیاد اور ناقابل تسلیم اور افتراء ہے کیونکہ یہودیت اور نصرانیت تو ان حضرات علیہم السلام کے بعد کی بات ہے انما حدثت اليهودية والنصرانية بعد ہمد وثبت کذبکم یا معشر اليهود والنصرانی علی ابراہیم وبنیہ۔

مقصود یہ ہے کہ تمہاری یہ دونوں باتیں محاجة فی دین اللہ وقولکم کانوا ابراہیم.... الخ ہودا و نصاریٰ بالکل غلط ہیں۔

قُلْ (ای قل یا محمد) تو کہہ (زبرد تو بیخ کے پیرایہ میں آیا ہے۔

اَمْ۔ یہاں متصل ہے ای ایکما علم (تم میں سے کون بہتر جانتا ہے) استغھام انکاری ہے۔ ای لستم اعلم بحال ابراہیم علیہ السلام فی باب الدین بل اللہ تعالیٰ اعلم بذلک دین کی بابت ابراہیم علیہ السلام کے حال کو تم بہتر نہیں جانتے بلکہ خداوند تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا (۶۷: ۳) ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہوئے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ استغھامیہ اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور کون زیادہ ظالم ہے مِثْنُ۔ مِثْنُ۔ حرف جار۔ ادر مَنْ اسم موصول سے مرکب ہے کَتَمَ شَهَادَةً۔ کَتَمَ فعل بافاعل۔ شَهَادَةً مفعول۔ عِنْدَهُ۔ مِنَ اللہ۔ دونوں شَهَادَةً کی صفت ہیں۔ جو چھپاتا ہے اس شہادت کو جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے۔ کَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللہ۔ صلہ ہے اپنے موصول کا موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہے اپنے جارِ مِنْ کا۔

یہ استغھام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اور اللہ کی جانب سے شہادت کیا تھی؟ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب جو ان کے پاس آئی تھی۔ اس میں انہوں نے پڑھا کہ حقیقی دین اسلام ہے اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابراہیم۔ اسمعیل، اسحق اور یعقوب علیہم السلام یہودیت و نصرانیت سے الگ تھے۔ لیکن پھر بھی نہ مانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ

اس بات کو چھپا بھی رکھا۔

۱۴۱:۲ - تِلْكَ اِسْمُ اِشْرَافٍ لِّعِبَادِ مَوْثِقِ اُمَّةٍ - اُمَّتٍ - يَهْدِي اِلَيْهِ اَمْتٌ مَّتًى -

قَدْ خَلَتْ - قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مَوْثِقِ غَائِبِ خُلُوٍّ (باب نَصَرٍ) مصدر سے۔ وہ گزر گئی۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت مَّتًى جو گزر گئی۔

یہاں امت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ - ملاحظہ ہو۔ آیت ۲: ۱۳۴ - متذکرۃ الصدر۔ اس مضمون کو یہاں مبالغہ کے لئے مکرر بیان فرمایا۔ تاکہ اپنے آباء و اجداد کے سہرو سے پر نہ رہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے مضمون میں تو خطاب اہل کتاب کو تھا اور اس میں ہم کو ہے کہ میرا دامن ان کا اقتدار کرنے لگیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور دوسری سے یہود اور نصاریٰ کے آباء و اجداد مراد ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

يَا رَه سَيَقُولُ

(١٢)

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

۱۴۲:۲ سَيَقُولُ : مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے يَقُولُ واحد مذکر غائب قَوْلٌ مصدر باب نصر سے وہ کہتا ہے۔ وہ کہیگا یہاں بمعنی جمع مذکر غائب آیات یعنی السفہاء (سفیه لوگ) کہیں گے

السفہاء۔ سَفِيَهُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل لوگ، احمق۔ یہاں مراد یہود اور مشرکین ہیں۔
مَا وَلَهُمْ۔ مَا استفہامیہ ہے۔ وَلَهُمْ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَوَلَّيْتُ (تفعل) مصدر بمعنی موڑنا پھیرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کس نے موڑا ان کو، کس نے پھیر دیا ان کو (یہ سوالیہ انداز بطور تحقیق نہیں بلکہ بطور تعریف و طنز ہے)

قَبْلَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا قبلہ۔ قبلہ اصل میں کسی شے کے سامنے ہونے کی حالت اور ہیئت کو کہتے ہیں۔ جیسے جَلَسْتُ بیٹھنے کی حالت کو بولتے ہیں پھر بطور نقل کے اس مکان کو کہنے لگے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

۱۴۳:۲ كَذَلِكَ۔ اسی طرح ایسے ہی۔ کات۔ اول حرف تشبیہ ہے ذال۔ اسم اشارہ واحد مذکر۔ لَ عَلَاتِ اشارہ بعید۔ کاف آخر، حرف خطاب واحد مذکر حاضر کے لئے۔ اور واحد مؤنث حاضر کے لئے كَذَلِكَ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذَلِكَ۔ اس کا مشبہ ہے۔

۱، یا ارشاد باری تعالیٰ وَ لَقَدْ اصْطَفَيْنَا فِي الدُّنْيَا (۱۳۰:۲) ہے یا قَوْلُهُ تَعَالَى يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ آیت ماقبل (۱۴۲:۲) ہے۔ اور یہ معطوف ہے ہر دو کا۔ (۳) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کر رکھا ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان وسط میں ہے۔ اسی طرح تم کو اُمَّةً ذَسَطًا بنایا، جو افراط و تفریط سے مبرا ہے نہ نصاریٰ جیسی افراط۔ کہ عیسیٰ کو خدا بنا دیا نہ یہودیوں جیسی تفریط کہ دین میں تحریف اور تبدیلی کر ڈالی۔ (حازن)

ذَسَطًا صیغہ صفت ذَسَطَ مصدر (باب ضرب) ٹھیک درمیانی۔ برگزیدہ۔ عادل۔ (مدارک و بیضاوی) ذَسِيطٌ۔ وہ آدمی جو نسبی اعتبار سے درمیانہ اور مرتبے کے لحاظ سے بہت بڑا ہو (أَدَسَطُهُمْ نَسَبًا وَارْتَفَعُ مِنْهُمْ) صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں کہ: ذَسَطٌ۔ کالفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیانہ ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا عمدہ ترین حصہ ہوا کرتا ہے انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ (عہد شباب) اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے۔ دن کے درمیانی حصہ دوپہر میں روشنی اپنے نقطہ عروج پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے افراط و تفریط دونوں پہلو مذموم، بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب کے سرفراز فرمایا۔ ان کے عقائد۔ ان کی شریعت، ان کے

نظام اخلاق - سیاست اور اقتصاد میں افراط و تفریط کا گزر نہیں۔ یہاں اعتدال ہے توازن ہے۔ موزونیت ہے۔ لَتَكُونُوا - لام تعلیل ہے تَكُونُوا - فعل مضارع منصوب (بوجہ اَنْ مقدّمہ بعض کے نزدیک لام تعلیل بذات خود ہی ناصب ہے) جمع مذکر حاضر، تون اعرابی عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے۔ تاکہ تم بنو بن باؤ۔ لَتَكُونُوا..... الاية - امت محمدیہ کے وسط بنانے کی علت ہے۔

شُهَدَاءُ - شَهِيدُ کی جمع ہے جو مبالغہ کے لئے ہے۔ جیسے عَلِيمُ کی جمع عَلَمَاءُ ہے۔ شُهَدَاءُ بوجہ الف التانیث غیر منصرف ہے۔ يَكُونُ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ اور تاکہ رسول تم پر گواہ ہو۔

مَا جَعَلْنَا - ماضی جمع متکلم بمعنی صَيَّرْنَا۔ ہم نے بنایا۔ مَا نَافِيہ ہے۔ اب معنی ہوں گے ہم نے نہیں بنایا اَلْقِبْلَةَ - مفعول ہے جَعَلْنَا کا۔ اور اَلَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا موصول وصلہ مل کر صفت ہے اَلْقِبْلَةَ کی۔ لِنَعْلَمَ - لام تعلیل کا۔ نَعْلَمَ مضارع منصوب جمع متکلم۔ کہ ہم کو معلوم ہو جائے۔ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِي ہے۔ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مفعول اول ہے نَعْلَمَ کا۔

مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ - مِمَّنْ - مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے۔ يَنْتَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ صلہ اپنے موصول کا۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی نَعْلَمَ کا۔ معنی یہ ہوں گے تاکہ ہم اس شخص کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے جُدا جان لیں اس شخص سے جو اُلٹے پاؤں پھرے۔ يَنْقَلِبُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْقِلَابٌ (اِنْفَعَالٌ) مصدر سے وہ لوٹتا ہے وہ لوٹے گا۔ وہ پھرتا ہے وہ پھرے گا۔

عَقْبَيْهِ - مضاف مضاف الیہ عَقْبَيْهِ اصل میں عَقَبَيْنِ تھا۔ تثنیۃ کا نون بوجہ اضافت گر گیا۔ عَقِبٌ بمعنی ایڑی۔ اِنْقَلَبَ عَلَى عَقْبَيْهِ وہ اپنے پاؤں پر (یا ایڑیوں پر) اُلٹا پھر گیا۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو اس تبدیلی کعبہ پر شک و تردد کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے۔

وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً - وَ اَوْ عاطفہ۔ اِنْ مخفف ہے اِنَّ سے اس کا اسم محذوف ہے اَعْلٰئُهَا ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو وہ مفہوم ہے جو کہ دَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ میں ہے یا یہ ضمیر قبلۃ یا تبدیل و تحویل کی طرف راجع ہے۔ لام فاصلہ یا فارقہ ہے اور اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق کرنے کے لئے آیا ہے اِنْ یہاں حرف تحقیق و تاکید ہے اِنْ كَانَتْ قَدْ كَانَتْ - جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے اِنْ كَانَ اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ لَظَالِمُوْنَ (۱۵-۸) تحقیق اصحاب الایکہ ظالم تھے۔

کَبِيرَةً صفت مشبہ واحد مؤنث منصوب۔ تانیث کَانَتْ کے مؤنث ہونے کی وجہ اسم محذوف

(ای تولیۃ الکعبۃ - تحویلۃ الکعبۃ) کے مَوْنَت ہونے کی وجہ سے ہے اور نصب بوجہ کانت کی خبر ہونے کے کبیرۃ بمعنی سناقتہ - شاق گراں - سخت - ناگوار - مقدار میں بڑا ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً (۹۱: ۱۲۱) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت (وہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيْمَانَكُمْ - ای دما کان اللہ مریداً لان یضیع ایمانکم - مریداً خبر کان محذوف ہے لام کے بعد ان مقدمہ ہے لان یضیع ایمانکم جملہ متعلق خبر ہے یضیع فعل بوجہ عمل ان مقدمہ منصوب ہے ترجمہ ہوگا - اور اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے - یہاں ایمان سے مراد الصلوٰۃ رمانہ ہے - اور مراد اہل ایمان کی وہ نمازیں ہیں جو وہ تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے تھے - تفسیر منظری میں ہے کہ صحیحین میں حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے بہت سے آدمی مر گئے اور شہید ہو گئے تھے ہم کو کچھ علم نہ تھا کہ ان کے بارہ میں کیا کہیں (آیا ان کی نمازیں پڑھی ہوئی اکارت گئیں یا انہیں ثواب ملے گا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی - لَرَّءَوْفٌ رَّحِيمٌ لام برائے تحقیق و تاکید ہے رَّءَوْفٌ رَّأْفَةٌ سے بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے - امام خطابی نے رافت و رحمت کا فرق بیان کیا ہے کہ رحمت تو کسی مصلحت کی بنا پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے لیکن رافت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی -

۱۴۴: ۲ قَدْ نَرَىٰ - ہم دیکھ رہے ہیں - قَدْ جب مضارع پر داخل ہو تو علاوہ دیگر معانی کے تکثیر کے معنی بھی دیتا ہے - آیہ ہذا میں صاحب کشاف نے قَدْ نَرَىٰ کے معانی رُبَّمَا نَرَىٰ ہم اکثر دیکھتے ہیں لکھا ہے - نَرَىٰ - رؤیۃ (باب فتح) سے - مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے - ہم دیکھتے ہیں -

تَقَلَّبَ - تَفَعَّلُ کے وزن پر مصدر ہے - پھر پھر جانا - پھرنا - مضارع ہے - وَجْهَكَ مضاف، مضاف الیہ مل کر تَقَلَّبَ کا مضاف الیہ ہے - تمہارے منہ کا بار بار پھرنا - آپ کے منہ کا پھر پھر جانا - فِي السَّمَاءِ متعلق تَقَلَّبَ کے - جملہ تَقَلَّبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ - مفعول ہے قَدْ نَرَىٰ کا -

فَلَنَوْ لِيَنَّتْكَ - فاء سببیہ ہے - ماقبل بالبعد کا سبب ہے یعنی بسبب آپ کے بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانے کے (برائے تحویل قبلہ) ہم ضرور پھیر دیں گے - لام تاکید کا ہے اور نَوَّيْنَتْ مضارع تاکید بانوں ثقلیہ بصیغہ جمع متکلم ہے - تَوَلَّيْتَهُ (تفعیل) سے مصدر - ک ضمیر مفعول اول ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے قَبْلَهُ تَرْضَاهَا - قَبْلَهُ موصوف - تَرْضَاهَا جملہ فعلیہ ہو کر صفت - موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی - ہذا ضمیر واحد مَوْنَت غائب قَبْلَهُ کے لئے ہے

فَلَنَوَّيْنَنَّكَ قَبْلَهُ تَرْضَاهَا - تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں -

قَوْلٍ - فاء تفریع الامر (معاملہ کی پیش رفت) کے لئے ہے وَلِ فاعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے !
تَوَلَّيْتَهُ (تفعیل) مصدر سے - تو (اب) تو پھیر لے

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط المسجد الحرام موصوف صفت مل کر مضاف الیہ - شَطْرَ - طرف سمت
جہت - مسجد حرام کی طرف - مسجد حرام اس واسطے کہ اس میں قتال و شکار کرنا حرام ہے -
شَطْرَ کے منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں

(۱) یہ منصوب بنزع خافض ہے - یعنی اصل میں اِلَی شَطْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تھا - اِلَی حرف جر کو حذف کر کے
شَطْرَ کو منصوب کر دیا (ایسے منصوب کو منصوب بنزع خافض کہتے ہیں) نَزَعَ الشَّيْءَ مِنْ مَّكَانٍ کسی شے
کو اپنی جگہ سے اکھڑ دینا - اور خَفَضَ الْكَلِمَةَ - کلمہ کو زبردینا الخافض زیر دینے والا حرف - نَزَعَ الْخَافِضُ
زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا - نیز ملاحظہ ہو - ۶۸: ۳۶ -

(۲) شَطْرَ بوجہ طرف ہونے کے منصوب ہے -

حَيْثُ - جہاں - جس جگہ - طرف مکان ہے - حَيْثُمَا - جہاں کہیں - شَطْرَهُ - مضاف مضاف الیہ، اس
کی طرف یعنی مسجد حرام کی طرف -

فَانْكِحُوا - بظاہر مناسبت یہ تھا کہ بجائے مسجد حرام کے کعبہ فرماتے - کیونکہ قبلہ تو کعبہ ہی ہے لیکن مسجد حرام
اس لئے فرمایا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ جو کعبہ سے دور ہو اس پر جہت کعبہ کا استقبال واجب عین کعبہ کا نہیں
الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ (وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی) سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں -
اِنَّهُ - تحقیق وہ - بیشک وہ - ذہ سے مراد تحویل قبلہ ہے - مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ
تحویل قبلہ حق ہے کیونکہ تورات میں موجود ہے کہ نبی آخر الزمان دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے اب بوجہ عناد
و حسد کے انکار کرتے ہیں

۱۴۵: ۲ - دَلِيلُنْ - وَاَوْحَرَفْ عَطْفٌ - جملہ کا عطف - دَلِيلُنْ پر ہے لام متبہ قسم کا ہے اَلْمَوْطِئَةُ لِلْقِسْمِ
اور مَا تَبِعُوا قَوْلَكَ جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہے اِنْ حَرَفْ شَرْطُہ (اور اگر آپ لے ہی آئیں
تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب ملی ہے تو وہ پیروی نہیں کریں گے آپ کے قبلہ کی -

دَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعِ قَبْلَةٍ بَعْضٌ - جملہ کا عطف جملہ سالبہ پر ہے - اور نہ ان میں سے بعض دوسروں کے قبلہ
کی پیروی کرنے والے ہیں - اس وقت یہود و نصاریٰ میں خود قبلہ کے متعلق اختلاف تھا - اگرچہ بیت المقدس
کو دونوں قبلہ مانتے تھے لیکن عیسائی عبادت کے وقت اپنا رخ مشرق کی طرف کرتے تھے (بیت المقدس تہ
منورہ سے جانب شمال ہے)

علاوہ ازیں خود یہودیوں میں اہل سمریہ (Samaritans) میں اختلاف تھا -

اگرچہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ (سمریہ اردن اور بحیرہ روم کے درمیان فلسطین کا ایک ضلع تھا) اِبْتَعَتْ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِبْتَعْتُ (اِفْتَعَالُ) مصدر تو نے پیروی کی۔

اَهْوَاءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خواہشیں۔ هَوًی کی جمع۔ مَا جَاءَكَ میں ما موصولہ ہے۔ مِنْ الْعِلْمِ (مِنْ بیاہیہ ہے۔ اِی مَا اُوْحِیَ اِلَيْكَ۔

وَلَنْ اِبْتَعَتْ..... مِنْ الْعِلْمِ شرط۔ اِنَّكَ اِذَا لَعِنَ الظَّالِمِیْنَ۔ جواب شرط ہے۔ اس جملہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ جو جملہ سابقہ وَلَنْ اَبِیْتُ الَّذِیْنَ..... قَبْلَتَكَ کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

اِذَا حُرِفَ جُزْءُہُ۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقت کی صورت میں فون کو الف سے بدل لیتے ہیں اَلَّذِیْنَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ یَعْرِفُوْنَهُ۔ وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ اس کو جانتے ہیں ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یاد ا، علم، قرآن یا تحویل قبلہ ہے یا (۲) یہ ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے گو ماضی میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ یہی زیادہ راجح ہے۔ یَعْرِفُوْنَ کی ضمیر علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔

فَرِیقًا مِنْهُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور هُمْ سے مراد الذین لم یسلّموا جو جانتے ہوئے بھی آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ یُکَلِّمُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ یُکَلِّمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب کَلَّمَ باب نصر مصدر سے وہ چھپاتے ہیں۔ وہ چھپا ہے ہیں۔ الْحَقُّ۔ مفعول۔ حق بات۔ حقیقت۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کا نبی قبلتین ہونا جو تورات میں مذکور ہے۔ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں

۱۴۷:۲ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ۔ کلام مستأنف ہے الْحَقُّ مبتدأ مِنْ رَبِّكَ خبر۔ حق تو آپ کے رب ہی کی طرف سے ہے۔ الْمُتَرَبِّیْنَ، اسم فاعل جمع مذکر الْمُتَرَبِّیْ۔ واحد۔ اِمْتَرَاءُ (اِفْتَعَالُ) مصدر شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔ مری۔ مادہ۔ اِمْتَوِیْ اِمْتَرِیْ اِمْتَرَاءُ۔ شک میں پڑنا۔ مَرِیَّة۔ شک۔ حَجَرًا۔ مِرَاءً حَجَرًا۔ بحث مباحثہ۔

۱۴۸:۲ وَیُکَلِّمُ وَجْهَهُ۔ وَاَوْعَاطُف۔ اور کُلِّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر کلام یوں ہے وَیُکَلِّمُ اُمَّةً وَجْهَهُ۔ مصدر یعنی قبلہ۔ یا اسم مکان۔ یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کیا جائے۔ اول صوت میں واو کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے (جیسا کہ عدۃ دزنۃ میں واو محذوف ہے) صرف اصل پر تنبیہ کرنے کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔

دوسری صورت میں واو کا موجود ہونا قیاسی ہے۔ مراد دونوں صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب یہ کُلِّ کی طرف راجع ہے

مَوْلٰیہَا۔ مَوْلٰی یُوْلٰی (تَوَلّٰی) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مضاف ہے۔ هَا ضمیر

واحد مَوْتِ غَائِب۔ مضاف الیہ، اس کی طرف رُخ پھرنے والا۔ منہ کرنے والا۔ دَلَّیٰ اِلٰی کسی کی طرف تو جہ کرنا اور دَلَّیٰ عَنْهُ رُخ پھیرنا اعراض کرنا۔ اول الذکر کی مثال۔ لَوْ يَجِدُونَ مَلَجًا اَوْ مَغْرَبًا اَوْ مَدْخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ (۵۷:۹) یہ اگر کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پاتے یا کوئی غار یا کوئی (اور) جگہ گھس بیٹھنے کی تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل پڑتے۔ مؤخر الذکر کی مثال ثَمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّحْنُونٌ (۵۷:۲۲) پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔

جملہ کا ترجمہ ۱۔ اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (ہر ایک امت کا اپنا اپنا قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے)

فَاَسْتَبَقُوا الْخَيْرَاتِ۔ اِسْتَبَقُوا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَبَاقٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر تم سبقت کرو۔ تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ الْخَيْرَاتِ۔ خَيْرَةٌ کی جمع ہے۔ نیکیاں۔ مہلایاں۔ خوبیاں۔ شریف عورتیں۔ نیک عورتیں۔ مراد نیکیاں ہیں۔ ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی نیکیاں۔ الخیرات مجرور ہے۔ اس سے قبل اِلٰی مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتحاد قبلہ ہی نیکی نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی نیکیاں ہیں جن پر سب دین متفق ہیں تم ان سب نیکیوں (الشمول تحویل قبلہ) کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔ یہود اور منافقین نے تو محض کج حجتی کے طور پر تحویل قبلہ کو موضوع سخن بنا رکھا ہے۔

اَيْنَمَا۔ جہاں کہیں، اَيْنَ شرطیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ یہاں بطور ظرف مکان متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور مَا مزیدہ ہے اِیٰی فی اِیٰی موضع تَكُوْنُوْا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ جَمِيعًا يٰۤاَيُّهَا الْمَضَارِعُ مجزوم (بوجہ جواب شرط کے) ب تعدیہ کے لئے کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ جَمِيعًا صفت ہے کُم کی۔ تم سب کو، یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم سب کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کر لے گا۔

۱۴۹:۲۔ حَيْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ مبنی بر ضمہ ہے۔

مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ۔ جس جگہ سے آپ نکلیں۔ بطور مجاز کے اس کے معنی یہ ہوں گے۔ آپ جہاں کہیں ہوں یہ معنی شرط کو شامل و متضمن ہے اسی لئے اگلے جملہ میں فَوَلِّ پر فاء (بطور جواب شرط) لائے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ۔ اِیٰ فَوَلِّ وَجْهَكَ اِذَا انْمَلَيْتَ۔ جب نماز پڑھو تو اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوَلَّى (تفعیل) مصدر۔ تو پھیر لے۔ اِنَّہ۔ اِی التولية الى القبلة۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ لِلْحَقِّ۔ میں لام نہ اندہ ہے۔

۱۵۰:۲۔ تولیۃ کے تکرار (آیات ۱۴۲-۱۴۹-۱۵۰) کے متعلق مفسرین نے مختلف حکمتیں لکھی ہیں جو کہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

لِسَلَاً میں لام علت کی ہے۔ یعنی آیات ماثر میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بار بار تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ اَلَا- اَنْ مصدر یہ اور لَا منفی سے مرکب ہے لِسَلَاً يَكُونُ تاکہ نہ ہو یا نہ ہے۔ حُجَّةٌ- اعتراض- دلیل- حُجَجٌ جمع- مِنْهُمْ- میں مِنْ تبعیضیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب النَّاسِ کے لئے ہے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ- لَا تَخْشَوْا- فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ خَشِيَته مصدر باب سَمِعَ- تم بہت ڈرو هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب- الَّذِينَ ظَلَمُوا کی طرف راجع ہے۔

اِخْشَوْنِي- اِخْشَوْا- امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم مجھ سے ڈرو۔ وَلَا تَحْمَدُوا عَاطِفَہ ہے اگلے جملہ کا عطف جملہ سابقہ لِسَلَاً يَكُونُ لِلنَّاسِ پر ہے۔ اور (اس لئے کہ) میں تم پر اپنا انعام پورا کر دوں۔

۱۵۱:۲- کَمَا- میں ک حرف تشبیہ ہے اور مَا مصدر یہ۔ کَمَا اَرْسَلْنَا کا تعلق یا تو لِاْتِمَّة سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ۔ تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں۔ جیسے کہ رسول بھیجنے کی نعمت پوری کی۔ یا اس کا تعلق لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ سے ہے اور معنی ہوں گے تاکہ تم فلاح پاؤ جیسا کہ تم کو میرے تمہیں میں سے تمہارے پاس رسول بھیجنے سے ہدایت و نلاح نصیب ہوئی۔ (مظہری- تفہیم القرآن) يُزَكِّيْكُمْ- يُزَكِّي- مضارع واحد مذکر غائب تَزَكِّيَّة (تفعیل) مصدر کُم- ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو پاکیزہ کرتا ہے۔ وہ تم کو پاک بناتا ہے۔

مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ- مَا موصولہ ہے لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ مضارع نفی جہد بَلَمْ- تم نہیں جانتے تھے۔ ۱۵۲:۲- اَذْكُرْكُمْ- اَذْكُرْ- مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) کا صیغہ واحد متکلم ذِكْرٌ مصدر ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو یاد رکھوں گا۔ لَا تَكْفُرُونَ- فعل نفی جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ اوری ضمیر واحد متکلم مجزوم ۱۵۳:۲- اِسْتَعِينُوا- فعل امر جمع مذکر حاضر- اِسْتَعَانَةٌ (استفعال) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔ ۱۵۴:۲- بَلَى- حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی تمہارا ان کو رشتہ دار کو اموات کہنا بالکل باطل بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اَحْيَاء (زندہ) ہیں اَحْيَاءُ زندہ لوگ حَتَّى کی جمع ہے۔

لَا تَشْعُرُونَ- مضارع منفی جمع مذکر حاضر- شَعُورٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ جس کے معنی بذریعہ حس جاننے کے ہیں۔ تم نہیں جانتے ہو، تم نہیں سمجھتے ہو۔

۱۵۵:۲- لَنَبْلُوَنَّكُمْ- لَنَبْلُوَنَّ- تاکید کا ہے نَبْلُوَنَّ- مضارع تاکید بالنون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ بَلَاءٌ مصدر (باب نَصَرَ) بمعنی آزمائش، آزمائش میں ڈالنا۔ اَزْمَانًا- کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تم کو ضرور ضرور آزمائیں گے الْخَوْفِ- خوف سے مراد خوف اللہ تعالیٰ- الْجُوعِ سے مراد صوم رمضان۔ وَلَقِصِّ مِنَ الْاَمْوَالِ سے مراد

زکوٰۃ وصدقات مِّنَ الْاَنْفُسِ سے مراد امراض اور مِّنَ الثَّمَرَاتِ سے مراد موت الاولاد ہے۔

یا بالترتیب خوف سے مراد خوفِ دشمن، جوع سے مراد بھوک، قحط، لَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد مالوں میں خسارہ یا بالکل ہلاک ہونا اور لَقْصٍ مِّنَ الْاَنْفُسِ سے مراد جانوں کی کمی یعنی قتل ہونا یا مرجانا یا امراض کا لاحق ہونا۔ یا بڑھایا ہے اور پھلوں کی کمی یہ ہے کہ کوئی آفت آجائے جس سے پھل جاتے رہیں یا کم ہو جائیں۔ وغیرہ

۱۵۶:۲ = اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ الْخ صَابِرِيْنَ کی صفت ہے۔

= اِذَا حرف شرط ہے اور جملہ شرطیہ ہے قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ الْخ جواب شرط ہے۔

= مُصِیْبَةٌ اُس فاعل کا صیغہ واحد مؤنث اَصَابَ يُصِیْبُ اِصَابَةٌ (افعال) مصدر سے۔ غم۔ تکلیف،

سختی۔ دکھ پہنچانے والی ہر چیز۔ اس کی جمع مَصَابِیْطُ وَ مُصِیْبَاتٌ ہے۔ اس کا مادہ صَوَّبٌ ہے۔

المفردات میں ہے اَصَابَ السَّهْمُ۔ تیر ٹھیک نشانہ پر جا لگا اور مُصِیْبَةٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک

نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے اس کے بعد (عرف میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ اَيْدِیْكُمْ (۲۲-۳۰) اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے

اپنے اعمال سے ہے۔

= رَا جَعُوْتَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رَاجِعٌ واحد۔ رُجُوْعٌ (صَرَبَ) سے مصدر۔ لوٹ جانے والا، پھر جاؤا

۱۵۷:۲ = اُولَئِكَ۔ یعنی وہ لوگ جن میں مندرجہ بالا صفات ہوں یعنی صَابِرِيْنَ۔

اُولَئِكَ مبتدا اول۔ صَلَوَاتٌ مبتدا ثانی۔ عَلَیْہُمْ۔ متعلق مبتدا ثانی۔ پھر یہ مجموعہ مبتدا اول کی خبر۔

= وَاُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ واو عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اُولَئِكَ مبتدا ہُمُ

المُهْتَدُوْنَ۔ اس کی خبر۔

= صَلَوَاتٌ رحمتیں۔ برکتیں۔ صَلَوةٌ کی جمع۔ صل و مادہ۔

= مُهْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتَدَاءُ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ ہدایت یافتہ، ہدایت پانے والے۔

۱۵۸:۲ = شَعَائِرُ۔ شَعِیْرَةٌ۔ کی جمع ہے شَعِیْرَةٌ بُرُوزُنْ فَعِیْلَةٌ بمعنی مَفْعَلَةٌ ہے مَشْعَرَةٌ کے معنی

نشانی کے ہیں۔ شَعَائِرُ اللہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ شَعَائِرُ اللہ۔ عرفِ شریعت میں عبادت

کے مکانات اور زمانوں اور علامات کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت جیسے کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ، جمرات ثلاث

صفا مروہ۔ منیٰ وجمع مساجد وغیرہ۔ زمانے (اوقات) جیسے رمضان اور اشہر حج۔ عیدین۔ جمعہ۔ اور علامات

جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت وغیرہ۔

= اِعْتَمَرَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتِمَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر اس نے عمرہ کیا۔ عمرہ زیارتِ بیت

اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے

اور طواف کعبہ کرے۔ اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے۔ پھر حجامت کر اگر احرام اتار دے۔

= حَجَّ - ماضی واحد مذکر غائب - حَجَّ و حَجَّجَ - مصدر (باب نصر) قصد کرنا۔ زیارت کے لئے جانا حج کرنا
= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا - جُنَاحٌ - جُنُوحٌ (باب فتح - نَصَرَ - ضَرَبَ) سے ماخوذ ہے
جَنَمٌ اذا مال عن القصد المستقيم یعنی مقصد مستقیم سے دوسری جانب مائل ہونا۔ پس وہ گناہ جو حق سے
دوسری طرف مائل کر دے جُنَاحٌ ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ - پس نہیں ہے گناہ اس پر۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔
يَطَّوَّفُ - مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) صیغہ واحد مذکر غائب کہ وہ طواف کرے یعنی سعی کرے يَطَّوَّفُ
اصل میں يَتَطَوَّفُ (باب تفعّل) تَطَوَّفُ سے تھا۔ تاء کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ ترجمہ ہوگا۔ نہیں ہے اس پر
گناہ کہ وہ ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی کرے۔

شانِ نزول اس آیت کا اس طرح ہے کہ صفا و مروہ پر آساف و نائلہ دو بہت تھے۔ آساف صفا پر تھا اور
نائلہ مروہ پر۔ اہل جاہلیت ان بتوں کی تعظیم کے لئے صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام کا ستارہ
چمکا تو مسلمان صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے ان بتوں کی وجہ سے احتراز کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے
ادھر انصار قبل از اسلام منات بہت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے پکار کر دعا کیا کرتے تھے
اس لئے انصار بھی صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے سے کراہت کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے باب
میں یہ آیت نازل فرمائی (مظہری) مسلمانوں کو حکم ہوا کہ صفا و مروہ کے درمیان جو تم سعی کیا کرتے تھے اسے
جاری رکھو۔ یہ ایک نیک کام ہے اس کے جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ احناف کے نزدیک صفا و مروہ کے
درمیان سعی واجب ہے۔

= تَطَوَّعَ - اس نے خوشی سے نیکی کی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَطَوَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر سے۔ جس کے
معنی اصل میں تو نیکی میں تکلف کرنے کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم اور فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ
ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

= شَاكِرٌ - شَاكِرٌ - شَاكِرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے
تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ عبادت انہوں نے ادا کی ہے اس کی جزا دینا مراد ہے
یہاں شاکر بمعنی قدّان۔ حق ماننے والا۔

= فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ الْخ حبلہ شرطیہ ہے اور فَإِنَّ اللَّهَ... الخ جواب شرط ہے۔ اسی طرح مَنْ
تَطَوَّعَ... الخ حبلہ شرطیہ ہے اور فَإِنَّ اللَّهَ... الخ جواب شرط۔

۲: ۱۵۹ = يَكْتُمُونَ - فعل مضارع جمع مذکر غائب کَتَمَ مصدر۔ باب نصر۔ وہ چھپاتے ہیں۔ فعل بانال
مَا أَنْزَلْنَا اس کا مفعول من الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ بیان مَّا۔ مِنْ بَعْدِ مَا مُتَعَلِّقٌ ہے يَكْتُمُونَ

= اُولَٰئِكَ - سے مراد الذِّينَ تَابُوا وَاَعْلَحُوا وَبَلَّغُوا ہیں۔

= اَتُوبُ عَلَيْهِمْ - اَتُوبُ - مضارع واحد متکلم - چونکہ تعدیہ علی کے ساتھ ہیں اور فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے مطلب ہوا کہ میں (یعنی اللہ) ان کی توبہ قبول کر لوں گا۔ ان کو معاف کر دوں گا۔ اِھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔

= اَلتَّوَابُ - فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بہت توبہ قبول کرنے والا۔ تَوَابَتْ سے مشتق ہے اگر اس کی نسبت بندہ سے ہو۔ تو معنی ہوں گے بہت توبہ کرنے والا۔

۱۶۱:۲ = وَھُمْ کُفَّارٌ - جملہ حالیہ ہے در آلِ حاکم وہ کافر ہی تھے۔

۱۶۲:۲ = خَالِدِیْنَ فِیْہَا - خَالِدِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب - خُلُودٌ (باب نَصَرَ) مصدر ہمیشہ رہنے والے۔ فِیْہَا - اس میں تھا ضمیر واحد مؤنث غائب لعنۃ کے لئے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یا یہ النَّار - ہے (دوزخ) کے لئے ہے اور النَّار کو اس کی شان کی عظمت کی وجہ سے مضمر رکھا گیا ہے اور اسم کی جگہ ضمیر کو لایا گیا خَالِدِیْنَ - عَلَیْہِمْ کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے

= لَا یُخَفَّفُ - مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب - وہ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ یعنی عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ لَا یُخَفَّفُ عَنْہُمُ الْعَذَابُ - یہ جملہ حال ہے ضمیر خَالِدِیْنَ سے

= وَلَا ھُمْ یَنْظُرُوْنَ - واو عاطفہ ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا یَنْظُرُوْنَ - مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مادہ ن ظ ر ہے۔ لَا یَنْظُرُوْنَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱، مصدر اِنْطَارَ - مہلت دینا سے مشتق ہے اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی راوی یہ رائج ہے ۲

۲، یہ مصدر اِنْتَظَرُ سے مشتق ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کا انتظار کیا جائے گا کہ کسی قسم کی مقرر کریں (۳) یہ مصدر نَظَرَ سے مشتق ہے معنی دیکھنا۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت کی جائے گی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۶۳:۲ = اِلَھْکُمْ - مضاف مضاف الیہ - تمہارا معبود۔

= اِلَھٌ وَّاحِدٌ - وَاحِدٌ - صفت مؤکدہ ہے اِلَھٌ کی کیونکہ اِلَھٌ کی تنوین سے خود وحدت مترشح ہے۔ اور اِلَھٌ موصوف کو وحدانیت کی تاکید اور تائید کے لئے ذکر فرمایا۔ موصوف و صفت مل کر اِلَھْکُمْ کی خبر ہوئے۔

= لَا اِلَھَ اِلَّا ھُوَ - زیادتی تاکید و تقریر کے لئے ہے۔ اور یہ اِلَھْکُمْ کی دوسری خبر ہے۔

= الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ - بھی اِلَھْکُمْ کی تیسری اور چوتھی خبر ہے۔

۱۶۴:۲ = اِنَّ حَرْفٌ مشبہ بالفعل -

۱، فَنِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

۲، وَاخْتِلَافَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

۳، وَالْفَلَكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

۴، وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ -

یہ سب جملے یکے بعد دیگرے اُن کی خبر ہیں۔

۵، مَا حَيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

۶، وَبَثَّ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ

۷، وَتَصْرِيفَ الرِّيَّاحِ

۸، وَالسَّمَاءِ الْمَسْحُورِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

لَا يُبَيِّنُ يَوْمَ يُعْقِلُونَ ----- اسم اِنّ - (لام کو اِنّ کے اسم کی خبر کے بعد میں آنے کی وجہ سے لایا گیا ہے) = اِخْتِلَافَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سے مراد دن رات کا آگے پیچھے آنا۔ ان کا چھوٹا بڑا ہونا۔ کُرْهُ اَرْضٍ پر مختلف مقامات پر ان کا طوالت میں کم و بیش ہونا۔ ہے۔

= اَلْفُلُكُ - یہ لفظ مذکر مونث، واحد، جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کشتی، جہاز۔

= تَجْرِي بِهَا - تَجْرِي مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ - وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے۔ بہا میں ب تقدیر کا ہے تَجْرِي بِهَا - وہ لے جاتی ہے۔ وہ لے کر چلتی ہے۔ اور مَا مَوْثٌ ہے۔ يَنْفَعُ النَّاسَ (جو) نفع پہنچاتی ہے لوگوں کو، یعنی اور جہازوں میں، کشتیوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہیں۔ سامان تجارت وغیرہ۔

= اَحْيَا بِهِ - ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب - (بمعنی مضارع)، وہ زندہ کرتا ہے ۶ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ماضی ہے۔ بَثَّ - ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی مضارع) وہ پھیلاتا ہے وہ بکھیرتا ہے (باب نصر، ضَرْبَ) اصل میں بَثَّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں اس لئے ہوا سے خاک اڑنے۔ غم سے بے قرار ہونے۔ اور راز کے افشاء کرنے کے لئے بَثَّ کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًا (۵۶-۶) پھوہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں۔ اور يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفُرَاشِ الْمَبْثُوثِ - (۱۰۱-۱۰۲) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔

= فِيْهَا - اور اس سے قبل بَعْدَ مَوْتِهَا میں ۸ ضمیر واحد مونث غائب - اَلْأَرْضُ کے لئے ہے = دَابَّةٌ - الدب اور اَلدَّابَّةُ (باب ضَرْبَ) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ مذکر اور مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اس میں ۴ وحدت کی ہے دَوَابٌّ جمع ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال ہر ذی حیات چیز کے لئے ہوا ہے۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ - جس کا ذکر آیت شریفہ (۲۴: ۸۲) میں آیا ہے اس سے ایک خاص جانور مراد ہے جو قیامت سے پہلے زمین سے نکلیگا۔ (بعض کے نزدیک مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے پھٹنے سے زمین سے نمودار ہوگا) جو کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں اور چھپے ہوئے منکروں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دے گا۔
 = تَصْرِيفُ الرِّيَّاحِ - مضاف مضاف الیہ - ہواؤں کا بدلنا تَصْرِيفُ (تفعیل) مصدر - صَرَفَ يُصْرِفُ کا - بمعنی پھیرنا - بدلنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے صَرَفْنَا الذِّيَّاتِ (۴۶: ۲۷) اور ہم نے (اپنی) نشانیاں پھیر پھیر کر (بیان کر دی ہیں)

الرِّيَّاحُ - ریح کی جمع ہے۔

فَائِدَةٌ - قرآن مجید میں جہاں ار سال ریح کا ذکر ہے اگر بہ لفظ جمع ہے یعنی رِیَّاح کا لفظ استعمال ہوا، تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ اور اگر ریح یعنی واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عذاب کے معنی مراد ہیں۔ چنانچہ رِیَّاح (جمع) کے متعلق ارشاد ہے وَأَرْسَلْنَا الرِّيَّاحَ لَوَاقِحَ (۲۲: ۱۵) اور ہم ہی ہوا کو چلاتے ہیں جو بادلوں کو پانی بردار کرتی ہے۔ اور اَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ (۶: ۳۰) کہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔ اور سایح (واحد) کے متعلق فرمایا اِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْجًا صَرْصَرًا (۱۹: ۵۴) ہم نے ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی۔ اور اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْجُ (۱۴-۱۸) اس کو سخت ہوا لے اڑی۔

= السَّحَابُ الْمُسَخَّرُ - موصوف و صفت - تابع فرمان بادل (جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے) یعنی وہ بادل جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں جدھر اس کا حکم ہوتا ہے ادھر کودہ چلتے ہیں۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے برکتے ہیں۔

بعض نے السحاب کو موصوف اور المسخر بین السماء والارض کو اس کی صفت لکھا ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مقید ہیں نہ اوپر جاتے ہیں نہ نیچے گرتے ہیں۔
 سحاب اسم جنس جمع ہے۔ اس کا واحد سحابة ہے یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی۔ مفرد بھی آتا ہے اور جمع بھی۔ لفظ کی رعایت سے اس کی صفت مفرد آتی ہے جیسے آیت مندرجہ بالا۔ وَالسَّحَابُ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور معنی کی رعایت سے جمع بھی لائی جاتی ہے جیسے وَیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۲: ۱۳) اور اٹھاتا ہے بھاری بادل۔ مذکر کی مثال جیسے آیت مذکورہ (وَالسَّحَابُ الْمُسَخَّرِ...)۔

= یَحْقِلُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ عَقْلٌ (ضَرْب) مصدر وہ سمجھتے ہیں۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۱۶۵: ۲ = وَمِنَ النَّاسِ - میں و او حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بادیوان براہین منیرہ کے۔ مِنْ تَبْعِیْضِہِ یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں..... مَنْ بمعنی الَّذِی ہے۔

= يَتَّخِذُ - مضارع واحد مذکر غائب - اِتَّخَذَ (اِفْتَعَلَ) مصدر - قرار دیتا ہے - بناتا ہے -

= اَنْذَاۤ ا - يَنْذِي کی جمع ہے - نظیر، مثل، ند اور مثل میں فرق یہ ہے کہ مثل عام ہے اور ند خاص - مثل استعمال

ہر قسم کی شرکت کے لئے ہوتا ہے - صوفیائے کرام نے اَنْذَاۤ ا کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ کل ما کان مشغلاً عن اللہ ما نعا عن امتثال امرہ : ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور اس کے احکام کی تعمیل سے روک دے وہ اَنْذَاۤ ا ہے خواہ وہ بت ہوں گمراہ رہیں ہوں مال و دولت ہو، اولاد ہو - علم و فن - لیکن نَذْر کا استعمال صرف کسی کے ذات اور جوہر میں شریک ہونے کے لئے ہے -

= يُجِئُونَهُمْ - مضارع - صیغہ جمع مذکر غائب - باب افعال سے - اِجَاءٌ مصدر - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع اَنْذَاۤ ا ہے -

= كَحُبِّ اللّٰهِ - میں کاف تشبیہ کا ہے -

= اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ - اَشَدُّ شِدَّةً سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے اَشَدُّ کا متعلق محذوف ہے - تقدیر کلام یوں ہے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ مِنْ هَؤُلَاءِ لِاَنْذَاۤ ا یعنی مومنین کی اللہ سے جو محبت (میلان قلب) ہے وہ مشرکین کی غیر اللہ سے محبت سے کہیں زیادہ ہے -

= كَوْ حَرْف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے -

= يَرَى - فعل مضارع واحد مذکر غائب - اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں -

۱، اس فعل کا فاعل اَحَدٌ محذوف ہے ترجمہ ہوگا - اگر کوئی دیکھے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اس صورت میں اَلَّذِي ظَلَمُوا فعل یری مفعول ہوگا -

۲، يَرَى کا فاعل اَلَّذِينَ ظَلَمُوا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا - اگر ظالم لوگ دیکھ پاتے یا جان جاتے -

= اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ - ظرف زمان ہے فعل یری کا - جب دیکھیں گے وہ عذاب (جو ان کو ملے گا)،

= اَنَّ الْقُوَّةَ شَدِيدُ الْعَذَابِ مفعول یری کا (۲) کی صورت میں -

لَوْ کا جواب محذوف ہے - محذوف جواب عبارت کے سیاق و سباق کے مطابق ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں

کیونکہ حذف میں تعین تو ہوتی نہیں مثلاً یہاں جواب محذوف ہے - لَمَّا اَتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَنْذَاۤ ا (تو ہرگز

اس کے یعنی اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے) بھی ہو سکتا ہے اور لَوْ قَعُوا مِنَ الْحَسْرَةِ وَالْاَنْذَاۤ ا

فیما لا یكاد یوصف - تو ناقابل بیان حسرت و ندامت کا شکار ہو جاتے -

مندرجہ بالا تقریر پر آیت کے معنی ہوں گے (۱)، اگر ظالم لوگ عذاب اور مصائب دنیوی دیکھتے وقت یہ جانتے

کہ تمام قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ شدید العذاب ہے تو ہرگز من دون اللہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے

اور نہ اور کسی سے محبت کا دم بھرتے - (۲)، اگر یہ ظلم کرنے والے قیامت کے دن عذاب دیکھتے وقت یہ بات

جائیں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اشد العذاب ہے تو سخت نادم ہوں گے۔

= فائدہ۔ کُوِيْرِي اور اِذْيَرُونَ میں کُو اور اِذ یہاں مستقبل کے لئے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ ماضی پر استعمال ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں تو مستقبل بھی مثل ماضی کے ہے جیسے ماضی کا وقوع یقینی ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مستقبل کا وقوع بھی یقینی ہے۔

یہاں کُو بمعنی کاش (حرف تمنیٰ) بھی ہو سکتا ہے۔

۱۶۶:۲ = اِذْ تَبَرَّأَ۔ اِیْ اُذْکِرِ الْوَقْتَ اِذْ تَبَرَّأَ۔ یاد کرو اس وقت کو کہ جب بیزاری ظاہر کریں گے۔

= تَبَرَّأَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَرَّءُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ (یہاں جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بَرِيٌّ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ (۹:۳) کہ خدا ان مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی دان سے دست بردار ہے۔

الْبَرَاءُ۔ الْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں۔ جیسے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں تندرست ہوا۔ بَرَّءْتُكَ وَاِبْرَءْتُكَ۔ میں نے اس کو ہمت سے بری کر دیا۔ دَجَلُ بَرِيٍّ پاک اور بگینا آدمی۔ بَرَّءٌ۔ مادہ۔

= اُتَّبِعُوا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اِتَّبَاعُ۔ مصدر (اِفْتَعَالٌ) جن کی پیروی کی گئی۔ پیشوا لوگ اِتَّبَعُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جنہوں نے پیروی کی۔ جنہوں نے اتباع کیا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے معبودانِ باطل خود اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

= دَرَأُوا الْعَذَابَ۔ داؤِ حالیہ ہے اِیْ تَبَرَّءُوا حَالِ رُدِّيْهِمُ الْعَذَابَ وہ بیزاری کا اظہار کریں گے در آسنا لیکہ وہ عذاب دیکھ رہے ہوں گے۔

= وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ السَّبَابُ۔ داؤِ عاطفہ ہے۔ تَقَطَّعَتْ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَقَطَّعُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ کٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔ السَّبَابُ۔ جمع سَبَبٍ کی۔ رسیاں۔ ذرائع۔ سبب اس رستی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا جو کسی دوسری شے کے توصل کا ذریعہ ہو۔ یہاں آیت شریف میں اسباب سے مراد نفع کی توقع۔ دفع ضرر کی تمنا۔ قرابت دوستی وغیرہ۔ قیامت کے روز یہ سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ جاتے رہیں گے۔ = بِهِمْ میں بَ عَنْ کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے بِهِمْ اِیْ عَنْهُمْ اور ب سبب بھی ہو سکتی ہے۔ اِیْ تَقَطَّعَتْ بِسَبَبٍ کُفْرِهِمْ یعنی یہ قطع تعلق بسبب ان کے کفر کے ہوگا۔

۱۶۷:۲ = کُو۔ یہاں بمعنی لیت (حرف تمنیٰ) ہے اِیْ کاش۔

= کَرَّةً۔ کَرَّ۔ کسی طرف مڑ جانا۔ جھک جانا۔ لوٹ جانا۔ کَرَّ کے بعد کَرَّةً وحدت کی ہے جس کے معنی

ایک بار۔ کثرۃ۔ ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک واپسی۔ دشمن پر یکبارگی حملہ کرنے کو بھی اسی مناسبت سے کثرۃ کہتے ہیں۔ کثرتاً بار بار لوٹ، لوٹ کر دشمن پر حملہ کرنے والا۔ سورۃ الملک میں ہے ثُمَّ ادْجِجِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (۴:۶۶) پھر نگاہ کو دوسری بار ڈال۔ پھر دوبارہ (غور سے) نگاہ ڈال۔

= فَتَبَرَّأَ۔ ف تمنیٰ کے جواب میں ہے۔ فَتَبَرَّأَ مضارع منصوب کا صیغہ جمع متکلم منصوب بوجہ جواب تمنیٰ کیونکہ لَوْ۔ بمعنی لَیْتَ آیا ہے۔ نصب علی جواب التمنیٰ لَا تَ لَوْ فی معنی التمنیٰ والمعنی لَیْتَ لَنَا کَثْرَةٌ فَتَبَرَّأَ۔ (مدارک التنزیل) مطلب آیت کا ہے اے کاش ہمیں ایک بار پھر دنیا میں جانا نصیب ہو کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی (دنیا میں) ان سے بیزار ہوں۔

= کَمَا میں کاف حرف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اسی طرح جیسے یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔

= كَذَلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ذَلِکَ اسم اشارہ بعید۔ اس میں ذ۔ اسم اشارہ ہے۔ اور ک حرف خطا ہے اسی طرح = یُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَیْهِمْ۔

یُرِیْ مضارع۔ جمع مذکر غائب اِرَاءَةُ (افعال) مصدر وہ دکھائے گا۔ هُمْ۔ یُرِیْ کا مفعول اول۔ (ہم) کا مرجع مشترکین معبودانِ باطل کے پیروکار ہیں) اَعْمَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی۔ اور اگر یُرِیْ افعالِ قلوب سے ہو تو حَسَرَاتٍ اس کا تیسرا مفعول ہو جائیگا۔ ورنہ حال ہوگا (تفسیر مظہری)

= دَمَا هُمْ بِخُرْجَيْنِ نَارِ الْخُرْجَيْنِ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔ اور وہ کبھی دوزخ سے نہ نکلیں گے۔ دَمَا هُمْ بِخُرْجَيْنِ اصل میں مَا یَخْرُجُونَ تھا۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ اس لئے بنایا گیا کہ بطور مبالغہ یہ سمجھا جائے کہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں گے۔ اور اس لئے کہ نجات اور خلاصی پانے سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ جملہ فعلیہ میں اتنا مبالغہ نہیں۔

۱۶۸:۲ = حَلَالًا طَيِّبًا۔ حَلَالًا۔ مفعول ہے کُلُوا کا طَيِّبًا صفت ہے حَلَالًا کی۔ پاک، ستھرا حلال۔

= لَا تَتَّبِعُوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تم پیروی مت کرو۔ اتَّبَاعٌ۔ (افْتِعَالٌ) مصدر۔

= خُطُوتِ الشَّيْطَانِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ خُطُوتِ جمع ہے خُطُوۃ کی۔ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ خُطُوۃً ایک بار قدم اٹھانا۔ خطو مادہ۔ خُطُوتِ الشَّيْطَانِ سے مراد شیطانی راستے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو

= عَدُوِّ مَبِیْنٍ۔ موصوف و صفت۔ کھلا دشمن۔ مَبِیْنٌ۔ اَبَانَ یُبِیْنُ۔ اِبَانَةٌ۔ (باب افعال) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اِبَانَةٌ۔ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ بین مادہ۔ اس سے باب افعال تفعیل، استفعال۔ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی اسی لئے مَبِیْنٌ کے معنی ظاہر بھی ہیں ظاہر کرنے والا بھی۔

= السُّوء - سُوء - در اصل اس شے کو کہتے ہیں جو انسان کو غمگین کرنے والی ہو۔ برائی، آفت، گناہ، بُرا کام۔
عیب - یہ سب سو میں شامل ہیں۔

= الْفَحْشَاءُ - بِأَسَاء کے وزن پر مصدر ہے۔ فُحِشٌ - مادہ - الْفَحْشَاءُ وہ قول یا فعل جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے۔ بُرا کام، بے حیائی کا کام، زنا۔ قرآن مجید میں مختلف معانی میں مستعمل ہے مثلاً وہ کام جو شرعاً بُرا ہو، بخل، بی حیائی، زنا۔ امر قبیح۔

= وَانْ تَقُولُوا - میں اَنْ مصدر یہ ہے۔ واو عاطفہ ہے۔ اور جملہ کا عطف السُّوء پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور تمہیں السُّوء - الْفَحْشَاءُ اور خدا پر ایسی باتیں بنانے کا حکم دیتا ہے جن کا تم کو کوئی علم نہیں۔ یعنی جو تمہاری من گھڑت ہیں اور لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ان کو احکام خداوندی سمجھنے لگتے ہو۔ تَقُولُوا - قَوْل - کاملہ جب علی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کے خلاف گھڑ لینا۔ کسی پر بہتان لگانا مَالًا تَعْلَمُونَ - علم سے یہاں مراد علم یقینی یا علم ثابت بالوحی ہے۔ پس اس وعید کے تحت میں صرف کفر کے ہی نہیں بلکہ بدعت کے اقوال بھی داخل ہو جاتے ہیں (الماجدی) اَلَا تَتَذَكَّرُ - تحلیل المحرمات تحریم الطیبات (بیضادی)

۱۴۰:۲ = قِيلَ لَهُمْ - میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع النَّاسُ ہے جو یَا أَيُّهَا النَّاسُ كُفُّوا..... میں اوپر آیا ہے۔ مَالًا تَعْلَمُونَ تک النَّاسُ سے خطاب بصیغہ حاضر تھا۔ اب ان کی طرف ناگواری کے اظہار کے لئے حاضر سے بصیغہ غائب ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور عقلاً اس سے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے۔ ان احمقوں کی طرف دیکھو ہماری پسند و نفاق کیا جواب دے رہے ہیں۔

= اِتَّبِعُوا - اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم پیروی کرو۔
= مَا أَنْزَلَ اللَّهُ - اِی الْقُرْآن -

= بَلْ حُرُوفِ اضْرَاب ہے۔ یہاں ما قبل کا ابطال اور ما بعد کا اثبات مقصود ہے۔ یعنی ہم مَا أَنْزَلَ اللَّهُ کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ مَا الْفَيْنَا عَلَيْنَا اِبَاءَنَا کی پیروی کریں گے۔

= مَا الْفَيْنَا - ما موصولہ ہے۔ الْفَيْنَا - ماضی کا صیغہ جمع مکمل ہے۔ اِلْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ الْفَيْنَا بعضی وجہاً ہم نے پایا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَالْفَيَّا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ (۲۵:۱۲) اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو پایا۔ لَفَى مادہ۔

= اَدَّكَانَ اِبَاءَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا - الف استفہامیہ ہے واو عاطفہ ہے تو حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیریوں ہے۔ اَيَّتَبَعُوْهُمْ دَلَّكَانَ اِبَاءَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا - کیا وہ (پھر بھی) اپنے آباء و اجداد کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ ان کے آباء و اجداد کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں (یعنی دین کے متعلق)

= وَلَا يَهْتَدُونَ ه داؤ عاطفہ ہے۔ لَا يَهْتَدُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

۱۷۱:۲ = وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً۔ اس میں الَّذِينَ كَفَرُوا کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر کلام یہ ہے وَمَثَلُ دَاعِيِ الَّذِينَ كَفَرُوا..... الْغَيِّقُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَعَقٌ۔ نَعِيقٌ۔ نُعَاقٌ (باب فتم۔ ضَرْبُ) مصادر۔ فعل لازم و متعدی ہر دو میں مستعمل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں۔ نَعِقَ الْغُرَابُ کوئے کا کایں کایں کرنا۔ اور متعدی بالباء نَعَقَ بِغَنَمِهِ اس نے چیخ کر اپنی بکریوں کو ڈانٹا۔ بَعَا میں ب تعدیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِي۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ اور کافر لوگوں کو دعوت حق دینے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چلا چلا کر ایسی شے کو پکار رہا ہے جو کچھ بھی سوائے پکارنے کے اور چلانے کے نہیں سنتی۔ یعنی وہ صرف آواز کو سنتے ہیں معنی اور مفہوم کو نہیں سمجھتے دُعَاءٌ = دَعَايِدُعُو کا مصدر بمعنی پکار، بلانا، دعا کرنا، مانگنا۔ دَعَاو۔ مَاوہ۔ نِدَاءٌ۔ نَادَى يُنَادِي کا مصدر بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ نَدَى مَاوہ۔ دعا اور نداء قریباً ہم معنی ہیں۔

= صُمٌّ۔ خبر ہے جس کا مبتدا مضمربہ اِیْ هُمْ صُمٌّ۔ وہ بہرے ہیں (آیات کو غور سے نہیں سنتے)

= بُكْمٌ۔ خبر ثانی۔ وہ گونگے ہیں۔ (کہ کلمات خیران کی زبان سے نہیں نکلتے)

= عُمًی۔ خبر ثالث۔ وہ اندھے ہیں (کہ ہدایت کو نہیں دیکھتے)

= لَا يَعْقِلُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ یعنی چونکہ ان کی فکر و نظر میں خلل واقع ہو گیا ہے اس لئے دین کی بات سمجھتے ہی نہیں۔

۱۷۲:۲ = اُشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔ جملہ شرطیہ کو شرط کے بعد لایا گیا ہے۔ ترجمہ اگر تم صرف اسی کی ہی (یعنی اللہ ہی کی) عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ یہاں صیغہ امر وجوب کے لئے آیا ہے نہ کہ صرف اجازت کے لئے۔

۱۷۳:۲ = اِنَّمَا۔ بعض کے نزدیک یہ کلمہ حصر ہے بمعنی 'بس' 'سوائے اس کے نہیں کہ' لیکن حنفیوں کے نزدیک یہاں اِنَّمَا حصر کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ لفظ اِنَّ حرف تحقیق اور مَا کافہ سے مرکب ہے، کیونکہ اول الذکر کی صورت میں سوائے مردار اور خون کے اور کوئی شے حرام نہیں کی گئی۔ حالانکہ ان دو کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں۔

= حَرَّمَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَحَرَّمَ (تفعیل) مصدر، اس نے منع کیا۔ حرام۔ ممنوع۔

حرمت والا۔ ایک ہی مادہ حرم سے مشتق ہیں۔ ماہ ہائے حرام۔ (حرمت والے مہینے) کو حرام اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں بعض چیزوں کو حرام (ممنوع) قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر مہینوں میں حلال ہیں۔

== الْمَيْتَةُ۔ مردار جس کو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں قرار دیا۔ تفسیر حقانی میں ہے الْمَيْتَةُ بروزن فَيَعْلَهُ اور اس کا اصل مَيْتُوتَةٌ ہے پس جب کہ واؤ اور ی جمع ہوئے اور اول ساکن تھا تو واؤ کو ی میں بدل دیا۔ پھر ی کو ی میں مدغم کر دیا۔ لیکن کثرت استعمال سے اس کو بالتخفیف پڑھنے لگے۔ ورنہ دراصل مشدد ہے۔ لغت میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بطور معمول ذبح کئے بغیر مر جائے یا مارا جائے۔

== وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَخَيْرٌ لِلَّهِ وَادُّ عَاطِفُهُ مَا مَوْصُولُهُ۔ اُھِلٌّ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب اِھْلَالٌ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی ہلال دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں۔ پھر سر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک لبیک کہنے کو بھی اہلال کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی اہلال مکے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا۔ آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں۔ ترجمہ۔ اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

== فَمَنْ فِي فاء عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے۔

== اضْطُرَّ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ وہ بے بس کیا گیا۔

اضْطَرَّ (افعال) مصدر۔ جس کے اصل معنی انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ضرر مادہ اضْطَرَّ (افعال) اصل میں اضْطَرَّ (افعال) تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا ہے اضْطَرَّ (افعال) ہو گیا۔

== غَيْرَ بَاغٍ حال ہے اور وَلَا عَادٍ اس پر معطوف ہے۔ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ جواب شرط ہے۔ بَاغٍ بَغِيَ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِي (ناقص یاتی) تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ بَاغٍ ہو گیا۔ بمعنی حد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ عَادٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے عَادُو (باب نصر) عُدَّ اَنْ مصدر جس کے معنی ظلم کرنے یا حد سے بڑھنے کے ہیں عَادٍ اصل میں پہلے عَادُو تھا۔ واؤ کو یا سے بدل لا عَادِي ہو گیا۔ ی کو گرا دیا۔ عَادٍ رہ گیا (قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر پڑتی ہے)

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ میں بغاوت و عدوان کا تعلق کھانے سے ہے باغی کا یہ مطلب ہے کہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور عادی کے معنی ہیں کہ زیادتی نہ کرے۔ یعنی بقدر ضرورت کھائے۔ تقدیر آیت یہ ہے۔ فَمَنْ اضْطُرَّ فَآكَلَ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس جو عاجز ہوا یا لاچار ہو گیا۔ در آسنا لیکہ وہ نہ باغی حکم عدولی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (بقدر ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔

== غَفُورٌ۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے (باب ضَرْب) بہت بخشنے والا۔ (کہ بعض حالات میں

جرائم پر بھی مواخذہ نہیں کرتا مَرَحِيمٌ۔ (ایسا شفقت والا کہ تنگی کے موقع پر آسانی بہم پہنچا دیتا ہے)
۲: ۱۷۴ = يَكْتُمُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب كَتَمَ (باب نصر) مصدر وہ چھپاتے ہیں یا چھپا
لیتے ہیں۔

= مَا أُنْزِلَ اللَّهُ۔ میں ما موصولہ ہے مِنَ الْكِتَابِ۔ ای فی الکتب فی صفة محمد صَلَّى اللَّهُ
عليه وسلم۔ یعنی ان کی الہامی کتاب توراۃ یا انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے
متعلق جو نازل ہوا تھا اس کو چھپا لیتے ہیں یا مِنْ تَبْعِيضِهِ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہود توراۃ میں بعض تعلیمات و
حقائق کو چھپا لیتے تھے اور اس سے مقصود ان کا دنیاوی نفع کمانا ہوتا تھا۔

= كَيْشْتَرُونَ بِهِ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِشْتَرَاءً (افْتَعَالٌ) مصدر وہ بدلے میں لیتے ہیں یا حاصل
کرتے ہیں۔ بِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتمان حقیقت ہے یا یہ ضمیر مَا أُنْزِلَ اللَّهُ مِنَ
الْكِتَابِ کی طرف عائد ہے۔

= ثَمَنًا قَلِيلًا۔ موصوف، صفت، سھوڑی قیمت، حقیر معاوضہ

= وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ واو عاطفہ، لَا يُزَكِّيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ پاک نہیں کرے گا۔ تَزْكِيَةٌ۔
(تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور نہ ہی وہ ان کو پاک کرے گا۔ یعنی نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنی
معفرت سے ان کے گناہ معاف کرے گا۔

= عَذَابُ الْيَمِّ۔ موصوف صفت۔ دردناک، دکھ دینے والا۔ فَعِيلٌ بمعنى فاعِلٌ ہے۔

۲: ۱۷۵ = أُولَٰئِكَ بھی ہیں وہ لوگ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔

= نَمَّا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ۔ ما استفہامیہ ہے اور بمعنی تو بیخ آیا ہے۔ ای مالذی صبرہم
دای شئ جَسَرَهُمْ عَلَى النَّارِ حتی ترکوا الحق واتبعوا الباطل۔ دوزخ کا عذاب جھیلنے پر انہیں
کس نے صبر دیا اور کس شے نے انہیں اس کی جسارت دلانی کہ حق کو ترک کر کے باطل کے تابع ہو گئے۔
یا مَا بِمَعْنَى تعجب ہے۔ تعجب ہے ان کے حال پر کہ حق کو ترک کر کے اس حیرت صبر اور بیباکی سے عذاب
جہنم کے لئے تیار ہیں۔ کیا ہی ان کا صبر ہے جہنم کے عذاب کو جھیلنے کا۔ اس صورت میں یہ افعال تعجب میں
سے ہے (مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلَ بِهِ۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں)

= ذٰلِكَ۔ ای مجموع ما ذکر من احل النار وعدم التكليم والتزكية والعذاب المرتب

على الکتاب مَا أُنْزِلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ۔ یعنی ان کا اپنے پیٹوں کو دوزخ کی آگ سے بھرنا۔ خداوند کریم
کا ناراضگی سے ان سے کلام تک نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کے گناہوں کی مغفرت کر کے ان کو پاک کرنا اور دردناک
عذاب میں مبتلا کرنا سب ہی اس میں شامل ہیں۔

= ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ط میں ب سببیہ ہے۔ اسی ذٰلِكَ الْعَذَابُ لِسَبَبِ
اَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَرَفُضُوْهُ بِالْتَكْذِیْبِ۔ یہ عذاب ان پر بدیں سبب نازل ہونے کہ
اللہ تعالیٰ نے تو کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا مگر انہوں نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے اس کو
چھوڑ دیا۔ الکتب سے مراد توراۃ بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ یا مطلق کتاب مراد ہے کہ جو توراۃ و
قرآن و دیگر کتب سماویہ کو شامل ہے۔

= فی الْکُتُبِ میں الکتب میں الف لام یا تو جنس کا ہے۔ اور اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کے بعض حصے
پر تو ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اور اس صورت میں اشارہ یا تو توراۃ کی
جانب ہے اور یا القرآن کی طرف۔
= لَفِیْ میں لام تاکید کا ہے۔

= شِقَاقٍ لِّعَبِیدٍ موصوف، صفت۔ الشَّقُّ شِکَاف کو کہتے ہیں۔ پھاڑ کر برابر دو ٹکڑوں میں کرنا۔
شَقَّقْتُهُ بِنِصْفَیْنِ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ چیرنا، پھاڑنا۔ جیسے ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَمْرَ فِی
شَقَّآ (۲۶: ۱۸۰) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ (باب انفعال) اِنْشِقَاقٌ لازم آتا ہے اِذَا السَّمَاءُ اِنْشَقَّتْ
(۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

باب فِعَالٌ سے اِنْشِقَاقٌ اور باب مفاعلة سے مُشَاقَّةٌ بمعنی مخالفت کرنا۔ دشمنی کرنا ہے اس
صورت میں شِقَاقٌ بمعنی مخالفت، باہم دشمنی، مقابلہ، باہم ضد بازی ہے۔ جملہ کا مطلب ہو گا کہ:
وہ ضد میں آکر (نیکی سے) دور ہو گئے، میں۔ وہ ایک دوسرے سے مخالفت میں دور نکل گئے ہیں
ان کی باہمی مخالفت و عناد کا پاٹ طویل ہو گیا ہے۔

۲: ۷۷ = اَلْبَرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی خشکی کے ہیں پھر معنی وسعت کے لحاظ سے
اس سے اَلْبَرُّ مشتق کیا گیا جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنے کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ
تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۲۸: ۵۲) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے
اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهُ، بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی بَرٌّ و بَارٌّ
اسم صفت۔ اَبْرَارٌ و بَرَرٌ جمع، نیک، نیکوکار۔ اطاعت شعار۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَرٌّ و بَارٌّ
یُوَالِدِیْہ۔ وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔

= اَنْ تُوَلُّوْا میں اَنْ مصدر یہ ہے۔ تُوَلُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے
گر گیا ہے۔ تَوَلَّیْتُ (تفعیل) مصدر یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھرنے دونوں
معنی کے لئے آتا ہے۔ جیسے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ (آیت ہذا) کہ تم اپنے منہ کرو۔ پہلے معنی میں آیا ہے اور

لَعَدَّ أَنْ تُولَوْا مَذْبُوحًا (۵۴: ۲۱) جب تم جاچکو گے پیٹھ پھیر کر۔ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

== قِبَلَ - الْجِهَةُ (المعجم الوسيط) طرف - سمت، مقابلہ - طاقت (قاموس القرآن) جہت کے معنی میں آیت ہذا میں مستعمل ہے لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولَوْا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ - (۳۶: ۷۰) تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں۔

قِبَلَ - بمعنی طاقت و قدرت بھی آیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَنَّا يَنفَعُهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا - (۳۷: ۲۷) ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

قِبَلَ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لَعَدَّ کی ضد ہے۔ باب تفعّل سے بمعنی قبول کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

== وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ الْخَالِئِينَ - منصوب بوجہ عمل الْكَفَّ عَنْ الْبِرِّ کی دو صورتیں ہیں (۱) الْبِرُّ - نیکی - بھلائی، نیکی کرنا (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی فاعل بطور مبالغہ آیا ہے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ الْخَالِئِينَ لیکن نیکی کرنے والا وہ ہے جو اللہ پر ایمان لایا۔ الخ

(۲) مَنْ آمَنَ بِاللهِ (مضاف الیہ) کا مضاف مقدر ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ الْخَالِئِينَ تو اس کی ہے جو اللہ پر ایمان لایا۔ الخ

== الْخَالِئِينَ - ماضی واحد مکر غائب - اِيتَاءُ (افعال) مصدر - اس نے دیا۔

== عَلَى حُبِّهِ میں ۵ ضمیر واحد مکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں (۱) اس کا مرجع الْمَالُ ہے یعنی مال کی محبت ہوتے ہوئے بھی اس نے اس کو دیا۔ یا خرچ کیا۔ (۲) اس کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ کی محبت میں اس نے مال خرچ کیا (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ضمیر مصدر اِيتَاءُ (دینا - خرچ کرنا) کی طرف راجع ہو۔ مال کو دیا دینے کی محبت سے۔ یعنی اس کا دل خرچ کرنے سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ خوب جی کھول کر دیا۔

== ذَوِی التَّوْبَةِ - مضاف مضاف الیہ - قرابت والا - قرابت دار - نزدیکی رشتہ دار - ذُو - اسمائے مکبرہ میں سے ہے۔

== ابْنُ السَّبِيلِ - راستہ کا بیٹا یعنی مسافر، راہ گزر۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے ابْنُ السَّبِيلِ کہتے ہیں۔

فِي الرِّقَابِ - رِقَابٌ - گردنیں رَقَبَةٌ کی جمع ہے۔ اِی الَّتِی الْمَالُ فِي تَخْلِصِ الرِّقَابِ اِذْ فِي ذَکَ الرِّقَابِ جو خرچ کرتا ہے مال کو غلام آزاد کرانے میں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے

وَمَا أَذْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰: ۱۲-۱۳) اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن چھڑانا۔ رَقَبَةُ اصل میں گردن کا نام ہے۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف عام میں یہ غلام کا نام پڑ گیا۔

= الْمَوْفُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِيقَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر۔ پورا کرنے والے۔ پورا دینے والے۔ وَفِي مصدر۔ اپنا عہد پورا کرنے والے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَنْ اَمَنَ پر ہے۔
= عَاهَدُوا۔ ماضی جمع مذکر غَائِبٌ مُعَاهَدَةٌ (مُعَا عَلَةٌ) مصدر انہوں نے معاہدہ کیا۔ انہوں نے عہد باندھا۔
= الْبِأَسَاءِ۔ سختی، فقر، تنگ۔ پستی۔ اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ صفت نہیں ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو موصوف کے قائم مقام ہے۔

= الصَّابِرِينَ۔ الصَّابِرِينَ کو یہاں الْمَوْفُونَ کی طرح معطوف نہیں لایا گیا بلکہ فقر و مرض اور جہاد فی سبیل اللہ کے مواقع پر صبر و استقلال کو دیگر نیک اعمال متذکرہ بالا پر فضیلت کے اظہار کے لئے اسے منصوب علی الاختصاص والمدح لایا گیا ہے (نصب علی الاختصاص کے لئے ملاحظہ ہو عربی زبان کی گرامر مصنف ڈبلیو آرٹ آرٹیکل ۳۵ جلد دوم)

= الضَّرَاءِ۔ تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت۔ اسم ہے۔ سَرًّا اور نَعْمَاءِ کی ضد ہے۔ الْبِأَسَاءِ وَالضَّرَاءِ دونوں مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔

= وَحِينَ الْبِأَسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حِينَ۔ بمعنی وقت۔ الْبِأَسِ۔ لڑائی۔ دبدبہ، سختی۔ آفت جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں کثرت سے مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاللَّهُ أَشَدُّ بِأَسَاؤِ أَشَدُّ تَكْيِيلًا (۴: ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔ اور نرا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

الْبِأَسَاءِ اور الْبِأَسِ۔ مادہ ب ع س سے مشتق ہیں۔

= اُولَئِكَ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل۔

= صَدَقُوا۔ انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غَائِبِ۔ اِی صدقوا فی الدین واتباع الحق وطلب البر۔ جو دین کے بارہ میں سچے اترے اور حق کے اتباع اور نیکی کی طلب میں کما حقہ فعال ہے۔

= الْمُتَّقُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتْقَانُ (اِفْعَالُ) مصدر پرہیزگار۔ تقویٰ رکھنے والے۔

گویا ایک نیک اور استباز متقی میں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

۱، جو ایمان رکھتا ہو! (۱، اللہ پر ۲، یوم آخرت پر ۳، ملائکہ پر ۴، کتاب (قرآن مجید) پر، ۵، نبیوں پر۔

(۲) جو مال خرچ کرتا ہو اللہ کی محبت کی خاطر (۱) قرابت داروں پر (۲) یتیموں پر (۳) مسکینوں پر (۴) مسافروں پر (۵) سوال کرنے والوں پر (۶) غلاموں کے آزاد کرانے پر۔

(۳) جو نماز پڑھتا ہو۔

(۴) جو زکوٰۃ دیتا ہو

(۵) جو ایفاء عہد کرتا ہو

(۶) جو تنگ دستی، تکلیف اور خنک کی سختی میں صابر اور ثابت قدم رہتا ہو۔

۱۷۸:۲ = كُتِبَ عَلَيْكُمْ - كُتِبَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب - كُتِبَ وَكِتَابٌ (باب نصر) لکھنا۔ علی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ واجب کرنا۔ کہا جاتا ہے

كُتِبَ اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ الطَّاعَةِ وَعَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةِ - اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی ذات پر رحمت کو ضروری قرار دیا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ تم کو حکم دیا ہے۔ تم پر لازم قرار دیا ہے۔ تم پر فرض کیا گیا ہے۔

= اَلْقَصَاصُ - خون کا بدلہ۔ خون بہا۔ مفعول مالم لُسِّمَ فاعله

اَلْقَصَصُ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ محاورہ ہے قَصَصْتُ اَثْرًا میں اس کے نقش قدم پر چلا قرآن مجید میں ہے فَارْتَدَّ اَعْلٰی اَنْثَارٍ هِمَا قَصَصًا (۶۴:۸) تو وہ اپنے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔ اور جگہ آیا ہے وَقَالَتْ لِاخْتِهِ قُصِّبْ (۱۱:۲۸) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

قصہ کو قصہ اسی لئے کہتے ہیں کہ قصہ بیان کرنے والا اصل واقعہ کی پیروی اپنے بیان میں کرتا ہے۔

= فِي الْقَتْلِ - الْقَتْلُ جمع ہے الْقَتِيلُ کی (معنی مقتول) فِي الْقَتْلِ - یعنی مقتولوں کے بارہ میں

= اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ - آزاد کے بدلہ میں آزاد۔ حُرٌّ - اس آزاد مرد کو کہتے ہیں جو کسی کا غلام شرعی نہ ہو۔ یہ عَبْدٌ کی ضد ہے۔ حَزْرٍ بِرَقَبَةٍ - ایک غلام کا آزاد کرنا۔ حُرِّيَّتِ آزادی

= عَفِيَ لَهُ - عَفِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب - عَفَا يَعْفُو (باب نصر) عَفُو - جس کے معنی آسا

حاجت سے زیادہ۔ معاف کرنا۔ ہیں۔ مَنْ عَفِيَ لَهُ - جس شخص (قاتل) کو معاف کیا ہو۔ شَيْءٌ - کچھ۔

کچھ چیز۔ مِنْ اَخِيهِ - اس کے بھائی کی طرف سے۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مقتول ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے بھائی (یعنی وارث) کی طرف سے قاتل کو قصاص کے سلسلہ میں کچھ

معافی دی جائے تو مقتول کے بھائی (یا وارث) کو معروف طریقہ سے (باقی قصاص) کا مطالبہ کرنا چاہئے اور

قاتل کو چاہئے کہ خوش خوئی سے وہ اسے ادا کرے اِتِّبَاعُ (اِتِّبَاعٌ) بمعنی پیروی کرنا۔ یہاں مطلب یہ

کہ معافی کے بعد باقیماندہ قصاص کا مطالبہ رائج الوقت طریقہ سے کرے اور احسان یعنی احسان مانتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے۔ یعنی قاتل کو مقتول کے بھائی (یا وارث) کی طرف سے دی گئی معافی کا احسان ملتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے باقی ماندہ خون بہا ادا کرنا چاہئے۔

== تَخْفِيفٌ بَرُوزُنْ تَفْعِيلٌ مصدر ہے بمعنی ہلکا کرنا۔ آسانی کرنا۔ تخفیف کرنا۔

= اِعْتَدَى - ماضی واحد مذکر غائب۔ اِعْتَدَاً (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی۔ اس نے حق سے تجاوز کیا۔ عدد۔ مادہ۔

۱۴۹:۲ - اُولٰٓئِكَ اُولُو الْاَلْبَابِ اُولٰٓئِ - ولے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ سبالت رفع اُولُو اور سبالت

نصب وجر اُولٰٓئِ۔ اَلْبَابُ۔ لُبُّ کی جمع بمعنی عقل۔ اُولٰٓئِ اَلْبَابِ عقل والے۔ صاحب عقل

= خَيْرًا۔ بہتری۔ مہلانی۔ نیک کام، نیکی۔ یہاں اس سے مراد مال ہے یہ لفظ اسی معنی میں اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسے وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۸:۱۰۰) اور وہ مال و دولت کی شدید محبت رکھتا ہے۔ یہاں خَيْرًا بمعنی مَالًا کَثِيْرًا۔ آیا ہے۔

= الْوَصِيَّةُ۔ مصدر ہے۔ (باب سَمِعَ) مرنے کا وہ حکم جو کہ مرنے سے پہلے بعض لوگوں کے متعلق وہ دے کر مرنے

اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبٰٓئِنَّ جملہ مفعول مالم لیم فاعل ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدُكُمْ الْمَوْتُ متعلق اَلْوَصِيَّةُ سے اِنْ تَرَكَ خَيْرًا جملہ شرطیہ ہے جواب شرط جملہ اولیٰ سے سمجھا جاتا ہے

= حَقًّا۔ مصدر مؤكدہ ہے اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اِیْ حَقٌّ ذٰلِكَ عَلٰی

الْمُتَّقِيْنَ حَقًّا متقیوں یعنی خدا ترسوں پر یہ لازم کر دیا گیا

۱۸۱:۲ = فَمَنْ اَبَدَّ لَهُ۔ میں ضمیر کا۔ اِلِصَّاءُ (نصیحت کرنا) کی طرف راجع ہے۔ اور اِلِصَّاءُ الْوَصِيَّةُ میں

ضمناً مذکور ہے مَنْ شرطیہ ہے اور فَمَنْ اَبَدَّ لَهُ اَبَدَّ مَا سَمِعَهُ جملہ شرطیہ ہے فَاٰثِمًا اِثْمُهُ عَلٰی الدِّیْنِ

یُبَدِّلُ لُوْذَنَّهُ جواب شرط ہے پس جو کوئی وصیت کو بدل دے بعد اس کے کہ وہ اسے سُن چکا ہو تو اس کا گناہ

انہی لوگوں پر ہے جو اس کو بدل دیں گے اِثْمُهُ میں کا کی ضمیر یا تو تبدیل شدہ اِلِصَّاءُ کی طرف راجع ہے یا خود

تبدیل کی طرف

۱۸۲:۲ = مُوْصٍ اسم فاعل واحد مذکر اِلِصَّاءُ مصدر باب (افعال) اصل میں مُوْصٍ تھا وصیت کرنے والا

= جَنَفًا = مَيَّلًا عَنِ الْحَقِّ خَطَاً وَجَهْلًا۔ غلط سے یا نادانستگی سے حق سے دوسری طرف جھک جانا۔ طرفدار

کچی۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ مصدر ہے۔

اِثْمًا۔ مصدر۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ عمدۃ الکتاب ظلم کرنا۔

خَافَ فَعَلَ بِاَفَاعِلٍ ہے۔ مِنْ مُوْصٍ متعلق ہے خَافَ سے یہ جملہ شرطیہ ہے فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ۔

جواب شرط ہے

۱۸۳:۲ = كَتَبَ عَلَيْكُمْ اِی فُرِضَ عَلَيْكُمْ۔ جیسا کہ اوپر آیت ۱۸۰-۱۷۸ میں آیا ہے۔

= الصَّیَّامُ۔ مفعول مالم یسم فاعله۔ صَامَ یَصُومُ۔ صَوْمٌ وَصِیَامٌ۔ مصدر باب نصر الصَّوْمُ کے اصل معنی کسی کام سے رُک جانے یا باز رہنے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کھانے پینے، چلنے پھرنے یا گفتگو کرنے سے ہو۔ گفتگو سے رکنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (۱۹: ۲۵) کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ یعنی کلام سے خاموش رہنے کی جیسا کہ بعد میں اسی آیت میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے فَلَنْ اُحِلَّ لَیَوْمٍ اِنْسِیًا۔ تو آج میں ہرگز کسی آدمی بات نہ کروں گی۔

چلنے پھرنے سے رُک جانے کے معنی میں شاعر کا قول ہے خِیْلٌ صِیَامٌ دَاخِرٌ غَیْرُ صَائِمَةٍ۔ کچھ گھوڑے اپنے تھکان پر کھڑے ہیں اور دوسرے میدان جنگ میں ہیں

آیت نہ ایں اصطلاح شریعت میں کسی مکلف کا روزہ رکھنے کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے عداً قے کرنے اور جماع سے رُکے رہنے کو صیام کہتے ہیں اور یہاں صیام کے معنی رمضان کے روزے ہیں۔

= كَمَا۔ میں کان تشبیہ کا ہے اور مَا موصول۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے۔ یہاں تشبیہ روزوں کے فرض ہونے میں ہے۔ روزوں کے دنوں کی تعداد یا ان کی کیفیت میں نہیں ہے۔

= لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ حرف مشیدہ لعل ہے اور کُم ضمیر جمع مذکر حاضر، اس کا اسم شاید تم۔

= تَتَّقُونَ ؕ مضارع جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر تم بچتے رہو۔ تم ڈرتے رہو (از تکاب گناہ سے) تم پر ہیزگار ہو جاؤ۔

۱۸۴:۲ = اَیَّامًا مَّعْدُودَاتٍ موصوف و صفت منصوب بوجہ فعل مقدر صَوْمُوا۔ (جس کا یہ مفعول فیہ ہے) چند گنتی کے دن۔

مَعْدُودَاتٍ = اسم مفعول جمع مؤنث۔ مَعْدُودَةٌ۔ واحد۔ گنے ہوئے

= فَمَنْ۔ شرطیہ۔ کَانَ کا اسم ضمیر ہے جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور مَوْضِعًا اس کی خبر۔ معطوف علیہ اَدُّ حرف عطف علی سَفَرٍ معطوف موضع نصب میں ہے۔ اِیْ اَدُّ کَانَ مُسَافِرًا۔ فَعِدَّةٌ مبتداء اس کی خبر محذوف ہے۔ اِیْ فَعَلِیْہِ عِدَّةٌ بَیْنَ اَیَّامٍ اُخْرٰی۔ مِنْ اَیَّامٍ اُخْرٰی صفت ہے عِدَّةٌ کی۔ پس فَمَنْ کَانَ..... عَلٰی سَفَرٍ شرط ہے اور فَعِدَّةٌ مِنْ اَیَّامٍ اُخْرٰی جواب شرط ہے۔

عِدَّةٌ یہ عِدَّةٌ سے بروزن فَعِلَةٌ بمعنی مَعْدُودٌ ہے (جیسے کہ طِخْنٌ بمعنی مَطْحُونٌ ہے) پس ہوا آٹا، گنے ہوئے۔

== يُطِيقُونَكَ - مضارع جمع مذکر غائب - اِطَاقَةٌ (افعال) مصدر سے - وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ۹ ضمیر واحد مذکر کا مرجع صیام ہے یُطِيقُونَ کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مثلاً (۱) یُطِيقُونَ بمعنی یُطَوَّقُونَ، یُکَلِّفُونَ (روزہ رکھنے میں) تکلیف محسوس کریں جو بہ تکلف و بمشقت روزہ رکھ سکتے ہوں۔

(۲) یُطِيقُونَ سے پہلے لَا مقرر ہے اور تقدیر یوں ہے لَا یُطِيقُونَ (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں (۳) اس کا مفہوم وہی ہے جَوَاطَاقُ فَلَانٌ کا ہے - اِطَاقٌ میں باب افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے اس لئے اِطَاقُ فَلَانٌ کا مطلب ہوا فلاں شخص میں طاقت نہیں ہے - اس صورت میں یُطِيقُونَكَ کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کی (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

== فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ - فِدْيَةٌ - مبدل متہ - طَعَامُ مِسْكِينٍ مضاف مضاف الیہ ہو کر بدل ہے فِدْيَةٌ سے مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے ذمہ فدیہ ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے - فِدْيَةٌ مصدر - بمعنی بدلہ دینا - مال خرچ کر کے مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنا - جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے == فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ - تَطَوَّعَ ماضی واحد مذکر غائب تَطَوَّعٌ (تَفَعَّلَ) مصدر اس نے خوشی سے نیکی کی - اس نے شوق سے نیکی کی - تَطَوَّعٌ کے اصل معنی تو نیکی میں تکلف کے ہیں مگر عرف میں جو چیز یا کہ لازم و فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

خَيْرًا - بمعنی نیکی - بھلائی - اور خَيْرٌ بمعنی بہتر - افعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے پس جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

== اِنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ - میں اِنْ مصدر یہ ہے اِنْ تَصُومُوا مبتدا خَيْرٌ تَكْمُلُ اس کی خبر اور روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے

۱۸۵: ۲ - شَهْرُ رَمَضَانَ مضاف مضاف الیہ مل کر متبدا الَّذِي اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ میں الَّذِي موصول اور اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ صلہ اپنے موصول کا صلہ و موصول مل کر مبتدا کی خبر هُدًى لِلنَّاسِ حال ہے قرآن سے یعنی نازل کیا گیا اس ماہ میں قرآن درآ سکا لیکہ وہ سراپا ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی (وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ) اور یہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے (وَالْفُتُوتَانِ) تینوں قرآن سے حال ہیں اور سڑ و سڑ کا عطف هُدًى سڑ پر ہے۔

هُدًى - اسم و مصدر (باب ضَوْبَ) ہدایت، ہدایت کرنا - بَيِّنَاتٍ جمع بَيِّنَةٌ واحد - کھلی دلیل - واضح دلالت - اَلْفُتُوتَانِ - مصدر بھی ہے یعنی الگ الگ کرنا - حق کو باطل سے جدا کرنا - اور صیغہ صفت بھی ہے یعنی حق کو باطل سے جدا کر دینے والی شے - آیت نہا میں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے جدا کر دینے والی ہیں اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن مجید میں قرآن، توراۃ - دلیل و حجت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

== فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ حَلَلَهُ تَطَرُّعًا ۖ وَفَلْيَصُومْ جَوَابِ شَرْطٍ شَهِدَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے شَهِدَ مصدر سے بمعنی پانا۔ شَهِادَةٌ مصدر سے شَهِدَ بمعنی شہادت دینا ہے۔ الشَّهْرُ میں الف لام عہد کا ہے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ فَلْيَصُومْ میں ف جواب شرط کے لئے ہے لِيَصُومْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب صَوَّمَ مصدر باب نصر (ص) ضمیر واحد مذکر غائب مفعول فیہ۔ اور اس کا مرجع الشَّهْرُ ہے پس وہ اس کا (رمضان کے مہینے کے) روزے رکھے۔

= مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا۔

= اَلْيُسْرُ۔ اَلْيُسْرُ کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں اور یہ اَلْعُسْرُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا (۷۱:۶۵) خدا عسّریب تنگی کے بعد کشائش بخشتے گا۔

= اَلْعُسْرُ۔ تنگی، سختی۔ اَلْيُسْرُ کی ضد ہے۔

= وَتَتَكْمَلُوا الْعِدَّةَ۔ صاحب تفسیر منطہری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (اور تاکہ تم گنتی پوری کرو) (العدة میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے عدة شهر رمضان بقضاء ما افطر منه (یعنی تاکہ ماہ رمضان کی شمار افطار کئے ہوئے روزوں کو قضا کر کے پوری کر لو..... وتكملوا العدة کا مع اپنے معطوف وتكملوا..... الخ کے الیسر پر عطف ہے (یا تو، اس وجہ سے کہ الیسر باعتبار معنی کے ماقبل کی علت ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے یہ احکام یعنی مریض اور مسافر کے لئے افطار کو مباح کرنا اور مرض کے ایام کی قدر قضا واجب کرنا اس لئے مشرّع کر دیئے تاکہ تم پر سہولت ہو اور تاکہ تم ماہ رمضان کے دنوں کی گنتی افطار کئے ہوئے روزوں کی قضا کر کے پوری کر لو..... الخ یا لتكملوا.....) (اس کے بعد اس آیت کی دیگر صورتیں بیان کی گئی ہیں)

اس صورت میں آیت یُرِيدُ اللّٰهُ..... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کا ترجمہ ہوگا اور اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی کرنی اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لیا کرو (افطار روزوں کی قضا پوری کر کے) اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تاکہ تم احسان مانو (یعنی تاکہ تم روزہ کے واجب ہونے پر شکر کرو اس لئے کہ وہ درجات کے ملنے کا ذریعہ ہے اور مریض اور مسافر کے لئے افطار کے مباح ہونے پر شکر کرو کہ اس میں تمہارے لئے تخفیف اور رخصت ہے۔ تَكْمَلُوا۔ تم پورا کرو، تم مکمل کرو۔ اِكْمَالُ (افعال) مصدر۔ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی لام کے آنے سے حذف ہو گیا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کا عطف لِتَشْكُرُوا اللّٰهُ پر ہے۔

= رَمَضَانَ۔ رَمَضَانَ کا مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لئے آتا ہے پھر اس کی طرف شہر کی آفت کی گئی۔ اور اسے علم قرار دیا گیا۔ اس ماہ کو رمضان سے یا تو اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس ماہ میں مہبوک پیاس کی

سور شس سے روزہ دار سوختہ ہو جاتا ہے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور یا اس لئے کہ جب لوگوں نے قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو یہ مہینہ سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا (بیضاوی) لیکن صحیح یہ ہے کہ علم تقویم میں یہ قمری سال کے ایک مہینہ کا نام ہے۔

۱۸۶:۲ = وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ - إِذَا نَظَرَ زَمَانٌ هُوَ سَأَلَ فَعَلَ ضَمِيرُ مَفْعُولٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ - عِبَادِي - مضاف مضاف الیه مل کر فاعل بمعنی جار مجرور مل کر متعلق فعل - إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي - جملہ شرطیہ - فَإِنِّي قَرِيبٌ - اِی قُلْ لَهُمْ (ای عبادی) اِنِّی قَرِيبٌ - جواب شرط - اُجِيبُ - مضارع واحد متکلم - اِجَابَةٌ (باب افعال) مصدر بمعنی قبول کرنا - میں قبول کرتا ہوں - اَلدَّاعِ - بلائے والا - پکارنے والا - دُعَاءُ (دع و مادہ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت رفع و جر - دَعْوَةُ الدَّاعِ - مضاف مضاف الیه مل کر - اُجِيبُ کا مفعول -

= دَعَانِ - اصل میں دَعَانِیُّ مَقَّافٌ - مَی ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ مَذْكُورٌ ہو گئی اور تَوْ قَایہ ہے دَعَا مَاضِی کا صیغہ واحد مذکر غائب - اس نے مجھے پکارا - اس نے مجھ سے دعا کی -

= فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي - فَ سَبَبِيَّةٌ هِيَ لِيَسْتَجِيبُوا - فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے - اِسْتِجَابَةٌ (باب استفعال) ان کو چاہئے کہ میرا حکم مانیں ان کو چاہئے کہ میرا مقبول کریں - اِی اِذَا دَعَوْهُمْ اِلَى الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ كَمَا اَنَّى اُجِبْتُمْ اِذَا دَعَوْنِي لِحَوَائِجِهِمْ - یعنی جب میں ان کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلاؤں تو ان کو میرا حکم ماننا چاہئے جیسا کہ میں ان کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے اپنی حاجات کے لئے پکارتے ہیں اِسْتِجَابَةٌ بمعنی اِجَابَةٌ (افعال) ہے - وَالْاِجَابَةُ فِي اللِّغَةِ الطَّاعَةُ فَالْاِجَابَةُ مِنَ الْعِبَادِ الطَّاعَةُ وَ مِنَ اللَّهِ الْاِثَابَةُ وَالْعَطَاءُ - لغت میں اجابت بمعنی اطاعت ہے - بندہ کی طرف سے اجابت بمعنی اطاعت اور اللہ کی طرف سے جزا عطا کرنا ہے - قرآن مجید میں آیا ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۱۹۵:۳) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی - اَوْرَدَ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ (۳۸:۸۲) اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں -

= دَلِيُّوْ مِنْوَا لِي - اس جملہ کا عطف جملہ ساقیہ پر ہے وَ اِذَا عَاطَفَ لِيُوْ مِنْوَا - امر کا صیغہ جمع مذکر غائب و رچا ہے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں

= يَرْشِدُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب رَشَدٌ (باب نصر) مصدر وہ سیدھے راہ پر آجائیں - ہدایت پاجائیں - الرَّشْدُ غُثٌّ كِي ضِدُّهُ - اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے - قرآن مجید میں آیا ہے کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۵۶:۲) گمراہی سے ہدایت الگ ہو چکی -

۱۸۷:۱ = اُحِلَّ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحْلَالٌ (افعال) مصدر حلال کیا گیا - مباح کیا گیا

الرَّثْتُ مفعول مالم لسم فاعله لَيْلَةُ الصِّيَامِ - مضاف مضاف الیه مل کر ظرف ہے الرَّثْتُ کا۔ رثت ایک لفظ جامع ہے جس قسم کا مرد عورتوں سے فائدہ اٹھائیں سب کو یہ شامل ہے۔ اور رثت کو الی سے اس لئے متعدی کیا ہے کہ اس لفظ کے اندر افشاء (جماع) کا مضمون ہے اور افشاء کا صلہ الی آتا ہے۔

ترجمہ جائز کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں پاس جانا اپنی بیبیوں کے۔

= كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ - كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْتَانُونَ إِخْتِيَانٌ (افْتَعَالٌ) خین مادہ۔ خیانت کرنا۔ إِخْتِيَانٌ میں خِيَانَةٌ سے زیادہ مبالغہ ہے۔ تم اپنے آپ خیانت کیا کرتے تھے۔

= فَتَابَ عَلَيْكُمْ - یعنی جب تم نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ تَابَ عَلٰی۔ اللہ کا بند کی توبہ قبول کر لینا۔ اُسے معاف کر دینا۔

= عَفَا عَنْكُمْ - اس نے تم کو معاف کر دیا۔ اس نے تمہارے گناہ مٹا دیے۔ عَفَوُ (باب نصر) مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے عَفَوُ کا استعمال جب کسی کے جرم کے معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے۔

= فَالَّذِينَ فِي تَرْتِيبٍ كَآءِیَ الذِّنِّ (اب) ظرف زمان ہے الف لآم بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= بِأَشْرَوْهِنَّ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تم اپنی عورتوں سے یعنی اپنی بیویوں سے مباشرت کرو۔ (مطلب یہ کہ اب روزوں میں رات کے وقت اپنی عورتوں سے تم کو مباشرت کی اجازت ہے بِأَشْرَیْ بِأَشْرَیْ مُبَآشِرَةً۔ (مفاعله) مصدر لَبَشْرُ مادہ۔ الْبَشْرَةُ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح ہے انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس حیوا کی کھال پر اُون، بال یا لپٹم ہوتی ہے۔

الْمُبَآشِرَةُ کے اصل معنی تو ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا کے ہیں مگر کنایتاً عورت سے مجامعت کرنا کے معنی میں آتا ہے۔

= اِبْتَغُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِبْتَغَاءُ (افْتَعَالٌ) مصدر تم تلاش کرو۔ تم چاہو، اِبْتَغُوا فاعل با فاعل مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ - مفعول۔ جملہ نداء۔ اور جملہ وَكُلُوا - اور دَاشَرُوا اَتِیْنُوں کا عطف بِأَشْرَوْهِنَّ پر۔

= يَتَّبِعْنَ - مضارع واحد مذکر غائب يَتَّبِعُ (تَفَعُّلٌ) مصدر (حتیٰ کہ) ظاہر ہو جائے۔ ممیز ہو جائے الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ موصوف و صفت سفید دھاگہ الْخَيْطُ الْاَسْوَدُ موصوف و صفت مجرور سیاہ دھاگہ = مِنَ الْفَجْرِ - بیان ہے الْخَيْطُ کا۔

== وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ فِي الْمَسَاجِدِ ۖ میں واؤ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھے ہوئے ہو عَظُمُونَ جمع عَاكِفٌ کی اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ شرع میں عبادت کی نیت سے مسجد میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اور اس کے لغوی معنی ہیں مقیم ہونے والے اور ایسے جہنہ والے کہ ٹلے ہی نہیں۔ آیت نہا میں اپنے شرعی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَظُمُونَ (۵۲:۲۱) اپنے لغوی معنی میں آیا ہے۔

== تَقْرَبُوهَا ۖ هَا ضَمِيرٌ كَامِرٌ جُحْدُودٌ ہے۔

۱۸۸:۲ = لَا تَأْكُلُوا ۖ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت کھاؤ اَمْوَالُكُمْ ایک دوسرے کا مال بَيْنَكُمْ آپس میں۔ اور باہم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

== وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ ۖ واؤ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سالبہ پر ہے اور اسی لئے تَذَلُّوا تَأْكُلُوا کے لَآ کے تحت میں ہے اِنِّیْ دَلَّ تَذَلُّوا۔ اور مت کھینچ لیجاؤ۔ یہ یَذَلُّوا اِذْ لَدَّ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے۔ جس کے معنی ڈول ٹکانا یا ڈول ڈالنا کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَادْلِيْ دَلْوَهُ (۱۹:۱۲) اس نے کنویں میں اپنا ڈول ڈالا۔ پھر استعارہ کے طور پر اس کے معنی کسی چیز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بنانا بھی آجاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک (تاکہ وہاں جھوٹ سچ بول کر ناجائز طور پر فیصلہ اپنے حق میں کرالو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ بھی حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔

== لِيَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ ۖ تاکہ یوں کھاؤ کچھ حصہ لوگوں کے مال کا۔ یہاں لام تعلیل کی ہے کہ تم اس واسطے مقدمہ حکام کے ہاں لیجاؤ کہ جائز یا ناجائز طور سے فیصلہ اپنے حق میں کروا کر دوسروں کا مال کھا جاؤ۔ فَرِيقٌ کا مطلب گروہ بھی ہے اور کسی چیز کے حصہ اور جز کو بھی فریق کہتے ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ فَرِيقًا ۖ اِی قِطْعَةً دَجْزًا ۖ فَرِيقًا مفعول ہے لِيَأْكُلُوا کا۔

== وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۖ یہ جملہ حال ہے۔ تَأْكُلُوا کے فاعل سے۔ درآں حالیکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے۔

۱۸۹:۲ = اَلْاَهْلَۃُ ۖ مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو اہلۃ کہتے ہیں پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلَۃِ ۖ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ یہ گھٹا بڑھتا کیوں ہے (اِہْلَۃٌ ۖ هِلَالٌ کی جمع ہے اِہَالِیل بھی اس کی جمع ہے

== قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۖ کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی) میعادیں اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔ ۖ اِی اِہْلَالٌ ۖ مَوَاقِیتُ جمع ہے مِیقَاتٌ کی۔ اسم آلہ، وقت کی نشا

کے ذرائع۔ یہ وَقْتُ مَادَّة سے مشتق ہے۔ وَقْتُ يُوَقِّتُ تَوَقَّيْتُ (تَفْعِيلُ) وقت ظاہر کرنا۔ مِيقَاتُ اور مَوْقِيتُ کسی کام کو شروع کرنے کی جگہ۔ جیسے مِيقَاتِ حَج، مِيقَاتِ احرام۔

== ظَهْرُهَا۔ مضاف، مضاف الیہ ان کی پشتوں (کی جانب) سے ظَهْرُ وَاحِد۔

== وَكَانَتِ الْبَرَمِثُ اثْقَى۔ الْبَرَمِثُ ذُو الْبَرَمِثِ وَالْبَارِثُ مَعْنَى نِيكُو كَار۔ نیکو کرنے والا۔ اَبْرَادُ جَمْع۔ مکمل نیکو کار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ (نیز ملاحظہ ۲: ۱۷۷)

== اِثْقَى۔ اِثْقَاءُ (افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔ فائدہ۔ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب احرام باندھ لیا کرتے اور انہیں گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازہ سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار میں سوراخ کر کے داخل ہوتے اور اس کو بڑی نیکی سمجھتے۔

== ثَفْلِحُونَ۔ منارع جمع مذکر حاضر۔ اِفْلَاحُ (افعال) مصدر تم فلاح پاؤ۔ فلاح پانا معنی بھلائی۔ کامیابی کا حاصل کرنا اور مقصد روری ہے۔

== لَا تَعْتَدُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَاءُ (افعال) مصدر معنی حد سے گذرنا۔ تم حد سے مت گذرو، تم زیادتی مت کرو۔ اَلْمُعْتَدُ۔ اسم فاعل واحد مذکر، زیادتی کرنے والا۔ حد سے گذرنے والا۔

== اَلَّذِينَ يُقَاتِلُوا نَفْسَهُمْ۔ جملہ مفعول ہے فعل قَاتِلُوا کا۔

== اَلْمُعْتَدِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ حد سے بڑھ جائیو والا۔

۲: ۱۹۱۔ وَاقْتُلُوا هُمُ۔ واو عاطفہ۔ اُقْتُلُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اِی الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْا نَفْسَهُمْ وہ لوگ جو تم سے لڑائی لڑیں۔

== حَيْثُ۔ طرف مکان ہے جہتی برصغیر۔ مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے۔ جہاں۔ جس جگہ۔

== ثَقِفْتُمْ هُمْ۔ ثَقِفْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں ثَقِفْتُمْ تھا۔ واو اشباع کلہے ثَقِفُ (باب

سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی پالینے کے ہیں۔ هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

== الْفِتْنَةُ۔ کے لغوی معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔ اسی لئے نعمت اور مصیبت کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔

فِتْنَةُ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً بمعنی آزمائش۔ اِنَّمَا خُنْ

فِتْنَةً فَلَا تَكْفُرُ۔ (۲: ۱۰۲) ہم تو ذریعہ آزمائش میں تم کفر میں نہ پڑو۔ یعنی آفت۔ مصیبت۔ وَحَسِبُوا اَنْ

لَا تَكُوْنَ فِتْنَةً۔ (۵: ۷۱) اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی۔ بمعنی عذاب

إِنَّا جَعَلْنَا هَآءَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ۝ (۶۲:۳۴) اور ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنا رکھا ہے۔ اور آیت ہذا میں فتنہ سے مراد کفار کا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے (منظہری) دَقِيلٌ مَعَاهُ شُرَكَهُم بِاللّٰهِ فِي الْحَرَمِ وَصَدَّ هُمَا يَا كَمُ عَنْهُ (بیضاوی) ان شرکھم بِاللّٰهِ اشد و اعظم من قتلكم ایاہم فی الحرم (خازن) اور ان کا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا تمہارے ان کو مسجد حرام میں قتل کرنے سے بہت بُرا ہے۔

== اَشَدُّ - اَفْعَلُ التَّفْضِيلُ کا صیغہ ہے۔ سخت تر۔ بدتر۔ نہایت سخت۔ شَدَّ لَآءُ سے۔

۹۲:۲ = اِنْتَهَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْتَهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ہنسی مادہ۔ وہ رُک گئے۔ انہوں نے چھو دیا۔ فَإِنِ اِنْتَهَوْا جملہ شرطیہ ہے اور فَإِنِ اللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ جملہ جزائیہ۔

۱۹۳:۲ = فَلَا عُدُوَانَ - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جزائیہ ہے۔ (فَإِنِ اِنْتَهَوْا اس سے قبل کا جملہ شرطیہ ہے) عُدُوَانٌ یہ عَدَا یَعْدُو (باب نصر) کا مصدر ہے۔ زیادتی، ظلم، ستم، تعدی، بہت بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ ترجمہ۔ تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے..... اِلْحِ الظَّالِمِیْنَ۔ ظلم کرنے والے۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجبور۔ یہاں ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور حرب میں باقی ہیں۔

۱۹۴:۲ = الشَّهْرُ الْحَرَامُ۔ موصوف صفت۔ حرمت والا مہینہ الْحُرُمَاتُ۔ حرمتیں۔ بزرگیاں۔ حُومَةٌ کی جمع۔ حرمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادب ضروری ہو۔

قِصَاصٌ۔ بدلہ۔ قتل کا بدلہ قتل قاتل۔ ہر عضو کا بدلہ عضو، ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ۔ ادب کی چیزوں میں مساوات۔ یعنی ماہ حرام میں اگر دشمن قاتل کرے اور اس کی حرمت کا لحاظ نہ کرے تو تم بھی دفاعی جنگ کرو (آیت ہذا) خون کا بدلہ خون۔ خون بہا۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ۔ ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری سے ہوگا۔ یعنی حرمتوں کے بارہ میں دشمن جتنی زیادتی کامر تکب ہوگا۔ دوسرا فریق اس دشمن کے خلاف اس زیادتی کے برابر اس کا توڑ کرنے میں حق بجانب ہوگا۔

== فائدہ ۴: اہل عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ ذی القعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ و جدل۔ قتل و غارتگری ممنوع تھی تاکہ نہ اَرین کعبہ امن و امان کے ساتھ خدا کے گھر تک جائیں۔ اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اسی بنا پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا۔ یعنی حرمت والے مہینے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینہ میں مسلمانوں پر دست اندازی کریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں؛

(اقتباس از تفہیم القرآن)

= فَمَنْ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ - جملہ شرطیہ ہے۔ اِئْتَدَىٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِئْتَدَىٰ (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی (تم پر)

فَاعْتَدُوا عَلَيْكُمْ - جواب شرط۔ ف جواب شرط کا ہے۔ اِئْتَدَىٰ ۱۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم زیادہ کرو۔ اِئْتَدَىٰ (زیادتی) کی ہزار کو اِئْتَدَىٰ کہنا صرف لفظی مشابہت ہے۔ مطلب یہ کہ زیادہ کرنے والے کی زیادتی کی حد تک اس زیادتی کا توڑ کرنا جائز ہے۔

= مَا اِئْتَدَىٰ میں ما موصولہ ہے۔

= الْمُتَّقِينَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ تقویٰ کرنے والے۔ ڈرنے والے، پرہیز کرنے والے۔

۱۹۵:۲ = اَلْفَقُوا - فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر تم خرچ کرو۔

= لَا تُلْقُوا - فعل ہی جمع مذکر حاضر، اِنْقَاءٌ (افعال) جمع مذکر حاضر، تم مت ڈالو۔ لقی مادہ۔ قرآن مجید میں ہے۔ كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ (۸:۶۷) جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائیگی۔

= بِاَيْدِيكُمْ - بَاء حرف جار۔ اَيْدِيكُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ۔ بمعنی اپنے ہاتھوں۔ اس قبل اَنفُسَكُمْ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے وَلَا تُلْقُوا اَنْفُسَكُمْ بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ - اور نہ پھینکو (یا نہ ڈالو) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں بنا ہی میں۔ التہلکۃ - هلك (باب ضَرْبٍ وَسَمِعٍ) سے مصدر ہے ہلاک ہونا۔ تباہ ہونا۔ ہلاکت۔ تباہی۔

= اَحْسِنُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر، اِحْسَانٌ (افعال) مصدر۔ تم نیکی کرو۔

= اَلْمُحْسِنِينَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانٌ سے۔ نیکی کرنے والے۔ اچھے کام کرنے والے۔

۱۹۶:۲ = اَتِمُّوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْمَامٌ (افعال) مصدر تم پورا کرو۔

= اَلْحَجَّ - حَجَّ (باب نصر) مصدر، اصل لغت میں حج قصد زیارت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح

شرع میں حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا حج کہلاتا ہے

= اَلْعُمْرَةَ - عمرہ زیارت بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ حج کی طرح خاص

وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ عمرہ میں ایک دفعہ اس کا بجالانا بشرط استطاعت سنت مؤکدہ ہے

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ: عمرے کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف

کعبہ کرے۔ اور صفا مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کرا کر احرام اتارے۔

= فَاِنْ اُخْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ - پہلا جملہ شرطیہ ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔

اُخْصِرْتُمْ - ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِخْصَادٌ (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی روکنے

کے ہیں خواہ روکاؤٹ کسی ظاہری سبب کی بناء پر ہو۔ جیسے دشمن کا اڑے آکر روکنا۔ یا کسی باطنی سبب سے جیسے مرض کی وجہ سے رکنے پر مجبور ہو جانا۔ پہلے جملہ کا ترجمہ یہ ہے برہم اگر تم روک لئے جاؤ۔ یعنی اگر تم حج سے یا اس عمرہ سے جس کی تکمیل کا تم کو حکم دیا گیا ہے روک کے جاؤ۔ دوسرے جملہ میں ف جواب شرط کے لئے ہے ما موصولہ ہے۔ اِسْتَيْسَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اِسْتَيْسَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی مسیر آنا۔ آسان ہونا وہ مسیر آیا۔ وہ آسان ہوا۔ اَلْهَدْيُ اسم معرف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حرم میں حرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے ترجمہ تو جو قربانی کا جانور مسیر آجائے (ذبح کر دیا۔ ذبح کرنے کے لئے بھیجو)

== وَلَا تَحْلِقُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر حَلَقٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی بالوں کو منڈانا۔ تم بال یا سرمت منڈاؤ۔ تم حجامت نہ کراؤ۔

مَحَلُّہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحَلَّ اسم ظرف مکان، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ۔ جہاں قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ہ صمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْهَدْيُ ہے۔

== اَذَى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح کو یا جسم کو پہنچے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهِ اَذًی مِّنْ رَّاسِهِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور فِدْيَہ..... اَوْ نُسْكَ۔ جواب شرط۔ پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں کوئی بیماری یا تکلیف ہو تو اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔ فِدْيَہ۔ الفِدْی۔ اَلْفِدَاءُ کے معنی کسی کی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَاِمَّا مَنَّا لَعَدُوًّا مَّا فِدَاۤءُ (۴: ۴۷) پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہئے یا کچھ مال لے کر۔ فِدْيَہٌ وَّ اَحَدٌ فِدْیٌ جمع وہ مال جو کسی کو آزاد کرانے کے لئے دیا جائے۔ یا وہ مال جو کسی عبادت میں کوتاہی کرنے کی وجہ خرچ کر کے انسان خود اپنے کو گناہ سے بچاتا ہے آیت نہا میں اسی معنی میں مستعمل ہے۔

نُسْكَ۔ النُّسْكَ کے معنی عبادت کے ہیں۔ اور نَاسِکٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکان حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے مَنَاسِکُ حج اور عبادت کے ارکان۔ قربانی بھی ارکان حج میں ہے یہاں قربانی ہی مراد ہے۔ نُسْكَ کا واحد نُسْکَہ بمعنی ذبیحہ ہے۔

== فَاِذَا اَمِنْتُمْ۔ ای اذا امنتم من الاحصار یعنی جب احصار سے امن ہو مثلاً دشمن کا خوف جاتا ہے یا تم مریض تھے اب تندرست ہو گئے۔

== تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ۔ تَمَتَّعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَمَتَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر جس کے معنی برتنے۔ فائدہ اٹھانے اور مدت منفعت میں امتداد ہونے کے ہیں۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ یعنی جس شخص نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا۔ یعنی (۱) اگر پہلے احصار میں تھا اب امن میں آ گیا۔ یا پہلے بیمار تھا اب تندرست

ہو گیا۔ لیکن اس دوران وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا۔ یا (۲) پہلے سے ہی امن میں تھا (نہ احصار میں تھا نہ بیمار تھا) اور ایک ساتھ ہی حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ پہلے عمرہ کے ارکان ادا کئے لیکن احرام بدستور رہا۔ احرام سے حلال نہیں ہوا یہاں تک کہ ایام حج میں حج کے ارکان ادا کر کے حلق کرایا۔ اور احرام سے فارغ ہوا۔ اسی طرح ایک سفر میں دو عبادتیں جمع کر لیں۔ اس صورت میں آیت نہا میں تمتع عرفی مراد ہے نہ کہ شرعی۔ اس لئے وہ تمتع اور قرآن دونوں کو شامل ہے۔ ان دونوں صورتوں میں قربانی لازمی قرار دیدی گئی کیونکہ دونوں صورتوں میں اس نے فائدہ اٹھایا۔

= فَمَا امْتَسِرَ مِنَ الْهَدْيِ . اى فعلیه ما استیس من الہدی . توجہ قربانی میسر آسکے اس پر لازم ہے

= فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ . اى فمن لم يجد الہدی جس کو قربانی میسر نہ آسکے یعنی جو قربانی نہ دے سکے۔

= فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ . اى فعلیہ صیام ثلثۃ ایام تو وہ تین دن کے روزے لازمی سکھے۔

= رَجَعْتُمْ . ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں اتقات صائر ہے۔ اوپر خطاب واحد غائب کے صیغہ میں ہو رہا تھا۔

اب ان احکام کو جو اوپر بیان ہوئے پوری طرح ذہن نشین کرانے کے لئے صیغہ حاضر اختیار کیا گیا۔

= تِلْكَ . اسم اشارہ بعید جمع مؤنث عشوۃ مشار الیہ ہے

= كَامِلَةً . پوری (دہائی) یعنی پورے دس۔ کمال مصدر (باب نصر۔ کوم۔ سمع) اسم فاعل واحد

مؤنث۔ یعنی قربانی کی جگہ پورے دس روزے ہوتے ہیں۔ اس سے کم نہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ کَامِلَةً

تاکید و تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= ذٰلِكَ . اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ یہ اشارہ یا تورا، تمتع کی طرف ہے جس کا ذکر آچکا ہے اور یا (۲) اس کا

اشارہ اصل حکم یعنی وجوب قربانی کی طرف ہے

= حَاضِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - حَاضِرِ . باشندے۔ رہنے والے۔ حَضَارَةٌ مصدر سے جس کے

معنی شہر میں رہنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اصل میں حَاضِرِينَ تھا۔ اضافت کے سبب نون

جمع حذف ہو گیا۔ حَاضِرِ . مضاف، المسجد الحرام موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔

یہ تمتع یا قربانی کا وجوب دینا اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔ حضرت امام

ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو میقات سے پرے رہتے ہیں۔

= وَالْقُرْآنِ . اور اللہ سے دُرتے رہو (ان تمام احکام کی بجا آوری میں جو اوپر مذکور ہوئے)

= وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ . اور یاد رکھو یا جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لمن لم

یتقہ اس کو جو اس سے نہیں ڈرتا۔

عِقَابٌ - عَاقِبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةٌ وَعِقَابٌ (باب مفاعله سے) مصدر ہے گناہ پر سزا دینا۔ پاداشِ جرم

کے کی سزا۔ عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عقاب سزا کے استحقاق کو بتاتا ہے۔ عقاب کو عقاب اسی لئے ہی کہا جاتا ہے کہ مرتکب جرم۔ جرم کے عقب میں ہی اس کا مستحق ہو جاتا ہے اور عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہولینے کے ہیں۔ چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الادل دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا۔ اور عقب الليل والنهار۔ رات دن کے پیچھے ہو لی۔ اس اعتبار سے عتاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہئے۔

شَدِيدٌ۔ سخت، محکم۔ پکا۔ شَدِيدٌ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہہ کا صیغہ شَدِيدُ الْعِقَابِ ترکیب اضافی ہے اور شدید کی اضافت صفت مشبہہ کی اپنے مفعول کی طرف اضافت سے ہے۔ اضافة شدید من اضافة الصفة المشبهة الى مفعولها۔ (روح المعانی) ۲: ۱۹۷ = الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ۔ ای وقت الحج اشہر معلومت وہی شوال و ذوالقعدة و عشر لیال من ذی الحجة۔ حج کا وقت چند مہینے ہیں اور وہ ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدة اور ذوالحج کی دس راتیں۔

أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ۔ موصوف و صفت۔ جانے بوجھے مہینے۔

فَرَضَ۔ ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب فَرَضَ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ فرض کے اصل معنی ہیں کسی حجم والی چیز کو جس میں صلاحت ہو کاٹ دینا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ ان معنی میں آیا ہے۔ اس نے واجب کر لیا۔ اس نے مقرر کر دیا۔ اس نے عزم کر لیا۔ اس نے اجازت دیدی۔ یہاں عزم کر لینے یا نیت کر لینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فِيهِنَّ۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَشْهُدُ ہے۔

= رَفَثٌ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۱۸۷۔

= فَسَوْقٌ۔ اسم فعل۔ گناہ۔ نیز مصدر (باب ضرب۔ نصر) گناہ کرنا۔ نافرمان ہونا۔ فَسَقَ فَلَانَ کے معنی کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطْبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدڑی کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنے کے ہیں۔ فسق کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

= جِدَالٌ۔ باب مفاعلة سے مصدر ہے باہم جھگڑا کرنا۔

فَانْدَا۔ رَفَثٌ۔ فسوق اور جدال میں لا کا تکرار تاکید ممانعت کے لئے ہے۔

= تَزَوَّدُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَزَوَّدُوا (تَفَعَّلُوا) مصدر۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ تم سفر خرچ

ہمراہ لو۔ حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ اہل مین کی عادت تھی کہ جب وہ حج کو آتے تو زرادراہ
ساتھ نہ لاتے اور اس کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کہتے کہ ہم لوگ متوکل ہیں۔ اور جب وہ مکہ
آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔ اور بقول علامہ بغوی رحم بعض اوقات لوٹ اور غضب تک نوبت پہنچتی
تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وَتَزِدْ دُرًّا۔ یعنی زرادراہ اس قدر لے جایا کرو کہ جس سے وہاں تک پہنچ سکو۔
اور آبرو بچا سکو۔

= فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ۔ بیشک بہترین زرادراہ تو تقویٰ ہے اس سے پہلے ہنری عن المنکر کا حکم تھا۔ رفت۔
فوق۔ جدال سے پرہیز۔ اب خیر پر برا لکھتے فرمایا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن کثیر رحمہ فرماتے ہیں: چونکہ دنیوی توشہ کا
حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا ہے کہ آخرت کے توشے کی بھی فکر کر لو۔ یعنی قبر میں اپنے ساتھ خوف خدا لے جاؤ۔ جیسے اور جگہ
لباس کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا يٰبَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوْآتِكُمْ وَدَرَبَآؤَ لِبَاسِ
التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ (۲۶: ۷) لے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن
کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے بہتر ہے۔ یعنی خشوع و خضوع طاعت
تقویٰ کے باطنی لباس سے خالی نہ رہو بلکہ یہ لباس ظاہری لباس سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع دینے والا ہے۔ تقویٰ
مادہ وقتی سے مشتق ہے۔

= التَّقْوَىٰ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی متکلم کی محذوف ہے۔ مجھ سے ڈرو۔ (اور وہ ڈر کیا ہے اس کے
احکام کی تعمیل کرنا۔ اور اس کی گرفت سے بچنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا)

= يٰأُولِيَ الدِّبَابِ۔ یا حریفِ ندار۔ اولیٰ الالباب۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادی۔ لے عقل والو۔
الْبَابُ جمع ہے لُبِّ کی بمعنی مغز بادام۔ بمعنی عقل مستعمل ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کے مغزیں ہوتی ہے۔
= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جُنُوحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو
انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے۔ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال
ہونے لگا۔

مائل ہونے کے معنی میں: ذَاتُ جَنَاحٍ لِّلسَّلَامِ فَأَجْنَحْ لَهَا (۶۱: ۸) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف
مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔

= اَنْ يَّبْتَغُوا فَضْلًا۔ میں اَنْ مصدر ہے يَبْتَغُوا مضارع جمع مذکر حاضر اِبْتَغَاءُ (افتعال) مصدر
اصل میں يَبْتَغُونَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تم چاہتے ہو، تم ڈھونڈتے ہو، تم تلاش
کرتے ہو۔ فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب) تجارت کے ذریعے سے رزق۔ روزی۔ اور بھی کئی معانی میں مستعمل
ہے۔ روزی کی تلاش کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۱۶۲: ۱۰) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔
 ولا خلاف بین العلماء فی ان المراد بالفضل المذكور فی الآية ربح التجارة (اور اس بات میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت مذکور میں الفضل سے مراد منفعت تجارت ہے)۔
 = فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ - جب تم عرفات سے لوٹو اَفَضْتُمْ باضی جمع مذکر حاضر اَفَاضَةً (افعال) مصدر سے ہے۔ مادہ فیض ہے (باب ضرب) فَاَضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی اچھل کر بہہ نکلنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے تَوَلَّىٰ أَعْيُنُهُمْ لَفِيفُ الدَّيْعِ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اور اَفَاضَ (باب افعال) اِنَاءَةً کے معنی برتن کو باللب بھر کے ہیں کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اور اَفَضْتُهُ کے معنی اوپر سے گرانے اور بہانے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَنْ اَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ (۴: ۵۰) کہ کسی قدم پر پانی بہاؤ۔ وَاَضَ الْخَبْرُ خبر کا منتشر ہونا یا پھیلنا۔ اور اسی لئے حَدِيثٌ مُنْفِضٌ کے معنی منتشر یعنی عام پھیلی ہوئی بات کے ہیں۔ راعب اصفہانی لکھتے ہیں: اِفَاضَةٌ کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں اور یہ فِضَانُ الْمَاءِ (یعنی پانی کا زور سے بہہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ سے کر بولا جاتا ہے۔

باوجود اس تمام تشریح کے اس لفظ کا استعمال حاجیوں کے عرفات میں قیام کے بعد مزدلفہ یا منیٰ کی طرف واپس لوٹنے کے لئے مخصوص ہے چنانچہ معجم الوسیط میں یوں تحریر ہے (افاض الحجج من عرفات الى منى: اي انصرفوا اليها بعد انقضاء الموقف يعني وہ (حجاج) واپس لوٹے اس (منیٰ) کی طرف وقوف عرفات) پورا کر لینے کے بعد اور اِفَاضَةٌ: انصراف الحجج عن الموقف في عرفة - حاجیوں کی وقوف عرفات کے بعد واپسی۔ اور طواف الافاضة طواف يوم النحر ينصرف الحجج من منى الى مكة فيطوف ويعود۔ اور طواف افاضة: قربانی کے دن کا طواف جب حاجی منیٰ سے لوٹ کر مکہ جا کر طواف کرتے ہیں۔ اور پھر واپس منیٰ کی طرف مڑتے ہیں۔

= الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ: موصوف و صفت - المشعر - اسم ظرف ہے بمعنی علامت، نشان، مشاعر الحج معنی رسوم حج ادا کرنے کی جگہ کے ہیں۔ اس کا واحد مشعر ہے اور انہیں شعائر الحج بھی کہا جاتا ہے اس کا واحد شعیرہ ہے۔ المشعر الحرام - حرمت والا نشان حج بمعنی مزدلفہ۔

فائدہ - عسرفات - مکہ معظمہ سے جوڑ کر مشرق کی جانب طائف کو جاتی ہے اس پر مکہ سے کوئی بارہ میل کے فاصلہ پر کئی مربع میل کے رقبہ کا ایک طویل و عریض میدان ہے اسے عرفات کہتے ہیں اسی نام کی ایک پہاڑی بھی اسی میدان میں واقع ہے جو سطح زمین سے کوئی دو صد گز بلند ہے۔ مسجد عمرہ اسی میدان میں واقع ہے جہاں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اس مسجد کو مسجد ابراہیم یا مسجد عرفہ بھی کہا جاتا ہے

عرفات کے اصل پہاڑی سلسلہ سے ذرا الگ میدانِ عرفات سے شمال مشرق میں سرخ رنگ کی ایک مخروطی پہاڑی ہے جسے جبل الرحمت کہتے ہیں۔

(۲) مزدلفہ یا مشعر الحرام۔ حبیب عرفات سے منیٰ کی طرف جائیں اور عرفات کے دونوں کنارے چھوڑ دیں تو مزدلفہ شروع ہو جاتا ہے جس کی حد ماہان سے لے کر محسّر تک ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان یہ سارا علاقہ مزدلفہ ہے خود ماہان اور وادی محسّر مشعر الحرام میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات یہاں مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھتے ہیں۔

== وَ اذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَاَوْعَاظَكُمْ۔ اذْكُرُوا فَعَلْ اَمْرًا صَیْغُ جَمْعِ نَذْرٍ حَاضِرٍ ہے۔ ۵ ضمیر مفعول واحد نَذْرٍ غَائِبِ کا مرجع اللہ ہے۔ کَمَا میں کَانَ تَشْبِیْہ کا ہے اور مَا مصدر یہ ہے ہَدٰی فَعْلٍ مَاضِی واحد نَذْرٍ غَائِبِ ضمیر فاعِل کا مرجع بھی اللہ ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع نَذْرٍ حَاضِرٍ اور یاد کرو اسے جس طرح اس نے تم کو بتایا ہے۔

== وَ اِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَ اَوْحٰیہ ہے اِنْ مُخَفَّفٌ ہے اصل میں اِنْ مَتَّحِقِبِلِہ میں ۵ ضمیر واحد نَذْرٍ غَائِبِ کا مرجع ہدایت ہے۔ لَامِ فَارِقَةٍ ہے الصّٰلِحِیْنَ الصّٰلِحَاتِ کی جمع ہے اسم فاعِل کا صیغہ جمع نَذْرٍ ضَلَالٍ (باب ضرب) مصدر گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے ہٹ جانا۔ راستہ سے بھٹک جانا فراموش کرنا۔ گمراہ کرنا۔ (کوشش کا) برباد ہو جانا۔ (جیکہ ضَلَّالٌ کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانا کے ہیں خواہ وہ ہٹنا سہوا ہو یا عَمْدًا۔ مھوڑا ہو یا زیادہ۔ تو جس سے بھی کسی قسم کی غلطی سرزد ہوگی اس کے متعلق ہم ضلالت کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کی طرف ضلالت کی نسبت کی گئی ہے۔ گو ان دونوں قسم کی ضلالت میں ہون بچا دیا جاتا ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت کریمہ: وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی۔ (۹۳: ۷) میں ضَالًّا فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہدایت نبوت عطا ہونے سے قبل تم اس راہنمائی سے محروم تھے۔ راغِب) ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا: اور بے شک اس سے قبل تم نادانقفلوں میں سے تھے۔ نہ جاننے والوں میں سے تھے۔ (حق کی طلب میں تھے)

۱۹۹: ۲ = ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ما قبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ تاخیر زمانی ہو یا ترتیب کے لحاظ ہو۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہماتہ ہیں۔ ثُمَّ۔ یہاں تاخیر زمانی کے لئے نہیں فصلِ کلام کے لئے ہے۔ یعنی ایک بات ختم ہوئی اب دوسری ہدایت سُنو! جیسے اردو میں ایسے موقع پر ”اچھا تو“ یا ”ہاں تو“ کہتے ہیں۔

جملہ ثُمَّ اَنْصُرُوا..... کا عطف جملہ سَالِقہ فَاِذَا اَفْضَتْہُمْ پر ہے اور ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبة کے لئے آیا ہے مطلب یہ کہ جب تم عرفات سے وقوفِ عرفہ کے بعد منیٰ کی طرف واپس مڑو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

ہاں تو اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ تم وہاں سے مڑا کرو جہاں سے لوگ واپس مڑا کرتے ہیں (یعنی عرفات سے نہ کہ مزدلفہ سے)۔

== اَفِضُوا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِفَاضَةً (افعال) مصدر سے۔ تم واپس مڑو، تم بہاؤ (پانی کو) یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اس امر کے مخاطبین قریش ہیں جو خمس (شدت والے اور حیثیت والے) کہلاتے تھے اور وہ اور ان کے حلیف عرفات میں دوسرے اہل عرب کے ساتھ ٹھہرنے کو عار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ اور اس کے حرم کے ہنسنے والے ہیں اس لئے ہم حرم کو نہیں چھوڑتے اور یہاں سے نہیں نکلتے۔ پھر جب لوگ عرفات سے چلتے تھے تو خمس مزدلفہ سے کوچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مثل اوروں کے عرفات میں ٹھہریں اور وہاں وقوف کے بعد سب کے ساتھ مزدلفہ جائیں اور پھر وہاں سے واپس منی جائیں۔

== مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے۔ حَسْبُ جگہ سے۔ حَيْثُ اسم ظرف مکان ہے اور معنی برصغیر ہے۔

== النَّاسُ۔ سے خمس کے سوائے تمام لوگ مراد ہیں۔ المراد من الناس الجنس (مع المعانی) الناس سے مراد جنس انسان ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ النَّاسُ سے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں جیسے اَمَّ يَحْسُدُونَ النَّاسَ (۵۴:۴) میں الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۲:۲۰۰ = قَضَيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ قَضَاءُ مصدر باب ضرب (قضى مادہ۔ جب تم نے ادا کر لیا۔ حَبِيبُ تَمِّ پورے کر چکے۔

== مَنَا سِلْكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے (جمع کے) ارکان مَنَسَكُ واحد۔

== كَذِكْرِكُمْ اَبَاءَكُمْ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذِکْرُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف۔ = اَبَاءَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے آباء اجداد کے ذکر کی طرح یعنی جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو۔

== اَوْ۔ یہاں اختیار کے معنی میں نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے ہے اور بَلَّ کا ہم معنی ہے یعنی بلکہ ان کے ذکر سے بھی بڑھ کر اللہ کو یاد کرو۔

== اَشَدَّ ذِكْرًا۔ صاحب تفسر حقانی فرماتے ہیں: اَشَدَّ ذِكْرًا میں اگرچہ لوگوں نے بہت قیل و قال کی ہے مگر صاف قول یہ ہے کہ اَشَدَّ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور یہ حال ذِکْرًا سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔ اور ذِکْرًا تمیز ہے اَشَدَّ کی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

== خَلَقَ ط۔ حصہ۔ اپنے خلق اور عادت سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خَلَقَ ہے۔

== حَسَنَةً - مہلاتی - نیکی - نعمت جو مسرت کا سبب ہو۔ سَيِّئَةً کی ضد ہے۔

۲: ۲۰۱ = قِنًا - قِ - نَا۔ قِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وَقَاءٌ - وَقَايَةُ دَقِيٌّ - وَاقِيَةٌ - مصادر لفیف مفروق، بمعنی بچانا۔ پرہیز کرنا۔ احتیاط کرنا۔ دَقِيٌّ یَقِي (باب ضرب) کسی دکھ دینے والی ضرر رساں چیز سے بچانا۔ قِ نَا۔ توہم کو بچا۔ توہم کو محفوظ رکھ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا - (۶: ۶۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔

دَقِيٌّ سے مضارع اصل میں یَوْقِي مَحَقًا۔ لفیف مفروق میں ن کلمہ کی تعلیل مثل مقتل الفار (مثال کے ہوتی ہے۔ لہذا مثال کی تعلیل کے مطابق کہ مضارع مکسور العین میں عین کلمہ سے پہلے جو واؤ واقع ہوتا ہے وہ حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے دَعَدَا یُودِعُ سے یَعِدُ لہذا یَوْقِي یَقِي ہو گیا۔ لفیف مفروق کے لام کلمہ کی تعلیل مثل ناقص یائی ہوتی ہے لہذا مثل رَمَى یَرْمِي میں ی پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے لفیف مفروق کے لام کلمہ میں تعلیل کی وجہ سے یَقِي یَقِي ہو گیا۔

اسی کے مطابق صیغہ امر بنانے کے لئے علامت مضارع کو حذف کیا۔ اور آخر میں حرف علت کو گرا دیا تو قِ رہ گیا جو امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بن گیا۔

۲: ۲۰۲ = اُدْكُكْ - اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ سب۔ اس میں متشابه الیم وہ مؤمنین ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں حَسَنَةً کی دعا کرتے ہیں

== نَصِيبٌ - حصہ۔ خواہ ثواب کا ہو۔ میراث کا ہو۔ یا حکومت کا ہو۔

== کَسَبُوا - ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا۔ کَسَبٌ - کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا۔ خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا بُرا۔ قرآن مجید میں کَسَبَ کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے۔ (۱) قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی جیسے وَلَٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ - (۲: ۲۲۵) لیکن جو قسمیں قصدِ دل سے کھاؤ گے اُن پر موانع نہ کرے گا۔ (۲) اچھا بُرا قول یا فعل۔ جیسے: ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (۳: ۱۶۱) پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (۳) نیک کام کرنا۔ جیسے لَهَا مَّا كَسَبَتْ (۷: ۲۸۶)

اچھا کام کرے گا تو اس کو اس کا فائدہ ملیگا۔ (۴) بُرے کام کرنا۔ جیسے وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا۔

(۶۵: ۶) اور جو (کوئی) بُرا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے۔ (۵) مال کمانا۔ جیسے أَنْفَقُوا مِنْ

طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲: ۲۶۷) پاکیزہ اور عمدہ مال جو تم کماتے ہو۔ اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ - داؤ عاطف۔ سَرِيعٌ - جلدی کرنے والا۔ سُرْعَةً (باب فتح) سے جس کے

معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَرِيعُ الْحِسَابِ ط

ترکیب اضافی ہے سَرَّيْنَمْ مضاف الْحِسَابُ مضاف الیہ۔ جلدی حساب کرنے والا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ مبتدٰی کی خبر ہے۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۲: ۲۰۳ = فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ ط دن جو معدودے چند ہیں۔ چند گنتی کے دن، چند دن گنتی کے۔
 - فائدہ ۵۔ حج کا ذکر ہو رہا ہے مزدلفہ میں رات بسر کر کے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو صبح سویرے بعد از نماز فجر وہاں سے نکل کر منیٰ پہنچے۔ ۱۰/۱۱/۱۲ تاریخ کو منیٰ میں قیام کیا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ اور دیگر مناسک حج کی ادائیگی کی مثلاً دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کی، قربانی دی۔ سر منڈایا۔ احرام سے باہر آئے طواف زیارت کیا۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ اور واپس منیٰ آئے۔ اب منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی کی دو صورتیں ہیں اگر کوئی شخص دسویں تاریخ کے بعد صرف دو دن قیام کر کے بارہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ چلا جائے تو بھی درست ہے اور جس کا جی چاہے بارہ تاریخ کو وہیں ٹھہرے۔ اور تیرہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ واپس مڑے تب بھی درست ہے۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ لِمَنِ اتَّقَىٰ میں اسی کی طرف اشارہ ہے
 ۹ کی فجر تا ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک ایام تشریق کہلاتے ہیں۔

= تَعَجَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَجَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے عجلت سے کام لیا
 مَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ جو شخص جلدی کر کے دو دن میں ہی چلا گیا۔ یعنی یوم النحر دسویں تاریخ کے بعد ۱۱ اور ۱۲ کو منیٰ میں ٹھہر کر ۱۳ کی شام کو مکہ معظمہ میں واپس ہو گیا۔ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اس پر کوئی حرج نہیں
 ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ موصولہ ہے

= مَنْ تَاَخَّرَ۔ تَاَخَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَاَخَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر پیچھے رہنا۔ پیچھے ہو جانا۔ وہ پیچھے رہ گیا۔ یا پیچھے رہا۔ جس نے تاخیر کی۔ یعنی ۱۲ تاریخ کو بھی منیٰ میں ٹھہر رہا اور ۱۳ کی شام کو واپس ہوا۔
 = لِمَنِ اتَّقَىٰ۔ اِیْ ذٰلِكَ التَّخْيِيْرُ وَ نَفَى الْاِثْمَ لِلْحَاجِ الْمُتَّقَىٰ۔ یعنی اس تاخیر میں اس حاجی کے لئے کوئی حرج نہیں جو دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو۔ اور جس نے یہ تاخیر تقویٰ کی خاطر کی ہو

= نَحْشُرُوْنَ ہ مزارع مجہول جمع مذکر حاضر، تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ حَشَرُوْا (باب نصر، ضرب) مصدر
 ۲۰۴: ۱ = دَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ۔ داؤ عاطف ہے اس جملہ کا عطف جملہ فَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ (آیہ ۲۰۰) پر ہے۔ آیہ ۲۰۰ میں ذکر تھا کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو حج کے ایام اور ایسے مواضع میں صرف دینا خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں کس لئے کہ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ان کو یقین ہی نہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں۔ اب یہاں ان دونوں روہوں کی تشریح ہے۔ مَنْ بتعین ہے اور مَنْ موصولہ۔

= يُعْجِبُكَ۔ مزارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر

تجھ کو بھلا لگتا ہے۔ تجھ کو پسند آتا ہے۔

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - متعلق قول سے ہے۔ اے فی امور الدنیا و اسباب المعاش یعنی اس کی گفتگو بابت امور دنیا و اسباب معاش۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی امور کے متعلق یا اس کی غرض سے اظہارِ عوی محبت اور آپ کے اظہارِ اسلام وہ ایسے فصیح اور شیریں کلام میں کرتا ہے جو آپ کو متاثر کرتا ہے۔
= يُشْهَدُ اللَّهُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اَشْهَدُ (اَفْعَالٌ) مصدر اللہ مفعول۔ وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ یعنی اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اس کی زبان کے مطابق ہے۔

= وَهُوَ الَّذِي الْخَصَّامُ - جملہ حالیہ اَلَّذِي - سخت جھگڑالو۔ لَدَّ يَلْدُ (باب نصر) اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ لَدَّ - مصدر خِصَامٌ - خَضَمٌ کی جمع جیسے بِحَادٍ - بَحْرٌ - يَصِيبُ صَعْبٌ کی جمع ہے خَضَمٌ جھگڑنے والا۔ اَلَّذِي الْخِصَامِ جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔ بہت بڑا جھگڑالو۔ خِصَامٌ مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اَلَّذِي الْخِصَامِ بمعنی شَدِيدُ الْخُصُومَةِ ہوگا۔
۲: ۲۵ = تَوَلَّى - ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ لوٹا۔ وہ پھرا۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔

= سَعَى - ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعَى - مصدر (باب فتح) اس نے کوشش کی۔ اس نے جلدی کی اس نے قصد کیا۔

= لِيُفْسِدَ - میں لام تعلیل کا ہے اور سعی سے متعلق ہے یعنی وہ زمین میں اس واسطے دوڑتا پھرتا ہے کہ فساد مچلائے۔

۲: ۲۰۶ = اتَّوَعَمَ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِتِّقَاءُ (اَفْتَعَالٌ) مصدر توذّر - وَتَى مادہ۔

= اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ - الْعِزَّةُ - عزّت - غرور - غلبہ - بزرگی - عِزٌّ - عِزَّةٌ - مصدر باب

ضَرَبَ (بِالْإِثْمِ - میں باء سببیہ ہے۔ غرور اور تکبر نے اس کو گناہ پر آمادہ کیا۔

= حَسْبُهُ - اس کو بس ہے۔ اس کو کافی ہے۔ اس کو کفایت ہے۔ حَسْبُ مضاف کا ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ حَسْبٌ - کافی - کفایت۔

= اَلْمِهَادُ - اسم - بچھونا - ٹھکانا - قرار گاہ - مِهْدٌ - بستر، گہوارہ - مِهَادٌ (بستر) کی جمع اَمِهَدَةٌ اور مُهْدٌ ہے۔

فائدہ - علامہ لغوی رح نے بروایت کلبی و مقاتل و عطا فرمایا ہے کہ اُخُس بن شریق بنی زہرہ کا حلیف

تھا۔ یہ شخص بہت شیریں کلام اور خوبصورت بلیغ تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا

تھا۔ بیٹھتا اور باتیں بناتا تھا۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم بھی اس سے ملاطفت فرماتے تھے۔ واقع میں وہ منافق تھا۔ اس کے بارہ میں آیات ۲۰۴:

تا ۲۰۶ نازل ہوئیں۔ (آیت ۲۰۶ میں لہ۔ اَخَذَتْهُ اور فَحَسْبُهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اخس کی طرف راجع ہے) اسی اخس نے اپنے مخالف بنو ثقیف پر شب خون مار کر ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اور ان کے مولیشی ہلاک کر دیئے۔ اور اپنے ایک مدیون کے پاس تقاضے کے لئے طائف گیا اور وہاں جا کر اس کی کھیتی جلادی۔ اور اس کی گدھی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اگرچہ ابتدائے کلام میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ..... سے اشارہ ایک واحد شخص کی طرف ہے جو بروایات اخس بن ثعلیق تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ سے مراد ایک ہی شخص ہو بلکہ اس سے بہتے اشخاص بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان آیات کا انطباق محض اسی ایک ہی شخص تک محدود نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے وہاں یہ آیات چسپاں ہوں گی۔

۲: ۲۰۴ = يَشْرِيْ - مضارع واحد مذکر غائب شَرَى مصدر (باب ضرب) وہ فروخت کرتا ہے وہ اطاعت الہیہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

شِرَاءٌ اور بَيْعٌ دونوں لازم ملزوم ہیں کیونکہ مشتری کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینے والے کے ہیں۔ اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے۔ اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک طرف سے نقدی اور دوسری طرف سے سامان ہو۔ لیکن جب خرید و فروخت جنس کے عوض جنس ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری تصور کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیع و شراء کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر شَرَيْتُ بمعنى بَعْتُ اور اِبْتَعْتُ بمعنى اَشْتَرَيْتُ آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ الْيَخْسِ (۲۰: ۱۲) اور انہوں نے اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اَشْتَرَوْا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (۸۶: ۲) جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔

آیت ہذا میں يَشْرُوْنَ بمعنى فروخت کر دینا ہے۔ ترجمہ ہو گا۔ اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔

= دَعُوْا - دَعُوْا يَرْوُّوْا دَعْوًا مصدر سے۔ بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ امام خطابی رافعت اور رحمت میں فرق تحریر فرماتے ہیں کہ: ”رحمت تو کسی مصلحت کی بناء پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن رافعت ناپسندیدگی میں تفسیراً نہیں ہوتی۔“

== نَفْسُهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی جان کو۔

= اِبْتِغَاء۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالُ۔ مصدر ہے۔ اِبْتِغَاءِ سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

== مَرْضَاتٍ - مَرْضَاة - مصدر مہمی واسم مصدر - پسند کرنا - رضا مند ہونا - پسندیدگی - خوشنودی - رضا مندی - ابا۔
 سَمِعَ مَرْضَاتِ اللہ - مضاف مضاف الیہ - اللہ کی رضا مندی - اللہ کی خوشنودی -
 اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللہ - اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

۲۰۸:۲ = فی السِّلْمِ - اسلام - اسم ہے مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

= كَاثَّةٌ - اَدْخُلُوا فِي السِّلْمِ کے فاعل سے حال ہے۔ اسم فاعل مفرد ہے۔ مؤنث منصوب۔ کاف
 مذکر۔ کَاثَاتٌ۔ جمع۔ کَفٌّ مادہ و مصدر۔ دفع کرنا۔

اسم فاعل مفرد مذکر منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں علامت مبالغہ ہے یہ تیتیح لفظی ساخت کی ہے۔ استعمال میں کَافَّةً ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ آتا ہے جس کے معنی ہیں سب کے سب پورے کے پورے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (۳۶:۹) تم سب کے سب کافروں سے لڑو۔ اور وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (۳۲-۲۸) اور ہم نے تم کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔

= وَلَا تَتَّبِعُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - تم اتباع مت کرو - تم پیروی نہ کرو - تم نقشِ قدم پر مت چلو -
 = خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ - مضاف مضاف الیہ - شیطان کے قدم -

= مُبِينٌ - ظاہر - صریح - کھلا ہوا۔

۲۹،۱۲ = زَلَّيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، ذُلُّ - ذُلُوكٌ۔ (باب صَوَّبَ - سَمِعَ) پاؤں یا زبان کا پھسل جانا۔ تم ڈگمگائے۔ تم نے لغزش کی۔ تم نے ٹھوکر کھائی۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَتَّخِذُوا اٰیْمَانَكُمْ دَخْلًا بَيْنِكُمْ فَتَزِلْ قَدَمٌۭٓۤ اَبْعَدُ ثُبُوًّا بِهَا (۱۶ : ۹۴) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں)، کے قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑاجائیں ۔

= اَلْبَيِّنَاتُ ۝ بَيِّنَاتٌ كِي جَمْعِ اَكْهَلْ دَلَائِلْ - روشن دلیلیں۔

فَإِنْ زِلْتُمْ..... الْبَيْتِ - جملة شرطية - فاعلموا..... حَكِيمٌ - جواب شرط

= ھَلْ حرف استفہام ہے۔ یہاں استفہام انکاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ھَلْ
یَنْظُرُونَ۔ ای ما یَنْظُرُونَ۔

= يَنْظُرُونَ - بمعنى يَنْتَظِرُونَ - مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب - نَظَرُوا - (باب نصر) مصدر سے

منیر فاعل ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوئے۔ اے من یترک الدخول فی السِّلْمِ کَافَّةً۔ هَلْ يَنْظُرُونَ اِی مَا یَنْتَظِرُونَ۔ الذّٰی۔ حرف استثناء۔
 = ظَلَلٍ۔ سائبان۔ بدلیاں۔ ظِلَّةٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرُفٌ ہے۔
 = الْغَمَامُ ابر۔ سفید ابر۔ غَمَامَةٌ کی جمع۔

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا اَنْ یَّاتِیَهُمُ اللّٰهُ فِی ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ النَّمْلِیْکَةِ۔ یہ انتظار نہیں کر رہے مگر اس بات کی کہ اللہ اور اس کے فرشتے (ان کے اعتقاد کے موافق) سفید بادلوں کے سائبانوں کے سایہ تلے ان کے اوپر آویں (جیسا کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بادلوں میں سے دھواں اور کڑک اور شعلہ معلوم ہوا اور خداوند تعالیٰ کا جلوہ دکھائی دیا) تفسیر حقانی

= وَقَضٰی الْاَمْرُ قَضٰی۔ ماضی مجہول واحد مکرر غائب۔ اور معاملہ کا فیصلہ کیا جائے۔ اور معاملہ پٹا دیا جائے (یعنی وہ امور جو ابھی تک نو مسلم یہودیوں اور نصاریٰ کے دلوں میں جاگزیں تھے اور ان کو کافۃً اسلام میں داخل ہونے سے مانع تھے ان کے روبرو فیصلہ ہو جاویں) نیز ملاحظہ ہو نوٹ ۶۲۴۔ سورۃ البقرۃ تفسیر ماہر کی
 = وَاِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُورُ اور اللہ کی ہی طرف تمام امور (قطعی فیصلہ کے لئے) لوٹائے جاتے ہیں
 تُرْجَعُ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ رَجَعُ مصدر سے۔ (باب ضَرَبَ) باب ضرب ہی مصدر رُجُوعٌ سے بطور فعل لازم یعنی لوٹنا آتا ہے۔ آیت ہذا میں بصورت اول مستعمل ہے۔

آیت ہذا کی مزید تشریح کے لئے عبد اللہ یوسف علی کی تفسیر نوٹ نمبر ۲۳۱ بھی ملاحظہ ہو
 ۲: ۲۱۱۔ کَمَ۔ استفہام کے لئے آئے تو اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمَ دَرَهَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ اور اگر خبر یہ ہو اور مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرے تو تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے دَكَمَ قَرْبَیۃً اَهْلَکْنَا هَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔
 کبھی تمیز سے پہلے من آتا ہے جیسے کَمَ مِّنْ قَرْبَیۃً اَهْلَکْنَا هَا۔ (۴: ۷۴) یا آیت ہذا میں: کَمَ مِّنْ اٰیۃٍ بَیِّنَۃٍ کَتَبَیۡنَا لَکُمُ الْاٰیٰتِیۡنِیۡمَیۡاں اَتَیْنَهُمُ۔ ہم نے ان کو دیں۔

= مِّنْ شَرْطِیۡہِ ہے اور مِّنْ یُّبَدِّلُ مَا جَاءَنَّهُ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ جواب شرط ہے۔ یُبَدِّلُ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مکرر غائب یُبْدِلُ (تَفْعِیلُ) مصدر (جو) بدل ڈالے۔ یعنی بجائے شکر کے کفر کرے۔

= نِعْمَۃً اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نعمت۔ نعمت سے مراد وہ معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کئے۔ نعمت ان کو اس لئے کہا گیا کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں۔ یا اس سے مراد اللہ کی کتاب، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا۔

== مَثَدِيدُ الْعِقَابِ = سخت عذاب دینے والا۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۹۶)

(۲: ۲۱۲) = زُيِّنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب بَدِّلُ (تَفْعِيلُ) مصدر (وہ ستوارا گیا۔ وہ مزین کیا گیا۔ اسے اچھا کر کے) دکھایا گیا۔ مطلب یہ کہ دنیا کی زندگی اسے پرکشش اور مزین کر کے دکھائی گئی۔
= الْحَيَوةَ الدُّنْيَا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول مالم لیسیم فاعلہ۔

== وَكَيْسَخِرُونَ۔ میں واو عاطفہ ہے یَسْخَرُونَ کا عطف زُيِّنَ پر ہے سَخَرُ (باب سَمِعَ) مصدر مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے وہ مذاق بناتے ہیں۔ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مِنْ کے صلہ کے ساتھ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ اِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ۔ (۱۱-۳۸) اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو ہم تم سے تمسخر کریں گے۔

فَوْقَهُمْ۔ فَوْق۔ ظرف منصوب۔ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔۔۔۔۔ مضاف الیہ

ان کے ادھر۔ ان سے بڑھ کر، ان سے زیادہ، ان پر غالب
وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا۔ بتدار فَوْقَهُمْ خبر یَوْمَ الْقِيَامَةِ ظرف
۲: ۲۱۳ = اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ موصوف صفت مل کر کان کی خبر۔ اُمَّةً بمعنی امت۔ جماعت،

ملت۔ دین۔ یہاں بمعنی دین مستعمل ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً ای علی دین واحد۔

== فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ۔ بَعَثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَعَثُ (باب فَعَمَ) مصدر۔ اس نے بھیجا
اس نے بھیجے (نبی) جملہ ہذا سے قبل فَاخْتَلَفُوا محذوف ہے عبارت یوں ہوگی۔ کَانَ النَّاسُ
اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ (ابتداء میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ پھر ان کا
آپس میں اختلاف ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا۔

== مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال نَبِیِّیْنَ سے (اہل ایمان کو
جنت کے دیگر انعامات کی) خوشخبری دینے والے۔ اور (منکرین کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سزا سے)
ڈرانے والے۔

== مَعَهُمُ۔ ای مع النبیین۔ الکتب سے مراد جس کتاب ہے۔ بِالْحَقِّ کتاب ہے حال واقع ہے
یعنی مُشْتَمِلًا عَلَى الْحَقِّ۔ (حق پر مشتمل) لِيَحْكُمَ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ اور يَحْكُمَ میں ضمیر فاعل کا
مرجع اللہ یا کتب ہے یا اس کتاب کے ساتھ جو نبی ہے تاکہ اختلافی امور میں لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا کرے
فِيْمَا اخْتَلَفُوا فِيْهِ ماموصولہ ہے اور فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع۔ اس امر کے متعلق جس
میں انہوں نے اختلاف کیا۔

مطلب یہ کہ یہ اس نے نبیوں کو مبشرین و منذرین بنا کر بھیجا۔ اور ان (میں بعض) پر کتاب نازل فرمائی

جو سراسر حق باتوں پر مشتمل تھی تاکہ اللہ تعالیٰ خود یا اس کی مشتمل برحق کتاب یا نبی جس پر وہ کتاب نازل کی گئی ان باتوں کے متعلق جن میں لوگوں کا اختلاف تھا (مٹھیک مٹھیک) فیصلہ کر دے۔

== وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُذْتُوهُ - فِيهِ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب کا مرجع الحق سے یا کتاب الَّذِينَ موصول عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اُذْتُوهُ - اُذْتُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو کتاب کی طرف راجع ہے۔ یعنی جنہیں وہ کتاب دی گئی مطلب یہ کہ اس حق میں جس پر یہ کتاب جو یہود و نصاریٰ کو دی گئی مشتمل تھی۔ انہوں نے ہی اختلاف اختیار کیا۔ (کتاب سے مراد یہاں توراۃ اور انجیل ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل کی گئی اور اختلاف سے مراد یہ امور ہو سکتے ہیں۔ را، باہمی ضد اور حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر۔ ۲) کتاب میں تحریف اور تبدیل پر اختلاف (۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق توراۃ و انجیل میں حوالہ جات جو صریحاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال تھے ان پر ان کا باہمی اختلاف۔

== مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ - بَيِّنَات سے مراد وہ محکم آیات جو تورات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دینے والی اور آپ کے اوصاف کرمیہ کو بیان کرنے والی تھیں۔ یہ جملہ اخْتَلَفَ سے متعلق ہے۔

== بَغِيًّا بَيْنَهُمْ - باہمی ضد اور حسد۔ یہ اخْتَلَفَ کا مفعول لڑ ہے۔

== فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ - هَدَى لَهٗ - راستہ بتلانا۔ سیدھے راستہ پر قائم رکھنا۔ هَدَى - هَدَى - هِدَايَةٌ مصدر۔ مِنَ الْحَقِّ حال ہے ضمیر فِيهِ سے یا مَا سے بِإِذْنِهِ حال ہے الَّذِينَ آمَنُوا سے اِی مَا ذُوقْنَا لَهُمْ - بِإِذْنِهِ اپنے امور و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو حق میں جو بھی ان کو اختلاف تھا اپنے حکم سے راہ ہدایت دکھائی۔ یعنی ایمان والے اگر حق بات کے متعلق آپس میں کوئی اختلاف رکھتے بھی تھے تو چونکہ وہ بَغِيًّا بَيْنَهُمْ پر مبنی نہ تھا بلکہ محض لاعلمی یا نا سمجھی یا لاشعوری کی وجہ سے تھا۔ لیکن ان کی نیتوں میں خلوص اور جذبہ ایمان تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے حکم (فضل و کرم) سے ان کو اس اختلاف سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ صاحب تفسیر ماجدی لکھتے ہیں لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ میں ذکر اہل حق کے اختلاف کا ہے اہل باطل سے بِإِذْنِهِ - میں اِذْن کے معنی فضل، توفیق اور لطف کے ہیں۔

۲: ۲۱۴ - اَمْ - اَمْ - منقطع ہے اور معنی بَل (حرف اضراب آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمزہ مقدر ہے۔ لفظ بَل کلام سابق سے اعراض کے لئے ہے۔ یہاں یہود اور نصاریٰ کے اختلاف اور ان کے متاع حیا

دنوی پر فخر بے جاہ اور پھر اس کے بل بوتے پر مومنوں سے تمسخر سے اعراض کرنے کے لئے آیا ہے اور ہمزہ استفہائی مومنین کے خیال کے انکار و استبعاد کے واسطے کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں کر بغیر رنج و مشقت کی بھیڑ سے گذرے تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمہارے سے پہلے کے انبیاء اور مومنین کی طرح تمہیں بھی تنگی و سختی۔ فقر و بیماری اور طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کی آگ سے گذرنا پڑے گا۔ تب جا کر تم جنت کے مستحق بنو گے۔

تفسیر منطہری میں ہے کہ قرآن کا قول ہے کہ اَمْذُ کے معنی اَحْسَبْتُمْ اور مسم زائد ہے

(اَمْذُ پر تفصیلی نوٹ ۹:۱۸ پر ملاحظہ ہو۔)

= حَسِبْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، حِسَبَات (باب حَسِبَ يَحْسِبُ) مصدر۔ تم سمجھ بیٹھے ہو۔ تم نے خیال کیا۔ یا گمان کیا۔

= اَنْ تَدْخُلُوا۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ تَدْخُلُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ کہ تم داخل ہو گے۔

= دَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ۔ جملہ حالیہ لَمَّا۔ ابھی تک نہیں۔ ترجمہ آیت کا یوں ہوگا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تک تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔

مثل الذین۔ ای مَثَلُ مَثَلُهُمْ کلام میں مضاف محذوف ہے۔ الذین صفت ہے مومنین محذوف کی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ متعلق ہے خَلَوْا سے۔

= مَسْتَهُمُ الْبَاسَاءُ وَالضَّرَّاءُ بَيَان ہے مَثَلُ سے۔

= الْبَاسَاءُ۔ سختی، فقر، تنگی، اسم مونث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو قائم مقام ہے موصوف کے۔

= الضَّرَّاءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی، مرض، مصیبت اسم مونث ہے اور سَرَّاءُ۔ نِعْمَاءُ کی ضد بَاسَاءُ وَضَرَّاءُ دونوں اسم مونث ہیں۔ ان کا مذکر نہیں آتا۔ ان کی جمع ضَرَّاءُ کے نزدیک اَبْوَسٌ وَاضَرٌّ بروزن نِعْمَاءُ اَلْعُمُّ جائز ہے۔

= وَزُلْزَلُوا۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ زُلْزَلُوا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ زِلْزَلَةٌ۔ زِلْزَالٌ۔ مصدر وہ جھڑ جھڑائے گئے۔ وہ زلزلہ میں آگئے وہ ہلا ڈالے گئے۔

= لَمَّا۔ حرف ہازم ہے کہ کی طرح فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے لَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (۱۳: ۲۹)

لَمَّا اور لَمَّا کے درمیان بوجہ ذیل فرق کیا جاسکتا ہے۔

۱، لَمَّا۔ حرف شرط کے ساتھ آسکتا ہے جیسے فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ لَيْكُنْ لَمَّا نہیں آسکتا۔

۲۔ لَمَّا سَعَىٰ نَفْسِي كَاحْصُولٍ هُوَ مَا هُوَ إِلَّا مَسْئَلٌ مُّسْتَعِجٌ هِيَ جِئْتُ بِهَا - يَا
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِيمَانٌ أَتَىٰ قُلُوبَكُمْ لَمْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكُمْ - شَاش
عبدی منزق کا شعر ہے ۔

فَإِنْ كُنْتُمْ مَّا كُنتُمْ لَافَكُمْ خَيْرًا لَّكُمْ = وَاللَّهِ فَادِرٌ كُنْتُمْ لَمَّا أَمَزَّتْ
ترجمہ: اگر مجھے خوراک ہی بننا ہے تو تو ہی بہتر کھانے والا بن جا۔ ورنہ میری مدد کو پہنچ ابھی تک میں تمکا
بولی نہیں کیا گیا۔

لَمَّا سَعَىٰ نَفْسِي كَاحْصُولٍ هُوَ مَا هُوَ إِلَّا مَسْئَلٌ مُّسْتَعِجٌ ہوتا ہے اس کا تسلسل اور اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے جیسے وَلَمَّا
اَكُنْ بِدُعَاؤِكَ رَبِّ شَقِيًّا (۴:۱۹) (اے میرے رب ابھی تک تجھے پکار کر میں نامراد نہیں رہا
اور کبھی حال سے پہلے نفی کا انقطاع ہو جاتا ہے جیسے لَمَّا يَكُنْ شَيْئًا مِّنْ كُودٍ ا- (۱:۷۶) پہلے وہ
کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی پہلے وہ بالکل معدوم تھا اب موجود ہو گیا۔

۳۔ لَمَّا سَعَىٰ حَاصِلٌ شَدَّ نَفْسِي قَرِيبٌ مِّنْ هُوَ اور لَمَّا سَعَىٰ حَاصِلٌ شَدَّ نَفْسِي مَاضِي مَطْلُوعٌ مِّنْ
خَوَاهِ قَرِيبٌ هُوَ يَابِعِدٌ۔ اسی لئے لَمَّا يَكُنْ زَيْدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِي مُقِيمًا۔ (زید گذشتہ سال مقیم
نہ تھا۔ ماضی بعید) صحیح ہے۔ لیکن لَمَّا کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں کیونکہ سال گذشتہ ماضی بعید
ہے ماضی قریب نہیں۔

۴۔ لَمَّا سَعَىٰ حَاصِلٌ شَدَّ نَفْسِي قَرِيبٌ مِّنْ هُوَ اور لَمَّا سَعَىٰ حَاصِلٌ شَدَّ نَفْسِي مَاضِي مَطْلُوعٌ مِّنْ
عَذَابٍ۔ بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ یعنی آئندہ چکھنے کی توقع ہے۔ لَمَّا
میں یہ شرط نہیں ہے۔

۵۔ لَمَّا كَادَ يَدْخُلُ جَا نَزْلَ الْخَذْفِ ہے لیکن لَمَّا کا ایسا حال نہیں ہے۔ جیسے
فَجِئْتُ قُبُورَهُمْ بِدُعَاؤِكَ لَمَّا = فَنَادَيْتُ الْقُبُورَ فَلَمْ يَجِبْنِي (یعنی لَمَّا اَكُنْ بَدِءُ)
میں ان کی قبروں پر سردار قوم کی حالت میں پہنچا اور اس سے پہلے میں سردار ہوا ہی نہیں تھا۔ میں نے
قبروں کو پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

لَمَّا (جَبَّ) حرف شرط ہے یا حرف وجود لَوْ جَوَّبَ لَوْ جَوَّبَ۔ ماضی کے دو حملوں پر آتا ہے
شرط و جزا۔ ابن سراج۔ ابن جنی اور فارسی وغیرہ کا قول ہے کہ لَمَّا حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے
حِیْنَ کا ہم معنی۔ ابن مالک نے کہا ہے لَمَّا اِذْ کی طرح ہوتا ہے۔ اِذْ کا مدخول بھی جملہ ماضیہ ہوتا
ہے۔ اور لَمَّا کا بھی۔

لَمَّا کی جزا کا فعل ماضی ہونا بالاتفاق صحیح ہے بلکہ جمہور کے نزدیک شرط ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ

إِلَى الْبَرِّ اعْرِضْتُمْ (۱۷: ۶۷) جب اس نے بچا کر تم کو خشکی تک پہنچا دیا تو تم نے رد گردانی کی
ابن مالک کہتا ہے لَمَّا کی جزاء کے مقام میں کبھی ایسا جملہ اسمیہ واقع ہوتا ہے جس کا آغاز اِذَا مفا جاتیہ
سے ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (۶۹: ۶۵) جب اس نے ان کو بچا کر
خشکی تک پہنچا دیا تو ایک دم وہ شرک کرنے لگے۔

یا اس کے شروع میں فاء ہوتی ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (۳۱: ۳۲)
جب ان کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیا۔ تو ان میں کچھ لوگ سیدھی چال پر رہے۔

ابن مسعود نے صراحت کی ہے کہ لَمَّا کی جزاء میں کبھی فعل مضارع آتا ہے جیسے ذَلَمَّا ذَهَبَ
عَنْ اِبْرَاهِيمَ الرُّدْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ (۱۱: ۷۷) جب ابراہیم کے
دل سے خوف جاتا رہا۔ اور خوشخبری پہنچ گئی تو ہمارے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے
لَمَّا (مگر) استثنائیہ بھی آتا ہے اِلَّا کا ہم معنی۔ جیسے اِنْ كُلِّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶: ۸۷)
کوئی نفس ایسا نہیں کہ اس کے اعمال کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ یہ ترجمہ لَمَّا نافیہ کا ہے جیسا کہ بعض لوگ
اس جگہ قائل ہیں۔ محل استثناء کے لحاظ سے ترجمہ اس طرح ہوگا: کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ)
ماور ہے۔ (لغات القرآن از مولانا عبدالدائم الجلالی)

== اَلَا - خبردار ہو جاؤ۔ جان لو، سن رکھو، خیردار۔ یہ حرف کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱)
تنبیہ۔ جیسے اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السَّافِهَاءُ (۲: ۱۳) سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں (۲) توبیخ و انکار جیسے
اَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ۔ (۳) تمنیٰ جیسے اَلَا تَنْزِلُ عَلَيْنَا مَائِدَةٌ (۴) عرض۔ یعنی کسی چیز کا نرمی سے مانگنا جیسے
اَلَا تُحِبُّونَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴: ۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔
(۵) تخفیف کے لئے۔ یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے جیسے اَلَا تَقَا تَلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوا
اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِاخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹: ۱۳) مہلاتم ایسے لوگوں
سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر خدا کے جلا وطن کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور
انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) پہل کی

علامہ زمخشری رح قاضی بیضاویؒ اور علماء کی ایک جماعت کے خیال میں اَلَا۔ ہمزہ استفہام اور لام
نافیہ سے مرکب ہے جو اپنے مابعد کے تحقیق و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب استفہام
نفی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے مزید ثبوت مقصود ہوتا ہے چنانچہ آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ
يُّحْيِيَ الْمَوْتٰی (۵: ۴۰) کیا اس (خدا) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے۔
اَلَا اِنَّ لَّصِرَاطَ اللّٰهِ قَرِيبٌ میں اَلَا بطور حرف تنبیہ آیا ہے اور مابعد کی تحقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی

سُنْ لَوِ اللّٰهُ كِي مَدَدِ اَيَا هِي چاہتی ہے۔

۲: ۲۱۵ = مَا ذَا - کیا چیز ہے، کیا ہے، مَا حَرْنِ اسْتَفْهَام ہے اور ذَا فصل کے لئے آیا ہے تاکہ مَا نَافِيہ اور مَا اسْتَفْهَامِہ میں تمیز ہو سکے۔ یا مَا اسْتَفْهَامِہ ہے اور ذَا مَوْصُولہ ہے۔ یا مَا اسْتَفْهَامِہ ہے اور ذَا زَائِدہ ہے۔

= يُنْفِقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کریں۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر = مَا اَلْفَقْتُ = میں مَا مَوْصُولہ ہے بمعنی الَّذِي۔

= مِنْ خَيْرٍ - اِی مِنْ مَّالٍ - خیر کے معنی بہتر، بھلائی۔ نیکی۔ نیک کام۔ پسندیدہ چیز۔ شر کی ضد ہے۔ خیر بمعنی مال قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے جیسے۔ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اَلْوَصِيَّةُ (۲: ۱۸۰) (حب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور) اگر وہ کچھ مال چھوڑ جائیو والا ہو تو تم پر دستور کے مطابق والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا فرض ہے خدا سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔ يٰۤاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

= فَلِلّٰهِ الدِّينُ - اِی فَا لْفَقْرٌ عَلٰی الْوَالِدَيْنِ۔

= اِبْنُ السَّبِيلِ - مسافر۔ لفظی معنی ہیں راستہ کا بیٹا۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِيلِ کہتے ہیں۔

= دَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ - میں مَا مَوْصُولہ ہے اور خَيْرٍ سے مراد نیکی (کوئی بھی ہو کسی بھی صورت میں ہو) ہے۔ یہ جملہ شرط کے معنوں میں ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ بِہٖ عَلِيْمٌ جواب بشرط ہے۔

(۲۱۶: ۱۲) كُتِبَ عَلَيْكُمْ - كُتِبَ عَلٰی - واجب قرار دینا۔ فرض کر دینا۔ الْقِتَالُ اِی الْجِهَادُ۔

= كُزَّةٌ - ناگوار چیز۔ کریمہ۔ مشقت۔ مصدر بمعنی مفعول (مکروہ) ہے جیسے نَقَصٌ بمعنی مَنقُوصٌ ہے

= عَسَى - غمگین ہے، شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے افعال مقابله

میں سے ہے۔ محبوب چیز میں ابد کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے ہے۔

= تَكَرَّهُوْا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ كُزَّةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم ناپسند کرتے ہو۔ تم ناپسند کرو

تم مکروہ سمجھو، تم کو ناگوار معلوم ہو، تم کو بُرا لگے۔ تم کو دشوار لگے۔

۲: ۲۱۷ = الشَّهْرِ الْحَرَامِ - موصوف و صفت۔ حرمت والا مہینہ۔

فَامِدَّةٌ - جمادی الثانی ۱۲ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو آٹھ

(یا بعض کے نزدیک بارہ) مہاجرین کا سردار بنا کر قریش کے ایک قافلہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ جس شب یہ

مقابلہ ہوا جس میں قریش کے چند آدمی مارے گئے تھے وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت عبداللہؓ

اور ان کے ساتھی اسے جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھ رہے تھے۔ چونکہ رجب کا مہینہ ماہ حرم ہے جس میں قتال ممنوع تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی سخت دلگیر ہوئے کہ ان سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل مکہ نے جو گناہ قصداً اور عناداً کئے تھے مثلاً لوگوں کو اسلام سے روکنا۔ اللہ کو نہ ماننا۔ لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔ اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا۔ (یعنی مسجد والوں کو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے) اور شرک کرنا۔ جو قتل سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ یعنی خود تو اہل مکہ ایسے گناہوں کے مرتکب نہ تھے۔ ان کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں۔ باوجود اس کے کہ ان سے یہ فعل غلطی سے سرزد ہو گیا تھا۔

== قِتَالٌ فِيهِ كِبِيرٌ۔ قِتَالٌ باب مفاعلة سے مصدر ہے مُقَاتَلَةٌ بھی باب مفاعلة سے مصدر ہے فِيهِ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الشَّهْرُ الْحَرَامُ ہے کِبِيرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے بڑا (یہاں گناہ ہونے کے لحاظ سے بڑا مراد ہے)

== صَدٌّ۔ صَدٌّ يَصُدُّ (باب ضَرَبَ وَنَصَرَ) کا مصدر ہے۔ رُكْنَا (فعل لازم) روکنا (فعل متعدی) دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ خدا کے راستہ سے روکنا یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا۔

== كُفْرٌ بِهِ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اور اس سے کفر کرنا اللہ کو نہ ماننا۔

== وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ای وصد عن المسجد الحرام اور مسجد حرام سے روکنا۔

== اخْرَاجُ أَهْلِهِ۔ ای اهل المسجد الحرام۔

== الْفِتْنَةُ۔ فساد و شرک

== الْقَتْلُ۔ بمعنی عمرو حضری کا قتل جو قریش کے قافلہ میں سے تھا۔ اور عام فساد اور شرک بھی مراد ہو سکتا ہے۔

== وَلَا يَزَالُُونَ يُقَاتِلُونَ نَكْمٌ۔ لَا نَفْيٌ۔ يَزَالُُونَ جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر حاضر۔ (یہ لوگ) ہمیشہ لڑتے رہیں گے (کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے) لَا يَزَالُ۔ مَا ذَالَ

مَا دَامَ۔ مَا انْفَكَ۔ افعال ناقصہ ہیں ہمیشہ حرف نفی کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں لیکن مثبت کے

معنی ادا کرتے ہیں۔

== اِنْ اسْتَطَاعُوا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنْ اسْتَطَاعُوا جملہ شرطیہ ہے اور لَا يَزَالُُونَ... عَدُوٌّ

دِينِكُمْ۔ جزا۔

== حَتَّى يَرُدُّوكُمْ۔ حَتَّى تعلیل کے لئے ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعْبُدُوا اللَّهَ حَتَّى ادْخُلَ الْجَنَّةَ۔

میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تاکہ جنت میں جاؤں۔ يَزِدُّكُمْ مَضَارِعَ كَاصِفٍ جَمْعُ مَذْكُرٍ غَائِبٌ زَدُّ (باب نَصَرَ) سے مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تاکہ وہ تم کو لوٹا دیں۔ وہ تم کو مرتد بنادیں۔ آیت کا ترجمہ ہوگا: یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں = وَمَنْ يَزِدْكُمْ مِنْ شَرْطِيَّةٍ فِي مَضَارِعِ وَاحِدٍ مَذْكُرٍ غَائِبٍ اِذْ تَدَاوَدُ (افتعال) مصدر بمعنی لوٹ جانا۔ مرتد ہو جانا۔ اور جو تم میں سے مرتد ہو گیا یعنی اپنے دین سے پھر گیا۔ فَيَمُتْ اور مر گیا (اس کا عطف يَزِدْكُمْ پر ہے)

وَهُوَ كَافِرٌ۔ جملہ حالیہ ہے در آلِ حالیکہ وہ کافر ہو۔ وَمَنْ يَزِدْكُمْ لَمْ يَكُنْ كَافِرًا تَكْ شَرْط۔ اور اس سے اگلا جملہ فَادْلُكْ خَالِدُونَ جزاء ہے۔ = فَادْلُكْ میں فَ ت جواب شرط کے لئے ہے۔ اُدْلُكْ اسم اشارہ جمع مذکر غائب اور مَنْ يَزِدْكُمْ میں ضمیر فاعل مثنیٰ الیہ ہے۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ۔ حَبِطٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وہ اکارت گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے۔

= فِيهَا۔ فِي حرف جار۔ هَا۔ ضمیر واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ۔ النَّارُ (دوزخ) کے لئے ہے ای فی النار = خَلِدُونَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر خَلَدٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔ سدا رہنے والے ۲: ۲۱۸ = هَا جَرَوْا۔ ماضی جمع مذکر غَائِبٌ۔ مُهَاجِرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر (انہوں نے) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (وطن چھوڑا)

= جَاهِدُوا۔ ماضی جمع مذکر غَائِبٌ۔ مُجَاهِدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا

= يَزْجُونَ۔ مضارع جمع مذکر غَائِبٌ رَجَاءٌ (باب نَصَرَ) وہ امید رکھتے ہیں۔

۲: ۲۱۹ = الْخَمْرُ۔ شراب انگوری۔ اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو "خمر"

ہے لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں۔

خمر یا تو اِخْتِمَارٌ بروزن (افتعال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔ یا یہ مُخَامَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ چونکہ یہ دوسواں گولم گردیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے خمر سے موسوم ہوئی۔

خُمَارٌ وہ چیز جس سے کوئی چیز چھپائی جاوے۔ خِمَارٌ عورت کی اوڑھنی جس کے ساتھ وہ اپنے سر کو چھپاتی ہے اس کی جمع خُمُرٌ ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَ لِيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔

وہ (عورتیں) اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

== الْمَيْسِرُ - اسم و مصدر مسمی - جوا - جوا کھیلنا - يَسِرُ - يَيْسِرُ - يَسْرُ (باب ضَرَبَ) جوا کھیلنا - يَسْرُ آسانی (جوا میں بھی مال آسانی سے حاصل ہوتا ہے)

فائدہ - قرآن حکیم میں شراب کے حرام ہونے کے متعلق تدریج مندرجہ ذیل آیات ہیں۔

(۱) وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّبِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۶۴: ۱۶) اس میں سَكَرًا کو رِزْقًا حَسَنًا سے علیحدہ کر دیا ہے یعنی کھجور اور انگور سے نشہ حاصل کرنا رزق حسن نہیں ہے۔ یہاں شراب کے خلاف لطیف اشارہ ہے۔

(۲) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ... الخ (۲: ۲۱۹) آیہ ہذا۔ اس کے متعلق شراب کے متعلق فرمان ہے کہ اس میں گو لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں لیکن اس کا گناہ منافع سے بڑھ کر ہے۔ یہ حرمت شراب کے متعلق دوسرا قدم ہے۔

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (۴: ۴۳)

(۴۳) یہاں ایک حد تک صریحاً ممانعت کر دی اور یہ حرمت شراب کی طرف تیسرا قدم تھا۔

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۵: ۹۰) یہاں شراب قطعی طور پر حرام ہو گئی اس کو شیطان کا فعل قرار دیکر اجتناب کا حکم ہو گیا اور جہاں نہی کسی فعل کی ہو اس کا کرنا صریحاً حرام ہے۔ آیہ شریف ۵: ۹۱ بھی اسی مضمون کے متعلق ہے۔

== مَا ذَا - ملاحظہ ہو آیت ۲: ۲۱۵ - متذکرۃ الصدر

== الْعَفْوُ - ای قُلْ الْفُقُو الْعَفْو - الْعَفْوُ - آسان - حاجت سے زیادہ - معاف کر دینا - یہ عَفَا يَعْفُو

(باب نصر) کا مصدر ہے بقدر طاقت جو بن آئے - جو اپنے اور عیال کے خرچ سے زائد ہو - عَفُوٌّ بَرُوْرَن فَعُوْلٌ - بہت زیادہ معاف کرنے والا - یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

== يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر کھول کر بیان کرتا ہے۔

(۲: ۲۲۰) = قُلْ اِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ - ای اِصْلَاحُ اَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ مِنْ عِنْدِ اخِذِ اجْرَةٍ

ولا عوض خیر لکم ای اعظم اجراً - یعنی یتیموں کے اموال یا کاروبار میں بغیر اجرت و عوضانہ ترقی کی کوشش کرنا - تمہارے لئے بہتر اجر کا باعث ہوگا۔

= اِنْ تَخَالَطَوْهُمْ - اِنْ شَرَطِيَه تَخَالَطُوا - مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر - مُخَالَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اگر تم ان کو ملا لو - ان سے مشارکت کر لو - جملہ شرطیہ ہے فَاخْوَا نَكُمُ جَوَاز

شرط۔ تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں اس لئے مشارکت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

— الْمُفْسِدَ — اسم فاعل واحد مذکر۔ فَسَادٌ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مصدر۔ بگاڑنے والا۔

— الْمُصْلِحَ — اسم فاعل واحد مذکر اِصْلَاحٌ (اِفعالٌ) مصدر، درست کرنے والا۔ بگاڑنے کرنے والا۔ صَالِحٌ نیک۔ درست عمل کرنے والا۔

— وَكَوْشَاءُ اللَّهِ لَدَعْنَتَكُمْ — واو عاطفہ کو حرف شرط شَاءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَشِيئَةٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ شَاءَ اصل میں شِئْتِ تھا۔ جی متحرک، ماقبل مفتوح اس لئے ی کو الف سے بدلا گیا ہے۔ وَكَوْشَاءُ اللَّهِ جملہ شرطیہ ہے۔ لَدَعْنَتَكُمْ — لام تاکید کے لئے ہے یا جواب شرط کے لئے ہے۔ اَعْنَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْنَاتٌ (اِفعالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی 'منہایت میں ڈالنے کے ہیں۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔ یعنی اس باب میں کوئی سخت قانون بنا دیتا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

۲: ۲۲۱ — لَا تَنْكِحُوا — فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِكَاحٌ (باب ضَرَبَ، ذَمَرَ) مصدر۔ تم نکاح مت کرو۔ تم عقد نہ کرو۔ اَلْمُشْرِكِیْنَ — مشرک عورتوں کے ساتھ۔

— يُؤْمِنَنَّ — مضارع جمع مؤنث غائب۔ اِیْمَانٌ (اِفعالٌ) مصدر۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔ — وَلَا مَآءٌ — لام تحقیق کے معنوں میں ہے۔ اَمَةٌ — لونڈی، باندی، اسم ہے علامہ بیضاوی کے نزدیک اَمَةٌ سے مراد عورت ہے خواہ حرہ ہو خواہ لونڈی ہو۔ کیونکہ سب مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں وَالْاَمَةُ الْمُؤْمِنَةُ حُرَّةٌ كَانَتْ اَوْ مَمْلُوكَةً فَانَ النَّاسَ كُلُّهُمْ عِبَادُ اللَّهِ واماۃ۔

— وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ — واو حالیہ ہے کو بمعنی اگرچہ۔ عبارت کچھ یوں ہوگی۔ دوکان الحال ان المشركۃ تَعْجَبُكُمْ وَتُحِبُّونَهَا اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرک عورت تمہیں بھلی لگے اور تم اسے چاہتے ہو۔ اَعْجَبَتْكُمْ ماضی واحد مؤنث غائب کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِعْجَابٌ (اِفعالٌ) مصدر۔ وہ تم کو بھلی لگی۔ اَعْجَبَ کے اصل معنی TO EXCITE WONDER to کے ہیں۔ دوسرے میں پسند اور کشش کے جذبات ابھارنا۔ یعنی اگرچہ وہ عورت تم میں پسند اور کشش کے جذبات کا موجب ہو۔ پکھڑال نے اس کا انگریزی میں ترجمہ یہ کیا ہے THOUGH SHE PLEASE YOU اور عبد اللہ یوسف علی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ EVEN THOUGH SHE ALLURE YOU

— وَلَا تَنْكِحُوا — واو عاطفہ لَا تَنْكِحُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِنْكَاحٌ (اِفعالٌ) مصدر۔ تم نکاح نہ کرو۔ تم عقد مت کرادو۔ اَلْمُشْرِكِیْنَ یہ لَا تَنْكِحُوا کا مفعول ہے جملہ میں ایک مفعول محذوف ہے،

تقدیر کلام ہے: وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ اور نہ تم اپنی مومن عورتوں کا عقد مشرکین سے کراؤ۔
 = وَكَوْا عَجَبَكُمْ: اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرک تمہیں سبلا لگے۔ پسند آئے۔

= اُولَئِكَ - المشركين والمشركت کی طرف اشارہ ہے۔

اُولَئِكَ - الخ علت بیان کی گئی ہے مندرجہ بالا حکم کی

= يَدْعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - دَعْوَةٌ وَدُعَاءٌ (باب نصر) مصدر وہ بلا تے ہیں وہ دعوت دیتے ہیں۔

= بِأَذْنِهِ - اپنے امر و اادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔ توفیق دے کر اور آسانی پیدا کر کے۔

= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب - تَبَيَّنَ (تفعل) مصدر وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔

= يَتَذَكَّرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَذَكَّرَ (تفعّل) مصدر وہ نصیحت حاصل کریں وہ نصیحت پکڑیں۔

۲۲۲:۲ = الْمَحِيضُ - مصدر میمی ہے۔ بمعنی حیض آنا۔ جیسے مَبِيْتُ - رات گزارنا۔ مَجِيئُ (ج ی ع) آنا۔ جَاءَ يَجِيئُ - کا مصدر محیض کے معنی (۱) حیض۔ یعنی وہ خون جو مخصوص دنوں میں صفت

خاص کے ساتھ عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے (۲) طرفِ زمان - وقتِ حیض یا زمانہ حیض۔ (۳) طرفِ مکان - مقام حیض۔

= اَذَى - ہر وہ ضرر جو ذی روح کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔ گندگی، بیماری المنجد میں اس کے معنی محوڑا ضرر۔ خفیف نقصان کے لکھے ہیں۔ اَذَى يَأْذِي (سَمِعَ) تکلیف پانا اور اَذَى يُؤْذِي اِيْذَاءً (افعال) تکلیف دینا۔ اذی - مادہ۔

= اِعْتَزَلُوا - امر جمع مذکر حاضر۔ تم الگ رہو۔ تم چھوڑ دو۔ (یعنی عورتوں کے پاس زمانہ حیض میں نہ جاؤ) اِعْتَزَالُ - (افعال) بمعنی چھوڑنا۔ کنارہ کش ہونا۔ ایک طرف ہو جانا۔ الگ ہو جانا۔ اسی سے لفظ معتزلہ نکلا ہے۔ الگ ہو کر بنا ہوا فرقہ (واصل بن عطار اور اس کے پیروکار)

= فِي الْمَحِيضِ - ای فی زمان الحیض - حیض کے ایام میں۔

= يَطْهَرْنَ - مضارع جمع مؤنث غائب - طَهَارَةٌ وَطَهْرٌ (باب نصر و کرم) یہاں تک کہ وہ عورتیں پاک ہو جائیں۔

= تَطَهَّرْنَ - ماضی جمع مؤنث غائب - تَطَهَّرَ (تفعّل) مصدر - پاک ہوں۔ وہ پاک ہوتی ہیں۔ پاک ہو جائیں۔

= فَاتَوَهَّنَ - اَتَى يَأْتِي اِثْيَانُ - (باب ضرب) مصدر سے۔ اتوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

هُنَّ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعُ مَوْنَتِ غَائِبٍ۔ پس تم ان عورتوں کے پاس آؤ۔ تم ان سے مجامعت کرو۔
= حَيْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمۃ مِنْ حَيْثُ اَمَرَ كُمْ اللّٰهُ تَوْجِہًا سے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے یا ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ

= التَّوَابَاتِ۔ تَوَابٌ کی جمع تَوَابٌ فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے تَابَ يَتُوبُ تَوْبَةً
(باب نصر) مصدر سے۔ بہت پھر آئیوالے۔ بہت توبہ کرنے والے۔ تَوَابٌ۔ ہر دو بہت توبہ کرنے والا (بندہ) بہت توبہ قبول کرنے والا (خدا) کے معنی میں آتا ہے۔

= اَلْمُتَطَهِّرِينَ۔ اسم قاعِل جمع مذکر۔ اَلْمُتَطَهِّرُ واحد مذکر۔ تَطَهَّرَ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ پاک و صاف ہونے والے۔ پاک ہونے والے۔ يُحِبُّ کا مفعول ہے۔

۲: ۲۲۳ = حَرَّثُ۔ کھیتی۔ زراعت۔ حَرَّثُ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے۔ بمعنی بَیْعٌ ذُلَالًا کھیتی کرنا۔ کھیت کو حَرَّثُ کہتے ہیں۔

= اَتَى۔ مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) اسم ظرف زمان۔ جیسے فَاتُوا اَحْرَثَكُمْ اَتَى شِئْتُمْ۔ پس اپنی کھیتی میں جاؤ جب
(۲) اسم ظرف مکان۔ چاہو۔ جہاں سے چاہو۔
(۳) (ل) بمعنی كَيْفَ۔ یعنی جیسے جس ہیئت سے چاہو۔

= (ب) بمعنی كَيْفَ۔ کیونکر۔ کیسے۔ اَتَى يُحْيِي هَذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲: ۲۵۹) خدا اس کے باشندوں کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔

(۴) بمعنی مِنْ اَيْنَ۔ جیسے يَمْرِيْمُ اَتَى لَكَ هَذَا۔ (۳: ۳۷) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔

= شِئْتُمْ۔ ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم نے چاہا۔ تم چاہو۔ شَاءَ يَشَاءُ مَشِيئَةً۔ (باب سَمِعَ) مصدر
(نیز ملاحظہ ہو: ۲: ۲۲۰)

= قَدْ مَوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِيْمُ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ تم پہلے بھیج دو۔ آگے بھیجو۔ قَدْ مَوْا لَا نَفْسِكُمْ۔ اور اپنے لئے (اعمال صالحہ) آگے (آخرت میں جو کام آئیں) بھیجو۔

مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے صحبت کرنے کو فقط اس وقت کی لذت ہی مقصود نہ رکھو، بلکہ ان فائدوں کا قصد کرو جو دین کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کاری سے بچنا۔ نیک اولاد کا ہونا۔ کہ تمہارے لئے دعا اور استغفار کرے۔ اور اگر مر جائے تو قیامت میں پیش خیمہ ہو۔ کیونکہ مباح امور اگر خالص اور صحیح نیت کے زیر اثر ہوں تو عبادت بن جاتے ہیں۔

= مُلَاقُوهُ - مُلَاقُوا - اسم فاعل جمع مذکر - مضاف - مُلَاقُوا اصل میں مُلَاقُونَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ اس سے ملنے والے۔ اس کے پاس پہنچنے والے۔ مُلَاقَاً (مُفَاعَلَةً) مصدر لقی مادہ۔

۲: ۲۲۴ = عُرْضَةً - آر - نشانہ۔ بہانہ۔ ہتھکنڈا - اَيْمَانِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری قسمیں وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عُرْضَةً لِاَيْمَانِكُمْ اور اللہ کو اپنی قسموں کے لئے آر یا بہانہ نہ بناؤ یعنی کسی لچھے کام کے نہ کرنے پر خدا کی قسم نہ کھا بیٹھو۔ کہ جب اس کے کرنے کو کہا جائے۔ تو اپنی قسم کو آر بنا کر نیک کام کرنے سے محروم نہ رہو۔ یا مطلب نکالنے کے لئے بات بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے باعزت نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔
= اَنْ - کہ - یہ کہ - اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) اَنْ - مصدریہ۔ ماضی و مضارع پر داخل ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کا مابعد بمنزلہ مصدر ہوتا ہے جیسے وَ اَنْ تَصُوْمُوْا حَيْرٌ لَّكُمْ - (۱۸۴: ۲) اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے (۲) اَنْ - محففہ۔ جو کہ شروع میں ثقیلہ تھا۔ پھر خفیفہ کر لیا گیا۔ یہ کسی قسم کی تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰی - (۲۰: ۷۳) معلوم ہوا کہ بے شک تم میں سے کتنے ہی بیمار ہو جائیں گے۔

(۳) اَنْ - زائدہ۔ جو کہ تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ (۹۲: ۱۲) پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا۔

(۴) اَنْ - مفسرہ۔ یہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے فَادْحِيْنَا اِلَيْهِ اِنْ اَصْنَعِ الْفُلْكَ (۲۳: ۲۷) ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔

یاد دلالت معنوی ہو جیسے وَالطَّلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ اِنْ اُمْسُوا - (۶: ۳۸) تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے (اور بولے) کہ چلو۔ یعنی ان کے کہنے کا مطلب گویا یہ کہنا تھا کہ تم بھی چلو آیت نہا میں اَنْ مصدر یہ ہے۔

= تَبَرُّوا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ بَرَّ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تَبَرُّوا اصل میں تَبَرُّونَ تھا۔ اَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم نیکی کرتے ہو۔ یا کرو گے۔

= تَتَّقُوا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ بمعنی پرہیز کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ کہ تم بچتے رہو گے۔ ڈرتے رہو گے۔ یا پرہیز کرو گے یا کرتے ہو۔ تَتَّقُوا اصل میں تَتَّقُونَ تھا۔ نون اعرابی

بوجہ عمل اُن گر گیا۔

= تَصْلِحُوا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم صلح کرتے ہو، تم اصلاح کرتے ہو۔ اصل میں تَصْلِحُونَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اُن ساقط ہو گیا۔
اَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ اللہ کے نام کی قسم کا بہانہ کر کے (تم) نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں اصلاح نہ کرو۔ یا یہ کہ نیکی کرنے کو اور پرہیزگاری کو صلح بین الناس کو خدا کی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= سَمِعَ۔ سَمِعَ سے بروزن فِعْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ”جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے“ عَلِيمٌ عَلِمٌ سے بروزن فِعْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ ہر دو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہیں۔
۲۲۵:۱ = لَا يَأْخُذْ كُفَّكَ اللَّهُ۔ اللَّهُ۔ فاعل۔ لَا يَأْخُذُ فعل كُفَّكَ صَمِيْعٌ مفعول۔ لَا يَأْخُذُ فعل مفعول۔ نعل مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ مُؤَاخَذَةٌ (مُؤَاعَلَةٌ) مصدر بمعنى مَوَاخَذَةٍ کرنا۔ گرفت کرنا۔ پکڑ کرنا۔ لہ گرفت نہیں کرے گا تمہاری۔

= بِاللَّغْوِ۔ ب سببیۃ۔ اللَّغْوِ (باب نَصْر) بے معنی بات۔ جو کسی گنتی شمار میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے۔ بے ہودہ بات۔ یا بیہودہ چیز۔ اور عجب قرآن مجید میں آیا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (۳:۲۳) اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ پہلو تہی کرتے ہیں۔

لَغْوٌ اس قسم کو کہتے ہیں جو بغیر نیت قسم کے بطور تکیہ کلام کے مُنہ سے نکل جاتی ہے۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آدمی کی لغو قسم اس طرح کہنا ہے کہ لَا وَاللَّهِ۔ بَلَى وَاللَّهِ۔ لَا يَأْخُذْ كُفَّكَ اللَّهُ بِاللَّغْوِ اَيْمَا نِكْمٍ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے بیہودہ قسم پر تم سے مَوَاخَذَةٍ نہیں کر لگا۔ اخَذَ.... ب۔ کسی چیز کو پکڑنا۔ کسی کو گناہ پر سزا دینا۔ مَوَاخَذَةٍ کرنا۔

= بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔ مَا موصولہ۔ كَسَبَتْ، فعل ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ كَسَبَتْ (باب ضَرْب) مصدر۔ کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا بُرا۔ یہاں اس کا استعمال قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی سے کام کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یعنی وہ قسمیں جو تمہارے دلوں نے ارادۃً اور نیتاً کھائی ہوں۔ لیکن تم سے اس (قسم) پر مَوَاخَذَةٍ کرے گا جو تم نے دلی ارادہ سے کھائی ہو جس پر تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو۔

= عَفْوٌ۔ مَخْفَرَةٌ۔ مصدر (باب ضَرْب) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔ حَلِيمٌ حِلْمٌ سے بروزن فِعْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ جوش غضب اپنے

نفس اور طبیعت کو روکنا۔ بردباری۔ تحمل کرنا۔

۲۲۶:۲ = يُؤْتُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ اِيْلَاءُ (افعال) وہ عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھاتے ہیں۔ اِيْلَاءُ وَالْيَتَةُ۔ اصل میں اس قسم کو کہتے ہیں کہ جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اصطلاح شریعت میں اِيْلَاءُ اس قسم کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ جماع نہ کرنے پر اٹھانے اَلَوْتُ فِي الْاَمْرِ۔ کے معنی ہیں کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ قسم کھانے کے معنی میں قرآن مجید آیا ہے۔ وَلَا يَأْتِلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ۔ (۲۲:۲۴) اور جو لوگ تم میں سے صاحب فضل (اور صاحب وسعت) ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں۔۔۔۔۔

= تَرَبُّصٌ۔ بروزن تَفَعَّلُ مصدر ہے۔ انتظار کرنا۔ خواہ کسی معاملہ کے ختم ہونے یا پورا ہونے کا انتظار ہو۔ یا کسی سامان کی گرانی یا ارزانی کا۔

آیت میں تَرَبُّصٌ اَرْبَعَةَ اشْهُرٍ۔ مبتدا ہے اور لِلَّذِينَ يُؤْتُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ خَيْرٌ ہے۔ = فَإِنْ فَاءُ وَا۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ فَاءُ وَا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فَيَنْتَ (باب ضرب) مصدر فیء مادہ۔ (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فَاءُ اِلَى (کسی چیز کی طرف) لوٹنا۔ اگر (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کر لیں۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ جواب شرط۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے حَتَّى تَفِيئَ اِلَى اَمْرٍ اَوْ يَتَفَيَّئُوْا ظِلَّةٌ (۱۶:۱۷۸) جن کے سائے۔۔۔۔۔ لوٹتے ہیں۔

فَيَنْتَ۔ مال غنیمت۔ فِئَةٌ گروہ، جماعت۔ بھی اسی مادہ سے ہے جس کا مطلب وہ جماعت جس کے افراد تعاون و تقاضد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

۲۲۷:۲ = وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ۔ جملہ شرطیہ ہے ضمیر فاعل۔ عَزَمُوا کا مرجع وہ لوگ ہیں جنہوں نے عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ عَزَمُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ عَزَمَ (باب ضَرْب) مصدر پختہ ارادہ کر لینا۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا ہی پختہ ارادہ کر لیا ہے فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَمَّا جَوَابُ شَرْطِ التَّوْيَادِرِ کھوم اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (یعنی ان کے قول و فعل اور نیت سے بخوبی واقف ہے)۔

(۲۲۸:۲) = اَلْمُطَلَّقَاتُ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ تَطْلِيقٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ طَلَّقَ مادہ۔ طلا دی ہوئی عورتیں۔

= يَتَرَبَّصْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب معنی امر غائب تَرَبُّصٌ (تَفَعَّلُ) مصدر سے (نکاح) روکے رہیں۔ منتظر رہیں۔ انتظار کریں۔ بِأَنْفُسِهِنَّ۔ اپنے آپ کو۔

= قُرُوءٌ - جمع - قَرُوءٌ واحد - الْقَرُوءُ - کے اصل معنی 'طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ مَا يَدُّهُ - دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے۔ لہذا قَرُوءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا۔ بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ احناف کے نزدیک اسے مراد یہاں حیض ہے۔ اور شوافع کے نزدیک طہر۔ مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں۔

= لَا يَحِلُّ - مضارع منفی واحد مذکر غائب - حُلُولٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی نازل ہونا۔ اور حِلٌّ - (باب ضَرْب) مصدر سے بمعنی حلال ہونا۔ جائز ہونا۔ یہاں پر مؤخر الذکر معنی مراد ہیں۔ یعنی حلال نہیں ہے۔ جائز نہیں ہے۔

= اَنْ يَكْتُمْنَ - اَنْ مصدر یہ - يَكْتُمْنَ - مضارع منصوب جمع مؤنث غائب - كَتَمَ (باب نصرم) مصدر - کہ وہ عورتیں چھپائے رکھیں۔

= اَرْحَامِهِنَّ - مضاف مضاف الیہ - اَرْحَامٌ - جمع ہے رَحْمٌ کی - عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔

= بُعُولَتُهُنَّ - مضاف مضاف الیہ - بُعُولَةٌ - جمع ہے بَعْلٌ کی۔ جیسے فَعُولَةٌ جمع ہے فَعْلٌ کی۔ ان عورتوں کے خاوند۔ قرآن مجید میں ہے وَ هَذَا بَعْلِي شَيْخًا (۷۲: ۱۱) اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں۔

= رَزَّهِنَّ - مضاف مضاف الیہ - ان عورتوں کا لوٹانا۔ ان کا پھیر لینا۔ یعنی ان عورتوں کو واپس اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔

= فِيْ ذٰلِكَ - اِیٰ فِی مَدَّةِ ذٰلِكَ التَّرْتِیْبِ - اس عدت کے دوران - اس انتظار کے اندر اندر۔ = اِصْلَاحًا - سنوارنا۔ صلح کرنا۔ درست کرنا۔ یعنی اگر وہ (مطلقہ عورتوں کے خاوند) تعلقات درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

= وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ - اِیٰ وَلِلنِّسَاءِ عَلَی الْاِنْدَاجِ حَقٌّ مِّثْلُ حَقِّ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ لِلْاِنْدَاجِ - اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

= بِالْمَعْرُوْفِ - عام دستور کے مطابق - معروف طریقے کے مطابق۔

= دَرَجَةً - مرتبہ - (مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ کی فضیلت ہے۔

= عَزِیْزٌ - غالب - زبردست - قوی - مشکل - دشوار - عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل

مبالغہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں۔ ایسا زبردست جس پر کوئی غالب نہ ہو سکے۔

== حَكِيمٌ = حکمت والا۔ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کے صیغہ میں سے ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲۲۹:۲ = الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ۔ اس میں ال عہد کا ہے۔ ای التطليق الرجعي اثنان۔ طلاق رجعی دو ہیں۔ یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد طلاق دینے والا رجوع کر سکتا ہے صرف دو ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا تا آنکہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ پھر وہ شخص اپنی رضامندی سے اسے خود طلاق نہ دے دے۔

== فَأَمَّا كَإِبْمَعْرُوفٍ۔ ای اذا راجعها بعد التغطية الثانية فعليه ان يمسكها بمعروف یعنی جب دوسری طلاق کے بعد اس نے عورت سے رجوع کیا تو ازاں بعد یا تو قاعدہ اور دستور کے مطابق عورت کو اپنے پاس روکے رکھے یا.....

إِمْسَاكٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر بمعنى روکے رکھنا۔

= اَوْ تَسْرِحُ بِإِحْسَانٍ۔ اَوْ بمعنى یا۔ تَسْرِحُ لُکال دینا۔ رخصت کر دینا۔ چھوڑ دینا۔ روانہ کرنا بروزن فَعِيلٌ مصدر ہے۔ سَرَخَ لَيْسَرَخَ (باب فتح) سَوَّخٌ مصدر۔ بمعنى بیخج دینا۔ سَرَخَ (باب تفعیل) سے تَسْرِحُ بمعنى بیوی کو طلاق دینا۔ رخصت کرنا۔ سَوَّخٌ ایک پھل دار درخت۔ سَرَخْتُ الْبَلَّ میں نے اونٹ کو سرح درخت چرایا۔ پھر چراگاہ میں کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَ لَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ مُّحِينٌ تَرِيحُونَ وَ حِينٌ تَسْرَحُونَ (۶:۱۶) اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل میں) چرانے لے جاتے ہو۔ تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور چرواہے کو سَارِحٌ کہا جاتا ہے۔

إِحْسَانٌ۔ نیکی۔ مہلائی۔ حُسْنِ سلوک۔ یا حُسْنِ سلوک سے اسے چھوڑ دے۔

= لَا يَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حلال نہیں۔ جائز نہیں۔ دیکھو (۲:۲۲۸) متذکرۃ الصدق

= مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ ۱ تَيْتُمُوهُنَّ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جو تم نے ان عورتوں کو دیا۔

= إِلَّا۔ حرف استثناء سوائے (اس صورت کے)

= اَنْ يَخَافَا اَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَخَافَا۔ مضارع منصوب۔ تثنیہ مذکر

غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ ان دونوں کو خوف ہو یا اندیشہ ہو۔

الَّا - مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے۔ یُقِيمَا۔ مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب۔ اِقَامَةً۔ (افعال) سے مصدر۔ کہ وہ دونوں ٹھیک ٹھیک (حدود اللہ کو) قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اگرچہ اَلَّا۔ تخفیف (براہِ گنجتہ کرنا) کا حرف ہے لیکن قرآن مجید میں یہ اس معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا = فَانْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ۔ جملہ شرطیہ ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔ جواب شرط ہے۔ لَا جُنَاحَ۔ کوئی گناہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔ مَا موصولہ۔ افْتَدَتْ بِهٖ۔ صلہ۔ ہا صمیمہ واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصولہ ہے فَلَا جُنَاحَ بِهٖ۔ کوئی گناہ نہیں ان دونوں کے لئے اس مال کے دینے میں جو عورت فدیہ کے طور پر دے کر (خاوند سے رہائی حاصل کرے)

= لَا تَعْتَدُوْهَا۔ لَا تَعْتَدُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَا (افعال) مصدر۔ ہا صمیمہ واحد مونث غائب۔ جس کا مرجع حُدُودُ اللّٰهِ ہے تم ان حدود سے تجاوز مت کرو۔

= مَنْ يَّتَعَدَّ۔ مَنْ شرطیہ ہے۔ يَّتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں يَتَعَدَّى تھا۔ جو حدود الہیہ سے تجاوز کرے گا۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ۔ جواب شرط ہے۔ پس وہی بے انصاف ہیں۔

= فَاِيْدَا۔ وَلَا يَحِلُّ فَلَا تَعْتَدُوْهَا۔ اس آیت میں یکے بعد دیگرے صیغوں کے بدلنے سے اشکال پیدا ہو گیا ہے۔ وَلَا يَحِلُّ شَيْئًا میں تَأْخُذُوا۔ اور اَتَيْتُمُوْهُنَّ میں صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استعمال ہوا ہے۔ اور آگے اِلَّا اَنْ يَّتَخَفَا اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ میں تثنیہ مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ پھر اِنْ خِفْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر آ گیا ہے اور اس کے فوراً بعد اَلَّا يُقِيمَا اور عَلَيْهِمَا میں پھر تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے اور افْتَدَتْ بِهٖ میں واحد مونث غائب کا صیغہ ہے۔ انراں بعد فَلَا تَعْتَدُوْهَا میں پھر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

اس کا حل کچھ یوں ہے:- شروع کلام میں تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے لہذا جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر کوئی خاوند بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے۔ جن کو ڈر ہو کہ وہ (اکٹھا رہ کر) حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ لہذا ان کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا۔ خِفْتُمْ میں پھر عوام المسلمین سے خطاب ہے اس لئے صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا۔ آگے یُقِيمَا اور عَلَيْهِمَا میں پھر اسی قبل الذکر خاوند اور بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے۔ لہذا صیغہ تثنیہ مذکر غائب لایا گیا۔ افْتَدَتْ بِهٖ میں اس جوڑے میں سے بیوی کے عمل کا ذکر ہے کہ وہ اس مشکل کے حل میں کیا کرے۔ لہذا واحد مونث غائب کا صیغہ استعمال ہوا۔ اس طرح اس جوڑے کی مشکل کا حل بتا کر تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ یہ ہیں اللہ کی

حُدود ان سے اگے مت بڑھو۔ ۱۔ اب اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو مال اپنی بیویوں کو دیا ہے (ان کو چھوڑتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔ یا سوائے اس صورت کے کہ کوئی دو خاوند بیوی کو ڈر ہو کہ اکتھا ہونے میں وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ واقعی وہ دونوں خاوند بیوی حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جائز ہے دونوں کے لئے کہ عورت اپنی خلاصی کے لئے فدیہ ادا کرے (دونوں کے لئے جائز اس واسطے کہا کہ اس صورت میں عورت کے لئے جائز ہے کہ چٹکائے کے لئے فدیہ میں کچھ دے اور مرد کے لئے جائز ہے کہ فدیہ لے لے اور عورت کی خلاصی کر دے) ۲: ۲۳۰ = فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ ہے پھر اگر وہ اس عورت کو (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد تیسری) طلاق دیدے فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہَا۔ جواب شرط۔ لَا تَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حِلُّ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ عورت حلال نہیں۔ تَنْكِحَ واحد مؤنث غائب تَنْكِحُ (باب ضَرَبَ) ذَوْجًا غَيْرَہَا۔ (اسم مفعول) جوڑا (حیوانات سے) نر اور مادہ کو علیحدہ علیحدہ بھی زوج کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر حیوانات میں بھی ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔ جیسے آسمان و زمین سفیدی۔ سیاہی وغیرہ۔ ذَوْجَہُ اس مرد کی بیوی۔ اور زَوْجَہَا اس عورت کا خاوند۔ یہاں زَوْجًا بمعنی دوسرا خاوند۔ غَيْرَہَا پہلے خاوند کے سوا۔ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہَا۔ جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

تَنْكِحَ۔ وہ (عورت) نکاح نہ کر لے۔ یہاں اس آیت میں نکاح سے مراد وطی کرنا ہے۔ تفسیر ماجدی میں ہے: نکاح یہاں اپنے اصطلاحی شرعی معنی میں یعنی عقد نکاح کے مرادف نہیں۔ بلکہ اپنے اصلی اور لغوی معنی میں یعنی ہمبستری کے مرادف ہے۔

= فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ یعنی اگر وہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دیدے
= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا۔ عَلَيْهِمَا اور يَتَرَاجَعَا میں تثنیہ کا صیغہ اس عورت اور اس کے پہلے خاوند کے لئے آیا ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَتَرَاجَعَا۔ مضارع منصوب کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے تَرَاجَعُ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ کہ دونوں نکاح کی طرف لوٹیں یعنی (دوبارہ) آپس میں نکاح کر لیں۔

= اِنْ ظَنَّا۔ اِنْ شرطیہ۔ ظَنَّا ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ ظَنُّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ بمعنی اُنکال کرنا۔ گمان کرنا۔ ظَنُّ بمعنی یقین بھی آیا ہے۔ جیسے وَظَنَّا اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۲۸: ۷۵) اور اس نے یقین کیا کہ آیا اب وقت جدائی کا۔ یہاں آیت ہذا میں اِنْ ظَنَّا بمعنی دونوں کو یقین ہو یا گمان غالب ہو۔ اِنْ ظَنَّا اَنْ يُّقَيِّمَا حُدُودَ اللّٰهِ۔ اگر وہ دونوں یقین رکھتے ہوں کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط وہی جملہ مذکورہ بالا۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا ۖ جملہ ہذا میں اَنْ مصدریہ
= یُبَيِّنُهَا۔ یُبَيِّنُ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے
ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= قَوْمٌ يَعْلَمُونَ۔ قوم جو علم رکھتی ہے۔ یعنی اہل عقل و دانش

۲۳۱:۲ = بَاخَنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب بُلُوغُ (باب نصر) وہ پہنچیں۔ وہ پہنچ جائیں۔
= آجَلَهُنَّ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی مدت مقررہ۔ آجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ اسی وجہ سے موت
کو بھی آجَل کہتے ہیں۔ اَجَالٌ جمع۔

= اَمْسِكُوهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان عورتوں کو روک
رکھو۔ ان کو رکھ لو۔

= سَرَّحُوهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تَسْرِيحٌ (تَفَعَّلَ)
مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کر دو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔
= بِمَعْرُوفٍ۔ معروف طریقہ پر۔ شرافت اور عزت کے ساتھ۔

= لَا تُمْسِكُوهُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو مت روک رکھو
= ضَرَّارًا۔ مفعول لہ۔ ضَارٌّ يَضَارُّ۔ ضَرَارَةٌ مصدر (باب مفاعلة) ایذا دینا۔ تکلیف
پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ایک دوسرے کو گزند پہنچانا۔

= لَتَعْتَدُوا۔ یہ لام لا تُمْسِكُوهُنَّ کے متعلق ہے اور یہ بھی مفعول لہ ہو کر ضَرَّارًا کا بیان ہے۔ وَلَا
تُمْسِكُوا..... لَتَعْتَدُوا۔ اور تکلیف دینے کے لئے انہیں نہ روکو۔ کہ پھر ان پر زیادتی کرنے لگو۔ یعنی
زیادہ دنوں تک رکھنے اور کچھ دینے پر مجبور کرنے کے ساتھ ان پر ظلم کرو۔

اَعْتَدُوا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَاءُ (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد
سے گزر جاؤ۔

= لَا تَتَّخِذُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتَّخَذَ (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ تم
مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔

= هُزُوا۔ هَذَا۔ يَهْزَأُ (باب فتح) وَهْزَى۔ يَهْزَأُ (باب سَمِعَ) کا هُزُو مصدر ہے۔ مذاق
اڑانا۔ مٹھا کرنا۔ یہاں بطور اسم مفعول ہے۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ اور اللہ کی آیات کو ہدف
مذاق مت بناؤ۔

= وَمَا أَنْزَلَ۔ میں مَا کا عطف لِعَمَّتِ اللہ پر ہے۔ اِی وَاذْکُرُوا مَا أَنْزَلَ۔ یعنی اللہ نے جو

نعمتیں تم پر نازل کیں۔ ان کو یاد کرو اور (اس) کتاب اور حکمت کو بھی یاد کرو جو اس نے (اپنے رسولوں کی معرفت) تم پر نازل کیں۔

يَعْظُمُ بِهِ - جس کے ذریعہ وہ تم کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ یہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب مَا انْزَلَ کی طرف راجع ہے

= اتَّقُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اتَّقَاءُ (افْتَعَالُ) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پر بہیزگاری اختیار کرو اتَّقُوا اللہ۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم اللہ سے ڈرو۔

۲۳۲:۲ = وَاِذَا طَلَقْتُمْ بِالْعَدْوِّ هُنَّ اَجَلَهُنَّ - جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ اِذَا تَرَائِضُوْنَ - جواب شرط۔ اِذَا تَرَائِضُوْنَ میں اِذَا طرف زمان ہے بمعنی جب کہ۔

لَا تَعْضُلُوهُنَّ - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَضَلُ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی عضلہ (پیٹھا) پکڑ کر باندھ دینا۔ یا دوسرے الفاظ میں سختی سے روک دینا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر حاضر یا تو پہلے خاوندوں کے لئے ہے یا عورتوں کے سرپرستوں کے لئے۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جس کا مرجع وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو۔ یعنی وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو ان کو اپنے خاوندوں سے (اس سے مراد ان کے پہلے خاوند ہیں یا نئے خاوند ہیں جن سے وہ نکاح کرنا چاہیں) نکاح کرنے سے مت روکو۔

= اَنْ يَنْكِحَنَّ - میں اَنْ مصدر یہ ہے يَنْكِحُ مزارع جمع مؤنث غائب نِكَاح مصدر کہ وہ عورتیں نکاح کریں یا نکاح کر لیں۔

= تَرَائِضُوْنَ - ماضی جمع مذکر غائب تَرَائِضُ (تفاعُل) مصدر۔ وہ آپس میں راستی ہونے یعنی وہ مطابقت در رہیں اور ان کے خاوند پہلے یا نئے جن سے وہ نکاح کرنے پر باہمی رضا مند ہوں
= بِالْعَدْوِّ - معروف کے معانی ہیں جانی پہچانی چیز۔ قانون۔ قاعدہ دستور، حسن معاملہ حسنِ معاشرت اچھا طریق۔

= ذٰلِكَ - یہ۔ اشارہ اس طرف ہے جو عورتوں کو روکنے سے پرہیز کرنا۔ اور باہم رضا مندی کا خیال رکھنا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے

= يُوعَظُ بِهِ - يُوعَظُ مزارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وَعَظُ (باب ضرب) مصدر سے وہ نصیحت کیا جاتا ہے۔ یہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب ذٰلِكَ کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ - یہ جملہ اپنی تمام تاویلات صرفی و نحوی کے

يُوعَظُ کا مفعول مالم لُسِمَ فاعله ہے۔ تم میں سے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔

= ذَلِكُمْ - یہ - یہی - ذَا - اسم اشارہ بعید کے لئے آئے کُم حرف خطاب ہے اور اسی لئے مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تذکرہ - تائید - تنبیہ - جمع میں بدلتا رہتا ہے

= اَزْكٰى - افعِل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پاک و پاکیزہ - اَعْظَمُ بَرْكَهٖ وَ نَفْعًا - برکت اور نفع میں بڑھ کر
= اَظْهَرُ - افعِل التفضیل کا صیغہ ہے - زیادہ پاک - زیادہ پاکیزہ - طَهَارَةٌ - (باب نَصْر) مصدر - پاک ہونا۔

= وَالْوَالِدَاتُ - اسم فاعل جمع مَوْت - الْوَالِدَةُ - واحد - وَلَادَةٌ - (باب ضَرْب) بمعنی عورت کا بچہ جنما - وَالِدَاتُ - مائیں - آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے چونکہ دونوں جگہ مطلقہ عورتوں کا ہی بیان ہے اسی لئے سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے وَالِدَاتُ سے مراد یہاں مطلقہ عورتیں ہی ہیں اور ان ہی کے لئے رضاعت کی یہ مدت بیان کی گئی ہے - عمومی رضاعت کا اس میں ذکر نہیں - اس کے متعلق قرآن مجید کی آیت یہ آئی ہے - حَمَلَتْهُ اُمُّهُ وَهَنًا عَلٰی ذَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِیْ عَامَيْنِ (۱۴: ۳۱) اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر اٹھاتے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اسے جھننے کے بعد) اور (آخر کار) دوبرس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے - یا - حَمَلَتْهُ اُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا - (۱۵: ۴۶) اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے اس کو جنا - اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔

بعض کے نزدیک الْوَالِدَاتُ سے مراد جمع والدات ہیں خواہ وہ مطلقات ہوں یا متزوجات -
= يُرْضِعَنَّ - مضارع جمع مَوْت غائب مضارع بمعنی امر استجبالی (مستحب) ہے - اِرْضَاعُ (باب افعال) وہ دودھ پلائیں - جیسے اوپر آیت ۲: ۲۲۸ میں يَنْزِلُصِّنْ مضارع بمعنی امر آیا ہے الرِّضَاعَةُ - دودھ پلانا - (باب ضَرْب - سَمْع - فَتْح - تینوں سے آتا ہے)

= حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ - موصوف و صفت - پورے دو سال -

= لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّتِمَّ الرِّضَاعَةُ - ای هذا الحكم لمن اراد..... الرِّضَاعَةُ - یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے -

= عَلٰی - اس کے ذمہ

= اَلْمَوْلُوْدُ لَهُ - ای الَّذِي يُوْلَدُ لَهُ - كُضْمِرٌ وَاحِدٌ مَزْكُرٌ غَائِبٌ اس الَّذِي (مقدرہ) کی طرف راجع ہے اَلْمَوْلُوْدُ - اسم مفعول واحد مذکر - وَلَادَةٌ (باب ضرب) مصدر - بنا ہوا - جس کے لئے وہ جنما گیا ہے - لَهُ - میں لام اختصاص کا ہے - بجائے الْوَالِدُ - کے اَلْمَوْلُوْدُ لَهُ آیلہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ

مائیں بچوں کو ان کے باپوں کے لئے جنتی ہیں کیونکہ مولود باپ دادا کی اولاد ہوتی ہے اور انہیں کی طرف نسب کی جاتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ - اور باپ کے ذمہ (ہے)

= رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ - خوراک ان کی اور لباس ان کا - كِسْوَةٌ واحدة كِسَاءٌ جمع - كِسَى يَكْسِي (باب سَمِعَ) متعدی بیک مفعول - لباس پہننا - اور كَسَى يَكْسُو (باب نَصَرَ) متعدی بدو مفعول لباس پہننا - یا پہننے کو دینا - باب نَصَرَ کی مثال - ثُمَّ نَكَّسُوْهَا لَحْماً (۲: ۲۵۹) پھر ہم ان (بھیوں) پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔

باب سَمِعَ سے قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

= بِالْمَعْرُوفِ - دستور کے مطابق - عادت رائج الوقت کے مطابق - اعتدال کے ساتھ کہ کسی فریق پر ناجائز بوجھ نہ ہو۔

= لَا تُكَلِّفُ - مضارع منفی مجہول واحد مَوْنٌ غَائِبٌ - تَكْلِيفٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے اسے تکلیف نہیں دی جائے گی۔

= اِلَّا دُسْعَهَا - مضاف مضاف الیہ - اس کی طاقت - اس کی وسعت - اس کی سمائی سَعَةً (باب سَمِعَ) سے مصدر۔

= لَا تُضَارُّ - فعل نہی معروف (مجہول بھی ہو سکتا ہے) صیغہ واحد مَوْنٌ غَائِبٌ مُضَادَّةٌ (مفاعلة) مصدر - بمعنی رنج پہنچانا - تنگ کرنا - ضرر پہنچانا - دکھ دینا - نہی معروف کی صورت میں لَا تُضَارُّ اصل میں لَا تُضَارُّ تَمَّ - دُوراً - اکٹھی ہو گئیں - پہلی راہ کو دوسری راہ میں مدغم کیا اور دوسری راہ اجتماع ساکنین کے سبب متحرک ہو گئی اور چونکہ اس سے ماقبل فتح اور الف تھا - اس لئے تجانس کے سبب فتح کے ساتھ متحرک ہو گئی جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: مَن يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ (۵: ۵۴) کہ يَرْتَدَّ (باب افتعال) اصل میں (بطور مضارع مجزوم) يَرْتَدُّ تھا - دُوراً میں مدغم کیا - اجتماع ساکنین سے دوسری دُوراً متحرک ہو گئی - بوجہ ماقبل پر فتح کے فتح کے ساتھ متحرک ہو گئی - اور يَرْتَدُّ ہو گیا = يَوْلَدِهَا - ب سببیہ ہے وَلَدِهَا - مضاف مضاف الیہ - بسبب اس کے بچے کے - بسبب اپنے بچے کے۔

= وَلَدَ مَوْلُودٌ لَهُ يَوْلَدُ - اِذَا يَضَارُّ مَوْلُودٌ لَهُ بِسَبَبٍ وَلَدَ - اس جملہ کا عطف ماقبل کے جملہ پر ہے۔

مطلب یہ کہ: نہ ماں اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) باپ کو دکھ پہنچائے اور نہ باپ

اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) ماں کو دکھ پہنچائے۔ لہٰذا اور لکھا (اپنے) میں اضافت کی تکرار اس لئے لائی گئی تاکہ وہ سمجھیں کہ اس طرح اول دکھ تو وہ اپنے بچے کو پہنچا رہے ہیں۔
اگر لَا تُضَادُّ کو نفی مجہول یا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی۔ تَضَادُّ اصل میں لَا تُضَادُّ تھا۔ دوسرا اکٹھے ہوئے ایک کو دوسری میں مدغم کیا۔ دوسری ر کو پہلی ر کی فتح کے ساتھ متحرک کیا۔ لَا تُضَادُّ ہو گیا۔ مجہول ہونے کی صورت میں بھی وہی معنی ہیں جو معروف ہونے کی صورت میں ہیں لیکن عکس ترتیب کے ساتھ۔

= دَعَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ - اس جملہ کا عطف جملہ دَعَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ پر ہے۔ اور درمیانی کلام بطور جملہ معترضہ المعروف کی تفسیر ہے۔ الْوَارِثِ سے مراد باپ کے وارث اور لڑکے کے وارث دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ذَلِكَ سے مراد وہ ذمہ داریاں جو باپ کے ذمہ تھیں۔ یعنی رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ وغیرہ وغیرہ۔

= فَإِنْ أَرَادَ فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا دَتَّ شَادِرٌ - جملہ شرطیہ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا جَوَابِ شَرْطٍ۔
= إِنْ أَرَادَا = ماضی تثنیہ مذکر غائب إِنْ شرطیہ۔ اگر وہ دونوں چاہیں۔

= فِصَالًا - اسم فعل۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعله سے مصدر بھی ہے۔ یعنی باہم جدا ہونا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

= تَرَاضٍ - باہمی رضامندی۔ آپس کی خوشی۔ ایک دوسرے سے راضی ہونا۔ تَرَاضِيٌّ (تَفَاعُلٌ) مصدر ہے تَى حرف علت بوجہ ثقالت کے ساقط ہو گئی۔

= تَشَادُرٌ - آپس میں مشورہ کرنا۔ بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔

= وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ - جملہ شرطیہ اور اگلا جملہ جواب شرط ہے إِنْ شرطیہ

أَرَدْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ إِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ تم نے چاہا۔ اَنْ - مصدر یہ۔

تَسْتَرْضِعُوا - مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَرْضَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ اَنْ تَسْتَرْضِعُوا

أَوْلَادَكُمْ میں أَوْلَادَكُمْ مضاف الیہ مل کر تَسْتَرْضِعُوا کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول

محذوف ہے والمراد اَنْ تَسْتَرْضِعُوا الْمَوَاضِعَ لِأَوْلَادِكُمْ او الْمَوَاضِعَ وَالْمَرْضَعَاتِ جمع لمرضعۃ

وَمَوْضِع - دودھ پلانے والی عورت) مطلب یہ کہ اگر تم چاہو کہ تم اپنی اولاد کو کسی دوسری دودھ

پلانے والی عورت سے دودھ پلواؤ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی حرج نہیں ہے جملہ جواب شرطیہ

= إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا تَكُونُونَ بِالْمَعْرُوفِ - جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے اس پر اس

کا ماقبل دلالت کرتا ہے (الاتقان) تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔

سَلَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر جانر۔ تَسْلِمٌ (تفعیل) مصدر۔ سپرد کرنا۔ سَلَمْتُمْ۔ اِی سَلَمْتُمْ اِلی المراضع۔ تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔ مَا مَوْصُولٌ هِیَ۔ اَتَقْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِیْتَاءُ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول ثانی ہے سَلَّمْتُمْ کا۔ جو کچھ تم نے دینا تھا۔ المراضع کا مفعول اول ہے۔ مطلب یہ ہے۔ بشرطیکہ تم نے دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق جو دینا تھا ادا کر دیا ہو۔

= الْمَعْرُوفِ۔ یہ سَلَّمْتُمْ کے متعلق ہے۔ یعنی ایسا طریقہ جو شریعت میں مستحسن اور متعارف ہو۔
= وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

= اِعْلَمُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ علم (باب سَمِع) مصدر۔ تم جان لو۔ بَصِيرٌ بروزن فاعل بمعنی فاعل ہے۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ..... بَصِيرٌ۔ یہ بچوں اور نادانوں کے متعلق جو پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی حفاظت اور اس پر کاربند ہونے کی تاکید ہے۔

۲۳۴:۲ = یَتَوَقَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَوَقَّى (تفعیل) مصدر۔ وفی۔
مادہ الْوَاوِی۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَادْفُوا الْكَيْلَ اِذَا حِلْمْتُمْ (۲۵:۱۷) اور جب کوئی چیز پاپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو۔ اور کہتے ہیں تَوَقَّيْتُ الشَّيْءَ اِذَا اخَذْتُهُ دَاقِيًا وَتَاقًا۔ کسی چیز کو پوری طرح اور مکمل طور پر لینا۔ یَتَوَقَّوْنَ (جب) ان کی روئیں مکمل طور پر قبضہ میں لی جاتی ہیں۔ یعنی مر جاتے ہیں ان کی روئیں قبض کی جاتی ہیں۔ اسی سے فوت ہو جانا بمعنی مرجانا ہے۔ وَالَّذِينَ یَتَوَقَّوْنَ مِنْكُمْ۔ تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں یا مرجائیں
= یَذَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ وَذَرُّ۔ (باب ضرب) مصدر۔ یَذَرُونَ اصل میں یُذَرُونَ تھا لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سَمِع سے کیا جاتا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے یَذَرُونَ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاسْعَوْا اِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ (۹:۶۲) تو خدا کی یاد کی طرف (یعنی نماز کی طرف) جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔
وَيَذَرُونَ اَذْوَاجًا۔ اور وہ پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں۔

= یَتَرَکْضُونَ بِانْفُسِهِنَّ۔ مضارع بمعنی امر۔ یعنی وہ اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں

نیز ملاحظہ ہو۔ (۲۲۸:۲)

= اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ چار ماہ اور دس دن۔
فَاِذَا دَلَّ۔ تین سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو

تو عدد مذکور آتا ہے عَشْرًا مذکور ہے پس اس کا معدود مَوْنُث ہونا چاہئے وہ لَيَالٍ (معدوف) ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ عَشْرَةٌ دس دن کی بجائے عَشْرًا (دس رات) کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کے متعلق مختلف جوابات مفسرین نے دیئے ہیں۔

منجملہ یہ کہ عرب ایسے موقع پر جب معدود ملفوظ نہ ہو۔ عدد مَوْنُث استعمال نہیں کرتے چنانچہ صُمْتُ عَشْرَةَ نہیں کہیں گے بلکہ صُمْتُ عَشْرًا کہیں گے۔ حالانکہ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ اِنْ لَّيْتُمُ الْاَعَشْرًا (۲۰: ۱۰۳) تم (دنیا میں) صرف دس دن ہی ہے ہو۔ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں: لفظ عَشْرًا کو مَوْنُث ذکر کرنا لَيَالٍ کے اعتبار سے ہے کیونکہ لَيَالٍ کے اعتبار سے ہی مہینوں اور دنوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی عدد کو لیلیٰ اور ایام میں مبہم کرنا منظور ہوتا ہے تو لیلیٰ کو ایام پر غلبہ دے کر لیلیٰ کا استعمال کرتے ہیں اور ایسے موقع پر مذکر کا استعمال نہیں کرتے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ میں خطاب عام اہل اُمت کو ہے۔ اِی اَیْہَا الْاُتْمَةُ وَالْمُسْلِمُونَ جَمِیعًا۔ ۲: ۲۳۵ = لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ یہاں خطاب مطلقہ عورتوں کو جو عدت کی مدت پوری کر رہی ہوں ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھنے والے مردوں سے ہے۔

= فَمِنْ اَعْرَضْتُمْ بِہِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ۔ فی بمعنى اس بارہ میں۔ یا اس بابت مَّا موصولہ۔ اَعْرَضْتُمْ ب ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعْرِیضٌ (تَفْعِلٌ مصدر۔ اشارۃً یا کنایۃً کہنا۔ تم نے اشارۃً یا کنایۃً کہا۔ جو تم نے مبہم طور پر بغیر کھولے بات کی۔ لغات القرآن میں تفسیر کبیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔ تعریض۔ لغت میں تصریح کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اپنی کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ جو اپنے مقصود پر بھی دلالت کی صلاحیت رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانب مقصود کی طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔ یہ اصل میں عرض الشئی سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی جانب اور کنارے کے ہیں۔ گویا تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد کے گرد کھومتا ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عاجمند شخص ایک شخص سے کہو اس کی حاجت برآری کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حضور کے سلام کو حاضر ہوا ہوں اور محض آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ اسی معنی میں یہ مصرعہ ہے۔ وحسبک بالتسلیم منی تقاضیا۔ (بجھ سے تقاضے کو میرا سلام ہی کافی ہے۔

۴ ضمیر واحد مذکر غائب مَّا موصولہ کی طرف راجع ہے۔ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ متعلق اَعْرَضْتُمْ بِہِ ہے خِطْبَةُ۔ پیغام نکاح۔ نکاح کی بات چیت۔ خَطَبَ یَخْطُبُ (بَابُ نَصَر) کا مصدر ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہوا کہ:۔ اے مرد و جو متذکرہ بالا عدت پوری کرنے والی عورتوں سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہو نکاح کے سلسلہ میں جو بات تم تعریفاً کہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں

= اَوَاكُنْتُمْ فِي الْفُسْكَ - اس جملہ کا عطف حملہ سابقہ پر ہے۔ اَكُنْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے دل میں چھپا دیا۔ تم نے دل میں محفوظ رکھا۔ اِكْنَانُ (افْعَالُ) مصدر۔ دل میں چھپانا۔ محفوظ رکھنا۔ دُرِّمَكُونُ چھپا ہوا موتی۔

یا تم (ارادۃ نکاح کو) اپنے دلوں میں ہی چھپائے رکھو (تب بھی تم کو) کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
= سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ - س میں مضارع پر داخل ہو کر معنی میں کر دیتا ہے۔ تَذْكُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ - ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ غائب۔ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے

= لَا تَوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا - لَا تَوَاعِدُوْهُنَّ - فعل نہی جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تَوَاعِدُوا مصدر مُوَاعِدَةٌ (مفاعلة) سے ہے۔ جس کے معنی کسی سے وعدہ کرنے کے ہیں تم ان سے وعدہ نہ کرو۔ سِرًّا - سِرٌّ - چھپی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔ مجید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہو اس کو سِرٌّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اسْرَارٌ ہے بطور کنایہ اور مجاز کے سِرٌّ بمعنی جماع۔ نکاح۔ نکاح کرنے کا اظہار کرنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہ بطور نکاح مستعمل ہے۔
سِرًّا مفعول بہ ہے۔ اِی لَا تَوَاعِدُوْهُنَّ نِكَاحًا (لیکن) ان عورتوں سے (ایام عدت) میں باہم نکاح کا وعدہ نہ کرو۔

= اِلَّا حُرْفُ اسْتِثْنَاء اَنَّ تَقُولُوْا قَوْلًا مَّعْرُوفًا - مستثنیٰ۔ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اِی لَا تَوَاعِدُوْهُنَّ مُوَاعِدَةً اِلَّا مُوَاعِدَةً مَّعْرُوفَةً یعنی ان سے باہمی کوئی مواعدہ نہ کرو سوائے معروف طریقہ کے مواعدہ کے جس کا ذکر فیما عَرَضْتُمْ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ میں اوپر ہو چکا ہے۔ اَنَّ مصدر یہ ہے

= وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ - لَا تَعْزِمُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَزَمَ (بَاب ضَرَبَ) غزم کرنا۔ قصد کرنا۔ عُقْدَةُ النِّكَاحِ مضاف مضاف الیه مل کر لَا تَعْزِمُوْا کا مفعول۔ عقد نکاح۔ نکاح کی بندش۔ نکاح کی گرہ۔ ترجمہ: اور نہ ارادہ کرو عقد نکاح کا عَقْدَةٌ - کے معنی گرہ۔ بندش۔ روکاؤٹ۔ لکنت۔ مثلاً کہتے ہیں عَقِدَ لِسَانُهُ - اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی۔ اور فِی لِسَانِهِ عَقْدَةٌ - اس کی زبان میں لکنت ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَ اَخْلَلَ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (۲۰: ۲۶) اور میری زبان کی گرہ کھول دے
= اَنْكِتُبُ - اِی ما کتب من العدة - عدت کی مقرر کردہ مدت

= اَجَلَهُ - مضاف مضاف الیه - اس کی مدت مقررہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اَلْكِتَبُ کی طرف راجع ہے

= حَتَّى - حرف جر ہے۔ انتہا غایت کے لئے ہے۔ تا آنکہ عدت کی مقررہ مدت اختتام کو پہنچ جائے
 = فَاحْذَرُوهُ - اِحْذَرُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ حَذَرٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ کہ ضمیر
 واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے پس تم اس سے (یعنی خدا سے) ڈرو۔ یا ڈرتے رہو۔
 = غَفُورٌ - صیغہ مبالغہ - بڑا بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے
 حَلِيمٌ - حِلْمٌ سے فِعْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت بردبار۔ تحمل والا۔ جوش غضب
 سے نفس اور طبیعت کو روکنے والا۔ باوقار۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲۳۶:۲ = مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ - مَا - کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) مَا - شرطیہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔

(۲) مَا - مصدر یہ ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ کہ ابھی تک تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔

(۳) مَا - موصولہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔

لَمْ تَمْسُوا - مضارع نفی جہد بکلم۔ جمع مذکر حاضر۔ مَسَّ - مَسَّاسٌ وَمَسَّاسَةٌ - (باب نصر وسمع)
 چھونا۔ لگ جانا۔ رگڑ لگ جانا۔ لاحق ہونا۔ قرب صنفی یعنی جماع کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب
 مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ - جن کو تم نے (ابھی تک) چھوا نہیں۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔
 = اَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً - اس جملہ کا عطف جملہ ساقیہ پر ہے۔ ای اولہ تفروضوا لهن
 یا نہیں مقرر کیا تم نے۔ نہیں متعین کیا تم نے۔ نہیں فرض کیا تم نے۔ فَرَضٌ (باب ضرب) مصدر۔ فَرَضَ
 اگر علیٰ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی کسی چیز کے واجب اور ضروری قرار دینے کے ہیں جیسے اِنَّ الَّذِي
 فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ (۲۸:۸۵) بے شک جس نے (یعنی خدا نے) تم پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا
 ہے اور جب فَرَضَ لَام کے ساتھ آئے تو متعین کرنے اور مقرر کرنے کے معنی دیتا ہے۔ جیسے قَدْ فَرَضَ
 اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (۲:۶۶) خدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ آیت
 ہذا میں بمعنی مقرر کرنا۔ متعین کرنا مستعمل ہے۔

= فَرِيضَةٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث۔ اس کی جمع فَرَائِضٌ ہے۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم
 کیا ہوا حکم۔ یہاں مقرر کیا ہوا مہر مراد ہے۔ فَرِيضَةٌ (فَعِيلَةٌ) کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اس میں ت
 اس لئے لائی گئی ہے کہ لفظ و صفت سے اسمیت کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس کا منصوب ہونا مفعول
 ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

= وَ مَتَّعُوهُنَّ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر تَمَتَّعٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ متاع وہ سامان ہے جو کام میں آتا
 ہے۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ مال جو کسی عورت کو قربت سے پہلے طلاق دینے کی صورت

میں جب کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہ کی گئی ہو دیا جاتا ہے هُنَّ صَنِيعٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَوْنٌ غَائِبٌ۔ مَتَّعُوهُنَّ تَمَّ اِنْ (عورتوں) کو کچھ متاع دیدو وَ مَتَّعُوهُنَّ کا عطف مقدر پر ہے اِی فَلَاحُوهُنَّ وَ مَتَّعُوهُنَّ۔ یعنی طلاق دیدو اور ان کو اس قدر متاع دو کہ وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔

== عَلَى الْمُؤْسِيعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرُهُ یہ مَتَّعُوهُنَّ کی صراحت ہے۔ مَتَّعُوهُنَّ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس قدر متاع مطلقہ کو دیا جائے۔ یہاں اس کی وضاحت کی ہے کہ مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ صاحب ثروت اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دیوے۔

الْمُؤْسِيعُ - اسم فاعل واحد مذکر اِسْمَاعٌ (افْعَالٌ) مصدر - بالدار - وسعت والا - الْمُقْتَرُ - اسم فاعل واحد مذکر - اِثْنَادٌ (افْعَالٌ) مصدر - فقیر - تنگ دست - نادار - کم مایہ - یہ اصل میں قَتَارٌ وَ قَتَرٌ سے ہے جس کے معنی اس دھواں کے ہے جو کسی چیز کے بھونکنے یا لکڑی کے جلنے سے اٹھتا ہے - گویا مُقْتَرٌ اور مُقْتَرٌ بھی ہر چیز سے دھوئیں کی طرح لیتا ہے - یعنی لکڑی جو جل رہی ہوتی یا ترکاری جو پک رہی ہوتی ہے وہ تو ملتی نہیں صرف بھاپ سو لگھنے کو مل جاتی ہے۔

قَتَرٌ وَ قَتَرَةٌ وَ قَتَرٌ - معنی گرد و غبار قَتَرٌ (باب ضَرَبَ وَ نَصَرَ) قَتَرٌ مصدر بمعنی تنگی سے

گزارہ کرنا۔

== قَدَرُهُ - مضاف مضاف الیہ - اس کی وسعت - اس کی گنجائش۔

عَلَى الْمُؤْسِيعِ قَدَرُهُ - بالدار کے لئے اس کی وسعت کے مطابق (متاع دینا ہے) اور تنگ حال کے لئے اس کی طاقت کے مطابق۔

== مَتَاعًا - اسم مصدر ہے لیکن بطور مصدر بمعنی تمیعا استعمال ہوا ہے اِی مَتَّعُوهُنَّ تَمْتِيعًا۔ بدیں وجہ منصوب ہے - (متاعاً فائدہ پہنچانا معروف طریقہ سے)

== حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ - اس کی دو صورتیں ہیں

۱، یہ مَتَاعًا کی صفت ہے اِی مَتَاعًا وَاجِبًا عَلَيْهِمْ - یعنی متاع جو کہ (محسنین) پر واجب ہے۔

۲، بطور مفعول مطلق استعمال ہوا ہے اِی حَقٌّ ذَلِكُ حَقًّا - یہ متعہ کا دینا محسنین پر واجب ہے۔

== مُحْسِنِينَ - احسان کرنے والے - بھلائی کرنے والے - نیکو کار

۲: ۲۳۴ = وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً - در آنحالیکہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ہوا ہے موضع حال میں

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِی فَلَهُنَّ نِصْفُ الْفَرِیْضَةِ - تو اسی مقرر کردہ مہر کا نصف ان عورتوں کو ادا کرو۔ مَا - موصولہ ہے۔

== اِلَّا اَنْ يَّعْفُوْنَ - اِلَّا حرف استثناء اِنْ مصدر یہ یَعْفُوْنَ - مضارع جمع مَوْنٌ غَائِبٌ

عَفْوٌ (باب نصر) وہ عورتیں معاف کر دیں۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں (اپنا حق) معاف کر دیں۔
= اَوْ - حرف عطف ہے۔ یا۔

= يَعْفُو - مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ یا یہ کہ وہ معاف کر دے۔

= الَّذِي يَمْدُهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے

بعض نے اس سے مراد عورت کا ولی لیا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کا شوہر ہے کیونکہ یہ شوہر ہی ہے جو نکاح کے باندھنے اور کھولنے کا مالک ہے اس صورت میں شوہر کے معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا نصف حصہ بھی عورت کو دیدے اس طرح پورا مہر عورت کی طرف آجائے گا۔

= دَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاَوْ عَاطِفٌ هٗ اَنْ مَّصْرِيْہٗ هٗ تَعْفُوْا مضارع منصوب بوجہ

عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دَاَنْ تَعْفُوْا مبتدا۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی خبر۔ تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

تَعْفُوْا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس میں خطاب (ا) خاوند سے ہے۔ ای ہو خطاب

للزوج والمعنى وليعف الزوج فيترك حقه الذي ساق من المهر اليها قبل الطلاق فهو اقرب للتقوى۔ یہ خطاب خاوند سے ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ خاوند معاف کر دے اور مہر جو اس نے طلاق سے قبل بیوی کو ادا کیا ہوا ہے اس میں سے اپنے حصہ پر اپنے حق کو ترک کر دے یعنی وہ بھی معاف کر دے۔ یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ یہ صورت تب پیدا ہوگی کہ جب خاوند نے مجامعت سے قبل ہی پورا مہر عورت کو ادا کر دیا ہو اور اب قربت سے قبل ہی طلاق کی صورت میں ادا تھا تو عورت کو بمصدق فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اے معاف کرنا ہی پڑے گا۔ تو باقی نصف جس کا وہ مستحق ہے اسے واپس لینے کی بجائے وہ بھی عورت کو معاف کر دے۔

(۲) یہاں خطاب مردوں اور عورتوں دونوں کو ہے۔ والمعنى وعفو بعضكم عن بعض ايها

الرجال والنساء اقرب الى حصول التقوى۔ اے مرد و اور اے عورتو! تمہارا ایک دوسرے کو معاف کر دینا (یعنی عورت، سارا مہر معاف کر دے یا مرد سارا مہر ادا کر دے) حصول تقویٰ کی بہتر صورت ہے۔

= وَلَا تَنسُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نَسِيَانٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم مت بھولو۔ تم فراموش مت کرو

= الْفَضْلُ۔ اسم فعل۔ آپس کے تعلقات کی سہلائی۔ میاں بیوی کے سلوک میں خوشگواہی۔ پاسداری

لحافظ، مروت۔ اور اگر اللہ کی طرف سے ہو تو بمعنی خیر و برکت۔ ہدایت و کرم۔

۲۳۸:۲ = حَفِظُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مَحَافِظَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ تم محافظت کرو۔

تم نگرانی کرو۔ تم حفاظت کرو۔

= الصَّلَوَات - نمازیں - جمع الصَّلَوَات - واحد -

= وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَى - موصوف و صفت - درمیانی نماز - الْوُسْطَى اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے
الْوُسْطَى - مذکر - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اِی حِفْظُوا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَحَفِظُوا عَلَی الصَّلَاةِ
الْوُسْطَى - یہ خاص کا عطف عام پر مزید اہتمام کے لئے ہے - یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر صلوٰۃ
وُسْطَى کی - الصَّلَاةُ الْوُسْطَى سے کوئی نماز مراد ہے اس پر متعدد اقوال ہیں -

(۱) نماز فجر - حضرت عمر - حضرت عبداللہ بن عمر - حضرت ابن عباس - رضی اللہ تعالیٰ عنہم و امام مالک
امام شافعی - عکرمہ - معاذ بن جبل - امام ابو حنیفہ -

(۲) نماز ظہر - زید بن ثابت رضی - ابوسعید خدری رضی - اسامہ بن زید رضی -

(۳) نماز عصر - حضرت ابن مسعود رضی ابوالیوب انصاری رضی ابوسریہ رضی - ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی قتادہ
حسن بصری -

(۴) نماز مغرب - قیس بن ذویب رضی - لیکن سلف میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا -

بعض متاخرین کے نزدیک بغیر کسی روایتی ثبوت کے عشا بھی لکھا ہے - بعض علمائے پانچوں نمازوں
میں سے کوئی نماز مراد لی ہے - اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے تاکہ سب نمازوں کی پابندی کی جائے
= قَوْمُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قیام (باب نصر) مصدر - تم کھڑے ہو -

= قِنْتِیْنِ - اسم فاعل جمع مذکر بحالت جبر و نصب - فرماں بردار اطاعت گزار قُنُوْتُ (باب نصر)
مصدر بمعنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا - عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا - اور اس کے ماسوا
توجہ پھیر لینا - قرآن مجید میں ہے اِنَّ اَبْرًاہِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰہِ - (۱۶: ۱۲۰) بے شک حضرت
ابراہیم لوگوں کے امام اور خدا کے فرمانبردار تھے -

= فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجًا اَوْ دُرُکْبَانًا - اِی فَاِنْ خِفْتُمْ مِنْ عَدُوٍّ وَاَوْغَیْرَ فَصَلُّوْا رَاجِلِیْنَ اَوْ

رَاکِبِیْنَ - اِنْ شَرَطِیْہِ خِفْتُمْ مِنْ عَدُوٍّ وَاَوْغَیْرَ جملہ شرطیہ - فصلوا راجلین اور اکبین جواب شرط

رجالہ اور کبانہ ضمیر فصلوا سے حال ہیں - اگر تم کو دشمن وغیرہ کا ڈر ہو تو پیادہ چلنے کی حالت میں یا سوار

کی حالت میں نماز پڑھ لو - مطلب یہ کہ اگر تمہیں دشمن کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ ڈر ہو کہ نماز میں خشوع و

خضوع رکوع و سجود کی خاطر خواہ ادائیگی اور جملہ حقوق نماز کی ادائیگی بہ اہتمام تمام ملحوظ نہیں رکھی جائیگی

تو تم پیادہ چلنے کی حالت میں یا کسی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لو خواہ دوران نماز قبلہ رخ رہنا

بھی ممکن نہ ہو - یہ صلوٰۃ خوف بدوران قتال و حرب ہے اور بدوین حرب و قتال کے متعلق سورۃ النساء میں

مفصل ارشادات ہیں - وَاِذَا کُنْتَ فِیْہُمْ فَاقْصِرْ لَہُمْ (۴: ۱۰۲)

= فَآذَانُكُمْ - ف عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان اَمِنْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ اور خوف جاتا ہے۔

= فَآذْكُرُوا اللَّهَ - اِی فصلوا اللہ - کَمَا - ك تشبیہ کے لئے ہے مَا موصولہ یا مصدر یہ ہے اور مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ - عِلْمَ کا مفعول ثانی ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مفعول اول - ترجمہ ہوگا: پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ تو اللہ کو یاد کرو۔ یعنی نماز پڑھو جس طریق سے خدا نے تم کو (بتوسط بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

۲: ۲۴۰ = وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا - ملاحظہ ہو ۲: ۲۳۷ - متذکرہ بالا وَصِيَّةً اِی فلیوصوا وصیۃ - انہیں چاہئے کہ وہ وصیت کر جائیں (اس صورت میں وَصِيَّةً مفعول ہوگا فلیوصوا کا) = مَتَاعًا - کے منصوب ہونے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں

۱، یہ مفعول مطلق ہے۔ اِی مَتَّعُوْهُنَّ مَتَاعًا۔

۲، یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لِيُوصُوا مَتَاعًا

۳، یہ وَصِيَّةً کا مفعول ہے اِی لِيُوصُوا وَصِيَّةً مَتَاعًا۔

مَتَاعًا سے مراد وہ چیزیں جن سے عورتیں نفع اٹھائیں۔ یعنی نان و نفقہ۔ کپڑا وغیرہ = اِلَى الْحَوْلِ - ایک سال تک کے لئے۔

= غَيْرَ اِخْرَاجٍ - حال ہے اِذَا جِئْتُمْ سے۔ گھروں سے نکالے بغیر۔

= فَإِنْ خَرَجْنَ - حملہ شرطیہ۔ اگلا سارا جملہ مِنْ مَّعْرُوفٍ تک جواب شرط ہے

= وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ - اللہ زبردست ہے جو اس کے حکم کے خلاف کرے اس سے بدلہ لے سکتا ہے حکمت والا ہے۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کرے گا تو دیکھے گا کہ وہ احکام حکمت سے پُر ہیں اور ان کی اطاعت میں بندہ کی اپنی ہی مہلکتی ہے۔

۲: ۲۴۱ = وَالْمُطَلَّقَاتِ - لام اسحقاق کا ہے اَلْمُطَلَّقَاتِ جمع ہے اَلْمُطَلَّقَةُ کی جو اسم مفعول واحد نونث بمعنی طلاق دی گئی عورت ہے۔ یہاں اَلْمُطَلَّقَاتِ سے مراد جمیع مطلقات ہیں یعنی معروف ناعدہ کے مطابق حملہ مطلقہ عورتوں کو متعہ کا حق حاصل ہے۔

= حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ - حَقًّا - منصوب بوجہ مفعول مطلق کے ہے ملاحظہ ہو ۲: ۲۳۸ متذکرہ بالا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ متعہ کا دینا متقین پر واجب ہے۔

۲: ۲۴۲ = كَذَلِكَ - ك تشبیہ کا ہے ذَلِك کا اشارہ ان احکام کی طرف ہے جو طلاق، عدت اور متعہ کے متعلق اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اسی طرح۔

= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذكر غائب تَبَيَّنْتُ (تَفَعَّلْتُ) مصدر - کھول کر بیان کرنا۔

= لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ - عقل الشئ ادر کہ علی حقیقتہ کسی شئی کی حقیقت کو سمجھ لینا (معجم الوسيط) تدبر کرنا (المبند) مطلب یہ کہ کسی شے پر غور و فکر اور تدبر کر کے اس کی حقیقت سمجھ لینا۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جس طرح اللہ نے متذکرہ بالا احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور و فکر کرو۔ اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

= اٰیٰتِہٖ - مضاف مضاف الیہ۔ اپنی آیات۔ اپنی نشانیاں۔ اپنے احکام۔

۲: ۲۴۳ = اَلَمْ تَرَ = ہمسزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ۔ مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ واحد مذكر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ صاحب تفسیر مظہری اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ یہ لفظ ما بعد کا حال سنانے کے لئے شوق اور تعجب دلاتا ہے۔ پس اَلَمْ تَرَ کہنا تعجب دلانے میں ایک مثل ہو گیا۔ اور اس سے ایک ایسے شخص کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ جس نے اس سے پہلے یہ واقعہ نہ سنا ہو اور نہ دیکھا ہو یا یہ تقریر اور تاکید ہے ایسے شخص کے لئے جس نے ان کا قصہ اہل کتاب اور اہل تاریخ سے سُن لیا ہو۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (اے مخاطب) کیا تو میرے بتانے سے بھی نہیں سمجھتا اور اس میں ایک قسم کا تعجب دلاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اَلَمْ تَرَ کا لفظ آیا ہے اور اس کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا۔ وہاں سب جگہ اسی قسم کے معنی مراد ہیں۔

= اَلْوَفَّ - اَلْف کی جمع ہزاروں۔ وَهَهُ اَلْوَفَّ - ضمیر خرجوا سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

= حَذَرَ الْمَوْتِ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہ خَرَجُوا سے۔

= مُوَلُّوْا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر مَوْتٌ دباب (نَصْر) مصدر۔ تم مرجاؤ۔

= ثُمَّ اَحْيَاهُمْ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فقال لہم اللہ مولوا ثم اتوا ثم احياہم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا مرجاؤ پس وہ مر گئے۔ پھر اس نے ان کو زندہ کر دیا۔ فائدہ :- یہ کون لوگ تھے جن کو مرنے کا حکم دیا گیا اور پھر مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ کس زمانے کے تھے کہاں بستے تھے۔ کہاں سے نکلے کدھر کو گئے کیوں گئے۔ ان سب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن یہ امر واضح نظر آتا ہے کہ یہ قصہ اس آیت کے نزول کے وقت لوگوں کے علم و ہمت پر ہی وجہ ہے کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت دریافت نہ کیا۔ ویسے بھی یہاں آیت کا مقصد کسی تاریخی واقعہ کا بیان کرنا نہیں بلکہ یہ امر ذہن نشین کرنا مقصود ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے انسان اس کے بھاگ کر اپنی کوششوں سے بچ نہیں سکتا اس لئے اس قصہ کے تاریخی پس منظر کا

کریدنے کی ضرورت نہیں۔

= لَذُو فَضْلٍ۔ لام تحقیق و تاکید کے لئے ہیں ذُو فَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل کرنے والا۔ دینے
۲۴۴:۲ = وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اور اللہ کی راہ میں لڑائی لڑو (جہاد کرو) یہ بات ذہن نشین کرانے
کے بعد کہ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اپنے جیلہ سے موت کو ٹال نہیں سکتا۔ اور زندگی کو
بڑھا سکتا ہے اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سر بلندی کے لئے جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے
جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فاطیعوا و قاتلوا

= سَمِعَ عَلِيمٌ۔ سننے والا۔ سَمِعَ سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ
میں سے ہے۔ اور جب یہ حق تعالیٰ کی شان میں ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی
ہو (عَلِيمٌ۔ خوب جاننے والا۔ عَلِمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فَعِيلٌ یہ بھی اسماء حسنیٰ میں سے ہے
۲۴۵:۲ = مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ مبتدا۔ ذَا خبر ہے
الَّذِي یا ذَا کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔ قَرْضًا منصوب بوجہ مصدر بمعنی اقراضا ہے یا بوجہ
مفعول۔ حَسَنًا صفت ہے قَرْضًا کی۔ ترجمہ۔ ہے کوئی ایسا جو اللہ کو قرض حسنہ دے

= فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً۔ جواب استفہام کے لئے يُضْعِفُهُ میں يُضْعِفُ مضارع
منصوب کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مضاعفة (مُضَاعَلَةٌ) مصدر، باب مفاعلة مشارکت کی وجہ سے نہیں بلکہ
مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ ان مقدرہ ہے۔ ضَمِيرٌ مفعول واحد مذکر غائب قَرْضًا
کے لئے۔ اور کہ میں ضَمِيرٌ واحد مذکر غائب قرض دینے والے کے لئے ہے۔ أَضْعَافًا۔ ضِعْفٌ کی جمع ہے
ضِعْفٌ اسم مصدر اور بطور مفعول مطلق مستعمل ہے اس کو أَضْعَافًا (بطور جمع) تنوین کے لئے بیان
کیا ہے۔ کَثِيرَةً۔ بہت، واحد مونث لیکن اطلاق جمع کے موقع پر بھی ہوتا ہے۔

ترجمہ:- تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) قرضہ حسنہ دینے والے کے لئے اس قرض (کی جزاء) کو کئی گنا بڑھا دے
= يَقْبِضُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قبض (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ تنگ کرتا ہے وہ روکتا ہے
الْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پورے پنچے کے ساتھ پکڑنا۔ کے ہیں۔ جیسے قبض السیف تلوار کو پکڑنا۔
= يَبْصُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ بَسَطَ (باب نَصَرَ) مصدر کشادہ کرتا ہے فراخ کرتا ہے
بسط مادہ۔ قرأت میں بعض نے ص سے اور بعض نے س سے پڑھا ہے

بَسَطَ الشَّيْءُ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے اور توسیع کرنے کے ہیں پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی
لمحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنی متصور ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے بَسَطَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا پھیلایا
اسی سے اَلْبَسَطُ ہے جو ہر پھیلی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے اور بَسَطُ کبھی بمقابلہ قَبْضُ بھی آتا ہے جیسے

آیت ہذا میں (خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے) اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے:
 وَكَوَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ (۲۲: ۲۷) اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا۔ اور
 وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ الْجِسْمِ (۲۴: ۲) اس نے اُسے علم بھی بہت بخشا اور تن و توش بھی بڑا عطا کیا
 = وَالْيَدِ تَرْجَعُونَ ۵ الیہ ای الی اللہ - تَرْجَعُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر - رَجَعَ (باب
 ضَرَبَ) تم لوٹائے جاؤ گے - تم پھرے جاؤ گے۔

۲۴۶: ۲ = اَلَمْ تَرَ - ہنزہ استفہامیہ - لَمْ تَرَ - مضارع نفی جہد بکلمہ - کیا تو نے نہیں دیکھا - تَرَ
 اصل میں تَرَى تھا - یا کو حذف کیا گیا ہے۔

= اَلْمَلَأُ - سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت - اسم جمع معرف باللام - مجرور - م ل ء مادہ
 اَلْمَلَأُ - وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے
 بھر دے - اس کا مفرد کوئی نہیں ہے - اس کی جمع اَمْلَأُ ہے مَلَأُ يَمْلَأُ (باب فتح) مَلَأُ وَمَلَأَةٌ
 مصدر یہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ بھر دینا - مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار
 (نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَأِ - ای اَلَمْ تَرَ اِلَى قِصَّةِ الْمَلَأِ (بنی اسرائیل) کیا تمہیں علم نہیں بنی
 اسرائیل میں سے بعض گروہ سرداران کے قصہ کا - (روح البیان) ای اَلَمْ تَرَ قِصَّةَ الْمَلَأِ اَوْحَدِیْہُمْ
 (روح المعانی) اَلَمْ تَرَ - کیا تو نے نہیں دیکھا - کیا تو نے غور نہیں کیا - کیا تجھے خبر نہیں -
 فَاَمْلَأُ: اَلَمْ تَرَ - عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے کہ جب مخاطب کو کسی بڑے
 اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے - رویت سے ہیئت چشم بصارت سے دیکھنا
 مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تخمیل اور غور و فکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ و مشاہدہ مراد ہوتا ہے اور جب
 اس فعل کا صلہ الی کے ساتھ آتا ہے تو کوئی مقصود کوئی نتیجہ نکالنا یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے -
 (تفسیر ماجدی)

= مِنْ اِبْنِ اِسْرَآئِیْلَ - میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

= مِنْ اَبْعَدِ مُوسٰی - ای مِنْ اَبْعَدِ مَوْتِهِ اَوْ مِنْ اَبْعَدِ زَمَانِهِ

= اِذْ قَالُوا لِنَبِیِّ لَہُمْ - اِذْ بَدَلُ ہے مِنْ اَبْعَدِ سے کیونکہ دونوں زمانہ کے لئے ہیں۔

ترجمہ ہوگا - کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اپنے
 پیغمبر سے کہا - یا - کیا تجھے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصہ کی خبر نہیں جس نے حضرت موسیٰؑ کے
 کے زمانہ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا۔

== اِبْعَثْ لَنَا مَلَكًا نَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - یہ مقولہ ہے قَالُوا كَا - اِبْعَثْ تُو بھج - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - بَعَثَ (باب فتح) مصدر - جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اٹھانا - کھڑا کرنا - اور سامنے کرنا - بَعَثَ کی دو قسمیں ہیں - ایک بشری دوسری الہی - اگر اس کی نسبت فاعلی انسان کی طرف ہو تو اس کو بشری کہیں گے جیسے کسی ایک شخص کا دوسرے شخص کو روانہ کرنا اور بھیجنا - اگر یہ نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کو الہی کہا جائے گا - اس کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا - دوسری مثال مردوں کو جلانا ہے - کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو بھی سرفراز فرماتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے -

دِيَارِنَا - مضاف مضاف الیہ - دِيَارٌ جمع دَارٌ کی نا ضمیر جمع متکلم - ہمارے گھر ہمارے شہر ہمارے وطن - وَابْنَانَا - وَادُّ عَاطِفٌ ابْنَانَا مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف - دِيَارِنَا معطوف علیہ - تقدیر کلام یوں ہے مِنْ اَبْنَائِنَا ابْنَانَا جمع ہے اِبْنٌ کی - نا ضمیر جمع متکلم - اپنے بیٹوں یا اپنی اولاد سے دور کئے گئے (اِبْنٌ کے معنی بیٹا کے ہیں لیکن جب بیٹے بیٹیاں دونوں مقصود ہوں تو اس کی تغلیب کی وجہ سے مذکر کا صیغہ بولتے ہیں)

== فَلَمَّا - ف عاطف ہے لَمَّا بمعنی جب - حرف شرط ہے ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزا - بعض کے نزدیک حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حین کا نام معنی -

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ اس کی جزا - پھر جب قتال ان پر فرض کر دیا گیا تو وہ (سب) پھر گئے ماسوائے ان میں سے قلیل تعداد کے -

تَوَلَّوْا - ماضی جمع مذکر غائب - تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) مصدر - انہوں نے پشت پھیر دی - انہوں نے منہ موڑا = الظَّالِمِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر ظلم کرنے والے - یہاں مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں - یعنی اللہ کے نافرمان بندے - یعنی وہ نافرمان بندے جنہوں نے جہاد سے منہ پھیر لیا -

== فَاَنْذَرْنَا ۱۳۸، آیت ہذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہزار گیارہ سو سال پہلے کا ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے جس کا مختصر حال یہ ہے کہ عمالقہ فلسطین کے اکثر حصوں پر قابض ہو گئے تھے - اور بنی اسرائیل رامہ کے علاقہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے اُس وقت جو ان کے نبی اور حکمران تھے ان کا نام سموئل تھا اور وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے - عمالقہ کی انداز سائیاں اور زیادتیاں دن بدن بڑھ رہی تھیں - بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ عمالقہ کی سرکوبی کریں - اور اپنا کھویا ہوا اقتدار اور حکومت واپس لیں - اس لئے انہوں نے بار بار اپنے نبی حضرت سموئل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ایک ملک (سردار) کا سوال کریں - حضرت سموئل ان کی عادات بخوبی واقف

تھے کہ یہ دعوے تو بڑے لمبے چوڑے کرتے ہیں لیکن عمل کے وقت ان کا سارا جوش سرد پڑ جاتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کر دے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔
کہنے لگے حضرت جی! کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں گھروں سے نکالا گیا اور اپنے بچوں سے جدا کر دیا گیا۔

ان کی خواہش اور اصرار کے باعث اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرما دیا تو لگتا اعتراض کرنے کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں نبوت نسل بعد نسل چلتی آتی ہے اور نہ یہود بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں حکومت و سلطنت پشت در پشت چلی آرہی ہے تو یہ نادار اور قلاش کب سردار قوم اور سالار لشکر بن سکتا ہے؟ امامت کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔

حضرت سمویل علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ حکومت کے لئے تمہارا قائم کردہ معیار درست نہیں بلکہ اس کا صحیح معیار تو علم و شجاعت ہے اور ان دونوں باتوں میں وہ تم سے ممتاز ہے۔ بائبل میں ہے کہ یہ تیس سالہ نوجوان اپنے حسن و جمال میں بے نظیر تھا۔ ان کی قامت کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھوں تک پہنچ سکتے تھے۔ اور یہ بنیامین کی نسل سے تھا۔

حضرت سمویل نے انہیں بتایا کہ طالوت کا انتخاب کوئی انسانی انتخاب نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے خود تمہاری قیادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ تمہیں اس کی عطا اور بخشش پر مقرض نہیں ہونا چاہئے بنی اسرائیل بھلا کب آسانی سے اپنی ضد سے باز آنے والے تھے فوراً مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس وقت ان کے بنی نے فرمایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین و طمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور جو عمالقمہ تم سے جھین کر لے گئے تھے۔ وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اور اگر تم میں ایمان ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں مزید کسی نشانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب فرشتے اس صندوق کو اٹھاتے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے نیک (سردار) بننے کے متعلق اطمینان ہو گیا نیز انہیں ڈھارس بندھ گئی کہ اب وہ یقیناً فتیاب ہوں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور پارچات اور حضرت ہارونؑ کا عمامہ تھا۔ انہیں واپس مل گیا۔ جب طالوت عمالقمہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ بنی اسرائیل کا ایک ابنوہ کثیر تھا۔ راستے میں ایک نہر ممکن ہے کہ دریائے اردن ہی ہو، پر سے گذر ہوا تو انہیں حکم ملا کہ اب تمہارا امتحان

لیا جائے گا۔ اور وہ امتحان یہ ہے کہ اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں جس نے پانی پیادہ میرا سپاہی نہیں ہے۔ ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک چلو بھر کر پی لو اس سے زیادہ نہیں۔ اب کیا تھا سب ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ سوائے چند مخلصین کے جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور جن کی تعداد صحیح روایت کے مطابق ۳۱۳ تھی۔ باقی جتنے لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہوں نے لشکر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اب طالوت اپنے مٹھی بھر جا بناز سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے لیکن جب انہوں نے جالوت کے لشکر جرار کو دیکھا تو سہم سے گئے اور کہنے لگے کہ جالوت کے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت کہاں؟ لیکن انہیں کے چند مخلص ترین ساتھیوں نے ہمت بندھائی اور انہیں بتایا کہ فتح و نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے پہلے بھی بارہا ایسے واقعات ہو گزرے ہیں جب کہ اس کی نصرت و تائید سے چھوٹی سی جماعت نے بڑی بڑی فوجوں کو شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان لوگوں کے ضرور شریک حال ہوتی ہے جو حق و صداقت کے لئے صبر و ثبات سے کام لیتے ہیں۔

جب وہ جا بناز سر ہتھیلیوں پر رکھے میدان میں نکلے تو بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے صبر و ثبات قدمی شرط اولین ہے۔ جو قوم یا فرد میدان جہاد و میدان عمل میں شہداء و نکالیت کے سامنے صبر اور استقامت سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مومن کے پاس سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار دعا ہے جس کا اس کے دشمن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظاہرہ بھی یہی تھی۔

ان مٹھی بھر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے دشمن کے لشکر جرار کو شکست فاش دی عمالقمہ کے سپہ سالار جالود کو جو بڑا بہادر اور کہنہ مشق جرنیل تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت بالکل کم سن تھے۔ زرد رُو اور لاغر و بیمار تھے۔

فائدہ ۵ = (۲) عَسَىٰ - عنقریب ہے - شباب ہے، ممکن ہے - توقع ہے - اندیشہ ہے - کھٹکا ہے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:-

عَسَىٰ - فعل جامد ہے - غیر منصرف - اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے - اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں جمع ہو گئے ہیں - عَسَىٰ اَنْ تَكُوْهُوَ اَشْيَاْ وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوْا شَيْْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے

حق میں اور خدائے حق ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں

۲۴:۲ = وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ - یعنی جیب بنی اسرائیل کی اس استدعا "إِنِّي كُنَّا مَلِكًا نَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" (آپ ہمارے لئے ایک سردار مقرر کر دیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں) پر حضرت سموئیل نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان کا سردار مقرر فرمایا تو حضرت سموئیل نے ان سے کہا وَقَالَ لَهُمْ -----

= قَدْ بَعَثَ لَكُمْ - قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنی دیتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) مقرر کیا ہے
= طَالُوتَ - بوجہ معرفہ و عجمیت کے غیر منصرف ہے اور مثل داؤد - و - جالوت کے ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ الطول سے عربی لفظ ہے اور اس کی اصل طولوت مثل رهبوت و رحوت ہے، واؤ کو الف سے بدلا۔ اس کا غیر منصرف ہونا بوجہ علمیت و شبہ العجمہ کے ہے
= مَلِكًا - حال ہے طَالُوتَ سے۔

= آتَى - بمعنی مِنْ آتَى - كَيْفَ - اسے ہم پر سرداری کہاں سے آگئی - یا کیونکر آگئی - یا حاصل ہوگئی
نیز ملاحظہ ہو (۲۲۳: ۲)

= اَلْمَلِكُ - اسم و مصدر - سرداری - امارت - بادشاہت - سلطنت -
= وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمَلِكِ مِنْهُ - واؤ حالیہ ہے - جملہ حالیہ ہے - اَحَقُّ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے لئے آتا ہے - بڑا حق دار - زیادہ حقدار - حالانکہ سلطنت یا سرداری کے تو ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں
= فَاَنْدَا - حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل کہلاتے ہیں - ان میں سے لاوہ بن یعقوب کا قبیلہ وہ تھا جس میں بنی اسرائیل کے تمام پٹنیر ہوئے ہیں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اسی قبیلہ سے تھے - یہود ابن یعقوب کا قبیلہ حکومت و سلطنت کے لئے مخصوص تھا - اور حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام اسی قبیلہ میں سے تھے - سب سے چھوٹا قبیلہ بنی یامین کا تھا جس میں سے طالوت تھے - یہ قبیلہ مالی طور پر بھی چنداں حیثیت نہ رکھتا تھا - خود طالوت سقایت (پانی بھرنا) یا دباغت (چمڑہ رنگنا) کا کام کیا کرتے تھے ان ماہر الایمان اسباب کی وجہ سے لادی بن یعقوب اور یہود ابن یعقوب کے قبیلے کے لوگ متعجب ہوئے کہ ان کو چھوڑ کر یہ سرداری قبیلہ یامین کے پاس کیسے چلی گئی

= وَ كَمْ يُؤْتِ سَعَةً مِنَ الْمَالِ - واؤ عاطفہ ہے جو دونوں جملوں کو ملاتی ہے - اور یہ کیونکر ہم پر سرداری کا مستحق ہوا - حالانکہ اس کے پاس دولت کی فراوانی بھی تو نہیں ہے
كَمْ يُؤْتِ - مضارع مجہول نفی جہد بکرم - واحد مذکر غائب اِيتَاءُ (افعال) مصدر وہ نہیں

دیا گیا۔ سَعَةً اسم و مصدر بمعنی کشائش۔ فراخی۔ وسعت۔ طاقت۔ پہنچ۔ یہ وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اس کی تہ واؤ کے بدلہ میں ہے جیسے وَعَدَ يَعِدُ عِدَّةً (باب ضرب) اور وَزَنَ يَزِنُ۔ زَنَةً (باب ضرب) واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض تہ لے آئے = اصْطَفَاهُ۔ اصْطَفَى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اصْطَفَاءً (افتعال) مصدر۔ اس نے پسند فرمایا اس نے چُن لیا۔ ص ف ی مادہ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پسند فرمایا۔ یا چُن لیا اصطفیٰ میں ط۔ ت کی جگہ لایا گیا ہے۔ عَلَيْكُمْ تمہارے مقابلہ میں۔

= وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ واؤ عاطفہ ہے زَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب زِيَادَةً (باب ضرب) مصدر۔ زیادہ دینا۔ بڑھانا۔ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ بَسْطَةً۔ مفعول ثانی فِي الْعِلْمِ متعلق بَسْطَةً واؤ عاطفہ الجسم۔ اسی زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْجِسْمِ۔ بَسْطَةً۔ کشادگی، کشائش۔ وسعت فضیلت۔ اور زیادہ بخشی اس نے (اللہ نے) اس کو (طاہوت کو) علم و جسم میں کشادگی۔ اور وسعت و فضیلت۔ دہکتے تھے کہ حضرت طاہوت اپنے وقت میں فنون حرب اور دیانات (یعنی علم دین میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور جہاں تک تدرستی و توانائی کا تعلق ہے بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص خوبصورتی۔ و باہریت۔ قد و قامت میں ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ساری قوم میں کا ندھے سے لے کر اوپر تک ہر ایک سے اونچے نظر آتے تھے۔

= وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے گویا عبارت یوں ہے: اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ملک۔ اس کی بادشاہی۔

= وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَةً مصدر (باب سمع) وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ وسعت دینے والا۔ یعنی فقیر کو وسعت دے کر امیر کر دینے والا۔ = عَلِيْمٌ۔ عَلِمٌ سے فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ (کہ کون کس کام کے لائق ہے)

۲۴۸:۲ = اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهِ اَنْ يَّاتِيَكُمْ التَّابُوتُ۔ اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اٰیة مضاف۔ مُلْكِهِ مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اَنْ۔ تحقیق اس کی امارت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت (از خود) تمہارے پاس آجائے گا۔

تَابُوتٌ بروزن فَعَلُوْتُ۔ توب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ اور اسے تابوت اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس میں سے نکالی جاتی تھی وہ پھر واپس اسی میں چلی آتی تھی (تفسیر مظہری) اس کے

متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تابوت بمعنی لکڑی کا صندوق عموماً مستعمل ہے اس کی جمع تو اَبِیْتُ ہے۔
 = فِيهِ سَكِينَةٌ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو تابوت ہے یعنی اس میں ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جن سے تمہاری تسکین ہو جائے گی۔ یا تابوت کی واپسی کا امر ای فی اَیَّانہ سکون لکم وطمأنینۃ
 = سَكِينَةٌ تسکین۔ تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سَكُونٌ سے بروزن فَعِیْلَةٌ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِیْمَةٌ ہے۔

سلامہ بغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدیؒ کہتے ہیں

سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی۔ یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یَوْمَ الْعَاذِ اور یَوْمَ حُنَيْنٍ جیسے قلق و اضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین پر اس کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔

واضح رہے کہ سکینہ کا لفظ قرآن مجید میں چھ جگہ استعمال ہوا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ بجز سورۃ بقرہ کے قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی سکینہ آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں۔ سورۃ بقرہ کی جس آیت کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استشعار فرمایا، وہ آیت کریمہ یہ ہے اِنَّ اٰیۃَ مُلْکِہٖ فِيْہِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہاں سکینہ سے کیا مراد ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے تو یہاں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اطمینان ہی کے معنی روایت کئے ہیں اور یہی صحیح ہیں۔ اس کے علاوہ اس بابے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سرو پا روایتیں منقول ہیں وہ نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن ہے (لغات القرآن)

= فِيْہِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہ جملہ تابوت سے موضع حال میں ہے۔
 = دَبَقِیَّتْ مِّمَّا تَرٰکَ الْ مُوسٰی وَالْ هٰرُونَ۔ داؤد ہر دو جگہ عاطفہ ہیں۔ بَقِیَّتْ۔ بچی ہوئی چیز، باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِیْلَةٌ۔ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں۔ تورات کی دو لوحیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ ان کی نعلین۔ حضرت ہارون کا عمامہ اور عصا اور ایک قفیز (ایک پیمانہ) مِّنْ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

بَقِیَّتْ اُس کا عطف سَكِیْنَةٌ پڑ ہے مِمَّا مرکب ہے مِّنْ تبعیضہ سے اور مَا موصولہ سے۔ اَلْ مُوسٰی دَاوُدْ هٰرُونَ میں اَلْ سے مراد یا تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بنفسہما ہیں اور اَلْ کا لفظ ہر دو

کی شان عظمت کے لئے مستعمل ہے۔ یا اُل سے مراد ان کے متبعین ہیں یا بنی اسرائیل کے انبیاء۔
مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ يَاقِيَّةٌ کی صفت ہے۔

= تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ یہ جملہ تابوت سے حال ہے۔ تَحْمِلُ مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب
۴ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع تابوت ہے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوتے ہوں گے

= فِي ذَلِكَ - اِیٰ فِی رَجُوعِ التَّابُوتِ الِیْکُمْ - تابوت کی تمہاری طرف واپسی۔

= لَدَیْہِ ط میں لام تاکید کے لئے ہے اور آیۃ منصوب بوجہ عامل اِنَّ ہے۔

= اِنْ کُنْتُمْ - میں اِنْ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیٰةٌ لِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ - یہ (۱) یا تو حضرت ثمویل نبی کے
کلام کا بقیۃ ہے۔ (۲) یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علیحدہ خطاب ہے۔

فائدہ ۴ - روح البیان میں ہے وَقَالَ لِبَعْضِهِمُ التَّابُوتُ هُوَ الْقَلْبُ وَالسَّکِیْنَةُ مَا
فِیْہِ مِنَ الْعِلْمِ وَالْاِخْلَاصِ وَاتِّیَانُهُ تَصْغِیرُ قَلْبِہِ مَقْرَأَةُ الْعِلْمِ وَالْوَقَارِ -

یعنی بعض مفسرین نے تابوت سے مراد دل - سکینۃ سے مراد علم و اخلاص اور تابوت کے آنے سے
دل کا علم و ایمان سے بھر جانا مراد لیا ہے۔

بَقِیَّةٌ کے معنی بہترین کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلَوْلَا کَانَ مِنَ الْقُرُونِ
مِنْ قَبْلِکُمْ اُولَآءِیْنَ بَقِیَّةٍ یَّנْفَعُوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ ط (۱۱۶:۱۱) یہاں اُولَآءِیْنَ
بَقِیَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے اور عقل باقی ہے۔ یا ارباب فضل مراد ہیں۔ اسی سے
عرب ولے بولتے ہیں فُلَانٌ مِنْ بَقِیَّةِ الْقَوْمِ یعنی فلاں آدمی قوم میں عمدہ ہے۔

اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوئے: اس کی حکومت کی علامت یہ ہے کہ فرشتوں کے سہارے
تمہاری کھوئی ہوئی ہمت واپس آجائے گی اور تمہیں اطمینان قلب ضرور نصیب ہوگا۔ اور تم
آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کے بہترین ترکہ یعنی اخلاقِ فاضلہ کے وارث بنو گے۔

۲: ۲۴۹ = فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَهَرٍ -

آیت سے قبل اور درمیانِ آیت بعض جگہ عبارت مقدّرہ ہے۔ تقدیر کلام (بحوالہ تفسیر خازن)

یوں ہے: فلما جاءهم التابوت واقروا بالملك ليطالوت تاهب للخروج

الى الجهاد فاسرعوا لطاعته وخرجوا معه وذلك قوله تعالى (فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ

بِالْجُنُودِ اِیٰ خَرَجَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِالْجُنُودِ وَهُمْ سَبْعُونَ اَلْفًا وَذَلِكَ اَنَّهُمْ

لَمَّا رَأَوْا التَّابُوتَ لَمْ يَشْكُوا فِی النَّصْرِ فَسَارِعُوا اِلَى الْخُرُوجِ فِی الْجِهَادِ وَكَانَ

وكان مسيرهم في حرس شديد فشكوا الى طالوت قلة الماء بينهم وبين عدوهم و
قالوا ان الماء لا تحملنا فادع الله ان يجري لنا نهرا و (قَالَ) طالوت (اِنَّ اللهَ مُبْتَلِيكُمْ
بِنَهَرٍ) یعنی جب تابوت ان کے پاس آ پہنچا اور انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور انہیں حضرت
طالوت کی سرداری کا یقین ہو گیا۔ تو حضرت طالوت نے (ان کو مطمئن پاکر) جہاد کی تیاری کر کے (بیت المقدس)
خروج کیا۔ بنی اسرائیل فوراً ان کے زیر کمان اکٹھے ہو گئے اس وقت ان کی تعداد ستر ہزار (یا بعض رواۃ کے
مطابق اسی ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار) تھی۔ ان کی یہ اطاعت اس لئے تھی کہ جب انہوں نے تابوت
کو دیکھا تو ان کو اپنی مدد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہا اور سب کے سب فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔
اس وقت بہت سخت گرمی پڑ رہی تھی اس لئے انہوں نے حضرت طالوت سے قلت آب کی شکایت کی
اور کہا کہ وہ اللہ سے ان کے لئے ایک نہر جاری کرا دے

حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نہر کی بابت بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اِنَّ اللهَ
مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تمہاری استعداد کے بموجب ایک
جاری نہر آئے گی لیکن اس سے تمہارا امتحان بھی مطلوب ہوگا۔

فَلَمَّا - ف عاطفہ ہے۔ لَمَّا حرف ظرف معنی جب فَصَلَ - فَضُولٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
ہے معنی 'جدا ہونا'۔ نکلنا۔ باب ضرب۔ اس صورت میں یہ فعل لازم ہے۔ اور آیت میں یہی مراد ہے۔ لیکن اگر
اس کا مصدر فَضْلٌ ہے تو یہ فعل متعدی ہوگا۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوتے ہیں کاٹنا۔ جدا کرنا۔ ٹکڑے
کردینا۔ بچے کا دودھ چھڑانا۔ اول الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے: پھر جب طالوت فوجیں لے کر (بیت
المقدس) نکلا۔

مُبْتَلِيكُمْ - مُبْتَلِي - اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف کُم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ - اِبْتِلَاءٌ -
(اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تمہاری آزمائش کرنے والا۔ تم کو جانچنے والا۔

اس کا مادہ بَلَّی ہے (باب ضَوْب) سے بمعنی فرسودہ ہو جانا۔ پرانا ہو جانا۔ بوسیدہ ہو جانا۔ جیسے
بَلَّی الثَّوْبُ - بِلَّی و بَلَّاءٌ۔ کپڑا فرسودہ اور کہنہ ہو گیا۔ لیکن باب نَصْر سے یہ مادہ آزمائش کرنے اور
جانچنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جیسے اِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ (۹۲:۱۶) بیشک خدا تمہیں آزماتا ہے اس
اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ بیشک اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تم سے متحن
جیسا سلوک کرے گا۔ تاکہ مطیع اور عاصی میں فرق ظاہر ہو جائے۔

= مَن شَرِبَ مِنْهُ - مَن شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ ہے۔ فَلَيْسَ مِنِّي - ف جواب شرط میں ہے اور
جملہ جواب شرط ہے۔

لَيْسَ مِنِّي - نہیں ہے

میرے میں سے - میرے حامیوں میں سے - میرے طرف داروں میں سے - میرے حمایتیوں میں سے ای
لیس من اشیائی (جمع شیعۃ واحد)

= وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي - پہلا جملہ شرطیہ - دوسرا جواب شرط ہے - واؤ عاطفہ لَمْ يَطْعَمْهُ
میں لَمْ يَطْعَمْهُ مضارع نفی جہدِ کلم واحد مذکر غائب (جس نے) نہ چکھا - طعمہ الشئ اس وقت بھی بولا
جاتا ہے جب کسی چیز کو (کھانے کی ہو یا پینے کی) چکھے - ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - جس کا مرجع نہر کا
پانی ہے -

مِنِّي - مِنْ حرف جاری ساکن ضمیر واحد متکلم مجبور - مجھ سے - میری طرف سے -

= إِلَّا مَنْ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيْدِهِ - إِلَّا حرف استثناء مَنْ موصولہ - اغْتَرَفَ - صلہ موصول وصلہ مل کر
مستثنیٰ - فَمَنْ شَرِبَ مَسْتَنِيْ مِنْهُ -

اغْتَرَفَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے ایک چلو بھرا - اغْتَرَفَ (افْتَعَالَ) مصدر - غُرْفَةً
ایک چلو پانی - چلو بھرا پانی - اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيْدِهِ (جس نے) اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرا پانی پی لیا -
غُرْفَةً (بمعنی معروف) بوجہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہے - الا من اغترف غُرْفَةً بِيْدِهِ -
معناہ الرخصة في اغتراف الغرقة باليد دون الكرع - یعنی ہاتھ سے چلو بھرا پانی پی لینے کی
اجازت ہے - بدون برتن یا نہ لگا کر پانی پینے کے -

= فَشَرِبُوا مِنْهُ - ای من النهر - پس ان (سب نے) نہر سے پانی پی لیا -

= إِلَّا قَلِيلًا - إِلَّا حرف استثناء قَلِيلًا مستثنیٰ - إِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہذا
منصوب ہے (جس کلام میں استثناء ہو اور اس میں نفی - نہی و استفہام نہ ہو وہ موجب کہلاتا ہے -
= فَلَمَّا - پھر جب

= جَاوَزَ هُوَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ - جَاوَزَ - ماضی واحد مذکر غائب مُجَاوِزَةً (مفاعلة)
بمعنی پار ہونا - پار اترنا - ء ضمیر مفعول واحد مذکر غائب نہر کے لئے ہے - هُوَ ای طالوت داؤ عاطفہ -
الَّذِينَ آمَنُوا صلہ - دونوں مل کر معطوف - عطفت بر ضمیر هُوَ - مَعَهُ - مَعَ اسم ظرف مضاف
ہ ضمیر واحد مذکر غائب - مضاف الیہ - مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق جَاوَزَ - یعنی جب حضرت طالوت
دریا کے پار اتر گئے - اور ان کے ساتھ صاحب ایمان لوگ بھی دریا پار کر گئے -

قَالُوا - صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں: ندبہ نظر احوال ظاہر، یہ گفتگو ان میں آپس میں ہونے لگی
دشمن کی کثرت تعداد اور اس کی عظمت و سامان پر نظر کر کے اس کی ہیبت کا دل پر عبثہ جانا اور اپنی طرف سے

مایلوس ہو جانا ایک امر طبعی تھا۔ اچھے اچھے اہل ایمان کی بھی ایسے موقع پر طبعی طور پر بہت چھوٹ جاتی ہے
 = بِجَالُوتَ وَحُنُودِهِ - ب - حرف جار - جالوت غیر منصرف کطاوت - واؤ عاطفہ حُنُودِہ
 مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف جس کا عطف جالوت پر ہے - جالوت اور اس کی فوجوں کے
 مقابلہ میں

= قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلاقُوا اللَّهِ - وہ لوگ جنہیں یقین تھا کہ بیشک وہ اللہ کے روبرو
 پیش ہونے والے ہیں - وہ بولے - يَظُنُّونَ - مضارع جمع مذکر غائب ظَنَّتْ (باب نصر) وہ یقین کرتے
 ہیں وہ گمان کرتے ہیں - آیت ہذا میں اول الذکر معانی مراد ہیں - مُلَاقُوا اصل میں مُلَاقُونَ تھا
 اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے - یہ اسم فاعل جمع مذکر - مضاف ہے اللہ مضاف الیہ - یہاں مذکورہ
 بالامومنین میں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان خدا اور آخرت پر بالکل پختہ اور غیر متزلزل تھا اور وہ ہنگامی
 طور پر بھی مرعوب اور دہشت زدہ نہ ہونے تھے بلکہ بڑے استقلال کے ساتھ بولے
 = كَمْ مِنْ فِئَةٍ مَعَ الصَّابِرِينَ یہ مقولہ ہے قَالَ کا۔

كَمْ اسم مبنی ہے اور مصدر کلام میں آتا ہے - اور مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہوتا ہے۔
 یہ دو طرح مستعمل ہے :

(۱) استفہامیہ - مثلاً - کتنی مقدار - کتنی تعداد - کتنی دیر - قرآن مجید میں كَمْ استفہامیہ نہیں آیا ہے۔
 (الافتان) - (۲) كَمْ خبریہ - جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے - اس کی تمیز ہمیشہ
 مجبور ہوتی ہے جیسے كَمْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا - ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا - کبھی تمیز سے پہلے
 مِنْ آتا ہے - جیسے وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا - (۴: ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ
 کر ڈالیں - اور وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا - اور آسمانوں میں بہت سے
 فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ - فِئَةٍ قَلِيلَةٍ - موصوف و صفت - فِئَةٍ واحد - گروہ - جماعت - ٹولی
 وہ گروہ جس کے افراد باہم مددگار ہوں اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے دوڑیں - فَأَن يَفِيَّ
 فِئَتٌ (باب ضرب) فئی مادہ - اچھی حالت کی طرف لوٹنا - رجوع کرنا - جیسے حَتَّى تَفِيَّ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ
 فَإِنْ فَاءَتْ (۹: ۴۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس حیب وہ رجوع لائے۔
 ترجمہ ہوگا - (بسا اوقات) چھوٹی چھوٹی کتنی ہی جماعتوں نے بڑی بڑی جماعتوں پر غلبہ پالیا اللہ کے حکم سے
 یعنی اس کی توفیق و مدد سے۔

۲۵۰: ۲ = بَرَزُوا - وہ لڑائی کے لئے نکلے - ماضی جمع مذکر غائب بَرَزُوا (باب نصر) مصدر

بمعنی کھلم کھلا ظاہر ہونا میدان جنگ میں صف سے مد مقابل سے لڑنے کے لئے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔
بُرُودٌ کی مختلف اقسام ہیں۔

(۱) نباتہ کسی چیز کا خود ظاہر ہونا۔ جیسے دَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً (۱۸: ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔
کیونکہ اس روز مکان اور مکین سب مٹ جائیں گے۔ اور زمین از خود کھل جائے گی۔ اسی لئے میدان جنگ میں صف سے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَبُرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ الْأَمْرُ جَعِلَ (۱۵۴: ۳) تو جن کی تقدیر میں قتل لکھ دیا گیا ہے وہ تو اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔
(۲) چھپی ہوئی چیز کا کھل جانا۔ جیسے وَبُرِزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِيْنَ (۲۶: ۹۱) اور گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔

= اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اَفْرِغْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْرَاغٌ (افعال) مصدر بمعنی بہانا۔ دہانہ کھولنا۔ تو ہم پر دہانہ کھول دے۔ اِیْ اَصِیْبْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ ہم پر صبر انڈیل دے۔ ہم کو (بہت) صبر عطا کر۔ صَبْرًا۔ بوجہ مفعول بہ منصوب ہے۔

اَفْرِغْ مادہ فرغ سے مشتق ہے اَفْرَاغٌ۔ شغل کی ضد ہے اور قَرَعَ يَفْرُغُ فُرُغٌ بمعنی خالی ہونا ہے قَارِعٌ خالی قرآن مجید میں ہے وَاصْبِرْ فَوْادُ اُمِّ مُوسٰی قَارِغًا (۲۸: ۱۰) اور حضرت موسیٰ کی اماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہو گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ قَارِغَا کے معنی موسیٰ علیہ السلام کے خیال سے خالی ہونا ہیں۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا خیال ان کے دل سے مہلادیا۔ حتیٰ کہ وہ مطمئن ہو گئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دینا انہوں نے گوارا کر لیا۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا فَرَعْتَ فَاَنْصَبْ (۹۴: ۷) تو جب فارغ ہوا کرو عبادت میں محنت کیا کرو۔

اور اَفْرَعْتُ الدَّلَّو کے معنی ڈول سے پانی بہا کر اسے خالی کر دینا کے ہیں۔ چنانچہ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (آیت نہا میں) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔ اسی سے مستعار ہے۔

= ثَبَّتْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَثْبِیْتُ (تفعیل) مصدر۔ تو ثابت رکھ۔ تو قائم رکھ۔ اَقْدًا مَنَّا۔ مضاف۔ مضاف الیہ مل مفعول ثَبَّتْ کا۔

= اُنْصَرْنَا۔ اُنْصُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَاْ ضَمِیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہماری مدد فرما۔

۲۵۱: ۲ = فَهَزَمُوهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اِیْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اسْتَجَابَ الدَّعَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَافْرَغَ عَلَیْهِمُ الصَّبْرَ وَثَبَّتْ اَقْدَامَهُمْ وَنَصَرَهُمْ عَلَی الْقَوْمِ الْكَافِرِیْنَ حِیْنَ اتَّقَوْا فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی بقضائے ارادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دعا قبول فرمائی ان پر صبر کے دہانے کھول دیئے۔ ان کو ثابت قدمی عطا کی۔ اور قوم کفار کے ساتھ مدبھیڑ ہونے پر اپنے ارادہ و حکم سے فتح

نصیب فرمائی۔

هَزَمُوهُمْ۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب ضمیر فاعل مومنون کی طرف راجع ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافروں کے لئے ہے۔ هَزَمْتُ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ انہوں نے ان کو شکست دی۔ اِنَّ اللّٰهَ۔ اتی ماضی واحد مذکر غائب اِيتَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر۔ اس نے دیا۔ هُ ضَمِير مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع داؤد ہے۔

= اَلْمَلِكُ۔ بادشاہت۔ منصوب بوجہ مفعول اَلْحِكْمَةُ۔ ای الذبوة۔ منصوب بوجہ مفعول حضرت داؤد (حضرت سلیمان کے والد) حضرت طالوت کی فوج میں بطور سپاہی شامل تھے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤد سے کر دی اور سلطنت بھی ان کے حوالہ کر دی۔ بعد میں جب نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تو سلطنت اور نبوت دونوں ایک خاندان میں جمع ہو گئیں۔

وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ۔ اور اس کو سکھایا جو کچھ چاہا۔ یعنی منطق الطیر۔ خوش الحانی۔ علم زبور۔ علم سیاست و علم سلطنت۔ صنعت الدروع (زرہ کا بنانا) اور جو کچھ کہ خداوند تعالیٰ نے چاہا = مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ مِنْ یہاں تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے۔ مَا موصولہ ہے = يَشَاءُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِيَّةٌ (باب فِتْح) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ اس نے چاہا۔ (بمعنی مانگو = دَنُوًا دَفَعَ اللّٰهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّفَسَادٍ اِلَیْهِمُ۔ لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ لا نافی دَفَعَ مصدر مبنی للفاعل مضاف۔ اللہ مضاف الیہ۔ النَّاسُ مفعول۔ اور بَعْضُهُمْ بدل ہے النَّاسِ سے۔ بِلَعْضٍ۔ مفعول ثانی۔ یہ سارا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ لَفَسَدٍ اِلَیْهِمُ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ فَسَدَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ توجہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا ہے تو (روئے) زمین پر فساد برپا ہو جائے۔

دَفَعَ۔ اگر الی کے صلہ کے ساتھ آئے۔ تو حوالہ کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔ مَثَلًا فَازَا دَفَعْتُمُ الْيَدِ اَمْوَالَهُمْ۔ (۶: ۴) اور جب تم ان کا مال ان کے حوالہ کرنے لگو۔ اور جب اس کا استعمال غِن کے صلہ کے ساتھ ہو تو دفع کے معنی دفع کرنے.... دور کرنے یا ہٹانے کے آتے ہیں۔ مَثَلًا اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (۲۲: ۳۸) بے شک خدا مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا۔ = ذُو فَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل والا۔ صاحب فضل۔ ذُو۔ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ حروف میں سے ہے جن کی تصغیر نہیں آتی۔

۲: ۲۵۲ = تِلْكَ۔ یہ۔ اسم اشارہ۔ واحد مؤنث۔ مَشارُ الیہ مذکورہ بالا قصے میں۔ یعنی حدیث الاد

و اما تم و احیاء ہمد (آیت ۲۴۳) تم لیک طاوت - طاوت کو سرداری عطا کرنا - تابوت کا واپس آجانا - منافقوں اور متذبذب لوگوں کو نہر کے ابتلا میں ڈال کر الگ کر دینا - حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالود کی ہلاکت - داؤد کو سلطنت و نبوت عطا کرنا وغیرہ -

تِلْكَ مُبْتَدَا ہے - اَیْتُ اللّٰہ - مضاف مضاف الیہ مل کر اس کی خبر - نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ متعلق خبر - نَتْلُوْ - مضارع جمع متکلم تِلَادَةٌ - مصدر - ہم پڑھ کر سناتے ہیں - ہم تلاوت کرتے ہیں - ہا - ضمیر واحد مؤنث غائب - مفعول - اس کا مرجع ایت ہے - نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ - ہم ان کو پڑھ کر تجھے سناتے ہیں بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ - صحیح صحیح یعنی اس طریقہ پر جو واقعہ کے مطابق یقینی ہے جس پر کہ اہل کتاب کو بھی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہ قصص مندرج ہیں

وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ - وَاِذْ عَاظَمْنٰہُ - لَا مَّ تَاکید کے لئے - الْمُرْسَلِیْنَ - اسم مفعول جمع مذکر الْمُرْسَلُ واحد - بھیجے گئے پیغمبر -

اور یہ امر (ای نتلوها علیک بالحق) اس پر بھی دال ہے کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں (کیونکہ متذکرہ بالا اخبار عجیبہ و قصص غریبہ و قدیمہ نہ آپ نے کہیں پڑھے اور نہ کسی اہل علم سے سنے ہیں بلکہ وحی من اللہ کے ذریعہ سے آپ کو ان کی خبر دی گئی ہے)



يَا رَحْمَةً
تِلْكَ الرُّسُلُ

(١٣)

البقرة والعمرة

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۲: ۲۵۳ = تِلْكَ - اسم اشارہ واحد مؤنث الرُّسُلُ مشار الیه - جمع مذکر - دونوں مل کر مبتدا
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ - خبر -

آل - استغراق کا ہے یعنی تمام پیغمبر - یا آل عہد کا ہے اور اس سے وہ جماعت معلوم
ہے جس کا علم آیت سابقہ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ سے ہو چکا ہے -
= فَضَّلْنَا - ماضی جمع متکلم - تَفْضِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہم نے فضیلت بخشی - ہم نے بزرگی
عطا کی -

= بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ - دونوں مل کر مفعول فَضَّلْنَا کا - عَلَى بَعْضٍ بَعْضٍ پر
ہم نے ان پیغمبروں میں سے بعض کو بعض پر برتری عطا کی -

= مِنْهُمْ - میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تِلْكَ الرُّسُلُ ہے مَنْ موصولہ کلمہ
اللہ صلہ - یعنی ان میں سے کوئی تو وہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا - مَنْ کَلَّمَ اللہ بدل
ہے محل فَضَّلْنَا سے -

= وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ - داد عطا ہے دَرَجَاتٍ حال ہے بَعْضَهُمْ سے یا اس سے قبل فی
مقدر ہے - اور بعض کو مرتبوں کی صورت میں بلندی عطا کی - بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ مل کر رفع
کا مفعول ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رُسُل کی طرف راجع ہے - اَتَيْنَا - ماضی جمع متکلم اِيتَاءُ (اِفْعَالٌ)
مصدر ہم نے دیا - ہم نے بخشا = اَلْبَيِّنَاتِ - کھلی دلیلیں - روشن دلائل - معجزات، بَيِّنَاتٌ کی
جمع - تَبَيَّنَ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے مشتق ہے - تَبَيَّنَتْ کے معنی بیان کرنے اور واضح اور ظاہر
کرنے کے ہیں - یہاں اَلْبَيِّنَاتُ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برص کے مریضوں کو تندرست کر دینا -
پیدائشی نابیناؤں کو صحت یاب کر دینا مردوں کو زندہ کرنا (بإذن اللہ) وغیرہ ہیں -

= اَتَيْنَاهُ - ماضی جمع متکلم تَايِيدٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (یعنی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام) ہم نے اس کو قوت دی - ہم نے اس کی مدد کی - بِرُوحِ الْقُدُسِ - حضرت جبریل کے
ذریعہ سے - رُوحِ الْقُدُسِ - روح پاک - جان پاک - پاک فرشتہ - رُوح موصوف اور الْقُدُسِ
صفت ہے - یہاں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے - جیسے رَجُلٌ صِدْقٍ میں رَجُلٌ موصوف
اور صِدْقٍ اس کی صفت ہے لیکن یہاں ترکیب اضافی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے -

رُوحِ الْقُدُسِ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد ۲
یا کوئی اور مستند کتاب - مَا اقْتَتَلَ - مضارع منفی واحد مذکر غائب اِقْتَتَالَ (اِفْتِعَالَ) مصدر معنی آپس میں
۴ جنگ و قتال

کرنا۔ باہم لڑنا۔

= مِنْ بَعْدِهِمْ۔ اسی من بعد الرُّسُلِ۔ اَلَّذِينَ (اسم موصول جمع مذکر) مِنْ بَعْدِهِمْ صلہ
یعنی رسولوں کے بعد میں آنے والے لوگ۔

= مِنْ اَبَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ اِی مِنْ حَقِّقَةِ اُولَئِكَ الرُّسُلِ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، منی
اَلَّذِينَ مِنْ بَعْدِ الرُّسُلِ۔ یعنی رسولوں کے پیروکار۔ ان کے متبعین الْبَيِّنَاتُ۔ المعجزات الباہرۃ
والایات الظاہرۃ۔ پر شکوہ۔ دل نشیں اور روز روشن کی طرح ظاہر معجزے اور کھلے صاف اور ظاہر
دلائل۔ یعنی رسولوں کی طرف سے معجزات باہرہ اور آیات ظاہرہ آجانے کے بعد اور اپنے سامنے اپنی آنکھوں
سے دیکھ لینے کے بعد

= وَكَوْشَاءَ اللّٰهُ..... مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَاتُ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ رسولوں کے متبعین
آپس میں جنگ و قتال نہ کریں تو وہ ان کو ہدایت نصیب فرما دیتا۔ حق پر سب کو متفق کر دیتا۔ اور مکمل اتباع
رسل ان کو نصیب فرما دیتا۔ کوئی امت اپنے رسول کے بعد اپنے اپنے رسولوں کے ہاتھوں معجزات و آیات
دیکھ لینے کے بعد آپس میں اختلافات نہ رکھتی اور باہمی جنگ و جدال کے متعلق سوچتی بھی نہ۔ وَلٰكِنْ اِخْتَلَفُوْا
لیکن انہوں نے (باہم) اختلاف کیا اور آپس میں قتل و غارت کا ارتکاب کیا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی
جلالی و جمالی صفات اور اپنے مختلف اسماء (مثلاً) ہادی۔ مصلیٰ، غفار۔ قہار۔ منتقم اور غفور کا ظہور چاہا۔
اس لئے وہ لوگ کفر و اسلام اور ہدایت و گمراہی میں بٹ گئے)

= فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ۔ پس کچھ تو ایمان لے آئے (یعنی اللہ نے اپنی مہربانی سے دین انبیاء کا پابند رہنے
کی ان کو ہدایت و توفیق عطا فرمادی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت ہدایت کا منظر قرار پایا
= وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ۔ اور کچھ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا۔ یعنی اللہ نے تقاضائے عدل کے تحت ان کی
مدد نہیں کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت اضلال کا منظر قرار پایا۔

= وَكَوْشَاءَ اللّٰهُ مَا اَقْتَتَلُوْا۔ اس جملہ کا دوبارہ ذکر اول جملہ کی تاکید کے لئے ہے۔
فَاُتِلَا = اگر اللہ چاہتا کہ سب ہدایت پر آجائیں اور باہمی جنگ و جدال سے باز رہیں تو اس مشیت ایزدی
کی تکمیل میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ ان میں سے بعض کا ایمان اور بعض کا کفر نعوذ باللہ خدا کی بے بسی کی دلیل
نہیں بلکہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے۔ ہماری عقل اس کی حکمت اور تقدیر کی حقیقت کا ادراک
کرنے سے قاصر ہے

= لٰكِنَّ (نون کی تشدید کے ساتھ) حرف استدراک ہے۔ یعنی پہلی بات کا وہم دور کرنے والا حرف جیسے بَلْ
غَيْرَ اَنْ۔ اِلَّا اِلَّا اَنْ۔ وغیرہ۔ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا (۱۰۲:۲) حضرت سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے لکن (تخفیف کے ساتھ یعنی بغیر تشدید کے) حرف عاطف ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے۔ اور یہ لکن استدراک کے لئے بھی آتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔ مثلاً وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ أَمِنُوا بِاللهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أَوْ لَوِ الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِينَ ۝ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَكِنَّ الرَّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جُهْدُوا أَيَّامَ مَوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأَدْلُوا لَكُمْ لِهَذَا الْخِيَرَاتِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ۸۶:۹۱ تا ۸۸) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو۔ تو ان میں جو دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے۔ کہ جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ رہیں) ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے سب اپنے مال اور جان سے لڑے انہی لوگوں کے لئے مہلیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔

۲۵۴:۲ = الْفَقُّوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اس کا مفعول شَيْئًا محذوف ہے۔ اِیْ الْفَقُّوْا شَيْئًا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ اور مَّا سے مَّا بمعنی الَّذِی اور کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ یعنی ہم نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔
= خُلَّةٌ دوستی۔ آشنائی۔ خلل مادہ۔ خَلِيلٌ دوست۔

= يَبِيعُ - خرید و فروخت، لین دین۔ بیچنا۔ خریدنا۔ مصدر ہے۔ سودا لے کر قیمت لینے کا نام "بیع" ہے اور قیمت دے کر سودا لینے کا نام "شرأ" ہے کبھی شرأ کے معنی میں بیع اور بیع کے معنی میں شرأ کا استعمال ہوتا ہے
= وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ یہ جملہ محذوف کا معطوف ہے۔ اِیْ فَالْمُؤْمِنُونَ هُمُ الْمُتَّقُونَ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ پس متقی مومن تو پورا پورا کما حقہ ادا کرتے ہیں اور کافر ہی ظالم ہیں (کہ مال کو بے محل صرف کرتے ہیں اور احکام کی تعمیل نہیں کرتے) الظلمۃ کے معنی روشنی کا معدوم ہونا ہے اہل لغت اور اکثر علماء کے نزدیک ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے ہٹا کر۔ اور الظلم کا لفظ حق سے تجاوز پر بھی بولا جاتا ہے جس کی مثال دائرہ میں نکتہ کی ہوتی ہے۔ اور ظلم کا اطلاق چونکہ ہر قسم کے تجاوز پر ہوتا ہے خواہ وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو ابلیس کو ظالم کہا ہے اور دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی غلطی کی بناء پر ظالم کہہ دیا گیا ہے۔ گو دونوں کے ظالم ہونے میں بہت بڑا فرق ہے فائدہ - بیضاوی نے لکھا ہے کہ الْكَافِرُونَ سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں۔ ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا ہے جیسے حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور مَنْ لَمْ يَجِجْ کی جگہ

مَنْ كَفَرَ فَمَايَا - آيَت - وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۹۷: ۳) اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرے گا (یعنی حج نہ کرے گا) مقدور رکھتے ہوئے تو خدا بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔

۲۵۵: ۲ = اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ - اَللّٰهُ - بتدار لا الہ الا هو خبرا اول - الحي القيوم خبر ثانی - اِلٰه - معبود - بروزن فِعَالٌ - بمعنى مَفْعُولٌ مَا لُوَّكُہُ ہے - ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے اِلٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل - منصوب بوجہ عمل لَا اَلْحَيُّ - زندہ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے جب اس کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہو تو معنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوگا جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا۔

اَلْقَيُّوْمُ - صیغہ مبالغہ - بروزن فِعْعُولٌ - وہ ذات جو خود قائم رہنے والی ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہو - خود موجود و باقی ہے اور دوسروں کو ضروریاتِ مہستی و درستی عطا کرنے والی ہے جس کی ہر چیز اپنے وجود و بقا و نشوونما کے لئے محتاج ہے

= لَا تَأْخُذُہُ - مضارع منفی واحد مؤنث غائب - اَخَذُ (باب نَصَرَ) مصدر - وہ اس کو نہیں پکڑتی ہے وہ نہیں آیتی - ک ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - اس کا مرجع اللہ ہے - یہ جملہ متانفہ ہے - (نیا جملہ) = سِنَّةٌ - اونگھ - غنودگی - غفلت - وَ سِنٌ - یَوْ سَنٌ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے - اس کی ہا وَا وَا مَحْدُو کے بدلہ میں ہے جیسے وَعْدٌ سے عِدَّةٌ ہے -

= نَوْمٌ - اسم - نیند -

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - مَا بمعنی الَّذِی اسم موصولہ ہے -

= مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہُ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۝ مَنْ اسْتَغْفَرَ مِیۡہُ انْکَارِیۡہِ ہے ای لَا یَشْفَعُ عِنْدَہُ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ - ذَا اسم اشارہ واحد مذکر - بعض کے نزدیک مَنْ ذَا مرکب ہے مَا ذَا کی طرح لیکن ثعلبی نے امالی میں اور ابوالبقار نے اعراب میں انکار کیا ہے -

ترجمہ ہوگا - کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے

= مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَمَا خَلْفَہُمۡ - مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے - بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ - اَیۡدِیۡہِمۡ - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ - بَیۡنَ مضاف بمعنی ان کے سامنے یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مَا موصولہ کا صلہ ہوئے ہِمۡ ضمیر جمع مذکر غائب - اس کا مرجع مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ عاقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے - یا یہ ضمیر ذَا کی طرف راجع ہے (جو مَنْ ذَا الَّذِی میں مذکور ہے) اور ذَا سے مراد انبیاء

اور ملائکہ ہیں۔

== وَلَا يُحِيطُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - إِحَاطَةٌ (افعال) سے مصدر - وہ نہیں گھر سکتے۔
یا نہیں گھیرتے - (علمی) احاطہ نہیں کر سکتے - ضمیر فاعل مافی السموات و مافی الارض کی طرف راجع ہے
یعنی وہ اس کے علم میں سے کسی شئی کا (کامل) علمی احاطہ نہیں کر سکتے۔

== إِلَّا بِمَا شَاءَ - اسی الہما شاء ان یطلعہم علیہ - ہاں جس چیز کا علم وہ دینا چاہے۔

داد حالیہ ہے اور یَعْلَمُ کی ضمیر فاعل ذوالحال ہے یا واو عاطفہ ہے - دونوں جملوں کا مجموعہ تبارہا ہے کہ محیط
کل اور ہمہ گیر علم ذاتی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ہے اس لئے دونوں
جملوں کے درمیان حرف عطف کو ذکر کر دیا۔ (تفسیر مظہری)

== وَسِعَ - ماضی واحد مذکر غائب - سِعَةً - (باب سَمِعَ) سے مصدر - جیسے وَعَدَ یَعِدُ سے عِدَّةٌ ہے
اس نے سمایا - یعنی اس کا علم یا اقتدار (کرسی) ہر چیز کو محیط ہے۔

== کُرْسِیُّہ - مضاف مضاف الیہ - اس کی کرسی - ؕ ضمیر واحد مذکر غائب - اللہ کی طرف راجع ہے اصحاب
الطواہر (علامہ ابن تیمیہؒ - ابن قیم - ابن حزم وغیرہ) کے نزدیک کرسی سے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی بیٹھنے کی کرسی
لیکن کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں کیسی کرسی ہے کس چیز کی ہے - غرض ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے
شایان ہے - بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد وہ جسم محیط ہے جس کے اندر سارا جہان محو ہوا ہے -
بعض نے انصاف اور حکومت مراد لیا ہے - حضرت ابن عباس کے نزدیک کرسی سے علم مراد ہے - ممکن
ہے کہ کبھی معنوں کو متضمن ہو۔

== السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - ہر دو اسم مفعول ہیں - وَسِعَ کُرْسِیُّہ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اس کی کرسی آسمان
اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے (کوئی چیز اس سے باہر نہیں)

== وَلَا یُؤَدُّہ حِفْظُہمَا - واو عاطفہ ہے حِفْظُہمَا مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل لَا یُؤَدُّہ فعل ؕ ضمیر
مفعول - فعل - فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا - لَا یُؤَدُّہ - مضارع منفی واحد مذکر غائب اَدَّ یُؤَدُّ -
(بروزن قال یقول) اَدَّ وَاَدَّ (باب نصر) مصدر گراں بار کرنا - بھاری لگنا - تھکا دینا - اَلْؤَدُّہ
بوجہ - ؕ ضمیر مفعول - واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے - حِفْظُہمَا میں ہُمَا ضمیر تثنیۃ مَوْنِثِ سَمَوَاتِ
اور اَرْضِ کے لئے ہے۔

ترجمہ :- اور ان کی (یعنی آسمانوں کی اور زمین کی) حفاظت اس کو نہیں تھکاتی۔

== الْعَلِیُّ - بلند مرتبہ - عالی شان - یہ علاء سے ہے جس کے معنی بزرگ ہونے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ

صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں عَلِیٌّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ یعنی بلند مرتبت کے۔ یہ عَلِیٌّ سے ہے اور حَبِیْبُ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ وہ ذات جو اس سے کہیں بزرگ ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ کر سکے۔

== الْعَظِيمُ۔ بروزن فَعِلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بزرگ۔ بڑا۔ بڑی عظمت والا۔ بڑی شان والا عَظُمَ يَعْظُمُ عِظْمٌ وَعِظَامَةٌ مصدر (باب کرم) سے ہے۔ بمعنی بڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے ۲۵۶:۲ = لَا اِكْرَاهَ۔ منصوب بوجہ عمل لا۔ اِكْرَاهُ (افعال) مصدر ہے۔ کسی کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ اَلْكَرْهُ وَالْكَرْهُ۔ سخت ناپسندیدگی۔ اَلْكَرْهُ اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے۔ اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ جیسا کہ آیت نہا میں مراد ہے اور اَلْكَرْهُ بضم الکاف ملاحظہ ہو (المفردات) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ سے پہنچے۔ مثلاً ایک چیز طبعاً ناگوار ہے لیکن شریعت اسے پسند کرتی ہے اور اسے کرنا ہی پڑتا ہے جیسے جہاد۔ دوم ایسی چیز کہ طبعاً تو پسندیدہ ہو لیکن شرعاً مکروہ ہو۔ مثلاً راگ و رنگ۔

== قَدْ تَبَيَّنَ = فعل ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ بیشک۔ تحقیق۔ تبیین ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلُ) مصدر سے جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں = الرُّشْدُ۔ ہدایت، راہ یابی، راستی۔ رَشَدٌ يَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے، ہدایت کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ صلاحیت کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَإِنْ أَسْتَمْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (۶: ۴) پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی نچنگی یا صلاحیت دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

== الْغُرُصُ۔ گمراہی۔ بدراہی۔ ضلالت۔ کفر۔ غدی۔ حروف مادہ ہیں۔

الْغَى۔ اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جہالت کبھی تو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى۔ (۱۲: ۵۳) تمہارے رفیق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ مہو لے ہیں اور نہ راہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُمْ فِي الْغَى۔ (۲۰: ۴) اور ان (یعنی کفار کے بھائی) انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں

== فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ ط مَنْ شَرَطِيہ ہے اور يَكْفُرُ۔ يَوْمِنْ فعل مضارع بوجہ شرط مجزوم ہیں۔ پس جس نے طاغوت سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔

الطَّاغُوتُ۔ شیطان۔ حق سے روکنے والے بُت۔ معبود باطل۔ سرکش۔ سخت طاغی۔ مُفِد۔

احد۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علامہ محب الدین ابوالبقار عبداللہ البکری لکھتے ہیں کہ اس کی اصل طَغِيْتُ ہے کیونکہ یہ طَغِيْتُ طَغِيْتُ سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ واو سے ہو کیونکہ اس میں يَطْغُوا بھی بولا جاتا ہے پر مٹی کا استعمال اکثر ہے اور اسی پر مصدر طَغِيَانُ آیا ہے پھر لام کلمہ کو مقدم کر کے غ سے پہلے کر دیا گیا تو طَغِيْتُ ہو گیا طَوْغُوْتُ بن گیا۔ پھر حرف علت متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا۔ تو اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ طَاغُوْتُ بن گیا۔

= فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى - جواب شرط۔ اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔

اسْتَمْسَكَ - ماضی واحد مذکر غائب - اسْتَمْسَكَ (استفعال) مصدر - مَسَكَ مادہ اس نے پکڑ لیا۔ اسْتَمْسَكَ - پکڑ لینا۔ روکے رکھنا۔

الْعُرْوَةُ - کڑا۔ حلقہ۔ کسی چیز کا دستہ یا قبضہ۔ عُرْوَى وَعُرْوَى - جمع۔

= الْوُثْقَى - اسم تفضیل مؤنث - الْوُثْقَى - مذکر۔ وَثِيقُ اسم فاعل - وَثَاقَةٌ (باب کرم) بہت مضبوط قابل شکست، مَوْثِقٌ وَمِثْقَالٌ - پختہ عہد۔ پکا وعدہ۔

لَا الْفِصَامَ لَهَا - الْفِصَام - مصدر ہے (باب انفعال) ٹوٹنا۔ لَهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب نُدْوَةٍ کے لئے ہے اور جملہ حال ہے ضمیر العُرْوَةُ سے۔

= سَمِعَ - سننے والا۔ سَمِعَ سے بروزن فَعِيلٌ - صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ جب یہ اللہ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی ہر شے پر حاوی ہو۔

= عَلِيمٌ - بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عَلِمَ سے بروزن فَعِيلٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے

۲۵۷:۱ = يُخْرِجُهُمْ - يُخْرِجُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا کے لئے ہے

= مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ - صاحب تفسیر مظہری اس آیت کی شرح میں رقمطراز ہیں

”جن لوگوں کا مومن ہونا خدا چاہتا ہے تو ان کو اپنی توفیق اور ہدایت کی مدد سے جہالت۔ نفس پرستی و وسوسوں اور کفر تک پہنچانے والے شبہات سے نکال کر اس صراطِ مستقیم پر لا ڈالتا ہے جو ایمان تک ان کو پہنچا دیتی ہے۔“

واقدی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ الفاظ ظلمات والنور آئے ہیں ان سے مراد

فرد ایمان ہے ہاں سورۃ النعام کی آیت جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ (۱:۶) میں شب و روز مراد ہیں آیت مذکور بتا رہی ہے کہ ایمان (اختیاری نہیں) صرف عطیہ خداوندی ہے۔ جملہ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ

إِلَى التَّوْبَةِ - يَا تَوَالِدُ کی دوسری خبر ہے۔ یا اَمْنُوہ کی ضمیر کا حال ہے یا الَّذِینَ کا حال ہے یا دونوں سے حال ہے۔ یا مستقل علیحدہ کلام ہے جس سے مفہوم ولایت کی توضیح یا تاکید ہو رہی ہے
 = یُخْرِجُوْهُمْ - میں ضمیر فاعل الطَّاغُوْثُ کی طرف راجع ہے جبکہ ضمیر مفعول (هَٰذِهِ) الَّذِینَ کَفَرُوْا کے لئے ہے۔

= اُوْلَٰئِکَ - اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشار الیہ الَّذِینَ کَفَرُوْا۔

= فِیْهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ التَّارِکَ کے لئے ہے

= خَلِدُوْنَ - خُلُوْدُ رَبَّابِ نَصَرَ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع۔ ہمیشہ رہنے والے

۲: ۲۵۸ = اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ - کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے خبر ہے اس شخص کی

حَآجَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ مُحَآجَّةٌ (مفاعلة) مصدر۔ اس نے جھگڑا کیا۔ اس نے بحث کی

بحث کی۔ حجت کرنا۔ یعنی ہر ایک کا دوسرے کو اس کی دلیل اور راہ سے ہٹانے کی خواہش کرنا

= اِنَّ اَشَدُّ اللّٰهُ الْمُلْکَ - اَنْ سے پہلے لام تعلیل محذوف ہے گویا عبارت ہے لِاَنَّ اَشَدُّ اللّٰهُ

الْمُلْکَ - جھگڑا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی۔ اس لئے اس نے سرکشی

کی۔ حکومت کا غرور اس کے جھگڑا کرنے کی علت تھا۔ یعنی اس نے عطاء خداوندی کے تقاضے کے

خلاف کیا۔ عطا کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر کرتا مگر کیا اس نے اس کے برعکس۔ عرب کہتے ہیں کہ

عَادَیْتَنِیْ لِاَنِّیْ اَحْسَنْتُ اِلَیْکَ تو میرا دشمن اس لئے ہو گیا کہ میں نے تجھ سے سہلائی کی (یہ طنزیہ کلام ہے)

= قَاتِ بِهَا - اِتِ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِثْنَانُ (باب ضَرْبِ) مصدر بمعنی آنا۔ لیکن جب اس

کا تعدیہ با کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے کے ہوں گے۔ اِتِ ب - تولا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب

الشمس کے لئے ہے تو اسے (نکال) لے آ۔

= بُرْهَتَ - ماضی مجہول۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بُرْهَتُ (باب سَمْعِ و کرم) مصدر۔ بمعنی حیران

و ششدر رہ جانا۔ وہ حیران رہ گیا۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ یہاں فعل مجہول فعل معروف کے معنی میں ہی آیا ہے

= وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ - اللّٰهُ فاعل - لَا یَهْدِی مضارع منفی واحد مذکر غائب

فعل۔ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ - موسوف و صفت مل کر مفعول۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۵۹ = اَذْکَا الَّذِیْ - اَذْ حرف عطف اس کا عطف اَلَمْ تَرَ پر ہے لَیْ بمعنی مثل کے آیا ہے

اس صورت میں اَذْ اَیْتِ محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔ اَو اَرَاَیْتَ الَّذِیْ - یعنی

الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰہِیْمَ - کے علاوہ یہ دوسرے شخص کی مثال ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے مقابل

بھی بیان نہیں ہوا۔ کہ آیا اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ یا یہ کسی اور زمانہ کا قصہ ہے

اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعین نہیں فرمائی۔ ترجمہ یوں ہو گا اور کیا تم نے مثال نہیں دیکھی اس شخص کی جو ایک بستی کے پاس سے گذرا.... اخفش نے کاف کو زائد قرار دیا ہے۔
 = قَرْيَةٍ - بستی۔ اور بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرَى - قُرَى جمع قِیَاسی نہیں صرف سماعی ہے۔ کیونکہ فَعْلَةٌ کی جمع قِیَاسی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے ظَبْيَةٌ کی جمع ظَبَاءٌ۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ اہل یمن قَرْيَةٍ بولتے ہیں اور اس کی جمع قُرَى قِیَاسی ہے جیسے ذُرَّةٌ کی جمع ذُرَى۔ بہر کیف قرآن مجید میں قَرْيَةٍ (واحد) اور قُرَى (جمع) آیا ہے اور یہی فصیح ہے اس کے مقابلے میں یمنی استعمال فصیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا (۹۳:۶) کہ تم بستیوں کی ماں۔ (یعنی مکہ) کے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈراؤ۔

= وَهِيَ خَادِيَةٌ عَلَى عُرْوِ شَهَا۔ هِيَ ای قَرْيَةٍ - خَادِيَةٌ - اسم فاعل واحد مؤنث افتادہ۔ گرمی ہوئی۔ خَوَى يَخْوِي خَوًى (باب صوب) (گھر کا) اُڑ جانا۔ گر جانا۔ اور خَوَى يَخْوِي خَوَايَةً خَوَاءً (باب سَمِعَ) (جگہ یا مکان کا) خالی ہونا۔ گر پڑنا۔ ڈھب جانا۔ اندر سے کھوکھلا ہو جانا۔
 جملہ وَهِيَ خَادِيَةٌ موضع جر میں ہے اور اس صورت میں قَرْيَةٍ کی صفت ہے۔ عَلَى عُرْوِ شَهَا متعلق ہے خَادِيَةٌ سے عُرْوِ شَهَا۔ مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةٍ کے لئے ہے۔ عُرْوِش جمع ہے عَرْش کی۔ بمعنی چھت۔ عَرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت۔ بیل کو چڑھانے کے لئے جو چھت یا ٹیڑھی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔
 قَرْيَةٍ خَادِيَةٍ عَلَى عُرْوِ شَهَا۔ شہر جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا۔

= آتِی - ای کیف - کیونکہ۔ کیسے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۲۳:۲ - هٰذِی - یہ بستی۔ یا اس بستی کے لوگ۔

= بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اس کی موت کے بعد۔ اس کی ویرانی کے بعد (بستی یا بستی کے رہنے والوں کی بربادی کے بعد)۔ هَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُؤنثٌ غَائِبٌ اس کا مرجع قَرْيَةٍ ہے
 = اَمَاتَهُ اللّٰهُ۔ اللّٰهُ فاعل۔ اَمَاتَ فَعْلٌ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر
 ۴۔ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُؤنثٌ غَائِبٌ۔ اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے) اس کو (یعنی اس شخص کو جو اس قریہ کے پاس سے گذرا۔ اور اس کو برباد دیکھ کر کہا کہ اس بربادی کے بعد اللہ اسے کیسے زندہ کر دے گا۔ موت دی مار ڈالا۔

= ثُمَّ بَعَثَهُ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر۔ بَعَثَهُ بَعَثَ۔ بَعَثَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے اسے زندہ اٹھا کھڑا کیا۔ ۴ ضمیر

مفعول مذکورہ بالا شخص کی طرف راجع ہے۔ اگر رسولوں کے متعلق اس کا استعمال ہو تو بَعَثَ کے معنی اللہ کی طرف سے مبعوث کرنے اور بھیجنے کے ہوں گے۔ مثلاً اَللّٰهُ بَشَّرَ اَرْسُولًا (۱۷۱) : (۹۴) کیا خدا نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

= قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ - اِیْ قَالَ اللّٰهُ - كَمْ لَبِثْتُمْ - اِیْ كَمْ زَمَانًا لَبِثْتُمْ - تو کتنی مدت ٹھہرا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۲۱۱ - اور ۲ : ۲۴۹ - لَبِثْتُ (بَابُ سَمْعٍ) لَبِثْتُ - مصدر - بمعنی ٹھہرنا۔ رہنا۔
= بَعْضُ یَوْمٍ - رمضان مضاف الیہ - بَعْضُ - کچھ - ٹکڑا - کل کے اعتبار سے شے کے کسی جز کو بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کُل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے بَعْضُ یَوْمٍ - دن کا کچھ حصہ۔
= قَالَ - اِیْ قَالَ اللّٰهُ -

= بَلَّ - حرف اضراب ہے۔ بلکہ - نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۱۳۵ -

= لَمْ یَتَسَنَّهْ - نفی جہد بلم - واحد مذکر غائب - (باوجود سالہا گزر جانے کے) تمہارا مشروب یا طعام خراب نہیں ہوا۔ تَسَنَّنُ (بَابُ تَفْعَلٍ) مصدر سے - عمر رسیدہ ہونا - پرانا ہونا - خوراک کا لبس ہو جانا خوراک کو پھپھوندی لگ جانا۔ سَنَ نَنَ حروف مادہ ہیں - یَتَسَنَّ - اصل میں یَتَسَنَّ تھا۔ چونکہ تین نون جمع ہو گئے تھے اخیر کو ی سے بدلا۔ پھری کو الف سے بدلا الف جزم کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ ۴ استراحت یعنی سکتہ کی ہے۔ مادہ سَنَ نَنَ لَا سے سَنَدَ یَسَنَدُ سَنَدُ (بَابُ سَمْعٍ) سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ طعام یا شراب کا متغیر ہو جانا۔ بگڑ جانا۔

= وَلِنَجْعَلَكَ - محذوف پر معطوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِیْنَاكَ ذَلِكْ لِتَعْلَمَ قَدْرَ قَدْرَتِنَا - ہم نے تجھے یہ کچھ اس لئے دکھلایا تاکہ تو جان لے ہماری قدرت کو (بعض کے نزدیک واؤ زائد ہے) اور یہ اس لئے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی (یا دلیل) بنائیں۔
= وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ - اور ہڈیوں کو دیکھ۔ مراد گدھے کی ہڈیاں (جو اس شخص کے پاس تھا) یا اہل قریہ کی ہڈیاں (جو اس وقت مر کھپ چکے تھے) یا اس کی اپنی ہڈیاں یا اس کے گدھے کی ہڈیاں (روح المعانی) عِظَامُ ہڈیاں - عَظْمُ کی جمع جیسے سِهَامُ سَهْمُ کی جمع ہے۔

= نُنَشِّرُهَا - مضارع جمع متکلم - اِنْشَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - ہم جوڑ دیتے ہیں۔ حرکت دیتے ہیں اٹھا دیتے ہیں۔ ہَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب العظام کے لئے ہے۔

النَّشْرُ - بلند زمین کو کہتے ہیں۔ اور نَشَرْنَا فُلَانٌ کے معنی بلند زمین کے قصد کرنے کے ہیں۔ اسی سے نَشَرْنَا فُلَانٌ عَنْ مَّقَرِّہِ کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی کسی کا اپنی قرار گاہ سے اوپر ابھر آنے کے

کے ہیں۔ اور ہر اوپر اٹھنے والی چیز کو نَاشِرُ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آتا ہے
وَإِذَا قِيلَ النَّشْرُ فَأَنشُرُوا (۵۸: ۱۱) اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے
ہو اکرو۔

اور نَشْرُ وَالنَّشَارُ کے معنی زندہ کرنا بھی آتے ہیں کیونکہ زندگی میں ایک طرح کا ابھار پایا
جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں آیت ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

= نَكْسُوْهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ كَسَوْتُ (باب نصر) مصدر بمعنی پہنانا (کسی کے اوپر لباس کی
طرح) چڑھانا۔ یا جس طرح لباس سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح چھپا دینا۔ ہا ضمیر مفعول واحد
مَوْتِ غَائِبِ جس کا مرجع العظام ہے۔ لَحْمًا مفعول ثانی۔ ہم ان (ہڈیوں) پر گوشت پڑھا دیتے
ہیں۔ یا ان کو گوشت سے چھپا دیتے ہیں جس طرح جسم کو لباس سے چھپا دیتے ہیں۔ كَسَوْتُ لباس کا
جوڑا۔

= تَبَيَّنَ = ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر بمعنی ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔ لَہُ
میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب اس شخص کے لئے ہے۔ جب یہ امر اس پر واضح ہو گیا۔ یعنی اللہ
کی قدرت کی ہمہ گیری اس پر واضح ہو گئی۔

= اَعْلَمَ۔ میں جانتا ہوں بمعنی یقین کرتا ہوں۔

۲: ۲۶۰ = وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ مِیْنِ اِذْ سے قبل عبارت مقدر ہے اِیْ اُذْکِرِ الْوَقْتَ
اِذْ۔ یا اِذْکِرِ الْوَاْقِعَةَ اِذْ۔ اور وہ وقت یاد کرو جب۔ یا وہ واقعہ یاد کرو جب۔ قرآن مجید
میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْکِرْ محذوف ہے یعنی آپ ان سے ذکر کیجئے یا آپ
از خود یاد کیجئے اِذْ اسم ظرف ہے۔ قَالَ فعل اِبْرٰہِیْمُ۔ فاعل۔

= رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ یہ جملہ مقولہ ہے اور کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی جملہ مفعول ہے
اَرِنِیْ کا۔ ترجمہ ہوگا۔ اور (اے نبی) اس واقعہ کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے کہا اے
میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا؟۔ اَرِنِیْ میں اَرِ امر کا صیغہ واحد
مذکر حاضر ہے۔ نَ وَقَاہِ اور تَی ضمیر واحد متکلم کی۔

= قَالَ اَدْلَمْتُ تُوْمِنُ۔ قال۔ اِیْ قَالَ اللّٰهُ۔ ہمترہ استفہامیہ و حروف عطف۔ حرف
عطف سے پہلے کلام مقدر ہے اِیْ اَلَمْ تَعْلَمْ وَلَمْ تُوْمِنْ کیا تو نہیں جانتا۔ اور تجھے یقین نہیں آیا۔

= قَالَ بَلٰی۔ اِیْ قَالَ اِبْرٰہِیْمُ بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۲۶۱

= وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ لِّیَطْمَئِنَّ کلام محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے!

سَأَلْتُكَ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي۔ میں نے اطمینان دل کے لئے تجھ سے سوال کیا ہے، اِطْمِئِنَّا (اِطْمِئِنَّا) مصدر ہے۔

= خَذُ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اخَذُ (باب نَصَرَ) مصدر تولے۔ تو کپڑے۔

= مِنَ الطَّيْرِ صِفَتٌ ہے اَرْبَعَةٌ کی جو مفعول ہے فعل خَذُ کا۔

= صُرْهُنَّ اَيْلَيْكَ۔ صَارَ لِيَصُوْرُ۔ (باب نَصَرَ) وَصَارَ لِيَصِيْرُ (باب ضَرَبَ) صِيْرُ وَصَوْرُ۔ مصدر سے۔ مائل کرنا۔ بلانا۔ سدھانا۔ (باب ضَرَبَ) سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا بھی ہے صَارَ اِلَى كَذَا۔ کے معنی کسی خاص مقام تک پہنچ جانے کے ہیں صِيْرُ الْبَابِ۔ دروازہ کا شگاف یا جھروکا۔ اسے صِيْرُ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نقل و حرکت کا منتہی ہوتا ہے اس لئے اَلْصِيْرُ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ہے؛ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۱۸: ۵) یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوٹنے کی جگہ ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهٖمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَاَبْسُ الْمَصِيْرُ (۶: ۶۷) اور جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور بری جگہ ہے وہ پہنچنے کی۔

صُرْهُنَّ۔ صُرَ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ بمعنی پھر ان کو اپنی طرف مانوس کر لے (ضیاء القرآن) پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ (تفسیر کبیر) پھر ان کو اپنی طرف آنے کے لئے سدھاؤ۔ (عبد اللہ یوسف علی)

= مِنْهُنَّ۔ میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث اَرْبَعَةٌ مِنَ الطَّيْرِ کی طرف راجع ہے۔

= جُزْءٌ۔ ایک حصہ۔ کچھ حصہ۔ اَجْزَاءٌ جمع۔ اِجْعَلْ کا مفعول اِجْعَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر جَعَلُ (باب فَعَلَ) سے مصدر۔ تو رکھ۔ تو بنا دے۔

= اُدْعُهُنَّ۔ اُدْعُ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ دَعْوَةٌ (باب نَصَرَ) سے مصدر۔ بمعنی بلانا۔ پکارنا دعا کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو ان کو پکار۔ تو ان کو بلا۔

= يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَنْتَظِرُوْنَ مَصَارِعَ يَوْمٍ يَأْتِيْنَ مَوْتٌ غَاسِبٌ اِتْيَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔

لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ آئیں تیری طرف یا تیرے پاس۔ سَعْيًا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے۔ دوڑتے ہوئے۔

۲: ۲۶۱ = مَثَلُ الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط
مَثَلُ الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ جملہ مبتدا ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ - خبر۔
 أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ صفت ہے حَبَّة کی۔

مِائَةُ حَبَّةٍ — بتدار [صفت ہے سَنَابِل کی۔
 فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ — خبر

اس عبارت میں مضاف محذوف ہے خواہ بتدار کی طرف حذف مانا جائے یا خبر کی جانب۔
 پہلی صورت میں عبارت ہوگی۔ مَثَلُ (إِنْفَاقِ) الَّذِينَ كَمَثَلِ حَبَّةٍ - ترجمہ ہوگا: جو
 لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے
 والا جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

دوسری صورت میں عبارت ہوگی مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ كَمَثَلِ بَاذِرِ حَبَّةٍ
 أَنْبَتَتْ - اور ترجمہ ہوگا۔ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ
 بونے والا جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ - سے مراد خدا کی راہ میں کسی مد میں خرچ کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد
 جہاد ہے۔

يُنْفِقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب (إِنْفَاقٌ) مصدر۔
 سَنَابِلَ - جمع۔ سُنْبُلَةٍ واحد۔ بال۔ خوش۔

حَبَّةٍ - حَبٌّ واحد۔ حُبُوبٌ - دانے اناج کے۔ غلہ۔ اناج۔ گندم۔ جو وغیرہ۔ دوائی وغیرہ
 کی گولی کو بھی حَبَّةٌ یا حَبٌّ کہتے ہیں۔

يُضْعَفُ مضارع واحد مذکر غائب۔ مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وہ بڑھاتا ہے۔ وہ بڑھائیگا
 = وَاسِعٌ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ سَعَةٌ (بَابِ سَمِعَ) مصدر اللہ تعالیٰ کے
 اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲۶۲:۲ = الَّذِينَ - اسم موصول مبعہ اپنے صلہ کے مبتدار۔ اور لَهُمْ أَجْرُهُمْ الخ اس کی خبر
 = ثُمَّ۔ یہاں تراخی فی المرتبہ (تفاوت مرتبہ) کے لئے ہے۔ یعنی انفاق اور ترك المن والاذی
 کے درمیان تفاوت کے اظہار کے لئے۔ دوسرے لفظوں میں نفس الانفاق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے
 لیکن بعد میں احسان نہ جتنا اور اپنی فوقیت کا اظہار نہ کرنا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
 هُمْ يَخْزَنُونَ (۱۳: ۴۶) جن لوگوں نے کہا کہ خدا ہمارا پروردگار ہے۔ پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو

نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔ مطلب یہ کہ ایمان لانے سے ایمان پر استقامت بڑھ کر نیکی ہے
نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۸۔

== لَا يُتَّبِعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ وہ (اس کے) پیچھے
نہیں کرتے۔

== مَا أَفْقُوا - ما موصولہ۔ اَفْقُوا (ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب) صلہ اپنے موصول کا۔ موصول
وصلہ مل کر مفعول اپنے فعل لَا يُتَّبِعُونَ کا۔ مَا أَفْقُوا ای انفاقہم۔

== مَنَّا - مَنَّ يَمُنُّ (باب نصر) مَنَّ وَ مِنَّةٌ مصدر المِنَّة کے معنی بھاری احسان کے ہیں
اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے :-

۱) ایک منت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ (۱۶۴: ۳) خدا نے مومنوں پر
بڑا احسان کیا ہے اور یہ منت بالفعل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

۲) منت بالقول۔ یعنی احسان جنانا۔ گو انسانی معاشرہ میں احسان جتلا نا معیوب سمجھا جاتا ہے

مگر جب کفران نعمت ہو رہا ہو تو اس کے اظہار میں کچھ قباحت نہیں ہے کسی نے کہا ہے اذا

كُفِرَتِ النِّعَةُ حَسَنَتِ الْمَنَّةُ، جب نعمت کی ناشکری ہو رہی ہو تو احسان جتلا نا ہی مستحسن

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قَلَّ لَّا تَمْنُوْا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ - لِلَّذِيْمَاتِ۔ (۱۴: ۲۹) یہ لوگ تم پر احسان رکھتے

ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا نے تم پر بڑا

بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔

اس میں ان کی طرف سے منت بالقول یعنی احسان جتلا نا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے

منت بالفعل یعنی انہیں ایمان کی نعمت سے نوازا مراد ہے۔

یہاں مَنَّا احسان جتلا نا مراد ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔

== اَذَى - ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔

اَذَى - (باب سَمِعَ) تکلیف پانا۔ اور اَذَى يُوْذِيْ اِيْذًا - (باب افعال) بمعنی کسی کو

تکلیف دینا۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔

ترجمہ :- جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے عقب

میں نہ تو احسان جتلا نے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں۔

== قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ - اچھی بات، مناسب بات۔ یعنی معذرت کی نرم بات کہنا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَوْصُوفٌ وصفت - مبتدا - خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا اَذًى خبر -
 = مَغْفِرَةٌ - معاف کرنا - درگزر کرنا - غَفَرَ يَغْفِرُ کا مصدر باب ضرب سے - مَغْفِرَةٌ - کے مندرجہ
 ذیل معانی ہو سکتے ہیں -

(۱) خدا سے مغفرت مانگنا - (۱) اپنے لئے کہ سائل کو کچھ نہ دے سکا (ب) سائل کے لئے کہ سوال کرنا
 معیوب ہے -

(۲) سائل کے الحاح اور تلخ کلامی پر حشیم پوشی کرنا - (بیضاوی)

(۳) سائل سے معافی مانگنا اور معذرت کرنا - (بیضاوی - کشاف)

(۴) سائل کی پردہ پوشی کرنا (الحازن)

بعض نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے : قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ اَذًى وَالْمَغْفِرَةُ خَيْرٌ مِّنْ
 صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا اَذًى - یعنی نرم بات کہنا بہت اچھا ہے لیکن مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے
 جس کے بعد دکھ دیا جائے - اس میں قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ کی خبر محذوف لی گئی ہے - اور مَغْفِرَةٌ
 مبتدا اور خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ اس کی خبر لی گئی ہے -

= غَنِيٌّ - کلی طور پر بے نیاز - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے -

= حَدِيْمٌ - یروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے - بردبار - تحمل کرنے والا -

حِلْمٌ - جس کے معنی نفس و طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقعہ پر سبک نہ اٹھے - قرآن
 مجید میں حلم بمعنی عقل بھی آیا ہے - مثلاً اَمْ تَأْمُرُوهُمْ اَحْلَا مُهْمًا بِهَذَا (۵۲: ۳۲) کیا ان کی
 عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں -

۲: ۲۶۴ = لَا تَبْطُلُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - اِبْطَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - تم باطل مت کرو
 تم ضائع مت کرو - تم رائیگاں مت کرو -

= كَالَّذِي - میں ك حرف تشبیہ ہے - محل نصب میں ہے - نصب یا تو مفعول مطلق ہونے کی
 صورت میں ہے ای اِبْطَالُ كَالَّذِي يَنْفَقُ - ترجمہ ہوگا - اس شخص کے ثواب کو رائیگاں
 کرنے کی طرح اپنے ثواب کو اکارت نہ کرو جو..... الخ

یا حال ہونے کی بنا پر - اس صورت میں ترجمہ ہوگا - کہ ثواب کو برباد کرنے میں اس شخص کی مانند ہو جاؤ
 = يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ - رِثَاءُ کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں -

(۱) منصوب مفعول لئے ہونے کی وجہ سے ہے - یعنی لوگوں کو دکھانے کی غرض سے وہ خرچ کرتا ہے

(۲) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے - یعنی لوگوں کو دکھاتے ہوئے خرچ کرتا ہے -

(۳) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی لوگوں کی دکھاوٹ کا خرچ کرنا۔

رِثَاءٌ - رَاۤءِیْ یُرَاۤئِی (باب مفاعلة) مُرَاۤءَۃٌ دَرِثَاءٌ مصدر (رعی - مادہ) خلاف اصل
و خلاف حقیقت دکھانا۔ دکھاوا۔ خود نمائی۔ کسی کو دکھانے کے لئے کسی کام کا کرنا۔

رِثَاءُ النَّاسِ - مضاف مضاف الیہ - لوگوں کے دکھاوے کے لئے

وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ - جملہ حالیہ ہے بمعنی : حالانکہ اس کا ایمان نہ اللہ پر ہوتا،
اور نہ یوم آخرت پر

فَآئِدًا - وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْآخِرِ - اتفاق صدقہ کی قید نہیں ہے کیونکہ
ریا کاری خیرات کا ثواب بہر حال برباد ہو جاتا ہے خواہ ریا کاری کرنے والا مومن ہی ہو بلکہ اس جملہ کا
ذکر حقیقت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ دکھاوٹ کے لئے خیرات کرنا مومن کی نشان نہیں ہے بلکہ یہ
منافق کی خصوصیت ہے۔ (منظہری)

صَفْوَانٍ - صاف اور چکنا پتھر۔ اس کا واحد صَفْوَانٌ ہے (ص ف و مادہ)

اَصَابَهُ - ماضی واحد مذکر غائب - اِصَابَةٌ (افعال) وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ کا ضمیر مفعول واحد
مذکر غائب۔ وہ اس پر آپڑا۔

وَابِلٌ - اسم - سخت بارش - موسلا دھار بارش - بڑے بڑے قطروں کی بارش۔
وَبِلٌ (آسمان کا) بہت بارش برسانا۔ (گھوڑے کا بے تھکا شادوڑنا۔

فَاَصَابَهُ وَابِلٌ - پھر اس پر زور کا مینہ برس گیا۔ اس پر زور کی بارش برسی۔

صَلْدًا - سپاٹ اور سخت پتھر جس پر کچھ نہ اُگے۔ صَلْدٌ کی جمع اَصْلَادٌ ہے۔

لَا یَقْدِرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - نہیں قدرت رکھتے وہ۔ عَلٰی شَیْءٍ - کسی
چیز پر۔ مِمَّا - مرکب ہے مِنْ اور مَا موصولہ سے۔ کَسَبُوا - انہوں نے کمایا۔ یعنی اس سپاٹ پتھر
پر جو بھی انہوں نے محنت کی تھی جو کہ سخت بارش کے آنے سے دھل کر صاف ہو گئی۔ اور اُن
کی قسمت میں ان کی کمائی میں سے کچھ بھی نہ آیا۔

اسی طرح ریاکار پر مرور دہر اور موت کا مینہ برسے گا تو ان کے اعمال سخت پتھر کی طرح دھل
جائیں گے اور آخرت میں ان کی کمائی میں سے ان کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

چونکہ الَّذِی سے جنس یا جمع مراد ہے گو لفظ مفرد ہے اس لئے معنوی لحاظ سے لَا یَقْدِرُونَ
کی ضمیر جمع الَّذِی کی طرف راجع ہے۔

اَلْقَوْمُ الْکَافِرِیْنَ - موصوف و صفت مل کر لَا یَقْدِرُونَ کا مفعول ہے۔ اور اللہ کافر قوم کو

ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۶۵ = اِبْتَغَا مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ اِبْتَغَا۔ مضاف۔ اِبْتَغَا۔ منصوب بوجہ مفعول لَیُّنْفِقُوْنَ کا۔ جو اپنا مال خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اِبْتَغَا برون (اِفْتَعَالُ) مصدر ہے بمعنی چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مَرْضَا مصدر مسمی واسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ اسی سے ہے رَاضِی۔ اسم فاعل رِضْوَانُ خوب رضامندی۔

= وَ تَثْبِیْثًا مِّنْ اَلنَّفْسِیْنِ۔ واؤ عاطفہ ہے تَثْبِیْثًا بھی منصوب بوجہ مفعول لَیُّنْفِقُوْنَ ہے ای ولتثبت ایمان واعتقاد کے استحکام کے واسطے۔ تَثْبِیْثُ (باب تفعیل) مصدر ہے بمعنی ثابت قدم کرنا۔ ثابت رکھنا۔ مستحکم کرنا۔ مضبوطی۔ تاکید۔ اپنے نفسوں کے (ایمان واعتقاد میں) استحکام کے لئے۔ ”اور اسلام کو مضبوط بنانے۔ اور اللہ کے وعدہ جزاء کی تصدیق کرنے اور ثواب کی امید رکھنے کی غرض سے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں“ (تفسیر مظہری)

۱۔ اپنے دلی اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں“ (تفسیر حقانی)

”اور اپنے نفس میں پختگی (پیدا کرنے کی غرض سے)“ (تفسیر ماجدی)

”اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں“ ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری۔

= کَمَثَلِ جَنَّةٍ۔ ک تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ جَنَّةٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور اپنے نفس کی پختگی کے لئے خرچ کرتے ہیں) ایک (ایسے) باغ کی سی ہے۔

= بِرَبْوَةٍ۔ ب حرف جار بمعنی علی۔ رَبْوَةٍ۔ مجرور۔ اسم ہے اس کی جمع رَبِیٌّ درجی بمعنی ٹیلہ بلندی۔ بلند جگہ۔ رَبَا۔ یَرْبُو۔ رَبَاءُ (باب نصر) ٹیلہ پر چڑھنا۔ رَبَا فُلَانٌ۔ فلاں اونچی جگہ پر چلا گیا۔ یا چڑھ گیا۔ آیت ہذا میں اونچی جگہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

رَبَا۔ یَرْبُو رَبِیُّ (باب نصر) بمعنی (گھوڑے کا) بھولنا۔ چونکہ بھولنے میں بلندی اور ابھرنے کے معنی متضمن ہیں اس لئے ایسی زمین جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے یا کھاد وغیرہ سے بھولے اور ابھرے اسے بھی رَبْوَةٌ کہتے ہیں۔ ان معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاذَا انْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (۵: ۲۲) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔

بِرَبْوَةٍ صفت ہے جَنَّةٍ کی جملہ اصنافہا دَابِلٌ بھی جَنَّةٍ کی صفت ہے۔

== فَانْتَبَ - فَ سببیہ ہے اَنْتَ ماضی واحد مَوْنَتْ غَابَ اِيتَاءُ (افْعَالُ) مصدر - وہ لائی اُکَلَّهَا - مضاف مضاف الیہ - هَا - ضمیر واحد مَوْنَتْ غَابَ کا مرجع جَنَّةٌ ہے اس باغ کا میوہ اس کا پھل - اَلَا کُل - پھل - خوراک -

== ضِعْفَيْنِ - دو چند - دو گنا - تو وہ دو گنا پھل لاتا ہے -

== فَانْ لَّمْ يَصِبْهَا - فَ عاطفہ اِنْ شرطیہ لَمْ یُصِبْ - مضارع نفی جَدَّ یَلْمُ - صیغہ واحد مذکر غَاب - هَا - ضمیر مفعول واحد مَوْنَتْ غَابَ - پھر اگر وہ نہ برسے اُس پر - جملہ شرطیہ ہے - فَطَلَّ - فَ جواب شرط کے لئے ہے - طَلَّ - ہلکی بارش - مہوار - ادس - شبِ نیم - اس کی جمع طَلَالٌ وَطَلَلٌ - ہے یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے - ای فطل یکفہا - تو اس کے لئے مہوار ہی کافی ہے -

== بَصِيرٌ - فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے دیکھنے والا - جاننے والا -

فَانْ لَّمْ - مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا عمل اس باغ کی طرح ہے جو ایک اونچے ٹیلہ پر زرخیز زمین پر واقع ہو کہ اگر ذرا سی بارش اس پر پڑے تو اس کو پھل دو گنا آئے اور اگر زور کی بارش نہ ہو اور صرف مہوار ہی پڑ جائے تو بھی کافی ہے باغ پھر بھی پھل لے آئے گا گو دو چند نہ سہی - یعنی ایسے لوگوں نے اگر اپنی خیرات کے ساتھ ثواب کو دو گنا کر دینے والے اعمال بھی کئے ہیں تو ثواب چند در چند حسب مشیت خداوندی ہو جاتا ہے - اور اگر بالفرض ایسے اعمال انہوں نے نہ بھی کئے ہوں تو بہر حال پھر بھی ان کو اپنے اصل عمل کا ثواب لازمی ملیگا وہ ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا -

۲: ۲۶۶ = اَيُّوْذُ - آہمزہ استفہام انکاری ہے - یُوْذُ - مضارع واحد مذکر غَابَ مَوْدَّةٌ (باب سَمْعَ) سے مصدر وہ پسند کرتا ہے وہ پسند کرے گا - وہ خواہش کرتا ہے - آرزو کرتا ہے -

== اَنْ يَكُوْنَ لَهُ - میں اَنْ مصدر یہ ہے - کہ ہو اس کے لئے ایک باغ -

== مِنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ - کھجوروں اور انگوروں کا - صفت ہے جَنَّةٌ کی - تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ - دوسری صفت جَنَّةٌ کی - اور لَمْ يَفِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ تیسری صفت ہے جَنَّةٌ کی - نَخِيْلٌ کھجوریں - کھجور کے درخت - اَعْنَابٍ - عِنَبٌ کی جمع بمعنی انگور تَجْرِي - مضارع واحد مَوْنَتْ غَابَ - جَرِيٌّ وَجَرِيَانٌ (باب ضَرْبَ) مصدر وہ بہتی ہے وہ چلتی ہے - وہ جاری ہے مِنْ تَحْتِهَا - اس کے نیچے سے - تَحْتَ ضد ہے فَوْق کی - اسم طرف ہے - هَا - ضمیر واحد مَوْنَتْ غَابَ جس کا مرجع جَنَّةٌ ہے - تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ - اس (باغ)

کے نیچے یا اس باغ میں نہریں چلتی ہوں۔ چونکہ باغ میں چلنے والی نہریں باغ کے درختوں وغیرہ کے نیچے زمین پر ہوتی ہیں اس لئے درختوں کی مناسبت سے لفظ تحت استعمال ہوا ہے اس مقصد کے لئے لفظ خِلْلٌ بمعنی وسط۔ درمیان۔ بیچ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفَجَّرْنَا خِلْلَهُمَا نَهْرًا (۳۳: ۱۸) اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کر رکھی ہے۔ یا اَوْ تَكُونُ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجَّرُ اِلَيْهَا نَهْرًا تَفْجِيرًا (۹۱: ۱۷) یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

لَهُ فِيهَا۔ میں لَ بمعنی ملک (مالک ہونے کے) کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدُكُمْ ہے۔ وَاصَابَهُ الْكِبَرُ۔ حال ہے اَحَدُ سے اور وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ حال ہے اَصَابَهُ کی ضمیر سے۔ الْكِبَرُ۔ مصدر واسم مصدر (باب کرم) سے۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ۔ موصوف صفت۔ ننھے ننھے۔ ضعیف و ناتواں بچے۔

= فَاصَابَهَا۔ میں فَ عاطفہ ہے اَصَابَ ماضی کا ضیغہ واحد مذکر غائب۔ اَصَابَهُ (باب افعال) مصدر۔ اس نے آیا۔ اس نے پالیا۔ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّةٌ ہے۔ اور اس (باغ) کو آیا۔

= اِعْصَادٌ۔ تیز اور طوفانی ہوا۔ جوزین سے بشکل عمودی اوپر کو جاتی۔ گبولہ۔ اس کی جمع اِعْصَارٌ وَاعْصَارٌ ہے۔ عصر مادہ ہے اس سے اَلْعَصْرُ (مصدر) کا معنی پخوڑنا ہے۔ اور اَلْمَعْصُورُ۔ وہ چیز جسے پخوڑا گیا ہو۔ اور اَلْعَصَادَةُ شجرہ جو پخوڑ کر نکال لیا جاتا ہے۔

پخوڑنے کے معنی میں قرآن مجید میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفِيهِ لِعَصِرُونَ۔ (۴۹: ۱۲) اور لوگ اس میں رس پخوڑیں گے۔ اور اِنِّیْ اَرْنٰی اَعْصِرُ خَمْرًا (۳۶: ۱۲) میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب (کے لئے) انگور پخوڑ رہا ہوں۔

اسی مادہ سے اَلْعَصْرُ بمعنی زمانہ اور بمعنی الْعِشِيِّ بھی ہے یعنی زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا زمانہ اسی سے صَلَاةُ الْعَصْرِ (نماز عصر) ہے۔

= فِيهِ۔ اِیْ فِي اِعْصَادٍ۔ گبولہ میں۔

= فَاحْتَرَقَتْ۔ فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ اِحْتَرَقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِحْتِرَاقٌ اِفْتِعَالٌ سے مصدر۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ فعل لازم ہے۔ پس وہ جل گئی۔ ضمیر فاعل مؤنث جَنَّةٌ کے لئے ہے۔ یعنی اس آگ گبولے کے سبب باغ جل گیا۔

فائدہ ۵۔ تفسیر حقانی میں اس تمثیل کی شرح یوں بیان کی گئی ہے :-

یہ ایک مثال اس شخص کے لئے بیان کی گئی ہے جو خیرات و صدقہ خلوص نیت سے نہیں دیتا یا دے کر احسان جتلاتا اور سائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذا دیتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک ایسا عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آب رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو اور مالک باغ کا بڑھا ہو اور اس باغ کی آمدنی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو۔ نہ دوسرے فنونِ معاش پر قادر ہو اور اس پر طرہ یہ ہو کہ اس بیکسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اسی کے ذمہ ہو۔ پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفتِ آسمانی ایسی پڑ جائے جو اس کو جلا کر نیست و نابود کر دے۔

پھر دیکھتے کہ اس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بیکسی اور حیرت و حسرت طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کا صدقہ و خیرات عالم غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالمِ آخرت میں انسان بڑھے کی طرح حسنات اور اعمالِ صالحہ کے کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور اپنی اعمالِ صالحہ کی طرف توقع کی نظر ہوتی ہے۔

اور اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے کہ جس میں لو اور آگ ہو کہ جو اس کے اُس تروتازہ باغ کو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالت میں تباہ ہو جائے۔ یعنی کوئی نہیں چاہتا۔ پھر تم کیوں اپنے اس تروتازہ باغ کو تباہ کرتے ہو؟

= كَذٰلِكَ - ك تشبیہ کا ہے - ذٰلِكَ - اسم اشارہ واحد مذکر - تمثیل بالا مشار الیه ہے

= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب (تَفْعِيلٌ) مصدر -

= اَنْفَقُوْا - فعل امر جمع مذکر حاضر اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم خرچ کرو۔

= طَيِّبٌ - طَيِّبَةٌ - کی جمع ہے مَوْنٌ کا صیغہ ہے۔ اس کا مذکر طَيِّبٌ ہے جو طَابَ

لَطِيْبٌ (باب ضَرَبَ) طَيِّبٌ مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کے

معنی ہیں پاک - پاکیزہ - ستھرا - حلال طَيِّبٌ ستھری چیزیں - نفیس اشیاء - پاکیزہ چیزیں۔

عمدہ چیزیں۔

مِنْ طَيِّبَاتٍ مَا كَسَبْتُمْ - مِنْ حرف جار طَيِّبَاتٍ مضاف ما موصولہ كَسَبْتُمْ اس کا صلہ

موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور۔

”جو تم نے کمایا اس میں سے پاکیزہ عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ مِنْ تَبْعِيْضِيْہِ = دَمِئًا..... الخ واؤ عاطفہ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ تَبْعِيْضِيْہِ اور مَّا موصولہ سے۔ اور نیز وہ چیزیں خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں۔

= وَ لَا تَيَمَّمُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تَيَمَّمٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر جس کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی یا اس چیز کا جو پاک مٹی کے قائم مقام ہو (جیسے پتھر چوہہ وغیرہ) قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔ آیت ہذا میں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

دوسرے معانی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَذْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْہِکُمْ وَاَيْدِیْکُمْ۔ (۴: ۴۳)۔ یا تم عورتوں سے ہمبستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی کو اور مُنہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔

= الْخَبِيْثَ = خُبْتُ اور خَبَاثَةٌ سے بروز لَفْعِیْلُ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ۔ اصل میں تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ ہے۔ تقدیم تخصیص کے لئے ہے یہ جملہ تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ حال ہے الْخَبِيْثَ سے مِنْهُ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب مَا كَسَبْتُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اپنی کمائی سے خرچ کرتے ہوئے خبیث چیز کا ارادہ مت کرو۔

الْخَبِيْثَ۔ بمعنی خبیث۔ گندی چیز۔ ناپاک۔ پلید۔ ہر وہ شے جو ردی اور خسیس ہونے کے سبب بری معلوم ہو خبیث کہلاتی ہے۔ منصوب بوجہ مفعول ہے

= وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْہِ اِلَّا اَنْتُمْ تَعْصُوْا فِیْہِ۔ جملہ حال ہے فاعل 'تُنْفِقُوْنَ' سے۔

لَسْتُمْ لَیْسَ سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم نہیں ہو۔ لَیْسَ فعل ناقص ہے ماضی کے معنی رکھتا ہے۔ ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اصل میں لَیْسَ تھا تخفیفاً لَیْسَ کر دیا گیا۔

اِخِذِيْہِ۔ اس کے لینے والے۔ اس میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب الْخَبِيْثَ کی طرف راجع ہے اِخِذِیْ اصل میں اِخِذِیْنَ تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا۔

اِخِذِیْ مضاف اور ۴ مضاف الیہ۔ اِخِذٌ بمعنی لینے والا۔ پکڑنے والا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اَنْتُمْ مصدر یہ ہے تَعْصُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِعْمَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

جس کے معنی ایک پلک کے دوسری پلک پر رکھنے کے ہیں اور بطور استعارہ تغافل - تساہل اور چشم پوشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تَغْمِضُوا - تم چشم پوشی کرو۔ تم آنکھیں بند کرو۔ تم غفلت کرو ترجمہ ہوگا: حالانکہ (اگر تم کو کوئی ایسی ردی چیز دے تو) تم اسے نہ لو بجز اس کے کہ اس میں تم چشم پوشی کرو۔ (یعنی دینے والے کا دل رکھنے کے لئے ناگواری کی صورت میں بھی اسے لے لو) = غَنَى حَمِيدٌ - غَنَى - غِنَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بے نیاز۔ بے پرواہ غیر محتاج۔ حَمِيدٌ - حَمْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر۔ حمد کیا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ ستودہ صفت کیا ہوا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۲۶۸:۲ = يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ - يَعِدُ فعل کم - ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر الْفَقْرَ مفعول ثانی - يَعِدُ مضارع واحد مذکر غَائِبٌ وَعِدٌ (باب صَوَّبَ) مصدر بمعنی ڈرانا۔ وہ تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے وہ تم کو تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے۔

الْفَقْرَ - اسم فعل اور مصدر - تنگ دستی - ناداری - مفلسی - محتاجی - امام راغب نے لکھا ہے کہ فقر کا استعمال چار طور پر ہوا ہے۔

(۱) زندگی کی بنیادی ضروریات کا نہ پایا جانا۔ اسی اعتبار سے انسان کیا کائنات کی ہر شے فقیر (محتاج) ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں فرمایا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ (۱۵:۳۵) لوگو غم سب خدا کے محتاج ہو۔

(۲) ضروریات زندگی کا کما حقہ پورا نہ ہونا۔ مثلاً لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوا مِنَ التَّعَفُّفِ (۲۴:۳) تو ان حاجتمندوں کے لئے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں

(۳) فقر نفس - یعنی مال کی ہوس - کتنا ہی مال ہو مگر نفس حرص ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر کَادَ الْفَقْرَانِ يَكُوْنُ كَفْرًا کچھ تعجب نہیں کہ فقر کفر تک پہنچا دے

(۴) اللہ کی طرف احتیاج - ایسا فقر ہر آدمی ہر جانور بلکہ کائنات کی ہر چیز میں ہے سب اللہ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (۲۴:۲۸) اے میرے پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔

= الْفَحْشَاءُ - اسم تفضیل واحد مؤنث اس سے واحد مذکر اَفْحَشَ آئے گا اور جمع فُحْشٌ - فُحْشٌ مادہ بھی ہے۔ بمعنی بُر اکام - وہ قول و عمل جس کی برائی کھلی ہو۔ اور اس کا سنایا کرنا بُرا لگے۔ بے بیانی امر قبیح - بمعنی زنا بھی آیا ہے۔

= وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ - اوپر آیا ہے الشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ - شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے

یہاں ارشاد ہے وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً۔ اور اللہ تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ وَعَدَ يَعِدُ بمعنی ڈرانا اور وعدہ کرنا ہر دو معنی میں مستعمل ہے۔

= فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب بوجہ مفعول) فضل کے معنی ہیں مہربانی۔ برتری۔ بڑھوتری۔
مال۔ قُوّت۔ حُسْن۔ رتبہ۔ عزّت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی
= وَاسِعٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سَعَةً مصدر باب سَمِعَ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا
اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= عَلِيمٌ۔ فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جانتے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۶۹ = يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مضارع واحد مذکر غائب۔ اَيْتَاءُ (افْعَالُ) مصدر۔ وہ دیتا ہے۔
الْحِكْمَةُ عقل مندی۔ علم۔ تدبیر۔ عقل۔ دانش۔ سمجھ۔ علم و عقل کے ذریعے حق بات دریافت کر لینے
کا نام حکمت ہے۔ جب حکمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے استنباط کی معرفت
اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت کی جائے تو اس سے موجودات
کی معرفت اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کو حکیم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ
اس میں حکمت کی باتیں ہیں۔

الْحِكْمَةُ مفعول ہے يُؤْتِي کا اور مَنْ يَشَاءُ جملہ مفعول ثانی ہے سارا جملہ يُؤْتِي
الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ صفت ہے عَلِيمٌ کی

= يُؤْتِي۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب جو دیا جاتا ہے یعنی جس کو دیا جاتا ہے۔ اور اُوْتِيَ
ماضی مجہول واحد مذکر غائب اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔

= خَيْرًا كَثِيرًا موصوف و صفت۔ خیر کثیر۔ بہت بڑی مہربانی۔ تنوین عظمت خیر کو ظاہر
کر رہی ہے۔ یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ جو چیز سب کو پسند ہو وہ خیر ہے اس کی ضد شر ہے
= وَمَا يَذَّكَّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَذَكَّرُ (تَفَعَّلُ) مصدر يَذَّكَّرُ۔
اصل میں يَتَذَكَّرُ تھا ت کو د میں مدغم کیا گیا ہے۔ وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے۔

= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اُولُوا۔ والے۔ (ال د۔ حروف مادہ) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔
بعض ذُو کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔ بحالت رفع اُولُوا ہے اور بحالت نصب ذُرُ اُولِي
ہوگا۔ اُولُوا الْعِزْمِ۔ صاحب عزم۔ اُولِي الْقُوَّةِ اصحاب قُوّت۔ اَلْبَابِ۔ لُبّ کی جمع
ہے جس کے معنی اس عقل کے ہیں جو ہر آمیزش سے خالص ہو۔ اور عقل کو لُبّ اس لئے

کہتے ہیں کہ وہ انسان کے معنوی قویٰ کا خلاصہ ہوتی ہے جیسا کہ کسی چیز کے خالص حصے کو اس کا لبّ اور لباب کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لبّ کے معنی پاکیزہ اور ستھری عقل کے ہیں چنانچہ ہر لبّ کو عقل کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عقل لبّ نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کو جن کا ادراک عقول زکیہ ہی کہہ سکتے ہیں اُدُلُوا الْاَلْبَابَ کے ساتھ مختص کیا ہے۔ مثلاً آیت ہَذَا مِنْ ثَمَرِ الْاَلْبَابِ..... اُدُلُوا الْاَلْبَابَ ط۔ جس کو دانائی دی گئی ہے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل پاکیزہ رکھتے ہیں۔

۲: ۲۷۰ = مَا اَنْفَقْتُمْ..... مِنْ نَّذْرٍ جَمْلَةً شَرْطِيَّةً هِيَ فَاِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ جَوَابَ شَرْطِ مَا اَنْفَقْتُمْ میں مآ موصولہ ہے اَنْفَقْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انفاق (انفال) مصدر۔ جو کچھ تم نے خرچ کیا۔ نَفَقَ اسم مجرور۔ خرچ۔ یعنی صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔

= مَذَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَذَرُ (باب ضوَب) تم نے منت مانی۔ اَلْتَذَرُ کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں (راغب) نذر کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لینے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ عبادت یہ خود اپنے اوپر واجب نہ کرے تو وہ عبادت اس پر لازم نہیں ہوتی۔ (قرطبی)

مطلب یہ کہ تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا نذر مانو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اسے جانتا ہے اِنذَارٌ نَذَرٌ نَذَرٌ۔ یعنی جو کنا کرنا۔ خبردار کرنا۔ ڈرانا۔ نَذِيرٌ جمع نَذَرٌ ڈرانے والا۔ خبردار کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہر جگہ نَذِيرٌ (ڈرانے والا) سے مراد نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔

= اَنْصَادٌ جمع نَاصِرٌ وَنَصِيرٌ کی۔ مددگار۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر آیا ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے بدولت اس لقب سے سرفراز کئے گئے۔

۲: ۲۷۱ = اِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَنِعْمًا هِيَ جَوَابِ شَرْطِ۔ اِنْ شَرْطِيَّةً تَبَدُّوا مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ اَبْدَاءُ (افعال) مصدر (اگر) تم ظاہر کرو۔ اَلصَّدَقَاتِ صَدَقَةٌ کی جمع۔ خیراتیں۔ زکوٰۃیں۔ فَنِعْمًا میں ف جواب شرط کے لئے ہے نِعْمًا هِيَ وہ کیا ہی اچھا ہے۔ اصل میں نِعْمَ مَا هِيَ مَقَامًا۔ دونوں میموں میں ادغام ہو گیا اور عین پر حواری نون کی وجہ سے کسرہ آگیا۔ هِيَ ضمیر واحد مؤنث مراد اظہار الصدقہ ہے۔

= وَاِنْ تَخْفَوْهَا۔ جملہ شرطیہ۔ اِنْ شَرْطِيَّةً۔ تَخْفُوا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْفَاءٌ۔

(افعال) مصدر۔ ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی مضارع سے ساقط ہو گیا ہے۔ ہا
ای الصدقة۔ ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

= وَتَوَتُّوْهَا الْفُقَرَاءُ۔ واو عاطفہ جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے ای دَانُ تَوَتُّوْهَا الْفُقَرَاءُ
الْفُقَرَاءُ مفعول ثانی ہے فعل تَوَتُّوْا کا اگر تم صدقات کو پوشیدہ رکھو اور دوان کو حاجت مندوں
وہ یہ جملہ بھی شرطیہ ہے۔ دونوں شرطیہ جملوں کا جواب اگلا جملہ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ہے ہا ضمیر مفعول
یل واحد مؤنث غائب۔ فَعُو۔ میں ف جواب شرط کے لئے ہے۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب سے
مراد اخفاء الصدقة ہے۔

= وَ يَكْفُرُ۔ جملہ فعلیہ ہے ای دَا لَہُ یَکْفُرُ عَنْکُمْ مِنْ سَيِّئَاتِکُمْ اور ماقبل پر معطوف نہیں ہے
یَکْفُرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَکْفِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر وہ دور کر دے گا وہ ساقط کر
ے گا۔ مِنْ سَيِّئَاتِکُمْ میں مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔
مَيِّئَاتِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے گناہ۔ سَيِّئَةٌ کی جمع۔ مِنْ کے زائدہ ہونے کی
سورت میں ترجمہ ہوگا۔ وہ تمہارے گناہ ساقط کر دے گا۔ اور اس کے تبعیضیہ ہونے کی صورت میں
جہ ہوگا۔ وہ تمہارے کچھ گناہ معاف کر دے گا۔ یعنی صغیرہ گناہ معاف کر دے گا۔

= دَا لَہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَيْرٌ۔ اللہ مبتدأ خَيْرٌ۔ خبر۔ بِمَا تَعْمَلُوْنَ متعلق خبر۔ مَا موصول
نہ ہو سکتا ہے۔ اللہ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اور مَا مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تمہارے اعمال کی نیت اور غرض سے واقف ہے۔
خَيْرٌ۔ خَيْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ قرآن مجید
، یہ ذات باری تعالیٰ ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ خَيْرٌ وَ خَيْرٌ وَ خَيْرٌ بمعنی حقیقت حال
پوری طرح باخبر ہونا۔ خَيْرٌ۔ جو پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہو۔

۲۷۲ = لَیْسَ عَلَیْکَ هُدًیٰ هُمْ۔ هُدًیٰ هُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی ہدایت۔ ان کی تہا
، ان کو سیدھے راہ پر چلانا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار کے لئے ہے۔ ان کو سیدھے راہ
لانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

فائدہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اہل اسلام کو خیرات دینے کا حکم دیتے تھے اس
آیت اترنے کے بعد ہر مذہب کے آدمی کو خیرات دینے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیدیا
نہی۔ اَلْهَدٰی اِیۃ۔ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید
جہاں کفار کو دوزخ کی طرف دھکیلنے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہ بطور مذاق و تہکم آیا ہے

مَثَلًا فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ (۲۳: ۳۷) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کفار کے لئے عذاب کی بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مَثَلًا فَلْيَسِّرْ لَهُمُ الْعَذَابِ الْيُمُ (۲۴: ۸۴) تو اسے پیغمبر! انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

امام راغبؒ رقمطراز ہیں :-

”السان کو اللہ تعالیٰ نے چار طرف سے ہدایت کی ہے۔

۱، وہ ہدایت جو عقل و فطانت اور معارف ضروریہ کے عطا کرنے سے کی ہے۔ اور اس معنی میں ہدایت اپنی جنس کے لحاظ سے جمع مکلفین کو شامل ہے بلکہ ہر جاندار چیز کو حسب ضرورت اس سے حصہ ملائے چنانچہ ارشاد ہے رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى (۵۰: ۲۰) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان کی خاص اغراض) پورا کرنے کی راہ دکھائی۔

(۲) دوسری قسم ہدایت کی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر تمام انسانوں کو راہ نجات کی طرف دعوت دی ہے۔ چنانچہ وَجَعَلْنَاهُمْ اٰيَةً يَهْتَدُونَ بِاَمْرِنَا..... (۷۳: ۲۱) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے (ہدایت کے یہو معنی مراد ہیں۔

(۳) سوم ہدایت بمعنی توفیق خاص آیا ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (۱۷: ۴۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں (قرآن سننے سے) خدا ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے۔.....

(۴) ہدایت سے آخرت میں جنت کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدانا لِهٰذَا (۲۴: ۷) اور جو کینے ان کے (اصحاب الجہنہ کے) سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو (کارِ راستہ دکھایا).....

جن آیات میں ہدایت کی نسبت پیغمبر یا کتاب یا دوسرے انسانوں کی طرف کی گئی ہے وہاں صرف راہ حق کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہے۔“

== وَمَا تُنْفِقُوا - وَاَوْعَاطِفُہ ہے ما شرطیہ جائزہ ہے۔ تُنْفِقُوا مضارع مجزوم (بوجہ عمل تام) جمع مذکر حاضر۔ مِنْ تَبْعِيضِہ ہے۔ حَيْثُ اِی مَالٍ - جملہ شرطیہ ہے اور جو مال بھی تم خیرات کرو گے !

فَلَا تُفْسِكُمْ - جواب شرط ف جواب شرط کے لئے ہے۔ تو وہ خود اپنے ہی لئے کرو گے یعنی اس کا نفع لوٹ کر تم کو ہی ملیگا۔

وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَادُّ حَالِيہ ہے اور تَنْفِقُوا کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خیرات کرو جس کی غرض سوائے حصول خوشنودی رب کے اور کچھ نہ ہو تو وہ تمہارے ہی لئے مفید ہے۔ علامہ پانی پتی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں :-

مطلب یہ ہے کہ۔ اے مسلمانو! تمہاری خیرات تو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے پھر کیا وجہ کہ اپنی خیرات کا احسان فقیر پر رکھتے ہو یا ناپاک مال دیتے ہو۔ تو یا یہ جملہ خبریہ ہے جس میں مسلمانوں کے حال کے تقاضے کو بیان کیا ہے یا مَا تَنْفِقُونَ لفظاً جملہ منفی ہے اور معنی کے لحاظ سے ہنہی ہے۔ مراد یہ کہ تمہاری خیرات کا مقصود خوشنودی رب کی طلب ہونا چاہئے۔ سوائے خدا کی رضا کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات نہ دو۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ سوائے رضائے خداوندی کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات کرنی ممنوع ہے۔ ورنہ مفت میں مال کی بربادی ہوگی (تفسیر مظہری)

مَا مَوْصُولٌ هُوَ ابْتِغَاءُ سَخْتِ كُوشِی کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم افتعال مصدر ہے۔ ابْتِغَاءُ سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم کی مثال ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِی قُلُوبِهِمْ ذِیْعٌ فِیْبَعُوْنَ مَا لَشَابَہِ مِنْهُ ابْتِغَاءُ الْفِتْنَةِ۔ ۛ ابْتِغَاءُ تَاوِیْلٍ (۴:۳) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ سب متشابہات کا اتباع کرتے ہیں ان کا مقصد فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے۔

وَجْهِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی خوشنودی۔ اللہ کی رضا۔ ثواب۔

وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ یُّؤْتِ اِلَیْكُمْ۔ ۛ وَاِذْ عَاطَفَہ پہلا جملہ شرطیہ دوسرا جواب شرط ہے۔

یُؤْتِ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوْفِیۃٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔

فَاِذْ ۛ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :- مذکورہ بالائینوں جملوں کے درمیان حرف عطف ذکر

کیا گیا ہے حالانکہ بظاہر یہ جملہ شرطیہ سابق جملہ شرطیہ کی تاکید ہے اس لئے حرف عطف نہ ہونا چاہئے۔

حرف عطف کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ آخری جملہ سے پہلے جملہ کی صرف تاکید ہی مقصود نہیں بلکہ منت الہی اور ایذا رسانی کی بُرائی کو الگ الگ دلائل سے مدلل کرنا مقصود ہے۔ پہلے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کے دینے میں خود تمہارا فائدہ ہے اس کے دینے کا فقیر پر احسان رکھنا درست نہیں۔

دوسرے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کو دینے سے تمہارے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے اس کا فقیر پر احسان رکھنا تو گویا ایسے شخص سے عوض کا طلب کرنا ہے جس سے عوض طلب کرنے کے لئے

عطا نہیں کی گئی۔

تیسرا جملہ اس مضمون پر دلالت کر رہا ہے کہ جس چیز کا ایک بار بھی بدل لے لیا جائے اس کا احسان نہیں ہوتا۔ جیسے بالغ حیب اپنی چیز کی قیمت لے لیتا ہے تو خریدار پر اس کا احسان نہیں ہوتا اور تم کو تو کئی گنا معاوضہ ملیگا۔ پھر فقیر پر تمہارا کیا احسان؟

== وَ اَنْتُمْ لَا تَظْلُمُوْنَ - جملہ حالیہ ہے ضمیر الیکم سے اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

۲: ۲۷۳ - لِلْفُقَرَاءِ - مبتدا مخذوف کی خبر ہے ای صدقاتکم للفقراء۔ تمہارے صدقات فقیروں کے لئے ہیں۔ یعنی ان صدقات کے مستحق فقیر لوگ ہیں۔ (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)

== اُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ یہ صفت ہے الْفُقَرَاءِ کی۔ اُحْصِرُوا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اِحْصَادٌ (افْعَالُ) مصدر وہ بند کئے گئے۔ وہ روکے گئے۔ اَلْحَصْرُ کے معنی تضییق یعنی تنگ کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَ اَحْصِرُوهُمْ (۵: ۹) اور ان کو گھیر لو۔ یا جیسے وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا (۷: ۴۱) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - اللہ کے راستہ میں۔ خواہ وہ جہاد ہو یا ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل ہو۔ مثلاً اصحاب صفہ وغیرہ۔ یہ جملہ الْفُقَرَاءِ کی صفت ہے۔

== لَا يَسْتَطِيعُونَ صَرْبًا فِي الدُّرُصِ - لَا يَسْتَطِيعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتَطَاعَةٌ (اِسْتِفْعَالُ) سے مصدر۔ بمعنی طاقت اصل میں استطاعت کا مطلب ہے ان تمام چیزوں کا تمام و کمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے (طوع مادہ)

صَرْبًا۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ صَرْبُ کے اصل معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس لئے مختلف محل پر اس کے مختلف معانی ہوں گے۔ مثلاً صَرْبًا عَلَى الرَّأْسِ۔ اس نے اس کو سر پر ضرب لگائی یعنی سر پر مارا۔

صَرْبَ اللَّهِ مَثَلًا۔ اللہ نے مثال بیان کی۔ صَرْبُ فِي الدُّرُصِ۔ زمین پر چلنا۔ (کیونکہ چلنے میں زمین پر پاؤں پڑتے ہیں) جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مشغولیت کی وجہ سے زمین پر کہیں آجائیں سکتے کہ روزی کما سکیں

== يَحْصِلُهُمْ - يَحْصِبُ مضارع واحد مذکر غائب حُصْبَانُ (باب سَمْع) سے مصدر ھُمْ

ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو خیال کرتا ہے۔ اَغْنِيَاءُ۔ غنی کی جمع۔ مالدار۔ دولت مند لوگ یہ فعل يَحْصِبُ کا مفعول ثانی ہے۔ وہ ان کو دولت مند خیال کرتا ہے۔

== تَعَفُّفٌ - مصدر ہے (باب تَفْعَل) عَفَّت سے جس سے مراد ہے قناعت کی وجہ سے سوال

کو ترک کر دینا۔ اَلْعَقَّةُ کے اصل معنی ہیں حقوڑی سی چیز پر قناعت کرنا جو بمنزل عُقَاةٍ یَاعَقَّةٍ یعنی بچی کھچی چیز کے ہو۔

= اَلْجَاهِلُ - نادان۔ بے خبر۔ ان سمجھ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر جَعَالَةً (باب سَمِعَ) مصدر
= تَعْرِفُهُمْ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَعْرِفَةٌ وَعِرْفَانٌ۔ (باب ضَرَبَ) سے مصدر تَوَّان کو پہچان لیتا ہے۔

= سَيِّئُهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ سَيِّئًا۔ نشانی۔ چہرہ۔ علامت یہ اصل میں دَشَمَی تھا۔ واؤ کو فار کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ پر رکھا گیا۔ تو سَوَّی ہوا۔ پھر واؤ کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا۔ سَيِّئُ ہو گیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کی نشانی۔ ان کا چہرہ۔

= اَلْحَافَا - مصدر (افْعَالٌ) کے وزن پر۔ لپٹنا۔ اصرار کرنا۔ یہ لِحَافٌ سے ماخوذ ہے لِحَافِ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے ڈھانپا جائے۔

اَلْحَافَا - مصدر ہے، معنی اسم فاعل ہو کر لَا یَسْأَلُونَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی لپٹتے ہوئے لوگوں سے نہیں مانگتے۔

= اُخْصِرُوا فِی سَبِيلِ اللّٰہِ اَلْحَافَا۔ یہ پانچ وصف فقرار کے بیان ہوئے ہیں
اس میں را، اُخْصِرُوا فِی سَبِيلِ اللّٰہِ۔ بطور صفت ہے۔

(۲) لَا یَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ۔ (۳) یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
(۴) تَعْرِفُهُمْ بِسَيِّئِهِمْ (۵) لَا یَسْأَلُونَ النَّاسَ اَلْحَافَا بطور حال ہیں۔

= وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ مَا مَوْصُولٌ ہے اور تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ اس کا صلہ (اور جو مال تم (راہ خدا میں) خرچ کرو گے۔

= فَإِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ۔ میں فَ بوجہ بمعنی شرط جو جملہ سابقہ میں پائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بخوبی واقف ہے ۶ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مال جو (راہ خدا میں) خرچ ہوا۔

فَاِذْکَا - اس آیت میں جس گروہ کا ذکر ہے۔ صاحب تفسیر القرآن نے یوں فرمایا ہے۔
اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے دین کی خدمت میں اپنے آپ کو ہمہ تن وقف

کر دیتے ہیں۔ اور سارا وقت دینی خدمات میں صرف کر دینے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتے کہ اپنی معاش پیدا کرنے کے لئے کوئی جدوجہد کر سکیں۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم کے رضا کاروں کا ایک مستقل گروہ تھا جو تاریخ میں اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ تین چار

سوامی تھے جو اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینے آگئے تھے۔ ہمہ وقت حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ حضورؐ جس مہم پر جاتے انہیں بھیج دیتے تھے اور جب مدینہ سے باہر کوئی کام نہ ہوتا تو اس وقت یہ مدینہ ہی میں رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ پورا وقت دینے والے کارکن تھے اور اپنی ضروریات فراہم کرنے کے لئے اپنے ذاتی وسائل نہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کرنا اتفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔

۲: ۲۷۴ = الَّذِينَ يُنْفِقُونَ - الَّذِينَ - اسم موصول جمع مذکر۔ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً - صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مبتدا۔ فَلَهُمْ اُجْرُهُمْ وَلَا هُمْ يَخْزَوْنَ - خبر۔ فَ اس لئے کہ مبتدا میں بوجہ شرط تھی۔

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اسم ظرف زمان بمعنى لَيْلًا وَنَهَارًا رات ہو یا دن۔ سِرًّا وَعَلَانِيَةً خفیہ طور پر یا علانیہ طور پر چاروں حال میں

= وَلَا هُمْ يَخْزَوْنَ - دَاوْ عَاطِفُهُمْ ضَمِيرُ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ اِی الَّذِیْنَ يُنْفِقُونَ - لَا يَخْزَوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب خَزَوْا (باب سَمْعٍ) مصدر۔ نہ وہ ننگین ہوں گے۔

= الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبَا - مَبْدَا - لَا یَقْوُمُونَ اِلَّا کَمَا یَقُومُ مِنَ الْمَسِیْ - خبر کما۔ کاف موضع نصب میں ہے اور مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی ! لَا یَقْوُمُونَ اِلَّا کَمَا مِثْلُ قِیَامِ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ

= الرِّبَا - سود۔ بیا ج۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بآ کے بعد واؤ اور واؤ کے بعد الف سے مرقوم ہے ماسوائے سورۃ الروم آیت (۳۰: ۳۹) کے جہاں باء کے بعد الف سے مرقوم ہے۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں: ”راس المال پر جو زیادتی ہو وہ ربا ہے لیکن شرع میں وہ اس زیادتی کے ساتھ مخصوص ہے جو ایک خاص ہی طریقہ پر ہو اور دوسری طرح نہ ہو۔“

تفسیر ماجدی میں ہے :- اہل عرب اس لفظ کو اُس زمانہ رقم کے لئے استعمال کرتے تھے جو قرضخواہ اپنے قرضدار سے مہلت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سود ہے اور سود کا مفہوم ہر شخص جانتا ہے۔“

علامہ عبد اللہ یوسف علی رقمطراز ہیں میرے نزدیک ربا کی تعریف میں ہر قسم کی (نا جائز) منافع خوری شامل ہے لیکن وہ مالی منافع جو موجودہ دور میں اقتصادیات اور بنکاری سے حاصل ہوتا ہے علامہ موصوف نے اس اختلافِ رائے کے متعلق کسی اور موقع پر تفصیلاً بیان کرنے کے لئے لکھا تھا

لیکن مجھے اس موضوع پر ان کی کوئی تحریر نہیں ملی

لغات القرآن جلد سوم میں مولانا عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں :-

”حضرت الاستاذ مظلہم (یعنی حضرت مولانا علامہ محمود حسن صاحب ٹونچی نے ربوہ کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں ربوہ کی حقیقت شرعیہ کے سمجھنے میں عوام تو عوام خواص کو بھی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس رسالہ کا بغور مطالعہ ان تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کا ضامن ہے۔

سود :- علامہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

= لَا يَقُومُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب قِيَامٌ (باب نصر) مصدر - وہ نہیں اٹھیں گے۔ وہ

نہیں کھڑے ہوں گے ای لَا يَقُومُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی قیامت کے دن وہ قبروں سے نہیں اٹھیں گے (مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے پاگل بنا دیا ہو)

= كَمَا - كاف - حرف تشبیہ اور ما موصولہ سے مرکب ہے۔ جملہ يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ صلہ ہے۔

= يَتَخَبَّطُهُ - يَتَخَبَّطُ مضارع واحد مذکر غائب تَخَبَّطٌ (تَفَعَّلَ) مصدر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو پاگل بنا دیتا ہے۔ مجنوناں جو اس بنا دیتا ہے کہ اٹھنے کا ارادہ کرے گر پڑے پھراٹھے گر پڑے۔ اَلْمَسَّ - مصدر - جن کی جھپٹ - ذرا چھو جانا - جنون۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ شیطان سے مراد جن ہے خَبَطٌ کا معنی ہے سخت ضرب جس کے ساتھ بگاڑ بھی ہو۔ قاموس میں ہے۔ خَبَطَ الشَّيْطَانُ فَلَانًا۔ یا تَخَبَّطَ الشَّيْطَانُ فَلَانًا۔ فلاں شخص کو جن نے چھو کر دکھ پہنچایا۔ اَلْمَسَّ سے مراد ہے جنوں یا چھو جانا مِّنَ الْمَسِّ کا تعلق ہے يَقُومُ سے یا يَتَخَبَّطُ سے۔ مطلب اس طرح ہوگا کہ سود خوار قبروں سے اس طرح ہی اٹھیں گے جیسے جن کے جھپٹے میں آیا ہوا آدمی جنون زدہ ہو کر اٹھتا ہے اور شیطان اس کی عقل خراب کر دیتا ہے۔

= ذٰلِكَ - کا اشارہ یا اِلَیْكَ الذِّبْوٰی کی طرف ہے یا اس کے نتیجے میں جو عذاب نازل ہوتا ہے اس

کی طرف ہے۔ روح المعانی میں ہے اشارۃ الی الدحل ادا الی نزل بہم من العذاب

= بِأَنَّهُمْ - میں باء سببیہ ہے۔ بایں سبب۔ اس لئے۔

ذٰلِكَ مبتدا ہے۔ اور بِأَنَّهُمْ - - - - - مثل الذِّبْوٰی۔ اس کی خبر۔

ترجمہ :- یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا)

== وَاحِلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الزَّيْلَ == جملہ حالیہ ہے ترجمہ :- حالانکہ اللہ نے سودے کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ اَحَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحْلَالَ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے حلال کیا۔ حَرَّمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَحَرَّمَ (تَفْعِيلٌ) مصدر جس کے معنی حرام کر دینے اور سختی سے روک دینے کے ہیں۔ (اس نے حرام کر دیا۔ اس نے منع کر دیا)

یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں آیا ہے (جملۃ مستانفۃ من اللہ تعالیٰ رَدًّا عَلَیْہِمْ.....) اور منکرین کے قول اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الزَّيْلِ کی تردید میں آیا ہے کہ تمہارا یہ کہنا باطل ہے۔ بیع کو (بوجہ) اللہ نے حلال کیا ہے اور زبکو حرام کر دیا ہے۔

= فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى = مَنْ شَرْطِيہ ہے جَاءَ ء میں کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔ مَوْعِظَةٌ اسم مصدر فاعل فعل جَاءَ۔ کا۔ وعظ، نصیحت۔ مِنْ رَبِّهِ متعلق جَاءَ کے۔ فَاَنْتَهَى اِنْتَهَى۔ واحد مذکر غائب۔ اِنْتَهَاءً (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ رُک گیا۔ وہ باز آ گیا۔ اس نے چھوڑ دیا فَ عاطف اِنْتَهَى کا عطف جَاءَ ء پر ہے۔ ہر دو جملہ شرط ہیں۔ اور فَلَهُ مَا سَلَفَ (ف جواب شرط کے لئے اور ما موصولہ جواب شرط۔ مَا سَلَفَ جو گزر چکا۔ سَلَفَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، سَلَفَ (باب نَصَرَ) مصدر جس کے معنی گزرنے اور ہو چکنے کے ہیں۔

= وَآمُرُهُ اِلَى اللّٰهِ = یہ جملہ بھی معطوف ہے۔ اور اس کا عطف جملہ فَلَهُ مَا سَلَفَ پر ہے۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

= وَمَنْ عَادَ = میں مَنْ شرطیہ ہے عَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، عَادَ ماضی واحد مذکر غائب جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں عَادَ اصل عَوَدَ تھا واو متحرک ماقبل مفتوح۔ فتح واو پر ثقیل تھا۔ اس لئے واو کو الف سے بدلا عَادَ ہو گیا۔ مطلب اور جو کوئی پھر کرے۔ یہاں عود سے مراد سود کو پھر حلال سمجھنا ہے۔

یہ جملہ شرطیہ ہے اور فَاذْكُشْكُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ جواب شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اَوْ لَشَيْءٍ کا اشارہ مَنْ عَادَ کی طرف ہے جمع کا صیغہ باعتبار معنی کے ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور فِيهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کی طرف راجع ہے۔

۲: ۲۷۶ = يَمْحَقْهُ مَضَارِعُ واحد مذکر غائب مَحَقَّ (باب فَعَّ) وہ گھٹاتا ہے۔ مَحَقَّ مٹانا۔ گھٹانا۔ کسی چیز کی برکت زائل کر دینا۔ بے برکت بنانا۔ يُوْبِيْ مَضَارِعُ واحد مذکر غائب۔ اِزْبَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ دَبُوْا دَبُوْةً۔ دَبَاطُ۔ ٹیلہ۔

بندی۔ وہ بڑھاتا ہے۔

= الصَّدَقَاتِ۔ زکوٰۃ میں۔ خیراتیں۔

= كَفَّارٍ اَشِيمٍ موصوف و صفت۔ كَفَّارٌ۔ کافر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ناشکر۔
اَشِيمٌ۔ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ (اِثْمٌ) گنہگار۔ اِثْمٌ يَأْتِي (باب ضَوْب) اِثْمٌ وَاثْمٌ و
اِثْمٌ۔ مصدر۔ بمعنی گناہ کا ارتکاب کرنا۔ كُلٌّ كَفَّارٍ اَشِيمٍ۔ ہر گنہگار ناشکر۔

۲: ۲۷۷ = الَّذِينَ آمَنُوا۔ اسم۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ اس کا عطف جملہ سالفہ پر ہے۔ اسی طرح وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَتُوا الزَّكَاةَ
معطوف ہیں اور ان کا عطف بھی جملہ الَّذِينَ آمَنُوا پر ہے۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ..... يَخْزَنُونَ۔ اپنے اسم کی خبر ہے۔

= لَا يَخْزَنُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ خُزْنٌ (باب سَمِع) مصدر نہ وہ غمگین ہوں گے

۲: ۲۷۸۔ اس آیت میں جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ شرطیہ ہے اور جملہ خِزَانَةٍ مقدم لایا گیا ہے

= اتَّقُوا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو، تم بچو۔ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔ اتَّقَاءٌ۔ مصدر اللہ
مفعول۔ اللہ سے ڈرو۔

= ذَرُّوا فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ ذَرُّوا (باب سَمِع وفتح) مصدر تم چھوڑ دو، اس مادہ سے اس معنی
میں صرف مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہیں۔

= مَا بَقِيَ۔ موصول وصلہ مل کر ذَرُّوا کا مفعول۔ مِنْ رَبِّهِ متعلق مَا بَقِيَ۔ اے ایمان والو اللہ سے
ڈرو اور جو کچھ سود لینا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم ایسے ہو من ہو۔

۲: ۲۷۹ = فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا جملہ شرطیہ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا بِحُزْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ جواب شرط۔

= فَإِذَا نُوا۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اِذَا نُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِذْنٌ وَاِذْنٌ (باب
سَمِع) مصدر۔ بالشَّيْءِ۔ جاننا۔ خبردار ہونا۔ ترجمہ۔ تو خبردار ہو جاؤ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے
فَاَيَقِنُوا۔ یقین کر لو

= وَاِنْ بُنْتُمْ۔ جملہ شرطیہ۔ اور اگر تم توبہ کر لو گے یعنی قابل اعتراض باتوں سے باز رہو گے فَذِكْمُ
رُؤُسِ اَمْوَالِكُمْ جواب شرط۔ تو اصل زر کے تم حق دار ہو۔ تو تم کو تمہاری اصل زر ہی مل سکتی ہے لَا
غَيْرُ۔ اس سے زیادہ نہیں۔

= لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تَظْلَمُونَ (اصل سے زیادہ لے کر) تم کسی (قرض دار) پر ظلم کرو گے۔ اور نہ
(اصل کی ادائیگی میں کمی کر کے یا مال مٹول سے کام لے کر) تم پر ظلم کیا جائیگا۔

۲: ۲۸۰ = وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ - إِنْ شَرَطِيهِ كَانَ فَعْلٌ نَاقِصٌ - الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ مِنْ دِينِهِ
(جس کے ذمہ قرض ہو) كَانَ کا اسم (مخدوف) ذُو عُسْرَةٍ (تنگ دست، مفلس) مضاف مضاف
الیہ - كَانَ کی خبر - اور اگر قرضدار تنگ دست ہو - یہ تمام جملہ شرط ہے۔

== فَتَطْرَهُ. ف شرط کے جواب کے لئے ہے نَطْرَهُ مصدر۔ مہلت دینا۔ انتظار۔ مبتدا۔ جس کی خبر محذوف ہے ای فعلیکم نظرة۔ تو تم پر اس کی فراخی تک مہلت دیتا واجب ہے۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

إِلَى مَيْسَرَةٍ - فراخی تک - مَيْسَرَةٌ مَدَّہ ہے عُسْرَةٌ کی - آسانی - فراخ حالی - دولت مندی -
 = وَأَنْ تَصَدَّقُوا - داؤ عاطف اَنْ مصدر یہ تَصَدَّقُوا مضارع جمع مذکر حاضر، تم خیرات کرو۔ تم
 صدقہ دو۔ تم بخش دو۔ یعنی اگر تم زرِ قرضہ بخش ہی دو۔ تَصَدَّقْتُ (تَفَعَّلْتُ) مصدر۔ تَصَدَّقُوا اصل
 میں تَصَدَّقُونَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

۲۸۱:۲ = یَوْمًا۔ مفعول فیہ۔
تَعْلَمُونَ اِنَّهٗ خَیْرٌ لَّكُمْ عَمَلْتُمْوہ۔ اگر تم جانتے ہو تھے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو تم ایسا ہی کرتے۔
= اِنَّ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے۔ جملہ محذوف ہوگا۔ اِنَّ کُنْتُمْ

= تُوَفِّيْ مَضَارِعَ مَجْهُولٍ وَاحِدٌ مُّثَلَّاسٌ غَائِبٌ۔ پورا دیا جائیگا تَوْفِیَّةٌ (تفعیل) مصدر، جس کے معنی پورا پورا دینے کے ہیں۔

== مَا كَسَبَتْ = مَا مَوْصُولُهُ، كَسَبَتْ وَاحِدٌ مَوْثُ غَائِبٌ كَسَبَتْ (بَابُ ضَرْبٍ) سے مصدر۔
جو اس نے کمایا۔ اس کا پورا پورا بدلہ اسے دیا جائے گا۔

== وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ جملہ حالیہ ہے کُلُّ نَفْسٍ سے۔ اور صیغہ جمع باعتبار معنی آیا ہے۔

۲: ۲۸۲ = تَدَايَسْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا۔ تم نے ایک دوسرے کو ادھار دیا۔ تَدَايَسْتُمْ (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی ایک دوسرے سے قرض کا لین دین کرنے کے ہیں۔ دَيْنٌ۔ بمعنی قرض۔ دَيْنٌ مفعول بہ (مجرور بوجہ جرت کے) تَدَايَسْتُمْ۔ بَدَيْنٌ۔ تم آپس میں دین یا ادھار کا معاملہ کرو۔

== اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی - اَجَلٌ کے معنی کسی چیز کی مدت مقررہ کے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَیْمًا لِّلَّذِیْنَ قَضَیْتَ (۲۸: ۲۸) ان دو متعینہ مدتوں میں سے جو نسی مدت میں پوری کر دوں۔

موت کو بھی اجل کہا گیا ہے کہ اس کا وقت بھی معین اور مقرر ہے۔ اَجَلُ کے معنی وجہ کے بھی ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ مِثْ اَجَلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰی بَنِي اِسْرٰٓئِیْلَ (۵: ۳۲) اس قتل، کی

وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا۔
 مُسْتَمًّى۔ اسم مفعول، واحد مذکر تَشْمِیۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کا نام لیا گیا ہو، جس کا نام رکھا گیا ہو۔ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ مقررہ یا متعین مدت کے لئے جس کی مدت نامزد کی گئی ہو۔ مطلب یہ کہ اس معاملہ یا سودے کی مدت بالکل صاف اور متعین ہونا چاہئے۔ گول اور مچل نہ ہے۔ جاڑوں کے زمانہ میں، برسات کے موسم میں دور بیع کی فصل میں، ان مبہم مدتوں کی بجائے تعین و صراحت ہونا چاہئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا - يَا حُرُوفَ نَدَارِ الَّذِينَ آمَنُوا مَوْصُولٌ وَصَلُهُ لَمْ يَكُنْ مُنَادِيًا. إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى حَلَبَةً شَرْطِيَّةً فَكُتِبُوا ۖ جَوَابُ شَرْطٍ.
 = فَكُتِبُوا: ف جواب شرط کے لئے ہے اُكْتُبُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم لکھ لو۔ ۖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع دین ہے۔ جس کا آپس میں لین دین زیر بحث ہے۔ ای الدین الذی تدايَنْتُمْ به۔

= وَلِيَكْتُبَ وَاءٌ۔ عاطفہ لِيَكْتُبَ فعل امر واحد مذکر غائب۔ كِتَابَةٌ (باب نصر) چاہئے کہ لکھے بَيْنَكُمْ۔ ای بین الدائن والمديون۔ بین الطالب والمطلوب۔ كَاتِبٌ۔ لِيَكْتُبَ کا فاعل۔ بِالْعَدْلِ۔ اَيُّ بِالْحَقِّ۔ اور کاتب کو چاہئے کہ ذائن اور مديون کے درمیان (دین کے متعلق) ٹھیک ٹھاک انصاف سے لکھے۔ فعل يَكْتُبُ کا مفعول محذوف ہے ای الدین ادا امر المتدائنين الطرفین کا لین دین

= وَلَا يَأْبَ وَاءٌ عاطفہ۔ لَا يَأْبَ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر اصل میں یأبى تھا۔ نہی میں یار کو ساقط کر دیا۔ نہ انکار کرے۔ اب ی مادہ۔
 = اَنْ يَكْتُبَ میں اَنْ مصدر یہ ہے

= كَمَا۔ كَ اور مَ سے مرکب ہے۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ یعنی جیسا۔ جیسے۔ جس طرح۔ اور ما موصولہ ہے۔ فَلِيَكْتُبَ ف عطفہ کا ہے لِيَكْتُبَ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا مفعول محذوف ہے۔ ای امر المتدائنين ادا امر الدین بین الطرفین۔ باہمی لین دین کرنیوالوں کا معاہدہ بابت دین۔ ترجمہ: اور لکھنے والا جیسا کہ خدا نے اُسے سکھایا ہے۔ لکھنے سے انکار نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔

= لِيُكْمَلِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب چاہئے کہ وہ لکھوائے۔ اِمْلَاكٌ (افعال) مصدر۔ اَمَلًا يُمَلُّ اِمْلَاكٌ۔ مضمون کو بول کر لکھوانا۔ بعض صورتوں میں دوسرے لَام کو یاء سے بدل

دیتے ہیں۔ (اس کو علم صرف میں ابدال سماعی کہتے ہیں) مثلاً اَمَلْتُ سے اَمَلَيْتُ میں نے بول کر لکھوایا۔ اور اِمْلَاکُ سے اِمْلَاءُ (یہاں ہمزہ قائم مقام تہی کے ہے) بول کر لکھوانا

= الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ - ای المدیون - مقروض - جو زیر بار ہے۔ جس کے ذمہ حق (قرض) ہے
= وَلَيَتَّقِ اللَّهُ رَبَّهُ - واؤ عاطفہ۔ لَيَتَّقِ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِتَّقَاءُ (اِفْتِعَالُ) مصدر
يَتَّقِي اصل میں يَتَّقِي تھا۔ لام کے عمل سے تہی ساقط ہو گئی۔ چاہئے کہ وہ ڈرے۔ اللہ مفعول دَبَّہ
مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ کی صفت۔

ترجمہ: اور مضمون وہ لکھوائے کہ جس پر مطالبہ ہو اور وہ (لکھوانے والا یا کاتب) اللہ سے ڈرے
جو اس کا رب ہے۔

= وَلَا يَبْتَخِشْ - واؤ عاطفہ۔ لَا يَبْتَخِشْ - فعل نہی واحد مذکر غائب۔ يَبْتَخِشْ - (باب فتح)
مصدر۔ اور وہ کم نہ کرے۔ (اور وہ اس میں کوئی کسر نہ رکھے) یعنی لکھوانے والا یا کاتب کم نہ لکھے۔ یا
لکھوائے۔

= اِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا - اِنْ شرطیہ۔ كَانَ فعل ناقص الَّذِي اسم موصول عَلَيْهِ
الْحَقُّ - صلہ موصول مل کر اسم كَانَ۔ (جس پر حق واجب ہے یعنی مدیون) سَفِيهًا خبر كَانَ اَوْضَعِيًّا
خبر ثانی۔ اور اَوْ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يُمِلَّ هُوَ - خبر سوم۔ لَا يَسْتَطِيعُ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَنْ
مصدر یہ۔ يُمِلَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْلَاكُ (اِفْعَالُ) مصدر کہ وہ لکھوائے۔ یعنی اگر مدیون
اس قابل نہ ہو کہ وہ خود مضمون دستاویز لکھوا سکے۔ یہ سارا جملہ شرط ہے

= فَلْيَمِلْ رَأْيُهُ بِالْعَدْلِ - جواب شرط۔ تو اس کا دلی انصاف کے ساتھ (یعنی بے کم و کاست) لکھوائے
سَفِيهًا۔ بے وقوف، بے عقل۔ سَفَهُ وَسَفَاهَةٌ (باب کرم) بے وقوف ہونا۔ جاہل ہونا۔
بروزن (فعل) صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ عاجز۔ احمق۔ (ابن زید) جاہل (مجاہد) مبذر المال، فضول
خرچ (الشافعی)

ضَعِيفًا - ضعیف - سست - کمزور۔ ضَعْفُ (باب سَمِعَ) مصدر بروزن فَعِلٌ صفت مشبہہ
کا صیغہ ہے۔ ضعیف العقل۔ ضعیف الرائے۔ ضعیف یہاں ایک جامع لفظ ہے۔ نابالغ اور پیر
فرتوت سب اس میں آجاتے ہیں۔

= اِسْتَشْهَدْ ذَا - فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَمَّ گواہ لاؤ۔ تَمَّ گواہ بناؤ۔ تَمَّ گواہ کرو۔ اِسْتَشْهَدْ - (اِسْتِفْعَالُ)
مصدر۔ جس کے معنی گواہ بنانے کے ہیں اور گواہی طلب کرنے کے ہیں شَهِدَ عَلٰی (باب سَمِعَ) کسی چیز کی
گواہی دینا۔ کسی کے خلاف شہادت دینا۔ شَهِدَ - آنکھ سے مشاہدہ کرنے والا۔ سَچا گواہ۔

= مِنْ رَجَالِكُمْ۔ اپنے لوگوں میں سے۔ صفت ہے شَعِيدَيْنِ کی۔
 = مِمَّنْ تَرْضَوْنَ۔ صفت ہے رَجُلٌ وَامْرَأَتُنِ کی اور مِمَّنِ الشَّهَدَاءُ بدل ہے مِنْ
 سے جو مِمَّنْ میں ہے۔ (اُن) میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے
 تَرْضَوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم پسند کرتے ہو، تم راضی ہو۔ (باب سَمِعَ) سے مصدر
 = اَنْ تَضِلَّ۔ اَنْ مصدر یہ ناصب فعل ہے۔ اور یہ مفعول لہ ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے
 لَنْ تَضِلَّ فَتُذَكِّرَ۔ کیوں اگر (ان دونوں میں سے ایک) بھول جائے گی تو (دونوں میں سے دوسری اس
 کو) یاد دلا دیگی۔ یعنی دو عورتوں کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بات بھول جائے
 تو دوسری اس کو یاد کرائے۔

تَضِلَّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ (عورت) بھک جائے، بھول جائے۔ بھٹک جائے
 = تُذَكِّرُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِتَذَكِّرُ (تفعیل) سے مصدر۔ وہ (عورت) یاد دلائے
 تُذَكِّرُ۔ منصوب ہے اس کا عطف تَضِلَّ پر ہے۔

= اِحْدَاهُمَا۔ ان دونوں میں سے ایک۔ اِحْدٰی مضاف۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب۔ مضاف
 الیہ۔ فاعل ہے اور اَلْاُخْرٰی۔ دوسری۔ پچھلی۔ مفعول ہے تُذَكِّرُ کا۔
 = لَا يَأْتِ۔ نفی واحد مذکر غائب۔ اِبَاءُ (باب فِتْح) مصدر۔ اصل میں یَا بٰی تھا۔ ہنی میں ی کو
 ساقط کر دیا۔ نہ انکار کرے۔

= اِذَا مَا۔ جب کبھی۔ جب۔ جو ہنی کہ۔

= دُعُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ دُعَاءُ (باب نَصَر) مصدر، وہ بلائے گئے۔ وہ بلائے جائیں
 وہ پکائے گئے۔ وہ پکائے جائیں۔

= لَا تَسْمُوْا۔ فعل نہیں جمع مذکر حاضر۔ تم کاہل نہ کرو۔ تم مت اکتاؤ۔ سَامَةٌ (باب فَتْح) ملول ہونا
 اکتانا۔ السَّامَةُ (س و م) کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک پہننے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر
 یا دل برداشتہ ہو جانے کے ہیں۔ اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ تک کرنے) اور اِنْفِعَالاً (کسی چیز سے
 زیادہ متاثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَهُمْ لَا يَسْتَمُوْنَ (۴۱: ۳۸) اور وہ کبھی تھکتے ہی نہیں۔ نیز اور جگہ
 فرمایا۔ لَا يَسْتَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ (۴۱: ۴۹) انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تھکتا ہی
 نہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے

سَمِئْتُ تَكَايُفَ الْحَيَوَةِ وَمَنْ يَعِشُ - ثَمَّ اَيْنَ حَوْلًا لَا اَبَا لَكَ يَسْتَمُ

میں زندگی کی خوشگوار یوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اسی کو پہنچ جائے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے
 = اَنْ تَكْتُبُوْهُ۔ اَنْ مصدر یہ۔ تَكْتُبُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر كِتَابَةٌ (باب نصر) سے مصدر
 بمعنی لکھنا۔ ۴ ضمیر مفعول بہ واحد مذکر غائب جس کا مرجع الذین یا الحق یا الكتاب ہے۔
 تَكْتُبُوْا اصل میں تَكْتُبُوْنَ تھا۔ نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے حذف ہو گیا ہے اَنْ تَكْتُبُوْهُ
 بتاویل مصدر لَا تَسْمُوْا کا مفعول ہے۔

= صَغِيرًا اَوْ كَبِيرًا (خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ دونوں تَكْتُبُوْهُ کی ضمیر ۴ سے حال ہیں
 = اِلٰی اَجَلٍ۔ لکھو وقت ادا کے تعین کے ساتھ (جو فریقین کے مابین طے پایا ہو) یہ بھی تَكْتُبُوْهُ
 کی ۴ سے حال ہے۔

= ذَلِكُمْ۔ ذَلِكْ۔ اسم اشارہ کُم ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ یہ۔ یہی۔ اس سے معاہدہ کی
 کتابت۔ گواہان کا تقرر۔ یا سب کچھ جو اوپر مذکور ہوا۔ مراد ہے۔

= اَقْسَطُ۔ قَسَطَ يَقْسِطُ (باب ضرب) قَسَطٌ مصدر سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ انصاف
 کرنے والا۔ قَسَطٌ۔ اشداد میں سے ہے۔ اس کے معنی ظلم کرنے کے بھی آتے ہیں اور انصاف کرنے
 کے بھی۔ یہاں اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ کے معنی اللہ کے حکم میں زیادہ انصاف والے ہوں گے قَسَطَ يَقْسِطُ
 فَهُوَ قَاسِطٌ بمعنی ظلم کرنا۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے وَمَا الْقَاسِطُونَ فَكَأْتُوا الْجَهَنَّمَ حَطَبًا
 (۱۵: ۷۲) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ لیکن جب اَقْسَطَ يَقْسِطُ فَهُوَ مُقْسِطٌ
 (افعال) سے آئے۔ تو اس کے معنی ہوں گے اس نے انصاف کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاقْسِطُوا
 اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ (۹: ۴۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے
 = اَقْوَمُ۔ بہت درست رکھنے والا۔ زیادہ درست، زیادہ سیدھا۔ قِيَامٌ مصدر باب نصر بمعنی
 راست ہونا۔ افعِل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= اَذْنٰی۔ نزدیک تر۔ کم تر۔ رذیل تر۔ اَقْصٰی (زیادہ دور) کے مقابل آئے تو اَذْنٰی کے معنی نزدیک تر
 ہوں گے۔ اکثر (زیادہ) کے مقابل آئے تو بمعنی کمتر۔ جیسے وَلَا اَذْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرُ (۵۸:
 ۷) اور نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ اَكْبَرُ (زیادہ بڑا) کے مقابل آئے تو بمعنی اصْغَرُ (بہت چھوٹا) جیسے
 وَلَسَدِ يَّقْنَهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الَّذِیْ دُوْنَ الْعَذَابِ الَّذِیْ كَبُرَ (۲۱: ۳۲) اور ہم ان کو اقیامت
 کے بڑے عذاب کے سوا چھوٹے (کمتر) عذاب کا بھی مزہ چکھا ہیں گے۔ اور خیر کے مقابل رذیل تر کے
 معنی میں جیسے اَلَّذِیْ هُوَ الَّذِیْ هُوَ الَّذِیْ هُوَ الَّذِیْ هُوَ الَّذِیْ (۶۱: ۲) تو اس (موسیٰ علیہ السلام)
 نے کہا کہ مہلا بہتر چیز چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص (رذیل تر) چیزیں کیوں لیتے ہو۔

یہ دَانِ اور دَنِی کا اسم تفضیل ہے۔

= اَلَا تَزَوَّاتُوا۔ اَلَا اصل میں اَنْ لَا تھا (اَنْ مصدریہ لَانافیہ) نون کالام میں ادغام کر دیا گیا۔
لَا تَزَوَّاتُوا۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ تم شک میں نہ پڑو۔ تم شبہ میں نہ پڑو۔ اِذِیَابٌ (اِفْتِخَالٌ) مصدر
جس کے معنی شک کرنا اور دوسرے کو متہم سمجھنا ہے۔ کہ تم شبہ میں نہ پڑو۔

اَدُنِی اَلَا تَزَوَّاتُوا۔ یہ دفع شبہ کے لئے سہل ترین یا قریب ترین (طریقہ) ہے ای اقرب
الی انتفاء۔ دیکھو و شکم۔ یعنی اس طرح تم قرض کی رقم اس کی شہادت اس کی میعاد کے متعلق
کسی قسم کے شک و شبہ سے بچے رہو گے۔

= اَلَا۔ استنثار منقطع۔ یَاٰیْهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدٰیْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اٰجَلٍ مُّسَمًّی فَاٰکُتُبُوْهُ
مُسْتَنْیٰ مِنْہٗ اور اَلَا حرف استنثار اور اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَيْنَکُمْ مُّسْتَنْیٰ
ان کے درمیان کالام جملہ مقترضہ ہے۔

= اَنْ تَكُوْنَ۔ اَنْ مصدریہ تَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اَنْ تَكُوْنَ میں ضمیر اسم ہے
ای المعاملۃ۔ (ای الا ان تَکون المعاملۃ تجارۃ حَاضِرَةً۔ مگر جبکہ معاملہ دست بدست تجارت
کا ہو) تِجَارَةً حَاضِرَةً۔ موصوف و صفت مل کر خبر تَكُوْنَ کی۔ (اور بدیں وجہ منصوب ہے) تُدِیْرُوْنَهَا
بَيْنَکُمْ صفت ثانی ہے تِجَارَةً کی۔ اور صفت اول حَاضِرَةً ہے

= تُدِیْرُوْنَهَا۔ تُدِیْرُوْنَ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھرتے ہو۔ اِدَارَةٌ (باب افعال) مصدر معنی گھمانا
چکر دینا۔ پھرانا۔ ہا ضمیر مفعول واحد مونث غائب (جس کو تم آپس میں پھرتے پھرتے ہو۔ مراد یہاں ہاتھوں
ہاتھ لین دین ہے۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ مضائقہ۔ حرج۔ جُنَاحٌ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے
کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے جُنَاحٌ سے
موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

= اَلَا تَکْتُبُوْهَا۔ اَلَا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَانافیہ سے۔ لَا تَکْتُبُوْا مضارع منصوب
بوجہ عمل اَنْ جمع مذکر حاضر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مونث غائب جس کا مرجع تِجَارَةً ہے (مراد
معادہ تجارت ہے) مطلب یہ کہ اگر تجارت حاضرہ ہے۔ دست بدست لین دین اور نقد بہ نقد
ہے تو اس صورت میں معاہدہ تجارت نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= وَ اَشْهَدُ اِذَا تَبٰلَغْتُمْ۔ اور جب آپس میں خرید و فروخت کرتے ہو تو گواہ بنالیا کرو۔ جمہور کے
نزدیک یہ امر استجبائی ہے یعنی بہتر ہے کہ گواہ بنالیا کرو۔ گواہ بنانے اور اس میں رعایت کا ذکر اوپر

- بیان ہو چکا۔ یہ عام خرید و فروخت کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ فروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار
 اَشْهَدُ ۱۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِشْعَادُ (اَفْعَالُ) مصدر۔ گواہ کر لیا کرو، گواہ کر لو۔
 = تَبَايَعْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَبَايَعُ (تَفَاعُلُ) مصدر جس کے معنی باہمی خرید و فروخت کرنے
 کے ہیں۔ تَبَايَعْتُمْ۔ باہمی خرید و فروخت کرو۔
 = لَا يُضَادُّ۔ فعل نہی مجہول واحد مذکر غائب۔ ضَادُّ وَمُضَادُّ (مُفَاعَلَةٌ) تکلیف زدہ دی جائے
 دکھ نہ پہنچایا جائے۔ ضرر مادہ۔
 = شَهِدٌ۔ شاہد۔ گواہ۔ کسی چیز کے مشاہدہ کرنے والے کو بھی شہید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ
 میں سے ہے شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور شرع میں شہید وہ شخص
 ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔
 = وَانْ تَفْعَلُوا حِلْمٌ شَرْطِيہ ہے۔ اِیْ وَانْ تَفْعَلُوا الضَّرَارَ اَوْ مَا نَهَيْتُمْ عَنْهُ اِذَا تَمَّ كَاتِبٌ یَا گواہ کو تکلیف
 پہنچاؤ گے یا جس بات سے تمہیں منع کیا گیا ہے اسے کرو گے۔
 = فَانَّهُ فُسُوْقٌ بِكُمْ۔ وَانْ جَوَابِ شَرْطِ كَلِمَةِ اِیْ ذَلِكِ الْفِعْلِ۔ فُسُوْقٌ۔ (باب نصر) مصدر
 نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ جواب شرط۔ تو یہ فعل تمہارے لئے گناہ کی بات ہے۔
 وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بابت ان امور کے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے
 اور جن سے اس نے منع کیا ہے۔ اِیْ فِيمَا اَمَرَكَ بِهِ وَنَهَاكَ عَنْهُ۔
 = وَیَعْلَمُكُمُ اللَّهُ۔ اور اللہ تمہیں احکام بتاتا ہے جن میں تمہاری مہلائی ہے۔
 = وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔
 صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں =
 ”لفظ اللہ کو تین بار تین جملوں میں ذکر کیا۔ کیونکہ ہر جملہ اپنا خاص مقصد رکھتا ہے۔ پہلے جملہ میں ترغیب تقویٰ
 ہے۔ دوسرے جملہ میں وعدہ العاقبہ ہے اور تیسرے جملہ میں اللہ کی عظمت شان کا اظہار ہے۔“
 ۲۸۳: ۲ = وَانْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا۔ اِنْ شَرْطِيہ ہے اِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ۔
 جملہ شرط ہے۔ وَاَوْ عَاطِفٌ اور جملہ لَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا معطوف ہے جس کا عطف فعل شرط پر ہے (اور
 اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے)
 = فَرِهْنِ مَقْبُوضَةً۔ موصوف و صفت مل کر مفعول مالم لیسیم فاعل فعل ممدوف کا اِیْ فَلْيُؤْخَذْ
 رِهْنٌ مَّقْبُوضَةٌ۔ (تو گروی کے طور پر کوئی چیز قبضہ میں لی جائے یعنی قرض لینے والا قرض دینے والے
 کو کوئی چیز بطور رهن دیوے) یہ جملہ جواب شرط ہے۔

= فَإِنْ آمِنَ بَعْضُكُمُ بَعْضًا - جملہ شرط ہے آمِن ماضی - واحد مذکر غائب آمِنُ اَمَانَةٌ - اَمَانٌ - مصدر میں اور ان سب کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے - قرآن مجید میں ہے وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ (۲۴: ۸) یعنی وہ چیزیں جن پر تم امین مقرر کئے گئے ہو ان میں خیانت نہ کرو۔

آمِنُ يَأْمِنُ (باب سَمِعَ) آمِنٌ دَامَانَةٌ کسی کو امین بنانا (امانت دار بنانا) کسی پر اعتبار کرنا ترجمہ - اگر تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو امانت دار بنائے یعنی اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھے۔

= فَلْيُؤَدِّ الَّذِي تَجِبُ جَوَابَ شَرْطٍ كَلِمَةٍ - لِيُؤَدِّ فِعْلٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَأْدِيَةٌ (تفعیل) مصدر - پس چاہئے کہ وہ ادا کرے - آدَى يَأْدِي (باب ضَرَبَ) آدَى اور آدَى يُؤْدِي تَأْدِيَةً (تفعیل) ادا کرنا - آدَى مادہ

= أَوْ تَمِنَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِثْمَانٌ (اِفْتَعَالَ) مصدر جس پر اعتبار کیا گیا ہو - جس کو امانت دار بنایا گیا ہو - جس کو امین بنایا گیا ہو - اَمَانَتُهُ جو چیز اس کی امانت میں رکھی گئی ہو فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أَوْ تَمِنَ أَمَانَتَهُ - جواب شرط

= دَلِيْلَتِ اللّٰهَ رِيَّةً - قَاوُ عَاطِفٌ لِيَتَّقَى - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - لَامٌ لَامٌ امر - يَتَّقَى اصل میں يَتَّقَى تھا - بوجہ لام امری کو ساقط کر دیا گیا اِثْقَاءً (اِفْتَعَالَ) وقی مادہ - اور چاہئے کہ وہ ڈرتا ہے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔

= لَا تَكْتُمُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - كَتَمْتُ وَ كِتْمَانٌ مصدر (باب نصر) معنی چھپانا پوشیدہ رکھنا - تم مت چھپاؤ۔

= وَمَنْ يَكْتُمْهَا - مَنْ شَرْطِيَّةٌ - يَكْتُمُ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - كَتَمْتُ (باب نصر) مصدر - ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الشہادۃ ہے اور جو شخص اسے چھپائیگا جملہ شرط ہے۔

= فَإِنَّهُ اِثْمٌ قَلْبُهُ - فَإِنَّهُ میں کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے اِثْمٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے - اِثْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے - گناہ کرنے والا گنہگار - قَلْبُهُ مضاف مضاف الیہ - کا ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کے لئے ہے - اِثْمٌ خبر مقدم اور قَلْبُهُ مبتدا مؤخر ہے اور پورا جملہ اِثْمٌ کی خبر ہے - فَإِنَّهُ اِثْمٌ قَلْبُهُ - جملہ جواب شرط ہے ترجمہ - اور جو شخص اس کو (یعنی شہادت کو) چھپاتا ہے تو اس کا دل یقیناً گنہگار ہے۔

۲۸۴:۲ = اللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِعِندِ اللَّهِ خَزَائِنُ مُبْدِيٍّ ۚ

مؤخر۔ اللہ خبر مقدم۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

= وَإِنْ تَبَدُّدَا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تَخَفَوْهُ ۖ إِنَّ شَرْطِيَّةَ تَبَدُّدَا مَضَارِعَ كَاصِفَةٍ جَمْعُ نَذْرٍ حَافِئٍ

اصل میں تَبَدُّدَا تھا۔ نون عامل (حرف شرط) کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ اِبْدَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر

تم ظاہر کرو۔ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ۔ اسم موصول وصلہ مل کر تَبَدُّدَا کا مفعول۔ مراد اس سے انسان کی قلبی

بیماریاں مثلاً۔ نفاق۔ دکھاوٹ۔ بیجا تعصب۔ دنیا کی محبت۔ غصہ۔ غرور۔ آرزو۔ حرص۔

ترک توکل۔ ترک صبر۔ حسد۔ کینہ وغیرہ۔ ہیں (تفسیر مظہری)

أَوْ تَخَفَوْهُ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ضمیر واحد مذکر غائب مراد مَا فِي أَنْفُسِكُمْ ہے

سارا جملہ شرط ہے یُحَاسِبُكُمُ بِهِ اللَّهُ جواب شرط۔

= يَحَاسِبُكُمُ ۖ مَضَارِعَ مُجْزُومٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ ۖ مُحَاسَبَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر ۖ كُمْ ضمير

مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہارا حساب لیگا۔ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیگا۔ یہ میں ۖ ضمیر

واحد مذکر غائب کا مرجع مَا فِي أَنْفُسِكُمْ ہے۔

= فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ يَغْفِرُ ۖ مَضَارِعَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ مَغْفِرَةٌ (بَابُ ضَرْبٍ) مصدر۔

وہ بخش دے گا۔ یا بخش دیتا ہے۔

= لِمَنْ يَشَاءُ ۖ يَشَاءُ ۖ مَضَارِعَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ فَشِيَّةٌ (بَابُ فَتْحٍ) مصدر۔ جسے وہ چاہتا

= قَدِيرٌ ۖ صِفَتٌ مُشَبَّهَةٌ كَاصِفَةٍ ۖ قَدِيرٌ ۖ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے

کرے۔ اسی لئے اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے (راغب)

۲۸۵:۲ = آمَنَ ۖ مَاضِيٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِيْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ایمان لایا۔ اَمَنَ مَاؤُ

= آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ ۚ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائے اس پر جو ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا۔ یعنی

(قرآن مجید) اور مومنین (بھی ایمان لائے) یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے پیغمبروں

کُلُّ اس میں مضاف الیہ محذوف ہے۔ تنوین اس کے عوض ہے۔ کُلُّ اِیْ کُلُّ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ

ان میں سے ہر ایک۔ (یعنی المؤمنین میں سے ہر ایک۔ کُلُّ وَاحِدٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ)

علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب کے متعلق رقمطراز ہیں

کُلُّ ان میں سے ہر ایک۔ مضاف الیہ محذوف ہے تنوین اس کے عوض ہے۔ بیضاوی نے لکھا

کہ الْمُؤْمِنُونَ کا عطف یا الرَّسُولُ پر ہے اس صورت میں وہ ضمیر مضاف الیہ جس کی جگہ تنوین لائی

گئی ہے الرُّسُولُ اور الْمُؤْمِنُونَ دونوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہوگی یا المؤمنون مبتدا ہے اس وقت ضمیر مضاف الیہ صرف الْمُؤْمِنُونَ کی طرف راجع ہوگی اور کُلُّ اپنی خبر کے ساتھ مل کر المؤمنون کی خبر ہوگی اس صورت میں اَمَنْ کا فاعل تنہا الرُّسُولُ ہوگا۔

عظمتِ شانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اَمَنْ کی نسبت صرف الرُّسُولُ کی طرف کی گئی ہے۔ یا اس وجہ سے تنہا ایمان رسول کا ذکر کیا گیا ہے کہ رسول کا ایمان مشاہدہ اور معائنہ کے ساتھ تھا۔ اور دوسرے لوگوں کا ایمان نظری اور استدلالی تھا۔

بطاہر ط کا وقف الْمُؤْمِنُونَ کے فوراً بعد یہ بتا رہا ہے کہ المؤمنون کا عطف الرسول پر ہی ہے اور یہ اگلے جملہ کا مبتدا نہیں ہے۔

= كُتِبَہ - مضاف مضاف الیہ - اس کی طرف سے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اتاری ہوئی کتابیں صحیفے۔ ہدایتیں۔ نوشتے وغیرہ۔

= لَا تَفَرِّقُ - ای ویقولون لا تفرق... الخ لَا تَفَرِّقُ مضارع منفی کا صیغہ جمع متکلم۔ تَفَرِّقُ (تَفْعِيلُ) مصدر - فرق مادہ - ہم تفریق نہیں کرتے ہیں (کہ کسی پیغمبر کو سچا اور کسی کو جھوٹا کہیں بلکہ سب کو سچا کہتے ہیں)۔

= بَيِّنَ أَحَدٍ قَوْلَ رُسُلِهِ - أَحَدٍ یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے اسی لئے اس پر بَيِّنَ داخل ہوا کیونکہ بَيِّنَ ایسے اسم پر داخل ہوتا ہے جو کثرت پر دلالت کرتا ہو۔ ہم بَيِّنَ قَوْلِ کہیں گے بَيِّنَ زَيِّدٍ نہیں کہیں گے۔

= وَقَالُوا - اس کا عطف اَمَنْ پر ہے یعنی سب ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں.....

= سَمِعْنَا - ماضی جمع متکلم سَمِعَ (باب سَمِعَ) مصدر سے - ہم نے سنا۔ ہم نے سمجھا۔

= وَاطَّعْنَا - وَاَوْ عاطفہ - اطَّعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم - ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی - اطَاعَةُ (باب افعال) مصدر۔

= غُفْرَانُكَ رَبَّنَا - اس سے قبل نَسُوكَ محذوف ہے ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے مانگتے مانگتے ہیں۔ غُفْرَانُكَ مضاف مضاف الیہ - غُفْرَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر - تیری بخشش۔ لے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری بخشش مانگتے ہیں۔

غُفْرَانٌ بوجہ فعل محذوف کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

= الْمَصِيرُ - اسم ظرف مکان و مصدر - صَيَّرَ مادہ - لوٹنے کی جگہ - ٹھکانہ - قرار گاہ - لوٹ کر آنا۔

حاضر ہونا - مائل ہونا - آیتہ نداء میں بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور بطور مصدر ہی قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ وَنُمِيتُ وَآلَيْنَا الْمَصِيْرُ (۵۰: ۲۳) تحقیق ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مائے تے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

بلور اسم ظرف مکان قرآن مجید میں ہے حَبِطَتْ جَهَنَّمَ لِيُصْلَوْنَهَا وَبُقِيَ الْمَصِيْرُ (۵۸: ۸) اے پیغمبران کو دوزخ (جہنم کی سزا) کافی ہے یہ اس میں داخل ہوں گے۔ سو وہ بُرائی ٹھکانا ہے۔ اور وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابٌ جَهَنَّمُ وَبُقِيَ الْمَصِيْرُ (۶۴: ۶) اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بُرائی ٹھکانہ ہے۔

(۲۸۶: ۲) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ جملہ مستانفہ ہے لَا يُكَلِّفُ۔ مضارع منفی واہ مذکر غائب تَكْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا نَفْسًا۔ اسم مفعول واحد مونث منصوب کسی جان کو۔ کسی شخص کو۔ اِلَّا حرف استثناء وُسْعًا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وُسْعٌ طاقت سمائی۔ قدرت ہا ضمیر واحد مونث غائب جو نفس کی طرف راجع ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا (ذمہ وار نہیں بناتا) مگر اس کی بساط کے مطابق۔

= لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ لَهَا میں ہا ضمیر واحد مونث غائب جو نفس کی طرف راجع ہے جو (اچھی) کمائی اس نے کی (اس کا فائدہ) اسی کو ملیگا اور جو (برائی) اس نے کی (اس کا بوجھ) اسی پر ہوگا۔

فائدہ ۴۔ یہاں خیر کے لئے کسب کا لفظ اور شر کے لئے اکتساب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ اکتساب افعال کے وزن پر ہے اور اس میں کوشش اور طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے گو یا نیکی کا بدلہ تو بہر حال ملیگا خواہ اس کی تحصیل میں کوشش صرف کی گئی ہو یا نہیں۔ لیکن بدی کی پاداش صرف اس صورت میں ملے گی جب اس کی تحصیل میں طلب اور کوشش شامل ہو۔

= رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا..... الخ اس عبارت کا عطف قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا الخ (آیت ۲۸۵) پر ہے یا اس سے قبل فعل قُوْا مقرر ہے اور تقدیر یہ کلام یوں ہے۔ قُوْا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا..... الخ اللہ تعالیٰ نہایت کرم نوازی سے اپنے بندوں کو تعلیم دیتا ہے کہ مجھ سے یوں دعا کیا کرو۔ مجھ سے یوں مانگا کرو تاکہ میں تمہیں تمہاری لغزشوں اور خامیوں سے درگزر کرتے ہوئے تمہاری توقعات سے بڑھ کر عطا کروں۔

= لَا تُؤَاخِذْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر مُؤَاخِذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ جس کے معنی گناہ پر پکڑنے اور گرفت کرنے کے ہیں نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمارا مُؤَاخِذَةٌ ذمہ فرما۔ تو ہمیں نہ پکڑ۔

= اِنْ لَّيْسَ لَنَا۔ اِنْ شرطیہ ہے لَّيْسَ لَنَا فعل ماضی جمع متکلم (باب سمع) مصدر۔ اگر ہم بھول جائیں

== اَوْ اَخْطَاْنَا۔ اَوْ حرف عطف ہے یا کے معنی دیتا ہے اَخْطَاْنَا ماضی جمع متکلم اِخْطَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر یا ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

== لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا۔ لَا تَحْمِلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ حَمَلَ (باب ضرب) مصدر۔ تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔

== اِصْرًا۔ بھاری بوجھ۔ اصل میں اِصْرُ کے معنی اس بوجھ کے ہیں جو اپنے اٹھانے والے کو چلنے سے روک دے۔ یہاں مراد تکلیف شاقہ اور سخت اور دشوار امور سے ہے۔ اِصْرٌ۔ اس عہد مَوَکَد کو بھی کہتے ہیں جو خلاف ورزی کرنے والے کو ثواب اور خیرات سے روک دے جیسے قرآن مجید میں ہے: عَاَقِرَتْ تُمْذَا حَذَّتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرٰی۔ (۸۱: ۳) مہلّا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا پختہ عہد لیا۔

== لَا تُحْمِلْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تَحْمِلُ (تَفْعِيلُ) نَا ضمیر متکلم مفعول۔ تو ہم پر بار نہ ڈال تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔ تو ہم سے نہ اٹھوا۔

== مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِہٖ۔ مَا۔ موصولہ ہے اور اگلا حملہ اس کا صلہ۔ لَا نفی جنس کا ہے اور اس کے عمل سے طَاقَةُ مبنی برفتحہ۔ ہِہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب حَمَلٌ کی طرف راجع ہے لَا تُحْمِلْنَا اِی لَا تَحْمِلْنَا بِحَمَل۔

== وَاعْفُ عَنَّا۔ وَاو عاطف۔ اعْفُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر عَفْوٌ۔ (باب نصر) مصدر عَفَا۔ یَعْفُو عَفْوًا اس کا استعمال جب کسی کے جرم کو معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنِ ہوتا ہے (اے پروردگار ہمارے) تو ہمارے گناہ بخش دے۔ ہمارے جرم معاف کر دے۔ ہمارے گناہ مٹا دے۔ ہمیں معاف کر دے۔

عَفْوٌ کے معنی بچے ہوئے مال کے بھی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوُ۔ (۲۱۹: ۲) اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو بچے اپنے خرچ سے۔ یعنی وہ خرچ کرو جو اپنے عیال کے نفقہ سے بچ رہے۔

عَفْوٌ مصدر (باب نصر) بمعنی زیادہ ہونے کے بھی ہیں مثلاً جو چیز زیادہ اور گھنی ہو جاتی ہے تو بولتے ہیں عَفَا الشَّیْءُ۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوْا (۹۵: ۷) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے۔ یہاں عَفَوْا بمعنی کَثُرُوا آیا ہے۔

== وَاعْفِرْ لَنَا۔ وَاو عاطف۔ اعْفِرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ عَفِرَ (باب ضرب) سے مصدر

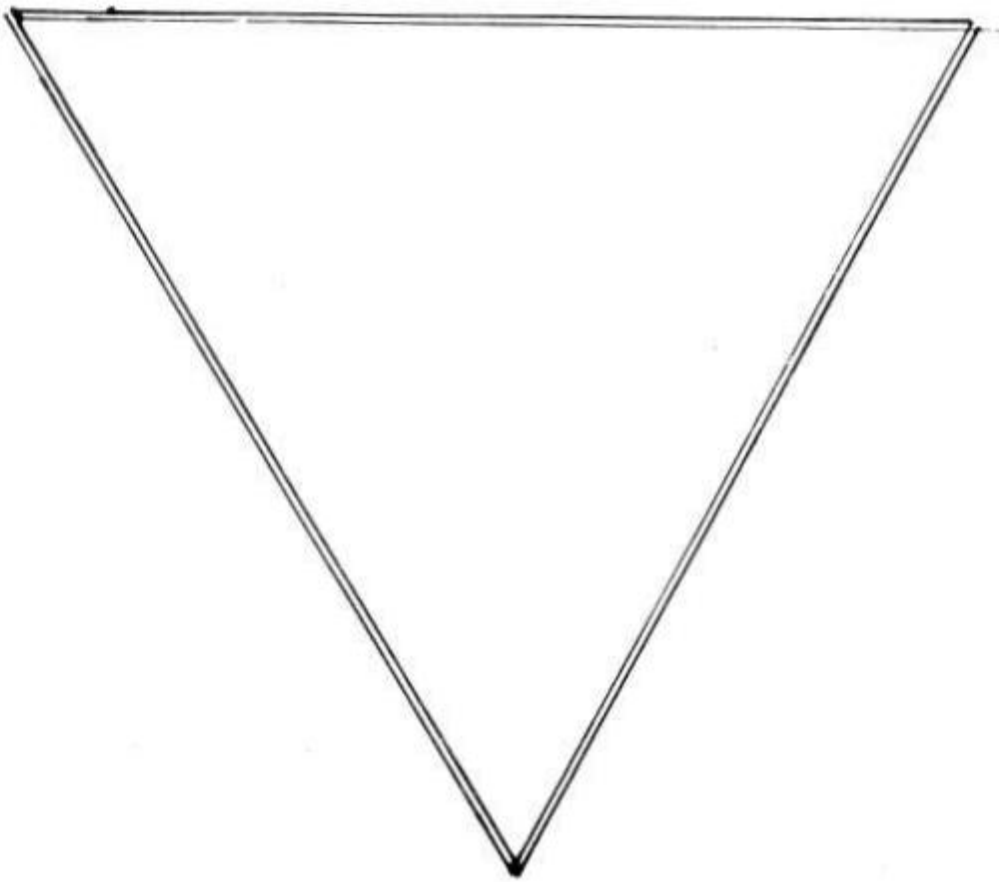
تو بخش دے۔ تو معاف کر دے۔ اصل میں غَفْرٌ۔ ایسے لباس پہننا دینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرت الہی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ اسی اعتبار سے غفر کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے۔

مِغْفَرٌ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دشمن کے وار سے بچاتی ہے۔

== وَارْحَمْنَا۔ واؤ عاطفہ۔ اِرْحَمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَحْمَةٌ (باب سمع) مصدر۔ نا

ضمیر مفعول جن متکلم اور (اے ہمارے پروردگار) تو ہم پر رحم کر

== مَوْلَانَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا مولیٰ۔ کارساز۔ مددگار



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ اِلْعَمْرَانَ

(۳-۲) الْحَقُّ - اللہ تعالیٰ کے اسمِ حسنیٰ میں ہے حیاتِ شہ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے
الْقَيُّوْمُ مَدُّ قَائِمٌ بِالذَّاتِ - ہر شے کو قائم رکھنے والا - دیکھو - ۲: ۲۵۵
(۳: ۳) = اَلْكِتَابُ - الْقُرْآنُ، بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ - صاحبِ صیغہ القرآن لکھتے ہیں کہ :-
حق کا جو مفہوم علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے وہ بہت جامع اور لطیف ہے ۔
لکھتے ہیں الحق للفعل والقول : الواقع بحسب ما يجب وقد رما يجب وفي
الوقت الذي يجب - یعنی کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلاتا ہے جبکہ وہ اس طرح پایا جائے
جیسے چاہئے اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب اور موزوں ہو اور اس وقت پایا جائے جب کہ اس
کی ضرورت ہو۔

قرآن کو بالحق کی صفت کے ساتھ متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح
فرمادیا کہ قرآن آیا اور ایسی آن بان سے آیا جو اس کی شایانِ شان تھی - اور ایسے دلائل و براہین کے مزین
ہو کر آیا جن کو عقل سلیم ماننے پر مجبور تھی - اور عین اس وقت آیا جب کہ ہر طرف گھپ اندھیرا چھا
چکا تھا - اور انسانیت کا کاروان دشتِ حیرت و ضلالت میں بھٹک رہا تھا اور اس وقت
کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آیا - جب عقلِ انسانی اپنی طفولیت کی حد عبور کر کے فکر و نظر کی
وادی میں قدم رکھ چکی تھی - اور انسان کے حواس کو مرعوب کرنے والے معجزات سے کہیں زیادہ عقل
و خرد کو مطمئن کرنے والی آیاتِ بینات کی ضرورت تھی -

سبحان اللہ کیا اعجاز ہے بالحق کے ایک لفظ میں معانی کا سمندر کو زریں میں بند
کر کے رکھ دیا ہے -

۳: ۴ = اَلْفُرْقَانُ - فَرْقٌ سے ہے لیکن وسیع المعانی ہے - حق و باطل میں فرق کرنا - والا -
یہاں الفرقان کے متعلق علماء سے مختلف اقوال منقول ہیں - قتادہ اور ربیع بن انس نے قرآن کیا

امام رازیؒ کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جن سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے۔
 بعض کے نزدیک وہ دلائل ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں بعض متاخرین نے
 اس سے عقل مراد لی ہے۔ امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک بہترین قول یہ ہے کہ۔
 الفصل بین الحق والباطل یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت کو فرقان کہا جاتا ہے۔ روح
 المعانی میں ہے الفرقانُ اِنَّه القُرْآنُ فرق به بین الحق والباطل فاحل فیہ حلالہ و
 حرم حرامہ وشرع شرائعہ وحد حد ودک و فرائضہ و بین بیانہ وامر بطاعته
 و نهي عن معصيته و ذکر بهذا العنوان بعد ذکرہ باسم الجنس تعظيماً لثانہ
 و رفعاً لمكانہ۔

اسم نبس کی حیثیت سے ذکر کرنے کے بعد اس عنوان (الفرقان) سے قرآن کو دوبارہ اس کی تعظیم شان اور
 رفع مکان کے لئے ذکر کیا گیا ہے
 = عَزَّيْزٌ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ عِزَّةٌ سے
 فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= ذُوْا نِقَامٍ۔ صاحب انتقام۔ جو انتقام پر قادر ہو۔ انتقام۔ سزا دینا۔ بدلہ لینا۔ غلبہ پانا۔ بروزن اِنْفَعَالُ
 مصدر ہے نِقَمَ سے جس کا معنی کسی شے کو بُرا سمجھنا۔ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت
 (سزا دینا) کے لئے بولا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے)

۳: ۶ = اَلْحَكِيْمُ۔ حکمت والا۔ بروزن فَعِيل صفت کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے
 ۳: ۷ = مُّحْكَمَاتٌ۔ اسم مفعول جمع مَوْث۔ مُّحْكَمَةٌ۔ مفرد اِحْكَامٌ۔ مصدر (افعال) نَجْتَه۔ درست
 جن کے معانی اور الفاظ میں اجمال اور اشتباہ نہ ہو۔ لفظ اپنے معانی پر واضح دلالت کرتا ہو اور غیر مراد کا احتمال نہ ہو
 = اٰخِرٌ۔ اٰخِرِی کی جمع جو اٰخِر کی تائید ہے۔

= مُّشْتَابِهَاتٌ۔ اسم فاعل جمع مَوْث۔ مُّشْتَابِهَةٌ مفرد۔ قرآن حکیم میں متشابہات سے کیا مراد ہے
 اس کے معنی کی تشریح علماء نے مختلف طور پر کی ہے عام فقہانے لکھا ہے کہ اگر ظاہراً مراد کا علم نہ ہو سکے تو
 وہ متشابہ ہے۔

= نَوَاطٍ۔ تفسیر بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع رسالہ موسوم
 بر رسالۃ التواہب بما يتعلق بالتشابه تخریر فرمایا ہے جو از حد مفید ہے اور آل عمران کی تفسیر میں حاشیہ پر مندرج ہے
 = ذَیْعٌ۔ کبھی۔ حق سے روگردانی۔ ذَا عٌ یَزِیْعٌ کا مصدر ہے۔

= اِبْتِغَاءٌ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مصدر ہے یَعْنِی سے۔ باب افعال۔ یعنی کے اصل معنی کسی چیز کی طلب

میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا کہیں خواہ وہ تجاوز کر سکے یا نہ کر سکے۔ یعنی دو قسم پر ہے
(۱) محمود یعنی عدل و انصاف کی حد سے آگے نکل کر مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ فرض کی حد سے تجاوز کر کے نوافل
بجالانا۔ (۲) مذموم یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ زنا کو بھی بغی کہتے ہیں کہ اس
میں حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔

== تَادِيلٌ - اَدْلٌ سے بروزن تَفْعِيلٌ مصدر ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے مرجع
اور جائے بازگشت کو مَوْتِلَ کہتے ہیں۔ کسی شے کو خواہ وہ شئی علم ہو یا فعل اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانے کا نام تادیل
ہے۔ علم کی مثال وَمَا يَعْلَمُ تَادِيْلُهُ اِلَّا اللّٰهُ۔ (اور اس کی تادیل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا) اور فعل کی مثال
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَادِيْلُهُ۔ (۵۳: ۷) اب کیا یہ لوگ اس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ
انجام سامنے آجائے۔ الخ۔

تادیل - تفسیر - تشریح - تعبیر - کل بیٹھنی - بیان - حقیقت - ٹھیک پڑنا۔ انجام کار قیامت جیسے کہ
(۵۳: ۷) میں اس معنی میں آیا ہے۔

== آیتہ ہدایں اللہ پر وقف ہے وَالرَّاسِخُونَ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔
۸: ۳ = لَا تَزُغْ - دیکھو ذَنُوبُ آیتہ مندرجہ بالا (۳: ۷) فعل نہیں، واحد مذکر حاضر۔ تو کج نہ کرتو نہ پھیر
= هَبْ - واحد مذکر حاضر۔ امر۔ وَهَبْ - هَبَةٌ مصدر۔ باب فتح۔ تو عطا کر۔ تو بخشش کر۔
وَهَابٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت عطا کرنے والا۔ بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔ اس سے قبل اِنَّ اَنْتَ اَوْ
لَكَ اور اَنْتَ کو لا کر اللہ تعالیٰ کی صفت دہرہ میں سخت تاکید پیدا کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہوگا: یقیناً و بآب
تو تو ہی ہے۔

۹: ۳ = اَلَيْسَ عَازٍ - وعدہ۔ ظرف زمان بھی ہے وقت وعدہ۔

۱۰: ۳ = لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ - نفی تاکید ملن۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اَلْغْنَى - تو نگرہی۔ بے
نیازی۔ غنی۔ مالدار۔ بے نیاز۔ اَغْنَى عَنْهُ شَيْئًا - اس کو کسی حد تک بے نیاز کر دینا۔ هَذَا مَا اِغْنَى
عَنْكَ شَيْئًا یہ تمہارے کسی کام نہ آئیگی۔ تمہارے لئے کسی فائدہ کی نہ ہوگی۔ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔
مَا اِغْنَى عَنْهُ مَالُهُ (۱۱۱-۱۲) اس کا مال اس کے کام نہ آیا۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَزْوَاجُهُمْ
مِنْ اِلٰهِ شَيْئًا۔ ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کی جانب سے کسی حد تک بھی بے نیاز نہ کر سکیں گی
یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

== دَقْدُودٌ - دَقْدَ يَعِدُ (صَرَبَ) (آگ کا بھڑکنا) سے۔ ایندھن۔ نِزْوَقَادُ دَقِيْدٌ -
بمعنی ایندھن۔

۳:۱۱ = كَذَابٌ - ك حرف تشبیہ یا تمثیل - ذَابُّ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں مسلسل روش - عَادَةُ مُسْتَمْرَہ - ایسی عادت جس پر ہمیشہ عمل ہوتا ہے۔

= كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ میں اگر اس کو نیا جملہ تصور کیا جائے تو اس صورت میں ذَابُّہُمْ محذوف تصور ہوگا۔ اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آیتہ ماقبل میں جن کفار کا ذکر ہوا ہے ان کا طریقہ بھی وہی تھا جو کہ آل فرعون کا اور ان سے پہلے لوگوں کا تھا۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق آیہ سابقہ میں مذکور کفار کے مال و اولاد سے ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ یعنی جس طرح آل فرعون کو اس کا مال اور اس کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی ان (کفار) کو بھی ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے

ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق وَقُودُ النَّارِ سے ہے اور عبارت کچھ اس طرح ہے۔ اُولَئِكَ هُمُ وَقُودُ النَّارِ كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ یعنی آل فرعون کی طرح یہ بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہونگے۔
جمہور علماء نے سب سے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے

= عِقَابٌ - مار - سزا - ایذار - عذاب - عقوبت - سزا دینا۔ عَاقِبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے عِقَابٌ عَقُوبَةً مُّعَاقِبَةً عذاب کے لئے مخصوص ہیں۔ عِقَاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں (جیسے تعاقب پیچھا کرنے کو کہتے ہیں) چنانچہ بولتے ہیں عَقِبَ الثَّانِي الْاَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہولیا۔ اس اعتبار سے عِقَاب وہ سزا ہوتی جو ارتکاب جرم کے پیچھے دی جاتی ہے لہذا اس کا ترجمہ پاداشِ عمل کرنا چاہئے۔
۱۲:۳ = تَحْشُرُونَ مَضَارِعَ مَجْہُولِ جمع مذکر حاضر الْحَشْرُ (باب نصر) کے معنی لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی وغیرہ کی طرف لے جانے کے ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ
النِّسَاءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔

= الْاِهْلَادُ - اسم - بچھونا - مراد ٹھکانہ - قرار گاہ - مَهْدٌ گہوارہ - زمین - مَهْوَدٌ - جمع -
۱۳-۳ = يَزِدُّهُمْ مِثْلَهُمْ رَاٰی الْحَيِّ - يَزِدُّنَ کی ضمیر کا مرجع فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بھی ہو سکتا ہے اور اُخْرٰی (کافروں کا گروہ) بھی۔ اسی طرح يَزِدُّهُمْ میں هُمْ ضمیر مسلمانوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور کفار کے متعلق بھی۔ اس طرح اس فقرہ کے ترجمہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں -
۱۔ مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۲۔ مسلمان کافروں کو ان کی اصل تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۳۔ مسلمان اپنے آپ کو کافروں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۴۔ کفار مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے

۵۔ کفار مسلمانوں کو ان کی تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۶۔ کافر اپنے تئیں مسلمانوں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

دای العین مصدر مؤکد لیور نہد۔ بادی النظر میں تعداد کا اندازہ ایک اضافی امر ہے اگر حوصلے بلند اودل میں ولولہ ہو تو مد مقابل کی تعداد اصل سے کم معلوم دیتی ہے۔ اور اس کے برعکس اگر حوصلے پست ہوں تو دشمن کی تعداد اصل سے زیادہ دکھائی دیتی ہے اس لحاظ سے معانی نمبر ۲ بعید از قیاس ہے کیونکہ مسلمان جو شش ایمان سے پُر تھے اس لئے ایسی حالت میں دشمنوں کی تعداد اصل سے زیادہ ہرگز نہ معلوم نہیں دیتی بلکہ اصل سے کم نظر آتی ہے معنی ۲ بھی قرین قیاس نہیں مسلمان بخوبی جانتے تھے کہ ان کی تعداد ۳۱۳ ہے اور جبکہ کفار کی تعداد ۱۰۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ اس لئے کسی بھی صورت میں وہ ۳۱۳ کو ۱۰۰۰ ہزار سے دگنا خیال نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح معنی نمبر ۴ بھی بعید از قیاس ہے کہ کافر ۱۰۰۰ ہزار ہوتے ہوئے ۳۱۳ کو اپنے سے دوچند یعنی ۲۰۰۰ ہزار کیسے خیال کر سکتے تھے۔

رہے معانی نمبر ۱۔ نمبر ۵۔ نمبر ۶۔ تو فریقین میں سے ایک فریق (مسلمانوں) کے جو شش بہت وجہات اور دوسرے فریق (کفار) کے جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تینوں صورتیں ممکن ہیں۔ اس اضافی کیفیت کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جاسکتی ہے فرماتے ہیں نظرنا الی المشرکین فראیناھم لیضعفون علینا ثم نظرناھم فمادأیناھم یزیدون علینا رجلاً واحداً۔ (ہم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو بادی النظر میں ان کو اپنے سے دوگنا دیکھا پھر دوبارہ جب (جو شش ایمانی اپنے زوروں پر آیا) ہم نے ان کو دیکھا تو ایسا پایا کہ ہم سے وہ ایک آدمی بھی نہ آئے تھے دوسری طرف ابو جہل کا قول ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو (چونکہ ابھی مد مقابل کا زور ملاحظہ ہی نہ کیا تھا) ابو جہل نے کہا ان محمد او اصحابہ اكلة جذور۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی تو ادنٹ کا ایک لقمہ ہیں۔

لیکن جب مسلمانوں کی جرات و بہت کا مزہ چکھا تو نگاہ میں فرق آگیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد اصل تعداد سے دوگنا دکھائی دینے لگی۔ جمہور علماء و مفسرین نے اس فقرہ کا مطلب وہی لیا ہے جو کہ نمبر ۱ پر درج ہے یعنی مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے حالانکہ وہ تنگنے سے بھی زیادہ تھے۔

== یُؤْتِیْ - مضارع واحد مذکر غائب تَامِیْدُ مصدر باب تفعیل وہ قوی کرتا ہے۔

== عِبْرَةٌ - عبرت۔ نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنے حال کو قیاس کرنا۔

== اُولِ الْاَبْصَارِ - اصحاب نظر - اصحاب عقل -

۱۴:۲ == ذُیْنَ - تَزْنِیْنُ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب - وہ سنوارا گیا - مزین کیا گیا - اچھا دکھلایا گیا -

== قَنَاطِیْرُ - قنطار کی جمع - ڈھیر - انبار - کثیر مال - پُل - قنطار کی لفظی ساخت بندی کے مفہوم کو چاہتی ہے اسی لئے اونچی عمارت کو قنطرة کہتے ہیں -

== مَقْنَطِرَةٌ - ڈھیر کیا ہوا - قنطرة مصدر باب فعللة رباعی مجرد -

== اَلْمُسْوَمَةُ - اسم مفعول - واحد مَوْث - تَسْوِیْمٌ مصدر سَوَمَ سے باب تفعیل نشان زدہ ممتاز - سِیمَةٌ سَوَمَةٌ - سِیمًا - علامت، نشان - سَوَمٌ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانا - اس مفہوم کے دو اجزاء ہیں - جانا اور طلب - کبھی صرف دوسرا جز ملحوظ ہوتا ہے جیسے لِسُوْمُوْكُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ (۲: ۲۷۹) تمہیں سخت تکلیفیں دینے کی تلاش میں رہتے تھے -

چرانے کو بھیجنے کے لئے بھی آتا ہے سُمْتُ (باب نصر) اَسَمْتُ (باب افعال) سَوَمْتُ (باب تفعیل) میں نے چرانے کے لئے بھیجا - قرآن حکیم میں ہے - شَجَرٌ فِیْہِ تَسْمِیُوْنَ (۱۰: ۱۶) درختوں میں تم اونٹوں کو چراتے ہو یا چرانے کے لئے بھیجتے ہو - سَدَائِمَةٌ - چرنے والے جانور -

== مَابٌ - مَابٌ مصدر بھی ہے اور اسم زمان و مکان بھی - لوٹنا - لوٹنے کی جگہ - لوٹنے کا وقت اَدْبٌ اور اِیَابٌ مصدر ہیں - اِنَّ الْاِنْسَانَ اِیَابَهُمْ (۸۸ - ۲۵) تحقیق ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے ۱۵:۳ == قُلْ - اِی قُلْ یا محمد - اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے - امر کا صیغہ واحد

مذکر حاضر -

== اَوْ نَبِّئْکُمْ - ا - استفہامیہ نہیں بلکہ تقریر اور ثبوت کے لئے ہے اُنْبِئْ مِصْرَاعٌ واحد متکلم تَنْبِئَةٌ

(باب تفعیل) سے بمعنی خبر دینا - بتانا - کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - کیا میں تم کو بتاؤں میں تمہیں بتاتا ہوں

خَبَرٌ - افعِل التفضیل کا صیغہ - بہتر - زیادہ اچھی، عمدہ تر - ذٰلِکُمْ سے مراد وہ چیزیں اور نعمتیں جو دنیاوی ہیں اور

اوپر مذکور ہوئی ہیں - (وہ بہتر چیز کونسی ہے وہ یہ کہ متقیوں کے لئے ان کے رب کے ہاں جنتیں ہیں جن میں

نہیں جاری ہیں -

اَزْوَاجٌ اور رِضْوَانٌ کا عطف جَنَّتِ پر ہے - اور ان کے لئے ہوں گی پاک بیبیاں اور خدا کی

خوشنودی -

۱۶:۳ == قِنَا - قِنَا - قِنَا واحد مذکر حاضر - امر معروف نا ضمیر جمع متکلم مفعول - دَقِی (لصیف مفروق)

(باب ضرب) دَقِی یَقِی دِقَايَةً دَقِی یُوْقِی - قِ - لَا تَقِ - گردان امر یوں ہوگی - قِ - قِیَا - قُوا - قِی

قِيَّاتَيْنِ - قِ اصل میں اضْرِبْ کے وزن پر اِدْقِ تھا۔ عمل تعلیل سے اَوْ شروع میں اور ی ساکن آخر میں گر گئی۔ قِنَا - ہم کو بچا۔ ہم کو محفوظ رکھ۔

۱۷:۳ = وَالْقَانِتَيْنِ - اطاعت گزار۔ اسم فاعل جمع مذکر معرّف باللام قَنُوتُ باب نصر سے جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں۔

= الْمُنْفِقَيْنِ - اسم فاعل جمع مذکر۔ انْفَاقٌ مصدر راء خدا میں خرچ کرنے والے۔ اَنْفَقَ يَنْفِقُ۔ باب افعال سے۔ خرچ کرنا۔ باب مفاعلہ سے نَافَقَ يُنَافِقُ فِي الدِّينِ - مذہب میں منافقت کرنا = الْمُسْتَغْفِرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر اسْتَغْفَرَ مصدر باب استفعال۔ گناہوں کی معافی مانگنے والے = اَسْحَارٍ - سَحَرٌ کی جمع جس کے معنی رات کی تاریکی کے ساتھ دن کی روشنی کے ملنے کے ہیں۔ اسی لئے سحر صبح کے اول وقت کو کہتے ہیں۔ اسحار صبح کے اوقات۔

۱۸:۲ = شَهِدَ اللّٰهُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے گواہی دی۔ اس صورت میں اس کا مصدر شَهِدَ ہے اور اگر شُهِدُ سے ہو تو معنی ہوں گے اس نے پایا۔

= وَالْمَلَائِكَةُ اُولُو الْعِلْمِ - وَاَوْ حرف عطف ہے اور ملائکہ اور اُولُو الْعِلْمِ اللّٰهُ معطوف علیہ معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس فعل شہد کا اطلاق ان ہر دو معطوف پر بھی ہوگا یعنی اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور اہل علم بھی گواہی دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قَائِمًا بِالْقِسْطِ - هُوَ کی تعریف ہے کہ عدل و انصاف کو قائم فرمانے والا۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں ومعناه انه تعالى قائم بتدبير خلقه وقائم بارزاقه ومجازيم باعمالهم۔

ابو الاعلیٰ مودودی اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:- اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں۔

پیر کرم شاہ ضیاء القرآن میں یوں رقمطراز ہیں:-

قَائِمًا بِالْقِسْطِ کی ایک ترکیب یہ ہے کہ یہ حال ہے اور لفظ اللہ ذو الحال۔ اور دوسری ترکیب یہ ہے کہ:- لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ میں هُوَ ضمیر اس کا ذو الحال ہے اور یہ حال معنی اس کی صفت ہے اس صورت میں یہ مشہود ہے میں داخل ہوگا۔ یعنی ان سب گواہوں نے اس کی وحدانیت کی گواہی بھی دی اور اس کے ساتھ اس کے عدل و انصاف کی بھی شہادت دی۔

= لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۹:۳ = وَمَا اخْتَلَفَ - میں مَافیہ ہے اور مَا جَاءَهُمْ میں مَا بیانیہ ہے

== لَبَغْيًا بَيْنَهُمْ - بوجہ باہمی حسد و مخالفت کے۔

۲۰: ۳ = دَمِنَ اتَّبَعِنِ - اتَّبَعِنِ اصل میں اتَّبَعْنِي تھا۔ اور وہ جنہوں نے میری پیروی کی۔
 = الْأُمِّيَّتَيْنِ - مشرکین عرب جو اہل یہود اور نصاریٰ کے علاوہ تھے۔ اُمِّيٌّ کے معنی اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ لکھ سکے نہ پڑھ سکے۔ اس زمانہ میں عرب کی یہ مخصوص صفت تھی کہ وہ اکثر و بیشتر بے پڑھے لکھے تھے اور اس صفت میں دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔

== تَوَكَّأَ ماضی جمع مذکر غائب تَوَكَّأُ سے۔ اگر تَوَكَّأُ کا لفظ متعدی بنفسہ ہو تو معنی ولایت (دوستی) اور قریب ترین مواضع سے اس کے حصول کو چاہتا ہے۔ جیسے وَلَّيْتُ سَمْعِي كَذَا۔ میں نے اپنے کان کو فلاں چیز پر لگایا۔ یا جیسے قرآن حکیم میں ہے دَمِنَ يَتَوَكَّأُ اللّٰهُ دَرَسُوْلَهُ۔ (۵۶: ۵) اور جو شخص خدا اور اس کے رسول سے دوستی کرے گا۔

اور جب تعدیہ بذریعہ عَنْ ہو خواہ عَنْ لَفْظوں میں مذکور ہو یا مقدر تو اس کے معنی اعراض اور روگردانی اور دور ہونے کے ہیں جیسے آیت ہذا میں۔ یہاں عَنْ مقدر ہے پس فَإِنْ تَوَكَّأَ کا معنی ہوگا اگر وہ روگردانی کریں

۲۱: ۳ = يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ - جو عدل و انصاف کا حکم کرتے تھے۔

= أَلِيْمٌ - دردناک۔ الم۔ درد۔ دکھ۔ تکلیف۔ جمع آلام۔

۲۲: ۳ = حَبِطَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ اکارت ہو گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے

۲۳: ۳ = يُدْعَوْنَ - مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ سے۔ بلائے جائیں گے۔ بلائے جاتے ہیں۔

= لِيَعْلَمُ میں حکم کی اضافت کتاب اللہ کی طرف ہے

= ثُمَّ حرف عطف ہے اور پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے یہاں معطوف علیہ محذوف ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی۔ وہم يعلمون انہ هو الحق ثم يتولى فريق منهم۔ یہاں علم ہونے کے بعد ان کی روگردانی کا فعل مذکور ہے استبعاد لتوليهم۔

= مُعْرِضُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ هُمْ مُعْرِضُونَ یا تو فريق کی صفت ہے۔ وہم قوم لا يزال الاعراض دينهم (وہ ایک ایسا ٹولہ تھا کہ دین سے روگردانی سے باز نہیں آتا تھا۔ یا فريق کا حال ہے اور فريق ذوالحال ہے۔

۲۴: ۳ = غَرَّهُمْ - ماضی واحد مذکر غائب۔ غَرَّوْهُ مصدر۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے فریب دیا هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا فاعل جملہ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ہے۔ اِی غَرَّهُمْ افتراء همد

کَذِبُهُمْ - اور ان کے کذب و افترار کی مثالیں۔

۱۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ط

۲۔ اَبَاءَنَا اِلَّا نُبِيَّاءُ يُشْفَعُونَ لَنَا۔

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَعَدَ یَعْقُوْبَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَ اَبْنَاءَ کَ۔ وغیرہ وغیرہ

۳: ۲۵ = فَکَیْفَ - اِیْ فَکَیْفَ یَکُوْنُ حَالُهُمْ

= لَیْوَمٍ - میں ل معنی فی آیا ہے ای فی یوم۔

۳: ۲۶ = تَنْزِعُ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو چھین لیتا ہے۔ تو اکھاڑ پھینکتا ہے۔

۳: ۲۷ = تَوَلَّجُ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِیْلَاجُ (افعال حم مصدر۔ تو داخل کرتا ہے

ولج مادہ۔ کسی تنگ جگہ میں داخل کرنا۔ جیسے باب ضرب سے وَلَجَ یَلِجُ رَحَتْیَ یَلِجُ الْجَمَلُ فِی سَدِّ الْخِیَاطِ (۴۰: ۴) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

۳: ۲۸ = فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِی شَیْءٍ - اس فقرہ کی ترتیب کچھ یوں ہو سکتی ہے۔

۱۔ فَلَیْسَ (لہ) مِنْ وِلَایَةِ اللّٰهِ فِی شَیْءٍ (الخازن) تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی

دوستی نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ تو اللہ کے دشمنوں کے دوست ہیں تو اللہ ان کو کیسے دوست رکھیگا۔

کیونکہ مَوَالِدَ اللّٰهِ و مَوَالِدَ الْکُفَّارِ ضِدَانٌ لَا یَجْتَمِعَانِ۔ کہ خدا کی دوستی اور کفار کی دوستی باہم

ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جو کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

۲۔ فَلَیْسَ لَهُ نَصْرٌ اَوْ وِلَایَةٌ مِنَ اللّٰهِ فِی اِیِّ اَمْرٍ۔ تو کسی امر میں بھی اس کو اللہ کی دوستی یا مدد

نصیب نہ ہوگی۔ (عبداللہ یوسف علی)

= اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰةً۔ تَتَّقُوا۔ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَّقُوْنَ تھا۔

نون اعرابی بوجہ عامل اَنْ کے گر گیا۔

تُقٰةً مصدر ہے تُقٰةً اصل میں وَقٰةً تھا۔ واو کو تا سے بدل دیا گیا۔ وقی۔ حروف مادہ

ہیں۔ وقی۔ یقی۔ اِثْقٰی یَتَّقٰی۔ بچنا۔ پرہیز کرنا۔ حفاظت کرنا۔

ماسوائے ایسی حالت کے کہ تم کو ان سے ظلم کا ڈر ہو۔ اِی اِلَّا اَنْ تَتَخَفُوا مِنْهُمْ مَخَافَةً

(الخازن) یا تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے ایسا طرز عمل اختیار کرو۔ (تفہیم القرآن)

= یُحَذِّرُکُمْ۔ یُحَذِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (اور اللہ)

تم کو ڈراتا ہے۔ خبردار کرتا ہے اپنی ذات سے۔ یعنی اپنے غضب۔ اپنی ناراضگی سے۔

= اَلْمَصِیْرُ۔ اسم ظرف مکان۔ صَارَ یَصِیْرُ کا مصدر بھی ہے۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرار گاہ۔ ٹھکانہ۔

لوٹنا۔ مائل ہونا۔ کاٹنا۔ جمع ہونا۔

۲: ۳۰ = بَيِّنَةً - میں ہا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے اور کا ضمیر کا مرجع یا عمل سور ہے یا یوم ہے
= لَوَدُّ - مضارع واحد مؤنث غائب دُرُّ (باب سمع) سے مصدر - وہ چاہے گی۔ آرزو کرے گی۔
دوست رکھیگی۔

= اَمَدًا - مدت مدید۔

= دَوْنُ - مہربان - شفقت کرنے والا۔ رَأْفَةً سے بروزن فَعُولُ صفت مشبہ کا صیغہ۔

۳: ۳۳ = اصْطَفَى - اصْطَفَاءُ (افتعال) سے ماضی - واحد مذکر غائب اس نے چن لیا۔ اس نے
پسند کر لیا۔ صَفَوُ سے باب افتعال میں ت کو ط سے اور واؤ کو ی سے بدل کر اصْطَفَى ہو گیا۔
اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ کو چن لینا۔

۳: ۳۴ = ذُرِّيَّةٌ - اولاد - اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذُرِّيَّةٌ کہتے ہیں مگر عرف عام میں
چھوٹی بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ یا تو

۱: - ذُرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کا ہمزہ ممتدک
ہو گیا ہے۔ جیسے رَدِّيَّةٌ اور بَرِّيَّةٌ۔ یا

۲: - اس کی اصل ذُرْوِيَّةٌ ہے۔ یا

۳: - ذُرٌّ سے بمعنی بکھیرنا۔ فَعْلِيَّةٌ کے وزن پر جیسے قُمْرِيَّةٌ ہے۔

اس کی جمع ذُرَارِيٌّ اور ذُرِّيَّاتٌ ہے۔

= ذُرِّيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ایک نسل جس کے بعض بعض کی اولاد تھے۔ بَعْضُهَا مِنْ
بَعْضٍ - ذُرِّيَّةٌ کی صفت ہے۔

۳: ۳۵ = اِمْرَاَتُ عِمْرَانَ - عمران - حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کے
ہمشیرہ حضرت مریم کے باپ کا نام تھا۔ اِمْرَاَتُ عِمْرَانَ - میں عمران سے مراد حضرت موسیٰ کے
والد نہیں بلکہ عمران کی عورت سے مراد عمران کی نسل میں سے ایک عورت ہے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ
حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں۔ اور حضرت مریم کی والدہ اور حضرت یحییٰ کی والدہ آپس میں رشتہ کی
بہنیں تھیں۔ لہذا حضرت مریم ام عیسیٰ علیہ السلام آل عمران میں سے ہوتیں۔

یابہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے باپ کا نام بھی عمران ہی تھا۔

۳: ۳۵ = مَذَذْتُ - ماضی واحد مکمل نَذَذَ مصدر - رباب ضَرْبَ - نَصَرَ میں نے
منت مانی - میں نے نذر مانی۔

= مَحَرَّرًا - اسم مفعول واحد مذکر - تَحَرَّرَ - مصدر - آزاد کیا ہوا۔

بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص (مجاہد) عبادت کے لئے خالص کر لیا گیا (شعبی) دنیا کے دھندوں سے آزاد کردہ (جعفر صادقؑ)

۳۶:۳ = اُعِيْذُهَا - میں اس کو پناہ دیتی ہوں - اِعَاذَةُ سے اِعَاذُ اُعِيْذُ (باب افعال) کدم یکرم سے مضارع واحد مکمل - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب عَاذَ اُعُوْذُ - ب - باب نصر - کسی کی پناہ طلب کرنا - یا پناہ لینا۔

«وَاللّٰهُ سے تَا كَا لَانْتٰی» جملہ معترضہ ہے - وَاِنِّیْ سَمِعْتُهَا مَرْیَمَ سے پھر عمران کی عورت کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔

= اَلتَّرَجِیْمُ ط - ملعون - مردود - راندہ ہوا - دَجَمْتُ سے بروزن فِیْضٌ بمعنی مَفْعُولٌ - قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے شیطان کے لئے آیا ہے - کراندہ درگاہ الہی ہے۔

۳۷:۲ = اَنْبَتَهَا - اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر بمعنی اگانا - بڑھانا - اس نے اس کو بڑھایا (جاندار کے لئے) اس نے اس کو اگایا - (نباتات کے لئے) اِیْ رَبَّهَا الرَّبُّ تَرْبِیَّةٌ حَسَنَةٌ فِیْ عِبَادَةِ وَطَاعَةِ لِرَبِّهَا - (روح المعانی)

= كَفَّلَهَا ذَکَرِیَّآ - اس نے (اللہ نے) اس کو (مریم کو) زکریا کی کفالت میں دیدیا - كَفَّلَ ماضی واحد مذکر غائب - تَكْفِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

كَفَّلَ کا فاعل اللہ - یعنی اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنادیا - اس صورت میں ہا ضمیر مفعول اول اور زکریا مفعول دوم ہوگا - لیکن تکفیل کے معنی کسی کو اپنی کفالت (ذمہ داری) میں لے لینا بھی ہے - اس لئے زکریا فاعل بھی ہو سکتا ہے - یعنی زکریا نے مریم کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا كَفَّلَ (باب نصر) بمعنی کسی کو اپنی ذمہ داری میں لے لینا - کفیل ذمہ دار۔

۳۹:۲ = بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ - اللہ کی طرف سے ایک فرمان - اس فرمان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان سے خرقِ عادت کے طور پر ہوئی تھی - اس لئے ان کو قرآن میں کلمۃ من اللہ کہا گیا ہے - (تفہیم القرآن)

= حَصُوْرًا - عورت کے پاس نہ جانے والا - عورتوں سے بے رغبت - جو عورت کے پاس نہ جائے خواہ نامردی کے باعث یا پاکیزگی اور عفت کی خاطر - اس کو حَصُوْرٌ کہتے ہیں حَصْرٌ سے روزن فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۴۰:۲ = اَلْكَبَرُ - اسم مصدر - بڑھاپا - پیرانہ سالی۔

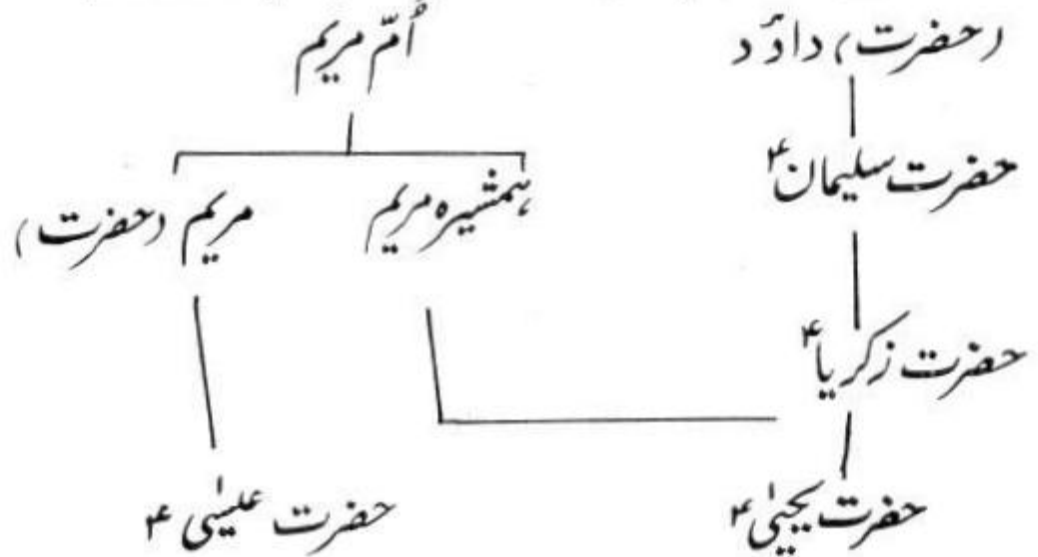
= عَاقِرٌ - بانجھ - عَقَارَةٌ سے جس کے معنی عورت کے بانجھ ہونے کے ہیں۔

۴۱: ۳ = الْعِشِيِّ - شام - سورج ڈھلے - بعد زوال - دن کا پچھلا وقت - زوال سے لے کر صبح تک کا وقت - نماز مغرب لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= الْاِذْبَکَارِ - صبح بروزن افعال اسم ہے

فائدہ نمبر ۱:- آیات نمبر ۴۰ اور ۴۱ میں کلام مابین زکریا اور اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے سوال منجانب زکریا ہے اور جواب منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

فائدہ نمبر ۲:- حضرت یحییٰ کا شجرہ نسب کچھ یوں بنتا ہے۔



۴۳: ۳ = اُتْنَتِی - تو بندگی کر - اطاعت کر - قَنَوْتُ سے جس کے معنی خشوع خضوع کے ساتھ عبادت میں لگے رہنے کے ہیں - فعل امر - صیغہ واحد مؤنث حاضر۔

= اِذْکَعِی - فعل امر - واحد مؤنث حاضر - تو رکوع کر

۴۴: ۲ = اَنْبِئَاءُ - بِنَاءُ کی جمع - خبریں - حقیقتیں - جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے بِنَاءُ کہتے ہیں - کوئی خبر بِنَاءُ نہیں کہلاتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب پاک نہ ہو۔

= لَدَیْہِم - لدای مضاف - ہُمْ مضاف الیہ - ان کے پاس۔

لدای - ظرف مکان غیر متکثر - پاس - طرف - ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لدای

کی وہی حالت ہوتی ہے جو علی حرف جر کی ہوتی ہے۔

مثلاً لَدَیْنَا - عَلَیْنَا - لَدَیْہ - عَلَیْہ -

= یَلْقَوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب (اِفعال) مصدر - وہ ڈال رہے تھے - اِلْقَاءُ

(افعال) کے معنی کسی چیز کو اس طرح ڈالنا کہ وہ دوسرے کو سامنے سے نظر آئے - پھر عرف میں

مطلق کسی چیز کو پھینک دینے پر القاء کا لفظ بولا جاتا ہے - قرآن مجید میں ہے - قَالَ اَلْقَهَا یَا

مُوسَىٰ فَأَلْقَاهَا۔ (۲۰: ۱۹) اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اسے ڈال دو (نیچے پھینک دو) تو اس نے اس کو ڈال دیا۔

== اِذْ يُلْقَوْنَ مَرْكَبَهُ۔ جب وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے) پھینک رہے تھے کہ ان میں سے مریم کی سرپرستی کون کرے۔ یعنی قرعہ اندازی کی خاطر قلمیں پھینک رہے تھے۔ کہ کس کے نام قرعہ پڑتا ہے۔ یہاں اقلام سے مراد تیر بھی ہو سکتا ہے۔ تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کا ان لوگوں میں دستور تھا۔

== يَخْتَصِمُونَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ جھگڑ رہے تھے (مریم کی کفالت کے سلسلہ میں) ۲: ۴۵ = كَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ اس (اللہ) کی جانب سے ایک کلمہ۔ اس کا ایک کلمہ۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّهُ خَلَقَ عِيسٰی بِكَلِمَةٍ اللّٰهُ هُوَ قَوْلُهُ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنے قول كُنْ سے پیدا کیا۔ یہاں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰؑ کی ذات ہے

== الْمَسِيحُ۔ بعض علماء کے نزدیک مسیح کا لفظ عبرانی لفظ مشوح سے معرب ہے جس کے معنی معرب کے ہیں۔ اکثر علماء کے مطابق یہ لفظ مشتق ہے اور یہ لفظ فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے یعنی مسح کرنے والا۔ کیونکہ آپ جس بیمار پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیتے تھے وہ صحیاب ہو جاتا تھا۔ یا مسیح بمعنی مساحت کرنے والا۔ زمین کی پیمائش کرنے والا۔ یا زمین پر مسافت پیادہ کرنے والا۔ کیونکہ آپ نے ساری عمر تبلیغ دین کے لئے مسافتیں گزاریں اور کہیں مستقل رہائش اختیار نہ کی۔

اور مسیح اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے چہرے کا ایک رُخ صاف ہو یعنی نہ آنکھ ہونہ بھریں۔ اسی بناء پر دجال کو دَجَّال مسیح کہتے ہیں۔

== عِيسٰی۔ عبرانی لفظ الشوع کا معرب ہے بمعنی سید۔ سردار۔

== وَجِيْهًا۔ صیغہ صفت۔ وَجَاهَةٌ مصدر۔ (باب کرم) وجاہت والا۔ قدر و منزلت والا با عزت

۲: ۴۶ = الْمَهْدِ۔ اسم۔ گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ مراد شیرخوارگی کا زمانہ یا ماں کی گود میں ہونے کا زمانہ = كَهْلًا۔ با وقار۔ متوسط عمر کا آدمی جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہوں۔ عمر کا وہ حصہ جب دمی کی قوتیں شباب پر ہوں۔

الکھل۔ ادھیڑ عمر کا۔ تیس سے پچاس سال تک کی عمر والا۔ (المنجد)

= يُكَلِّمُ النَّاسَ۔۔۔۔۔ کھلاً۔ یعنی بچپن سے لے کر پکی عمر تک حکمت و دانش کی باتیں لوگوں کو

بتائے گا۔

۴۷:۳ = اِنِّیْ - کیونکر - کیسے - دیکھو ۲: ۲۳۳

= قَضٰی - ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءُ مصدر - قضاء فعلی ہو یا قوی - بشری ہو یا الہی - بہر حال فیصلہ کر دینا یا کر لینا - کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا - ضرور مفہوم قضا کے اندر ماخوذ ہے - صلوات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں -

بنانا - پورا کرنا - غزم کرنا - فیصلہ کرنا - حکم جاری کرنا - حکم دینا - مقدر کرنا - قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا - مقرر کرنا - حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا - فارغ ہونا - مرجانا - مار ڈالنا -

ان سب معانی کے لئے اس کا استعمال قرآن حکیم میں ہوا ہے - یہاں مراد فیصلہ کرنا ہے -

اِذَا قَضٰی اَمْرًا - جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے -

۴۸:۳ = آیتہ ۴۷ بطور جملہ مغرضہ بیچ میں آگئی - آیتہ ۴۶ میں فرشتوں کا کلام جو شروع ہوا تھا

آیتہ ۴۷ کے بعد اب پھر جاری ہو گیا - یہ سلسلہ کلام آیتہ ۴۹ کے اختتام سے قبل ہی ختم ہو کر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کا کلام بغیر کسی تمہید کے شروع ہو جاتا ہے - یہ طرز کلام انشاء عربی میں انوکھا اور غیر معروف

نہیں ہے - اور قرآن حکیم میں اس کی اکثر مثالیں ملیں گی -

= دُعِیْمَةُ الْكِتَابِ کا عطف یُبَشِّرُکَ پر ہے اور ہر دُعِیْمَةُ اور یُبَشِّرُ میں ضمیر فاعل

اللہ کی طرف راجع ہے -

۴۹:۳ = الطِّیْنُ - گارا - مٹی - خاک - مٹی اور پانی کا آمیزہ - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طین ہے -

گو اس سے پانی کا اثر ذائل ہی کیوں نہ ہو جائے -

= کَهَيْدَةً - ک - حرف تشبیہ - هَيْئَةً - کسی چیز کی حالت - کیفیت - شکل و صورت - ہئی ماد

= اَنْفَحُ - نَفَحُ سے باب نصر - مضارع واحد متکلم - میں پھونک مالتا ہوں -

= اُبْرِئُ - اِبْرَاءُ (اِفْعَالُ) سے مضارع واحد متکلم - اِبْرَاءُ - ہر بری چیز - مرض وغیرہ سے

بری کرنا اور نجات دلانا - میں بری کر دیتا ہوں مرض سے - میں تندرست کر دیتا ہوں

= اَكْمَهَ - مادر زاد اندھا - صفت مشبہ کا صیغہ -

= اَبْرَصَ - کوڑھی - جس کو برص کی مرض ہو - ہر دو اکمہ و ابرص کی تانیث و جمع بروزن اَفْعَ

(واحد مذکر) فَعْلَاءُ (واحد مؤنث) فَعْلٌ (جمع مذکر مؤنث) ہوگی -

= اُنَبِّئُکُمْ - میں تم کو بتاؤں یا بتاتا ہوں - نَبَأٌ یُنَبِّئُ - نَبَأٌ خَبْرٌ -

= تَدَخِرُونَ - (باب اِفْعَالُ) اصل میں تَدَخِرُونَ تھا - اِذْ تَخَرَّ يَدٌ تَخِرٌ - پہلے

کو دال سے تبدیل کیا۔ پھر ذال کو دال بنا کر دال کو دال میں مدغم کیا۔ اِدَّخَرَ يَدَّخِرُ ہو گیا۔
تَدَّخِرُونَ تم ذخیرہ کرتے ہو۔ تم آئندہ کے لئے جمع کرتے ہو۔

۵۲:۳ = اَجَسَّ - اِحْسَاسٌ (افعال) سے محسوس کیا اس نے ماضی واحد مذکر غائب

ای عرف منهم اصراہم علی الکفر

= فَلَمَّا - میں ف فصاحت کے لئے ہے۔

= مِنَ النَّصَارَى إِلَى اللَّهِ کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں۔

= حَوَارِیُّوْنَ - حَوَارِیُّ کی جمع - حَوَارِیُّ حَوْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سپیدی

کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے۔ بقول شاہ عبدالقادر صاحب حواری

اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے

دھوبی تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کو کہا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں

وہ ان کے ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب ٹھہر گیا۔

۵۴:۳ = مَكْرُؤًا ماضی جمع مذکر غائب - یہاں اس کا فاعل اہل یہود ہیں۔ مَكْرُؤٌ - سے جس کے معنی کسی

شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دیا جائے۔ یہ دو قسم پر ہے اگر اس سے کوئی اچھا فعل

مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے ورنہ مذموم۔ چال چلنا۔ فریب کرنا۔ دھوکہ دینا۔ دھوکہ کی سزا دینا یا سزا

دینے کی خفیہ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب اردو میں ہم معنی آتے ہیں۔

۵۵:۳ = مُتَوَفِّیْكَ - مُتَوَفِّیٌّ - اسم فاعل واحد مذکر مضاف لک ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ۔

میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ میں تجھے اپنی گرفت میں لے کر اٹھائے والا ہوں۔ میں تجھے نیند میں سلاتے

والا ہوں۔ اور (اس حالت نیند میں) آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اس کا مصدر تَوَفَّیٌّ

ہے۔ جس کا معنی پورا پورا لینا۔ تمام حق گرفتار۔ تَوَفَّیْتُ الشَّيْءَ اِیْ اَخَذْتُہٗ وَتَبَضَّعْتُہٗ تَامًا۔

سواۃ میں مُتَوَفِّیْكَ کا مطلب یہ ہوا۔ میں تجھے سائے کے سائے کو یعنی روح بعد جسم قبضہ میں

لینے والا ہوں۔ دَرَا فِعْلُکَ اِلَیَّ۔ اور اپنی طرف اٹھالینے والا ہوں۔ اگرچہ تَوَفَّیٌّ کے اور معانی بھی

ہیں جیسا کہ اوپر مندرج ہے لیکن آیت کا مطلب متذکرہ بالا جمہور علماء کے نزدیک مقصود ہے اور

متعدد احادیث نبوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

= مُطَهَّرُكَ - مُطَهَّرٌ - اسم فاعل واحد مذکر لک ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تجھ کو پاکیزہ کرنے

والا ہوں۔ دَرَا مُطَهَّرُكَ مِنَ الذِّنِّ کَفَرُوا اور تجھ کو ان لوگوں (کی نہمتوں) سے پاک کرنے

والا ہوں۔ جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔

۵۷:۳ = فَوَفِّيْهِمْ - مضارع واحد مذکر غائب تَوْفِيَةً سے۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا

۵۸:۳ = ذٰلِكَ - یعنی - الذی ذکرته لك من اخبار عیسیٰ وامامہ مریم والحواریون وغیر ذلک من القصص (یعنی وہ ذکر جو میں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم اور ان کے حواری وغیرہ کے متعلق تجھ سے کیا ہے)

= مِنَ الْآيَاتِ وَالَّذِي كُرِيَ الْحَكِيمُ یہ اللہ کی آیات اور کلام پر حکمت ہے جس میں سے یہ باتیں تجھے سنائی جا رہی ہیں۔

۵۹:۳ = اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے آدم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یکساں ہے وہ بھی اس کی قدرت کی جلوہ گری ہے اور یہ بھی۔

۶۰:۳ = الْحَقُّ - یعنی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تخلیق آدم و تخلیق عیسیٰ علیہما السلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہر دو اس کی قدرت کاملہ کی جلوہ گری کا نتیجہ ہیں بالکل حق و صداقت = مُتَبَرِّئِينَ - اسم فاعل جمع مذکر مُتَبَرِّئًا مصدر باب افتعال - شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔

۶۱:۳ = حَاجَّكَ - حَاجَّ (مفاعله) يُحَاجُّ مُحَاجَّةً - اس نے تجھ سے جھگڑا کیا۔ حجت بازی کی۔

= ضِيْدٍ میں ۵ ضمیر واحد مذکر یا تَوْقَصَ عِيسٰی عَلَیْہِ السَّلَام متذکرہ بالا مراد ہے یا یہ ضمیر الْحَقُّ کی طرف راجع ہے۔

= تَعَالَوْا - تم آؤ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَعَالٰی سے جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہر اصل میں تَعَالٰی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عَلُوُّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزل کے ہیں۔ تو گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ علماء لغت کے نزدیک تَعَالٰی مطلقاً هَلُمَّ کے ہم معنی ہے۔

= نَبْتَهْلٍ - جمع متکلم مضارع مجزوم۔ اِبْتِهَالٌ - (افتعال) مصدر۔ ہم مباہلہ کریں۔ مباہلہ کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۲۶۲:۳ = مَا مِنْ إِلَهِ فِي نَافِيَةٍ هِيَ أَوْ لَهَا فِي لَامٍ تَأْكِيدٌ لَمْ يَكُنْ هِيَ -

۶۲:۳ = كَلِمَةٍ سَيِّئَةٍ مَرَادُ جَمَلِ الْإِلَاحِ الْعَبْدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ هِيَ جَوَابُ تَشْرِيفِ فِي آيَةِ حَلِّ مَذْكُورِ هِيَ -

= سَوَاءٌ بَيْنَنَا - اسم مصدر ہے - برابر - اِسْتَوَاءُ یعنی دونوں طرف سے برابر ہونا - نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع - سَوَاءٌ پر اگر ہو تو قصر ہو گا جیسے سَوَاءٌ (وَلَا أَنْتَ مَكَانًا سَوَاءٌ) اور اگر بس پر ہو گا تو مد کے ساتھ آتیکا جیسا کہ آیت ہذا میں - سَوَاءٌ بمعنی وسط کے بھی آتا ہے جیسے فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ط (۵۵:۳۷) دوزخ کے بیچوں بیچ - بمعنی تمام کے بھی آتا ہے جیسے فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءٍ لِلنَّاسِ لَيْلٍ (۱۰:۳۱) چار دن میں سائیلین کی ضرورت کے مطابق پوری پوری -

كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ - وہ بات جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یعنی الْإِلَاحِ الْعَبْدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ -

۶۶:۳ = هَآءِ أَنْتُمْ هَآءِ - ہا حرف تنبیہ - أَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع بتدار -

هَآءِ - یہ ہا، اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو یہاں اُولَآءِ خبر ہے - دیکھو تمہیں ہو وہ لوگ -

= حَاجَجْتُمْ - حَاجَّ يُحَاجُّ مُحَاجَّةً سے ماضی جمع مذکر حاضر - تم نے حجت بازی کی - تم نے جھگڑا کیا

۶۷:۳ = حَنِيفًا - سب باطل راہیں چھوڑ کر راہِ حق کو پکڑنے والا - دیکھو ۲: ۱۳۵ -

۶۸:۳ = اَدُلِّي - زیادہ لائق - زیادہ مستحق - زیادہ قریب -

دلی سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے - اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے جیسے اَدُلِّي لَكَ خَادِلِي - (۷۵ - ۳۴ - ۳۵) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے - یہاں اَدُلِّي -

-- بِإِبْرَاهِيمَ - لوگوں میں سے ابراہیم کے سب سے نزدیک یا قریب -

۶۹:۳ = دَدَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب - دَدَّ يَدُدُّ دُودٌ - مَوَدَّةٌ - مصدر - اس نے دل چاہا -

= كَوَّ - بمعنی کہ -

۷۰:۳ = تَشْهَدُونَ - تم شاہد ہو - تم حاضر ہو - تم گواہی دیتے ہو - شَهِدَ جِس کے معنی حاضر ہونے کے اور موجود ہونے کے ہیں - یا شَهِادَةٌ سے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں - اِی وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ حَقِيقَتَهَا بِلَا شَبْهَةٍ بِمَنْزِلَةِ عِلْمِ الْمَشَاهِدَةِ اور تم بلا شک حقیقت کو بمنزلہ علم مشاہدہ کے جانتے ہو - (روح المعانی)

۳: ۷۱ = تَلْبِسُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَبَسَ سے۔ تم خلط ملط کرتے ہو۔ مُلَابَسَةٌ باہم خلط ملط ہونا تَلْبِسُونَ۔ لَبَسَ سے بمعنی پہننا

۳: ۷۲ = وَجْهَ النَّهَارِ - دن کا شروع حصہ۔ جیسے وَجْهَ الدَّهْرِ - زمانہ کا شروع۔ اللہ کی رضا۔ جیسے فَعَلَ ذَٰلِكَ لِوَجْهِ اللَّهِ - اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ کام کیا۔ چہرہ۔ ذات جیسے يَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ (۵۵: ۲۷)

۳: ۷۳ = طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ - کا خطاب اہل کتاب کے دوسرے اشخاص سے ہے جو اسی طائفہ کے ہم مذہب ہیں۔

۳: ۷۴ = وَلَا تَوْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ مَاقُلَ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيْتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ۔ مفسرین نے اس کو مشکل ترین آیت شمار کیا ہے (ضیاء القرآن)

وقال الواحدی ان هذه الآية من مشكلات القرآن واصعبه تفسيرا۔
اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اہل یہود کے طائفہ کا قول جو آیہ ماقبل (۷۳: ۷۲) میں دیا گیا ہے اس آیت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور وَلَا تَوْمِنُوا سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہو جاتا ہے۔

یحتمل ان يكون الخبر عن اليهود قد تم عند قوله لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ - وقوله وَلَا تَوْمِنُوا "من كلام الله تعالى ثبت بذهلوب المؤمنين لئلا يشكوا عند تلبس اليهود وتزوير هدى دينهم يقول الله عز وجل لا تصدقوا يا معشر المؤمنين الا من تبع دينكم ولا تصدقوا ان يؤتى احد مثل ما اوتيتم من الدين والفضل ولا تصدقوا ان يحاجرکم عند ربکم او یقدرہا علی ذلک فان الہدی ہدی اللہ وان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ فتكون الآية كلها خطابا للمؤمنين عند تلبس اليهود لئلا يرتابوا ولا يشكوا۔

(احتمال ہے کہ اہل یہود کے متعلق بات لعلہم یرجعون پر ختم ہو گئی۔ اور وَلَا تَوْمِنُوا الخ کلام اللہ ہے۔ یہ اس لئے کہ) مؤمنین کے دل نہ ڈگمگائیں اور اہل یہود کی اپنے دین میں تزویر و تلبس باعث شک نہ بنے۔ سو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے مؤمنو! سوائے اپنے مذہب کے پیروکار کے کسی پر اعتبار نہ کرو۔ اور نہ ہی یہ باور کرو کہ جو عنایات تم پر ہوئی ہیں کسی اور پر بھی ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اس امر کو دل میں جگہ دو کہ وہ تم پر خدا کے حضور دلیل میں غالب آجائیں گے کیونکہ ہدایت تو وہی ہے

جو اللہ کی ہدایت ہے۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا ہے اور علیم ہے)

۲۔ اس میں قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدٰى اللّٰهِ جملہ معتضہ ہے اور دوسرے سب جملوں کا تعلق لَا تَوْفِئُوْا سَے ہے۔ یعنی لَا تَوْفِئُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِيْنَكُمْ وَلَا تَوْفِئُوْا اَنْ يُّوْفٰى اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِيتُمْ وَلَا تُصَدِّقُوْا اَنْ يُّحَاجَّوْكُمْ عِنْدَ دِيْنِكُمْ (ضیاء القرآن بحوالہ تفسیر قوطبی) مت مانو کسی کی بات ماسوائے ان لوگوں کے جو تمہارے دین کی پیروی کرتے ہیں اور مت یقین کرو کہ جو انعام و فضل تم پر کیا گیا ہے وہ کسی اور کو بھی دیا جاسکتا ہے اور مت مانو یہ بات کہ وہ تمہارے رب کے نزدیک تم پر دلیل سے غالب آسکتے ہیں۔

تفسیر الخازن میں ہے ثم اختلفوا فيه فمنهم من قال هذا كلام معترض بين كلامين وما بعده متصل بالكلام الاول اي لا توفئوا الا لمن تبع دينكم ولا توفئوا ان يوفى احد مثل ما اوتيتم ولا توفئوا ان يحاجوكم عند دينكم ۳۔ طائفة من اهل الكتاب كالكلام لِمَنْ تَبَعَ دِيْنَكُمْ پر ختم ہو جاتا ہے اور قُلْ اِنَّ الْهُدٰى سے آیت کے اخیر تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے کہ جس طرح وہ ہدایت تمہیں عطا ہوئی تھی اسی طرح وہ اسے کسی اور کو بھی عطا کرے۔ یا وہ تمہارے رب کی عطائنگی کے بارہ میں حجت بازی کریں تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ ان الفضل بید اللہ الخ یہاں عِنْدَ دِيْنِكُمْ کا مطلب عِنْدَ فَعْلٍ دِيْنِكُمْ ہوگا۔

۴۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی اپنی انگریزی تفسیر THE HOLY QURAN میں اہل یہود کے کلام کو ۱۱ تَوْفِئُوْا (سے لے کر) لِمَنْ تَبَعَ دِيْنَكُمْ پر ختم کر کے آگے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

Say : "True guidance Is the guidance of God : (Fear ye) lest a revelation Be sent to someone (else) Like unto that which was sent Unto you? Or that those (Receiving such revelation) Should engage you in argument Before your Lord?"

۵۔ اور اگر اَدُّ کو معنی اِنْ حرف شرط لیا جائے تو مطلب یوں ہو سکتا ہے کہ اگر اہل یہود وہ کہیں جو انہوں نے لِسْنِ تَبِعَ دِیْنُکُمْ تک کہا تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے) کہہ کہ اِنَّ الْهُدٰی مَا اَوْثَقُتُمْ۔ اگر وہ خدا کی دُئِن (عطائیگی) پر کٹ جیتی سے کام لیں تو کہہ اِنَّ الْفَضْلَ مَنْ یَّشَاءُ۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بات کہنے کے لئے ہدایت کی جاتی ہے یا تو مَنْ یَّشَاءُ پر ختم ہو جاتی ہے۔ یا آیتہ ۴۷ کے اخیر تک چلی جاتی ہے۔
مندرجہ بالا مذکورہ صورتوں کے علاوہ ان فقروں کی اور بھی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں

۳: ۴۷ = یَخْتَصُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مخصوص فرماتا ہے

= ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ الفضل موصوف العظیم صفت۔ صفت موصوف مل کر مضاف الیہ۔ ذو مضاف۔ فضل عظیم کا مالک۔

۳: ۵۵ = تَأْمَنُّ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ضمیر واحد مذکر غائب تو اس کو امانت دے۔ تو اس کو امین بنائے۔

= قِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ ڈھیروں۔ انبار۔ جمع قِنْطَارِیْنِ۔

= یُوَدِّیْ۔ واحد مذکر غائب۔ مضارع۔ ضمیر واحد مذکر غائب۔ وہ اسے ادا کر دے گا۔
اداء مادہ۔ تَأْدِیۃ مصدر

= مَا دُمْتُ۔ مَا دَامَ افعال ناقص میں سے ہے باب نصر۔ ضرب) سے دوام مصدر۔
ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جب تک تو ٹھہرا رہا۔ جب تک تو رہا۔

مَا دُمْتُ عَلَیْہِ قَائِمًا۔ جب تک تو اس کے سر پر کھڑا ہے۔

= لَیْسَ عَلَیْنَا سَبِیْلٌ۔ اسی لیس علینا فی مَا اَصْبَنَاهُ مِنْ اَمْوَالِ الْعَرَبِ عِتَابٌ وَذَمٌّ۔ اہل عرب کے مال میں سے جو بھی ہم ہتھیالیں اسی پر مواخذہ نہیں ہے۔ امیوں (غیر یہودیوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے ان سے وہ خلائی کریں۔ دھوکہ دیں۔ نقصان پہنچاویں۔ امانت کو ادا نہ کریں۔ کسی طور پر مال ایٹھ لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳: ۷۶ = بَلٰی۔ حرف۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلٰی تھا۔ بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

۱۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے ذَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یَّبْعَثُوْا قُلَّ بَلٰی وَرَبِّیْ لَنُبْعَثَنَّ (۶۴: ۷۶) کافروں کو خیال ہے کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔ ۲۔ یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو

نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ کیا زید کھڑا نہیں۔ جواب میں کہا جائیگا بلی۔ ہاں یعنی کھڑا ہے۔ یا استفہام توہینی ہو جیسے اَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ اَلَّا تَجْمَعَ عِظَامُهُ بَلَى قَادِرِينَ عَلَى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ (۵۱: ۲۰) کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

یا استفہام تقریری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا (۱۷۲: ۷) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں

نَعَمْ اور بلی میں فرق یہ ہے کہ نَعَمْ استفہام مجرد کے جواب میں آتا ہے۔ اور بلی بالاتفاق ایجاب کے جواب میں نہیں آتا۔ بلکہ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو مقرر (متصل) بنفی ہو۔ نیز بلی ابطال نفی کے لئے آتا ہے۔ اور نَعَمْ تصدیق ماقبل کے لئے۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ (۱۷۲: ۷) بلی کی مثال۔ اور نَعَمْ کی مثال۔ فَمَلُ وَجَدْتُمْ مَا دَعَدَدْتُكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ۔

= اَدْنَىٰ - اِيْفَاءُ سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پورا کیا۔

(۸: ۳) = يَكُونُ مضارع جمع مذکر غائب لِيْ مصدر۔ باب نصر۔ وہ گھاتے ہیں۔ وہ پھرتے ہیں۔ لِيْ۔ موڑنا۔ مروڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوِي يَلْوِي (ضرب) لَوِي لِسَانُهُ يَالْوِي لِسَانَهُ اس نے زبان پھیر لی یعنی جھوٹ کہا۔ خود اپنی طرف سے بات گھڑ لی۔ مطلب یہ کہ زبان مروڑ کر الفاظ بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ مثال۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كَوَيْلٌ اَنْ مَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پڑھنا۔

اگر لَوِي کے اول مفعول پر علی ہو تو متوجہ ہونے اور منہ پھیر کر دیکھنے کے ہیں لَدَلْوِي عَلَى اَحَدٍ۔ وہ ایسا بھاگا کہ کسی طرف منہ پھیر کر نہ دیکھا۔

(۹: ۳) = وَ لٰكِنْ - اور كُوْنُوا کے درمیان يَقُولُ محذوف ہے بلکہ وہ تو یہ کہے گا۔

= رَبَّنَا رَبَّنَا - زائد۔ خدا پرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ ربی۔ مرشد خلق۔ رَبَّانِي کی نسبت رب کی طرف ہے اس نسبت سے اے رَبِّي ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مبالغہ کے لئے الف نون کا اضافہ کر دیا ہے۔ جیسے بڑی گھتی ڈاڑھی والے کو یحیائی اور بہت فربہ گردن والے کو رَبَّانِي کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں رَبَّانِي کا مطلب ہوگا بالکل اللہ والا۔

= تَدْرُسُوْنَ - (باب نصر) مضارع جمع مذکر حاضر تم پڑھتے ہو

(۱۰: ۳) = وَلَا يَأْمُرُكُمْ - ثُمَّ يَقُولُ پر عطف ہے اور اس کا فاعل بشر ہے جو ابتدائی

آیت میں مذکور ہے اور وہ بندہ نہیں کام دے گا تمہیں۔

== اَيَّا مَرْكُومٍ - تعجب اور استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی وہ ایسا حکم ہرگز نہیں دیگا۔ ضمیر فاعل بشر کی طرف راجع ہے۔

۳: ۸۱ = اس آیت میں میثاق النبیین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبیوں کے بارہ میں میثاق لیا گیا۔ دوسرا وہ میثاق جو نبیوں سے لیا گیا تھا۔

بعض مفسرین نے پہلا مطلب اختیار کیا ہے اور ان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی ہیں اور بعضوں نے دوسرا مطلب اختیار کیا ہے۔ لیکن پہلا مطلب زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرے مطلب کی صورت میں ما حاصل یہ ہوگا کہ اللہ نے نبیوں میں سے ہر ایک نبی سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی دوسرا رسول اس کے عہد میں مبعوث ہو تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اس کا ساتھ دے۔

تاریخ میں کب اور کہاں ایسے حالات معرض وجود میں آئے کہ ایک امت کی جانب ایک رسول کتاب و حکمت لے کر آیا ہو اور اس کی حیات ہی میں ایک دوسرا رسول کتاب و حکمت کے ساتھ مبعوث ہوا ہو۔ اگر کبھی دو نبی ایک ہی وقت میں ایک ہی امت کی طرف بھیجے گئے تو دوسرا محض پہلے کی تائید اور نصرت کی خاطر مبعوث ہوا۔

اور جہاں تک اس آیت سے یہ مطلب اخذ کرنے کا سوال ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی پیروی کا اقرار لیا گیا تھا تو امام رازی نے اس بارہ میں ایک بہت معقول سوال اٹھایا ہے کہ رسول مقبول کی بعثت کے وقت تمام انبیاء فوت ہو چکے تھے وہ کیسے ایسے وثاق کے مکلف ہو سکتے تھے۔ لہذا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا موقف ہے وہ درست ہے کہ یہ میثاق ہر امت سے لیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک کو بذریعہ رسول کتاب و حکمت دی گئی ہے لیکن جب کبھی اس کے بعد کوئی اور رسول منجانب اللہ کتاب و حکمت لے کر آئے جو پہلی کی تصدیق و تائید میں ہو تو اس وقت کی امت پر فرض ہوگا کہ نئے آنے والے رسول کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ تعاون کرے کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور جتنے بھی خدا کے رسول ہیں سب اسی کی دعوت دینے والے ہیں۔

== وَاِذَا خَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ - اور یاد کرو جب ہم نبیوں کے بارہ میں عہد لیا تھا۔

== لَتَوُ مِثْقًا بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ - ہر دو فعل مضارع معروف باللام تاکید و نون ثقیلہ ہیں۔ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

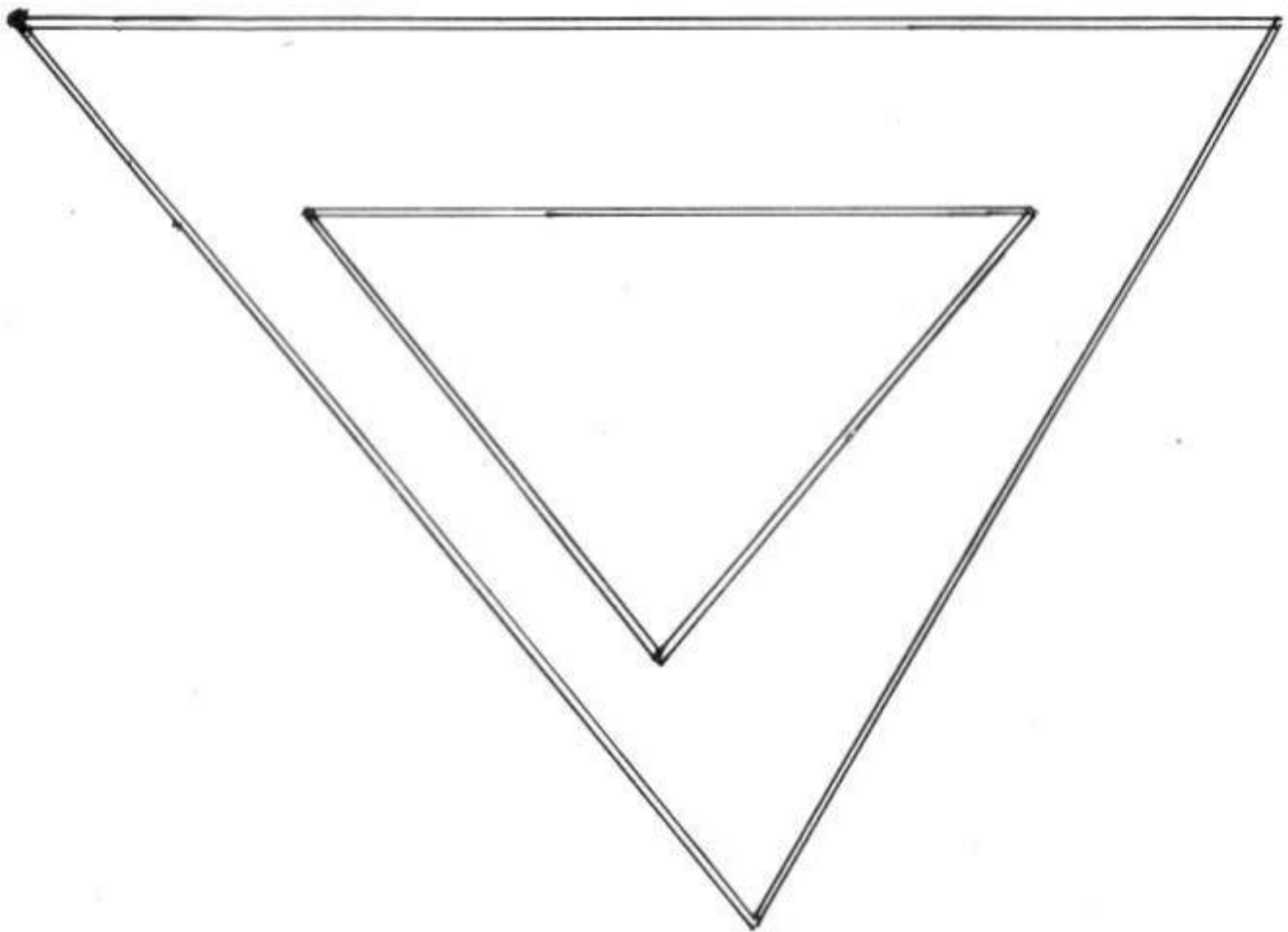
== اِصْرِيْ - میرا عہد۔ چونکہ عہد کی ذمہ داری کا بھی انسان پر بوجھ ہوتا ہے اس لئے اِصْرٌ کا

استعمال عہد کے معنی میں بھی ہوتا ہے جمع اَصَادُ

۸۴: ۳ = اَسْبَاط - قبیلے - ایک دادا کی اولاد - سِبْطُ کی جمع جس کے معنی پوتے اور نواسے دونوں کے ہیں - مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ آتا ہے یہاں حضرت یعقوب کی اولاد مراد ہے۔

۸۵: ۳ = يَبْتَغِ - اصل میں يَبْتَغِي تھا - من عامل کی وجہ سے غ جو آخری متحرک حرف تھا ساکن ہو گیا - ہی بوجہ ساکنین کے گر گئی - ی کی موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے غ مکسور کر دی گئی مضارع مجزوم واحد مذکر غَابَ - ابتغاء مصدر - چاہے - ٹوہونڈھے - طلب کرے۔

۹۱: ۳ = مِلُّوْا وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے - جمع امْلَأُوا
مِلُّوا الارضَ - مضاف مضاف الیہ اتنی مقدار جو زمین بھر میں سما سکے۔
= اِفْتَدٰی - اس نے اپنے چھڑانے کا بدلہ (فدیہ) دیا۔
ماضی واحد مذکر غَابَ اِفْتَدَا (افتعال) کے وزن پر۔



يَا رَهْ
لَنْ تَسْأَلُوا
(٢٢)
أَلَمْ عَمُرَانُ - الْبَيْتَاءُ

۹۲:۳ = لَنْ تَنَالُوا - مضارع نفی تاکید بَلَنْ - صیغہ جمع مذکر جانہر
اصل میں لَنْ تَنَالُونَ تھا۔ لَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ صیغہ جمع کو ظاہر
کرنے کے لئے اخیر میں الف زائد کر دیا گیا۔ تم ہرگز نہیں پاؤ گے۔ تم ہرگز نہیں پہنچو گے۔
نَبِلٌ سے (باب سجع)

= الْجَبَرُ - مصدر - مفعول بہ ہے فعل لَنْ تَنَالُوا کا۔ نیکو کاری۔ نیکی کرنا۔ مہربانی کرنا۔ طاعت
صلاحیت۔ سچائی۔ نیک برتاؤ۔

بَرٌّ - میں اعتقادی و عملی دونوں قسم کی نیکیاں شامل ہیں۔

مَثَلٌ - لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا دُجُوهَ هَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ -----

(۱۷۷:۲)

= تَنْفَقُوا ۲ - انْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) سے جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف - نون اعرابی عامل
کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔ تم خرچ کرو۔ تم خرچ کرو گے۔ تم خرچ کرتے ہو۔

۹۳:۳ = اِسْرَآئِیلُ - سے اگر بنی اسرائیل مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ نزول توراۃ
سے قبل بنی اسرائیل نے رسماً بعض چیزیں حرام قرار دے لی تھیں جن کی حرمت توراۃ میں مذکور
نہیں ہے۔ اور اگر اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام لئے جا دیں تو اس کا مطلب
یہ ہوگا کہ انہوں نے طبعی کراہت کی وجہ سے یا کسی مرض کی بناء پر احتراز فرمایا تھا۔ پھر ان کے
بعد ان کی اولاد نے ان چیزوں کو ممنوع سمجھ لیا تھا۔

۹۴:۳ = اِخْتَرَا - اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔

اِخْتَرَا (اِفْعَالٌ) ماضی واحد مذکر غائب خری حروف مادہ اَلْفَرَا (نصر) کے معنی
چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اور اِخْتَرَاءُ (اَفْعَالٌ)۔

کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِخْتَرَاءُ - جھوٹ۔ دشمنی۔

اِخْتَرَا عَلَیْهِ الْکَذِبُ کسی پر تہمت لگانا۔ کسی پر جھوٹ باندھنا۔

فَمَنْ الْکَذِبُ - پس جو شخص اللہ پر جھوٹا بہتان تراشا ہے۔

= مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ - اس وضاحت کے بعد جو آیت ۹۳ میں کی گئی ہے۔

۹۵:۳ = مِلَّةٌ - دین کی طرح ملت بھی اس دستور کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء
کی زبان پر بندوں کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ قرب خداوندی حاصل کر سکیں
دین اور ملت میں فرق یہ ہے کہ ملت کی اضافت صرف اس بنی کی طرف ہوتی ہے جس کا

وہ دین ہوتا ہے پس فَا تَبْعُوا... اِبْرٰہِیْمَ پس دین ابراہیم کی پیروی کرو۔
 حَنِيفًا = الْحَنِفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الْحَنِيفُ۔
 بَرَزْنِ فَعِیلُ جو باطل کو چھوڑ کر استقامت پر آجائے، جو سب سے بے تعلق ہو کر صرف خدا کا ہو جائے
 ۹۷: ۳ = فِيهِ اٰیٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰہِیْمَ ج ۵ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا فِيْهِ اور دَخَلَهُ
 میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب بَيِّنٰت کی طرف راجع ہے جو آیہ ماقبل میں مذکور ہے۔
 فِيْهِ اٰیٰتٌ بَيِّنٰتٌ (ضمنہا) مقام ابراہیم۔ اس میں کئی روشن نشانیاں ہیں (ان میں سے
 ایک) مقام ابراہیم ہے۔

۹۹: ۳ = تَصَدُّوْنَ - صَدُّ و نَصَد، تم روکتے ہو۔ تم بند کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔
 تَبْعُوْا نَهَا، تم اس کو چاہتے ہو بَعُوْ ہے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ہا طمیر واحد مؤنث غائب
 جو سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔ سبیل مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔
 عَوَجَ يَعْوَجُ (سمع) سے اسم ہے ٹیڑھا ہونا۔ کج ہونا جو کج آنکھوں سے نظر آجائے مثلاً دیوار
 کا ٹیڑھا ہونا۔ وہ عَوَجُ (بفتح عین) ہے اور جو نظر نہ آئے مثلاً سوچ جو سمجھ میں کجی۔ قول میں کجی (عین
 کے کسر کے ساتھ) ہے۔

۱۰۱: ۲ = يَعْتَصِمُ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِعْتَصَمَ (افتعال) مصدر۔ مضبوط پکڑنا
 ہے۔ عَصَمَ - گردن بند۔ حَمِلَ - عَصَمَ اور عَصَمَ کتے وغیرہ کی گردن کا پٹہ۔ عَصَام -
 مشک کا بندھن مِعَصَمٌ کلانی کا پونچھا۔ عَضَمٌ مصدر۔ اَضَوْبَ سم اختیار کرنا۔ بچانا۔ محفوظ رکھنا
 عَصَمَ اِلَيْهِ اس نے اس کی طرف پناہ لی۔ اِعْتَصَمَ (اِفْتَعَالُ) گناہ سے بچے رہنا۔ اِلْعَصَامُ
 (الفعال) گناہ سے بچنا۔

۱۰۳: ۳ = اَلْفَ - اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَالِیْفٌ (تَفْعِیلُ) سے
 جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ تالیف القلوب دلوں کو اکٹھا کرنا۔ باہمی
 الفت پیدا کرنا۔

= شَقًا - کنارہ۔ یہ لفظ ہلاکت کے قریب ہونے کے لئے ضرب المثل ہے (ش ف و حروف
 مادہ ہیں) چنانچہ کہتے ہیں اَشْفَى فُلَانٌ عَلٰی الْهَلَاكِ فُلَانٌ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔
 = حَفْرَةٌ - گڑھا۔ حَفَرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ حَفَرٌ جمع حَفَارٌ
 گور کن۔ مِحْفَرٌ بیلچہ۔ شَقَا حَفْرَةٌ - مضاف مضاف الیہ۔ گڑھے کا کنارہ
 = اِنْقَذَاكُمْ - اِلْاِنْقَاذُ (افعال) کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا۔ نجات دینا۔ اس نے

تم کو بچالیا۔ صیغہ ماضی داند مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ فَرُسٌ تَقِيْدٌ دشمن کے ہاتھ سے چھینا ہوا گھوڑا۔ گویا وہ دشمن سے بچالیا گیا ہے۔ جمع تَقَائِدٌ۔

۱۰۴: ۳ = وَ لَتَكُنَّ مِنْكُمْ لِنَاكِثٌ میں لام امر ہے صیغہ واحد مؤنث غائب۔ امر غائب و متکلم معروف بناوٹ کے لحاظ سے کوئی مستقل فعل نہیں بلکہ ایک دوسرا نام مضارع بلام امر کا ہے لام امر و مضارع غائب و متکلم معروف کے آٹھوں سیغوں سے خاص ہے جو صیغہ ہائے واحد کو جزم دیتا ہے۔ جیسے لَيَكُنَّ (واحد مذکر غائب) لَتَكُنَّ (واحد مؤنث غائب) اور لَا كُنَّ واحد متکلم۔ نون اعرابی کے سقوط اور نون ضمیری کی قائمی میں مثل لَمْ کے عمل کرتا ہے۔ وَ لَتَكُنَّ چاہتے کہ ہو ایک (جماعت) تم میں سے جو.....

= مِنْكُمْ میں مِنْ تبیین کے لئے ہے تبعیض کے لئے نہیں۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام تمام امت پر واجب ہے کسی مخصوص جماعت کی ذمہ داری نہیں۔ ۱۱۱: ۳ = لَنْ يَصُورَ وَكُمْ مضارع معروف نفی تاکید بلیں۔ صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ہرگز تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

= اَذَى - تکلیف - اذیت - کوفت۔

= يُوْثِقُكُمْ اِلَآ ذُبَابٌ وَحَىٰ يُوْثِقُ (باب تفعیل) پیٹھ دینا۔ پشت پھیر کر بھاگنا۔ اَذُبَابٌ جمع ذُبُر کی۔ بمعنی پیٹھ۔ وہ تمہاری طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

۱۱۲: ۳ = ضُرِبَتْ ذَالٌ دِی گئی۔ ماردی گئی۔ لازم کردی گئی۔ مسلط کردی گئی۔ لگادی گئی۔ ضَرْبٌ سے ماضی بھول واحد مؤنث غائب۔ عَلٰی کے ساتھ تار یک پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الدِّلَالَةُ ذلت اور رسوائی ان پر لازم کردی گئی ضَرْبٌ عَلَيْهِمُ الْمُسْكَنَةُ ذلت و رسوائی محتاجی اور بے نوائی ان پر مسلط کردی گئی۔ ان پر لازم کردی گئی۔

= ثَقَّفُوا - ثَقَّفَ (سَمِعَ) کسی چیز کو پانا اور اس پر کامیاب ہونا۔ وہ پائے گئے۔ حَبْلٌ - رستی۔ عہد و پیمان۔ چونکہ رگ بھی رستی سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے قرآن حکیم میں شاہ رگ کو حَبْلُ الْوَرِيدِ (۱۶: ۵۰) فرمایا ہے۔

= بَاءُ ذَاۤءِ انہوں نے کمایا۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹے (باب نصر) بَوَاءٌ جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازاً اس کے معنی کمانے۔ لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آئے ہیں۔ ب د و ۶۔ مادہ۔

مَكَانٌ بَوَاءٌ اترنے۔ فروکش ہونے کے لئے سازگار اور موافق جگہ۔ بَوَاتٌ لَهُ مَكَانًا۔

میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا۔ وَادْعَدْتُ مِنْ أَهْلِكَ تَبَوُّىَ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ۔ (۱۲۱:۳) اور جب تم صبح گھروں سے رخصت ہوئے اور مؤمنوں کو لڑائی کے لئے مناسب جگہ پر بٹھانے لگے۔

== ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةَ وَالْمُسْكَنَةَ۔ لازم کردی گئی ان پر ذلت اور رسوائی جہاں کہیں بھی وہ ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ کسی عہد نامہ کی رو سے اللہ سے یا دوسرے لوگوں سے پناہ حاصل کر سکیں (اللہ کی طرف سے عہد نامہ ان کا اہل کتاب ہونا اور پابند شریعت ہونا۔ اور لوگوں کی طرف سے عہد نامہ کسی سیاسی معاشرتی وجہ کی بناء پر بشرائط پناہ حاصل کرنا) اور وہ مستحق ہو گئے اللہ کے غضب کے اور مسلط کر دی گئی ان پر محتاجی اور بے نوائی۔

۳: ۱۱۲ = عَصَوُا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ انہوں نے اطاعت نہ کی۔ انہوں نے کہنا نہ مانا۔ مَعْصِيَةً اور عَصِيَّاتٍ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَصَوُا اصل میں عَصِيُوْا تھا۔ یا متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا اب واؤ اور یاء دوساکن اکٹھے ہو گئے لہذا الف گر گیا اور عَصَوُا رہ گیا۔

== كَانُوا يَعْتَدُونَ۔ ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِعْتَدَاْ مصدر (افتعال) ع د۔ مادہ۔ وہ زیادتی کرتے تھے۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔

۳: ۱۱۳ = اَنَّا۔ اوقات۔ گھڑیاں۔ اِنِّی۔ واحد۔ وقت کا کچھ حصہ۔ اِنِّی۔ حروف مادہ ۳: ۱۱۵ = فَلَنْ يَكْفُرُوْهُ۔ تو اس کا رخیر سے انکار نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اس کا رخیر کا ان کو اجر دیا جائے گا۔ مضارع مجہول نفی تاکید یلبن۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۳: ۱۱۶ = لَنْ تَغْنِي۔ مضارع معروف نفی تاکید یلبن۔ صیغہ واحد مونث غائب (باب افعال) وہ کفایت ہرگز نہیں کرے گی۔ وہ ہرگز کام نہ آئے گی۔ هَذَا مَا يَغْنِي عَنْكَ شَيْئًا۔ یہ تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔

۳: ۱۱۷ = صِرُّ۔ دمھڑ۔ پالا۔ سردی۔ مھنڈک۔ ٹو۔ بادِ سموم

۳: ۱۱۸ = بَطَانَةٌ۔ ولی۔ دوستی۔ رازدار۔ بھیدی۔ اَسْتَر۔ کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا ہے بطن سے مشتق ہے بطن کا استعمال ہر شے میں ظہر کے خلاف ہوتا ہے۔ باہر کی جانب کو ظہر کہتے ہیں۔ اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں۔ کپڑے کے اوپر کے حصہ کو ظہارہ اور اندرونی اور نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا ہے بطن کہتے ہیں۔

== لَا يَأْتِيَنَّكُمْ۔ مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب کُم۔ ضمیر جمع مذکر ماضی (باب نصر) اَلْوُ اَلْوُ۔ اَلِی۔ مصادر کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ دیر لگانا۔ کہتے ہیں لَمْ يَأَلِ جُهْدًا۔ اس نے کوشش کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

== جَبَاكَ - تباہ کرنا۔ خرابی پہنانا۔ فساد۔ تباہی۔ وہ خرابی یا فساد جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔

لَا يَأْتُوكُمْ جَبَاكَط وہ تمہیں خرابی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

== وَدُّوا - وہ پسند کرتے ہیں۔ وہ محبت کرتے ہیں۔ وہ تمنا کرتے ہیں۔ وَدٌّ - محبت۔ دُودٌّ - محبت والا۔ (اللہ کے اسماء حسنی میں سے ہے)

وَدَّ - يَوَدُّ - ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

== عَنِتُّم - تم کو مضرت پہنچی۔ تم کو ایذا پہنچی۔ عَنَتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے

عَنَتٌ - گناہ۔ بدکاری۔ زنا۔ تکلیف۔ مشقت۔ فساد۔ ہلاکت۔ غلطی۔ جور۔ اذیت

== اَفْوَاحِهِمْ - مضاف مضاف الیہ - اَفْوَاحٌ - فُؤَادٌ کی جمع ہے۔ وَ کو اگر اکرم سے بدل کر فَمٌ بمعنی منہ ہے۔

۱۱۹:۳ == هَانَتْكُمْ - ہاتنیکہ کے لئے ہے اُنْتُمْ - مبتدار اور اُدْلَاءِ خبر ہے۔

== لَقَوْكُمْ - وہ تم سے ملتے ہیں۔ ماضی جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ لَقَوْا اصل میں لَقِيُوا تھا۔ لَقِيَ سے۔

== خَلَوْا - وہ تنہا ہوئے۔ وہ اکیلے ہوئے۔ خَلَاءٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

== عَصُّوا - انہوں نے کاٹ کاٹ کھایا۔ انہوں نے دانتوں میں دبایا۔ عَصٌّ سے (باب سمع) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

== اَلَا نَامِلٌ - اَنِمَلَةٌ کی جمع۔ جس کے معنی پہلے پورے کے ہیں جس میں ناخن ہوتا ہے۔

انگلیاں۔ عَصُّوا عَلَیْكُمْ اَلَا نَامِلٌ مِنَ الْغَيْظِ - تمہارے خلاف غصہ و غضب کی وجہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

۱۲۰:۳ == تَمَسَّسْتُمْ - (باب ضَرَبَ - نَصَرَ) وہ تم کو چھوئے۔ وہ تم کو پہنچے۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔

== تَسَوَّهْتُمْ - وہ ان کو بری لگتی ہے۔ وہ ان کو ناخوش کرتی ہے مضارع واحد مؤنث غائب۔ تَسَوَّهْتُ - ضمیر جمع مذکر غائب۔

== كَيْدٌ - مصدر اور اسم مصدر۔ اچھی تدبیر۔ بُری تدبیر۔ مکر و فریب۔ چال۔ داؤ۔

== مُحِيطٌ - اسم فاعل۔ اِحْاطَةٌ - مصدر۔ حوط۔ مادہ۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا۔

۱۲۱:۳ سے یہاں سے لے کر سورۃ کے اخیر تک کلام جنگِ اُحد کے بعد نازل ہوا۔ تَبَوَّعُوا دیکھو ۱۲۰:۳

== مَقَاعِدَ لِقِتَالٍ - مَقَاعِدَ صَيْغَةٍ جَمْعُ مَنْتَهَى الْجَمْعِ - ظَرْفُ مَكَانٍ - مَقْعَدٌ وَاحِدٌ - بِطَيْفَةٍ
 کی جگہ گھات لگانے کے مقامات . مورچے
 ۱۲۲:۳ = هَمَّتْ - ماضی کا صیغہ واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ - هَمٌّ - مصدر - هَمَّ يَهْمُ
 (نَصَرَ) اس نے ارادہ کیا۔

== طَائِفَتَانِ - دو گروہ - دو جماعتیں - دو فرقے - طَائِفَةٌ کاتثینہ ہے۔

جنگ احد کے لئے (۱) شوال بروز ہفتہ ۳؎ ہجری کو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک
 ہزار مجاہدین کے ہمراہ مدینہ شریف سے نکلے۔ تو رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ہریرہ تھا
 لیکن راستہ میں شوط کے مقام پر وہ اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ اس کی
 دیکھا دیکھی قبیلہ ادس کی شاخ بنی حارثہ اور خزرج کی شاخ بنی سلمہ جو نئے نئے اسلام میں
 داخل ہوئے تھے ان کے دل میں بھی جنگ سے واپسی کا خیال ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان
 کی دستگیری کی اور اس لغزش کے ارتکاب سے ان کو بچالیا۔

== تَفْشَلًا - وہ دونوں بزدلی کریں۔ فَشِلَ يَفْشَلُ (سمع) فَشِلٌ بزدل ہونا۔ بزدلی کرنا۔
 ہمت ہار دینا۔ مضارع کا صیغہ تَثْنِيَةٌ مَوْنَتْ غَائِبٌ۔ نون اعرابی اَنْ کی وجہ سے گر گیا۔
 = وَاللَّهُ - میں داؤدِ حالیہ ہے۔

۱۲۳:۳ = اَذِلَّةٌ - کمزور۔ نرم دل۔ ذلیل۔ ذَلِيلٌ کی جمع ہے۔

۱۲۴:۳ = اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ - آ - برائے استفہام۔ لَنْ يَكْفِي - مضارع منفی تاکید بَلَنْ صیغہ
 واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کَفَى يَكْفِي (ضرب) كِفَايَةٌ سے کافی ہونا۔ كِفَايَةٌ
 اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت کو اس طرح پوری کرے کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کیا یہ
 تمہارے لئے کافی نہیں ہے

== اَنْ يُمِدَّكُمْ - مَدَّ يُمِدُّ وَامَدَّ يُمِدُّ - ب - کسی کو لشکر یا رسد مہیا کرنا۔ يُمِدُّ کی
 دال کے نمہ کو نصب بوجہ اَنْ آئی ہے۔

۱۲۵:۳ = يَا تُوكُمُ - میں ضمیر فاعل اہل کفار کی طرف راجع ہے جو جنگِ احد میں اہل اسلام
 کے خلاف نبرد آزما تھے

== مِنْ فَوْرِهِمْ - فَوْرٌ - اسم فعل۔ جوش۔ اُبال۔ عجلت۔ فَوْرًا - الْفَوْرُ کے معنی سخت
 جوش مارنے کے ہیں۔ یہ لفظ آگ کے بھڑک اٹھنے پر بھی بولا جاتا ہے اور ہانڈی اور غصہ
 کے جوش کھانے پر بھی۔ قرآن مجید میں ہے وَقَارَ النَّوُّورِ (۱۱: ۴۰) اور تنور جوش مارنے لگا۔

ہانڈی کے اوبال کو فَوَادَةٌ کہا جاتا ہے پھر تشبیہ کے طور پر پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کو بھی فَوَادَةٌ الْمَاءِ کہتے ہیں۔ ایک محاورہ ہے فَعَلْتُ كَذَا مِنْ فَوْرِي۔ میں نے جوش میں ایسا کیا۔ پس يٰۤاَتُوْكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا کَا مَطْلَبِ يٰہُوَا کہ

اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتاً حملہ کر دیں۔

== مُسَوِّمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسَوِّمٌ واحد تَسْوِيْمٌ مصدر سَوَّمَ سے اپنے لئے نشان مقرر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کا خصوصی نشان بنانے والے۔

== وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ۔ میں نے ضمیر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے اتارنے کے ذریعہ سے مسلمانوں کی امداد کے امر کے متعلق ہے

۳: ۱۲۷ = يَلْقَظُ۔ قَطَعَ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب فتح) مضارع پر لام جار مکسور فعل کی علت یا سبب بیان کرنے کے لئے آئے تو اس کے بعد اَنْ مصدری ناصب کا آنا ضروری ہے اور مضارع پر اسی اَنْ کی وجہ سے نصب آیا ہے اگر اَنْ مذکور نہ ہو جیسا کہ آیت ہذا میں ہے تو محذوف مقدر قرار دیا جائیگا۔ لیکن اگر فعل سے پہلے لا نفی آیا ہو تو لام جر کے بعد اَنْ کو ذکر کرنا لازم ہے۔ جیسے لَيْلًا يَكُوْنُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (۱۵۰: ۲)

= يَلْقَظُ۔ تاکہ کاٹ دے۔ ہلاک کر دے۔

= طَرَفًا۔ طَرَفٌ کی جمع اطْرَافٌ۔ ایک ٹکڑہ۔ ایک حصہ۔

= يَكْبِتُهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَبَتٌ مصدر باب ضَوْبٍ تاکہ وہ ان کو ذلیل کرے۔ مضارع پر نصب لام جار مکسور کی وجہ سے ہے جو کہ محذوف ہے اصل میں یہ يَلْقَظُ کی طرح لِيَكْبِتَهُمْ تھا۔

= خَائِبِيْنَ۔ نامراد۔ خَيْبَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۳: ۱۲۶-۱۲۷ = ترجمہ۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ امداد کا وعدہ مسلمانوں کو خوشخبری اور ان کے اطمینان قلب کی خاطر کیا۔ اور دوم یہ کہ اہل کفار کا ایک بازو کٹ جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو کر نامراد واپس لوٹیں۔

۳: ۱۳۰ = التَّوْبُوْا۔ بیاج۔ سُود

= اَضْعَافًا مُّضْعَفَةً۔ کئی گنا۔ چند در چند۔ مُضْعَفَةٌ۔ اَضْعَافًا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳: ۱۳۱ = اَعِدَّتْ۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اِعْدَا اَفْعَالٌ سے

جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدْتُ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی

۳: ۱۳۳ = سَارِعُوا۔ جلدی کرو، دوڑو۔ سرعت سے کام لو۔ مَسَارِعَةُ جس کے معنی دوڑنے اور دوڑانے کے ہیں۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔

۳: ۱۳۴ = السَّرَّاءِ۔ خوشی۔ خوشحالی۔ الضَّرَّاءِ کا متضاد

= الضَّرَّاءِ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ مرض۔ بیماری۔ مصیبت۔

= كَاطِمِينَ۔ کاظم کی جمع ہے كَظْمٌ۔ كُظُومٌ۔ مصدر۔ (ضرب) غصہ روکنے والے غصہ پی جانے والے۔ كُظُومٌ کا اصل معنی ہے سانس رکنا۔ مجازاً خاموش ہو جانا۔

بَعِيرٌ كَاطِمٌ اور اِبِلٌ كُظُومٌ۔ وہ اونٹ جس نے جگالی کرنی چھوڑ دی ہو كَظَمَ السِّقَاءِ اس نے پانی بھر کر مشک کا منہ باندھ دیا۔ كَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ میں قفل لگا دیا = الْعَافِينَ۔ عَفَاءً۔ معاف کرنا۔ عَفُوٌّ سے۔ معاف کرنے والے۔

۳: ۱۳۵۔ لَمْ يُصِرُّوا۔ مضارع نفی جہد بَلَمَ۔ انہوں نے اصرار نہیں کیا۔ جہے نہیں ہے۔ اٹے نہیں ہے۔

۳: ۱۳۶ = مُسْنِنٌ۔ سُنَّةٌ کی جمع۔ طریقے۔ راہیں۔ مثالیں۔ سنت، قانون شرعی۔ طور و عادت۔ دستور۔ طریقہ جاریہ۔ یہاں مراد مختلف قوموں کے عروج و زوال

۳: ۱۳۹ = لَا تَهِنُوا۔ وَهْنٌ سے۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سست مت ہو۔ تم بزدل مت ہو۔ تم کمزور مت ہو۔

۳: ۱۴۰ = يَمْسِكُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تم کو لگتا ہے تم کو پہنچتا ہے۔ تم کو چھوٹا ہے۔

= قَرْحٌ۔ کسی بیرونی شے سے پہنچنے والا زخم۔ مثلاً۔ تلوار کا زخم۔

الْقَرْحُ۔ اندر سے پیدا ہونے والا زخم۔ مثلاً پھوڑا۔ پھنسی کا زخم۔ اول متعدی ہے اور باب فتح سے آتا ہے دوم لازم ہے اور باب سمع سے آتا ہے لیکن کبھی باب فتح سے آتا ہے۔ جیسے قَرْحٌ قَلْبُهُ۔ اس کا دل زخمی ہو گیا۔ قَرْحٌ مصدر بھی ہے۔ زخمی کرنا۔ قَرْحٌ اس دکھ اور تکلیف کو بھی کہتے ہیں جو کسی زخم سے پیدا ہو۔ یہاں زخمی ہونا اور دکھ پانا مراد ہے

۳: ۱۴۰ = نُدَاوِلُهَا۔ جمع متکلم مضارع۔ مَدَاوِلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) ہا ضمیر واحد مونث مفعول ہم اس کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ دَلَوْدٌ دَوْلٌ (جواو پر نیچے آتا جاتا ہے) دَوْلَةٌ دَوْلَةٌ

مالی چکر۔ دولت کہ وہ بھی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ آتی جاتی رہتی ہے۔

۱۴۱: ۳ = لِيُمَخِّصَ - تَمَجِّصَ (تفعیل) تاکہ خالص اور صاف کر دے۔
الْمَخِصَ - کسی چیز کو کھوٹ اور عیب سے پاک کرنا۔ مَخَصْتُ الذَّهَبِ میں
سونے کو آگ میں گلا کر اس کے کھوٹ کو الگ کر دیا۔ دلوں کے پاک کرنے پر
تخصیص کا استعمال بمثل ترکیب و تطہیر ہوتا ہے۔

دعا میں ہم کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ مَخِّصْ عَنَّا ذُنُوبَنَا۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں
کو جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں دور کر دے۔

= يَمْحَقْ - مَحَقَّ مصدر (فَتْح) وہ گھٹاتا ہے۔ تاکہ وہ مٹا دے۔ تاکہ وہ ہلاک
کر دے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرَّبُّو وَيُرِي الصِّدَقَاتِ ط (۲: ۲۷۶) خدا سود کو نابود اور خیرات
کو بڑھاتا ہے۔

۱۴۲: ۳ = لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ - میں يَعْلَمُ مضارع مجزوم بوجہ لَمَّا کے ہے متحرک
کرنے کے لئے میم کو کسرہ دیا گیا۔ ابھی جانا ہی نہیں اللہ نے یعنی آزما کر دیکھا ہی نہیں
= وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ - میں میم پر فتح بوجہ ذیل ہے۔

۱۔ واو حرف عطف ہے اور يَعْلَمَ الصَّابِرِينَ کا يَعْلَمُ اللہ پر عطف ہے۔ دراصل
یہاں بھی مجزوم تھا۔ لیکن التقاء ساکنین کی وجہ سے میم سے قبل لام کی فتح کی رعایت سے
اسے فتح دیا گیا۔

۲۔ واو۔ واو الصرف ہے جس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے لہذا واو کے بعد اور يَعْلَمِ
سے پہلے اَنْ مقدر ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ لَا تَأْكُلِ السَّمْكَ وَتَشْرَبِ اللَّيْنَ
۳۔ امام حسن رضا کی قرأت میں یہاں بھی يَعْلَمَ کی میم کو زیر ہے۔ کیونکہ واو عاطفہ ہے
اور یہ يَعْلَمَ پہلے يَعْلَمَ پر معطوف ہے اور لَمَّا کی وجہ سے مجزوم (یہاں لام ماقبل
میم کی حرکت کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی)۔

۴۔ ابو عمرو کی قرأت میں یہ يَعْلَمُ میم کے پیش کے ساتھ ہے۔ اس صورت
میں واو ابتدائیہ ہے اور جملہ نیا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالیٰ صابروں کو جانتا
ہے اور انہیں بقدر صبر اجر دے گا۔

۱۴۳: ۳ = كُنْتُمْ تَمْنَوْنَ - ماضی استمراری۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمْنَوْنَ اصل میں

تَتَمَنُّونَ تھا۔ ت کو ت میں مدغم کر دیا گیا ہے تَمَنُّیُّ سے مضارع تَتَمَنُّیُّ م ن ی مادہ باب تَفْعَل۔ تم تمنا کیا کرتے تھے۔ تم آرزو کیا کرتے تھے۔

== تَلَقَّوْهُ۔ لَقِیَ یَلْقَی (سمع) لِقَاءُ سے جمع مذکر حاضر۔ ک صمیر واحد مذکر غائب راجع الی الموت تم اس سے ملاقی ہو۔ تم اس سے ملو۔ تم اس سے ملاقات کرو۔ تم اس کو اپنے مقابل پاؤ۔ یہاں موت سے مراد جہاد میں شہادت ہے۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں جنگ و جدل سے قبل تم آرزو کیا کرتے تھے کہ تمہیں بھی ایسی شہادت کا موقعہ میسر آئے جو شہدائے بدر کو آیا تھا۔ تو لو اب اس جنگ (جنگ احد) میں تم اُسے اپنے سامنے پا رہے ہو۔ فی الحقیقت پا رہے ہو۔

== وَانْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ برائے تاکید ہے۔

۳:۴۴ = اِنَّاۤ اِنۡۢیۡنُ۔ استفہامیہ ف زائد۔ اِن۔ اگر نہیں۔ تاکید و تحقیق۔

اِن کی چار صورتیں ہیں

۱۔ اِن۔ شرطیہ۔ اِنۡ تَعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ (۵: ۱۱۸) اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اِنۡ یَنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ (۸: ۳۸) اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا۔

۲۔ اِنۡ مخفف۔ جَوَات ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِن بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہے جیسے اِنۡ كَانَ اَصْحٰبُ الدِّیْنِ لَطٰلِمِیۡنَ (۱۵: ۷۸) بلاشبہ اصحاب الایکہ ظالم تھے۔ اِنۡ کَادَ لَیْضِلَّنَا عَنْ اِلٰہِتِنَا۔ (۲۵: ۲۲) تو ضرور یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا۔

۳۔ اِنۡ نافیہ۔ یہ جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ فعلیہ پر بھی۔ اِنۡ یَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ (جملہ فعلیہ) وَ اِنۡ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوۡنَ (جملہ اسمیہ) (۶: ۱۱۶) سو یہ کچھ نہیں مگر سمجھے پڑے اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اُسکیں دوڑاتے ہیں۔ یا اِنۡ تَظُنُّۡ اِلَّا ظَنًّا (۵۱: ۳۲) ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۴۴: ۲۵) یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے۔

اس کے بعد اکثر اِلَّا و لَمَّا آتا ہے مگر ہر جگہ ضروری نہیں۔ مثلاً اِنۡ عِنۡدَکُمْ مِّنۡ سُلٰطٰنٍ بِہٰذَا تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

۴۔ اِنۡ موکدہ جو زائد ہوتا ہے اور مآ نافیہ کی تاکید میں آتا ہے۔ مثلاً وَلَقَدْ مَكَّشَکُمْ فِیۡمَا اِنۡ مَّکَّشَکُمْ فِیۡہِ۔ (۴۶: ۲۶) اور ہم نے ان کو مقذور دیا تھا اُن چیزوں کا جن کا تم کو مقذور نہیں دیا۔ لیکن یہاں اِنۡ نافیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مآ نافیہ نہ ہوگا بلکہ مآ بیانیہ ہوگا۔

یا جیسے کہتے ہیں مَا اِنْ يَخْرُجْ زَيْدٌ زَيْدًا بَاهِرًا نَحْنُ لَكُمُ الْوَارِثُونَ۔

= اِنْ قَلْبَكُمْ عَلَىٰ اَعْقَابِكُمْ۔ اِنْ قَلْبَ يَنْقَلِبُ اِنْ قَلْبَ اِلَیَّ جَانَا۔ پھر جانا۔ لوٹ جانا۔ اَعْقَابُ۔ عَقِبُ کی جمع۔ اِطْرِیال۔ اِنْ قَلْبَ عَلٰی عَقْبَيْهِ۔ وہ اٹے پاؤں واپس لوٹا وہ اٹے پاؤں پھر گیا۔

۱۴۵: ۳ = كِتَابًا مُّوَجَّلًا۔ كِتَابًا۔ حکم ازلی۔ قانون۔ فریضہ۔ اللہ کی کتاب، قرآن۔ تحریر۔ لوح محفوظ۔

مُوجَّلًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ تَأْجِيلٌ۔ مصدر (تفعیل) اجل مادّہ مُوجَّلًا۔ مقرر الوقت وہ جس کا وقت مقرر ہو۔ تَأْجِيلٌ۔ وقت دینا۔ مہلت دینا۔ وقت مقرر کرنا۔ دیر کرنا۔ كِتَابًا مُّوَجَّلًا۔ موصوف و صفت ہیں۔ یہ یا تو موت کی تعریف ہے کہ موت ایسا تحریر شدہ امر ہے جس کا وقت مقرر ہے یا اذن اللہ کی تعریف ہے کہ اذن اللہ ایک ایسا حکم ہے کہ جس کے نفاذ کا وقت مقرر شدہ ہے۔

= نُؤْتِيهِ مِنْهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ دینا کے لئے ہے۔ اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب ثواب کے لئے ہے یا مَنْ کی طرف راجع ہے۔ مِنْهَا میں مِنْ۔ فِی کے معنوں میں بھی لیا جاسکتا ہے اب اس کا ترجمہ یوں ہو گا۔ (۱) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم یہ صلہ دنیا سے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔

(۲) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم اس کو یہ صلہ دنیا سے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔

۱۴۶: ۳ = كَايِّنُ۔ اصل میں اَیَّ تھا۔ اس پر کاف تشبیہ داخل کر کے نون تنوین کو نون کی شکل میں لکھ دیا۔ كَايِّنُ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے۔ خاص کر قرآن مجید میں یہ بصورت خبر ہی آیا ہے یہ مبہم کثرت تعداد پر دلالت کرتا ہے ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں وَكَأَيِّنُ مِنْ بَنَاتٍ قُتِلْنَ مَعَهُ رَبِّيُوْنَ كَثِيرٌ۔ اور کتنے ہی بنی گذرے ہیں کہ ان کی معیت میں اللہ والوں کی کثیر تعداد نے جہاد کیا۔ اس مثال میں كَايِّنُ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا لیکن کس کی؟ یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِنْ بَنَاتٍ آیا تو ابہام دور ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی۔

كَأَيِّنُ۔ ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے۔ اس سے پہلے حرف جر نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی ہے

مفرد کبھی نہیں آتی۔

کَآئِنٌ۔ استفہام کے لئے بھی آتا ہے مثلاً حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا۔ کَآئِنٌ لَقُرْأُ سُورَةُ الْأَحْزَابِ آيَةً۔ آپ سورۃ احزاب کی کتنی آیات پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ۔ شہتر (۷۳) دیگر مثالیں۔

وَكَآئِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۲۶: ۱۰۵)

وَكَآئِنٌ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا (۲۹: ۶۰)

وَكَآئِنٌ مِّنْ ذُرِّيَةٍ عَمَلْتَ عَنْ اٰمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ (۶۵: ۸)

= رَبِّيُّوْنَ۔ زمخشری نے اس کا معنی رب والے کیا ہے الرَّبَّانِيُّوْنَ۔ قرطبی نے اس کا معنی انہوہ کثیر کئے ہیں اس صورت میں اس کا واحد رَبِّيُّ اور رَبَّةٌ ہوگا بمعنی جماعت کی طرف منسوب ہے۔

= وَهَنُوا۔ ماضی معروف جمع مذکر غائب وَهْنٌ سے مَا وَهَنُوا وہ کمزور نہیں پڑے۔ انہوں نے بزدلی نہیں دکھائی۔ وَهْنٌ۔ کمزور اور ضعیف ہونا۔

= مَا اسْتَكَانُوا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ باب افتعال مسکن مادہ۔ السُّكُونُ۔ حرکت کے بعد ٹھہرنا۔ (باب نصر) رہائش اختیار کرنا۔ سکون۔ راحت۔ تسلی سب کو محیط ہے۔ لیکن مفسرین نے مسکین کے معنی مَنْ لَّا شَيْءَ لَهُ (یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو) کئے ہیں۔ اور تَسَكَّنَ مسکین اور محتاج ہونا ہے۔ اور اسْتَكَانَ وَاسْتِكَانَةً وَاسْتَكَنَّ بمعنی ذلیل و عاجز ہونا ہے۔ پس مَا اسْتَكَانُوا کا مطلب ہوا۔ وہ دب نہیں گئے۔ وہ عاجز نہیں آئے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی ہمت نہیں ہاری۔ ہار نہیں مانی۔

۳: ۱۴۷ = اسْرَافْنَا۔ ہماری زیادتی۔ (افعال) اسْرَافٌ سے جس کا مطلب کسی کام میں انسان کا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ حد سے زیادہ خرچ کرنے کو بھی اسراف کہتے ہیں۔

۳: ۱۴۸ = فَاتَّهَمُوا۔ میں ف سبب کے لئے ہے یعنی بہ سبب ان کے جہاد فی سبیل اللہ اور استقامت فی الحرب۔ صبر و توکل علی اللہ کے اللہ تعالیٰ ان کو ثواب دینا (یعنی نصرت، غنیمت، غفران الذنوب) سے بھی نوازتا ہے۔ اور بہترین ثواب آخرت سے بھی۔

= وَحَسُنَ ثَوَابُ الْآخِرَةِ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اُنّی کا مفعول ثانی ہے۔ اور اللہ (ان کو) آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیگا وادوا عطف۔ حَسُنَ (حَسُنَ کا مصدر) بہتر

ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ حُسْنِ کا ثواب آخرت کا عمدہ ثواب یا بدلہ۔

۱۴۹:۳ = يَرْدُّكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ اے یوحنا کو کہہ دو کہ۔ الاول و هو الکفر۔ و الشُّرْكُ بِاللَّهِ۔ یعنی تمہیں تمہاری پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے جو کفر و شرک کی حالت تھی۔
۱۵۰:۳ = بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ۔ اضطراب عن مفهوم الجملة الاولى (شوکانی) یہ پہلے جملہ کے مفہوم کا دوسرا پہلو ہے۔ یعنی اُدھر اگر تم کفار کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں کفر و شرک اور خسارے کی طرف لے جاویں گے۔ اور ادھر یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین دوست اور بہترین مددگار ہے۔

۱۵۱:۳ = سَنَلِقِيْكَ۔ میں مستقبل قریب کے لئے ہے۔ تَلَقَّیْ۔ مضارع جمع مشکلم۔ الْفَاءُ۔ مصدر (افعال) لقی ماؤہ۔ ہم ڈالنے کو ہیں۔ ہم عنقریب ڈالیں گے۔
= بِمَا۔ بوجہ۔ بمقابلہ۔ بدلہ میں

= سُلْطَانًا۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ برہان۔ سند۔ حکومت

= مَاوًی۔ مصدر۔ اور اسم ظرف۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ پناہ گاہ
اولیٰ یَاوًی۔ (ضرب)

= مَثْوًی۔ ظرف مکان۔ مَثَاوًی جمع۔ ٹھکانہ۔ قیام گاہ۔ فرود گاہ۔ ثَوًی یَثْوًی (ضرب) ثَوًی ثَوًیًا۔ مصدر متعدی بنفسہ بھی ہے۔ ثَوًی الْمَكَاتِ اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اتر۔ ٹھہرا۔ اَثْوًی بِالْمَكَاتِ۔ (افعال) وہ وہاں مدت دراز تک ٹھہرا رہا۔ اَثْوًیْتُهُ۔ میں نے اس کو ٹھہرایا۔
ثَوًی۔ یُثْوًی (تفعیل لانہم) وہ مر گیا۔ ثَوًیْتُهُ (باب تفعیل متعدی) میں نے اس کو ٹھہرایا اور تَثَوًیْتُهُ (باب تفعیل) میں اس کا مہمان ہوا۔

اگلی چند آیات کو سمجھنے کے لئے جنگ احد (جس سے ان آیات کا تعلق ہے) کا مختصر سالقشہ نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔

شوال ۳ھ کی ابتداء میں کفار قریش تقریباً ۱۰ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تعداد کی کثرت کے علاوہ ان کے پاس ساز و سامان بھی مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ اور پھر جنگ بدر کے انتقام کا شدید جوش بھی رکھتے تھے۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تجربہ کار صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر مدافعت کی جائے۔ مگر چند نوجوانوں نے جو شہادت کے شوق سے بے تاب تھے اور جنہیں بدر کی جنگ

میں شرمیک ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آخر کار ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکلنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ہمراہ نکلے مگر مقام شوط پر پہنچ کر عبد اللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ عین وقت پر اس کی اس حرکت سے مسلمانوں کے لشکر میں خاصا اضطراب پھیل گیا۔ حتیٰ کہ نبو سلمہ اور بنو حارثہ کے لوگوں نے بھی دل شکستہ ہو کر پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ (آیہ ۱۲۲) مگر پھر اولو العزم صحابہ کی کوششوں سے یہ اضطراب رفع ہو گیا اور ان ہر دو گروہوں نے پلٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ باقی ماندہ ۴۰۰ آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ لے کر آگے بڑھے۔ اور احد کی پہاڑی کے دامن میں اپنی فوج کو اس طرح صف آرا کیا کہ پہاڑ پشت پر تھا اور قریش کا لشکر سامنے۔

پہلو میں صرف ایک درہ ایسا تھا کہ جس سے اچانک حملہ کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ نے حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کی زیر قیادت پچاس تیر انداز بٹھادیئے اور ان کو تاکید کر دی کہ کسی کو ہمارے قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اور کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے نوچے لئے جاتے ہیں تب بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں مسلمانوں کا پہلہ بھاری دھڑا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں اتاری پھیل گئی۔ لیکن اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک پہنچانے کے بجائے مسلمان مال غنیمت کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ ادھر جن تیر اندازوں کو عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا گیا تھا انہوں نے جو دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے اور غنیمت لٹ رہی ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکید فرما کر یاد دلایا کہ بہت روکنے کی کوشش کی مگر چند آدمیوں کے سوا (جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی) کوئی نہ بھڑا۔

اس موقعہ سے خالد بن ولیدؓ نے جو اس وقت لشکر کفار کے رسالہ کی کمان کر رہے تھے۔ بروقت فائدہ اٹھایا۔ اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ نے اپنے باقیماندہ ساتھیوں کے ساتھ حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے۔ اور یہ سیلاب یکایک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہوئے۔

جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے حملہ ہوا تو ان کی صفوں میں اتاری پھیل گئی۔ کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے۔ اور کچھ احد پر چڑھ گئے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دس بارہ جاں نثار آپ کے ہمراہ تھے اور آپ بھاگنے والوں کو پکار رہے تھے اِلٰی عِبَادِ اللّٰهِ۔

اِلٰی عِبَادِ اللّٰهِ۔ میری طرف اَد اللہ کے بند۔

لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹنے سے مسلمان اس غیر متوقع صورتِ حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ایک بڑا حصہ پر اگندہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تاہم چند بہادر سپاہی ابھی تک میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں افواہ اڑ گئی کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبر نے صحابہؓ کے سب سے ہوش و حواس بھی گم کر دیئے۔

بعض کمزور دل کے مسلمانوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ کاش کوئی ہمارے لئے ابوسفیان سے (جو اس وقت لشکر کفار کے کمانڈر تھے) امان طلب کرے۔ بعض منافقوں نے تو یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر بنی ہوتے تو شہید کیسے کئے جاتے۔ اُد اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائیں۔ (اسی کے متعلق ایسے اشخاص کو آیہ ۴۴ میں سرزنش ہوئی ہے،

لیکن جلد ہی آپؐ کی شہادت کی افواہ غلط نکلی۔ اور تمام صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ اس حقیقت نے مسلمانوں کو ہمت بندھائی۔ اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے۔

ادھر اپنے قیدیوں کو چھڑا لینے اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینے نیز مسلمانوں کو وسیع پیمانے پر شہید کرنے کے بعد قریش نے خیال کیا کہ ان کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے انہوں نے اتنی ہی کامیابی پر اکتفا کیا۔ جو حالات نے ان کو نصیب میں کر دی تھی۔ مزید برآں شدتِ کارزار سے ان کی اپنی ہمت بھی قریب قریب جواب دے چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے بجائے مدینہ کا رخ کرنے کے اپنے سپہ سالار ابوسفیان کے حکم پر اپنا اسباب باندھا۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو دوبارہ دیکھ کر اور اپنے میں مزید لڑائی کی قوت نہ پا کر انہوں نے اس کو ہی غنیمت جانا کہ اب کے ہمارے ہاتھ اوپر ہے مزید خطرہ مول نہ لیا جائے۔ بہر کیف انہوں نے میدانِ کارزار کو چھوڑ کر مکہ کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ ادھر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں کچھ وقت آرام کر کے مدینہ کی طرف واپسی فرمائی۔

اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا پھر تعاقب کیا۔ اور حرار الاسد جو مدینہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے جا کر قیام کیا۔ اس وقت ابوسفیان کا لشکر چند میل آگے روجا کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ہر دو فریق کو ایک دوسرے کے متعلق خبر ملی کہ مقابل فریق

ڈٹنے کو تیار ہے لیکن تین دن تک قیام کے بعد ابوسفیان اپنے میں دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ پا کر مکہ کی طرف چل دیا۔

(تفہیم القرآن - ضیاء القرآن - تفسیر علامہ عبداللہ یوسف علی - اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

حیاة محمد مصنف محمد حسین ہیکل مصری

۱۵۲:۳ = تَحْسُوْهُمْ تَحْسُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر (باب نصر) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول - الْحَاسَّةُ - اس قوت کو کہتے ہیں جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسُّ ہے جس کا اطلاق شاعرہ خمسہ (یعنی سمع - بصر - شمع - ذوق - لمس) پر ہوتا ہے۔

حَسَسْتُ (نصر) وَأَحْسَسْتُ محسوس کرنا - أَحْسَسْتُ (افعال) دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) قوت حس سے کسی چیز تک پہنچنا (محسوس کرنا)

(۲) کسی کے حاسہ پر مارنا جیسے كَبَدْتُہ - میں نے اس کے جگر پر مارا - اور حاسہ پر مارنے سے کبھی انسان مر بھی جاتا ہے اس لئے حَسَسْتُہ بمعنی قَتَلْتُہ بھی آجاتا ہے - آیہ ہذا میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی جب تم کافروں کو قتل کر رہے تھے۔

= فَشَلْتُمْ - ماضی معروف جمع مذکر حاضر فَشَلُّ مصدر - باب سمع - فَشَلُّ کے معنی ہیں لپست ہمت ہو جانا - بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا - یعنی جب تم لپست ہمت ہو گئے یا بزدلی کے ساتھ کمزور ہو گئے = حَتَّىٰ اِذَا فَشَلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ - مندرجہ ذیل تین صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) فرار کے نزدیک اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور جملہ کی تقدیر یوں ہے حَتَّىٰ اِذَا تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ فَشَلْتُمْ - تا آنکہ اس حکم کے متعلق جو تم کو دیا گیا تھا جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی - (یعنی اس حکم کی خلاف ورزی کی - جو تم کو اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑنے کے متعلق دیا گیا تھا) پس تم بزدل ہو گئے اور لپست ہمت ہو گئے (جیسا کہ مابعد کی جنگی صورت حالات نے بتا دیا)

(۲) اللہ نے نصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا سچ کر دکھایا - لیکن تم نے بزدلی باہم جھگڑا اور نافرمانی سے کام لیا - (اور فتح کا موقعہ گنوا دیا)

(۳) بعض کے نزدیک یہ شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے یعنی تا آنکہ تم نے بزدلی اور لپست ہمتی دکھائی - اور بین حکم کی خلاف ورزی کی اور حکم عدولی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کو روک لیا = مَا تَحِبُّوْنَ - سے مراد فتح و ظفر اور غنیمت ہے۔

= مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا - سے مراد وہ گروہ جو اپنی پوزیشن کو چھوڑ کر مال غنیمت کو

اصل کرنے کے حق میں تھا۔

= مِثْلَكُمْ الْاُخِرَةِ - سے مراد دوسرا گروہ جو حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری میں ہر صورت اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہنے کے حق میں تھا۔

= صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ - صَرَفَ ۛ عَنْ - کسی کو کسی شے سے باز رکھنا۔ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ نہیں ان پر فتح حاصل کرنے سے باز رکھا۔ یا تمہیں ہزیمت کے ساتھ مشرکین سے پھیر دیا = لِيَبْتَلِيَكُمْ - تاکہ تم کو آزمائے اور تمیز کرے مومنوں کی منافقوں سے۔ دنیا پسندوں، آخرت پسندوں سے۔ صابروں کی شکوہ کنندگان سے۔ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کرنے والوں، ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنی رائے پر اڑے رہنے والوں کی۔

۱۵۳:۱ = تَصْعِدُونَ - باب افعال اِصْعَادُ سے مضارع جمع مذکر حاضر اَصْعَدَ اُصْعِدُ میں پر نشیب بلندی کی طرف یا بلندی سے نشیب کی طرف چلنا۔ یہاں مراد احد کی بلندی کی طرف بھاگ رہے تھے۔ یا دور بھاگ رہے تھے۔ صُعُودٌ بلند مقام کی طرف چڑھنا۔ = وَلَا تَلُونِ عَلَى أَحَدٍ - لَوِيَ (ضَرْبٌ) رسی کا بٹنا۔ کسی چیز کو خمیدہ کرنا۔ وَارَوْا سَرَّهُمْ! (۵: ۶۲) تو وہ سر پھر لیتے ہیں۔ يَلُوتُ السِّنْتَهُم بِالْكِتَابِ کتابِ ذِی قُرْآنِ کو زبان موڑ موڑ کر پڑھتے ہیں۔

محاورہ ہے فَلَا تُلُوتُ عَلَى أَحَدٍ - وہ کسی کی طرف گردن موڑ کر بھی نہیں دیکھتا سخت ہزیمت اٹھا کر بھاگ اٹھنے کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اسی سے ہے اِذْ تَصْعِدُونَ وَلَا تَلُونِ عَلَى أَحَدٍ جب تم دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے = اُخْرِيَكُمْ - مضاف مضاف الیہ اُخْرُ اُخْرُ کی مَوْنَتِ اُخْرٰی - پچھلی۔ دوسری۔ اُخْرٰی اُخْرٰی تمہاری پچھلی طرف سے (یعنی جب تم بھاگ رہے تھے تو پیچھے سے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں واپس آنے کے لئے پکار رہے تھے۔

= اِنَّا بَكُمُ - اس نے تم کو عوض میں پہنچایا اِنَّا بَ (افعال) ثَوْبٌ سے۔ اِنَّا بَكُمُ معنی ل کی جڑ دینا خواہ وہ انعام ہو یا سزا۔ یہاں سزا کے معنی مراد ہیں اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ = غَمًّا اِخْتَمَ - را، رنج کے سبب سے رنج۔ تم نے نافرمانی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنج پہنچایا اللہ نے اس کے عوض تم کو (شکست کا) رنج پہنچایا۔

غَمُّ بالائے غم، غمِ اول فتح و ظفر اور غنیمت کا ہاتھ سے نکل جانا۔ غمِ ثانی قتل و ہزیمت یا غمِ ل قتل و جراح۔ اور غمِ ثانی یہ افواہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔

== لِكَيْلَا : ل حرف جار۔ گئی۔ تاکہ۔ لَا۔ لافنی۔ گئی۔ کبھی ناصب مضارع ہوتا ہے جو معنی اور عمل دونوں میں اَنْ مصدری کی طرح ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں لِكَيْلَا تَخْزَنُوا = اور کبھی تعلیلیہ ہوتا ہے یعنی لام حرف جار کی طرح معنی کے اعتبار سے بھی اور عمل کے لحاظ سے بھی۔ اس کے بعد کبھی مَا استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے کَيْمَ جِئْتُ۔ تو کیوں آیا۔ وقف کی صورت میں اس کے بعد ہا لایا جاتا ہے جیسے کَيْمَہ (کس لئے) کبھی مَ مصدری یا مَا کا فہ آتا ہے جیسے

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَنْفَعْ فَضِرْنَا

يُرْجَى الْفَتَى كَيْمَا يَضُرَّ وَ يَنْفَعُ

(ترجمہ۔ تو فائدہ رساں نہ ہو تو ضرر ہی پہنچا کیونکہ آدمی سے دوہی وجہ سے امید کی جاتی ہے۔ ضرر کے لئے یا نفع کے لئے)

یہ اَنْ مصدریہ مقدریہ پر وجوباً داخل ہوتا ہے جیسے جِئْتُكَ كَيْ تَكْرِمَنِي میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میری عزت کرے۔ عام طور پر اس کا استعمال لام کے بعد ہوتا ہے۔ جیسے جِئْتُكَ لِكَيْ تَكْرِمَنِي۔

گئی ناصبہ سے پہلے کبھی لام حرف جر مذکور ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح اس کے بعد کبھی لَا نفی ہوتا ہے کبھی نہیں۔ قرآن میں لِكَيْلَا کی مثالیں (۱۶ : ۱۷۰) (۲۳ : ۵۰) (۳۳ : ۵۴) (۵۰ : ۳۳) (۲۳ : ۵۴) کَيْلَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَعْنِيَاءِ مِنْكُمْ (۵۹ : ۷۰)

== فَاتَّكُمُ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ فَوْتُ مصدر واسم فعل تم سے فوت ہو گئی۔ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی۔ تم سے چھوٹ گئی۔ یا چھوٹ جائے یا تم سے بچ کر نکل جائے۔

== اَصَابَكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَصَابَةٌ سے تم کو پہنچی۔ تم کو پیش آئی۔ مَا فَاتَكُمْ اور مَا اَصَابَكُمْ میں ما بیانہ ہے۔

۱۵۴ : ۳ = اَمْنَةً۔ امن۔ دلجمعی۔ چین۔ اَمْنٌ سے نَعَسًا۔ اونگھ۔ نَعَسَانٌ۔ نیند سے بھرا ہوا آدمی۔ اونگھتا ہوا آدمی۔ نَعَسٌ اور نَعَسٌ۔ مصدر۔ اونگھنا۔ اِنْعَاسٌ (اِفْعَالٌ) کسی کو سلا دینا۔ اَمْنَةٌ مَوْنٌ ہے اور نَعَسٌ مذکر۔

لہذا فعل يَغْشِي (جو نَعَسًا کے فوراً بعد آیا ہے) میں ضمیر فاعل نَعَسًا کی طرف راجع ہے اَمْنَةٌ نَعَسًا کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اَمْنَةٌ۔ فعل اَنْزَلَ کا مفعول ہے اور نَعَسًا اس کا بدل ہے یعنی بدل اور مبدل مِنْ اَمْنَةٍ۔

مطلب وہ ذہنی اور جسمانی سکون کی تحصیل ہے جس سے گزشتہ دماغی اور جسمانی پریشانیوں اور تھکاوٹیں دور ہو جائیں۔

۲ = نَعَّاسًا فَعْلَ أَنْزَلَ کا مفعول ہے اور اَمْنَةً اس کا حال جو اس سے پہلے لایا گیا ہے مثال اس کی رَأَيْتُ رَاكِبًا رَجُلًا

(نوٹ) حال وہ اسم ہے جو کہ فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت (صورت) کو بیان کرے) یعنی اللہ نے ان پر اد نگھ نازل کی کہ وہ پر سکون حالت میں آگئے۔

۳ = نَعَّاسًا - اَمْنَةً کا عطف بیان ہے (یعنی وہ تابع جو اپنے متبوع کو صاف طور پر بیان کرے) یعنی سکون و اطمینان کی وہ حالت جو ہلکی سی نیند کی صورت میں تھی۔

۴ = يَا اَمْنَةً مفعول لڑ ہے کہ (جس کے واسطے فعل واقع ہوا) اس نے نازل کیا اد نگھ کو تم پر اس واسطے کہ باعث سکون ہو

۵ = اَمْنَةً اَمْنٌ کی جمع ہے (جیسے بَرَدَةٌ بَارِدٌ جو اصل میں بَارِدٌ ہے کی جمع ہے) اور یہ کُمُ ضمیر مفعول پر حال ہے اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور نازل کیا اد نگھ کو تم پر جو کہ امن میں آچکے تھے۔

= يَغْشَى - مضارع واحد مذکر غَاشٍ غَشًى اور غَشْيَانٌ مصدر باب سَمِعَ اس نے ڈھانپ لیا۔ اس میں نَعَّاسٌ فاعل ہے

= اَهَمَّتَهُمْ - ماضی واحد مؤنث غَاضَبٌ اِهْمَامٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی فکر میں ڈالنا هُمْ ضمیر جمع مذکر غَاضِبٌ

اَهَمَّتَهُمُ الْفُسْهُمُ - ان کی جانوں نے ان کو فکر میں ڈال دیا تھا۔ یعنی جن کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی۔

= هَلْ لَنَا مِنَ الدَّارِ مَرَمٍ شَيْءٌ - کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہمارا تو اس کام میں کوئی دخل ہی نہیں (یہ ان منافقین کا قول ہے جو مدینہ میں ہی رہ کر مدافعت کا مشورہ دیتے تھے۔ لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ کے خلاف باہر نکل کر مقابلہ کا فیصلہ کیا)

= بَرَدٌ - وہ نکلا - باب نصر - بَرُوْدٌ کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ بَرُوْدٌ کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک تو بذاتہ کسی چیز کا خود نما ہو جانا۔ جیسے وَتَرَى الدَّرَسَ بَارِدَةً (۱۸)؛ (۱۹) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔ یہاں زمین کا صاف طور پر کھل جانا مراد ہے کیونکہ اس روز

زمین پر مختلف قسم کے ہونشانات ارضی از قسم مکانات، پہاڑ، ٹیلے، مکان و مکین وغیرہ مٹ جائیں گے کبھی چھپی ہوئی چیز کے کھل جانے کے متعلق اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے دُبُرَزَاتِ الْجَحِيمِ لِلْعَزِيزِ (۹۱: ۲۶) اور دوزخ ظاہر کر دی جائے گی مگر انہوں کے لئے۔

میدان جنگ میں صف سے نکل کر سامنے میدان میں کھل کر آجانے کو مبارزت کہتے ہیں = مَضَاجِعِهِمْ۔ اسم طرف مکان۔ مضاف۔ هِمٌّ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ قتل گاہیں۔ مقتل۔ صَنِجٌ سے جس کا اصل معنی سونا ہے لیکن سونے سے کبھی موت مراد لی جاتی ہے = لَبَرَزَ الدِّينَ مَضَاجِعِهِمْ۔ جن کا قتل لکھا جا چکا ہے وہ تو اپنے اپنے مقتول کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔

= وَلَيَبْتَليَ اللَّهُ۔۔۔۔۔ یہ سب مصائب اس لئے تھے کہ آزمائے اللہ تعالیٰ يُمَحِّصَ مَخْصٍ يُمَحِّصُ (باب تفعیل) تاکہ صاف کرے (دیکھو ۳: ۱۴۱) ۱۵۵: ۳ = اسْتَرَزَّوْهُمْ۔ اس نے ان کو بہکا دیا۔ (باب استفعال) الزَّلَّةُ بلاقصد کے قدم پھسل جانا۔ زَلَّةٌ پھسلنے کی جگہ باب افعال سے اَزَلَّ يُزِلُّ مَهِسْلَانًا۔ فَازَلَهُمَا الشَّيْطَانُ (۱۳۶: ۲) ان دونوں کو شیطان نے مہسلا دیا۔ = يَبْعُضُ مَا كَسَبُوا۔ ان کے کسی عمل کی وجہ سے۔

= حَلِيمٌ۔ حِلْمٌ سے بروزن فَعِيلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔ بہت تحمل والا۔

۱۵۶: ۳ = عَزَّى۔ جمع عَازِيٍّ واحد۔ عَازِيٌّ کی جمع عَزَاةٌ، بھی ہے عَزْوٌ مصدر۔ عَزَا لَيَعَزُّوا (نصر)

= صَرَبُوا فِي الْأَرْضِ۔ ای سافروا فی الارض لتجارة وغیرہا۔ یعنی تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرتے۔ صَرَبُوا میں فاعل اخوانہم ہے۔

۱۵۷: ۳ = مَتَّمٌ۔ ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔ مَوْتُ مصدر۔ باب نصر۔ یا اگر تم مر جاؤ۔ ماضی معجز مضارع۔ اصل میں نَصَرْتُمْ کے وزن پر مَتَّمْتُمْ تھا۔ پہلی ہر دو تار کو تار ثالث میں مدغم کیا مَتَّمٌ ہو گیا۔ مصدر میں داؤ کی رعایت سے میم کو ضمہ دیا گیا مَتَّمٌ ہو گیا۔

۱۵۹: ۳ = فَبِمَا۔ مَا۔ زائدہ ہے اور تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ صرف اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ باوجود مخالفین کے قصور کے آپ کا ردیہ ان کی طرف لطف و محبت کا ہے۔

= لَنْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر لَنْتَ مصدر۔ تو نے نرمی کی۔ تو نے نرم مزاجی سے کام لیا

لَا تَكِلِيْنِ (صَرْب)

= فظاً - بد کلام - بد خو - بد اخلاق - لفظ کی اصل وضع اس گندے پانی کے لئے ہے جو غلاظت سے بھری ہوئی آنتوں کے اندر ہوتا ہے۔

= غَلِظَ الْقَلْبُ - مضاف مضاف الیہ - سخت دل والا - بد اخلاق - بد خو۔

= لَا تُفَضُّوا - میں لام تاکید کے لئے ہے - اِنْفَضُّوا رِیَابَ الْفَعَالِ (الفضاض سے ہے - متفرق ہونا - تشربتر ہونا - وہ ضرور منتشر ہو گئے ہوتے۔

= كَوْ - یہ چھ طریق پر مستعمل ہے۔

۱۔ زمانہ ماضی میں شرط کے لئے جیسے كَوْجَاءَنِي لَا كَوْ مُتَدٍّ - اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کی عزت کرتا۔

۲۔ زمانہ مستقبل میں تمنا کے معنی میں۔ كَوْ تَلْتَقِيْ اَصْدَاءُ بَعْدَ مَوْتِنَا - کاش ہمارے اصداء موت کے بعد ملتے۔ كَوْ اَنْ لَنَا كَرَّةٌ - کاش ایک بار اور ہم کو دنیا میں جانا مل جاتا بعض نے کہا ہے کہ یہ كَوْ شرطیہ ہی ہے جس کو تمنیٰ کا معنی دیا گیا ہے۔

۳۔ مصدریہ - بمعنی اِنْ۔ لیکن یہ نصب نہیں دیتا۔ عموماً دَدَّ يَوْدُ کے بعد آتا ہے جیسے وَدَّوْا كَوْ تَاتِيْهِمْ۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو ان کے پاس آئے۔

۴۔ تمنا کے لئے۔ اس وقت اس کا جواب منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے كَوْ تَاتِيْتِيْ فَحَدَّثَنِيْ - کاش تو میرے پاس آتا اور مجھ سے باتیں کرتا۔

۵۔ عرض کے لئے۔ مثل اَلَا۔ اس کا جواب بھی منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے كَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِيبُ حَيْرًا - اگر تو ہمارے پاس آتا تو بہتری پاتا۔

۶۔ تفلیل کے لئے جیسے تَصَدَّقُوا دَلُوْا بِظِلْفِ مَحْرَقٍ - صدقہ دو اگرچہ جلا ہوا کھری ہو

۳: ۱۶۰۔ يَخْذُ لَكُمْ۔ مضارع معروف واحد مذکر غائب لام پر جزم حرف اِنْ کی وجہ سے ہے۔

کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر اِنْ يَخْذُ لَكُمْ۔ اگر وہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے۔ تمہاری مدد نہ کرے۔

خَذَّ لَدَيْ سے جس کے معنی ہیں ایسے شخص کا عین موقع پر ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جانا

جس کے متعلق گمان ہو کہ وہ پوری پوری مدد کرے گا۔ لہذا ساتھ چھوڑ دینا۔ دغا دینا۔ قرآن حکیم

میں ہے وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُّ لَدَيْ ط (۲۵: ۲۹) اور شیطان انسان کو عین

موقع پر دغا دینے والا ہے۔

۳: ۱۶۱۔ اَنْ يَخْلُ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب غَلَّ يَخْلُ

(باب نَصَرَ) سے غُلُّ غُلُولٌ۔ صرف مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔
اَنْ يَّغُلَّ کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے۔

غُلُّ طوق جمع اغْلَالٌ۔ اِذَا اَلْعُلَّالُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ (۴۱: ۷۱) جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ کنایہ کے طور پر مَغْلُولُ الْیَدِ کنخوس شخص کو کہا جاتا ہے دَلَّ لَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُولَةً اِلٰی عُنُقِکَ (۱۷: ۲۹) اور اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کر لو یعنی بہت تنگ نہ کر لو۔

= تَوَفَّیَ۔ پورا دیا جائے گا۔ تَوَفَّیَ سے وَفٰی مادہ۔ مضارع مجہول واحد مَوْنَتْ غَابَ۔
۱۶۲: ۳ = بَاءٌ۔ ماضی واحد کر غَابَ بَاءٌ یَبُوْءُ بَوَّءُ۔ (نَصَرَ) اس نے کمایا۔ وہ لوٹا
اَلْبَوَّاءُ۔ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزار کا مساوی (سازگار۔ موافق) ہونے کے ہیں۔ مَكَانٌ
بَوَّاءٌ۔ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے سازگار اور موافق ہو۔

بَوَّاتٌ لَّہٗ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا وَ اَوْحٰیْنَا اِلٰی مُوسٰی
وَ اٰخِیْہٖ اَنْ تَبُوْءَا لِقَوِّ مِکْمَا بِمِصْرَ بُوْءًا۔ (۱۰: ۸۷) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور
اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ۔

بَاءٌ بِسَخَطٍ۔ وہ ایسی جگہ اترے کہ اس کے ساتھ اللہ کا غصہ و عقوبت ہے
= سَخَطٍ۔ غصہ۔ وہ سخت غصہ ہو عقوبت کا مقتضی ہو۔

= مَادُو۔ مصدر۔ و نیز اسم طرف مکان۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت ٹھکانہ
اَوْیَ یَاوِی (ضَرَبَ)

= اَلْمَصِیْرُ۔ اسم طرف مکان و مصدر۔ صَیْرَ۔ مادہ۔ صَادَ لَیْصِیْرُ (ضَرَبَ) صَیْرُ
صَیْرُورَةً۔ مَصِیْرُ۔ مصدر ہیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔
اَلْمَصِیْرُ۔ بطور اسم طرف مکان بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرار گاہ۔

۱۶۳: ۳ = هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اشارہ ان دو گروہوں کے افراد کی طرف ہے
جن کا بیان آیت ماقبل میں ہوا ہے یعنی گروہ اول مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانُ اللّٰہِ اور گروہ ثانی
مَنِ بَاءٌ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ۔ یعنی ان ہر دو گروہ کے افراد کے الگ الگ درجے ہیں
۱۶۴: ۳ = مَنِ۔ مصدر۔ بڑا احسان کیا۔

وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنِ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ (۱۴: ۱۱) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے
بندوں میں سے جسے چاہے اس پر احسان فرماتا ہے۔ بعض نے اس کے معنی غیر مقطوع

غیر محدود کئے ہیں فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (۹۵: ۶) ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔
مَنْ سَبَّهَنِي گوند بھی مراد ہے وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْمَنِّ وَالسَّلْوَىٰ (۵۷: ۲) اور ہم نے تم پر
مَنْ اور سلویٰ اتارا۔

۱۶۵۳ = اَصَابَتُكُمْ - ماضی واحد مَوْتُ غَائِب کُمُ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ (مصبوبت) تم کو پہنچی

اَصْبَتْكُمْ - تم نے پہنچائی۔ اَصَابَ يُصِيبُ (ضَرْبَ) لازم اور متعدی ہر دو طرح مستعمل ہے۔ اِصَابَةٌ سے جس کے معنی پہنچنا۔ پہنچانا۔ پالینا۔ مُصِيبَةٌ - وہ مشکل جو آئیے۔

== اَدَلَمَّا - میں واؤ عطف کے لئے ہے اور ہمزہ استفہام کے لئے۔ لَمَّا جِب اَلَمَّا
کیا جب۔

آیت کا شروع کا جملہ کچھ اس طرح ہوگا۔ اَدَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قُلْتُمْ اَنتِیْ هٰذَا (و) قَدْ اَصَبَتْکُمْ مِثْلُهَا۔ کیا جب (اُحد میں) تم کو مصیبت (بصورت قتال و ہزیمت) پہنچی تو تم پکار اُٹھے کہاں سے آپڑی یہ مصیبت (حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بدر کے غزوہ میں) تم نے اس سے دو گنی مصیبت ان کو پہنچائی تھی (جنگِ احد میں ستر صحابی شہید ہوئے تھے اور بدر کی جنگ میں مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر قید کر لئے گئے۔ اور پھر بدر کی لڑائی فیصلہ کن تھی اور کفار کی شکستِ فاش تھی جبکہ احد میں پہلے مرحلہ پر مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور آخر میں اپنی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن باوجود پلہ بھاری ہونے کے دشمن اپنی فتح کا خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکا)

۱۶۷:۳ = وَلِيَعْلَمَ میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے (تاکہ تمیز کرے اللہ تعالیٰ مومنین اور منافقین میں
۱۶۸:۳ = اِذَا دَفَعُوا - اِذَا دَفَعُوْا۔ یہاں دفع کرو اپنا۔

== لَوْ لَعَدَمُ قِتَالٍ۔ اگر ہم جانتے کہ یہ ایسی جنگ ہے جو عام طور پر ان معنوں میں لی جاتی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے لیکن اپنے سے چار گنا مسلح اور ہر ساز و سامان سے لیس لشکر کے ساتھ ٹکر لینا جنگ نہیں خودکشی ہے۔

و لكن ما اهتم عليه ليس بقتال بل القاء بالنفس الى التهلكة (بيضاوی) ۛ
اس کا مطلب یہ سمجھ ہو سکتا ہے کہ: اگر ہمیں یقین ہو تا کہ جنگ ضرور ہوگی تو ہم ضرور شامل ہو جا

لیکن ہمیں تو اس امر کا یقین ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔

= لَا تَتَّبِعَنَّكُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے

= هُمْ لِلْكَفْرِ..... لِلْإِيمَانِ۔ اس دن وہ ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ نزدیک تھے۔

= تَلَكُمُونَّ = مضارع جمع مذکر حاضر۔ کتم سے جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاتے ہوئے ہو

۱۶۸:۳ = الَّذِينَ۔ سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو کہتے تھے کہ یہ کوئی جنگ ہے یہ تو خود کشی ہے

= لِاخْوَانِهِمْ۔ میں یا تو اخوان سے مراد یا تو منافقین ہیں جو جنگ احد میں قتل ہوئے یا وہ مسلمان جو جنگ احد میں شہید ہوئے تو اس صورت میں وہ ان کے نسبی بھائی تھے دینی بھائی نہ تھے۔

وَقَعَدُوا۔ میں داؤہ جاریہ ہے درآں حالیکہ وہ خود پیچھے بیٹھے رہے اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ قَعَدُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب قَعَدَ مصدر۔ جو قَاعِدٌ (ایک بیٹھنے والا) کی جمع بھی ہے = فَادْرَأُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دَرَأَ مصدر۔ باب فتح۔ تم ہٹالو۔ تم دفع کرو۔ تم دور کرو۔

۱۶۹:۳ = لَا تَحْسَبَنَّ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر نون ثقیلہ برائے تاکید۔ تو مت خیال کر۔ تو مت سمجھ۔

۱۷۰:۳ = يَسْتَبْشِرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اسْتَبْشَرُ (اسْتَفْعَالٌ) مصدر خوش ہیں۔ خوش ہوتے ہیں بِالَّذِينَ ان کے متعلق لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ جواب جو نہیں آئے ان کے ساتھ۔ مِنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔ ۱۷۲:۳ = اسْتَجَابُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اسْتَجَابَ مصدر۔ اسْتَفْعَالٌ سے جواب مادہ۔ انہوں نے مانا۔ انہوں نے قبول کیا۔ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ۔ انہوں نے اللہ کا فرمان قبول کیا۔ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ۔ (جو) اپنے پروردگار کا حکم قبول کرتے ہیں۔ (۳۸:۸۲) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۱۹۵:۳) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی

= الْقَرْحُ۔ زخم۔ آبلہ۔ جمع قَرْحٌ

۱۷۳:۳ = حَسْبُنَا اللَّهُ۔ کافی ہے ہمارے لئے اللہ کی ذات۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے حَسْبٌ مصدر۔ حَسَبَ يَحْسِبُ (نَصَرَ) سے۔

= دَكِيلٌ۔ صفت مشبہ۔ دَخَلَ مصدر۔ باب ضرب، کار ساز۔ نگران۔ نگہبان۔ ضامن

ذمہ دار۔

= آیت ۱۷۲ میں اللہ اور اس کے رسول کا فرمان قبول کرنے والوں اور ان میں نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم کی بشارت ہے یہی بشارت ان کے لئے بھی ہے جن کا ذکر آیت ۱۷۳ میں ہوا ہے جو دشمن کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور انہوں نے کلیئہ اللہ پر دوری ڈال دی۔

۱۷۵: ۳ = يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ - أَخَافَ يُخِيفُ (افعال) خَوْفَ يُخَوِّفُ (تفعیل) کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ فَلَا تَخَافُوهُمْ۔ کا قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کے معانی يُخَوِّفُكُمْ أَوْلِيَاءَهُ ہیں۔ یعنی پہلا مفعول کُم محذوف ہے یعنی شیطان تم کو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔ یعنی اپنے ساتھیوں کا ڈر تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے۔

= خَاوُونَ اصل میں خَاوُونَ ہے تم مجھ سے ڈرو۔

۱۷۶: ۳ = حَظًّا - حَظًّا (واحد) حُظُوظًا (جمع) حصہ - نصیب - مقررہ حصہ۔

۱۷۷: ۳ = اِشْتَرَوْا۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا اِشْتَرَاءُ (افتعال) سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں کے آتے ہیں۔

۱۷۸: ۳ = اَنتُمْ - اَنتُمْ بیشک۔ تحقیق۔ بجز اس کے نہیں۔ اَنَّ - حرف مشبہ بالفعل مَا کا قاف ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔

= اَنتُمْ - اَنتُمْ اِیضًا۔

= تُمْلِیْ مَضَارِعَ جَمْعٍ مُتَكَمِّلٍ - اِمْلَؤْ - مصدر - ملی مادہ (باب افعال) ہم ڈھیل دیتے ہیں۔ ہم مہلت دیتے ہیں۔

۱۷۹: ۳ = لِيَذَرَ - مضارع منصوب واحد مذکر غائب - منصوب بوجہ عمل لام ہے وَذَرُ مصدر کہ چھوڑ دے۔ ہر دو باب ضرب۔ نَصَرَ سے آتا ہے۔ اس کا مضارع يُوْذِرُ - يُوْذِرُ آئے گا۔ لیکن عموماً مضارع باب سمع سے آتا ہے۔ يُوْذِرُ کی واؤ حذف ہو گئی۔ يَذَرُ ہو گیا۔ لام کے عمل سے منصوب ہو کر لِيَذَرَ ہو گیا۔

= لِيُطْلِعَكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - اِطْلَاعٌ (باب افعال) سے مصدر طَلَعَ مادہ کُم ضمیر مفعول - جمع مذکر حاضر - کہ وہ تم کو واقف کر دے۔ تم کو آگاہ کر دے۔

۱۸۰: ۳ = يَبْخُلُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - (باب سمع) بخل کرتے ہیں۔ بَخْلٌ - مصدر بخل - کنجوسی - بخیل بصریغہ مبالغہ بہت بڑا کنجوس۔ بَخِلَ (سمع) - بَخِلَ (کرم)

کے مفعول اول پر علی یا عَنْ آتا ہے (سیوطی) اور دوسرے مفعول پر (اگر مذکور ہو تو) باء آتی ہے۔
جیسے بَخِلَ عَلَيْهِ بِم۔ اس نے اس کو وہ چیز دینے میں کنجوسی کی لیکن آیت نہ ایں يَبْخُلُونَ
اور بَخِلُوا کے بعد ایک ہی مفعول مذکور ہے اور اس پر ہر دو جگہ باء آتی ہے۔
= هُوَ سے مراد ان کا بخیلی کا فعل ہے۔

= سَيُطَوَّقُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سَ مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔
تَطَوَّقُ (تفعیل) مصدر۔ طوق کی طرح ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ طَوَّقَ۔ گردن بند۔ گھیرا
طاقت۔ وسعت۔ قابو۔ رسی کا بل۔ طوق مصدر بھی ہے۔ اِطَاقَةَ (افعال) کسی چیز پر قابو
رکھ سکنا۔

= مِثْرَاثٌ۔ مصدر مرفوع۔ ملکیت

۱۸۱:۳ = ذُوقُوا۔ تم چکھو۔ ذُوقَ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ ذَائِقَةٌ۔ مزا
چکھنے والا۔

= حَرِيقٌ۔ جلا دینے والا۔ فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے۔ یعنی جلانے والا۔
اور جلا ہوا۔ مُحْرِقٌ بھی فاعل آتا ہے جیسے تپ محرقہ اردو میں ہے۔

۱۸۲:۳ = قَدْ مَتَّ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيمُ مصدر۔ پہلے کر چکے یا پہلے بھیج چکے
= دَانٌ۔ دَالَا مَرَاتٌ۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے

= ظَلَامٌ۔ فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

یہاں حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا
یہاں ظَلَامٌ میں مبالغہ کیت کے لحاظ سے ہے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے۔ یعنی ذرا سا ظلم
بھی نہیں کرتا۔

یہ مطلب نہیں کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا اور تھوڑا سا ظلم کر لیتا ہے۔

۱۸۳:۳ = الَّذِينَ۔ یعنی وہ لوگ جن کو خُذُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ کہا گیا ہے۔

۱۸۴:۳ = الزُّبُرُ۔ کتابیں۔ اوراق۔ زبور کی جمع صحائف۔

= الْكِتَابِ الْمُنِيرِ۔ موصوف و صفت۔ روشن کتاب۔ یعنی جس میں شریعت کے احکام
درج ہوں۔ بعض نے الزُّبُرِ سے صحیفے مراد لیا ہے اور الْكِتَابِ الْمُنِيرِ سے توراۃ اور انجیل

۱۸۵:۳ = تُؤَفَّقُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تَوْفِيقٌ سے تم کو پورا دیا جائے گا۔

= زُحْرَجَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ ہٹا دیا گیا وہ بچا لیا گیا۔ زُحْرَجَ رباعی مجرد

بروزن زَلْزَلَةً باب فَعْلَلَةٌ جس کا وزن کبھی فَعْلَلَهُ کے وزن پر آتا ہے جیسے زَلْزَالَ اور کبھی فَعْلَلَنِي کے وزن پر جیسے تَهَقَّرَنِي (پچھلے پاؤں چلنا)

= الْغُرُورُ۔ یہاں اسم فعل آیا ہے مصدر بھی ہے غَرَّ يَعُورُ (نصر) فریب دینا۔ کسی کو غافل پاکر اس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ قرآن مجید میں ہے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (۶: ۸۲) اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے متعلق دھوکہ دیا۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (۶۴: ۱۴) اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ سب دھوکہ ہے۔ وَلَا يَغُرُّ بَكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ اور دھوکہ دینے والا (اسم فاعل۔ شیطان) تمہیں خدا کے بارہ میں کسی طرح کا فریب نہ دے۔ بس غرور سے مال و جاہ۔ خواہش نفسانی شیطان اور ہر وہ چیز مراد جو انسان کو فریب میں مبتلا کر دے۔

غُرُورٌ مصدر۔ دھوکہ دینا۔ فریب دینا۔

مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ دھوکہ کا سامان۔ مغرور بروزن مفعول دھوکہ کھایا ہوا۔ فریب خوردہ۔ غِرٌّ بھی بمعنی بھولا۔ فریب خوردہ۔

۱۸۶: ۳ = لَتُبْلَوْنَ۔ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر بَلَاءٌ سے بلی مادہ۔ بَلَاءٌ سے ماضی جب باب سَمِعَ سے آتی ہے تو اس کے معنی بوسیدہ ہونے کے آتے ہیں۔ بَلَى الثَّوْبُ کپڑا بوسیدہ اور پرانا ہو گیا۔ اور جب اس کی ماضی باب نَصَرَ سے آتی ہے تو امتحان اور آزمائش کے معنی ہوتے ہیں مثلاً إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ (۱۴: ۶۸) تحقیق ہم نے آزمایا ان کو جیسا کہ ہم نے اصحاب الجنتہ کو آزمایا تھا۔

= لَتُبْلَوْنَ۔ یقیناً تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔

= فِيْ۔ کے باب میں۔

= لَتَسْمَعَنَّ۔ سَمِعَ سے مضارع معروف بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ضرور سنو گے۔ اَذَى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے۔

اذیت دینے والی باتیں۔ دلائل باتیں۔ اَذَى كَثِيرًا۔ لَتَسْمَعَنَّ کا مفعول ہے۔ = الْعَزْمُ۔ وَالْعَزِيمَةُ۔ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ مصمم ارادہ کرنا۔ عَزْمَةٌ وَعَزَمَاتٌ۔ پختہ ارادہ۔ خدا کی طرف سے عائد کردہ فرض۔ عَزِيمَةٌ وَعَزَائِمٌ۔ ثابت قدمی۔ ارادہ کی پختگی۔ اَمْرٌ عَزِيزٌ۔ کام جس کا پختہ ارادہ کر لیا گیا ہو۔ وَعَزَمَ الْأَمْرُ۔ اس مخصوص کام کا کرنا واجب ہو گیا۔

مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ - ای من صواب التدبیر الذی لا شک ان الرشد فیہ ولا ینبغی لعاقل ترکہ واصلہ من قولک عزمتم علیک ان تفعل کذا ای الزمتک ان تفعلہ لا محالۃ ولا تترکہ وقیل معناه فان ذلک مما قد عزم علیکم فعلہ - درست تدبیر کہ جس کی راستگی کے متعلق کوئی شک نہیں - اور ایک عقلمند کو اسے ترک نہ کرنا چاہئے اور اس کے اصل معنی میں یہ قول ہے کہ عزمتم کذا - میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ تم ایسے کرو - یعنی تم پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ تم ہر حال میں اس کو کرو اور ترک مت کرو اور یہ بھی کہ اس کام کا کرنا تم پر لازم کر دیا گیا ہے - (المخازن)

ان ذلک مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ - تو یہ فعلہ (اجراور تقویٰ) ان امور میں سے ہے جو تم پر واجب کر دیا گیا ہے فان تصبروا و اتقوا کا جواب محذوف ہے جو فان ذلک مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ سے لیا گیا ہے - گویا آیت کی تقدیر ہے ان ذلک عزمۃ من عزمات اللہ - یہ خدا کی طرف سے عائد کردہ حقوق میں سے ہے (کشاف) صاحب المفردات - ومولفین تفہیم القرآن و ضیاء القرآن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے - بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے - ۱۸۷: ۳ = لَبِیْئَتُهُ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ - صیغہ جمع مذکر حاضر - کہ تم ضرور بیان کرو گے یہ میثاق کا مضمون ہے یعنی اہل کتاب سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ تم ضرور بیان کر د گے لوگوں کے سامنے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں -

فَبَدَّدُوا - ہ ضمیر میثاق کی طرف راجع ہے - ماضی جمع مذکر غائب - بَدَدَ یَبْدُدُ (ضرب) بَدَدٌ سے پھینکنا - بَدَدَ یَبْدُدُ (نصر) پھوڑنا - بَدَدَ پھوڑا ہوا عرق - انہوں نے اس کو پھینک دیا - یا ڈال دیا -

۱۸۸: ۳ = اَتَوْا - ماضی جمع مذکر غائب - باب ضرب اِتیان مصدر اتی یاتی (ب) کوئی چیز لانا کسی کو لانا -

اَتَوْا - وہ لائے - وہ آئے - وہ پہنچے - اَتَوْا ب - انہوں نے کہا

یَفْزَحُونَ بِمَا اَتَوْا - خوش ہوئے اپنے کئے پر -

= مَفَاذَ - فَاذ (مادہ فوز) کا مصدر ہے - باب نصر کامیاب ہونا - فَاذ یَفْزُذُ بِاَدَمٍ کسی امر میں کامیاب ہونا - فَاذ یَفْزُذُ مِنَ الْمَكْرُوهِ کسی تکلیف سے نجات پانا -

فَلَا تَحْسَبْتَهُمْ بِفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ - ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے نجات پالیں گے -

۱۸۹: ۳ = مُلْكٌ - اسم و مصدر - اقتدار اعلیٰ - بادشاہت -

۳: ۱۹۱۔ قَعُودًا۔ جمع قَاعِدٌ کی۔ حالت نصب۔ بیٹھے ہوئے۔

= جُنُوبٌ بِہِم۔ جُنُوبٌ مضاف ھُم مضاف الیہ۔ جَنْبٌ کی جمع۔ ان کے پہلو۔
= فَقِنَا۔ ف زائد ہے۔ ق۔ امر واحد مذکر حاضر۔ وَقَى یَقِی وَقَايَةً سے نا ضمیر جمع متکلم۔
مفعول۔

۳: ۱۹۲۔ کَفِّرَ۔ امر معروف واحد مذکر حاضر۔ تَكْفِيرٌ مصدر۔ مٹا دے۔ معاف کر دے۔
دور کر دے۔

۳: ۱۹۵۔ فَاسْتَجَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔
اِسْتِجَابَةٌ سے۔ باب استفعال۔

= بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ لفرط الاتصال والالتحاد۔ اتصال و اتحاد میں یگانگت کے لئے
یا مِنْ بمعنی الکاف ہے ای بعضکم کبعض۔ یعنی طاعت و فرمانبرداری پر ثواب اور معصیت
و نافرمانی پر عقوبت میں تم سب ایک دوسرے کی طرح ہو۔ کسی کے لئے الگ معیار جزا و سزا
نہیں ہے یا تم میں سے مرد اور عورتیں سب جزا و سزا کے ایک ہی اصول کے تحت ہیں
یہ ایک جملہ معترضہ ہے۔

= اُخْرِجُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نکالے گئے۔

= اُذْذُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ ستائے گئے۔ ان کو اذیت دی گئی (اذی مادہ)
اُذْذُوا اصل میں اُذْذِیُوا تھا۔ می مضموم ماقبل مکسور کی وجہ سے ی کا ضمہ ماقبل کو دیا گیا۔
ی اور واؤ دوساکنین اکٹھے ہو گئے۔ لہذا ی کو گرا دیا گیا۔ اُذْذُوا ہو گیا۔ جیسا اُذِی۔ اسے دیا گیا
ماضی مجہول واحد مذکر غائب سے اُذُوا جمع مذکر غائب۔

= لَا کَفِّرَتْ۔ لام تاکید و نون ثقیلہ۔ اُکْفِرَ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ضرور مٹا دوں گا ان کے
نامہ عمل سے ان کے گناہ۔ یا میں ضرور معاف کر دوں گا ان کے گناہوں کو۔

= لَا دُخِلْتُمْ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ مضارع واحد متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
میں ان کو ضرور داخل کروں گا۔

= ثَوَابًا۔ جزاء۔ انعام کے طور پر۔ بدلے کے طور پر۔

۳: ۱۹۶۔ لَا یَغْرَتْ لَکَ۔ واحد مذکر غائب نہی بانون تاکید ثقیلہ۔ مت دھوکہ میں ڈالے تجھ کو
غَرَّ یَغْرِ (نَصَرَ) غَرَدٌ مصدر

= تَقَلَّبَ برون تَفَعَّل۔ مصدر۔ پھرنا۔ پھر پھر آنا۔ آنا جانا۔ الٹنا پلٹنا۔ بلا روک ٹوک نقل و حرکت

کرنا۔ اپنے کاموں میں بلا روک ٹوک آزاد ہونا۔

== مَادُّهُمُ۔ اسم ظرف مکان۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ مَادُّی مصدر بھی ہے

= اَلْمِهَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانہ مراد ہے۔ قرار گاہ۔

۱۹۸:۳ = نَزْلًا۔ مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔

= اَلْأَبْرَارُ۔ بَرٌّ۔ بَارٌّ۔ کی جمع۔ نیک لوگ۔

۲۰۰:۳ = صَابِرُونَ۔ صیغہ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مقابلہ میں مضبوط جھے رہو۔ مُصَابِرَةٌ سے

(مفاعلتہ) جس کے معنی صبر کے ساتھ کسی سے جنگ کرنے کے ہیں۔

صاحب مفردات لکھتے ہیں۔

الصَّبْرُ۔ کے معنی 'عقل و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو روک رکھنے کے ہیں۔ صبر ایک عام لفظ ہے جو کہ مختلف مواقع استعمال کے اعتبار سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مصیبت پر نفس کو روک رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے یہ جَزَع کی ضد ہے اور جنگ میں نفس کو روک رکھنا شجاعت ہے اس کی ضد جُبُن ہے یہی صبر اگر کسی پریشانی کسی حادثہ کو برداشت کرنے کی صورت میں ہو تو اُسے رَحْبُ الصَّدْرِ کشادہ دلی کہتے ہیں۔ جس کی ضد ضَجْر ہے۔ اگر کسی بات کو روک رکھے تو اسے کتمان کہتے ہیں اس کی ضد مَذَل ہے۔ (مجبور ہو کر راز کو فاش کر دینا)

قرآن سے ان تمام صفات کو صبر کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

اصْبِرُوا وصابِرُوا۔ ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو۔ یعنی عبادت الہی پر اپنے آپ کو روک رکھو۔ اور خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کرو!

= رَابِطُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دل لگائے رکھو۔ تم لگے رہو۔ تم آمادہ رہو۔ دِبَاطُ اور مُرَابِطَةٌ سے جس کے معنی محافظت اور نگرانی کرنے اور چوکی دینے کے ہیں۔

خازن بغدادی لکھتے ہیں۔ مُرَابِطَةٌ کی اصل یہ ہے کہ ادھر کے لوگ اپنے گھوڑے اور ادھر کے لوگ اپنے گھوڑے اس طرح باندھیں کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لئے مستعد رہیں۔ بعد میں ہر اس شخص کو جو سرحد پر اقامت گزین ہو کر سرحد پار کا دفاع کرنے لگا مرابط کہنے لگے گو اس کے پاس کوئی سواری بندھی ہوئی نہ ہو۔

شرعاً مرابطت کی دو قسمیں ہیں ایک اسلامی سرحد پر کافروں کے مقابلہ میں دفاع کے لئے جو کی دیتے رہنا۔ دوسرے نفس کی بندش اور نگرانی کرنا۔ اسی لئے حدیث میں ایک نماز

کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مصروف رہنے کو رباط کہا گیا ہے۔

(۴) سُورَةُ النِّسَاءِ (۹۲)

۴: ۱ = بَثَّ - اس نے بکھرا۔ اس نے پھیلایا۔ بَثَّ سے ماضی واحد مذکر غائب باب ضرب۔ نصر۔

= نَفْسٍ وَاحِدَةٍ - ایک جان۔ من اصل واحد وهو آدم علیہ السلام یعنی ایک اصل سے جس سے مراد ذات آدم علیہ السلام ہے۔ صیغہ واحد مؤنث نفس کے لئے آیا ہے۔ جو مؤنث سماعی ہے۔

= زَوْجَهَا - جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت (جوڑا) کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو وہ اس کا زوج کہلاتی ہے۔

زَوْجَهَا میں ہا ضمیر مؤنث واحد نفس کے کی رعایت سے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ زوج سے مراد حضرت آدم کی زوجہ حضرت حوا مراد ہیں۔

= مِنْهُمَا - هُمَا - ضمیر تثنیہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف راجع ہے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

= تَسَاءَلُوْنَ بِہ - تم باہم سوال کرتے ہو اس کے نام سے۔ تم آپس میں مانگتے ہو اس کے واسطے سے۔ تَسَاءَلُوْا (تَفَاعَلُوْا) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَسَاءَلُوْنَ تھا تا تثنیہ کو حذف کر دیا گیا۔ بِہ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے۔

= وَالْاَرْحَامُ - منصوب ہے اس کا عطف لفظ اللہ پر ہے اَرْحَامٌ رَحْمَةٌ کی جمع ہے

— رَحْمٌ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادر میں پلتا ہے۔ استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے والتقوا الارحام۔ اور ڈرو قطع رحمی سے۔

— رَقِيبًا نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ مطلع۔ منتظر۔ راہ دیکھنے والا۔ فَعِيلٌ کے وزن پر اسم صفت ہے۔

۲:۴ = اَتُوا۔ اِيتَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دو۔

— لَا تَبَدَّلُوا۔ نہی۔ جمع مذکر غائب۔ تَبَدَّلٌ (تَفَعَّلٌ) سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ تم نہ بدل ڈالو۔

— اِنَّہٗ۔ میں وہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اکل مال یتیم کی طرف راجع ہے جس سے وَلَا تَاْكُلُوا اَمْوَالِہُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ میں ممانعت فرمائی ہے۔

— حُوبًا۔ گناہ۔ وبال۔ اسم ہے۔ الْحُوبُ (باب نصر) سے جرم کا ارتکاب کرنا۔

۳:۴ = خِفْتُمْ۔ خَوْفٌ (اجوف واوی) باب سمع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں خَوْفْتُمْ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا۔ دو ساکن جمع ہوئے۔ الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ بعد ازاں تاء کلمہ کے فتح کو کسرہ سے بدلا کہ ماضی مکسور العین ہے۔ خِفْتُمْ۔ تم ڈرے۔ تم کو ڈر ہوا۔

— اَلَّا۔ اَنَّ لَا کا مخفف ہے۔

— تُقْسِطُوا۔ تم انصاف کرو۔ تم انصاف کر دو گے۔

اقساط سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُقْسِطُونَ تھا۔ اَنَّ ناصب کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اَلَّا تُقْسِطُوا۔ کہ تم انصاف نہیں کرو گے۔ یا نہ کر سکو گے۔

— طَابَ۔ طَیْبٌ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ خوش لگے۔ مہلّا معلوم ہے صاحب مدارک التنزیل نے مَا طَابَ لَکُمْ سے مراد لیا ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں۔

— اَلَّا تَعْدِلُوا۔ کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے۔

— اَدْنٰی۔ دَانٍ اور دَنٰی کا اسم تفضیل ہے۔ اَلَدُّ نُؤٌ۔ (باب نصر) کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ قرب ذاتی۔ حکمی۔ مکانی۔ زمانی۔ اور قرب لمخاط مرتبہ کے سب کو شامل ہے۔ قرآن میں دَمِنَ النَّحْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنَوَانٌ دَانِيَةٌ (۹۹:۶) اور (ہم) کھجور کے گاجھے سے (نکالتے ہیں خوشے یا گچھے جو جھکے پڑتے ہیں۔

اور آیت کریمہ ثُمَّ دَنَّا فَنَدَلٰی۔ (۵۳: ۸)

پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ اس میں قرب حکمی مراد ہے۔

لفظِ اَدْنٰی کبھی بمعنی اَصْغَرَ آتا ہے اس صورت میں اَکْبَر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَکْثَرَ (۵۸: ۷) نہ اس سے کم نہ زیادہ۔

اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَزْدَل آتا ہے اس وقت یہ خیر کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے اَلَسَّيِّدُ لَوْ نَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ۔ (۶۱: ۲) مہلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

اور کبھی بمعنی اول (نشأۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِرَ (نشأۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جیسے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ (۲۲: ۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَقْرَب آتا ہے اور اقصى کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جیسے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا دِهَمُ بِالْعُدُوِّ الْقُصُوِّ (۸: ۲۲) جس وقت تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔

وَذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ يَّاتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا (۵: ۱۰۸) یہ طریقہ زیادہ قریب ہے کہ گواہ صحیح صحیح شہادت دیا کرے۔ یہاں اَدْنٰی بمعنی اقرب آیا ہے۔

== اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ تاکہ تم ایک طرف نہ جھک جاؤ۔ تم بے انصافی نہ کرو۔

تَعُوْلُوْا۔ عَوَلَ (نَصَرَ) سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جس کا معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھتی وصول کرنے کے ہیں۔ عَالَ الْمِيزَانُ۔ ترازو جھک گئی۔ عَالَ الْحَاكِمُ۔ حاکم نے بے انصافی کی۔ عَالَ السَّهْمُ۔ تیر نشانہ سے ہٹ گیا۔

۴: ۴ = صَدَقْتُمْ مَّعَ۔ مضاف مضاف الیه۔ صَدَقَہ کی جمع ہے بمعنی مہر۔

== نِحْلَةً۔ مصدر۔ واسم۔ باب فتح۔ خوشدلی کے ساتھ۔ اپنی خوشی سے بغیر مطالبہ کے۔

== طِبْنَ۔ وہ خوش ہوئیں۔ ان کو مہلا معلوم ہوا۔ طِيبٌ۔ مصدر۔ باب ضرب۔

== هَيِّنًا۔ صیغہ صفت مشبہ۔ هَيَّأَ۔ مصدر۔ (فتح۔ ضرب۔ نَصَرَ) خوش مزہ۔ پاکیزہ۔

فَعِیْلٌ کے وزن پر واحد۔ جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ هَيِّنٌ۔ خوش گوار۔ مُبَارَك۔ وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جاوے۔

== مَرِيئًا۔ صفت مشبہ۔ خوشگوار۔ مَرَّاءَةٌ مصدر۔ خوش گوار ہونا۔ كَرُمٌ۔ سَمِیع۔

فَتَحَّ - اِمْرَاءُ (اِفْعَالٌ) کھانے کو خوشگوار بنانا - اِسْتَمْرَاءُ (اِسْتِفْعَالٌ) - کھانے کو خوشگوار پانا۔

۴: ۵ = قِيَامًا - مصدر بھی ہے (باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا۔ بیٹھنے کی حالت سے اٹھنا۔ اور قَائِمٌ کی جمع بھی ہے۔ کھڑے ہونے والے۔ قیام کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے

۱۔ کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادہ سے کھڑا ہونا۔ مثال - مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تھس تھس ہو گئے ہیں تسخیری طور پر کھڑا ہونے کے معنی میں)

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (۲۵: ۶۴) اور وہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ میں اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں (قیام اختیاری کی مثال)

۲۔ قِيَامٌ لِلشَّيْءِ = کسی شے کی حفاظت اور نگرانی کرنا۔ الرَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (۴: ۳۴) مرد غورتوں پر راعی اور محافظ ہیں۔

۳۔ کسی کام کا پختہ ارادہ کر لینا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ (۵: ۶) مومنو! جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا۔

۴۔ قِيَامٌ اور قَوَّامٌ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقا وابستہ ہو۔ مثلاً آیت نہا۔ ذَلِكُمْ تَوَدُّ السُّفَهَاءُ آمُوا لَكُمْ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا - (۴: ۵) نہ دونوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے

= آمُوا لَكُمْ - سے اصل مراد وہ مال ہے جو نادان یتیموں کا دوسروں کی تحویل میں بطور نگران دیا گیا ہے۔ هُمْ کی بجائے کُمْ کی ضمیر کا استعمال اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہوا ہے کہ یہ مال ایسا ہی قابل توجہ اور قابل احتیاط ہے جیسا کہ تمہارا اپنا مال۔ اس لئے اس کا ضیاع بہر نوع مذموم ہے۔ اور جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا (جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے) کے الفاظ اس مال کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اس کو بے مقصد خرچ کرنا منع ہے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نابالغ - بے سمجھ یتیموں کے مال کی اپنا مال سمجھ کر حفاظت کرو یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اسے بے مقصد خرچ کے لئے ان کے مال ان نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو۔ جو نادانی کی وجہ سے اسے چند دنوں میں اڑا دیں گے (لیکن ان کے کھانے

پینے اور لباس ضروریہ پر اس مال سے خرچ کر سکتے ہو)

۶:۴ = اِبْتَلُوا۔ تم آزمائو۔ تم امتحان لو۔ اِبْتِلَاءٌ۔ (اِفْتَعَالُ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یعنی تم ان کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتے رہو کہ آیا شعور محکم کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کو صحیح طور پر پرکھ سکتے ہیں

= حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ۔ نکاح مصدر ہے اس کے معنی نکاح کرنا یا جماع کرنا دونوں ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جاویں اور سنِ تمیز کو پالیں
= رُشِدًا۔ رُشِدٌ کے معنی ہیں ہدایت۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ حسن تدبیر۔
رُشِدٌ یُرْشِدُ کا مصدر ہے) یہاں مراد صلاحیت ہے۔

= اِذْ فَعَوْا۔ تم دیدو۔ تم حوالہ کردو۔ دَفْعٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
= وَلَا تَاْكُلُوْهَا۔ یعنی تم خود اس مال سے خرچ مت کرو۔
= اِسْرَافًا۔ فضول مدوں میں۔

= بَدَا دَا۔ جلدی کر کے بروزن فَعَالٌ۔ مصدر۔ یعنی شتابی اور سرعت سے کام لے کر ان کا ال بے دریغ خرچ نہ کر ڈالو کہ بڑے ہو گئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے۔
= فَلَيْسَتْ عَفْوَ۔ امر واحد مذکر غائب۔ اِسْتَعْفَا (اِسْتِفْعَالُ) مصدر وہ بچتا ہے۔ یعنی تنبیہوں کے مال خود خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔
= بِالْمَعْرُوفِ۔ مناسب مقدار میں۔

= حَسِيبًا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل ہے۔
= ۷:۴

= قَلَّ۔ ماضی معروف واحد مذکر غائب۔ وہ کم ہوا۔ قِلَّةٌ مصدر سے۔ کثْرَةٌ کی ضد ہے وہ تھوڑا
و یا زیادہ۔ قلیل ہو یا کثیر۔

= مَفْرُوضًا۔ اسم مفعول۔ فَرَضَ مصدر۔ فرض کیا گیا۔ مقرر کردہ۔

۹:۴ = وَلْيَخْشَ۔ واحد مذکر غائب امر خَشِيَ مصدر باب سَمِعَ۔ اس کو ڈرنا چاہئے۔ وہ ڈرتا ہے۔

= ذُرِّيَّةً۔ چھوٹے چھوٹے بچے۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= ضِعْفًا = ضِعْفٌ سے۔ کمزور۔ ناتواں۔ ضِعْفٌ کی جمع ہے۔

۹:۴ = خَافُوا عَلَیْهِمْ۔ وہ فکر مند ہوئے ان کے متعلق۔

= دَلِيخَشْ خَافُوا عَلَيْهِمْ۔ پس جو لوگ یتیموں کے سر پرست ہیں وہ ڈریں یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے میں اور سوچیں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے کمزور ناتواں بچے چھوڑ کر اس جہاں سے رخصت ہوں تو اپنے ان بچوں کے متعلق وہ کتنے فکر مند ہوتے۔ پس جیسے وہ اپنے پسماندگان کے اپنے بچوں کے متعلق سلوک کی تشریح کرتے ہیں ویسا ہی سلوک وہ اب اپنے سرپرستی یتیموں سے کریں۔

= سَدِيدًا۔ سَدِيدٌ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سَدِيدٌ سَدَدًا وَسَدَادًا درست ہونا۔ هُوَ لَيْسَ فِي تَوَلِيهِ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے۔ قُلْتُ لَهُ سَدَادًا مِنَ الْقَوْلِ میں نے اسے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔ (سَدِيدٌ كَأَمِيرٍ استوار و درست منتہی الادب)

۴:۱۰ = سَيَصْلُونَ۔ سر۔ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ يَصْلُونَ مضارع جمع مذکر غائہ صَلَّى مصدر۔ باب ضرب۔ صَلَّى يَصْلِي صَلِيًّا۔ گوشت بھوننا۔ صَلَّى فَلَانُ النَّارِ وَفِيهَا وَعَلَيْهَا۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلَّى (سَمِعَ) آگ کی گرمی برداشت کرنا۔ آگ میں جلنا۔ آگ میں داخل ہونا۔ يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى (۸۴-۱۲) بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا۔ باب افعال (اَصْلًا متعدي۔ آگ میں داخل کرنا۔ آگ میں پھینکنا۔ فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا (۴:۳۰) ہم اسے عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔

= سَعِيرًا۔ السَّعِيرُ کے معنی آگ کے بھڑکنے کے ہیں۔ سَعَرْتُ النَّارَ میں نے آگ بھڑکائی سَعِيرٌ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَيَصْلُونَ سَعِيرًا۔ عنقریب میں دہکتی ہوئی آگ (جہنم) جلیں گے۔

۴:۱۱ = يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ۔ يُؤْصِي۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ اِصْأَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وصی مادہ

الْوَصِيَّةُ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ طور پر ہدایت کرنے کو کہتے ہیں۔ الْوَصِيَّةُ الْاِبْصَاءُ کا اسم ہے۔ هَذِهِ وَصِيَّتُهُ یہ اس کی وصیت ہے۔ جمع وَصَايَا۔ وَصَايَا اللّٰهِ اللّٰہ تعالیٰ کے احکام جو بندوں پر فرض ہوئے۔ اللّٰہ کی طرف سے وصیت بمعنی حکم کے ہے رایہ تَوَاصَى۔ (تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت کرنا۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۳:۱۰۳) اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر تاکید کرتے ہیں۔ يُؤْصِيكُمُ اللّٰهُ۔ اللّٰہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

(۲۹: ۸) اور ہم نے انسان کو حکم دیا۔

= حَظُّ - حصہ - نصیب - مقررہ حصہ - جمع حُظُوظٌ۔

۱۔ ایک لڑکے کا حصہ = دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر

۲۔ اگر متوفی کی دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو کل جائداد کا $\frac{2}{3}$ حصہ ان کو ملیگا۔

۳۔ اگر متوفی کی صرف ایک لڑکی ہو تو کل جائداد کا $\frac{1}{2}$ حصہ اس کو ملے گا۔

۴۔ اگر متوفی کی اولاد نہ ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{2}$ حصہ ملیگا۔ اور بقیہ اولاد کو حسب قسود تقسیم ہوگا۔

۵۔ اگر متوفی کی اولاد نہ ہو اور وارث صرف والدین ہوں تو اس کی ماں کو کل جائداد کا $\frac{1}{3}$ حصہ ملیگا باقی $\frac{2}{3}$ حصہ باپ کا ہوگا۔

۶۔ اگر متوفی کے بہن بھائی بھی ہوں اور اس کی اولاد نہ ہو تو متوفی کی وصیت پورا کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ماں کو $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔

بھائی بہنوں کو حصہ نہ ملے گا۔

= لَا تَدْرُونَ - مضارع نفی جمع مذکر حاضر - دِرَایَةٌ مصدر - درسی مادہ - تم نہیں جانتے۔

= اَبَاءُكُمْ..... نَفْعًا - تم نہیں جانتے کہ نفع (حصہ) حاصل کرنے میں تمہارے ماں باپ یا لڑکے لڑکیوں میں تمہارے نزدیک کون زیادہ حقدار ہے۔ یا حق حاصل کرنے میں زیادہ قریب ہے، یعنی کس کو کتنا ملنا چاہئے اور کونسی ترجیحات تم اختیار کرو۔

= خَرِیْصَةً مِّنَ اللّٰهِ - اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ حصہ (بیان فرمادیئے ہیں)

= ۱۲: ۴

بیوی کی وراثت کی تقسیم

۱۔ متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا۔ خواہ بیوی ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

۲۔ اگر اس کی اولاد ہو تو بیوی کو $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔ خواہ ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

نوٹ:- ہر صورت میں متوفی یا متوفیہ کی جائداد پر اس کی وصیت اور اس کے قرض کا بار مع تجہیز و تکفین اولیت رکھتا ہے۔

دیگر صورتیں

۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد مرے اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں (کلامہ) اور

اس مرد یا عورت کا اخیانی (ماں ایک باپ الگ) ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اس بھائی یا بہن کو $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر کلالہ (مرد یا عورت) کے ایک سے زیادہ اخیانی بھائی بہن ہوں گے تو سب کو ملا کر $\frac{1}{4}$ حصہ ملیگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔

ہر دو صورتوں میں جائیداد پر پہلا بار متوفی یا متوفیہ کی وصیت اور اس کے قرض کی اور تجہیز و تکفین کا ہوگا۔

کلالہ — وہ میت جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ (حدیث)
کلالہ کی اصل کلال ہے۔ جس کے معنی ضعف کے ہیں۔ اعشیٰ کا شعر ہے

فَا لَيْتُ لَا اَرْتِيْ لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ
وَلَا مِنْ حَفَا حَتَّى تُلَاقِيْ مُحَمَّدًا

(جب تک ادنیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچا دے گی مجھے اس کی تھکان اور فرسودہ پانی پر رحم نہیں آئے گا)

توسیع استعمال کے بعد عرف عام میں کلالہ سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو منقطع الطرفین ہوں (نہ ان کے والدین ہوں نہ ان کی اولاد) معجم القرآن

قریب کے رشتہ کو چھوڑ کر کوئی دور کا رشتہ دار ہو تو اس کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے مثلاً اگر حقیقی چچا کا لڑکا ہو تو اسے **هُوَ ابْنُ عَمِّي** کہیں گے اور اگر رشتہ کے چچا کا بیٹا ہو تو **هُوَ ابْنُ عَمِّي كَلَالَه** کہیں گے۔

صاحب معجم القرآن (پروفیسر عبدالرؤف) نے لکھا ہے کہ د۔

سلف کا اجماع ہے کہ آیت نہا میں اخیانی بھائی مراد ہیں۔ نہ مخشری نے بھی کشاف میں یہی معنی مراد لئے ہیں۔

= **عَنْزُ مُصَارٍ**۔ جو نقصان دہ نہ ہو۔ یعنی ایسی وصیت۔ یا قرض نہ ہو جو محض وارثوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر عائد کیا گیا ہو۔

مُصَارٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں **مُصَارِدٌ** (ضرر سے بروزن مفاعل) سے ہے۔

= **وَصِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ**۔ (وراثت کے متعلق) یہ ہے حکم اللہ کا۔

۴: ۱۳ = **يُذِخْخِلُهُ**۔ میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور **هُ** ضمیر واحد مذکر حاضر من کی طرف راجع ہے۔

== يَعِصُ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ جو اسمِ جازم فعل ہے) اصل میں يَعِصِي تھا۔ عَصِيَانٌ مصدر باب ضرب - مَنْ يَعِصُ - جو نافرمانی کرے گا۔
 == يَتَعَدَّ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں يَتَعَدِّي تھا (عُدَّ ان مصدر) مَنْ يَتَعَدَّ جو حدودِ الہیہ سے تجاوز کرے گا۔

== مُهَيِّنٌ - اسم فاعل واحد مذکر - اِهَانَةٌ مصدر - باب افعال - ذلیل و خوار کرنے والا۔
 ۱۵:۴ = يَأْتِيَنَّ - مضارع - جمع مؤنث غائب اِثْيَانٌ - مصدر باب ضرب - وہ عورتیں آئیں یہاں بمعنی متکب ہوئیں۔

== فَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ - فَاسْتَشْهِدُوا - امر - جمع مذکر حاضر - اِسْتَشْهَدُوا (استفعال) سے - تم گواہ لاؤ - استشہاد - گواہ لانا - یا گواہ طلب کرنا - دونوں معنوں میں آتا ہے۔
 = فَاحِشَةً - اسم - حد سے بڑھ ہی ہوئی بُرائی - ایسی بے حیائی کا اثر دوسرے پر پڑے - زنا۔
 == يَتَوَفَّهِنَّ - يَتَوَفَّى - مضارع واحد مذکر غائب (فاعل موت) تَوَفَّى مصدر - (باب تفعّل) هُنَّ - ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب - دَفَى - وافی - پورا - باب افعال - پورا کرنا - یا پورا دینا باب تفعیل سے پورا پورا دینا - باب تفعّل (توفی مصدر) پورا پورا لینا - قبضہ کر لینا - کبھی مراد روح کا قبض کر لینا ہوتا ہے - (باب استفعال) اِستيفاء پورا پورا وصول کر لینا۔
 يَتَوَفَّهِنَّ الْمَوْتَ - موت ان پر پورا پورا قبضہ کر لے - موت ان کو آ لے۔

۱۶:۴ = فَادْخُلْهُمَا اَدْخُلَا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - اِدْخُلَا (افعال) - ہا - ضمیر مفعول ثنیہ (مذکر مؤنث دونوں کے لئے) غائب - ان دونوں کو ایداردو - ان دونوں کو مارو بیٹو۔
 = اَعْرِضُوا - امر جمع مذکر حاضر - اِعْرَاضٌ سے تم درگزر کرو - تم کنارہ کشی کرو - تم چھوڑ دو۔
 ۱۷:۴ = اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ - تحقیق اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنا اپنے ذمہ لے لیا ان لوگوں کے حق میں۔

== التَّوْبَةُ - تَابَ - اس نے توبہ کی - وہ پھر آیا گناہ سے وہ باز آیا - باب نصر سے اس نے قبول کیا جب اس کا تقدیر الٰہی کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں، جیسے فَتَوَّابًا اِلٰی بَارِئِكُمْ (۵۴:۲) پس چاہئے کہ توبہ کرو تم اپنے خالق کے حضور۔
 اور جب علی سے ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے - فَتَابَ عَلَيْكُمْ (۵۴:۲) پھر حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔
 = مِنْ قَرِيبٍ - جلدی - شتاب۔

۴:۱۸ = اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ اِعْتَادُ (اِفْعَالُ) مصدر۔ اَلْاِعْدَادُ۔ تیار کرنا مہیا کرنا۔ عدد مادہ۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّتٍ (۹:۱۰۰) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں۔ وآیہ ہذا۔ اور اگر مصدر اِعْتَدَا سے ہو تو معنی ہوتے ہیں زیادتی کرنے کے لیکن اس کا مادہ عَدُو ہے ۴:۱۹ = تَرَثُّوْا۔ تم وارث ہو جاؤ۔ تم میراث میں لے لو۔ (حَسِبَ يَحْسِبُ) وَرَآئُكَ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی اُن ناصبہ کے آنے سے گر گیا = اَنْ تَرَثُّوْا..... کُوْھَا۔ کہ تم۔ (اس کے شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو متوفی کی میراث سمجھ کر) زبردستی وارث بن جاؤ

= لَا تَعْضَلُوْهُنَّ۔ مضارع نفی۔ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تم ان کو نہ روکو۔ تم ان کو بند نہ کرو۔ تم ان کو منع نہ کرو۔ (باب نصر) عَضَلٌ سے۔ سختی کے ساتھ رکنا یعنی عدت ختم کرنے کے بعد ان کو نکاح ثانی سے مت روکو۔

= تَذْهَبُوْا ب۔ تم لے جاؤ۔ وَكُوشَا اللّٰهُ لَذَّهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَالْبَصَارِ هِمَّ (۲:۲۰) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لیجائے ان کے سننے کی قوت اور ان کی بینائی۔ = بَعْضٍ۔ کچھ حصہ۔

= عَاشِرُوْهُنَّ۔ تم ان کے ساتھ زندگی گذارو۔ تم ان کے ساتھ برتاؤ کرو۔ مُعَاشَرَةٌ (مفاعلة) سے امر کا صیغہ جمع مذکر ماضی۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ الْمَعْرُوْفُ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہے۔ الْمُنْكَرُ۔ اس کی ضد ہے۔ دستور کے مطابق۔ مناسب طور پر۔ = عَسَى۔ عنقریب۔ شتاب۔ ممکن ہے توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے، ہو سکتا ہے ۴:۲۰ = اِسْتَبْدَالِ (استفعال) بدلنا۔ تبدیلی چاہنا۔ مصدر ہے۔

= قِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ مال کا انبار۔

۴:۲۰ = بُهْتَانًا۔ بہتان لگا کر۔

= اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ صریح گناہ کرتے ہوئے۔ صریح ظلم کرتے ہوئے۔

۴:۲۱ = قَدْ اَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی بَعْضٍ۔ قَدْ ماضی قریب کے لئے اَفْضٰی اِلٰی۔ کسی جگہ پہنچنا اَفْضٰی بِيَدِهِ اِلٰی كَذَا۔ کے معنی ہیں کسی جگہ ہاتھ پہنچ جانا۔ اَفْضٰی اِلٰی۔ اِی وَصَلَ۔ وَ اَفْضٰی اِلٰی الْمَرْأَةِ۔ خَلَا بِرِهَا۔ اس کے ساتھ خلوت کی۔ جماع کیا۔ اَفْضٰی۔ وہ پہنچ گیا۔ وہ بے حجابانہ مل گیا۔

فَصَا اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں کوئی عمارت اس جگہ کی کسی چیز کے ادراک سے مانع نہ ہو۔ خلوت بھی اسی وجہ سے افشاء سے موسوم ہوئی کہ اس میں ہر وہ چیز جو مجامعت سے مانع تھی دور ہو گئی۔

قَدْ أَفْضَى لِبَعْضٍ۔ حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو۔

= اَخَذَنْ۔ ماضی جمع مؤنث غائب وہ لے چکی ہیں۔ یا انہوں نے لیا۔

۲۲:۴ = مَقْتًا۔ مصدر۔ منصوب۔ کسی شخص کو برائی کا مرتکب دیکھ کر اس سے بغض رکھنا۔

سبب بغض۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ (۳:۶۱) سخت مغضوب ہے اللہ کے نزدیک مَقْتٌ مادہ۔ یعنی تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی سخت ناپسندیدگی کا سبب ہو گا۔

۲۳:۴ = ارْضَعْنَكُمْ۔ ماضی جمع مؤنث غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ رَضِعَ (سَمِعَ)

رَضِعَ (فَتَحَ) رَضَعًا وَرَضَعًا رَضَاعَةً۔ بچے کا ماں کا دودھ پینا۔ رَاضِعَةٌ رِضَاعًا وَ

مُرَاضِعَةً دودھ شریک بھائی کے ساتھ دودھ پینا۔ ارْضَعَةُ۔ دودھ پلایا اس کو۔

= رَبَابُكُمْ۔ رَبَابٌ۔ رَبِيبَةٌ کی جمع ہے۔ زیر پرورش لڑکی جو اگلے شوہر سے ہو۔

ربیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے دوسرے شوہر کی آغوش میں تربیت پاتی ہے

تمہاری جو رزوں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں۔

= فِي حُجُورِكُمْ۔ حُجُور۔ حِجْرُ کی جمع۔ حفاظت۔ جو تمہاری حفاظت۔ نگرانی میں

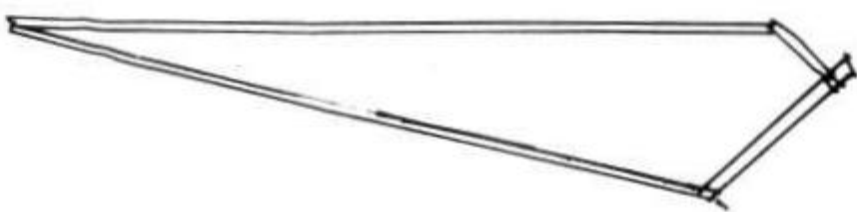
= دَخَلْتُمْ بَیْنَ۔ جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

= حَلَالٌ۔ جمع حَلِيلَةٌ۔ واحد بمعنی زوجہ۔ حَلٌّ سے مشتق ہے حَلٌّ گرہ کھولنا۔ اترنا

حلال ہونا۔

= مِنْ اَصْلَابِكُمْ۔ اَصْلَابٌ جمع صُلْبٌ کہ۔ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ مراد تمہاری نسل

تمہارے تخم سے۔



يَا رَّةُ
وَالْمُحَصَّنَاتُ
سُورَةُ النِّسَاءِ (٥٤) ٤

۲۴:۴ - الْمُحْصَنَاتُ - اسم مفعول - جمع مؤنث - مُحْصَنَةٌ واحد مُحْصَنَةٌ
اسم فاعل - واحد - احْصَانٌ - مصدر - (بروزن افعال) آزاد پاکدامن عورتیں - دوشیزا ہوں
یا نہ ہوں (۲) شوہر والیاں یعنی منکوحہ (۳) آزاد دوشیزائیں۔

صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے کہ سورۃ النساء میں مندرجہ بالا معانی محصنات کے بالترتیب
لئے کئے ہیں۔ جس ترتیب سے یہ لفظ سورۃ نسا میں آیا ہے۔

ثعلب نے لکھا ہے کہ ہر پاکدامن عورت کو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) اور مُحْصِنَةٌ (اسم فاعل) کہا جاتا ہے
لیکن شوہر والی عورت کو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) کہیں گے۔

قاموس میں ہے امْرَأَةٌ حَصَانٌ پاکدامن یا شوہر والی عورت۔

راغب نے اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر حُرِّمَتْ کے بعد الْمُحْصَنَاتُ قرآن
میں آیا ہے وہاں شوہر والیاں مراد ہے اور اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اگر حُرِّمَتْ کے بعد نہیں ہے
تو فتح مکسر بر ص دو نوں صحیح ہیں۔ شوہر والیاں ہوں یا عام پاکدامن عورتیں۔

اصل میں احصان کا معنی ہے حفاظت رکھنا۔ حصن سے بمعنی قلعة

الْأَقْلِيلَ مَا تُحْصِنُونَ (۱۲: ۴۸) صرف وہی مقوڑا سا رہ جائے گا، جو تم احتیاط سے محفوظ
رکھ لو گے۔

الْحِصَانُ کے معنی مُحْصِنَةٌ (بفتح الصاد وکسر عورت کے ہیں خواہ وہ احصان
پاکدامنی کی وجہ سے ہو۔ یا کسی کے ساتھ نکاح کر لینے سے یا اپنے شرف ذات اور حریت کی وجہ
سے محفوظ ہو۔ اگر کوئی عورت شرف ذاتی یا عفت اخلاقی کی وجہ سے بدکاری سے اپنے آپ کو
محفوظ رکھتی ہے تو مُحْصِنَةٌ (اسم فاعل) ہے۔ اور اگر شوہر حفاظت کرتا ہے تو مُحْصِنَةٌ
(اسم مفعول) ہے

= اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ - جنہیں تمہارے دائیں ہاتھوں نے قبضہ میں لے لیا۔ ان سے
مراد وہ لونڈیاں ہیں جو جہاد میں کفار کے ساتھ نہ ہی جنگ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں
آئیں۔ (مَسْئَلَةٌ) جو اسیر عورت کسی کے حصہ میں آئے وہ ایک ماہواری گذرنے کے بعد
اس سے صحبت کر سکتا ہے اگر اس کے شکم سے اولاد پیدا ہوئی تو اس کے حقوق بالکل
ویسے ہی ہوں گے جیسے دوسری اولاد کے۔ اب وہ لونڈی کو فروخت نہیں کر سکتا اور اس کے
مرنے کے بعد وہ خود بخود آزاد بھی ہو جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

= كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ - کتاب مصدر موكده ہے اس کا فعل كُتِبَ محذوف ہے گویا

اس کی تقدیر یوں ہے ! كَتَبَ عَلَيْكُمْ كِتَابُ اللَّهِ - اے کتب اللہ علیکم تحریر ذلک کتاب (مصدر بمعنی حکم - فرض - حکم الہی - فریضہ - جیسے یَا یٰہَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصَّیَامُ (۱۸۳:۲) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

= اَنْ تَبْتَغُوا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُونَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈھتے ہو۔ تم تلاش کرتے ہو۔ اِبْتَغَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) الْبَغَىٰ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنے کے ہیں۔ خواہ تجاوز کر سکے یا نہ بَغَىٰ۔ دو قسم پر ہے۔ (۱) محمود یعنی عدل و انصاف سے تجاوز کر کے (بڑھ کر) مرتبہ احسان حاصل کرنا اور فرض سے تجاوز کر کے تطوع بجالانا۔

(۲) مذموم۔ یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ یا شبہات میں پڑنا۔ بَغَىٰ (ثلاثی مجرد) کا استعمال قرآن میں اکثر مذموم معنی میں ہوا ہے۔ اَنْ تَبْتَغُوا کہ تم تلاش کرو۔ تم حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اَنْ تَبْتَغُوا مفعول لہ ہے اُحِلَّ کا۔

یعنی ماسوا ان عورتوں کے (جو آیتہ ۲۳ ماقبل میں حرام کی گئی ہیں) باقی تم پر حلال کر دی گئی ہیں یہ اس لئے کہ تم اپنے مال خرچ کر کے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکو۔
= مُحْصِنَاتٌ۔ اپنے نفس کو حرام کاری سے بچانے والے۔ اسم فاعل، جمع مذکر۔ منصوب۔
مُسَافِحَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) زنا کرنے والے۔

یعنی تم اپنا مال خرچ کر کے حلال عورتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہو۔ لیکن اپنے نفس کو پاکہ امن رکھتے ہوئے اور زنا کاری سے بچتے ہوئے۔ گویا ابتغاء کی اجازت مشروط ہے۔
= اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ باب استفعال۔ تم کام میں لائے۔ تم نے فائدہ اٹھایا۔ تم برت چکے۔ یعنی جب تم نے نکاح کر کے ان سے ہمبستری کا فائدہ اٹھایا۔ تو مقرر شدہ مہر ان کو ادا کرو۔
اِسْتَمْتَعْتُمْ سے متعہ جو رافضیوں کے نزدیک جائز ہے اس پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے کیونکہ الفاظ مُحْصِنَاتٍ اور غَيْرُ مُسَافِحَاتٍ صاف طور پر اس کی تردید کرتے ہیں۔

= اُجُورَہُنَّ۔ ان کا حق ان کا مہر۔ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر فَا تَوْهَنَ کا مفعول۔ اُجُورٌ۔ اَجْرٌ کی جمع ہے

= فَرِیضَةٌ۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم کیا ہوا حکم۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث۔ فرض مادہ
۴: ۲۵ = طَوْلًا۔ بمعنی السعة والغنى۔ مال و دولت۔ تونگری۔ انعام۔ وسعت۔ گنجائش

مقدور - قدرت - طال - يطول کا مصدر - طَوَّلُ مادہ - اس کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے
ایک تو درازی اور فضیلت میں غلبہ حاصل کرنا - دوسرے کسی شخص کے ساتھ احسان کرنا - اور
اس کو انعام دینا - یہاں مراد مقدور بمعنی مہر و نفقہ ہے ۔

= فَوْنٌ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ - میں ف جواب شرط کے لئے ہے اور مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ سے
مراد وہ لونڈیاں ہیں جو دوسرے کی ملکیت ہوں جیسا کہ عبارت مَالِدٌ فَانْكِحُوهُنَّ بِاِذْنِ
اَهْلِهِنَّ سے ظاہر ہے

= مِنْ فَتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ - تمہاری باندیاں - کنیزی جو مسلمان ہیں ۔

= بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ - بعض (جمع البعاض) کے معنی ہیں حصہ - قسمت - ٹکڑا - جزو - کچھ ۔
کوئی سا - کوئی آدمی - کوئی چیز - کسی - یعنی تم ایک دوسرے کے حصے ہو - ایک دوسرے میں
سے ہی ہو - ایک دوسرے کی ہی جنس سے ہو - انسانی طور پر - بوجہ شرکت اسلام - بوجہ وحدت خیال
بوجہ وحدت دین و ایمان ۔

= مُحْصَنَاتٌ - مُسْفِحَاتٌ - دیکھو آیہ ماقبل ۔

= مُتَّخِذَاتٍ - اسم فاعل - جمع مَوْنٌ - اِتَّخَذَ - (اِفْتَعَالَ) اَخَذَ - مادہ - کسی چیز کو اپنے
تسلط و تصرف میں داخل کر لینا - خواہ ہاتھ سے پکڑ لینا ہو یا کسی کی گرفت کر لینا - باب افتعال
سے اس کے معنی بنانا - اختیار کر لینا - اس باب سے یہ فعل متعدی بدو مفعول ہوگا ۔

لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا - کہ بنائیں ان میں سے بعض بعض کو اپنا غلام یا تابعدار ۔

(۳۲-۳۳) بَعْضًا مَفْعُولٌ بِمِ سَخْرِيًّا مَفْعُولٌ لَهُ ۔

مُتَّخِذَاتٍ - بنانے والیاں - پکڑنے والیاں ۔

= اَخْدَانٍ - خِدْن کی جمع جس کے معنی مصاحب اور رفیق کے ہیں - مگر عام طور پر

اس مصاحب پر بولا جاتا ہے جو جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہو - چھپے چھپے
آشنا - مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے ۔

= مُحْصَنَاتٌ اَخْدَانٍ - تاکہ وہ نکاح کے سنجیدہ فعل سے پاکدامن بن جائیں

اور اعلانیہ زنا کار اور پوری چھپے یا رہبانے والیاں بن کر نہ رہیں ۔

= اُحْصَيْنَ - ماضی مجہول جمع مَوْنٌ غائب - اِحْصَانٌ - سے بمعنی حریت - عفت ۔

تزوج - اسلام - قید میں رکھنا - نکاح کی قید یا پناہ میں لائی گئیں ۔

= مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ - جو (سزا) آزاد عورتوں کے لئے ہے

= ذَلِكْ - یہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کی طرف اشارہ ہے

= اَلْعَنَتَ - گناہ - بدکاری - زنا - تکلیف - مشقت - فساد - ہلاکت - غلطی - خطا - جور

اذیت - عِنْتَ لِعَنْتُ (سمع) کا مصدر ہے۔ یہاں متفقہ طور پر مفسرین اس سے مراد زنا لیتے ہیں۔

= اَنْ تَصْبِرُوْا - اَنْ مصدر یہ ہے اور فعل کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہوتا ہے ای صَبَرَكُمْ - تمہارا صبر کرنا۔

۲۶: ۴ = سُنُّنٌ - سُنَّةٌ کی جمع ہے سُنَّةٌ کے معنی ہیں۔ راہ - رسم - دستور - طریقہ

جاریہ - يَهْدِيْكُمْ کا مفعول ثانی ہے۔ چلائے تم کو ان لوگوں کی راہوں پر

= يَتَوَبَّ عَلَیْكُمْ - تَابَ يَتَوَبُّ (نَصَرَ) تَوْبًا - وَتَوْبَةً وَتَابَةً - تَابَ اِلَى

اللّٰهِ - نادم اور پشیمان ہو کر گناہ سے روگردانی کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ تَائِبٌ توبہ کرنے والا۔ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ - اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کر کے اس کو اپنے فضل و کرم سے

نوازنا۔ تَوَابٌ - (توبہ قبول کرنے والا)

۲۷: ۴ = تَمِیْلُوْا - مَا لَ یَمِیْلُ (ضَرَبَ) مَیْلًا - درمیانی راہ سے کسی ایک طرف ہٹ جا

ایک طرف مائل ہو جانا۔ راست روی سے ہٹ جانا۔ تَمِیْلُوْا - تم بہک پڑو۔ کج روی اختیار

۲۸: ۴ = اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ - تم سے (پابندیوں کا بوجھ) ہلکا کرے۔

یُخَفِّفَ کا مفعول محذوف ہے۔

۲۹: ۴ = شَرَّاحِی - باہمی رضامندی - آپس کی خوشی - ایک کا دوسرے سے راضی

ہونا۔ (باب تفاعل) مصدر ہے۔ ی - حرف علت بوجہ ثقالت - آخر سے گر گئی۔ رضی ماد

۳۰: ۴ = عَدُوْنَا - عَدَا یَعْدُوْا عَدُوًّا وَاعْدُوْنَا وَاعْدُوْنَا وَاعْدُوْنَا - (باب نصر

زیادت) - ظلم و ستم - سرکشی۔

= نَصْلِیْہِ - اَصْلِیْ یُصْلِیْ اَصْلًا - (افعال) سے مضارع جمع متکلم - ہ ضمیر

مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو آگ میں (جہنم میں) داخل کریں گے۔

اَلصَّلٰی (سَمِعَ) کے اصل معنی آگ جلانے کے ہیں۔ (باب افعال) سے آگ میں

پھینکنا۔ آگ میں ڈالنا۔

۳۱: ۴ = تَجْتَنِبُوْا - اجْتَنَابٌ (افعال) سے اگر تم بچتے رہو گے۔ اجتناب

کرو گے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَجْتَنِبُوْنَ تھا۔ اِنْ جازم فعل کی وجہ سے

فَنِ اِعرَابی گر گیا۔

= تَكْفِرُ عَنْكُمْ - تَكْفَرُ - جمع متکلم مضارع جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہم دور کر دیں تَكْفِرُ - مصدر بروزن تفعیل۔

= مَدْخَلًا - داخل ہونے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان۔ مَدْخَلًا - مصدر بھی ہے (باب افعال) پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے (یعنی حبّت میں) دوسری صورت میں۔ ہم تمہیں عزت کے ساتھ (جنت میں) داخل کریں گے۔

۳۲: ۴ = وَلَا تَتَمَنَّوْا - مضارع نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تَمَنَّى باب تفعّل سے اصل میں تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ لار نہی (جائز فعل) کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم آرزو مت کرو تم ہو س نہ کرو۔ تمنی کا بیشتر استعمال کسی بے حقیقت چیز کے تصور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

التمنی عبارة عن ارادة ما يحل له او يظن انه لا يكون (رازی - روح البیان) تمنی وہ ارادہ ہے جو تمنی جانتا ہے کہ پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ اس لئے کہ حقیقت کی دنیا میں یہ اس کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے ورنہ جہاں تک اس کی اپنی ہمت اور کوشش کا تعلق ہے وہ اسی آیت میں فرمادیا کہ: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا - مردوں کے نصیب میں وہی ہے جو انہوں نے کمایا۔ یعنی جو جتنی محنت کرے گا اتنا ہی پھل پائے گا۔ = دَا سَلُّوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ - واؤ کا عطف وَلَا تَتَمَنَّوْا پر ہے یعنی بے کار ہو س نہ کرو بلکہ وہی چیز اللہ سے طلب کرو۔ لَا تَتَمَنَّوْا مَالِ النَّاسِ دَا سَلُّوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ - جو چیز لوگوں کو دی گئی ہے اس کی تمنا مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے خزانوں سے ویسی نعمت کی طلب کرو۔

۳۳: ۴ = بِكُلِّ بَشَرٍ شَخْصٍ کے لئے۔

= مَوَالِي - مَوَالِی - کو جمع۔ چچا کے بیٹے۔ (بنوی) عصبات (مجاہد) کلالہ (البوصالح) عام وارث (کلبی) دوست۔ مَوَکَل - محافظ (۴۴: ۴۱) آقا۔ مالک (۶: ۷۶)

= عَقْدَتْ اس نے باندھا۔ عَقْد سے جس کے معنی باندھنے۔ گرہ باندھنا۔ سو گند کھانا۔ کسی چیز کے اطراف کو آپس میں جمع کر دینا (باب ضرب) عَقْدَتْ گرہ۔ عَقْدَتْ جمع۔ نَفَقَتْ فِي الْعُقَدِ - گرہوں میں بھونکیں مارنے والیاں۔

عَقْدَتْ - عہد باندھنا۔ قول و قرار۔ عہد و پیمان۔ اس کی جمع عُقُودُ ہے۔ عقد یمین عہد و پیمان کی پختگی =

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ - اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے -
 وَ لِكُلِّ جَعَلْنَا وَالْأَقْرَبُونَ - اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں -

۱۔ کُلُّ مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ اَحَدٌ محذوف ہے -

۲۔ کُلُّ مضاف ہے اور مال اس کا مضاف الیہ محذوف ہے - اور مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ اس مال کی صفت ہے -

پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا - ”ہر ایک شخص کے لئے اس ترکہ کے متعلق جو اس نے چھوڑا ہے ہم نے وارثان مقرر کر دیئے ہیں۔“ اس صورت میں الوالدان وَالْأَقْرَبُونَ وارثان (موالی) کی صفت ہے یعنی یہ وارثان والدین اور قریبی رشتہ دار ہیں -

دوسری صورت میں ترجمہ یوں کیا جائے گا: ہر مال کے لئے جو والدان اور اقربوں نے ترکہ میں چھوڑا ہے ہم نے وارث (موالی) مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں والدان وَالْأَقْرَبُونَ موروثین ہیں

دوسری صورت جہور کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی سے یہی مروی ہے

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ نَصِيبُهُمْ - نیا فقرہ ہے

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ - (اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے) سے کیا مراد ہے بعض نے اس سے مراد وہ عورتیں لی ہیں جن سے تمہارا عہد و پیمان (نکاح) بندھ چکا ہو (ترجمان القرآن ابوالکلام) لیکن اکثریت نے اس سے مراد وہ اشخاص لئے ہیں جن سے زندگی میں باہمی عہد و پیمان وراثت ہو چکا ہو - یہ رسم عہد و پیمان سے بھی چلی آرہی تھی اور ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں ایک انصاری کی وفات کے بعد اس کا مہاجر بھائی بند وراثت ہوتا -

اس آیت نے اس طریقہ کو منسوخ کر دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو - ان کی خیر خواہی کرو ان کو فائدہ پہنچاؤ - لیکن میراث انہیں نہیں پہنچتی - (ابن کثیر - عبداللہ یوسف علی)
 بعد میں یہ دستور مابین انصار و مہاجرین آیت ۳۳ : ۶ سے منسوخ ہو گیا -

۳۴ : ۴ = قَوَّامُونَ - جمع مرفوع - قَوَّامٌ - واحد صیغہ مبالغہ - نگران - سرپرست - محافظ - مسلح - برتر - قَوَّامٌ یَقِیْمُ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارہ یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلاتے اور اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو -

= بِمَا - بوجہ - بسبب یہ ہے اور ما مصدریہ -

= بَعْضَهُمْ - میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب مردوں کے لئے ہے اور بَعْضُ عورتوں کے لئے (مدارک)
 = فَالْصَّالِحَاتُ - پس نیک بیبیاں (وہ ہیں جو آگے بیان ہوئی ہیں)

= قَنِتَّ - اسم فاعل جمع مؤنث - فرماں بردار، اطاعت گزار - قَنُوتٌ سے قَانِتٌ (مذکر مفعول)
 اور عاجزی کرنے والا - نماز میں طویل قیام کرنے والا - بندگی پر قائم و دائم رہنے والا - کُلُّ لَه قَنِتُونَ

(۱۱۶:۲) سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اٰمَنًا قَانِتًا (۱۲۰:۱۶) بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام اور (خدا کے) فرمانبردار تھے۔

= حَفِظْتُ لِلْغَيْبِ۔ مردوں کی عدم موجودگی میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں شوہروں کی عزت و آبرو کی ان کے نفع و نقصان کی اور ان کے بھیدوں کی حفاظت کرنیوالیاں (لام بمعنی فی ہے) = بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ جیسا کہ حفاظت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت و آبرو کی۔ ان کے حقوق کی۔ ان کی نگہداشت و نان و نفقہ کی مردوں کو حکم دے کر۔ بمائیں بسبب اور ما مصدریہ۔ یا اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔

(عبداللہ یوسف علی)

= تَخَافُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرتے ہو۔ تمہیں خوف ہو۔ خَوْفٌ (باب سمع) مصدر = نَشُوْرُهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ مصدر۔ باب نصر۔ ضرب، ان کی سرکشی۔ ان کی نافرمانی۔ مراد شوہر سے نفرت۔ اطاعت گریز۔ شوہر کے مقابلہ میں غور۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل تَخَافُونَ کا مفعول ہے۔

= فَعِظُوْهُنَّ۔ عِظُوا۔ امر جمع مذکر حاضر دَعِظْ سے هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ تم ایسی عورتوں کو نصیحت کرو۔ ان کو سمجھاؤ (باب ضرب) ابن فارس کہتے ہیں کہ اَلْوَعِظُ کے معنی خوف دلانے اور ڈرانے کے ہیں۔

= اَلْمَضَاجِعُ۔ اسم ظرف جمع۔ المضجع واحد۔ بستر۔ خواب گاہیں۔ اضجع واضطجع پہلو کے لیٹنا۔ الضَّجِيعُ ساتھ لیٹنے والا۔

= فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِمْ سَبِيْلًا۔ بَغَى۔ تلاش کرنا۔ دھونڈھنا۔ چاہنا۔ عَلٰی بمعنی خلاف۔ یعنی پران کے خلاف (کوئی ظلم کی) راہ تلاش مت کرو۔

تَبْغُوا اصل میں تَبْغُوْنَ تھا لاغربی کے سبب نون اعرابی گر گیا۔

۲۵:۲ = شِقَاقٌ۔ الشَّوْخُ۔ شکاف کہتے ہیں۔ جیسے شَقَقْتُهُ بِنِصْفَيْنِ میں نے

سے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ قرآن کریم میں ہے لَمَّا شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۱۲۶:۸۶)

برہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ (۱:۸۴) جب آسمان پھٹ بلنے لگا۔

نَشُوْرٌ (بکسرش) اس مشقت کو کہتے ہیں کہ جو تنگ و دروسے بدن یا جسم کو لاحق ہوتی ہو۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا نَفْسُہٗ (۷:۱۶) مگر جان پر مشقت جھیلنے کے بعد۔

شِقَاقٌ کے معنی مخالفت، عداوت، ناچاقی کے ہیں۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ شق طرف

شفاق بمعنی الگ الگ (مخالف) طرفوں میں ہونا۔

= فَاَبْعَثُوا۔ تم بھیجو۔ تم بلا بھیجو۔ تم اٹھاؤ۔ مقرر کرو۔ بَعَثٌ سے باب فتح امر کا صیغہ جمع مذکر غایب

= حَكَمًا۔ مفعول بہ۔ منصف۔ بیچ۔ فیصلہ کرنے والا۔ حُكْمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واہ

جمع۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں۔ حاکم سے زیادہ بلیغ

= يُرِيدُ۔ تثنیہ مذکر غائب اس سے مراد در بیچ۔ ایک خاندان کی طرف سے ایک بیوی کی طرف سے۔ اصل ہم

یُرِيدُ اِنْ تَحَا۔ اِنْ ناصبہ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= يُوَفِّقُ اللّٰهُ۔ يُوَفِّقُ مضارع مجزوم مکسور بالوصل واحد مذکر غائب تَوْفِيقٌ مصدر باب تفعیل موات

پیدا کر دے گا۔

= بَيْنَهُمَا۔ میں ہما ضمیر تثنیہ مؤنث، غائب مرد اور عورت کے لئے ہے۔

۳۶:۱۲۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ اس کی تقدیر ہے وَاحْسِنُوا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔

= وَبِذِي الْقُرْبَىٰ۔۔۔۔۔ اَيْمَانُكُمْ۔ میں ذَوِ الْقُرْبَىٰ۔ وَالْيَتَامَىٰ۔ وَالْمَسْكِينِ۔

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ وَالْجَارُ الْجَنْبُ۔ وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ وَابْنُ السَّبِيلِ۔ اور مَا مَلَكَتْ

اَيْمَانُكُمْ سے پہلے اَحْسِنُوا محذوف ہے۔

= الْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ الْجَارُ۔ جو جوار میں یعنی پہلو میں رہنے والا ہو بمعنی پڑوسی ذَوِ الْقُرْبَىٰ

قربت دار ہو۔ یعنی رشتہ دار پڑوسی الْجَارُ الْجَنْبُ۔ جُنُبٌ بمعنی دور۔ اجنبی۔ یعنی وہ پڑوسی جو رشتہ

دار نہ ہو۔ صاحب بِالْجَنْبِ۔ پہلو کا رفیق۔ قریبی دوست سفر کا ساتھی۔ ابْنُ السَّبِيلِ۔ مسافر

= مُخْتَالًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر كَانَ۔ اِخْتِيَالًا۔ (افتعال) مصدر۔ بمعنی اکرنا

والا۔ اترانے والا۔ اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا۔

= فَخُودًا۔ خبر ثانی۔ كَانَ۔ مبالغہ کا صیغہ فَاخِرٌ سے فعول بمعنی فَاَعْلٌ بہت فخر کرنے والا

گھمنڈ کرنے والا۔ اترانے والا۔ شیخی خور۔

۳۷:۱۴۔ يَبْخُلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جُبُلٌ (باب سَمِعَ) مصدر وہ بخل کرنے

ہیں۔ کنجوسی کرتے ہیں۔

= فَضْلِهِ۔ میں ۹ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ فضل کے معنی مال۔

برتری۔ قوت۔ حسن۔ مرتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ علم۔ وغیرہ میں زیادتی کے ہیں

= اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِعْتَادٌ مصدر۔ عَتَدْتُ مَادَّة۔ اَلْعَتَا

ضرورت کی چیزوں کا پہلے سے ذخیرہ کر لینا۔ ہی معنی اِعْدَادُ کے ہیں۔

اَعْتَدْنَا بَرُوزِنَ اَفْخَلْنَا۔ اِعْتَادُ سے فعل ماضی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصل میں اَعْدَدْنَا ہے۔ ایک دال کو ت میں تبدیل کیا گیا ہے۔

۳۸:۴ = یَكُنْ۔ مضارع مجزوم فعل ناقص کَوْنُ سے (باب نصر) اصل میں یَكُونُ تھا۔ مَنْ جازم فعل کی وجہ سے ن ساکن ہو گیا۔ اجتماع ساکنین (واؤ۔ نون) کی وجہ سے واو گر گئی۔ قَرِیْنًا۔ بروزن فاعل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے (باب کرم) ساتھ ہی۔ دوست۔ اس کی جمع قُرَنَاءُ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ وَ قِضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ۔ (۲۵: ۴۱) اور ہم نے شیطان کو ان کا ہم نشین مقرر کر دیا۔

ایک زمانہ کے لوگ یا امت قُرُنُ کہلاتی ہے۔ اس کی جمع قُرُونُ ہے جیسے قُرُونِ اُولٰی۔ پہلی امتیں۔ قُرُنُ جانور کا سینگ بھی ہے۔ ذوالقرنین دو سینگوں والا۔ (یہاں سینک تشبیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے)۔

= آیات ۳۶ = ۳۷ - ۳۸۔ میں مُخْتَلًا فَخُورًا۔ ان اشخاص کے لئے ہے جو اپنے مال و دولت۔ عزت و جاہ۔ وغیرہ پر اتراتے ہیں۔ اور فخر کرتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَبْخُلُوْنَ الخ۔ مُخْتَلًا فَخُورًا کی صفت ہے۔ کافرین سے مراد یہی مندرجہ بالا گروہ ہے کہ کفرانِ نعمت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے دیئے ہوئے فضل پر بیجا گھنٹہ کرتے ہیں۔ اس کے صحیح استعمال میں کبھی کسی کرتے ہیں دوسروں کو اس کے صحیح استعمال سے منع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔

= اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ کی تین صورتیں ہیں

۱۔ یہ اَلَّذِیْنَ یَبْخُلُوْنَ۔ پر عطف ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اللہ ان لوگوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔ جو اپنا مال دکھائے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ الخ
۲۔ یہ لِّلْكَافِرِیْنَ پر عطف ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے بھی جو اپنا مال دکھائے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ الخ ہم نے ان کے لئے بھی رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے

۳۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ۔ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

اس صورت میں اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ بتدار اس کی خبر محذوف (فلهم الشیطان قَرِیْنًا۔ تو شیطان ان کا ساتھی بھڑا، اور جس کا ساتھی شیطان ہو) تو وہ

جان لے کہ شیطان) بہت بُرا ہے ایک سادھی کی حیثیت سے۔

۴: ۳۹ = وَمَا ذَا عَلَيْكُمْ - اور کیا تکلیف ہوتی ان کو - اور کیا مصیبت آجاتی ان پر - اور کیا نقصان ہو جاتا ان کا۔

۴: ۴۰ = مِثْقَالَ - وزن - مِثْقَالَ ذَرَّةٍ - ایک ذرہ کے وزن کے برابر - ثَقُلَ مادہ - باب کرم سے اسم آلہ ہے۔

= تَكَ - اصل میں تَكُونُ تھا - ان کے عمل سے واو حرف علت حذف ہو گیا - اور نون کو بھی خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا کُون سے مضارع واحد مذکر غائب - افعال ناقصہ میں سے ہے - وہ ہوتے ہیں وہ ہوتی ہیں وہ ہوگی = يُضَاعَفُهَا - مضارع معروف - مجزوم بوجہ جواب شرط - مُضَاعَفَةٌ (مفاعلة) مصدر - ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو حسنة کی طرف راجع ہے - وہ اس کو بڑھا دیگا - دو چند کر دے گا = مِنْ لَدُنْهُ - اس کی طرف سے (یہاں) اپنی طرف سے - لَدُنْ - ظرف مکان رَبَّنَا اِنَّا مِنْ لَدُنْكَ رَحِمَةً - اے رب ہمارے ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔

اور ظرف زمان - اَقَمْتُ عِنْدَكَ مِنْ لَدُنْ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَى غُرُوبِهَا - میں اگر پاس طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک مقیم رہا۔

۴: ۴۲ = يَوَدُّ - مضارع واحد مذکر غائب يَوَدُّ (باب سمع) مصدر - وہ پسند کرتا ہے وہ آرزو کرتا ہے - یا کرے گا۔

لَوْ تَسَوَّى بِهِمُ الْاَرْضُ - کاش انہیں دبا کر اوپر سے مٹی برابر کر دی گئی ہوتی - تَسَوَّى وہ برابر کر دی گئی - وہ برابر کر دی جائے - وہ ملا دی جائے - مضارع مجہول واحد مؤنث غائب - زمین ان کو اپنے اندر لے کر برابر ہو جاتی - لَوْ مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے جملہ بتاویل مفرد يَوَدُّ کا مفعول ہوگا - اِى يَوَدُّونَ اَنْ يَدْفَنُوْا -

= مَدِينًا - بات -

۴: ۴۳ = سُكَارَى - سَكَرَاتُ کی جمع ہے سَكَرٌ وَسُكْرٌ - سَكَرَ - (سمع) سَكَرًا

من الشراب - شراب سے مدہوش ہو جانا

وَأَنْتُمْ سُكَارَى - دریاں حالیکہ تم شراب کے نشہ میں ہو۔

= دَلَّ جُنُبًا - اور نہ حالت جنابت میں - دریاں حالیکہ تم پر غسل واجب ہو۔

= عَابِرِي سَبِيلٍ - عَابِرِي - اسم فاعل جمع مذکر - گزرنے والے - عبور کرنے والے - راہ چلنے

مسافر۔ عَابِرِیْ۔ اصل میں عَابِرِیْنَ تھا بوجہ اضافت نون جمع ساقط ہو گیا۔

== الْغَائِطُ۔ نشیبی وسیع میدان۔ مراد قضاے حاجت کا مقام۔ یا قضاے حاجت عرب قضاے حاجت کے لئے نشیبی میدان میں جایا کرتے تھے کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں۔ اس لئے بطور کنایہ بران یا قضاے حاجت کا مقام ہے۔ عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے
وَكَمْ مِنْ غَائِطٍ دُونَ سَلْمَى۔

اور سلمیٰ سے ادھر اور بھی وسیع میدان ہیں۔

== تَتِمُّوْا۔ تم قصد کرو۔ تم ارادہ کرو۔ تم تیمم کرو۔ تَتِمُّوْا سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تیمم کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی کا یا اس چیز کا جو پاک مٹی کا قائم مقام ہو قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔

== صَعِيدًا۔ زمین، خاک۔ الصَّعُوْدُ کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ صَعِيدٌ کالفظ وَجْهُ الدَّرَیْضِ۔ یعنی زمین کے بالائی حصہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۴۴: ۴ = اَنْ تَضِلُّوْا السَّبِيْلَ کہ تم راہ راست سے ہٹ جاؤ۔ بہک جاؤ۔

۴۵: ۴ = كَفٰی بِاللّٰهِ وَلِيًّا۔ كَفٰی يَكْفِي (ضرب) كفاية الشئ۔ کسی شے کا کافی ہونا۔ کسی چیز پر قناعت کرنا۔ اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔ وَلِيًّا۔ صفت مشبہ (فَعِيْلٌ) وَلَا يَكْفِيْ محافظ۔ حامی۔ بچانے والا۔ کار ساز۔ مددگار۔ دوست۔ رفیق۔ كَفٰی بِاللّٰهِ۔ میں اللہ فاعل ہے ب زائدہ کی وجہ سے مکسور ہے۔ وَلِيًّا تمیز ہے بطور دوست اللہ ہی کافی ہے۔

۴۶: ۴ = هَادُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب هُوْدُوْ۔ مصدر۔ باب نصر۔ وہ یہودی ہوئے مِنْ اَلَّذِيْنَ هَادُوْا۔ جو یہودی ہیں ان میں سے بعض لوگ۔

== يُحَرِّفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تحریف (تفعیل) مصدر۔ تحریف کرتے ہیں۔ بدل ڈالتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی یہاں دونوں مراد ہیں۔

== اَلْكَلِمَ۔ جنس جمع ہے۔ کَلِمَةً واحد ہے۔ يُحَرِّفُوْنَ اَلْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ کلمات کو ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں۔ یہاں کلمات سے مراد کلماتِ تورات ہیں۔

== مَوَاضِعِهِ۔ اسم ظرف جمع مَوْضِعٌ واحد۔ وَضَعَ مصدر باب فتح۔ رکھنے کے مقامات۔ اصلی جگہوں سے وَضَعَ اتار کر رکھ دینا۔

== اِسْمَعُ۔ تَوْسُن۔ سماع و سماعۃ۔ سے امر کا صیغہ۔ واحد مذکر حاضر۔

== غَيْرَ مُسْمَعٍ - مُسْمَعٌ اسم مفعول واحد مذکر۔ باب افعال۔ اِسْمَاعٌ مصدر نہ سنا گیا۔

وَاِسْمَعُ غَيْرَ مُسْمَعٍ ۱ سنیے نہ سنوائے جاؤ۔ کا محاورہ دو طرح بولا جاتا ہے۔

(۱) ایک بددعا کے طور پر۔ سنو تم بہرے ہو باؤ کچھ نہ سن سکو۔

(۲) دوسرا دعا کے طور پر۔ سنو۔ تمہیں کوئی ناگوار بات نہ سننی پڑے۔

== رَاعِنًا۔ ہماری رعایت کر۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہمارا خیال رکھ۔ مَرَاعَاةٌ سے امر کا صیغہ

واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ مزید دیکھیں ۱۰۴:۲

== لَيَّا۔ مصدر موڑنا۔ مردڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوَّى يَلْوِي (ضَرْبٌ) زبان کو مروڑ کر

یہود ایک تو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے تھے۔ کہ اس میں جو حصص حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا ان کی صفات کے متعلق تھے۔ ان کو حرفاً یا معنی تبدیل کر دیتے

تھے۔ دوسرے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان کو دعوت حق دی

جاتی تھی تو وہ کہتے تھے۔

(۱) سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یعنی یاواز بلند تو یہ کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سُن لیا۔ سمجھ لیا اور

بعد میں آہستہ سے یہ بھی کہہ دیتے۔ عَصَيْنَا۔ ہم قبول نہیں کرتے۔ ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے

(۲) اِسْمَعُ غَيْرَ مُسْمَعٍ۔ جو دعا اور بددعا دونوں کے معنی میں لئے جاسکتے ہیں تشریح اور پرکھ چکی

(۳) اور کہتے رَاعِنًا۔ (معنی اوپر دیئے گئے ہیں۔ مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰۴:۲)

لَيَّا۔ مصدر ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے

طَعَنَ فِي الدِّينِ (دین پر طعنہ نہ لگاتے ہوئے) بھی ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے اور ان

کی نیت کو ظاہر کرتا ہے۔

فرمایا۔ اگر وہ مندرجہ بالا دو معنی فقرات کی بجائے نیک نیتی سے (۱) سَمِعْنَا وَآلَعْنَا۔

(۲) اِسْمَعُ۔ توجہ فرمائیے۔ (۳) اُنْظُرْنَا۔ ہم پر نظر فرمادیں۔ ہماری طرف التفات فرمادیں۔ تو انہی

کے لئے بہتر اور درست ہوتا۔

۴۔ ۴ = نَطَمَسَ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنَّ۔ جمع متکلم۔ طَمَسَ مصدر باب

ضَرْبٍ وَنَصَرَ کہ ہم صورت بگاڑ دیں۔ طَمَسَ کے اصل معنی مٹانا۔ بگاڑنا اور پاٹ

دینا کے ہیں متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے

== فَزَرَدَ هَا۔ مضارع جمع متکلم دَرَدُ سے باب نصر۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب

جو دُجُو ہا کی طرف راجع ہے۔ ان کو پھیر دیں ان کا رُخ ان کی پیٹھوں کی طرف۔ عَلٰی اَذْبَارِهَا

ادبار جمع دبر کی۔ بمعنی پیٹھ) پھیر دیں۔

= نَلْعَنَهُمْ۔ مضارع جمع متکلم لَعَنَ مصدر (فتح) هَمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم اُن پر لعنت کریں، لَعَنَّا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے لعنت کی

اَصْحَابِ السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن والے۔ ۵۳۶ء سے ۶۲۸ء کے درمیان یہودیوں کے نبی یرمیاہ اور نبی حزقیل علیہما السلام کے وقت میں یہودیوں کو سبت یعنی ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک گروہ نے خلاف ورزی کرتے ہوئے صریحاً خلاف ورزی کی دوسرا گروہ باز رہا لیکن پہلے گروہ کو منع نہ کیا۔ تیسرے گروہ نے سرگرمی سے پہلے گروہ کو اس خلاف ورزی سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر خدا کی لعنت نے ان کو آیا۔ اور پہلے گروہ کے چہرے مسخ کر کے ان کو بندروں کی شکل دیدی گئی۔

۴۸: ۴ = اخْتَرٰی۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اخْتَرَاءُ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ یعنی اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا۔

۴۹: ۴ = يُزَكِّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَزَكِيَةٌ مصدر۔ باب تفعیل۔ پاک قرار دیتے ہیں تزکیہ نفس کی دوسورتیں ہیں۔

ایک تزکیہ بالفعل۔ اچھے اعمال کے ذریعہ جو محمود طریقہ ہے۔ جسے قرآن مجید میں آیا ہے فَدَّ اخْلَجَ مَنْ تَزَكَّى۔ (۱۴: ۸۷) جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح پا گیا

دوسرا تزکیہ بالقول۔ انسان خود اپنے اچھا ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ طریقہ مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مَثَلًا لَا تَزْكُوا اَنْفُسَكُمْ۔ (۵۳-۲۲) اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ۔ یہاں اس آیت میں دوسرا طریقہ مراد ہے۔

= فَتَيَّدَ۔ باریک دھاگہ۔ دُور ا جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹا جاتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی کے شکاف میں جو دُورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فیتیل کہلاتا ہے مراد قلیل۔

۵۰: ۴ = وَكَفٰی بِہِمْ اِثْمًا مُّبِينًا۔ اور یہی کھلا گناہ ہے ب زائد ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب یہ جملہ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِب کے لئے ہے جو اس جملہ میں فاعل ہے۔ نیز ملاحظہ ہو (۴: ۲۵) اور یہی افتراء علی اللہ ان منفریوں کے لئے بطور ایک صریح گناہ کے کافی ہے۔

۵۱: ۴ = جِبْتِ۔ بُت۔ جادوگر۔ شیطان۔ جادو۔ جبت اور طاغوت سے ہر وہ جنس مراد ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاوے۔ خواہ وہ بُت ہو یا آدمی ہو یا جن۔ یا شیطان۔ طَاعُوْتَ۔ شیطان۔ حق سے روکنے والا۔ بُت۔ معبود باطل۔ سحر کش۔ سحر پت۔ طاعنی۔

طَغَىٰ مَادَّة۔ طَغَىٰ يَطْغَىٰ طُغْيَانًا۔ سرکشی کرنا۔ اَطْغَاهُ (افعال) اسے سرکشی طغیان پر ابھارا۔
 اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦ لَكَنَٰفٍۭ۟۟۟۔ بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے۔

= هُوَلَاءِ۔ مراد الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ وَ۔ يَقُوْكَوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ کافروں سے کہتے ہیں کہ
 اَنْتُمْ هُوَلَاءِ اِهْدٰی۔۔۔۔۔ سَبِيْلًا۔ (نم ہی وہ لوگ ہو جو اہل ایمان سے زیادہ راہ راست

پر ہو) (الخازن)

لِلَّذِيْنَ۔ بمعنی ان کے متعلق۔ یعنی وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں
 کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہیں۔

۵۳:۴ = فَاِذَا۔ اگر ایسا ہوتا تو۔ اس وقت حرف جزا ہے، جواب اور جزاء کے لئے آتا ہے
 = لَا يُوْتُوْنَ۔ نہیں دیتے ہیں۔ نہ دیتے۔

= نَفِيْرًا۔ اسم منصوب۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا۔ مراد حقیر ترین چیز۔

۵۴:۴ = فَقَدْ اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ۔ تو یاد رہے ہم نے چکے ہیں (قبل ازیں) آل ابراہیم کو
 کتاب و حکمت اور عظیم سلطنت۔ مثلاً حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو۔ یعنی ایسی ہی نعمت
 قبل ازیں آل ابراہیم کو بھی تودی جا چکی ہے پھر یہ اب مومنوں کو وہی نعمت دیئے جانے پر کیوں
 جلتے ہیں۔

بعض کے نزدیک الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ مراد ہیں۔

۵۵:۴ = اٰمَنَ بِہٖ۔ اے ابوبالبتی صلی اللہ علیہ وسلم و ما اَنْزَلَ اِلَيْہِ۔ یعنی ان میں سے
 کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان پر نازل شدہ کلام الہی پر ایمان لے آئے۔

= صَدَّعْنٰہُ۔ صَدَّ۔ روکنا۔ رکننا۔ صَدَّ يَصُدُّ (نَصَرَ) صَدَّ وَصَدُّوْا۔ مصدر

واحد کا صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بعض اس سے باز رہے۔ یعنی ایمان نہ لائے

= دَكَّفٰی بَجَهَنَّمَ سَعِيْرًا۔ جَعَمَ بوجہ عجمہ اور تانیث غیر منصرف ہے۔ لہذا اس کا اعراب
 فتح سے آیا ہے۔ یہ فاعل ہے کَفَّىٰ کا۔ سَعِيْرٌ اتمیز ہے اور دھکتی ہوئی آگ کے طور پر جہنم
 ان کے لئے کافی ہے۔

۵۶:۴ = نَصَلِيْنٰہُمْ۔ ہم ان کو داخل کریں گے۔ نیز ملاحظہ ہو مول ۴: ۳۰)

= کُلَّمَا۔ کُلٌّ اور مَا سے مرکب ہے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلٌّ ہمیشہ
 منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ما حرف مصدری ہے
 یا اسم مکرر ہے۔ بمعنی وقت کے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے کُلَّمَا اَصْبَحَ لَهْمٌ مَّقْسُوًّا

فِيهِ (۲: ۲۰) اور آیت لہذا۔

= نَضَجَتْ - واحد مَوْنَتْ غَائِب ماضی معروف لَضَجُ مصدر (سمع) پک جائیں گی
(ان کی کھالیں) نَا ضَجُّ - پکا ہوا گوشت - پکا ہوا پھل۔

۵۷: ۴ = ظِلًّا ظَلِيلًا - ظِلٌّ سایہ - پرچھائیں۔

ظَلِيلٌ صیغہ صفت ہے گھنی چھاؤں - ٹھنڈا سایہ - ظِلٌّ کے بعد اسے تاکید کے لئے لایا
گیا ہے - یعنی ہم ان کو گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے - ربیع بن انس کہتے ہیں کہ ظِلًّا ظَلِيلًا
سے مراد عرش کا سایہ ہے جو کبھی زائل نہ ہوگا۔

۵۸: ۴ = تَوَدَّدُوا - تم ادا کرو - اصل میں تَوَدَّدَنْ تھا - اَنْ حرف ناصبہ کے آنے سے نون
اعرابی گر گیا - مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر - تَأْدِيَةٌ (باب تفعیل) سے ادى - ادو - مادہ
الاداء - یکبارگی اور پورا پورا حق دے دینا۔

= نِعِمًّا - یہ لفظ مرکب ہے نِعِمٌّ اور مَا سے - بمعنی بہت عمدہ - بہت اچھا - نِعِمًّا
لِعِظْمِكُمْ یہ - کیسی ہی عمدہ بات کی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

۵۹: ۴ = تَاوِيلًا - تَاوِيلٌ بروزن تَنْحِيلٌ - اَوَّلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے
کے ہیں - اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مَوِيلٌ کہتے ہیں۔

اَوَّلِ الشَّيْءِ اِلَيْهِ اس کی چیز کو واپس لوٹا دو - يقال في الدُّعَاءِ اَوَّلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ ضَا
خدا تمہاری گمشدہ چیز کو واپس دلا دے - اَحْسَنُ تَاوِيلًا انجام کار بہتر ہے۔

Best and most suitable for final determination

۶۰: ۴ = يَرْغُمُونَ - مضارع جمع مذکر غَائِب - زَعَمٌ مصدر - باب نصر - وہ گمان کرتے ہیں
وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

= يَتَحَاكَمُونَ اِلَى - مضارع جمع مذکر غَائِب (اصل میں يَتَحَاكَمُونَ تھا - نون اعرابی
اَنْ ناصبہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا - تَحَاكَمٌ - تَفَاعُلٌ - مصدر - تحاکم الی الحاکم - باہمی
جھگڑے کو کسی حاکم کے پاس فیصلہ کے لئے لے جانا - يُرِيدُونَ الطَّاعُونَ - یعنی دعویٰ
تو یہ کرتے ہیں کہ جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان
رکھتے ہیں - اور ادھر باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے ان لوگوں کے پاس لے جائیں جو اللہ تعالیٰ
سے سرکش ہیں۔

= وَقَدْ أُمِرُوا یہ۔ حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انکار کریں۔ باز رہیں ایسے لوگوں سے (طاغوت سے) کیونکہ ان کو تو حکم یہ تھا کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (آیہ ماقبل)

۶۱: ۴ = تَعَالَوْا۔ تَعَالَى (تفاعل) جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعَالٍ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔

بعض علماء کے نزدیک یہ عَلُو سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزل کے ہیں گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ اہل لغت نے تَعَالٍ کو مطلقاً عَلُمُ (چلے آؤ۔ آؤ) کے معنی میں لیا ہے۔

= يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا۔ صَدَّ۔ مصدر بمعنی رکنا۔ باز رہنا۔ روک دینا۔ باز رکھنا۔ فعل لازم و متعدی ہر دو صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدَّ يَصُدُّ (نَصَرَ) بواسطہ عَنْ منہ پھیر لینا۔ اعراض کرنا۔ روک دینا۔ پھیر دینا۔ صَدِيدٌ مصدر (نَصَرَ۔ ضَرَبَ) رونا پیٹنا۔ چیخنا۔ تَصْدِيدٌ مصدر (تَفْعِيل) تالی بجانا۔ صُدُودًا۔ آخر میں تاکید کے لئے ہے۔

۶۲: ۴ = إِنْ أَرَدْنَا۔ میں إِنْ نافیہ ہے۔

= تَوْفِيقًا۔ توفیق کے معنی ہیں دو چیزوں میں مطابقت کرنا۔ اسی لئے عرف عام میں تقدیر کے موافق اچھے اعمال سرزد ہونے کا نام توفیق ہے۔ یہاں مراد اصلاح باہمی اور ملاپ کے ہیں۔ باہمی مصالحت۔

۶۳: ۴ = فِيْ اَنْفُسِكُمْ۔ ان کے اپنے متعلق۔ ان کے لئے۔

= بَلِيغًا۔ اثر کرنے والا۔ پہنچنے والا۔ بلاغت والا۔ فَعِيلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ان سے ان کے حق میں اثر کرنے والی بات کہہ۔

۶۴: ۴ = اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جب وہ ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر جَاءُوكَ تمہارے پاس آجاتے۔ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اللہ سے بخشش طلب کرتے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے۔

= لَوْ جَدُّوْا رَحِيْمًا۔ جواب شرط۔

۶۵: ۴ = فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اس جملہ میں فَلَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ نفی کے لئے ہے۔ اِی لَیْسَ اَلْاَمْرُ کَمَا یَقُوْلُوْنَ یعنی بات وہ نہیں جو یہ کہتے ہیں یعنی

وہ جو قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اِنْ اَدْرٰنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَتَوْفِیْقًا غلط کہتے ہیں۔ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ تیرے رب کی قسم بات یہ ہے کہ لَا یُؤْمِنُوْنَ الخ
ب۔ یہ لَا تاکید کے لئے ہے یعنی قسم کی تاکید میں۔

ج۔ یہ نفی کے معنی میں ہے اور لَا یُؤْمِنُوْنَ کی نفی کی تاکید میں۔ یعنی نہیں۔ تیرے رب کی قسم۔ یہ ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتے الخ۔ اس کے قریب قریب اُردو میں بھی ہم بولتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم میں یہ نہیں کروں گا۔ مطلب یہ کہ میں ہرگز ہرگز یہ نہیں کروں گا۔

= یُحَكِّمُوْكَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ حَكَمَ یُحَكِّمُ - تَحَكُّمًا (تفعیل) کسی کو منصف بنانا۔ یعنی جب تک آپ کو منصف نہ بنائیں گے

= شَجَرَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ باب نصر۔ اختلاف ہوا۔ جھگڑا ہوا۔ شَجُوْرٌ سے جس کے معنی آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کے ہیں۔

= قَضَيْتَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضٰی یَقْضِی (باب ضرب) قَضَاءُ مصدر تو نے فیصلہ کر دیا تو نے حکم دیا۔

= حَرَجًا - تنگی۔ مضائقہ۔ حرج۔ خلش۔

۶۶: ۴ = مَا یُوعَظُوْنَ بِہِ - میں مابیانہ ہے۔ یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

= اَشَدَّ تَثْبِیْثًا - اَشَدَّ پختہ تر۔ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ کا صیغہ۔ تَثْبِیْثًا مصدر باب تفعیل۔ ثابت کرنا۔ ثابت رکھنا۔ یعنی ان کے ایمان میں ثابت قدمی کی پختگی کا باعث ہوتا۔ یعنی اس طرح وہ سختی سے اپنے ایمان میں ثابت قدم ہو جاتے۔

۶۷: ۴ = اِذَا - حرف جزا ہے۔ جواب شرط۔ جزا کے لئے آتا ہے تب۔ اس وقت۔

(دیکھو ۵۳: ۴) اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف کی صورت میں بدل لیتے ہیں۔ یہاں اِذَا - وہ جواب ہے جس کا سوال مقدر ہے۔ جیسے کہ سوال ہے کہ اس خَیْرًا اَللّٰهُمَّ اور اَشَدَّ تَثْبِیْثًا کے بعد پھر کیا ہوتا تو جواب ہے۔ تو پھر ہم ان کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

= مِنْ لَّدُنَّا - ہماری طرف سے لَدُنْ ظرف زمان ہے تو نہایت وقت کی ابتداء پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اَقَمْتُ عِنْدَکَ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰی غُرُوْبِہَا - میں اس کے پاس مقیم رہا ابتداء طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک۔

ظرف مکان بھی ہے جس کا معنی ہے پاس۔ طرف۔ قرآن حکیم میں عموماً اسی کا استعمال ہے

مثلاً آیت نذا۔

۶۹:۴ = مِنْ بَيَانِهِ

= حَسَنٌ أَوْلَٰئِكَ رَفِيقًا۔ حَسَنٌ بمعنی مَا أَحْسَنَ تَجِب کے لئے ہے۔ بطاہر حَسَنٌ أَوْلَٰئِكَ رَفِيقًا چاہئے تھا۔ علما نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ اس کی تقدیر کلام یہ ہے حَسَنٌ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ رَفِيقًا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رفیق۔ برید کے الفاظ واحد۔ جمع۔ جنس سب معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے رفیق یہاں بمعنی رَفِيقًا ہے۔

۷۱:۴ = حِذْرُكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ جس کے ذریعہ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ حذر کہلاتا ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ (الْحِذْرُ) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ قرآن یکم میں ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ سَدَدًا لَّكُمْ فَاَحْذَرُوهُمْ۔ (۱۴:۶۵) تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو۔

حِذْرُ سے یہاں مراد اسلحہ جنگ وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ حِذْرًا حِذْرُكُمْ۔ احتیاطی تدابیر مکمل رکھو۔ اپنے بچاؤ کا انتظام پورا رکھو۔ اپنے بچاؤ کے ہتھیار موجود رکھو۔ مقابلہ کے لئے چوکے اور تیار رہو۔

= اِنْفِرُوا۔ تم نکلو۔ تم کوچ کرو۔ (النَّصْرُ، ضَرْبٌ) نَفِيرٌ اور نَفِيرٌ سے۔ جس کے معنی نکلنے کوچ کرنے۔ اور بھاگنے (فرار ہونے) کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں نَفَرٌ کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہونے کے ہیں یا اس سے بیزار ہونے کے ہیں۔

فَاِنْفِرُوا۔ پس تم نکلو۔

= ثَبَاتٍ۔ جمع۔ ثَبَاتٍ واحد۔ گروہ۔ ٹولے۔ ثَبَاتٍ اِی نِی ثَبَاتٍ۔

= جَمِيعًا۔ سب اکٹھے ہو کر جماعت کی صورت میں۔

= اِنْفِرُوا۔ سے مراد مطلق باہر نکلنا بھی ہے اور جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلہ میں نکلنا بھی ہے یہاں دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جنگ احد کے بعد دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اطراف و نواح کے قبیلوں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ بہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے۔ اس لئے حکم ہوا کہ جب بھی باہر نکلو تو دشمنوں سے خطرہ کے پیش نظر مسلح ہو کر گروہ کی صورت میں نکلو تاکہ بوقت ضرورت خاطر خواہ مدافعت کر سکو۔

دوسری صورت میں پہلے خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اب دین کی سرابندی کے لئے جہاد

کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں متفق و مجتمع حالت میں نکلو۔ اور باقاعدہ اسلحہ جنگ سے لیس ہو کر۔

۴۲:۴ = لَيُبْطِلَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ - بَطَأٌ يَبْطِئُ تَبْطِئُ (تفعیل) يَطَأُ مادہ - لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے - اَبْطُؤْ - چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا - جملہ کے معنی یہ ہیں - اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خود بھی دیر لگاتے ہیں اور دوسروں سے بھی دیر لگواتے ہیں -

= شَهِيدًا ۱ - سے یہاں مراد موجود ہے -

۴۳:۴ = لَيَقُولَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد مذکر غائب - تو ضرور کہہ اُٹھے فعل بافاعل يَلِيْتَنِي عَظِيمًا - مفعول

= كَانَتْ لَكُمْ تَكُنْ مَوَدَّةً - لَيَقُولَنَّ اور يَلِيْتَنِي کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی جیسے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی یا باہمی محبت کا کوئی رشتہ تھا ہی نہیں - اور اسے محض اپنی خود غرضی ملحوظ ہے مومنوں سے اسے کوئی سروکار نہیں -

= مَوَدَّةً - مصدر - دوستی - محبت - دلی رغبت -

۴۴:۴ = فَلْيُقَاتِلْ - مُقَاتَلَةٌ (مفاعلة) مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - اس سے خطاب مومنین ہے جنہوں نے آخرت کے لئے اپنی دنیاوی زندگی بیچ دی فَلْيُقَاتِلْ پس چاہئے کہ لڑیں -

= وَمَنْ يُقَاتِلْ - میں فعل مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ کے ہے -

۴۵:۴ - مَا لَكُمْ - کیا ہو گیا ہے تمہیں - کیا وجہ ہے - یہ استفہام تحریر علی الجہاد کے لئے ہے یعنی جہاد میں براہِ نیختہ کرنے کے لئے ہے -

= وَالْمُسْتَضْعِفِينَ - اسم مفعول جمع مذکر (باب استفعال) سَبِيلِ اللّٰهِ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے - یعنی کہ تم جنگ کیوں نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور بے بس مرد - عورتوں اور بچوں (کی خلاصی) کے لئے - یہاں بے بس مرد - عورتیں اور بچوں سے مراد ہیں وہ جو مکہ میں مسلمان ہوئے اور مشرکین نے ان کو ہجرت سے روک رکھا - اور ان پر طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں کیں

۴۶:۴ = كِيدٌ - تدبیر - (خواہ اچھی ہو یا بری) چال - داؤ - کید (باب ضرب) مصدر مبغضی چال چلنا - تدبیر کرنا -

۴۷:۴ = كُفُّواْ - امر - جمع مذکر حاضر - اصل میں اَكْفُفُواْ بروزن اَلْصُّرُوْاْ - مقادیر - تم روکو -

كَفَّ يَكُفُّ - كَفُّوا أَيْدِيَكُمْ (عَنِ الْقِتَالِ) امام قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمن بن عوف الزہری - المقداد بن الاسود الکندی - قدامہ بن مظعون - سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی۔

ان حضرات کا تقاضا تھا کہ ان کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں اب جب کہ ان کی حالت بہتر ہو گئی ہے تو ان کو اپنے موذی دشمنوں کے ساتھ مقاتلہ کی اجازت دی جائے۔ لیکن چونکہ ابھی جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز اور روزہ پر زیادہ توجہ دینے کے لئے فرمایا کرتے تھے جو فرض کئے جا چکے تھے اور قتال سے منع فرماتے تھے۔

= كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ - جب ان پر جہاد فرض کیا گیا۔ اور مشرکین سے قتال کا حکم ہوا اور بدر کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم ہوا۔

= فَرَلِقُوا مِنْهُمْ - ان میں سے ایک فرق - ایک گروہ - سائے نہیں بلکہ ان میں سے ایک گروہ جو ایمان میں سنجیدہ نہ تھے

= بَخَشَوْنَ النَّاسَ - بَخَشَوْنَ جمع مذکر غائب خَشِيَ مصدر باب سمع ۱ سے لوگوں سے ڈرنے لگے۔ یعنی مشرکین سے مقاتلہ سے خوف کھانے لگے۔ فَرِيقًا لفظ واحد ہے لیکن معنی جمع ہے۔

= لَوْلَا - کیوں نہ - اَخَّرْتَنَا - تو نے ہمیں مہلت دی۔

= اَجَلٍ قَرِيبٍ - اجل مدت مقررہ کو کہتے ہیں موت کو اجل بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقت مقرر ہے الی اجل قَرِيبٍ - کچھ مدت تک - بھٹو اعرصہ اور۔

= فَتَيَلَّاهُ کھجور کی گٹھلی کے ریشے برابر - ملاحظہ ہو ۴۹: ۴۰۔

۷۸: ۴ = يُدْرِكُكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - اِذْ رَاكَ سے - پستریا ہوا۔

بلند - قَصِرَ مَشِيدٍ - (۲۲: ۴۵) بہت بلند محل - مُشِيدًا تَشِيدُ (تفعیل) سے اسم مفعول اونچے اور مضبوط بنائے ہوئے۔

= فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ - اس قوم کو کیا ہو گیا ہے، یہ کیسی ہے۔ مَا شَأْنُ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ

= لَا يَكَادُونَ - کَادَ يَكَادُ (فتح) کَوَدُ مصدر - کَادَ يَكَادُ - اگرچہ افعال تامہ ہیں لیکن استعمال میں ان کے بعد دوسرا فعل ضرور آتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو کَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

۸۰: ۴ = حَفِظًا - نگہبان - حفاظت کرنے والا - حَفِظَ سے بروزن فَعِيلٌ بمعنی 'فَاعِلٌ'۔

۸۱:۴ = طَاعَةٌ - اِیْ یَقُولُوْنَ مِنْ اَخْوَاهِمُ - یعنی منہ سے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں۔ طَاعَةٌ اسم معنی حکم داری۔ قبول کرنا۔ حکم ماننا۔ طَوْعٌ سے۔

= بَرَزُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ نکلتے ہیں بَرَزُوا سے باب نصر۔ جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ یعنی جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

= بَدَّيْتُ - اس نے رات کے وقت مشورت کی۔ یعنی تو ایک طائفہ (گروہ) رات بھر (آپ کے خلاف) ایسے مشوروں میں لگا رہتا ہے جو عِزَّ الَّذِیْ لَقَوْلُ ہے۔ یعنی جو وہ کہتا ہے (کہ ہم فرمانبردار ہیں) اس سے بالکل مختلف ہے۔ تقول میں ضمیر واحد مؤنث غائب طَائِفَةٌ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر واحد مذکر حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ طائفہ رات بھر مشورہ کرتا رہتا ہے ان باتوں کے خلاف جو آپ نے فرمائی ہیں۔

= یُبَدِّیْتُوْنَ - جو وہ رات بھر مشورہ کرتے ہیں۔

۸۲:۴ = لَوْكَانَ - اِیْ لَوْكَانَ هَذَا الْقُرْآنُ - اگر یہ قرآن ہوتا (اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے)

۸۳:۴ = اَمْرٌ - کے معنی حکم کے ہیں لیکن یہ جملہ اقوال و افعال کے لئے بھی عام ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ وَ اِلَیْهِ یَرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ (۱۲۳:۱۱) اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے امر۔ یعنی کوئی بات۔ کوئی معاملہ۔ اس کی جمع اُمور ہے۔ وَ اِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ - اس کا مطلب ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی خبر۔ کوئی امر، کوئی معاملہ (خواہ وہ امن کے متعلق ہو یا خوف کے متعلق) پہنچتا ہے۔

= اِذَا عُوْا بِہِ - وہ مشہور کر دیتے ہیں۔ اس کا تذکرہ عام کر دیتے ہیں۔ اس کو شہرت دیدیتے ہیں شاعت کر دیتے ہیں۔ افشا کر دیتے ہیں۔ اِذَا عُوْا۔ اِذَا عُدَّةٌ سے بمعنی شہرت دینا۔ خبر پھیلانا۔ اِذَا ظاہر کرنا۔ ذِیْعٌ مادہ۔

اُدْلِی الْاَمْرِ - صاحب الامر۔ حاکم باقتدار۔ ذمہ دار۔ حاکم۔ اہل عقل و بصیرت۔ اہل الرائے۔

وہم کبار الصحابة کابی بکر و عمر و عثمان و علی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

یعنی صحابہ کبار جیسے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

= لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ - لام تاکید کے لئے ہے۔ تو ضرور جان لیتے اس بات کو وہ جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں۔ عَلِمَ کا فاعل الَّذِیْنَ ہے۔ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں۔

= یَسْتَنْبِطُوْنَہُ - اِسْتَبْطَاطُ (استفعال) مصدر۔ جو اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ جو غور و خوض

لہ کے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ تو گویا اس صورت میں متعلقہ خبر اپنے صحیح اور اصلی روپ میں سامنے

آجاتی اور امن و خوف کی غلط کیفیت جو بغیر سوچے سمجھے لوگ خبروں سے اخذ کر لیتے ہیں پیدا نہ ہوتی۔

۸۴:۴ = فَقَاتِلْ - میں ف جزائیہ ہے۔ اور فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ جواب شرط ہے شرط محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اِنْ اَخْرَدَكَ وَتَرَكُوكَ وَحَدَّكَ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اگر (منافقین) تمہیں تنہا چھوڑ دیں تو تو اللہ کی راہ میں اکیلا ہی لڑ۔

= لَا تُكَلِّفُ اِلَّا نَفْسَكَ - تو صرف اپنی ذات کی حد تک مکلف (ذمہ دار) ہے۔

= حَرَضُ - امر واحد مذکر حاضر۔ تور غبت دلا۔ تو تاکید کر۔ تو تحریض دلا۔ تو ابھار۔ حَرَضُ عَلَى الْقِتَالِ

= عَسَى - عنقریب ہے۔ شباب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔

= عَسَى اَنْ يَّكُفَّ - ممکن ہے۔ یا توقع ہے کہ روک دے۔ کَفَّ مصدر۔ باب نصر۔

اَشَدُّ - افعِل التفضیل کا صیغہ۔ شدید تر۔

= بَأْسٌ - لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ زور۔ جنگ کی شدت۔ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جنگ کی

شدت کو روک دے۔ کیونکہ لڑائی کی شدت کے طور پر اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔

= اَشَدُّ تَنْكِيلًا - عذاب دینے۔ سزا دینے۔ یا صغیف و عاجز کر دینے میں اللہ تعالیٰ بہت سخت (اُن سے)

= يَشْفَعُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ جزم فعل بوجہ عمل مَنْ ہے۔ جو سفارش کرتا ہے جو معاونت کرتا ہے۔

= كِفْلٌ - حصہ۔ پورا پورا حصہ۔

= مُقَيَّنًا - اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْوَاتٌ مصدر۔ قُوْتُ - مادہ۔ قادر۔ نگران۔ محافظ۔ روزی دینے والا۔ بعض نے اس کا معنی شاہد بھی لیا ہے۔ یعنی اللہ ہر بات پر نظر رکھنے والا ہے۔

۸۶:۴ = حَيِّتُمْ - تمہیں دعا دی جائے۔ تمہیں سلام کیا جائے۔ تَحِيَّۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَيُّوْا - تم دعا دو۔ تم سلام کرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَسِبًا - حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ برونن فَعِلٌ بمعنی فاعل۔

۸۷:۴ = اَصْدَقُ - افعِل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ سچ بولنے والا۔ زیادہ سچا۔

= فَمَا لَكُمْ - کیوں تم میں۔ فی الْمُنَافِقِيْنَ - منافقوں کے بارہ میں۔ فَتَنِيْنٌ - دو گروہ۔ یعنی

کیا وجہ ہے کہ منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہوں میں ہو گئے ہو۔ بعض لوگ جنہوں نے اسلام

لَسَلَّطَهُمْ۔ اس نے ان کو زور دیا۔ ان کو مسلط کیا۔ سَلَّطَ (تفعیل) بمعنی غلبہ اور مسلط کرنا۔
یہاں تقویت قلب کے لئے آیا ہے۔ برائے ازالۃ المحصر (تنگ دلی۔ ذہنی کرب۔ حصر کی کیفیت)۔
مدارک۔ عبداللہ یوسف علی۔ الخازن۔

= فَلَقًا تَلَّوْكُمْ۔ عطف ہے لَسَلَّطَهُمْ پر یعنی اگر اللہ چاہتا تو وہ ان کو تمہارے ساتھ لڑنے کے
لئے تقویت قلب دیدیتا۔ اور وہ حصور اور بے یقینی کی کیفیت اپنے دل میں نہ پاتے۔ تو پھر وہ ضرور
تم سے قتال کرتے۔

بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے
لیکن یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ جب وہ مسلط ہی ہو گئے تو لڑنے کی کونسی گنجائش رہ گئی۔
ولو شاء الله..... فَلَقًا تَلَّوْكُمْ۔ جملہ معترضہ ہے۔

خدا نے مسلمانوں پر اپنی عنایت کا ذکر کیا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا
اور وہ مسلمانوں سے قتال کی اپنے میں ہمت نہ پاسکے۔

= فَإِنْ اعْتَذَرُوا۔ پس اگر وہ تم سے اعراض کریں۔ ایک طرف رہیں۔ کنارہ کش رہیں
(اعْتَذَرُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اعتزال (افتعال) مصدر۔ کُذ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= اسَلَّم۔ صلح۔ انقیاد۔ فرمانبرداری۔ اطاعت۔ تَسَلَّيْم سے بمعنی سپرد کرنا۔ اسم ہے۔
۹۱: ۴ = رُدُّوْا۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھرے گئے۔ رُدُّ سے باب نصر۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
كَلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ۔ جب کبھی حالات نے ان کو فتنہ کی طرف پھیرا۔ تو اُنْكِسُوا فِيْهَا۔
وہ سر کے بل اس میں جا گرے۔

اُنْكِسُوا۔ وہ الٹ دیئے گئے۔ اِنْكَاسٌ سے۔ سر کے بل اوپر سے نیچے الٹ دینا۔

ملاحظہ ہو ۴: ۷۴۔

اس جملہ میں اُنْكِسُوا۔ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔ بعض دفعہ فاعل کو اس تیزی و تندی
سے کرتا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت مجبور کر رہی ہے ورنہ وہ اپنے طور پر شاید اتنی
جلد بازی نہ کرتا۔ اس سے اس کی بے تابی اور شدت خواہش ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت لوط
کے قصہ میں۔ سورۃ ہود میں آیا ہے وَجَاءَكَ قَوْمُهُ يَهُرَعُونَ اِلَيْهِ (۱۱-۷۹) جب فرشتوں کو
انسانی شکل میں قوم لوط نے حضرت لوط کے ہاں دیکھا۔ تو اپنی مذموم خواہش کے زیر اثر وہ سر پٹ
اس طرف دوڑے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ آبلہ زیر پا ہیں اور کوئی اور طاقت ان کو اڑائے
لئے جارہی ہے اصل میں ان کی شدت خواہش ان کو بھگائے لئے جارہی تھی۔

اسی طرح آیت ہذا میں اُذْکُشُوا سے فی الحقیقت یہ مراد نہیں کہ ان کو کوئی اور مسلمانوں کے خلاف قتال میں حصہ لینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان کا ایمان تو سچی تھا۔ ان کے نہاں خانہ دل میں تو شرک اور کفر بسا ہوا تھا موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے خلاف جوش و خروش کے ساتھ ہر سر پیکار ہو گئے۔

= یَلْقُوا اور یُکْفُوا عطف ہیں یَحْتَرِلُوا پر۔ اس لئے لَمْ کا عمل ان ہر دو فعل پر ہے
= تَقِفْتُمُوهُمْ۔ تم پاؤ ان کو۔

= سُلْطَانًا مُّبِينًا۔ کھلا کھلا اختیار۔ پورا پورا اختیار۔

۹۲:۴ = تَحْرِيزُ۔ آزاد کرنا۔ مصدر ہے (تفعیل)

= رَقَبَةً۔ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر جملہ انسانی بدن کے لئے استعمال ہونے لگا (اردو زبان میں بھی گردن سے مراد جان یا جسم انسانی مراد لیا جاتا ہے پھر عرف عام میں غلام کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ تَحْرِيزُ رَقَبَةٍ۔ غلام کا آزاد کرنا۔

= دِيَّةٌ۔ خون بہا۔ اصل میں دَدَى دَدَى کا مصدر ہے اور دَدَى تھا۔ دَاو کو حذف کر آخر میں لائی گئی ہے۔ دیت میں سوا وٹ دیئے جاتے ہیں۔

= مُسَلَّمَةٌ۔ سالم۔ بے داغ۔ یعنی ایسے اونٹ جو بے داغ ہوں۔

= يَصَّدَّقُوا۔ تَصَدَّقَ يَتَصَدَّقُ۔ تَصَدَّقُ (تفعیل) مضارع۔ جمع مذکر غائب۔

وہ معاف کر دیں۔ اصل میں يَتَصَدَّقُوا تھا۔ تاء کو صاد میں مدغم کیا۔ اور مدغم فیہ کو شد دی گئی تَوْبَةً۔ مصدر منصوب۔ یعنی بطور توبہ کے۔ اللہ سے توبہ کرنے کے طور پر۔

۹۳:۴ = مُتَعَمِّدًا۔ تَعَمَّدُ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَمَدًا۔ جان بوجھ کر

= خَالِدًا۔ ہمیشہ رہیگا اس میں۔

= اَعَدَّ۔ اس نے تیار کیا۔ اِعْدَادٌ (افعال) تیار کرنا۔ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے

معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اعداد کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جائے

۹۴:۴ = فَتَبَيَّنُوا۔ تم تحقیق کر لو۔ تم کھول لو۔ تَبَيَّنَ (تفعیل) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

= تَبَتَّغَوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈتے ہو۔ اِبْتِغَاءٌ مصدر بغی مادہ۔ البغی کے معنی ہیں

کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا۔

= عَرَضَ۔ مال و متاع۔ سامان۔ اسباب۔ دنیاوی مال الْعَرَضُ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات

نہ ہو۔ دنیا کے لئے بولتے ہیں۔ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ۔ دنیا تو پیش افتادہ ساز و سامان کا نام

قرآن مجید میں آیا ہے تَرْيُدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (۸: ۶۴) تم لوگ پیش افتادہ ساز و سامان کے طالب ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

اور يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الدُّنْيَا (۴: ۱۶۹) وہ اس دنیا کے مال و متاع لیتے ہیں۔

عَرَضَ کے اور بھی معانی ہیں جو اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔

= كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ تَمَّ بھي تو پہلے ایسے ہی تھے یعنی ابتداء میں تمہاری بھی زبانی شہادت اسلام پر اعتبار کر لیا گیا تھا۔ قَبْلُ طرف زمان ہے طرف مکان بھی آتا ہے اس کو بَعْدُ کی طرف اضافت لازمی ہے جب بغیر طرف کے آئیگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔

= مَتَّ اللَّهُ۔ اللہ نے احسان فرمایا۔

= فَتَبَيَّنُوا ۱۔ کا لفظ دوبارہ قتل میں انتہائی احتیاط برتنے کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= شان نزول آیت نہا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کی قیادت میں کفار کے خلاف لشکر روانہ فرمایا۔ جب کفار کو خبر ملی تو وہ سب بھاگ گئے۔ مرد اس نامی ایک شخص جو مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ اپنے مال مولیشی کے ساتھ وہیں ٹھہرا رہا جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہوں نے نعرہ بکیر بلند کیا۔ مرد اس نے بھی جواب میں اللہ اکبر کہا۔ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ان کے پاس آگیا اور السلام علیکم کہا۔

لیکن حضرت اسامہؓ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا ریوڑ ہانک کر مدینہ لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو رنجیدہ خاطر ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۹۵: ۴۔ اَنْتَاعِدُونَ۔ بیٹھنے والے۔ یعنی جو جہاد پر نہ گئے اور پیچھے گھروں میں بیٹھے رہے۔

= غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ۔ ماسوائے معذوروں کے عذر خواہ بیماری کے سبب ہو۔ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے۔

= كُلًّا۔ ہر ایک کے لئے۔ سب کے لئے۔ یعنی سب مسلمانوں کے لئے خواہ وہ قاعدوں میں سے ہیں یا مجاہدین میں سے۔ ہر ایک فریق کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اچھے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے قاعدین پر اور ان کو اجر عظیم دے گا۔

كُلُّ۔ لفظ واحد ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے۔ واحد جمع۔ مذکر مؤنث۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ كُلًّا بوجہ فعل وَعَدَا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

۴: ۹۷ = اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ - بے شک وہ لوگ جن کی روحوں کو فرشتوں نے قبض کیا۔

یہ آیت ان مسلمان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو بلا کسی معذوری یا مجبوری کے اپنے عزیز و اقارب اور مال و جائیداد کی وجہ سے مکہ میں ہی رہ گئے جب کہ ہجرت اس وقت فرض تھی۔ فرشتوں اور ان کے درمیان یہ مکالمہ ہوا۔ جب فرشتے ان کی روحيں قبض کر رہے تھے = تَوَفَّيْتُمُ - ان (فرشتوں کی جماعت) نے ان (کی روحوں) کو قبض کیا۔ اس نے ان کو اٹھایا وہ ان کو قبض کرتی ہے۔ تَوَفَّيْتُ فعل ماضی بھی ہو سکتا ہے اور فعل مضارع بھی۔ تَوَفَّيْتُ سے قبض کرنا۔ مضارع کی صورت میں اصل میں تَتَوَفَّيْتُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔ صیغہ واحد مؤنث غائب باب تفعیل۔ لفیف مفروق۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= ظَالِمِي - اصل میں ظَالِمِيْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع گر گیا۔ ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کے دشمن۔

تَوَفَّيْتُمُ کی ضمیر مفعول هُمْ سے حال ہے یعنی درآں حالیکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ یا کر رہے ہوں گے۔

= قَالُوا - کہیں گے فرشتے۔ فَيَمَّ كُنْتُمْ - تم کس شغل میں تھے۔ تمہارے کیا طور طریقے تھے یعنی تم نے ہجرت کیوں نہ کی۔

= قَالُوا - کہیں گے وہ لوگ۔ كُنَّا مُسْتَضْعِفِيْنَ فِي الْاَرْضِ - ہم وہاں ہجرت سے مجبور و معذور تھے = قَالُوا کہیں گے فرشتے۔ اَلَمْ تَكُنْ - - - - - فِيْهَا - کیا اللہ کی زمین اتنی فراخ و وسیع نہ تھی کہ تم وہاں سے دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔

= فَاُولٰٓئِكَ - پس یہی لوگ ہیں۔

= مَا دَرَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانہ۔ ان کا مقام سکونت۔ مَا دَرٰی اسم ظرف بھی ہے اور مصدر بھی۔

= مَصِيْرًا - اسم ظرف۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرار گاہ۔ ٹھکانہ۔

۴: ۹۸ = الْمُسْتَضْعِفِيْنَ - جو درحقیقت مجبور و معذور تھے۔ مُسْتَضْعِفِيْنَ - کمزور۔ ناتواں ضعیف لوگ۔

= لَا يَسْتَطِيعُوْنَ حِيلَةً - کسی حیلہ و چارہ کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔

= وَلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا - اور نہ (باہر نکلنے کی) کوئی راہ تلاش کر سکتے تھے۔

۴: ۱۰۰ = سَعَةً - کثاشش - وسعت - فراخی - طاقت - پہنچ - وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اول سے واؤ کو حذف کر کے آخر میں اس کے عوض تار لائے ہیں جیسے عِدَّةٌ (وعدہ) زِنَّةٌ (وزن)۔

سَعَةً کا استعمال مقامات کے لئے بھی ہوتا ہے اور حالت کے لئے بھی۔ اور فعل کے لئے بھی چنانچہ مقام کے بارہ میں ارشاد ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسِعَةً (آیت ہذا) کیا اللہ کی زمین اتنی کشادہ نہ تھی۔ حالت کے بارہ میں ہے لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ (۶۵: ۷) اور صاحب دولت اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے۔ فعل کے بارہ میں ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۲۵۵: ۲) اور اس کی حکومت آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے (یہاں کثاشش رزق مراد ہے۔)

— مُرَاغَمًا - صاحب کشف نے مراغم کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ مراغمہ کا معنی ہجرت گاہ یا ہجرت کا راستہ ہے۔ المنجد میں اس کے معنی بھاگنے کی جگہ - قلعہ - جائے پناہ - (یعنی اس کو بہت جگہیں ایسی مل جائیں گی جہاں وہ پناہ لے سکے)۔

= يَذْرِكُهُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - اِذْ ذَاكَ سے (موت) اس کو آپکڑے۔ ۴: ۱۰۱ = ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ - (جب) تم زمین میں سفر کرو۔ ضَرْبٌ فِي الْمَاءِ پانی میں تیرنا۔

= تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ - تم قصر کرو نماز میں۔ یعنی نماز کو مختصر کر لو۔

= يَفْتِنَكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - كُمْ ضمیر مفعول - جمع مذکر حاضر - فَتَنٌ وَفُتُونٌ مصدر باب ضرب۔ کہ تم کو پریشانی میں ڈال دیں گے۔ مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔

آیت ہذا میں کلام اِنْ خِفْتُمْ..... كَفَرُوا۔ کلام ماقبل سے منفصل ہے اور کلام مابعد سے متصل۔ اس صورت میں یہ شرط ہے اور جواب شرط اس کے بعد محذوف یعنی "تو بھی قصر نماز کر لو۔ اور اگر اس کو کلام ماقبل کے ساتھ لیا جائے تو مطلب ہے کہ "تم قصر نماز کر سکتے ہو جب تم حالت سفر میں ہو اور حیب دشمنوں کی طرف سے تکلیف و گزند کا اندیشہ ہو۔

بہر کیف بحالت سفر اور بحالت خوف کفار۔ دونوں حالتوں میں قصر جائز ہے۔

۴: ۱۰۲ = وَلْيَاْخُذُوا اَسْلِحَتَكُمْ - (اور چاہئے کہ وہ پکڑے رکھیں اپنے ہتھیار) اس گروہ کے

لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع نماز میں نماز کے لئے کھڑا ہوا ہے۔

= فَاِذَا سَجَدُوا - (پس جب یہ پہلا گروہ سجدہ کر چکے) فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّرَائِكُمْ (تو یہ پیچھے

چلے جائیں حفاظت کرنے کے لئے)

= لَمْ يُصَلُّوا۔ (جس دوسرے گروہ نے ابھی نماز پڑھنا شروع نہیں کی)

= اَمْتَعْتِكُمْ۔ تمہارا ساز و سامان۔ مَتَاع کی جمع۔

= يَمِيلُونَ۔ مضارع۔ مِيلٌ مصدر ضرب، وہ حملہ کر دیں گے۔

= مَيْلَةً وَاحِدَةً۔ یکبارگی حملہ کرنا۔ مَالٌ يَمِيلُ (ضَرْبٌ) جھک جانا۔ ادھر ادھر مڑ جانا۔ مَالٌ عَلٰی

حملہ کرنا۔ مَالٌ عَنْ۔ اعراض کرنا۔ کنارہ کشی کرنا۔ وَمَالٌ اِلٰی۔ کسی کی طرف رغبت کرنا۔

= تَضَعُوا۔ تم اتار رکھو۔

= حِذْرَكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ تمہارے بچاؤ کا سامان۔ اپنا بچاؤ ملحوظ رکھو۔

۴: ۱۰۳ = اِطْمَأْنَنْتُمْ۔ تم مطمئن ہو جاؤ۔ تم مطمئن ہو گئے۔ اِطْمِئْنَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب

= مَوْقُوتًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ دَقْتُ۔ مصدر۔ وقت مقرر کیا ہوا۔ یعنی جس کا وقت مقرر شدہ ہے

کِتَابًا مَّوْقُوتًا۔ ایک فرض جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے

۴: ۱۰۴ = لَا تَهْنُؤْا۔ تم سست مت ہو جاؤ۔ تم کمزور دل نہ ہو جاؤ۔ دَهْنٌ۔ سے فعل نہی جمع

مذکر حاضر۔

وَلَا تَهْنُؤْا..... القوم = دشمن قوم کو ڈھونڈھ نکالنے اور اس کا مقابلہ کرنے میں بزدلی نہ دکھانے

= تَكُونُوا تَأْلَمُونَ۔ تم درد مند ہوتے ہو۔ تم تکلیف پاتے ہو۔ اَلَمٌ سے، درد۔ تکلیف۔

مضارع جمع مذکر حاضر۔ (یعنی اگر تم کو دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا تعاقب کرنے میں دکھ یا تکلیف

پہنچتی ہے تو ان کو بھی تمہاری طرح تم سے مقابلہ کرنے سے ویسی ہی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے)

= اَدَاكَ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے۔ یعنی جو حقیقت حال کا علم خدا نے تمہیں عطا کیا ہے

= وَلَا..... خَصِيمًا۔ ای ولا تکن خصیما للخاصین۔ اور خیانت کرنے والوں کے

لئے جھگڑا کرنے والا۔ یا طرداری کرنے والا نہ بن۔

لَا تَكُنْ۔ فعل ناقص۔ لَا تَكُنْ کی ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اسم لا تکن۔ خصیماً خبر۔

۴: ۱۰۵ = لَا تُجَادِلْ۔ تو مت جھگڑ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جَدَلَ مادہ۔ باب مفاعلة

مُجَادَلَةٌ سے۔

= خَوَّانًا۔ بہت زیادہ خیانت کرنے والا۔ بڑا دغا باز۔ خِيَانَةٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔

= اَثِمًا۔ گنہگار۔ اَثِمٌ بمعنی اَثِمٌ۔ فَعِيلٌ بمعنی فاعل۔

= يَسْتَخْفُونَ۔ وہ چھپتے ہیں۔ وہ چھپ رہے ہیں۔ اسْتَخَفَّاءُ۔ (اسْتَفْعَالٌ) مصدر خفی مادہ

يُبَيِّتُونَ - بَيَّيْتُ مصدر باب - تفعیل - رات کو سوچتے ہیں۔ رات کو سوچتے اور تبیریں کرتے ہیں۔ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ - ایسی باتیں سوچتے اور کہتے ہیں جن پر خدا راضی نہیں ہے۔ مُحِيطًا - اسم فاعل - مفرد احاطۃ مصدر - ہر طرف سے گھیرے ہوئے۔ پورا پورا قابو رکھنے والا۔ ہر طرح سے جاننے والا۔ یہاں احاطۃ علمی مراد ہے۔

۱۱۲: ۴ = يَرْمِي - رَمَى يَرْمِي (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب - رَمَى مصدر - اس کی تہمت لگائے۔ الزام لگائے۔ يَرْمِي میں ۵ ضمیر خطیئة اور اثم کی طرف راجع ہے يَرْمِي اصل میں يَرْمِي تھا۔ مَنْ شَرَّطِيہ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔ = بَرِيئًا - بے تعلق - بے گناہ۔

ثُمَّ يَرْمِي بِهٖ بَرِيئًا - پھر اس گناہ کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دیتا ہے۔

= اِحْتَمَلَ - اس نے اٹھالیا اِحْتَمَالَ سے بمعنی برداشت کرنا۔ اٹھانا۔

فَقَدْ اِحْتَمَلَ بُهْتَانًا ذَا اِثْمٍ مُّبِينًا تو اس نے بہتان اور ایک صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھالیا ۱۱۴: ۴ = نَجَّوْهُمُ - اسم نکرہ۔ سرگوشی۔ سرگوشی کرنے والے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف مضاف الیہ۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ ن ج و ہے۔

الْكَبْوَةُ - بلند جگہ۔ جگہ جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔

نَجْوَةٌ - کسی کو علیحدہ بلند مقام پر چھوڑنے کے بھی ہیں۔ نَجَّيْتُہ کے معنی سرگوشی کرنے کے ہیں۔ یا اپنے مجید کو دوسروں پر افشاء ہونے سے بچانے کے ہیں۔ اس سے اِسْتِنَجَاء ہے۔ استنجاء کرنے اور رفع حاجت کے لئے علیحدہ جگہ تلاش کرنا۔ گویا ہر صورت میں علیحدگی اور خلوت کا مفہوم غالب ہے۔

= لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ - ان کے اکثر خفیہ مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں۔

= اَلَا..... بَيِّنَ النَّاسِ - ہاں وہ جو (ایسے مشوروں میں) صدقہ خیرات کی تلقین کرے۔ یا نیکی و محبت کی بات کہے یا لوگوں میں اصلاح کی بات کہے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ایسے خفیہ مشورے خیر سے خالی نہیں کہلائے جائیں گے۔ یہاں اَمَرَ بمعنی ترغیب و تلقین ہے۔

۱۱۵: ۴ = يُشَاقِقُ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ - يُشَاقِقُ ہوا۔ ق ثانی بوجہ حرف مابعد کے ساتھ وصل کے لئے مکسور ہوا۔ جو مخالفت کرتا ہے شِقَاقٌ مصدر باب مفاعل سے ہے شَقَّ (مضاعف) کے معنی طرف - ضد - مخالفت - ٹکڑہ۔

= نُوَلِّہ - جمع متکلم مضارع ۵ ضمیر مفعول راجع الی مَنْ تولیۃ مصدر باف تفعیل - ہم بھیر دیں گے۔

اُسے۔ ہم اس کو مختار بنا دیں گے۔

= مَا تَوَلَّى۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ وہ متولی ہوا۔ وہ پھر گیا۔ تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) نَوَلَّیْہِ مَا تَوَلَّى۔ جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے ہم اسے ادھر ہی جانے دیں گے۔

= نُصَلِّیْہِ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِصْلَآءُ مصدر۔ باب افعال سے۔ صَلَّیْ مادہ اصل میں نُصَلِّیْہِ تھا جواب شرط کی وجہ سے ی گزرتی۔ ہم اس کو داخل کریں گے۔ ہم اس کو آگ میں پھینکیں گے۔

۴: ۱۱۷ = اِنَّ۔ نافیہ ہے۔

= اِنَّشَا عورتیں۔ اُنْثٰی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ معبودانِ باطل کو اناث کہا ہے کیونکہ مشرکین اپنے بتوں کو انواع و اقسام کے زیوروں سے آراستہ کرتے اور ان کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ جیسے لات، منات، عزیٰ۔ نالہ۔ یہ سب مونث نام ہیں۔

۲۔ ضحاک کا بیان ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہِ الہی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انہوں نے خوبصورت شکل میں ان کے مجسمے تراشے اور کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے وَجَعَلُوا لِلْمَلَائِكَةِ الذِّیْنَ اِنَّشَا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں۔ عورتیں قرار دیا۔

۳۔ راعب اصفہانی فرماتے ہیں۔ معبودانِ عرب (لات و منات و عزیٰ وغیرہ) چونکہ پتھروں سے بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے منجملہ جہادات تھے اور بقول حسن بصریؒ جس کو ابن جریر اور حاتم نے نقل کیا ہے۔ بے جان چیز جس میں روح نہ پائی جائے۔ اناث میں شامل ہے لہذا یہ پتھر کے بت جو سراسر منفعل اور غیر فاعل ہیں یعنی یہ اثر تو قبول کر لیتے ہیں لیکن موثر ہونے کی ان میں ذرا بھی اہلیت و قوت نہ ہے کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔

= مَرِيْدًا۔ صفت مشبہ۔ سرکش۔ ہر خیر سے خالی۔ مارد۔ متمرّد۔ اطاعت سے خارج۔

۴: ۱۱۸ = لَعَنَهُ اللّٰهُ۔ میں ہُوَ ضمیر شیطان کی طرف راجع ہے اور قال فعل کا فاعل بھی شیطان ہی ہے۔ لَا تَخِذْ۔ مضارع واحد متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ اتخاذاً دافتعال سے۔ بہت سی چیزوں میں سے کسی ایک کو لینا۔ یا اختیار کرنا۔ یعنی میں ضرور لوں گا۔

= نَصِيْبًا مَّفْرُوضًا۔ نَصِيْبًا حصّہ۔ مفروضاً کاٹ کر الگ کیا ہوا۔ مقرر شدہ۔ یعنی تیرے بندوں ایک معتد بہ حصّہ کاٹ کر ضرور ہی اپنی طرف کر لوں گا۔

= لَا ضِلَّكُمْ۔ میں ان کو ضرور مہکاؤں گا۔ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔ اِضْلَالٌ۔ سے۔

== لَا مَنِّنَهُمْ۔ باب تفعیل۔ میں ان کو (طرح طرح کی) امیدیں دلاؤں گا۔
تَعْنِيهِ تَمَنِّيَّةٌ۔ مَنِّي يُمَنِّي۔ آرزو دلانا رغبت دلانا۔
== لَا مَوْنَهُمْ۔ میں ان کو ضرور حکم دوں گا۔ امّو سے

== لَيُبْتَلُنَّ۔ بَتَّكَ يُبَتِّكَ (تفعیل) کاٹنا۔ کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرنا۔ چیرنا یُبَتِّكُنَّ
۱۲ اَذَانُ الْاَنْعَامِ۔ وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ (کفار عرب اس اونٹنی کو جو پانچ بچے
جنتی اور پانچواں نہ ہوتا تو اس کے کان چھید کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ اور اس سے کسی قسم کا کام نہ
لیتے۔ یہ بھی شرک کی ایک شکل ہے

وَلَا مَوْنَهُمْ فَلَيُبْتَلُنَّ اَذَانُ الْاَنْعَامِ۔ میں ان کو شدت یا اصرار سے حکم دوں گا اور اس کے
نتیجہ میں وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ ف پچھلے فعل کے نتیجہ کو ظاہر کرتی ہے۔
== وَلَا مَوْنَهُمْ فَلَيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ۔ اور میں ان کو حکم کروں گا پس وہ ضرور ہی اللہ کی بنائی
ہوئی مخلوق کی شکلیں بگاڑیں گے۔

تغییر (تفعیل) غَيَّرَ يُغَيِّرُ بگاڑنا۔ بدلنا۔ مسخ کرنا۔ یہ صورت کا بگاڑ یا مسخ کرنا جسمانی بھی
ہو سکتا ہے۔ مثلاً پہرہ داروں کی آنکھیں نکالنا۔ عورتوں کا بال کٹا کر اپنی نسوانیت کو بگاڑنا وغیرہ
(یہ بگاڑ غیر فطری استعمال مخلوق بھی ہو سکتا ہے) مثلاً جانوروں کے ساتھ خواہش رانی کرنا یا مردوں کے ساتھ
صاحب کشاف کی تشریح کے مطابق دین اسلام جو دین فطرت ہے اس میں رد و بدل اور کاٹ پھاٹ
کرنا وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۰: ۴ = لَعِدُهُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ وَعْدٌ وَعِدَةٌ۔ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہم ضمیر مفعول
جمع مذکر غائب وہ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ وہ ان کو ڈراتا ہے
== يُمَيِّنُهُمْ۔ اور غلط امیدیں دلاتا ہے جھوٹی آرزوئیں پیش کرتا ہے۔
== غُدُوْرًا۔ دسوکہ۔ قریب

۱۲۱: ۴ = مَحِيْصًا۔ جاسکے پناہ۔ بچ نکلنے کی جگہ۔ حَاصٌ يَحِيْصُ (اجوف یا ئی) باب ضَرْبَ
بچنا۔ الگ ہونا۔ مَن حَاصٍ عَنِ الشَّرِّ سَلَمٌ۔ جو برائی اور شر سے الگ رہا وہ محفوظ رہا۔ مَحِيْصٌ
اسم ظرف مکان۔ بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ۔
۱۲۲: ۴ = جَعَلْتُ اِی فِیْ جَدَّتِ۔

== قِيْلًا (اپنی) بات میں کلام میں۔ قول میں۔

۱۲۳: ۴ = اَمَّا نِيَّتُكُمْ۔ اَمَانِي۔ اُفْنِيَّةٌ کی جمع۔ تمہاری ٹھہرائی ہوئی امیدیں۔ تمہارے خیالات

کے اندازے۔ اس میں خطاب بت پرستوں سے ہے۔

= لَيْسَ کا اسم محذوف ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ لَيْسَ الْأَمْرُ مَنُوطًا بِمَا فِيكُمْ أَيُّهَا الْمُشْرِكُونَ۔ اے مشرکوبات (یعنی انجام کار) تمہاری امیدوں پر منحصر نہیں ہے۔

۱۲۴:۴ = نَفِيرًا۔ کھجور کی گھٹلی کے اوپر کا چھلکا بمعنی ذرہ برابر۔

۱۲۵:۵ = أَحْسَنُ۔ بہتر۔ افعِل التفضیل کا صیغہ۔

= مَنْ أَحْسَنُ۔ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی بہتر نہیں ہو سکتا بلحاظ دین کے۔۔۔۔ الخ۔

= مَنْ أَسْلَمَ دَجَعَهُ لِلَّهِ جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

= حَنِيفًا۔ ایک طرف ہونے والا۔ حَذَفُ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ حق پکڑ لے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ خنیف کہلائے۔ حَنِيفًا حال ہے اس کا ذوالحال وہ شخص ہے جس نے ملت ابراہیمی کی پیروی اختیار کی۔ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ اور جس نے تمام ادیان باطلہ کو چھوڑ کر صرف دین ابراہیمی کا اتباع کیا۔

۱۲۶:۴ = مُحِيطًا۔ ملاحظہ ہو ۱۰۸:۴۔ یہاں احاطہ قدرت مراد ہے۔

۱۲۷:۴ = يَسْتَفْتُونَكَ = مضارع جمع مذکر غائب۔ اسْتَفْتَاءٌ۔ مصدر كَ تَمِير مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ آپ سے فتویٰ لیتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اسْتَفْتَاءٌ کسی مشکل بات کا حل دریافت کرنا۔ اِفْتَاءٌ کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنا۔ ف ت ی حروف مادہ۔

= يُفْتِيكُمْ۔ وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ تم کو مشکل بات کا حل بتاتا ہے اِفْتَاءُ اِفْعَال سے واحد مذکر غائب۔ تَوْغِبُونَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم رغبت کرتے ہو۔ رَغْبَةٌ مصدر مضارع جمع مذکر حاضر۔ رَغِبَ اِلَيْهِ طلب یعنی خواہش کرنا۔ و رَغِبَ عَنْهُ تَرْكُهُ متعمداً۔ کسی چیز کو عمداً چھوڑ دینا۔ اس کی طرف رغبت نہ رکھنا۔ اس آیت کی ترکیب میں حسب ذیل ملحوظ رہیں۔

يُفْتِيكُمْ (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔ مشکل بات کا حل بتاتا ہے ان باتوں میں۔

يُفْتِيكُمْ۔ (۱) فِيهِمْ اِی فی النِّسَاءِ۔ (جن کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔ يُفْتِيكُمْ (محذوف)

رَب (ب) فِي يَتَامَى النِّسَاءِ..... تَنكِحُوهُنَّ۔ يُفْتِيكُمْ (محذوف)

(ج) فِي الْمُسْتَضْعِفَاتِ مِنَ الْوِلْدَانِ يُفْتِيكُمْ (محذوف)

يُفْتِيكُمْ (محذوف) (د) فِي آتٍ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ۔

= يَتَامَى النِّسَاءِ (مضاف مضاف الیه) بیوہ عورتوں کے یتیم بچے۔ ای اَوْلَادُ النِّسَاءِ بعض نے اس کا مطلب النساء الیتامی (موصوف و صفت) یتیم لڑکیاں لیا ہے۔

= تَرْغَبُونَ۔ کا صلہ عَنْ یَا اِلٰی یَا فِی مذکور نہیں لہذا۔ تَرْغَبُونَ عَنْ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ کا مطلب ہوگا جن سے تم نے نکاح کرنا نہیں چاہتے (بوجہ ان کے عدم حُسن اور عدم مال و دولت کے) اور تَرْغَبُونَ اِلٰی یَا فِی اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ کا مطلب ہوگا جن کے ساتھ تم نکاح کی خواہش رکھتے ہو (بوجہ ان کے حُسن اور مال و دولت کے)

= تَرْغَبُونَ کا عطف تَوْتُونَ پر بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کی تفسیر ہوگی وَلَا تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ اور نہ تم خواہش رکھتے ہو ان کے ساتھ نکاح کی۔

یتامی النساء اور مستضعفین کے متعلق احکام سورۃ النساء سورۃ ہذا کے رکوع ۱ و ۲ میں ارشاد فرمائے ہیں۔ وَمَا يَتْلُو مِنْهُ مِنْ عِلْمٍ مَا تَكِ اصْلُ اسْتِفْءَا کا جواب نہیں ہے بلکہ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِ (کہہ دے اے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کہ (ابھی) اللہ تعالیٰ تم کو ان عورتوں کے بارہ میں بتاتا ہے) یہ کہہ کر لوگوں کی توجہ سابقہ احکام کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے۔ جو اسی سورۃ کے آغاز میں یتیم لڑکیوں کے متعلق بالخصوص اور یتیم بچوں کے متعلق بالعموم فرمائے گئے تھے اس سے یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یتیموں کے حقوق کی کتنی اہمیت ہے

۱۲۸:۴ = یہاں سے اصل استفاء کا جواب شروع ہوتا ہے۔

= بَعْلُهَا۔ اس عورت کا خاوند۔

= نَشُوْرًا۔ مصدر۔ منصوب نکرہ زسر۔ ضرب زیادتی۔ ناموافقت۔ شوہر کی طرف سے نشوز سے مراد ہے کہ عورت کو ذلیل سمجھ کر۔ ہمبستری ترک کر دینا۔ یا مصارت کم کر دینا۔ لاپرواہی۔ بدسلوکی = اِعْرَاضًا۔ بے رُخی۔ کنارہ کشی۔ رد گردانی۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے دوسری طرف مائل کر دے۔ یعنی جھکا دے وہ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ کنایۃً حرج اور مضائقہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔

= خِلَافَ جُنَاحٍ عَلَیْهِمَا۔ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

= يُصْلِحًا۔ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں۔ مضارع منصوب تنبیہ مذکر غائب۔ اِصْلَاحٌ سے اُحْضَرَتْ۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِحْضَارٌ سے جس کے معنی سامنے کرنے کے ہیں ماضی مجہول واحد

مَوْنَت مَاتَب -

= اَلشُّحَّ - خود غرضی - کنجوسی - بخل - حرص - راغب لکھتے ہیں کہ شح وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو - خود غرضی - یہ مصدر ہے اور ابواب - سمع - ضرب - نصر - تینوں سے آتا ہے وَمَنْ يُؤْتِ شُحَّ نَفْسِهِ (۹: ۵۹) اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا وَأُحْصِرَتِ اِلَا نَفْسُ الشُّحِّ - اور طبائع تو خود غرضی کی طرف مائل ہوتی ہیں -

= وَاَنْ تُحْسِنُوْا - اور اگر تم احسان کرو - یہاں خطاب صرف مردوں سے ہے کہ وہ احسان کریں اور نہ ترقی سے کام لیں - کیونکہ بحیثیت قَوَّامُوْنَ عَلٰی النِّسَاءِ کے اس پر فرض ہے بھی زیادہ نادمہ ہوتے ہیں اور اسی سے عالی ظرفی اور جذبہ فیاضی کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے - ۱۲۹: ۴ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوْا - تم ہرگز نہیں کر سکتے - تم ہرگز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے - طوع ماذہ - لَا يَسْتَطِيعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ (۴۳: ۲۱) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں -

= اَنْ تَعْدِلُوْا - کہ تم عدل و انصاف کر سکو - پورا پورا انصاف کر سکو -

= فَلَا تَمِيلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ - مَالٌ يَمِيلُ مَيْلًا - مَالٌ عَلٰی - مخالفت کی طرف مائل ہونا - یعنی مکمل بے تعلقی اختیار کر دو - مَالٌ اِلٰی - کسی سے رغبت کی خاطر اس کی طرف مائل ہونا - مَالٌ عَنْ - روگردانی کرنا -

یہاں صلہ چھوڑ دیا گیا ہے - جس سے محانی میں وسعت پیدا ہو گئی ہے - اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ تم بالکل ایک بیوی کی طرف ازراہ محبت مائل نہ ہو جاؤ - یا یہ کہ تم بالکل ایک بیوی کے خلاف ہو یہ نفرت نہ ہو جاؤ - دونوں بیک وقت بھی یہ حالتیں بعید از قیاس نہیں کہ ایک کی طرف تو شدت کی رغبت ہو اور دوسری کی طرف شدت نفرت لیکن عبارت مابعد کا فریہ بتا رہا ہے کہ یہاں تَمِيلُوْا عَلٰی کے صلہ کے ساتھ ہے - یعنی ایک بیوی سے مکمل کنارہ کشی اور قطع تعلقی اختیار نہ کر دے اسے لٹکتا چھوڑ دو - یعنی نہ تو اس کی بیوی کی حیثیت ہے نہ مطلقہ کی -

= تَذَرُوْهَا - تم اس کو چھوڑ دو -

= اَلْمُعَلَّقَةِ - اسم مفعول واحد مَوْنَت - تَعْلِيْقُ مصدر - باب تفعیل لٹکانی گئی - نہ ادھر نہ ادھر - نہ بیوی بن کر رہنے کے قابل اور نہ آزاد کہ نکاح ثانی کر سکے -

۱۳۰: ۴ يَتَفَرَّقَا - وہ دونوں الگ ہو جائیں -

= يُغْنِي اللّٰهُ - يُغْنِي اصل میں يُغْنِي مٹا - جواب شرط کی وجہ سے ی گئی - اَعْنٰی يُغْنِي اِعْنَآءُ (افعال) اللہ اس کو بے احتیاج بنادے گا - محتاج نہ رکھیگا - بے نیاز کر دیگا -

= مِنْ سَعَةٍ - وسعت بخشش سے - یعنی اللہ خود ان کی ضروریات کو پورا کر دے گا -

سَعَةٌ - وسعت - گنجائش - کشائش - فراخی - وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر

۴: ۳۱ = وَصَيْنَا - ماضی جمع متکلم - تَوْصِيَةٌ سے (باب تفعیل) ہم نے حکم دیا -

۴: ۱۳۲ = وَكَيْلًا - صفت مشبہ - کارساز - مددگار - نگہبان -

۴: ۱۳۵ = قَوَّامِينَ - جمع قَوَّامٌ واحد - اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی ہیں - انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے -

= الْقِسْطُ - اسم مصدر - انصاف - یہ ظلم اور جور کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اگر باب ضَرْبَ (قَسَطَ يَقْسِطُ - قَسَطًا وَقَسُوطًا سے آئے تو معنی ہوتے ہیں حق سے تجاوز کرنا - حق کے خلاف کرنا - صفت قَاسِطٌ سے - جس کی جمع قَاسِطُونَ وَقَسَّاطٌ ہے اگر باب افعال سے آئے تو بمعنی انصاف کرنا - عدل کرنا کے ہیں -

پہلی مثال - وَامَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا - (۲: ۱۵) اور جو دوسروں کا حق مانتے والے ہیں - وہ درزخ کا ایندھن بنے - یہاں مراد راد حق سے مڑ جانے والے بھی ہیں -
دوسری مثال - وَاقْسِطُوا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - (۹: ۴۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے -

كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ - اِی كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْعَدْلِ فِي جَمِيعِ الشَّهَادَاتِ لَوَجْهِ اللّٰهِ - یعنی ہر شہادت میں خدا کی رضا کی خاطر عدل و انصاف کرنے والے بنو -

= اِنْ يَكُنْ - خواہ وہ مشہود علیہ ہو یعنی وہ فریقِ حبس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہو - خواہ وہ امیر ہو یا غریب -

= اَدُلِّيْ بِهَمَّا - اَدُلِّيْ - اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے - زیادہ لائق - زیادہ مستحق - زیادہ قریب - وَدُلِّيْ سے -

جب اس کا صلہ لام واقع ہو - تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے - اس صورت میں خرابی اور بُرائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے - مثلاً قرآن مجید میں ہے اَدُلِّيْ لَكَ فَادُلِّيْ - (۲۴: ۴۵) کم بختی ہو تیرے لئے کم بختی -

فَاللّٰهُ اَدُلِّيْ بِهَمَّا - اللہ ان دونوں کا بہتر خیر خواہ ہے - (یعنی غنی کا بھی اور فقیر کا بھی) - یعنی تم کو ان کی خیر خواہی کی خاطر جھوٹی گواہی دینے کی ضرورت نہیں - تم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کا

يَخُونُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ الخ۔

سورۃ الانعام مکی ہے اور یہ ہدایت مشرکین مکہ کی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کے متعلق ہے جہاں میں وہ آیات الہی پر نکتہ چینی کرتے تھے۔

موجودہ سورۃ النساء میں کم و بیش یہودیوں کی ایسی ہی مجالس میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے جو اپنی ان مجلسوں میں آیات الہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور انکار کرتے تھے۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔

= اِذَا سَمِعْتُمْ کے لفظی معنی ہیں جب تم سنو۔ لیکن اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب تم دیکھو۔ کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور مذاق اڑایا جا رہا ہے تو فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔

= يَخُونُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب اصل میں يَخُونُونَ تھا۔ حتیٰ حرف جر کے بعد ان مقدمہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ وہ مشغول رہیں (ایسی باتوں میں۔ خَوْضٌ مصدر باب نصر۔ = حَتَّى يَخُونُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ۔ (ان کے پاس مت بیٹھیں) اس وقت تک کہ وہ۔ (یہ کفر و استہزاء چھوڑ کر) کسی دوسری بات کو چھڑیں۔

۴: ۱۴۱ = يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ۔ انتظار کر رہے ہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گذرتی ہے (نیکی یا بدی کا میابی یا ناکامی) یعنی تمہارا کیا انجام ہوتا ہے۔ تَرَبَّصٌ (تَفَعُّلٌ) سے۔

= الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ کا عطف نِ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ (آیت ۱۳۹) پر ہے اور منافقین متذکرہ آیہ ۱۳۸ کے متعلق ہے لہذا فعل بَشِّرُوا (آیت ۱۳۸) کا اطلاق الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ اور الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ پر ہوگا۔ یعنی اے نبی علیہ السلام ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت فرمادے۔ جنہوں نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور جو تمہاری ناکامی یا ناکامیابی پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کس طرح ہر دو صورت میں مالی فائدہ حاصل کیا جائے۔

= قَالُوا۔ ای المنافقین یعنی یہ منافقین تم سے کہتے ہیں

= اَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ شریک جنگ تھے ہمیں بھی مال غنیمت سے حصہ ملنا چاہئے۔

= اَلَمْ نَسْتَحْوَذْ عَلَيْكُمْ۔ نفی جہد بلم کا صیغہ جمع متکلم۔ اسْتَحْوَذْ (استفعال) مصدر کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے۔ اسْتَحْوَذَ الْعِذْرُ عَلَى الْاِثْنَانِ۔ گور خر گدھی پر غالب آ گیا یعنی گدھے

کا مادہ خر کی پشت پر چڑھ کر (جیسا کہ جفتی کی صورت میں ہوتا ہے) دونوں جانب سے قابو میں کر لینا
حَوْذُ مَادَّة

= نَمْنَعُكُمْ مِّنْ - اِی الْمَنْعِ نَمْنَعُكُمْ مِّنْ - کیا نہیں بچایا تھا ہم نے تم کو (مومنوں) سے
کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہ کی تھی۔

۴: ۱۴۲ = یُخَذُّ عُوْنٌ - وہ فریب کرتے ہیں وہ دھوکہ دیتے ہیں - مُخَادَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ)
مصدر - اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے
پھیر دینا جس کے وہ در پے ہو۔

= یُخَذُّ عُوْنُ اللّٰہِ - یہ (اپنے زعم میں) خدا کو حکم دیتے ہیں - یہاں اللہ کو دھوکہ دینا اس کے
رسول اور صحابہ کو فریب دینا مراد ہے۔

دَهْوَحَاذِعُهُمْ - (وہ انہیں کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے) بعض نے اس کے معنی کئے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دے گا۔ بعض نے کہا ہے کہ مقابلہ اور مشاکلہ کے
طور پر کہا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت دَمَكُوْا وَاَمْکُرَا اللّٰہُ (۵۴: ۳) میں ہے
(مشاکلہ - مقابلہ - علم بدیع کی معانی خوبیوں میں سے دو خوبیاں ہیں۔

مقابلہ - دو یا دو سے زائد متوافق معنی کو لاکر ہر ایک کے مقابل کو ذکر کر دیا جائے ترتیب کے ساتھ
مشاکلہ - شئی کو ایسے لفظ کے ساتھ ذکر کرنا جو اس کے لئے موضوع نہ ہو اس کے غیر کی صحبت
میں واقع ہونے کی وجہ سے۔

= کُسَالٰی - کَسَلَانٌ کی جمع ہے سُسْت کاہل - جس کام میں سستی نہ کرنی چاہئے اس
میں سستی کرنے کو کَسَل کہتے ہیں - کَسِلَ یُکْسِلُ (سمع) سستی کرنا - مَبْشَلُ سُكَارَى
سُكْرَانٌ۔

= یُرَاءِدُنَ - مضارع جمع مذکر غائب - مُرَاءَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مصدر (رَأَى) سے
(مہموز العین اور ناقص یائی) وہ دکھا دے کرتے ہیں - وہ ریا کاری کرتے ہیں - وہ دکھلاتے ہیں
(لوگوں کو)

یا سَرَأٰی یَرٰی سے مضارع مجہول ہے وہ دیکھے جاتے ہیں - یا کہ وہ دیکھے جائیں لوگوں سے
یعنی لوگ انہیں دیکھیں - (عبداللہ یوسف علی)

۴: ۱۴۳ = مِّنْ بَدَنِیْنَ - اَلَّذِیْ بَدَنٌ - اصل میں معلق چیز کی ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں
پھر بطور استفادہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مِّنْ بَدَنِیْنَ

بَلَيْنَ ذَلِكَ یعنی ہمیشہ مضطرب رہتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی طرف اور کبھی کفار کی طرف۔
 ذَبْذَبَ فَلَانٌ تَرَدَّدَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ وَلَا تَثْبُتُ صُحْبَتُهُ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا
 دو امور یا دو آدمیوں کے درمیان حالت تردد میں ہونا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ
 ثابت قدم نہ ہونا۔

۱۴۴:۴ = سُلْطَانًا۔ سلطان۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ دلیل۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ حکومت
 سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ اسی معنی میں ارشاد الہی ہے۔ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا
 بِسُلْطَانٍ ط (۳۳:۵۵) نہیں نکل سکتے تم بدوں سند کے۔ کبھی اس سے مراد معجزہ لیا جاتا
 ہے۔ جیسے اِذَا ارْسَلْنَاهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبٰیِّنٍ ط (۳۸:۵۱) اور جب بھیجا ہم نے ار
 کو فرعون کے پاس کھلی سند دیکر۔ (یہاں مراد معجزہ بھی لیا جاسکتا ہے۔ اور کھلی دلیل بھی۔)
 یہاں واضح دلیل مراد ہے۔ یعنی کفار کے ساتھ اس قسم کے قریبی تعلقات اور پختہ مراسم
 منافقت کی کھلی دلیل ہیں۔ اس کے بعد اگر تم پر اللہ تعالیٰ کی گرفت آئے تو تم کو گلہ شکوہ کیسے
 ۱۴۵:۴ = الدَّرَكُ۔ طبقہ۔ درجہ۔ الدَّرَكُ اور الدَّرَكُ دونوں لغتیں ہیں۔
 بلند کی طرف جو یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو اہل عرب درجات کہتے ہیں اور پستی
 کی طرف یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو دَرَكَات کہتے ہیں۔ جہنم کے مختلف طبقات۔
 (درکات) علی سبیل التنزیل یہ ہیں۔

(۱) جہنم۔ (۲) لفظی۔ (۳) حطہ (۴) سعیر ۵۱۰ سقر (۶) جحیم (۷) ہاویتہ۔ سب سے نیچے منافقوں کا
 یہی ٹھکانہ ہے۔

۱۴۷:۴ = مَا۔ استفہامیہ ہے۔ اِیۡ اِنَّہٗ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الشَّاکِرِ الْمُؤْمِنِ
 یعنی اللہ تعالیٰ شکر گزار اور مؤمن بندے کو عذاب نہ دے گا۔
 کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے گا اور تم شکر گزار اور مؤمن ہو۔
 = شَاکِرًا۔ قدر شناس۔ قدر دان۔

پَارَہُ
لَا یُحِبُّ اللّٰهُ
(۶)
النِّسَاءَ وَالْمَاۤئِدَةَ

۱۴۸:۴ = لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ

لَا يُحِبُّ فعل نفی مضارع - اللَّهُ فاعل الْجَهْرَ مفعول

= الْجَهْرَ - مصدر - زور سے کہنا - ظاہر کرنا - اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کے کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جہر ہے جَهْرَ (فتح) جَهْرًا و جَهْرًا و جَهْرَةً - جَهْرًا بِالْأَمْرِ - اعلان کرنا جَهْرًا بِالْقَوْلِ - آواز بلند کرنا - جَهْرًا الصَّوْتِ - آواز اٹھانا - كَلَّمْتُهُ جَهْرًا و بِالْجَهْرِ میں نے اس سے کھلے اور صاف الفاظ میں بات کی -

لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَرَى اللَّهَ جَهْرَةً - (۵۵:۲) کہ جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں تم پر ایمان نہیں لائیں گے - اَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً (۱۵۳:۴) ہمیں نمایاں اور ظاہر طور پر خدا دکھا دو -

لَا يُحِبُّ اللَّهُ کا مفعول ہے الْجَهْرَ بِالشَّوْرِ - بری چیز کا کھلم کھلا علی الاعلان اظہار - مِنَ الْقَوْلِ - کلام - زبانی - یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی بری بات علی الاعلان برملا کہی جائے = إِلَّا مَنْ ظَلَمَ - إِلَّا حرف استثناء - بعض کے نزدیک إِلَّا مَنْ ظَلَمَ میں استثناء منقطع ہے اور اس صورت میں إِلَّا مَنْ ظَلَمَ کا مطلب ہوگا فَلَا يُؤْخَذُ اللَّهُ بِالْجَهْرِ بِهٖ - البتہ مظلوم کے بری بات برملا کہنے پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائے گا -

اور بعض کے نزدیک یہ استثناء متصل ہے - اور اس میں مضاف محذوف ہے - اور آیت کی تقدیر یوں ہے - لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالشَّوْرِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا جَهْرًا مَنْ ظَلَمَ - یعنی سوائے مظلوم کے ظالم کو علانیہ بُرا کہنے کے اللہ تعالیٰ کسی کو پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی کو علانیہ بُرا کہے -

= سَمِيعًا - مظلوم کے شکوہ کو سننے والا ہے

= عَلِيمًا - ظالم کے ظلم کو بخوبی جاننے والا ہے -

۱۴۹:۴ = تَبَدُّدًا - مضارع جمع مذکر حاضر اصل میں تَبَدُّدٌ تھا - اِنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا - اِبْدَاءً سے - تم ظاہر کرو -

= تَعْفُوًا عَنِ - عَفْوٌ سے جمع مذکر حاضر - یہ بھی اصل میں تَعْفُوَةٌ تھا - اِنْ شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا - عَفَا عَنْ - معاف کرنا - سزا نہ دینا - تَعْفُوًا عَنِ - تم برائی کو معاف کر دو - تم درگزر کرو - تم برائی کی سزا نہ دو -

= عَفْوًا - بروزن فَعُولٌ عَفْوٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے - اور عَفْوٌ کے معنی برائی سے یا گناہ سے درگزر کرنے کے ہیں - عَفْوًا - بہت زیادہ معاف کرنے والا - یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے

۱۵۱:۴ = حَقًّا - بِمَعْنَى يَقِينًا - وَرَحِيقَتِ.

۱۵۳:۴ = تَنْزِيلٌ - تَنْزِيلٌ مُضَارِعٌ كَاصِيغَةٍ وَاحِدَةٍ مَذْكُورَةٍ تَوَاتَرًا لَائَةً - تَوَاتَرًا لَائَةً
تَنْزِيلٌ بَرُوزٌ تَفْعِيلٌ - تَرْتِيبٌ اُورِیْکے بَعْدِ دِیْکَرے تَفْرِیق سے نازل کرنا - اُتارنا - تَنْزِيلٌ
مَنْصُوبٌ لِوَجْهِ اَنْ نَاصِبٌ هے .

= الصَّعِقَةُ - سَجَلِی کی کڑک - صَاعِقَةُ کے اَصْلُ مَعْنٰی فِضَا میں سَخْتِ آواز اور ہولناک دھماکہ کے
ہیں - پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور نقصان کا
سبب بن جاتی ہے اور کبھی اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے - لہذا ان آثار کی وجہ سے صَاعِقَةُ
بمعنی آگ - عذاب - موت تینوں طرح قرآن میں مستعمل ہے مثلاً وَیُوسِلُ الصَّوَاعِقُ (۱۳: ۱۳) اور
وہی بجلیاں بھیجتا ہے - اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (۱۳: ۴۱) میں تم کو
مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ (عذاب) آیا تھا - اور فَاخْذُتْكُمْ الصَّاعِقَةُ
(۲۴: ۵۱) سو تم کو (ایک ہولناک کڑک کے نتیجہ میں) موت نے آپکڑا - صَاعِقَةُ یَا تَوَصَّعَتْ
یَصَعَعَتْ (سَمِعَ) کا مصدر ہے، بے ہوش ہونا - یَا صَعَعْتُ سے بمعنی مذکور اسم فاعل کا صیغہ واحد
مؤنث ہے - بے ہوش کرنے والی -

= بِظُلْمِهِمْ - اِیْ بِسَبَبِ ظُلْمِهِمْ - یعنی بسبب ان کے ظلم کے -

= ثُمَّ اتَّخَذُوا النَّجْلِ - کے بعد اِلَیْہَا مَحْذُوفٌ ہے یعنی اس کے بعد انہوں نے بچھڑے
کو (اپنا معبود) بنالیا -

= عَجَلٌ - بچھڑا - گو سالہ - گائے کا بچہ - امام ابو منصور ثعالی نے فقہ اللغة میں گائے بیل کی عمر کے
لحاظ سے تین الفاظ استعمال کئے ہیں - (۱) عَجَلٌ بچہ الشبوب جوان - ۳ - فَارَضٌ عمر رسیدہ
= اَلْبَیِّنَاتُ - یعنی الدلائل الواضحات صریح اور واضح دلیلیں مثلاً عصا - ید بیضاء
سمندر کا مچھٹ جانا -

= سُلْطَانًا مُّبِينًا - روشن معجزات - واضح دلائل - یارب ودیدہ - واضح غلبہ -

۱۵۴:۴ = رَفَعْنَا - باب فتح - رَفَعَ سے ماضی جمع متکلم - ہم نے بلند کیا - ہم نے اٹھایا -

= وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ - ہم نے بلند کیا ان کے اوپر کوہ طور کو - ان کے سروں پر کوہ طور کو
معلق کر دیا - (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان کے اوپر کھڑا کر دیا - کہ ان پر سایہ فگن ہو گیا تاکہ وہ ڈر جائیں اور
نقض عہد سے باز رہیں (الخازن) پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورت حال

پیدا کر دی گئی تھیں کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پہاڑ ان کے اوپر آ پڑے گا۔

عہد سے مراد وہ میثاق ہے جو کوہ طور کے دامن میں بنی اسرائیل کے نمائندوں سے لیا گیا تھا۔ (تفہیم القرآن مودودی)

اور ہم نے کوہ طور کی بلندیوں کے دامن میں ان سے عہد لیا تھا۔ (عبداللہ یوسف علی) صاحب المفردات لکھتے ہیں :-

الرَّفْعُ - (فتح) کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ یہ کبھی تو مادی چیز کو جو اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ہو اسے اس کی جگہ سے اٹھا کر بلند کرنے پر بولاجاتا ہے جیسے فرمایا دَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ (۱۶۳: ۲) اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر لاکھڑا کیا۔ یا آیت ہذا۔ اور اللہ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا - (۲: ۱۳) اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جس نے آسمان کو بدوں کسی سہارے کے جسے تم دیکھ سکو اونچا بنا کھڑا کیا۔

اور کبھی ناموری اور شہرت ذکر بلند کرنے کے لئے۔ جیسے فرمایا دَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۴: ۹۴) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آوازہ بلند کیا۔

اور کبھی مرتبہ کی بلندی بیان کرنے کے لئے جیسے نَرَفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأُ (۷۶: ۱۲) اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں۔

= بِمِيثَاقِهِمْ - میں ب سبب ہے۔ یعنی بِسَبَبِ اخَذِ مِيثَاقِهِمْ - ان سے پختہ وعدہ لینے کے لئے۔ الميثاق - پختہ عہد و پیمان جو قسموں کے ساتھ ہو کر کیا گیا ہو وثق سے۔ = لَا تَعْتَدُوا - فعل نہی تم تعدی نہ کرو۔ تم تجاوز نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ عَدُوٌّ سے باب نصر۔

= السَّبْتِ - روزِ شنبہ۔ سینچر کا دن۔ اہل یہود کے نزدیک سینچر کا دن متبرک اور تعظیم کا دن تھا۔ اور اس دن وہ اپنے کام کاج سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ یہودیوں کا عزت و حرمت کا دن انگریزی اور عبرانی شبات کا عربی مترادف۔

اس روز ان پر بعض کام کرنے اور بعض نہ کرنے کے احکام عائد تھے۔ اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ سبت کے روز احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ حدود جو مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔

= مِيثَاقًا غَلِيظًا - پختہ وعدہ۔ غَلِيظٌ غَلِيظَةٌ صفت مشبہ سخت۔ شَدِيدٌ الغِلْظَةُ - بمعنی موٹاپن۔ گاڑھاپن۔ سخت پن۔ مثلاً فَاسْتَغْلَظَ فَاَسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقَيْهِ (۲۹: ۴۸) پھر

مولیٰ اور سخت ہوئی۔ اور پھر اپنی نال (تنے) پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۴: ۱۵۵ = فَبِمَا۔ میں ب سببیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور مازائدہ ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ۔ نقض مصدر نقض سے معنی توڑ دینا۔ نقض مضاف ہم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے توڑ دینے کی وجہ سے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ میں تقدیر عبارت یوں ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ لَعَنَهُمُ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت مسلط کر دی اور کُفَرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ اور قَتْلِهِمْ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ اور قَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ پر ہے۔ یعنی وہ ہماری لعنت کے نیچے اس واسطے بھی آگئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا اور (گستاخانہ) یہ بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑھے ہوئے = غُلْفٌ جمع۔ اس کا واحد اَغْلَفٌ ہے اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔ اَغْلَفٌ وہ چیز ہے جو کسی غلاف میں بند ہو۔ قُلُوبُنَا غُلْفٌ یعنی ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں تمہاری نصیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے۔

= بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا۔ جملہ معترضہ ہے اور ان کے قول قُلُوبُنَا غُلْفٌ کے جواب میں آیا ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر کیا بند ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے (بوجہ ان کے کفر کے) اس لئے ان میں محوڑے ہی ہوں گے جو ایمان لائیں گے۔

= طَبَعَ۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے چھاپ لگادی۔ اس نے مٹھہ لگادیا۔ (باب فتح) سے صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۴: ۱۵۶ = وَبِكُفْرِهِمْ۔ کا عطف بھی فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ آیت ماقبل پر ہے اسی طرح وَقَوْلِهِمْ..... دَسُّوا اللَّهَ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ پر ہے۔ یعنی وہ بدیں سبب بھی مورد لعنت ہوئے کہ انہوں نے پیہم کفر کا ارتکاب کیا۔ (یعنی پہلے حضرت موسیٰ کا اور پھر حضرت عیسیٰ کا اور انہوں نے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا) اور حضرت مریم پر بہتان عظیم باندھا۔ ۴: ۱۵۷ = وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ کا عطف حسبِ بَالَا فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ پر ہے۔

= مَا قَتَلُوهُ۔ سے لے کر آیت ۱۵۹ تک جملہ معترضہ ہے۔

= مَا صَلَبُوهُ۔ مَافیہ ہے۔ صَلَبُوا صَلَبٌ سے (باب ضرب) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے،
 ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے انہوں نے اس کو سولی نہیں چڑھایا تھا۔
 الصلب هو تعلیق الانسان للقتل۔ کسی انسان کو لٹکا دینا تاکہ وہ مرجائے یہ صلب ہے،
 = شُبَّہ۔ وہی صورت بنا دی گئی۔ مانند کر دیا گیا۔ تَشْبِیْہٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو کسی چیز کے
 مانند کر دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

وَلَكِنْ شُبَّهَ لَهُمْ۔ بلکہ سولی چڑھانے کا معاملہ ان پر مشتبہ کر دیا گیا۔ ان کو یوں معلوم ہوا کہ
 انہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھا دیا۔ لیکن حقیقت میں حضرت عیسیٰ کو وہ نہ قتل کر سکے اور نہ
 ہی سولی پر چڑھا سکے۔ محض مصلوب کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی
 = وَانَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا..... اِلَّا اَتَّبَعَ الظَّالِمُ يَ اَن اخْتَلَفَ كَرَنے والوں کے متعلق ہے
 جو عیسائی تھے اور ان میں آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر کوئی متفق
 علیہ قول نہیں بلکہ ان میں بیسیوں اقوال ہیں جن کی کثرت اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل
 حقیقت ان کے لئے بھی (یعنی نصاریٰ کے لئے بھی جنہوں نے یہود کے دعویٰ قتل و تصلیب پر
 پراعتبار کر لیا ہے) مشتبہ ہی رہی۔ کوئی فرقہ ان میں سے کہتا ہے کہ جس شخص کو صلیب پر چڑھایا
 وہ مسیح نہ تھا۔ بلکہ ان کی شکل کا کوئی اور آدمی تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا تو مسیح کو ہی تھا مگر ان
 کی وفات صلیب پر نہ ہوئی تھی۔

اور کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر موت مسیح کے جسم انسانی کی واقع ہوئی تھی مگر الوہیت کی روح جو
 اس میں تھی وہ اٹھالی گئی۔

اور کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد مسیح علیہ السلام جسم سمیت زندہ ہوئے اور پھر جسم سمیت
 اٹھائے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

= وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا۔ ان کی مندرجہ بالا غلطیوں کا قرآن حکیم نے ازالہ کر دیا۔ کہ یقیناً انہوں نے
 حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بس یہ حقیقت ہے اور پھر اس کی مزید تصریح کر دی بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ
 اِلَيْهِ۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف (جسمانی طور پر زندہ) اٹھالیا۔

۱۵۸:۴ = رَفَعَهُ کی مزید تشریح کے لئے دَفَعْنَا ۴: ۱۵۴ کے تحت ملاحظہ ہو۔

۱۵۹:۴ = اِنْ نَافِیَہ ہے۔

= بِہ قَبْلَ مَوْتِہ۔ میں ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جب حضرت عیسیٰ زمین پر نزول فرمائیں گے تو ان کی طبعی موت سے قبل تمام اہل کتاب (یہودی

اور عیسائی (جو اس وقت موجود ہوں گے۔ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوں گے۔

بعض کے نزدیک اس کا مرجع اہل کتاب میں سے کا ہر فرد ہے لیکن اکثر مفسرین پہلے ہی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

۱۶۰: ۴ = فَيُظْلَمُ میں باء سببیہ ہے۔

= لِيَصِدَّ هُمْ - صَدَّ - رُكْنَا - رُكْنَا - صَدَّ لِيَصِدَّ (نَصَرَ) کا مصدر۔ ان کے (لوگوں کو اللہ کے راستے سے) روکنے کی وجہ سے۔

= كَثِيرًا - نَاسًا كَثِيرًا - (بہت لوگوں کو) جیسی ہو سکتا ہے۔ اور صَدَّ اَكْثَرًا - (کثرت سے روکنا) بھی۔

۱۶۱: ۴ = نَهَوْا - نَهَى سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ ان کو منع کیا گیا۔ ان کو روکا گیا۔

نَهَى يَنْهَى (فتح) وَنَهَى يَنْهَى نَهَوْا - اصل میں نَهَيْتُمْ اَتَتْهَا - ماقبل مکسور کی وجہ سے یا پر ضمہ دشوار تھا۔ اس لئے یہ ضمہ ماقبل کو دیا۔ اب ہی اور وَ ساکنین ہونے کی وجہ سے ہی گر گئی۔

= جو چیزیں باوجود پہلے حلال ہونے کے اب اہل یہود پر حرام کر دی گئی تھیں ان کی دیوتاہات یہ چار جرائم تھے۔ ان کا ظلم کرنا۔ لوگوں کو راہ حق سے روکنا۔ سود کھانا۔ اور لوگوں کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔

۱۶۲: ۴ = لَكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ - میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیہ ۱۶۰ میں الَّذِينَ هَادُوا کی طرف راجع ہے۔

= يُؤْمِنُونَ کا فاعل رَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ اور الْمُؤْمِنُونَ ہیں۔

= الْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ - نماز کو عزم و اہتمام کے ساتھ پڑھنے والے۔ مُقِيمِينَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔

= الْمُقِيمِينَ کا عطف الْمُؤْمِنُونَ پر ہے۔ نحوی قاعدہ کے مطابق الْمُقِيمُونَ ہونا چاہئے تھا اسے اپنے معطوف علیہ کے خلاف اعراب کیوں دیا گیا۔ اس کے متعلق علماء نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ توجیہ ہے جو سیوریہ نے کی ہے۔ کہ مُقِيمِينَ پر نصب تعظیم کی وجہ سے ہے۔ اور اس نے اس کی کئی مثالیں بھی دی ہیں و ہذا اصح ماقبل فیہ (قوٹی)

= اُولَئِكَ سَنُوْا فِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا - (یہی لوگ جنہیں ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے) اشارہ اُولَئِكَ کے مشارِ الیہم لَا سِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ - الْمُؤْمِنُونَ - مُقِيمِينَ الصَّلَاةَ - مُؤْتُونَ

الزَّكَاةَ - الْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ - هِيَ -

= مُؤْتُونَ - اسم فاعل جمع مذکر مانر - الْمُؤْتَى واحد اِيتَاء مصدر باب افعال - ینے دئے ۔
ادا کرنے والے ۔

۴: ۱۶۳ - اَوْحَيْنَا - ہم نے وحی بھیجی - ہم نے حکم بھیجا - اِنْجَاء - اَفْعَالُ - سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم وَحًی مصدر - اشارہ سے بتانا - اشارہ سے بات کرنا - دل میں بات ڈالنا - لغت عربی میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا (۱۹-۱۱) پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ خدا کو صبح و شام یاد کرتے رہا کرو۔

لیکن اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے مثلاً ۱:- بطریق الہام کسی چیز کو دل میں ڈال دینا - جیسے وَادَّخِينَا إِلَى أُمِّ مُوسَىٰ إِنَّ ادْخِيلِيهِ (۲۸: ۴) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

(۲) اپنے طبعی اور غیر فطری فرائض کی انجام دہی کے لئے فطری طور پر ہدایت خالق کی طرف سے ہوتی ہے اور اسے وحی تسخیری بھی کہتے ہیں - جیسے وَادَّخِيَ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ (۱۶: ۲۸) اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا۔

(۳) کسی کو پراسرار طریقہ پر کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (۶: ۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) جنوں اور انسانوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنادیا وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔

۴- شریعت میں کلمہ الہیہ کو وحی کہا جاتا ہے جو انبیاء و اولیاء کی طرف القاء کیا جاتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں - مثلاً فرمایا:-

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ (۲۲: ۵۱) اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ خدا اس سے بات کرے - مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے - یا کوئی فرشتہ بھیج دے - تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القاء کرے۔

الہام کی مثال اُمِّ مُوسَىٰ کے بارہ میں اوپر گزر چکی ہے۔
وحی کی دوسری دو قسمیں بذریعہ فرشتہ یا از پس حجاب بلا واسطہ یہ دونوں انبیاء کے لئے

جیسے ارشاد ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ (۲۵۵:۲) اور وہ اس کی منشاء کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔) یہاں بھی علم سے مراد اللہ کا خاص علم ہے جو صرف وہی جانتا ہے۔ اور صرف اسی قدر اپنے بندوں کو دیتا ہے جتنا کہ وہ خود چاہے۔
۱۶۷:۴ = صَدُّوا - صَدُّ سے انہوں نے روکا۔

۱۶۹:۴ = يَسِيرًا - آسان - سہل - يُسْرًا مادہ - صفت مشبہ واحد مذکر منصوب۔
۱۷۰:۴ = وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ مَافِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

اِنْ تَكْفُرُوا کے بعد فَهُوَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَتَضَرَّرُ بِكُمْ۔ اگر تم انکار کرو گے یا کفر کرو گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے وہ تمہارے کفر و ایمان سے بالاتر ہے اور تمہارے کفر سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔
۱۷۱:۴ = لَا تَغْلُوا - فعل نہی - جمع مذکر حاضر غُلُوٌّ (باب نصر) تم مبالغہ مت کرو۔ تم حد نہ بڑھو۔ تم زیادتی مت کرو۔

= عَلَى اللَّهِ - عَلَى اکثر استعلاء کے معنوں میں آتا ہے جیسے حُمِلَ عَلَى الدَّابَّةِ - جانور پر لا دیا گیا۔ يَا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

لیکن یہاں صرف متعلق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

= كَلِمَتُهُ - صاحب ضیاء القرآن نے کلمہ کی بڑی اچھی اور عام فہم تشریح کی ہے۔

فرماتے ہیں کلمہ کا لغوی معنی تو ہے مَا يَنْطِقُ بِهِ الْإِنْسَانُ جس کے ساتھ نطق کیا جائے یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق حقیقی معنوں میں نہیں ہوتا بلکہ مجازاً ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وجہ مجاز کیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمہ کے اطلاق کی وجہ یہ ہے کہ ہر مولود کے دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی تخلیق سے متعلق ہو اور وہ اپنی زبان قدرت سے کُنْ فرما کر اذنِ ظہور دے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مادہ منویہ شکم مادر میں قرار پکڑے اور وقت معین گزرنے کے بعد اس کی ولادت ہو۔

پہلا سبب اگرچہ حقیقی ہے لیکن نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس لئے اسے سبب بعید کہہ لیجئے۔ اور دوسرا سبب کیونکہ عادی اور عام ہے اور اسے ہر ایک جانتا ہے مومن ہو یا غیر مومن اس لئے اسے سبب قریب کہہ لیجئے۔ اب یہاں دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ سبب قریب

یعنی ماد، منورہ موجود نہیں۔ اس لئے اس پر سبب بغیر یعنی کلمہ کُن کا اطلاق کر دیا۔ اور آپ کو کَلِمَةُ اللَّهِ یا کَلِمَةُ مَنَّہ کہہ دیا۔ اور عربی لغت میں سبب کا اطلاق سبب پر عام ہوتا ہے جیسے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا انا دعوة ابی ابراہیم یعنی میں اپنے پدر بزرگوار ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ حالانکہ آپ دعا نہ تھے دعا کا جواب تھے۔ دعا ابراہیمؑ کی چونکہ آپ کی تشریف آوری کا سبب بنی تھی اس آپ پر دعا کا اطلاق کر دیا۔

نیز کلمہ کا لفظ بشارت اور آیت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا رہتا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ وہ بشارت ہیں جو حضرت مریم کو دی گئی۔ یا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیت (نشانوں میں سے ایک روشن نشانی) ہیں۔

== دُوحٌ مِّنْہُ - ضیاء القرآن میں ہے: روح کا معنی ہے مابہ الحیاء جس کے ساتھ زندگی قائم ہو۔ اور زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ حسی اور معنوی۔ حسی زندگی وہ ہے جس کے ذریعے چلنا پھرنا۔ بولنا سُننا۔ سمجھنا یاد کرنا وغیرہ قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں اور معنوی زندگی وہ ہے جس سے مکارم اخلاق رحم۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے قرآن حکیم کو بھی کئی بار روح کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حیات معنوی کا سبب ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۵۲:۲۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر روح یعنی قرآن نازل کیا حضرت مسیح کیونکہ حیات حسی اور معنوی دونوں کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کو بطورِ مبالغہ روح یعنی سراپا روح کہہ دیا۔ جیسے ہم بہت کسی کو بصورت انسان کو حُسنِ مجسم کہہ دیتے ہیں۔

المفردات میں ہے۔ کبھی روح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے۔ جیسے شعر ہے :-

وَقُلْتُ لَهُ ادْفَعْهَا اِلَيْكَ وَاَحْيِهَا

بِرُوحِكَ وَاَجْعَلْ لَهَا قِيْتَةً قَرَرًا

تو میں نے کہا اسے اٹھاؤ۔ اور قدرے نرم پھونک مار کر اسے سلگاؤ اور اس میں تھوڑا سا ایندھن ڈال دو۔

کبھی روح کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ زندگی۔ حرکت۔ منافع کا حصول اور مضرات سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ آیت کریمہ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (۸۵:۱۷) اور تجھ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو اُن سے کہہ دیجئے یہ میرے پروردگار کا حکم ہے۔

روح کے دیگر معانی۔ روح۔ جان۔ بھید کی بات۔ فیض غیبی بھی ہیں۔

کبھی روح کو آل کے ساتھ بطور معرفت حضرت جبریل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ (۷۰: ۴) فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت جبریل کو رُوحُ الْقُدُس (۲: ۸۷) اور رُوحُ الْاَمِين (۲۶: ۱۹۲) سے بھی ذکر کیا ہے۔

== مِنْهُ۔ اس سے۔ روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جزئیت کی نہیں بلکہ تشریف اور تفضیل کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا اس چیز کے لئے شرف اور فضل کا اظہار ہے۔ اور ایسی اضافت کا استعمال قرآن حکیم اور کلام عرب میں عام ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ شیطان کو فرماتے ہیں۔ اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (۱۵: ۴۲) یعنی میرے بندوں پر تو قابو نہیں پاسکتا۔ بندے تو سب اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ مومن ہوں کافر ہوں۔ نیک ہوں یا بُد۔ لیکن اطاعت شعار بندوں کی اضافت اپنی طرف کی اور ان کو اپنا مخصوص اور مخلص بندہ ہونے کا شرف بخشا۔

یہاں بھی رُوحُ مِنْهُ یا روح اللہ کہہ کر اس خصوصی شرف و مقبولیت کا اظہار مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارگاہِ الہی میں حاصل ہے مِنْهُ کے لفظ سے یہ کہنا کہ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اللہ کی جزء ہیں بالکل ناحق ہے۔ کیونکہ آپ اس طرح جزئیت ثابت کرنے پر بضد ہوں تو پھر اس میں حضرت عیسیٰ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی کیونکہ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف موجود ہے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (۱۵: ۲۹) میں نے اپنی روح آدم میں بھونکی۔ صرف آدم ہی نہیں بلکہ تمام اولاد آدم کے متعلق ارشاد ہے ثُمَّ جَعَلْنَا نَسْلَهُ مِنْ سُلاٰلَةٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (۲۲: ۸: ۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ آدم کو مادہ منور سے تخلیق کر کے اور اس کے اعضاء درست کر کے اس میں اپنی روح بھونکی۔ صرف آدم اور بنی آدم ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کا جزو ماننا پڑے گا۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے وَسَخَّوْكُمْ مَّاءًا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (۲۵: ۱۳) اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مطیع کر دیا۔ لہذا مِنْ رُّوْحِيْ۔ مِنْ رُّوْحِهِ۔ مِنْهُ کے الفاظ سے کسی چیز کی جزئیت ثابت نہیں ہوتی۔ (ضیاء القرآن)

== اَلْقٰهَا۔ اس کو ڈالا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ کلمہ کی طرف راجع ہے۔

== ثَلَاثَةٌ۔ تین۔ اسم عدد ہے اشارہ ہے عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث کی طرف۔

== اِنْتَهُوْا۔ تم رک جاؤ۔ تم چھوڑ دو۔ اِنْتَهَاءُ (اِنْتِعَالٌ) سے جس کے معنی جس کام سے منع کیا جائے

اس سے باز رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۱۴۲:۴ = لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ - اسْتَنْكَافٌ سے مضارع نفی تاکید بَلَنْ باب استفعال سے

صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ہرگز نہ۔ عار نہیں سمجھے گا۔ وہ ہرگز حقیر سمجھ کر سرتابی نہیں کرے گا۔

وَمَنْ يَسْتَنْكِفَ - مضارع مجزوم بالشرط۔ جو عار کرے گا۔ یا جو حقیر سمجھ کر سرتابی کر لے گا۔ جو حقیر سمجھ کر غرور کے ساتھ سرتابی کرے گا۔

۱۴۳:۴ = فَيُؤْثِقُهُمْ - تَوْثِيَةٌ (تفعیل) سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

غائب۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا۔

= اُجُوزُهُمْ - ان کا حق ان کا بدلہ۔ اُجُوزٌ جمع ہے اُجْرٌ کہ مفعول بہ فعل فَيُؤْثِقُهُمْ کا۔

= اسْتَنْكَفُوا - اسْتِنْكَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ دیکھو ۱۴۲:۴ (آیہ ماقبل) یسْتَنْكِفُ۔

۱۴۵:۴ = اِعْتَصَمُوا بِهِ - انہوں نے اس کو مضبوطی سے پکڑا۔ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے

پکڑا۔ اعتصام (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۱۴۶:۴ = يَسْتَفْتُونَكَ - اسْتِفْتَاءٌ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب۔ لَكَ ضمیر مفعول

واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ سے فتویٰ چاہتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ آپ سے حکم پوچھتے ہیں

اس کے بعد فی السُّلَّةِ محذوف ہے۔ یعنی کلام سے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں۔ چونکہ جواب میں کَلَامٌ کا ذکر آگیا اس لئے یہاں محذوف کر دیا گیا۔

= يُفْتِنُكُمْ - وہ تم کو فتویٰ دیتا ہے۔ حکم دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر حاضر۔

= السُّلَّةُ - وہ لوگ جو منقطع الطرفین ہوں۔ یعنی نہ ان کے والدین ہوں اور نہ ان کی اولاد ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ کلام وہ میت ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ بعض اہل لغت نے لکھا

کہ کلام اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ باپ ہو نہ اولاد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کلام اولاد کے علاوہ دوسرے وارثوں

کو کہتے ہیں۔

۱۴۶:۴ - اَنْ تَصَلُّوا - اَنْ نافیہ ہے۔ کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ تم بھٹک نہ جاؤ۔ تم ٹھیک راہ

پر نہ چلو۔ صَلَّاءٌ سے جمع مذکر حاضر۔ مضارع معوف۔ اصل میں تَصَلُّونَ تھا۔ اَنْ نافیہ

سب سے نون اعرابی گر گیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْمَائِدَةِ

۱۵: اَذْفُوۡا - تم پورا کر دو۔ اِيْضًاۡ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِيْضًا وعدہ۔ وعدہ کا پورا کرنا۔ عَقُوۡدٌ۔ قول و قرار۔ عہد و پیمان۔ عَقْدٌ کی جمع۔ عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی سے باندھنا۔ اور گرہ لگانا۔

یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد و پیمان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔

عقدہ۔ گرہ۔ معمہ۔ گنجلک امر۔

بِهَيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو۔ مالا نطق له۔ (بلاغ) بے زبان جانور۔ عرف عرب میں درندوں اور پرندوں کو اگرچہ وہ بھی بے زبان ہیں بہیمہ نہیں کہا جاتا۔ مگر دوسرے چار پائے چیرنے والے جانور مراد لئے جاتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر چوپائے کو بہیمہ کہا جاتا ہے (اسم لکل ذی اربع) اس صورت میں اس کی اضافت انعام کی طرف بیانیہ ہے۔

اَنْعَامٌ نَّعَمٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی اصل میں تواونٹ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر مولیٰ بھیڑ۔ بکری۔ گائے بھینس کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

اگر ان میں اونٹوں کو داخل نہ کیا جائے تو دوسروں کو انعام نہیں کہا جاسکتا۔

بِهَيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بے زبان مولیٰ قسم کے جانور۔

غَيْرَ مُحْلٍ الصَّيْدِ۔ مُحْلٍ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں مُحْلَيْنِ تھا۔ بوجہ اضافت نون حذف کر دیا گیا۔ مُحْلٌ۔ واحد اِحْلَالٌ۔ مصدر حلال قرار دیئے جانے والے۔ اِحْلَالٌ کسی چیز کو

حلال بنا دینا۔ یا حلال قرار دینا۔ یا ذمہ داری سے باہر نکل آنا۔

حِلٌّ کا معنی ہے گرہ کھول دینا۔ کسی جگہ اترنے کی صورت میں عموماً سامان کھولا جاتا ہے اس لئے حلول کا معنی اترنا ہو گیا۔ اس مادہ سے جتنے مشتقات ہیں سب کے مفہوم میں کھولنے یا اترنے کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔

غَيْرُ حِلِّي الصَّيْدِ - شکار کو حلال قرار دینے والے نہ بنو۔ یعنی شکار کو حلال قرار مت دو

= وَأَنْتُمْ حُرْمٌ - واؤ حالیہ ہے۔ حُرْمٌ - حُرَامٌ کی جمع ہے احرام باندھنے والے یا حرم کے اندر داخل ہونے والے۔ حرم سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ یعنی جب کہ تم خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔

الْحَرَمُ کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس کے اندر بہت سی ایسی چیزیں حرام کر دی ہیں جو کہ دوسری جگہ حرام نہیں ہیں اور یہی معنی الشَّهْرُ الْحَرَامُ کے ہیں۔ رَجُلٌ حَرَامٌ وَ مُحَرَّمٌ وہ شخص جو حالت احرام میں ہو۔ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ - جب کہ تم حالت احرام میں ہو یا خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔

۵: ۲ = لَا تَحِلُّوا - فعل نہی۔ تَحِلُّوا - اِحْلَالٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِحْلَالٌ عہد و پیمان سے آزاد ہونا۔ اَحْلَ الشَّيْءُ کسی چیز کو حلال کر لینا۔ اس کے متعلق حدود اور

بندشوں سے اپنے آپ کو آزاد کر لینا۔ اس کا احترام (جو حدود اور بندشوں سے مستلزم ہے) نہ کرنا۔ بے حرمتی کرنا۔ (حسین محمد مخلوف مفتی الدیار المصریہ السابق - اپنی کتاب کلمات القرآن - تفسیر و بیان میں لَا تَحِلُّوا کا معنی لَا تَنْهَكُوا لکھتے ہیں۔ اِنْهَكَ الشَّيْءُ بے عزتی کرنا۔ بیحرمتی کرنا۔

= شَعَائِرُ - شَعِيرَةٌ کی جمع ہے شَعِيرَةٌ بَرُوزَن فَعِيلَةٌ - بمعنی مَنْفَعَلَةٌ بمعنی مَشْعَرَةٌ ہے مَشْعَرَةٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ اور اِشْعَارٌ کے معنی علم میں لانے کے ہیں۔ ہر وہ شئی جو کسی چیز کا نشان ہو یا کسی علامت کو بتائے اسے شَعِيرَةٌ سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ شَعَائِرُ اللَّهِ عرف دین میں مکاناتِ ازمہ۔ علاماتِ اوقافِ عبادت کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت مثلاً کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ۔ جمارِ ثلاثہ صفا و مروہ۔ ازمہ عبادت مثلاً رمضان۔ حرم کے مہینے۔ عید الفطر۔ عید النحر۔ جمعہ۔ ایام تشریق اور علاماتِ عبادت مثلاً اذان و اقامت۔ نماز باجماعت۔ نماز جمعہ و نماز عیدین۔ شَعَائِرُ اللَّهِ اللہ کی نشانیاں الْهَدْيُ - اسم معرف باللام۔ قربانی کا وہ جانور جو ماہِ حُرْم میں حرم کے اندر قربانی کے لئے بھیجا جاتا ہے هَدًى - هَدَايَةٌ سے بمعنی کسی چیز کا راستہ بتانا۔ کسی چیز کی طرف رہنمائی کرنا۔ هَدًى وہ جانور جو حرم کی طرف لیجا یا جائے۔ ال سے اس کو مخصوص کر دیا گیا۔ اس جانور کے لئے جو قربانی کے لئے

= تَعَادَنُوا - تم آپس میں مدد کرو۔ تم آپس میں تعاون کرو۔ تَعَادَتُ (تَفَاعَلٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= لَا تَعَادَنُوا - اصل میں تَتَعَادَنُوا تھا۔ ایک ت کو گرا دیا گیا ہے۔ نہی جمع مذکر حاضر۔ مت تعاون کرو۔ مت مدد کرو ایک دوسرے کی۔

= الْعُدُوتِ - عَدَا يَعْدُو (نَصَرَ) سے مصدر ہے۔ ظلم و ستم۔ زیادتی۔ تعدی۔ حد سے گزر جانا۔

= عِقَاب - مار۔ عذاب۔ سزا۔ عقوبت۔ سزا دینا۔

عَاقِبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے۔ عقاب وہ سزا ہے جو جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے یعنی پہلے ارتکاب جرم ہوتا ہے اور بعد میں اس پر سزا ہوتی ہے۔ عقب پیچھے کو کہتے ہیں۔

۳:۵ = أَهْلٌ - أَهْلًا (افعال) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پکارا گیا۔ ہلال نیا چاند۔ أَهْلٌ - نیا چاند نکلا۔ نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانا یا پکارنا۔ حاجیوں کا بسک کہنا۔ أَهْلٌ بِذِكْرِ اللَّهِ - اس نے (کام کرتے وقت) اللہ کا نام لے کر پکارا۔

أَهْلٌ ب کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ کا نام لے کر پکارنا۔ أَهْلٌ لِخَيْرِ اللَّهِ - پکارا گیا غیر اللہ کے لئے۔ اس میں وہ جانور بھی شامل ہے جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا جائے۔ اور وہ جانور بھی جو اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کر دیا گیا ہو۔ خواہ بوقت ذبح بسم اللہ بھی پڑھی جاوے۔

= الْمُنْخَفَقَةُ - اسم فاعل واحد مؤنث۔ انخفاق (افعال) مصدر۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا۔ گلا گھٹنے سے مرنے والی۔ اسی سے مرض خناق ہے جس سے گلا گھونٹ جاتا ہے۔

لَمَوْقُوذَةً - وَقَذٌ - مصدر (باب ضَرَبَ) چوٹ کھا کر مرا ہوا۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔

= الْمُتَرَدِّیَّةُ - اسم فاعل واحد مؤنث (باب تَفَعَّلَ) وہ جانور جو اوپر سے گر کر ذبح کرنے سے پہلے مرجائے۔ التردی (سمع) بمعنی ہلاکت۔ اور التردی (تفعل) اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى - (۱۱: ۹۲) اور حیب وہ جہنم میں گر گیا واس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

تَرَدَّى فِي الْبُئْرِ - کنویں میں گرنا۔ پس الْمُتَرَدِّیَّةُ اوپر سے گر کر مرا ہوا جانور

= النَّطِیْحَةُ - صیغہ صفت بروزن فَعِيلَةٌ - بِمَعْنَى مَفْعُولَةٌ - نَطِیْحَةٌ بِمَعْنَى مَنْطُوحَةٌ - نَطَحَ مصدر (فتح - ضَرَبَ) وہ جانور جو دوسرے کے سینگ کی چوٹ سے مرا ہو۔ نَطَحَ الثَّوْرُ

لیجایا جا رہا ہو۔

== اَنْقَلَدَتْ - قَلَدَتْ جمع قَلَدَتْ کی ہے وہ چیز جو گردن میں لٹکائی جائے۔ ہار۔ رسی۔ پٹہ۔
اَنْقَلَدَتْ سے مراد ذَوَاتُ الْقَلَدِ وہ جن کے گلے میں رسیاں یا پٹے ڈالے گئے ہیں۔
یہ ہڈی کی صفت میں ہے یعنی وہ جانور جن کی گردنوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں اور حرم کی طرف ذبح کرنے
کے لئے لیجائے جائے ہیں۔

== اَمْتِنَ - اَمٌّ کی جمع اَمٌّ ہے جس کے معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اَمْتِنَ قصد کرے ہوئے ہیں۔
(ریت الحرام کا) اسم فاعل جمع مذکر اَمٌّ (باب نصر) قصد کرنا۔

== الشَّهْرُ الْحَرَامُ - الْهُدَى - الْقَلَادُ - اَمْتِنَ سب شعائر اللہ کے معطوف ہیں۔

== اِذَا حَلَلْتُمْ - جب تم احرام سے نکلو حِلٌّ اور حَلَالٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

== اِصْطَادُ ذَا - تم شکار کر لو۔ تم شکار کر سکتے ہو۔ اِصْطَادُ (افْتَعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر ماضی
یہاں امر سے یہ مطلوب نہیں کہ احرام سے باہر نکلنے کے بعد ضرور شکار کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ پھر تمہیں شکار
کرنے کی اجازت ہے اور پہلے جو بندش لگائی گئی تھی غیر محلی الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حَرَمٌ اب وہ
نہیں رہی۔

== لَا يَجْرِمَنَّكُمْ - فعل نہی۔ واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقیلہ۔ جَزَمَ مصدر (باب ضرب) کُ
ضمیر مفعول۔ باعث نہ بن جائے۔ برا نگیختہ نہ کرے۔ آمادہ نہ کرے۔

== شَتَانُ - دشمنی کرنا۔ بغض رکھنا۔ یہ مصدر سماعی ہے خلاف قیاس۔ اس کا فعل فَتَحَ اور
سَمِعَ دونوں آتا ہے۔ بغض۔ عداوت۔ دشمنی۔

== تَعْتَدُوا - تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گزر جاؤ۔ اِعْتَدَاءُ - (اِفْتَعَالٌ) سے مضارع جمع
مذکر حاضر۔

== لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَتَانُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوا -
شَتَانُ قَوْمٍ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ اَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وجہ عداوت
کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا تھا جس کے لئے فعل کی نفی آئی ہے۔ اَنْ
تَعْتَدُوا کہ تم زیادتی کرو۔

اگر مخالفین کے ساتھ تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روکنے کی وجہ سے رنج و عداوت ہے
تو یہ رنج تمہیں ان کے خلاف زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کر دے۔ معجم الوسیط میں اس کا مطلب لَا
يَحْمِلَنَّكُمْ بَعْضُ قَوْمٍ عَلَى الْاِعْتِدَاءِ عَلَيْهِمْ لکھا ہے۔

خَامِصٌ پچکے ہوئے پیٹ والا آدمی۔

غَيْرُ مُتَجَانِفٍ لِذَاتِهِ۔ متخالف اسم فاعل واحد مذکر تَجَانَفٌ (تفاعل) مصدر۔ گناہ کی طرف میلان رکھنے والا۔ حق سے پھرنے والا۔ یعنی گناہ کی طرف میلان یا رغبت یا حق سے روگردانی محرک فعل نہ ہو بلکہ محض اضطراری و مجبوری اس کا باعث ہو تو مندرجہ بالا ممنوعات کا استعمال فوت لایوت کی حد تک جائز ہے اور اللہ غفور رحیم ہے اسے معاف کر دے گا۔

۵: ۴ = عَلَّمْتُمْ۔ باب تفعیل تَعْلِمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے سکھلایا۔ تم نے تعلیم دی۔
= الْجَوَارِحِ۔ شکاری جانور۔ زخمی کرنے والے۔ جَارِحَةٌ کی جمع جس کے معنی شکاری جانور کے ہیں۔ خواہ وہ پرندہ ہو از قسم باز۔ عقاب وغیرہ۔ یا درندہ از قسم کتا وغیرہ۔ یہ جَدْحٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں زخمی کرنا۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ عَطْفَ الطَّيِّبَاتِ پر ہے اور مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ کا عطف مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وَالْحِلُّ لَكُمْ صِيْدَ مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار بھی تمہارے لئے حلال ہے جنہیں تم نے سکھلایا اور سدھایا ہوا ہے۔
= مُكَلِّبِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُكَلِّبٌ واحد۔ تَكْلِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔ شکاری جانور کو شکار کی تعلیم دینے والے۔ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑنے والے مُكَلِّبٌ۔ کتا یا درندہ۔ بھونکنے والا جانور۔
مکلبین علمتم کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی جب تم سدھائے ہوئے جانوروں سے شکار کر رہے ہو۔ تو ان سدھائے ہوئے جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے۔

= تَعْلَمُوهُنَّ میں هُنَّ کی ضمیر الجوارح کی طرف راجع ہے تم ان کو سکھلاتے ہو۔ تم ان کو تعلیم دیتے ہو مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے تمہیں بتایا ہے۔ یا سکھلایا ہے یا جس کی اس نے تعلیم دی ہے۔
= اَمْسِكْنَ عَلَيْكُمْ۔ جسے وہ پکڑ رکھیں تمہارے لئے۔

۵: ۵ = مُحَصِّنِينَ۔ مسافحین۔ متخذی اخدان۔ دیکھو ۴: ۲۵-۲۶

= حَيْطٌ۔ اکارت گیا۔ ضائع گیا۔ باب سمع۔

۶: ۵ = الْمَرَاقِیُّ۔ جمع۔ الْمَرَقِیُّ واحد کنیاں۔ الْمَرَقِیُّ۔ وہ چیز جس سے سہارا لیں۔ وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔ اسی سے ہے مَرَاقِیُّ الدَّارِ۔ گھر کے منافع کی چیزیں۔ لوازمات خانہ جیسے کنواں۔ نلکا۔ باورچی خانہ۔ پائخانہ وغیرہ۔

= اَرْجُلَكُمْ۔ منصوب ہے لہذا اس کا عطف اَیْدِیْكُمْ پر ہے

= جُنُبًا۔ دور۔ اجنبی۔ جنبی۔ جَنْبٌ سے بمعنی دور رہنا۔ دور کرنا۔ جنبی جسے جنابت لاحق ہو یعنی جس پر

وَنَحْوَهُ بِل كَا يَا اس جیسے سنگوں والے جانور کا سنگ سے مارنا۔

= السَّبْعُ - درندہ - واحد اسْبَعٌ وَسَبْعٌ جمع -

= ذَكَيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے ذبح کیا ذَكَّى الذَّابِحَةُ اس نے جانور کو ذبح کیا
إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ (سوائے اس کے جسے تم ذبح کر لو) یہ استثنایا تو الْغَنَاقَةُ سے۔ بے کر دنا
اَكَلَ السَّبْعُ تک جتنے جانور مذکور ہوئے ہیں سب کے لئے ہے اور جمہور نے اسی معنی میں اس
کو لیا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے اگر اس جانور کو مرنے سے قبل ذبح کر لیا جائے تو وہ المنخَفَذُ
الموقوذة المتردية اور النطيحة کے معنی میں آتا ہی نہیں

یا یہ استثناء منقطع ہے جیسا کہ امام رازی نے تحریر کیا ہے کہ مذکورہ جانور حرام ہیں البتہ ان کے
علاوہ جو حلال جانور تم ذبح کر لو وہ تمہارے لئے جائز ہیں۔

الکلبی کا قول ہے کہ یہ استثناء صرف مَا اَكَلَ السَّبْعُ کے لئے ہے۔

= النُّصْبُ اسم مفرد - بُت جمع نَصَبٌ بمعنی مَنصُوب مَا لِنُصْبٍ د عِبْدٍ مِنْ دُونِ
اللَّهِ (المعجم الوسيط)

نصب کرنا۔ گاڑنا۔ کعبہ کے ارد گرد پتھر گاڑے ہوئے تھے جن پر بعض بتوں کے نام پر قربانی
کے جانور قربان کئے جاتے تھے اور ان کا خون ان پر چھڑکا جاتا تھا اور گوشت ان بتوں پر رکھا جاتا تھا
= تَسْتَقْسِمُ ۱۔ باب استفعال - تم قسمت معلوم کرو۔ تم بانٹو۔ تم تقسیم چاہو اِسْتَقْسَمَ
معنی تقسیم کا خواستگار ہونا، اور جوئے کے تیروں سے حصہ کی تقسیم چاہنا۔

= اَلَاذِلَامُ - تیر۔ زَكَوْا واحد۔ ازلام سے وہ تیر مراد ہیں جن کے ذریعے مشرکین عرب کسی اہم
کام کو کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فیصلہ کرتے تھے۔ یہ تیر خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے کسی پر اَمَرَنِي رَبِّي
اور کسی پر نَهَانِي رَبِّي لکھا ہوا ہوتا تھا۔

= فَسَقَ اسم فعل مصدر۔ گناہ۔ نافرمانی کرنا۔ حدود شریعت سے نکل جانا۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا۔ وغیرہ

= يَتَّسِبُ - ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ ہایوں ہوا۔ ناامید ہوا۔ (باب سمع)

= اضْطَرَّ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اضْطَرَّ اُذَّسے۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ مجبور کیا گیا

وہ لاچار کیا گیا۔ باب افتعال ضَرَّسے اصل میں اضْطَرَّ اذَّسے اور تاء کو ط میں تبدیل کیا گیا۔
عام طور پر اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایسے امر پر مجبور کیا گیا ہو جسے وہ ناپسند
کرتا ہو۔

= مَخْمَصَةٌ - اسم معنی المجاعة - بھوک۔ ایسی بھوک جس سے پیٹ پک بائے دَجُلٌ

غسل واجب ہو۔ جنبی کو جنب اس لئے کہ اجاتا ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔ یہ لفظ واحد۔ تثنیہ۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے یکساں بولا جاتا ہے۔

= الْغَائِطُ۔ قضائے حاجت کی جگہ۔ دیکھو ۴: ۲۳

= صَعِيدًا۔ زمین۔ خاک۔ دیکھو ۴: ۲۳

= حَدَجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَدَجٌ کے معنی ہیں کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ۔ ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔

= مِيثَاقٍ۔ عہد۔ دَأْتَكُمْ بِهِ (جس کے پورا کرنے کے لئے) اس نے تم کو پابند کیا۔ دَأْتُمْ مَوَاقِعَ دُونَا۔ کسی کو کسی معاہدہ کا پابند کرنا۔ دِثَاقٌ۔ وَثَاقٌ۔ جمع وَثَقٌ۔ رسی۔ زنجیر۔ بندش۔ اخلاقی بندش اسی سے وثیقہ (اقرار نامہ۔ تحریری معاہدہ وغیرہ) اور وثیقہ تولیس ہے۔

۵: ۸ = قَوَّامِينَ۔ جمع منصوب قَوَّامٌ واحد اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی میں ہے انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔

اللہ میں مضاف محذوف ہے اس کی تفسیر یوں ہے قَوَّامُونَ لِحُقُوقِ اللہ۔ اولاد امر اللہ اولادین اللہ۔ اولعہد اللہ۔

= شَهِدَ اَوْ بِالْقِسْطِ۔ حال من الضمیر فی قَوَّامِينَ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا مومنو! انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کے دین کے لئے یا اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ یا پہلے فقرہ پر عطف ہو سکتا ہے۔ کو نواس شہداء بالقسط اور انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔

= وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ۔ دیکھو ۲: ۵

۵: ۱۱ = هَمًّا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ اس نے ارادہ کیا۔ هَمٌّ بمعنى ارادہ غم۔ جمع هُمُومٌ۔

= فَكَفَّ۔ اس نے روک دیا۔ كَفَّ مصدر باب نصر

۵: ۱۲ = لَعَنَّا۔ ہم نے بھیجے۔ ہم نے مقرر کئے۔ ہم نے اٹھائے۔

= لَقِيْبًا۔ اسم منصوب۔ سردار۔ قوم کی طرف سے ایفائے عہد کے ذمہ دار۔ قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا۔ ہر ایک کی پوچھ گچھ کرنے والا۔

نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے صحیح حالات سے باخبر ہو۔ اور ان کی بہتری اور برتری کا ذمہ دار

اور ان کے کردار پر کڑی نظر رکھنے والا ہو۔

== وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ - یہ خطاب نفیوں سے ہے اس کی تقدیر یوں ہے وَقَالَ اللَّهُ لِلنَّبِيِّ إِنْ أُنِيتُ مَعَكُمْ - اور بعض کے نزدیک اس کی مخاطب بنی اسرائیل کی ساری قوم ہے۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ ضمیر اکثر قریب ترین اسم ماسبق مذکور کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس کے بعد کلام کی سنے سے ابتدا ہوتی ہے اور لَئِنْ سے لے کر سَوَاءَ السَّبِيلِ تک کلام قوم بنی اسرائیل سے ہے۔

== لَئِنْ أَقَمْتُمْ سے لے کر قَرْضًا حَسَنًا تک شرط ہے۔ جو ان پانچ امور پر مشتمل ہے اِقَامِ الصَّلَاةَ اِيْتَاءَ الزَّكَاةَ - اِيْمَانًا بِالْوَسْلِ - تَقْذِيرًا لِرِسَالِ قَرْضٍ حَسَنٍ - اور لَا كُفْرُونَ سے لے کر اِلَانْهَا تک جواب شرط ہے۔

== عَزَّزْتُ مَوَهُمُ - تم نے ان کی مدد کی۔ تم نے ان کو قوت پہنچائی۔ تم نے ان کی تعظیم کی۔

تَحْزِيْرُ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ وَاَوْ اِسْتَبَاعَ کا ہے یعنی میم ماقبل کی حرکت کو لمبا کرنے کے لئے۔

== لَا كُفْرَاتٍ - میں محو کردوں گا۔ میں مٹا دوں گا۔ تَكْفِيْرُ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح چھپا اور ڈھانپ دینے کے ہیں گویا وہ کبھی مٹی ہی نہیں رہے۔ مَضَارِعُ بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مکمل۔

== سَوَاءَ السَّبِيلِ - سیدھی راہ۔ راہ مستقیمہ۔ ہدایت و رشد کی راہ۔

۱۳:۵ = فَبِمَا - میں ب سبب ہے اور مَا لَفْظًا نَائِدًا اور مَنَّا کلام میں قوت و زور پیدا کرنے کے لئے ہے۔

== نَقَضْنَاهُمْ اِنْ كَانُوا يَكْفُرُونَ - نَقَضُ مصدر۔ نَقَضَ يَنْقُضُ (نصر) توڑ دینا۔

== لَعَنَهُمُ - ماضی جمع مکمل۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لَعْنُ مصدر (باب فتح) ہم نے لعنت کی ہم نے رحمت سے دور کر دیا۔

اللَّعْنُ الْاِزْجَادُ مِنَ الرَّحْمَةِ - لعنت رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں

== قَسِيَّةٌ - اسم فاعل واحد مؤنث۔ سخت دل۔ سنگدل۔ ایسے کہ ایمان کے لئے نرم نہیں پڑتے

== خَائِنَةٌ - اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ مصدر ہے بمعنی خیانت، دغا۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ تمہیں متواتر ان کی طرف سے خیانت کے ارتکاب کی اطلاع ہوتی رہے گی۔

۲۔ یہ اسم فاعل ہے اصل میں خَائِنٌ متھا۔ مبالغہ کے لئے آئی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے تمہیں ہمیشہ ان میں سے کسی بڑے خائن کا علم ہوتا رہے گا۔

۳۔ خَائِنَةٌ صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ - اور آپ کو اکثر ان میں سے کسی نہ کسی خیانت کرنے والی جانت

کی اطلاع ملتی رہیگی :-

= لَا تَزَالُ - افعال ناقص میں سے ہے۔ تو ہمیشہ رہیگا۔ فاعل کے ساتھ استمرار فعل کے معنی دیتا ہے۔
= تَطَّلِعُ - تو خبردار ہوگا۔ تو اطلاع پائے گا۔ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ - تو ہمیشہ اطلاع پاتا رہیگا۔ تجھے متواتر اطلاع ملتی رہیگی۔

= وَاصْفَحْ - تو درگزر کر۔ صَفَحَ - (باب فتم) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

۱۴:۵ = فَأَعْرَضُوا - ماضی جمع متکلم۔ ہم نے لگا دی۔ ہم نے چسپاں کر دی۔ ہم نے ڈال دی۔
اعْرَاضُ سے جس کے معنی لگائیے۔ ڈالنے۔ رغبت دلانے اور چسپاں کرنے کے ہیں۔ مادہ غری
اغْرَى بین القوم - ای افسد۔ اور اغْرَى العداوة بینہم ای القی العداوة بینہم۔

قرطبی نے الاغراء بالشیء کا مطلب الاصلاق من جهة التسليط علیہ لکھا ہے کسی چیز کا
اس طرف سے چسپاں کرنا جس طرف جوڑنے والی چیز لگی ہوئی ہو۔

۱۵:۵ = يَخْفُوا - مضارع واحد مذکر غائب عَفُوَّ سے وہ معاف کرتا ہے۔ اس فعل کا فاعل
رَسُولُنَا ہے

= نُورٌ - سے مراد رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن بھی ہے۔

۱۶:۵ = سُبُلَ السَّلَامِ - سلامتی کی راہیں۔ يَهْدِي کا مفعول ہے۔ اور يَهْدِي بِد میں ضمیر
ہ کِتَابٌ مُبِينٌ - کی طرف راجع ہے۔

= بِإِذْنِهِ - بِتَوْفِيقِهِ - وبادادۃ۔

۱۸:۵ = الْمَصِيرُ - صَارَ يَصِيرُ (ضَرَبَ) سے اسم طرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا قرار گاہ
الْمَصِيرُ - مصدر بھی ہے۔

۱۹:۵ - عَلَى فِتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ - فِتْرَةٌ - اسم فعل - مصدر۔

دھیما ہو جانا۔ سست ہو جانا۔ کسی نبی کی شریعت کا دھیما پڑ جانا۔ اور آئندہ نبی کا اس وقت تک مبعوث
نہ ہونا۔ دونوں کے درمیانی وقفہ کو فِتْرَةٌ کہتے ہیں۔ جب کوئی چیز چلتے چلتے رک جائے تو کہتے ہیں کہ
فِتْرَ الشَّيْءِ اور اگر کوئی کام پہلے بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہو اور پھر وہ بند ہو جائے تو اس کے لئے بھی فِتْرَ کا
استعمال ہوتا ہے۔ اور دونوں کے درمیانی زمانہ کو فِتْرَةٌ کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی نبیوں کے
مدتوں تک آنے کے بعد۔

أَنْ - مبادا۔

۲۱:۵ = لَا تَرْتَدُّوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت پھرو۔ تم مت لوٹ جاؤ۔ اِرْتَدَّ (افتعال)

بھرجانا۔ لوٹ جانا۔

= عَلَىٰ اَدْبَارِكُمْ اَدْبَارُ جَمْعُ دُبُرٍ کی ہے بمعنی پیٹھ۔ پیٹھ دے کر پھر جانا۔ پیٹھ بھرجانا۔

= فَتَقَلَّبُوا۔ ف اول الذکر فعل کے انجام کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے

تَنَقَّلُوا۔ تم پھرو گے۔ تم لوٹو گے۔ یعنی پیٹھ بھیر کر مڑ نہ جاؤ ورنہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ تم خسارہ کھانے والے بن کر لوٹو گے۔

۲۳:۵ = يَخَافُونَ۔ ای يَخَافُونَ اللہ۔ اللہ سے ڈرنے والے۔

= اَنَعَمَ اللہ عَلَیْہِمَا۔ یہ ان دو آدمیوں کی صفت ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور وفادار غمہ کی نعمت سے نوازا تھا۔

= اُدْخُلُوا عَلَیْہِمُ الْبَابَ۔ ای ادخلوا الباب علیہم ان پر (چڑھائی کرتے ہوئے) دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

۲۶:۵ = فَاِنَّہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث الارض المقدسة (آیہ: ۲۱) کی طرف راجع ہے

= يَتِيْہُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَاہَ يَتِيْہُ تَتِيْہًا (ضَرْبٌ) وَتَتِيْہَانَا مصدر۔ سرگرداں گھومتے رہیں گے۔ يَتِيْہُ۔ لق وودق بیابان۔ وہ بیابان جس میں مسافر گم ہو جائے۔

= فَلَا تَأْسَ۔ (باب سمع) تو غم نہ کھا۔ اصل میں تَأْسٰی (آسی بمعنی غمگین ہونا سے) تھا لام نہی کے آنے سے آخر سے ی گری گئی۔

۲۷:۵ = وَاَنْتَلُ۔ ای وانتل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَنْتَلُ۔ تو پڑھ تو تلاوت کر۔ تو پڑھ کر سنا۔ تِلَادَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= عَلَیْہِم۔ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب اہل یہود کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ انہیں رنج تھا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان کو نبی بنا کر کیوں بھیجا گیا

= قَرَبًا قُرْبَانًا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب تَقَرَّبَ تَقَرُّبًا۔ مصدر۔ دونوں نے قربانی دی۔ تَقَرُّبٌ

پیش کرنا۔ نزدیک لانا۔ قرب حاصل ہونے کی امید پر پھینٹ دینا۔ تقریب کا مادہ قُرْبٌ ہے

قربان اس چیز کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو۔ خواہ کوئی چیز ہو جاندار ہو یا بے جان یا

اعمال صالحہ اسلامی عروت میں اس ذبیحہ کو قربان کہا جاتا ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے

ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع قربان ہے۔

۲۸:۵ = بَسَطْتَ اِیَّآ۔ تو نے میری طرف (ہاتھ) بڑھایا۔ تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ (یعنی مارنے

یا حملہ کرنے کے لئے)

۲۹:۵ = تَبَوَّأَ - تو حاصل کرے۔ تو سمیٹے۔ تو کمائے۔ تو لوٹے۔ تو پھر جاوے۔ بَاءَ تَبَوَّأَ
کَبُوْءٌ۔ اِدْ تَبَوَّأَ۔

= اَنْ تَبَوَّأَ بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ (کہ تو ہی سمیٹ لے میرا گناہ اور اپنا گناہ) تیرا گناہ یعنی میرا
قتل اور میرا گناہ۔ اس نقصان کا گناہ جو اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہوئے میرے ہاتھ سے
تجھے پہنچ جائے۔ (تفہیم القرآن) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بِاِثْمِيْ سے مراد مجذوف مضاف بِاِثْمِ
قَتْلِيْ (میرے قتل کرنے کا گناہ) یعنی اپنے سابقہ گناہوں میں تو میرے اس قتل کا گناہ بھی شامل
کر لے۔ یا بِاِثْمِيْ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے سابقہ کردہ گناہ بھی تیرے کندھوں پر ہی
پڑ جائیں۔ اور مظلومیت کی وجہ سے ان کا یوحہ میرے کندھوں سے تیرے کندھوں پر چلا جائے
اور میرا قتل میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔

۳۰:۵ = طَوَّعَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ تطويع (تفخيل) سے اس (کے نفس) نے رغبت
دلائی۔ اس نے راضی کر لیا۔ اس نے آمادہ کر لیا۔ اس نے آسان کر دیا۔

اس کے نفس نے تسویل و ترغیب سے اس پر آمادہ کر لیا اور وہ اس کام کے کرنے پر رضامند ہو گیا
۳۱:۵ = فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا۔ پس بھیجا اللہ نے ایک کوا۔ فِ اس فقرہ میں محذوف عبارت
پر دلالت کرتا ہے۔ علماء نے مابعد کے فقرہ لِيُرِيْدَ كَيْفَ يُوَارِي سَرَّآةَ اَخِيْهِ (تاکہ وہ اسے
دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے) سے استدلال کیا ہے کہ ہابیل کے قتل کے بعد قابیل
کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو مردار خور جانوروں درندوں پرندوں سے کیسے محفوظ کرے۔
اسی الجھن میں وہ لاش کو کئی دن اٹھائے پھرتا رہا۔ تا آنکہ اللہ نے کوؤں کا ایک جوڑا بھیجا ایک کوئے نے
دوسرے کوئے کو مار دیا اور پھر اپنی چوہنج اور پنجوں سے زمین کو کھود کر اس گڑھے میں مردہ کوئے کو دفن کر دیا
= يَبْحَثُ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَحْثٌ مصدر باب فتح سے بمعنی کریدنا۔ کھودنا۔ تلاش کرنا۔
اسی سے بحث مشتق ہے کہ بحث میں بھی مختلف پہلوؤں کو لا کر اصلی نکتہ کو تلاش کیا جاتا ہے۔

= لِيُرِيْدَ۔ (تاکہ اسے دکھائے) میں ۱ ضمیر مفعول واحد مذکر تو صاف طور پر تاویل کی طرف راجع ہے
لیکن ضمیر فاعل اللہ کی طرف یا کوئے کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔

= يُوَارِي۔ مضارع واحد مذکر غائب وَاَرَى يُوَارِي مُوَارَاةً (مفاعلة) وہ چھپائے وہ چھپاتا
ہے۔ تَوَارَى چھپ جانا۔ جیسے حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (۳۲:۳۸) یہاں تک کہ (آفتاب) پردے
میں چھپ گیا۔ اَلْوَرَاءُ۔ پیچھے۔ پچھلی جانب۔ خلف۔ جیسے دَمِنُ وَءَاِ اسْحَاقَ يَعْقُوْبُ ط
(۱۱-۱۲) اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

= سَوَاءٌ - لاش - عیب - فضیحت - مرد و عورت کی شرمگاہ کو بھی کہتے ہیں مادہ سَوَاءٌ۔
الْكَوْنُ۔ ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے اسے سَوَاءٌ کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل
سے ہو یا اخروی کے۔ اور عام اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے۔

= يَادَيْلَتِي مضاف مضاف الیہ اصل میں يَادَيْلَتِي تھیں۔ ہائے میری بربادی۔ لیکن ندا کے وقت
افسوس اور حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا۔ اور اس کے ماقبل کو یعنی ت کو
فتح دیدیا۔ اس طرح یُوْنَلَّتَا ہو گیا لیکن ضمیر واحد متکلم کو ظاہر کرنے کے لئے ی کو بدستور رکھ کر الف کو
اس کے اوپر لگا دیا۔

وَيْلٌ هَلَاكٌ، بربادی۔ عذاب کی شدت۔ عذاب دوزخ کی ایک دادی۔ وَیْلَةٌ رِسْوَالِی
تباہی۔ کلمہ حسرت و ندامت۔

= اَعْجَزْتُ - میں عاجز رہا۔ میں قاصر رہا (میں تو اس سے بھی قاصر رہا کہ اس کو بے کی مانند ہی ہوتا)
= اَجَلَ - مصدر ہے اَجَلَ کا۔ واسطے۔ غرض۔ سبب۔ وجہ۔ مِنْ اَجَلِ ذَٰلِكَ۔ اسی وجہ سے۔
بایں سبب۔

۳۲:۲۵ = مُسْرِفُونَ - اِسْرَافٌ سے حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بجا صرف
کرنے والے۔

۳۳:۵ - يُنْفَوْا - مضارع مجہول جمع مذکر غائب نَفَى مصدر (باب ضَرَبَ) نَفَى يَنْفِي - يُنْفَوْنَ
ان کو نکال دیا جائے۔ نَفَى الرَّجُلَ مِنْ بَلَدٍ - آدمی کو اس کے شہر سے شہر بدر کرنا۔
۳۴:۵ = تَقْدِرُوا عَلَیْكُمْ - تم ان پر قادر ہو جاؤ۔ تم ان پر قابو پاؤ، تم ان پر قدرت حاصل کر لو (باب
ضرب) مضارع جمع مذکر ماضی۔

۳۶:۵ = لِيَفْتَدُوا بِہِ - کہ اس کو فدیہ کے طور پر ادا کریں (تاکہ روز قیامت کے عذاب سے نجات
حاصل کریں)۔

۳۸:۵ = كَسَبَا - ماضی ثنیتہ مذکر غائب۔ ان دونوں نے کمایا۔

= نَكَالًا - اسم منصوب۔ عبرت۔ عبرتناک سزا دینا۔ نَكَلٌ يُنْكَلُ تَنْكِيلًا (تفعیل) رسوا کرنا۔
مہنگا دینا۔ اپنے سے ایک طرف گردینا۔

۴۰:۵ = لَا يَحْزُنْكَ - تجھے رنجیدہ نہ کرے۔ تجھے دلیگیر نہ کرے۔

= يُسَارِعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ مُسَارِعَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ جو ایک دوسرے کے
ساتھ دوڑ لگاتے ہیں اس میں دو گروہوں کا ذکر ہے الذین یسارعون فی الکفر۔ اور الذین ھٰ

اور اگر ایک ہی گروہ مثلاً الذین یسارعون فی الکفر مراد ہے تو پھر اس گروہ کے آدمیوں کا آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے لئے دوڑ لگانا ہے۔

= سَمْعُونَ - خوب کان لگا کر سننے والے جاسوس۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر سَمَاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننا۔ کبھی تو نقص بینی اور جاسوسی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کے لئے۔ چنانچہ سَمَاعٌ کا استعمال جاسوس اور مطیع دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے پہلے معنی اختیار کئے ہیں اور بعض نے دوسرے۔
= لَلَّذِیْ بِیْ لَامٍ تَعْلِیلٌ معنی ”کو“ بھی آسکتا ہے اور معنی ”کے لئے“ بھی۔

اول الذکر میں اس کا مطلب ہو گا کہ وہ ہر قسم کے جھوٹ اور افتراء کو خوب کان لگا کر سنتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہو۔ اور مؤخر الذکر میں: کہ وہ کان لگا کر سنتے ہیں تاکہ نقص بینی سے کام لے کر اس میں کذب و افتراء کی آمیزش کر کے آگے سنائیں۔

= يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَہَ - يُحَرِّفُونَ مضارع تحریف (تفیل) سے۔ بدل دیتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ اَلْكَلِمَہُ جمع ہے اَلْكَلِمَہُ کی۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ حوقولی بھی ہو سکتی ہے جیسے میری بات سنو! اور فعلی بھی جیسے یہ بات کرو۔

یہاں بات قول کے معنوں میں ہے اور سے صریحاً اس سے مراد کلام اللہ ہے اللہ کی کلام یا اللہ کے احکام جن سے مراد وہ کلام یا احکام مراد ہیں جو تورات میں موجود تھے جیسا کہ آیت ۵: ۱۳ (اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۳ سے مترشح ہے) توفیق کا مطلب ہو گا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام میں تحریف کر دیتے ہیں
= مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ فقرہ ماقبل کی تشریح میں آیا ہے یعنی یہ تحریف الفاظ کو یا احکام کو اپنی صحیح جگہ سے ادھر ادھر کر کے کرتے ہیں۔

مَوَاضِعِهِ مضاف مضاف الیہ ہے اور ہ کی ضمیر اَلْكَلِمَہُ کی طرف راجع ہے۔ مَوَاضِعُ جمع ہے مَوَاضِعُ کی جو اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف زمان بھی جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا، آیت ۵: ۱۳ میں يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَہَ عَنْ مَوَاضِعِهِ استعمال ہوئے ہیں اور آیت ہذا میں مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ لفظ بعد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مواضع ایک مخصوص حالت اختیار کر چکے ہیں۔ یا تو اللہ کی جانب سے ان کا صحیح محل متعین ہو چکا ہے۔ جیسا کہ مدارک التنزیل میں ہے: یمیلونہ عَنْ مَوَاضِعِهِ الَّتِیْ وَضَعَهُ اللَّهُ فِيْهَا۔ علیحدہ کر دیتے ہیں کلام کو اس کے صحیح مقام سے جس میں اللہ نے اس کو متعین کیا ہے۔ یا بَعْدِ کے بعد لفظ علم محذوف ہے۔ کہ مواضع کے صحیح محل کا علم ہوتے ہوئے بھی کلام کو ان مواضع سے بدل دیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد علی نے ترجمہ کیا ہے۔

تو اس کو قبول کر لو۔ اور اگر اس سے مختلف ہے تو قبول نہ کرنا۔

مختلف الفاظ کے جو مختلف معنی اور تشریح میں بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق بھی معانی درست ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ الفاظ کا انتخاب اور پھر ان کی ترکیب استعمال مبدلہ مند ہے بالامعانی کو شامل ہے اور یہی کلام کا اعجاز ہے۔

= فَتَنَتْهُ - اس کا فتنہ اس کی آزمائش، اس کا امتحان۔ فتنہ۔ نیز بمعنی عذاب۔ بربادی۔ فساد ۴۲:۵ = أَكَلُونَ - بڑے کھانے والے۔ أَكَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے

= لِلشُّحِّ - سُحٌّ - حرام۔

۴۳:۵ = يُحْكَمُونَكَ - تحکیم (تفعیل) مصدر وہ آپ کو منصف بناتے ہیں۔ وہ آپ سے فیصلہ کراتے ہیں۔ کیف یحکمونک۔ وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں جبکہ..... اس میں

بھی اشارہ ہے مندرجہ بالا واقعہ زنا کا۔ (۴۱:۵)

۴۴:۵ = أَسْلَمُوا - وہ تابع ہوئے۔ وہ حکم بردار ہوئے۔ یعنی تورات کے احکام کے خود بھی فرما بردار تھے۔ اور لوگوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔

یہاں نبیین سے مراد وہ انبیاء ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اور ان کی اپنی الگ کتاب یا شرع نہ تھی۔

= الرَّبِّيُّونَ - زائد۔ خدا پرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ مربی۔ مرشد۔ سریانی لفظ ہے اہل عرب کے کلام میں قلیل الوجود ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ رب کی طرف منسوب ہے۔ بعض کے نزدیک رب مصدر کی طرف منسوب یعنی ربانی وہ ہے کہ بر علم کی پرورش کرے۔ یا علم کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت کرے۔

= أَحْبَارٌ - حَبْرٌ کی جمع۔ علماء

رَبِّيُّونَ اور أَحْبَارٌ کا عطف الرَّبِّيُّونَ پر ہے۔

یعنی اس کے مطابق حکم بردار مسلمان۔ انبیاء ربانیوں اور اجار یہودیوں کو پیروی کی تلقین کرتے رہے۔ یا اس کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔

= أَسْتَحْفِظُوا - باب استفعال۔ ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ نگران کھڑے گئے اسْتِحْفَظُوا - نگہبان بنانا

= النَّبِيُّونَ - الرَّبِّيُّونَ - الْأَحْبَارُ - ہر فعل یَحْكُمُ کے فاعل ہیں۔

بِمَا أَسْتَحْفِظُوا - صرف ربانیوں اور اجار کے لئے آیا ہے۔ النبیین کی صفت أَسْلَمُوا

سے پیشتر ازیں کر دی گئی ہے۔

لیکن بعض نے اسے ہر سہ گروہ کے لئے لیا ہے کیونکہ کتاب اللہ کی حفاظت ان سب کے ذمہ کی گئی تھی۔

= فَلَا تَخْشَوُ النَّاسَ قَلِيلًا - اس میں مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ علما، یہود کی طرح بادشاہوں اور امیروں سے ڈر کر تم بھی قرآن کے معانی میں ہیر پھیر شروع نہ کر دینا بلکہ ان ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

۴۵:۵ = فِيهَا مِثْرَةٌ مِمَّا نَزَّلَ اللَّهُ فِيهَا مِثْرَةٌ مِمَّا نَزَّلَ اللَّهُ کی طرف راجع ہے جس کے مراد تورات ہے۔

= الْجُرُوحُ - جُرْحُ کی جمع - زخم۔

= قِصَاصٌ - بدلہ - ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ - قتل کا بدلہ قتل - عضو کا بدلہ عضو۔

= تَصَدَّقَ - اس نے خیرات کی - اس نے بخش دیا - ماضی معروف (تَقَعَّلَ) واحد مذکر غائب۔

إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (۸۸:۱۲) خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے - وَآتِ

تَصَدَّقُوا خَيْرَ لَكُمْ (۲۸۰:۲) اور اگر (زر قرض) بخش دو تو تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

= كَفَّارَةٌ - گناہ کا شرعی اتار - الْكَفَّارَةُ - جو چیز گناہ کو دور کر دے اور اسے ڈھانپ دے

اسے کفارہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے ذَلِكْ كَفَّارَةٌ اِيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ (۸۹:۵) یہ تمہاری

قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ۔

۴۶:۵ = قَفَّيْنَا - ماضی معروف جمع مکمل - تَقْفِيَةً (تفعیل) مصدر - پیچھے بھیجنا - پیچھے کر دینا

اس کا مادہ قَفَا ہے - بمعنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ - قَفُوْ - قَفُوْ - کسی کے پیچھے چلنا - پیروی کرنا

(اس معنی میں باب نمر سے مستعمل ہے)

تَقْفِيَةً دو مفعول چاہتا ہے - جیسے قَفَيْتُ زَيْدًا اَعْمَرًا - میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیج دیا

کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے - جیسا کہ آیت ہذا میں ہے قَفَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ - او (ان کے پیچھے) ہم نے

ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا۔

= عَلَى اَنْۢ اَرۡهٰقَ - ان کے نقش قدم پر - ان کے پیچھے پیچھے۔

۴۷:۵ = وَلِيَحْكُمَ - پس چاہئے کہ وہ ضرور فیصلے کریں - یا حکم دیں - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب

۴۸:۵ = مُهَيِّمِنًا - مُهَيِّمِنًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب - بمعنی نگران - مشاہد - هَيِّمَنَدٌ

مصدر - نگرانی کرنا - حفاظت کرنا - هَمَّنَ - مَادَهُ - الْمُهَيِّمُونَ - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے

نگران۔ حفاظت کرنے والا۔ مخلوق کے اعمال و ارزاق و آجال کا کفیل و ذمہ دار۔

= عَمَّا۔ جس چیز سے۔ اصل میں عَنْ مِمَّا تھا۔ نون کو میم میں مدغم کیا گیا۔

= لَا تَتَّبِعْ۔ تو اتباع نہ کر تو پیروی نہ کر۔

= وَلَا تَتَّبِعْ مِنَ الْحَقِّ۔ اور اس حق بات سے جو تمہارے پاس آگئی ہے پھر کران کی

خواہشات کا اتباع نہ کر۔ (اگرچہ خطاب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن یہاں مخاطب کسی دوسرے لوگ

مراد لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ان کی خواہشات کا اتباع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

= كُلِّ۔ ہر ایک کے لئے۔ كُلِّ مِّنْكُمْ۔ تم میں سے ہر امت کے لئے۔ مراد امت موسیٰؑ و امت

عیسیٰؑ و امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین۔

= شِرْعَةً۔ بمعنی شریعت۔ لغت میں شریعت اس راستے کو کہتے ہیں جو پانی کی طرف لگتا ہو۔ اسی مناسبت

سے شرع و شریعت اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو نجات دارین کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اسی سے شمارنا بمعنی

مام راستہ۔ سڑک ہے۔

= مِنْهَاجٌ۔ کھلا راستہ۔ واضح اور روشن راستہ۔ نہج مصدر۔ (باب فتح) لازم و متعدی

دونوں کے لئے آتا ہے۔ نَهَجٌ۔ مَنَهَجٌ و مَنَهَاجٌ۔ تینوں ہم معنی ہیں۔

بعض کے نزدیک دونوں (شرعت و منہاج) کے معنی طریق کے ہیں۔ اور طریق سے یہاں مراد دین

ی ہے۔ لیکن جب لفظ مختلف ہوں تو متحد الفاظ کو تاکید کے لئے اکٹھا لایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس کے نزدیک شرعت وہ ہے جس کو قرآن لے کر آیا ہو اور منہاج وہ سبیل یا راستہ جو

منت میں وارد ہوا ہے۔

= فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ ف محذوف

بابت پر دلالت کرتا ہے یعنی تم ان باریکیوں اور جھگڑوں میں مت پڑو۔ بلکہ اللہ کے اس آخری دین۔ آخری

تاب اور آخری رسول پر ایمان لا کر نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش کرو۔

۴۹:۱ = اَنْ يَفْتَنُوكَ۔ اَنْ۔ بمعنی مبادا۔ ایسا نہ ہو کہ۔ يَفْتَنُوكَ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب

مَنْ سے۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں۔

= خَاِنٌ تَوَلَّوْا۔ (پس اگر وہ منہ پھیر لیں) سے مراد مخالفین اسلام ہیں۔ یعنی سداگر بار بار پند و نصائح

برفمائش و تنبیہ کے باوجود وہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں۔

۵۱:۱ = يَكُوْكُهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) اصل میں يَتَوَلَّى تھا۔ ضمیر هُمْ

کے آنے سے ہی گر گئی۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جو ان سے محبت کرتا ہے۔ دوستی کرتا ہے

دل بناتا ہے۔ منہ دوڑنا۔ پیٹھ پھیرنا۔ اعراض کرنا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

۵۲:۵ = يُسَارِعُونَ فِيهَا - اسی يسارعون فی سورة اليهود والنصارى وموالا تم لانہم كانوا اهل شرقة ولبسایہ۔ یعنی یہود کی محبت اور دوستی کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے تھے کیونکہ وہ اہل شرورت اور اہل دولت تھے۔

= دَائِرَةٌ - گردش۔ مصیبت۔ دَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ جس کے معنی چکر لگانا ہے۔ پھر مصیبت۔ گردش ز۔ نہ کو بھی دائرہ یاد رہ کہہ دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے دیتربص بكم اللہ علیہم دائرة السوء (۹۸:۹) وہ تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں ان ہی پر بڑی مصیبت واقع ہو۔
= اسْوُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے چھپایا۔ اسْوَاؤُ سے

۵۳:۵ = جَهْدًا اَيْنَا نِهْد - بڑی بڑی قسمیں۔ سخت سے سخت قسمیں۔ بہت کڑی قسمیں۔ بڑی پکی قسمیں۔

۵۴:۵ = اَذِلَّةٍ - نرم دل۔ کمزور۔ ذلیل۔ ذَلِيلٌ کی جمع قلت۔

ذَلِيلٌ کے معنی کبھی تو متواضع اور نرم دل کے ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ یہاں مراد ہے) اور کبھی کمزور اور ذلیل کے۔

= اَعِزَّةٍ - زبردست۔ سخت (جیسا کہ یہاں مراد ہے) عزت والے۔ عزیز کی جمع۔

= لَوْمَةٌ لَّا تَبْر - لَّا تَبْر - لَامٌ يَكُوْمُ (نَصَرَ) لَوْمَةٌ مصدر۔ کسی چیز کو بُرا سمجھ کر ملامت کرنا (خواہ وہ چیز بری ہو یا نہ ہو) لَائِمٌ اسم فاعل واحد مذکر۔

۵۵:۵ = وَلِيَكُمْ - تمہارا دوست۔ تمہارا مددگار۔

= يَتَوَلَّ - دیکھو ۵۱:۵۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ دوست رکھتا ہے۔

۵۶:۵ = تَنْقِمُونَ مِنَّا - تَنْقِمُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم انکار کرتے ہو۔ تم بڑے کہتے ہو۔

تم عیب دیتے ہو ہم کو۔ نَقَمٌ سے۔ اِنْقَمَ مِنْهُ - کسی سے بیر رکھنا۔ کسی میں عیب نکالنا۔ کسی سے بدلہ لینا۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاسْتَرْفْنَا مَوْفِيَ الْيَمِّ (۳۶:۴) تو ہم نے ان سے بدلہ لیکر چھوڑا کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا۔

= هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا - الخ کیا تم ہم میں عیب نکالتے ہو یا ہم سے نفرت کرتے ہو۔ کیونکہ

ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

= دَاثَ اَكْثَرَكُمْ فِسْقُونَ (اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں) کا عطف اَنْ اَمَّا پر ہے۔

واو حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور مال یہ ہے کہ اکثریت تم میں سے فاسقوں کی ہے۔ (لہذا تم کس بل بوجھو)

ہم میں عیب نکالتے ہو) باوجود اس کے کہ تم میں سے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ (تھانوی)
 ۶۰:۵ = اُنْبِئْكُمْ - میں تم کو بتاؤں - بَيِّنَةٌ سے مضارع واحد مکمل - کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
 مفعول -

= مَتُوبَةٌ - بدلہ ہزار ثواب - مَتُوبَةٌ باعتبار جزا و سزا یا ثواب کے بطور ثواب کے بحیثیت ثواب کے
 لغوی حیثیت سے ثواب اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کی جزا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عرف
 عام میں زیادہ تر نیک اعمال کی جزا کے لئے مستعمل ہے۔
 = هَلْ اُنْبِئْكُمْ - عِنْدَ اللَّهِ - اللہ کے نزدیک جزا یا سزا پانے کے لحاظ سے ان میں سے
 کون بُرا ہے۔

ذٰلِكَ کا اشارہ کس کی طرف ہے اس میں مختلف بیانات ہیں۔
 صاحب تفسیر القرآن نے اس کا اشارہ فَاَسْقُوْتَ لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کیا میں ان لوگوں کی نشاندہی
 کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے۔
 ابن کثیر نے ذٰلِكَ سے مراد فاسقین کا یہ گمان لیا ہے جو وہ اہل ایمان کے متعلق رکھتے تھے کہ
 غلط راستہ پر ہیں اور ترجمہ یوں کیا ہے۔
 ”تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ خدا کے پاس بدلہ پانے میں کون
 بدتر ہے۔“

قریب قریب یہی معنی صاحب مدارک التنزیل نے لئے ہیں فرماتے ہیں
 ذٰلِكَ اشارة الى الايمان اى بشر مما نقتم من ايماننا ثواباً یعنی ہمارے ایمان پر
 جو سزا مترتب ہونے کا تم گمان کرتے ہو۔
 مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ - السَّبِيلَ یہ هَلْ اُنْبِئْكُمْ کی وضاحت یہ ہے۔

۶۱:۵ = يَكْتُمُوْنَ - (جس کو وہ چھپاتے ہیں یعنی نفاق)۔
 ۶۲:۵ = الْعُدُوْنَ - عَدَا يَعْدُوْا کا مصدر ہے (باب نصر) ظلم و ستم۔ زیادتی۔
 = السُّخْتِ - حرام۔ دیکھو ۴۲:۵

= لَوْكَ - اگر ماضی پر داخل ہو تو زجر و توبیخ کے لئے ہوتا ہے یعنی انہوں نے کیوں ایسا نہ کیا۔ کیوں
 اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی۔
 اور اگر مضارع پر داخل ہو تو کسی کام پر برا نگیختہ کرنے اور اکسانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں مضارع
 پر داخل ہے اور مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے علماء اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

(اس میں علمائے اسلام کو بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید بلیغ ہے)

= لَوَاذَ..... الشَّحْتِ کیوں نہیں رہا نین اور اجبار اٹھ کھڑے ہوتے اور منع کرتے لوگوں کو گناہ اور عصیان کی باتوں سے اور حرام کھانے سے۔

۶۴:۵ = مَعْلُوكَةٌ۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث غَلٌّ مصدر۔ (نَصَرَ) گردن سے بندھا ہوا۔ بند۔ بخیل۔ غَلٌّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ بٹری۔ ہتھکڑی۔ پیٹ کی جبن۔ بدخلق عورت وغیرہ۔ یہاں باندھنا اور جکڑنا کے معنی مراد ہیں۔

= غُلَّتْ اَيْدِيْكُمْ وَ لَعْنُوْا۔ (بددعا یہ کلمات م جکڑے جائیں ان کے ہاتھ اور پٹیکارہ دان پر۔ مَبْسُوْطَاتٍ۔ اسم مفعول۔ تثنیہ مؤنث۔ مَبْسُوْطَةٌ مفرد۔ (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ) کھلے ہوتے ہیں۔ فراخ ہیں۔ وہ بڑا کریم اور بخور ہے۔ بَسِيْطُ الْيَدَيْنِ۔ سخی آدمی۔

= وَلَیْزِدَنَّ..... کُفُّوْا۔ لَیْزِدَنَّ۔ فعل بلام تاکید و تون ثقیلہ۔ کَثَبُوْا مِّنْهُمْ مَفْعُولُ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ تَرْتِیْكَ فاعل۔ طُعْيَانًا وَ کُفُّوْا۔ خبر۔

اور جو کلام تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر کو مزید طعنان اور کفر میں دھکیل دیگا دیکھو کہ وہ ہٹ دھرمی سے مخالفت اور نافرمانی کرتے ہیں۔

= اَوْقَدُوْا۔ انہوں نے آگ سلگائی۔ اِیْقَادُ (افعال) مصدر ماضی جمع نکر غائب۔

= اَطْفَاھَا۔ اس نے اس کو بجھا دیا۔ اِطْفَاءُ (افعال) سے مصدر۔ ماضی واحد نکر غائب ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

۶۶:۵ = لَوْ اَنْتُمْ اَقَامُوْا۔ اگر وہ (اپنے عمل سے) قائم کرتے۔ یعنی ان پر پورا پورا عمل کرتے۔

= لَا تَکُوْا۔ لام برائے تاکید ہے اَکَلُوْا۔ انہوں نے کھایا۔ وہ ضرور کھاتے۔ وہ ضرور فراخی رزق پاتے

= مِّنْ فَوْقِھِمُ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمُ۔ اظہار مبالغہ کے لئے آیا ہے، یعنی ان کو اوپر سے اور نیچے سے

(یعنی ہر طرف سے) رزق کی فراخی اور کثرت نصیب ہوتی۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے وَ کُوْنَتْ اَھْلُ الْقُرْیٰ

اٰمَنُوْا وَ اتَّقُوا لَعَنَّا عَلَیْہُمْ بَرَکَاتِ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ (۹۴:۶) اور اگر ان بستیوں والے

ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے (یعنی

ان کو بے شمار برکتوں سے نوازتے۔

= مُقْتَصِدَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اِقْتَصَادُ (افعال) مصدر۔ قصد مادہ۔ سیدھے راستے

پر قائم۔ راستہ۔

۶۷:۵ = فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَہُ۔ تو تو نے اس کی رسالت یا پیغام بری کا حق ادا نہیں کیا۔

= یُعْصِمُكَ - مضارع جمع مذکر غائب - عِصْمَةٌ مصدر (باب ضوب) لك ضمیر مفعول واحد مذکر ماضی - وہ تم کو بچا لے گا۔

= اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ - اى لا يُمْكِنُ لَهُمْ مَعَايِدُوتُ بَكَ - جو گزند تم کو پہنچانے کے ارادے رکھتے ہیں۔ ان کی ان کو توفیق نہ دے گا۔

کافروں کو تمہارے مقابلہ میں کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا (تفہیم القرآن)
۶۸:۵ = لَسْتُ عَلَى شَيْءٍ - تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ تم کسی اصل پر نہیں ہو۔ تم کسی دین پر تصور نہیں کئے جاؤ گے۔

= فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ - آپ افسوس نہ کریں کافروں پر۔
فَلَا تَحْزَنَ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ ضَرْبَ ذَلِكَ لَاسِقٌ بِهِمْ - آپ غم نہ کھائیں ان پر اس کفر کا بدلہ وہ خود ہی پالیں (کشاف)

۶۹:۵ = اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِيْنَ هَادُوا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصَارَى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ -

آیت ہذا میں اگر الصَّابِئُوْنَ کو اَن کے تحت لیا جائے تو اس کو منصوب ہونا چاہئے تھا اور الصَّابِئِيْنَ ہوتا جیسا کہ آیت ۶۲:۲ میں ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

اول تقدیر میں آیت یوں ہو - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِيْنَ هَادُوا وَالنَّصَارَى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا - فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - وَالصَّابِئُوْنَ كَذَلِكَ -

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے (یعنی جو مسلمان ہے) اور جو یہودی بنے۔ یا جو نصرانی ہیں ان میں سے جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور یہی حال صابیوں کا ہے۔

دوم یہ کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِيْنَ هَادُوا کی خبر محذوف لی جائے اور النَّصَارَى کو الصَّابِئُوْنَ
پر معطوف سمجھا جائے۔ اور مَنْ اٰمَنَ کو ان دونوں گروہوں کی خبر لیا جائے اس صورت میں معنی یہ ہوگا

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان
لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور صابیوں اور نصاریٰ میں

سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ
غمگین ہوں گے۔

۷۰:۵ = لَا تَقْوَى - هَوَى (باب سمع) سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ نہیں چاہتی ہے

وہ نہیں پسند کرتی ہے۔ هَوَىٰ۔ نفس کا خواہش کی طرف مائل ہونا۔

= بِمَا لَا تَهْوَىٰ۔ ایسا حکم لے کر جسے ان کے نفسوں نے (یعنی انہوں نے) پسند نہ کیا۔

= فَرِيقًا۔ یعنی رسولوں کے ایک گروہ کو۔

= فِتْنَةً۔ آفت، مصیبت، عذاب۔ فَتَنَ سے جسکی اصل معنی سونے کو آگ میں پٹا کر کھرا کھوٹا جانچنا۔ یا آگ میں ڈالنا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔

۷۲:۵ = لَقَدْ كَذَرَ كَافِلُ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ..... ابْنُ مَرْيَمَ ہے یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ وہ کافر ہو گئے۔

۷۳:۵ = ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ۔ تین (خداؤں) میں سے تیسرا (خدا) ہے۔ تین خدا۔ اللہ۔ دوسرا مسیح۔ تیسرا۔ حضرت مریم یا روح القدس۔

۷۵:۵ = اِنِّیْ یُؤَفِّکُوْنَ ہ اِنِّیْ۔ جہاں۔ کیونکر۔ جب۔ اسم طرف زمان و مکان۔ طرف زمان ہو تو بمعنی متی (جب۔ جس وقت) طرف مکان ہو تو بمعنی اِنِّیْ۔ (جہاں۔ کہاں)

اور استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ۔ (جیسے۔ کیونکر۔ یُؤَفِّکُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْکٌ سے۔ (باب ضرب) پھیرے جاتے ہیں۔ بھٹک رہے ہیں۔ اُلٹے پھر رہے ہیں۔ اِفْکٌ۔ جھوٹ۔ بہتان۔ کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

بعض دفعہ فعل مجہول اس لئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر کیا جاسکے کہ فاعل نے فعل کو اس نیزی سے اور اندھا دھند کیا۔ گویا اس کا فعل اس کے اختیار سے باہر تھا۔ یا اس کے پس پشت محرک فعل کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے۔

اس کی دیگر مثالیں۔ وَجَاءَهُ قَوْمٌ یُّهَوِّعُونَ اِیَّہِ۔ (۱۱-۷۸) اور اس کی قوم اس کی طرف بھگٹ دوڑ کر آئی۔

اور وَالْقَبْلِ السَّحَرَةِ سَاجِدِیْنَ (۷: ۱۲۰) اور جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے

۷۷:۵ = لَا تَغْلُوا۔ تم مبالغہ نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ تم غلومت کرو۔ غُلُوْا (نَصَرَ) کے معنی ہیں حد سے گذرنا۔ مضارع نہی جمع مذکر حاضر۔

= صَلُّوا۔ فعل لازم۔ وہ گمراہ ہو گئے۔ وہ گمراہ ہوئے۔

= اَصْلُوْا۔ فعل متعدی۔ انہوں نے (دوسروں کو) گمراہ کیا۔

۵: ۸۷ = عَلٰی لِسَانِ دَاوُدَ وَعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ۔ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر۔ یعنی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنی زبان سے ان کے لئے بد دعا کی اور وہ ملعون ہوئے۔ یعنی اللہ کی مہشکاران پر پڑی

= عَصَوْا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔

= كَانُوا لِعْتَدُوْنَ۔ وہ حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔ زیادتیاں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔

۵: ۸۹ = كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ۔ وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری نہی۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۵: ۹۰ = يَتَوَكَّلُوْنَ۔ دوستی رکھتے ہیں۔ تَوَكَّلَ سے بمعنی دوستی رکھنا۔ منہ موڑ لینا۔ اعراض کرنا الفاظ اضداد میں سے ہے۔

= سَخِطَ۔ (سَمِعَ) وہ غصہ ہوا۔ وہ ناراض ہوا۔

اِنَّ سَخِطَ اللّٰهُ..... خَالِدُوْنَ۔ یہ قَدَّ مَتَّ کی تعریف ہے یعنی انہوں نے کیا آگے بھیجا۔ (۱) اللہ کی ناراضگی (۲) دائمی عذاب۔

۵: ۸۱ = النَّبِیِّ۔ سے یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے صریحاً حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی۔ اگر کہ یہودی صحیح طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو مانتے تو وہ کبھی بھی مخالفین رسول اکرم سے محبت یا تعلق نہ رکھتے۔

= اِتَّخَذُوْهُمْ۔ میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (آیہ ماقبل) کی طرف راجع ہے ۵: ۸۲ = لَتَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیدہ۔ تو ضرور پائے گا۔

= لَتَجِدَنَّ۔ فعل با فاعل۔ اَلْیَهُودَ۔ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا دونوں مفعول۔ اَشَدَّ النَّاسِ..... ۱۔ ۲۔ اَمَنُوْا۔ حال۔ یعنی تو ضرور پائے گا اہل یہود اور مشرکین کو ایمان والوں کی عداوت میں تمام لوگوں سے سخت ترین۔

اسی طرح دوسرے فقرہ کا بھی ترجمہ ہوگا۔ اور تو ضرور پائے گا ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ایمان والوں کی دوستی میں ان سب سے قریب ترین۔

= قَتِیْبِیْنَ۔ جمع منصوب۔ قَتِیْبُوْنَ۔ جمع مرفوع۔ اس کی واحد قَتِیْبٌ اور قَتِیْبٌ ہے۔ بمعنی عیسائی عالم۔ یا درویش۔ یہ سریانی لفظ ہے۔

== زُهْبَانٌ - زاهدانِ اہل کتاب - اہل کتاب کے درویش -

رَاهِبٌ - واحد - جیسے فَارِسی کی جمع فُرُسَانٌ اور رَاکِبٌ کہ جمع رُکْبَانٌ ہے
راہب اس عبادت گزار کو کہتے ہیں جو دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلک خالق ہوں اور محروں
میں مصروف ذکر و فکر رہتا ہے۔

علامہ قرطبی نے رہبانیت کی یوں تشریح کی ہے۔

الزُّهْبَانِيَّةُ وَالرَّهْبُ النَّعْتُ فِي صَوْمِعَةٍ -

قِسِّيْنٌ اور زُهْبَانًا - اَنَّ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہیں۔

يَا رَءُ
وَإِذَا سَمِعُوا
الْمَاءِ دَعْوَةً وَالْأَنْعَامُ

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ

۵: ۸۳ = تَفِيضٌ - فَاصٌ يَفِيضُ فَيْضًا - (ضَرْبٌ) سے مضارع واحد مؤنث غائب - وہ بہتی ہے - وہ جاری ہوتی ہے - فَاصُ الْمَاءِ کے معنی ہیں کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا - یہاں آنسوؤں کے آنکھوں سے بہنے کے لئے آیا ہے -

= الدَّمَعُ - آنسو - اشک - واحد - دُمُوعٌ وَادَمْعٌ جمع -

= رَبَّنَا سے جو کلام شروع ہوا تھا وہ آیت ۸۲ کے اختتام پر الصَّالِحِينَ پر ختم ہوتا ہے -

۵: ۸۴ = فَأَنَابَهُمْ - فَ سببیہ ہے - أَنَابَ يُنِيبُ إِثَابَةً (باب افعال) بدلہ دینا انعام

دینا - ثواب دینا - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اس نے ان کو بدلہ یا انعام دیا - یہاں ماضی

مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے - یعنی وہ ان کو بدلہ دے گا - انعام دے گا -

= جَنَّتْ فِيهَا - أَنَابَ کا مفعول ثانی

۵: ۸۹ = عَقَدْتُمْ الْاٰیْمَانَ - عَقَدَ يُعْقِدُ لَعَقِيْدًا (باب تفعیل) ماضی کا صیغہ جمع

مذکر حاضر - تم نے پختہ کیا - تم نے مضبوط کیا - تم نے گرہ باندھی - الْاٰیْمَانَ - يَمِيْنٌ کی جمع - قسمیں

معاهدے - یعنی وہ قسمیں جن کا تم نے پختہ اقرار کر لیا ہے - جو نیتاً و ارادۃً تم نے اٹھائی ہیں -

= تَحْرِیْرٌ - (باب تفعیل) مصدر ہے آزاد کرنا - کسی کو مسجد کی خدمت یا خدا کی عبادت کے

لئے وقف کر دینا - جیسے نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا (۳۵: ۳) جو بچہ میرے پیٹ میں ہے

اس کو تیری نذر کرتی ہوں - لکھنا - تحریر کرنا - وغیرہ - یہاں آزاد کرنے کے معنی میں آیا ہے -

الْحُرُّ - آزاد مرد -

= رَقَبَةٌ - گردن - جان - غلام - رقبہ اصل میں گردن کو کہتے ہیں - پھر جملہ بدن انسانی کے لئے

استعمال ہونے لگا - اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا - جس طرح الفاظ راسخہ اور ظہور کا استعمال

سواروں کے لئے کیا جانے لگا - تَحْرِیْرٌ رَقَبَةٍ کے معنوں میں اور جگہ فَلْتُ رَقَبَةٍ بھی آیا ہے

۵: ۹۰ = اَلْمَيْسِرُ - اسم و مصدر - جوا - جوا کھیلنا - قمار بازی -

یُسْرٌ سے - یُسْرٌ کے معنی آسانی - اور سہولت کے ہیں یہ عُسْرٌ کی ضد ہے - چونکہ جوا کھیلنے

میں بھی مال آسانی اور بلا کلفت حاصل ہوتا ہے - اس لئے اس کو اَلْمَيْسِرُ کہا جاتا ہے -

= اَلْاَنْصَابُ - نَصَبٌ کی جمع - بُت وہ تمام چیزیں جو عبادت کے لئے نصب کی جائیں - خواہ

وہ مورتی ہو یا پتھر - یا اور کچھ - ان کو انصاب کہا جاتا ہے - یہاں انصاب سے مراد وہ پتھر ہیں جو حرم

میں کعبہ کے ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کے لئے جانور ذبح کرتے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل دیتے اور گوشت ان پتھروں پر رکھ دیتے۔ جسے قرآن مجید نے حرام فرمایا۔ دیکھو ۵: ۳۔

== الْاَنزِلَامُ - تیر - تیر پھینک کر شگون لینا۔ دیکھو ۵: ۳

== رِجْسٌ - ناپاک، پلید، گندہ۔ عقوبت۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ - جمع (حرمت شراب کے متعلق ملا حظ ہو۔ (۲۱۹: ۲)

۹۱: ۵ = يُوقِعْ - مضارع واحد مذکر غائب اِيقَاعٌ (افعال)، مصدر۔ وہ ڈال دے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اُن ہے۔

== يَصْدُكُمُ - وہ تم کو روک دے۔ صَدٌّ مصدر۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضارع منصوب بوجہ عمل اُن۔

== مُنْتَهَوْنَ - باز آنے والے۔ منع ہو جانے والے۔ رُكْ بآنے والے۔ اِنْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر اصل میں مُنْتَهِيُونَ تھا۔ مادہ نَحَى

۹۲: ۵ = اِحْذَرُوا - باب سَمِعَ - حَذَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ تم بچو۔

== تَوَلَّيْتُمْ - تَوَلَّى سے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔ تَوَلَّى کا معنی والی ہونا۔ حاکم ہونا بھی ہے۔

۹۳: ۵ = اس آیت میں الفاظ - اٰمَنُوا - عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ - اتَّقُوا - بہ تکرار استعمال ہوئے ہیں بعض کے نزدیک یہ تکرار تاکید و مبالغہ کے لئے ہے اور ایمان و تقویٰ اور ان پر مزید درجہ احسان حاصل کرنے کے لئے ابھارنے اور جوش دلانے کے لئے ہے

اور بعض کے نزدیک عَلَى الَّذِينَ کے متصل اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ زمانہ ماضی کے متعلق ہے یعنی وہ لوگ جو صاحب ایمان تھے اور نیک اور صالح اعمال کے حامل تھے اگر حرمت سے پہلے انہوں نے میسر و انصاف و اِزْلاَم سے کام لیا تو ان کو وہ معاف ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اِذَا مَا شَرَطَ کے لئے ہے اور اس سے متصل اتَّقُوا وَاٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مستقبل کے لئے۔ یعنی بشرطیکہ وہ آئندہ بھی ڈرتے رہیں گے ان چیزوں سے جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور اچھے کام کریں گے۔ پھر جس چیز سے روکا جائے اس سے رُکیں۔ اور جو فرمان الہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ اختیار کریں (الْحٰزَن - تفہیم القرآن)

صاحب ضیاء القرآن اور عبداللہ یوسف علی نے علامہ بیضاوی کی تشریح نقل کی ہے کہ فرماتے ہیں۔ ان مکرر الفاظ سے صحابہ کرام کی تین حالتوں یا ان کے تین مقامات کا ذکر کیا جا رہا ہے پہلے اتَّقُوا

وَأَمِنُوا سَے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس حالت کا بیان ہے جس کا تعلق ان کے اپنے قلب اور روح کے ساتھ ہے۔

دوسرے اِتَّقُوا وَاٰمَنُوا سَے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس کیفیت کا بیان ہے جو ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مہتی اور آخری اِتَّقُوا وَاٰحْسَنُوا سَے تقویٰ اور احسان کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان مہتی۔ یا پہلے ان کے ابتدائی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ان کے درمیانی حالت کی طرف اور آخر میں ان کے اعلیٰ ترین مقام کی طرف جبکہ عابد و معبود۔ ساجد سجد میں دوری کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور نعمت مشاہدہ سے دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اسی لئے اِتَّقُوا وَاٰحْسَنُوا فرمایا۔ جب کہ انسان مقام احسان پر فائز ہوتا ہے۔ اور احسان کا مفہوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا تَنْتَ تَرَاهُ فَاَنْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ بَرَآءٌ۔

یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں جبکہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر (مالت عبادت میں) تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۹۴:۵ = لَيَسْلُوْا نَکْمٌ۔ مضارع واحد مکرر غائب مضارع بلام تاکید و لون ثقیلہ۔ کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو ضرور آزمائے گا۔ وہ تمہاری ضرور جانچ کر لے گا۔

بَلَاءٌ۔ سے (باب نصر) مادہ بلی۔

= رِمَا حُکْمٌ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نیزے۔

= تَنَالَهُ۔ اس کو پاتی ہے۔ اس تک پہنچتی ہے۔ نِيلٌ سے (باب فتح)۔

۹۵:۵ = اَنْتُمْ حُرْمٌ وَاَوْ عَلَیْہِ (در آنحالیکہ) اَنْتُمْ حُرْمٌ وَاَوْ عَلَیْہِ حالت احرام میں ہو تم احرام باندھے ہوئے ہو۔

= مُتَعَمِّدًا ۱۔ عَمَدًا ۱۔ جان بوجھ کر۔ ارادہ (باب تفعّل)۔

= النَّعَمِ۔ اسم جنس۔ چوپایہ۔ اونٹ بکری۔ گائے۔ بھینس وغیرہ جمع اَلْعَامُّ وَاَلْعُمَانُ

= ذَوَا عَدْلٍ۔ دو معتبر عادل شخص۔

= هَدًیًا۔ اسم نکرہ منصوب۔ قربانی کا جانور جو ماہِ حُرْم میں حُرْم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

= بَالِغِ الْکَعْبَةِ۔ بالغ۔ پہنچنے والا۔ بُلُوْغٌ سے بمعنی پہنچنا۔ کعبہ سے مراد حدودِ حرم ہے کیونکہ جانور کعبہ میں نہیں ذبح کئے جاتے۔

بَالِغِ الْكُعْبَةِ - یعنی وہ جانور پھر پہنچ جائے کعبہ یعنی مکہ معظمہ میں۔

= هَدْيًا بَالِغِ الْكُعْبَةِ - حال ہے جس کا ذوالحال مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ہے یعنی چوپایوں میں سے ویسا ہی جانور جو شکار کیا گیا ہو وہ پہنچایا جائے ذبح کے لئے حدود حرم میں
= وَمَنْ قَتَلَهُ..... ضِيَامًا - اور جس نے عمدًا شکار مارا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) چوپایوں میں سے اسی قیمت کا جانور جو حرم مکہ میں لاکر ذبح کیا جائے۔

(۲) یا کفارہ کے طور پر اس جانور کی قیمت کے برابر مساکین کو کھانا کھلائے۔

(۳) یا اس قیمت میں جتنے مساکین کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے ان مساکین کی تعداد کے برابر روزے رکھے۔ اور ہر تہ صورت میں فیصلہ تمہارے میں سے دو صاحب عدل و انصاف شخص کریں گے
= لِيَذُوقَ - ل - تاکہ - يَذُوقَ - مضارع منصوب واحد مذکر - ذُوقُ (نَصَرَ) سے مصدر تاکہ وہ چکھے۔

= وَبَالَ أَمْرٍ - مضارع منصوب - مضارع - مضاف - مضاف الیہ دونوں مل کر وَبَالَ کا مضاف الیہ وَبَالَ أَمْرٍ - مضارع و مضاف الیہ مل کر مفعول بہ ہے يَذُوقَ کا۔ بد اعمالی کی سخت سزا۔

= عَادَ - وہ پھرا۔ اس نے عود کیا۔ وہ پھر آ رہا۔ باب (نَصَرَ) عَوَّدَ سے جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں۔

= يَنْتَقِمُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ انتقام لے گا۔ وہ بدلہ لے گا۔ وہ سزا دے گا۔ باب افعال انتقام سے۔

۹۶: ۵ = طَعَامُهُ - اس کا کھانا۔ اس میں ہضمیر واحد مذکر غائب صَيْدُ الْبَحْرِ کی طرف راجع ہے۔ یعنی تمہارے لئے پانی کے جانوروں کا کھانا بھی جائز۔ یعنی ان کا جن کو تم شکار نہیں کرتے بلکہ انہیں سمندر خود بخود زندہ یا مردہ خود بخود باہر پھینک دے۔

= دَلِيلِ سَيَّارَةٍ - مسافروں کے لئے۔ یعنی تمہارے لئے بھی جو حالت احرام میں ہو اور ان کے لئے بھی جو مسافر ہیں اور حالت احرام میں نہیں ہیں۔

۹۷: ۵ = الْكُعْبَةُ - چوکور مکعب شکل کا مکان جس کی ہر جانب مربع ہو۔ یعنی چھت، فرش، چاروں اطراف۔ جو بیرونی سطح سے اونچا ہو۔ یعنی کرسی پر بنا ہوا ہو۔ مراد مسلمانوں کا قبلہ۔ اس کو کعبہ اسی لئے کہتے ہیں کہ اول تو ملحقہ سطح سے اونچا بنا ہوا ہے یعنی کرسی ملحقہ سطح سے اونچی ہے۔ اور دوسرے قریباً قریباً مربع الجوانب مکعب شکل کا ہے۔ اصل میں اس کا کوئی ضلع بھی دوسرے کے برابر نہیں ہے موقع پر اس کی

بیائش یوں ہے

شرقی دیوار کا طول ۱۱ میٹر ۵۸ سینٹی میٹر

مغربی دیوار کا طول ۱۱ میٹر ۹۳ سینٹی میٹر

دشمالی، شمالی جانب کی دیوار کا طول ۱۰ میٹر ۲۲ سینٹی میٹر

(جنوبی) یعنی جانب کی دیوار کا طول ۱۰ میٹر ۱۳ سینٹی میٹر

(رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان)

کعبہ کی سطح زمین سے بلندی = ۱۵ میٹر

دیوار شرقی سے مقام ابراہیم تک فاصلہ = ۱۱ میٹر ۱۰ سینٹی میٹر

(الحرم المکی - الحاج عباس کرارہ) القاہرہ

= الْبَيْتُ الْحَرَامُ - عزت والا گھر - حرمت والا گھر

= الشَّهْرُ الْحَرَامُ - عزت و حرمت والا مہینہ - یا اگر الشَّهْرُ کو اسم جنس لیا جائے تو اس کے

منی اشْهُرُ الْحُرُمِ ہوں گے - عزت و حرمت والے مہینے - یعنی ذوالقعدہ - ذوالحجہ، محرم -

اور رجب المرجب

= الْهَدْيُ وَالْقِلَادَةُ - کے لئے دیکھو ۲:۵ - قربانی کے جانور اور وہ جانور جن کے گلے میں

پٹے پڑے ہوئے ہوں -

= قِيَامًا لِلنَّاسِ - قِيَامٌ وَقِيَامٌ - اس چیز کو کہتے ہیں جس کے سہارے کوئی قائم

رہ سکے - جس طرح کہ عِمَادٌ وَسِنَادٌ - اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو سہارا لگادیا جائے

بناخیزہ قرآن مجید میں ہے -

وَلَا تَوَلُّوْا السُّفْهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا - (۵:۴) اور بے عقلوں

کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے - مت دو -

اسی طرح آیت ہذا میں ہے کہ -

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے لوگوں کے لئے بقاء کا باعث بنایا ہے -

لَبَيْتُ الْحَرَامِ - کعبہ کی صفت ہے - الشَّهْرُ الْحَرَامُ - الْهَدْيُ - الْقِلَادَةُ

سب کا عطف الکعبۃ پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو لوگوں کی بقاء اور ان کی اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔ قِیَامًا۔ جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے۔

۵: ۹۸ = مَثَدِیْدُ الْعِقَابِ ۛ سخت سزا دینے والا۔

۵: ۹۹ = مَا مَبْدُؤَاتٍ۔ جو تم ظاہر کرتے ہو یا جو تم ظاہر کر دو گے۔ اِبْدَاءُ (افعال) سے = مَا تَكْتُمُونَ۔ جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاؤ گے۔ کَتَمْتُ سے۔

۵: ۱۰۱ = اِنْ تَبَدَّ۔ اصل میں تَبَدَّی تھا۔ اِنْ کے عمل سے ی حذف ہو گئی۔ مضارع کا صیغہ واحد مَوْتُ غائب۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے۔

اِبْدَاءُ۔ مصدر بَدَّءَ مادہ۔

= تَسْوُؤُكُمْ۔ وہ تم کو برسی لگے۔ وہ تم کو ناخوش کرتی ہے۔ مضارع واحد مَوْتُ غائب سَاءَ یَسْوُؤُ (نصر) سَوَّءٌ۔ سَوَّءٌ سے مادہ۔ سوء۔ السَّوْءُ ہر وہ چیز جو انسان کو غم پر مبتلا کر دے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل سے ہو۔ یا اخروی کے اور عام ہے اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے یا ان امور خارجیہ سے جن کا تعلق جاہ و جلال کے چلے جانے یا کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کے فوت ہو جانے سے ہوتا ہے۔ قرآن میں لفظ یا اس کے مشتقات بمعنی بیماری۔ رسوائی۔۔ برائی بھی آیا ہے۔

اس آیت کے ترجمے میں بعض نے اِنْ تَبَدَّ لَكُمْ تَسْوُؤُكُمْ۔ وَاِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّ لَكُمْ کو اکٹھا لیا ہے اور اسے اَشْیَاء کی صفت لکھا ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔

اے ایمان والو! مت پوچھ گچھ کیا کرو ایسی باتوں کے متعلق کہ اگر تم پر عیاں کر دی جائے ان کی حقیقت تو تمہاری ناگواری یا تنگی کا باعث بنیں۔ اور اگر اس وقت دریافت کی جائیں جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو تم پر ان کی وضاحت کر دی جاتی۔ (یعنی احکام الہی کے سمجھنے میں جو تمہیں مشکلات یا دقتیں درپیش ہوتیں ان کی وضاحت کر دی جاتی)

اس ترکیب کو صاحب مدارک التنزیل اور مولانا محمد علی نے لیا ہے۔ دوسروں کے نزدیک یَاٰیٰہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا..... تَسْوُؤُكُمْ۔ اور وَاِنْ تَسْأَلُوا..... تَبَدَّ لَكُمْ کو الگ الگ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر ظاہر کی جائیں تو تمہارے لئے تنگی کا باعث بنیں (جیسے قوم موسیٰؑ نے گائے کے متعلق سوال کر کر کے اپنے اوپر دائرہ اختیار تنگ کر لیا تھا ملاحظہ فرمائیے۔ ۲: ۶۸-۷۱) (ہاں) اگر تم ایسی باتیں

جب قرآن نازل ہو رہا ہو (تو کسی مشکل یا دقیق امر کو سمجھنے کی خاطر) دریافت کرو تو وہ تم پر واضح کر دی جائیں۔ (۱) اے الخازن۔ ضیاء القرآن۔ اور تفسیر عبد اللہ یوسف علی میں اختیار کیا گیا ہے) = عَفَا اللَّهُ عَنْهَا۔ کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ ایک تو یہ کہ اس بائے میں تم نے جواب تک کیا ہے اسے اللہ نے معاف کر دیا ہے۔ (مدارک التنزیل۔ الخازن۔ تفسیر القرآن)

۲۔ یعنی جب قرآن کے کسی حکم کے نزول کے وقت تم نے وضاحت کی خاطر سوال کئے تو خدا تمہیں یہ معاف کر دے گا (عبد اللہ یوسف علی)

۱۰۲:۵ = سَأَلَهَا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اشیاء نہیں بلکہ المسئلة (پوچھ دریافت۔ سوال و جواب) محذوف ہے۔ یعنی ایسا ہی مسئلہ اٹھایا تھا ایک قوم نے تم سے پہلے بھی (یہاں قوم سے مراد کسی ایک خاص نبی کی قوم نہیں بلکہ سوال کرنے والوں کی ایک جماعت یعنی کئی سوال کرنے والوں نے ایسے سوال کئے تھے مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کے متعلق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کو بالجہر دیکھنے کے متعلق۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے المائدہ کے متعلق)

= ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ۔ بھا بمعنی بتو کھمدا العمل بھا مراد ہے پھر وہ منکر ہو گئے اس وضاحت پر عدم عمل کی وجہ سے۔ پھر وہ ان احکام کا انکار کرنے والے ہو گئے۔ ۱۰۳:۵ = بِحَيْرَةٍ۔ بروزن فعیلہ بمعنی مفعولۃ۔ کان پھٹا۔

بَحَرْتُ الْعَيْرَ۔ میں نے اونٹ کے کان اچھی طرح کاٹ ڈالے۔ اہل عرب کی کفر کی رسموں میں سے ایک یہ تھی کہ اگر کسی بت کے لئے کسی مولیشی کی نذر مانتے تو اس کے کان پھاڑ دیتے نشان کے لئے اور اس کو بحیرہ کہتے۔

= سَائِيَةً۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں وہ جانور جو بت کے نام کر کے چھوڑ دیا جاتا تو اُسے سائبہ کہتے تھے۔ سَابَ يَسِيبُ (ضرب) بے مقصد گھومنا۔ جانور کا آزاد کرنا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو تمام مشقت سے آزاد کر دی گئی ہو۔

یہ جانور سائبہ بھی بے روک ٹوک جدھر چاہے پھرتا رہتا۔ کوئی اس کو روکتا نہ تھا = دَصِيلَةً۔ وہ نوخیز اونٹنی جس کے سب سے پہلے حمل میں مادہ بچہ ہو اور دوسرے حمل میں بھی مادہ ہو۔ اس کو وصيد کہا جاتا تھا کیونکہ دو متواتر دو حملوں میں مادہ بچے ہوتے۔ درمیان میں نہ پیدا نہیں ہوا۔ دونوں مادہ بچے متصل پیدا ہوئے اس لئے

وہ اونٹنی وصیلہ کہلاتی تھی۔ اس اونٹنی کو مشرک بتوں کے نام پر مچھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ نہیں دوتے تھے۔

= حَامٍ - حَامِی - جنوانے والا اونٹ۔ جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے یعنی سواری اور بوجھ کے قابل ہو جاتے تو اس اونٹ پر لادنا موقوف کر دیتے اور چائے یا پانی پر سے نہ ہٹاتے۔ اسے حامی کہتے۔

۵: ۱۰۵ = عَلَیْكُمْ أَنْفُسُكُمْ - اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔ تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے
۵: ۱۰۶ = شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ آپس میں تمہاری گواہی تم میں سے دو معتبر اور صاحب عدل شخص ہیں۔

= اَوْ اٰخَرَانِ یا دو اور شخص مِنْ غَیْرِكُمْ - غیروں میں سے۔ غیر قبیلہ۔ غیر مسلم (جمہور)
= تَحْبِسُوْهُمْ تَحْبِیْسٌ (ضَرْبٌ) روکے رکھنا مضار جمع مذکر حاضر۔ ہما ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔

= اِنْ اَرْتَبْتُمْ - اگر تم شک میں پڑے۔ اگر تمہیں شک پڑ جائے۔ اِرْتَبْتُ (افتعال) رَنْبٌ - (مادہ)

= لَا تَشْتَرِیْ بِہ لَمِنَ الْاِثْمِیْنَ - یہ الفاظ جن گواہان سے قسم لی جا رہی ہے وہ کہیں گے۔

۵: ۱۰۷ = عِثْرَ عَلٰی - اسے اطلاع کر دی گئی۔ اسے خبر کر دی گئی (باب نصر۔ ضرب) عِثْرٌ سے جس کے معنی بغیر چاہے کسی چیز پر مطلع ہو جانے کے ہیں ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
عِثْرٌ یَعِثْرُ عِثَارًا وَّعِثُورًا - کے معنی گر پڑنے کے ہیں اور مجازاً اس کا استعمال کسی شخص کے اچانک بلا طلب کسی بات پر مطلع ہو جانے کے لئے ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَعِثْرْنَا عَلَیْہُمْ - (۸: ۲۱) اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے باخبر کر دیا۔ یعنی لوگوں کے قصد کے بغیر ہی ہم نے ان کے حال پر مطلع کر دیا۔

= اِسْتَحَقَّ - وہ دونوں حقدار ہوئے۔ اِسْتَحَقَّ ماضی کا صیغہ تثنیہ غائب اِسْتَحَقَّا اِنَّمَا وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یا کسی گناہ کے سزاوار ہوئے۔ گناہ کر کے مستحق سزا ہوئے۔

= اِسْتَحَقَّ عَلَیْہِمْ الْاَوَّلَیْنِ - پہلے دونوں نے جن کا حق ضائع کیا تھا۔

= فَيُقْسِمُ - پس وہ دونوں قسم اٹھاویں یعنی وہ دو نئے گواہ جو حقداروں میں سے

لئے جاویں۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب اِقْسَامٌ (افعالٌ) مصدر

= لَشَهَادَتُنَا..... إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ۔ یہ قسم کے الفاظ وہ دو نئے گواہ کہیں گے جو کہ حقداروں میں سے لئے گئے ہیں۔

۱۰۸: ۵ = اَدْنَىٰ = زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔ جب یہ اکبر کے مقابلہ میں ہو تو اِصْغَر کے معنی دیتا ہے اور جب خیر کے مقابلہ میں ہو تو اِذْءَل کے معنی دیتا ہے اور جب اِقْصَى (دور) کے مقابلہ میں ہو تو نزدیک کے معنی دیتا ہے۔ یہ دَانِ اور دَرْنِ کا اسم تفضیل ہے۔ پہلی صورت (دَانِ سے) اقرب (نزدیک) اور دوسری صورت میں اِذْءَل کے معنی میں آتا ہے۔

= يَأْتُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يَأْتُونَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون گر گیا۔ يَأْتُوا ب۔ وہ لائیں۔ اَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ کہ وہ گواہی دیں۔

= عَلَىٰ وَجْهِهَا۔ کما حقہ۔ جیسا کہ چاہئے۔ ٹھیک ٹھیک۔

= اَنْ تَرُدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ (یا وہ خوف کھائیں کہ) ان کی قسموں کے بعد قسم کو (وارثانِ میّت کی طرف) لوٹایا جائے گا۔ یعنی ان کی قسم پر دوسرے فریق کی قسم لی جائے گی۔ اور ان کی قسم کی تردید ہو جائے گی۔

آیات نمبر ۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸ = مطلب یہ ہو گا! اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لئے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحبِ عدل آدمی گواہ بنائے جائیں۔

یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ:-

”ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں اور خواہ ہمارا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا کے واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو گنہگاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کا حق پچھلے دو گواہوں نے مارنا چاہا تھا۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے“

اس طریق سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے یا کم از کم اس بات کا ہی خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے اللہ سے ڈرو اور سنو! اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

۵: ۱۰۹ = مَاذَا أُجِبْتُمْ۔ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ اِجَابَةٌ جس کے معنی جواب دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

یعنی جب تم نے لوگوں کو دین حق کی دعوت دی تو اس کے رد عمل میں ان کا کیا جواب تھا۔ انہوں نے کہاں تک اسے قبول کیا اور کہاں تک اس کے منکر ہوئے۔ لَا عَلِمَ لَنَا۔ ہمیں کوئی علم نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہ تھا۔ کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا۔ اس جواب کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔ ۱۔ یہ کہ یوم حشر کی ہولناکی کی وجہ سے مخاطبین دین حق کے رد عمل کا مفصل بیان بڑا مشکل ہوگا۔

۲۔ یہ کہ کمال انکساری کی وجہ سے۔ کہ اے خدا ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں اس قدر حقیر اور نامکمل ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ فرماتے ہیں کہ:-

قَالُوا لَا عَلِمَ لَنَا لَا نَكَ تَعْلَمَ مَا أَظْهَرُوا وَمَا أَضْمَرُوا وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ إِلَّا بِمَا أَظْهَرُوا نَعْلَمُكَ فِيهِمْ الْفُضْلُ مِنْ عَلِمْنَا فَلِهَذَا الْمَعْنَى لَفُوا الْعِلْمَ عَنِ انْفُسِهِمْ لِأَنَّهُمْ عِنْدَ اللَّهِ كَلَّا عَلِمُوا۔ (انہوں نے) جواب دیا (اے اللہ) تو ان کے (مخاطبین کے) ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔ اور ہم ان کے ظاہر کو جانتے ہیں۔ بتر علم ان کے بارہ میں ہمارے علم سے کہیں زیادہ عمیق اور دقیق ہے بدین وجہ انہوں نے اپنی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

۳۔ یہ کہ ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہم اپنی زندگی میں ان کے ظواہر سے باخبر رہے لیکن مرنے کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا عمل کئے اور ان کا رد عمل کیا رہا۔ اس کا علم تو ہی رکھتا ہے۔

ایسا ہی جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آیت ۵: ۱۱۷ میں دیا۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ میں ان پر گواہ رہا جب دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔

تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی ان پر نگران تھا۔
 = عِلْمٌ - عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔

عِلْمُ الْغُيُوبِ - ایسا زبردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گونا گوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو۔ جو اب موجود ہے اسے بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اسے بھی جانتا ہے جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی۔ جو تھا۔ جو ہے۔ جو ہوگا سب کچھ جانتا ہے۔

۵: ۱۱۰ = اَيَّدْتُكَ - میں نے تیری مدد کی۔ اَيَّدْتُ تَأْيِيدٌ (تفعیل) سے بمعنی مدد دینا۔ قوت دینا۔ اَيَّدْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم لک ضمیر مفعول بہ

= بِرُوحِ الْقُدُسِ - جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے۔ روح القدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا روح القدس سے مراد پاک مقدس روح ہے کیونکہ ارواح اپنی ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ کچھ روحیں مقدس پاک۔ نورانی اور مشرف ہیں اور کچھ ارواح خبیث۔ مکدر اور آلودہ ہیں یہاں مراد کہ ہم نے ایک پاک۔ صاف۔ مقدس ملہ روح سے نوازا۔

= اَلْمُهْدِ - اسم۔ گہوارہ۔ مراد شیرخوارگی کا زمانہ۔ یا ماں کی گود میں فی الْمُهْدِ - بحالت طفولیت۔

= كَهْلًا - ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے کچھ بال کالے اور کچھ سفید ہو گئے ہوں۔ بحالت کہولت۔

كَهْلًا حال ہے جملہ تَكَلَّمَ النَّاسَ ذوالحال ہے۔

= تَكَلَّمَ النَّاسَ تو باتیں کرتا ہے تَكَلَّمَ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَكَلَّمَ النَّاسَ فِي الْمُهْدِ وَكَهْلًا یعنی بحالت طفولیت و کہولت ہر دو حالت میں تو باتیں کرتا تھا دلائل و برہان سے۔

= وَإِذْ عَلَّمْتُكَ - اس کا عطف إِذْ اَيَّدْتُكَ پر ہے۔

= الْكِتَابِ سے مراد تورات ہے۔ تمہیں کتاب کی تعلیم کی اور توریت کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراۃ کا لفظ ہے۔ اور اس سے مراد توریت بھی اور دوسری اب بھی۔ ابن کثیر۔ الکتاب بمعنی الخط۔ لکھنا پڑھنا۔

الطِّينِ - گارا۔ مٹی۔ خاک۔ مٹی اور پانی کا آمیزہ

= كَهَيْئَةٍ - ك - بمعنی مثل۔ مانند۔ ہیئت۔ اسم صورت۔ شکل۔

= تَنْفُخُ - تو پھونک مارتا ہے۔ تَنْفُخُ سے واحد مذکر حاضر۔

= فِيهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب ہیئۃ کی طرف راجع ہے۔

= تُبْرِي - تو تندرست کرتا ہے۔ تو صحت یاب کرتا ہے اِبْرَاءُ سے بُرَى۔ مادہ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ فعل با فاعل

= اَلَا كَمَثَلِ - مادر زاد اندھا۔ کَمَثَلُ واحد۔ معنی نابینا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے تُبْرِي کا مفعول ہم۔

= اَبْرَصَ - کوڑھی۔ اس کا عطف اَلَا كَمَثَلِ پر ہے۔

= تُخْرِجُ الْمَوْتَى - تو مردوں کو (قبر سے زندہ حالت میں) نکالتا تھا۔

= كَفَفْتُ - میں نے روک دیا تھا كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ - میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے روک دیا تھا۔

اس آیت میں جہاں خداوند تعالیٰ نے ان احسانات اور انعامات کا ذکر کیا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فرمائے گئے تھے لیکن اِذْ تَخْلُقُ سے لے کر تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِاِذْنِي تک بار بار لفظ بِاِذْنِي (میرے حکم سے) فرمایا ہے۔ جس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود کہ یہ تمام خسرِ عادت کام محض اللہ تعالیٰ کے حکم پر تمہا سے ہاتھوں سر انجام ہوتے تھے کیونکہ حقیقت میں وہی ذاتِ باری تعالیٰ خالقِ کل ہے اور شافی الامراض ہے۔ اور مردوں کو زندہ کرنے والی ہے مخلوق میں بذاتِ خود کوئی ایسی قدرت نہیں رکھتا۔

۵: ۱۱۱ = اَلْحَوَارِیُّنَ - حواری جمع کا صیغہ اس کا مفرد حَوَارِیٌّ ہے جو حَوْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی 'سپیدی' کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے ان کو سپیدی سے نسبت اس لئے دی گئی کہ ان کے کپڑے سفید تھے یا بقول بعض وہ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور حواری نبطی زبان میں دھوبی کو کہتے ہیں۔

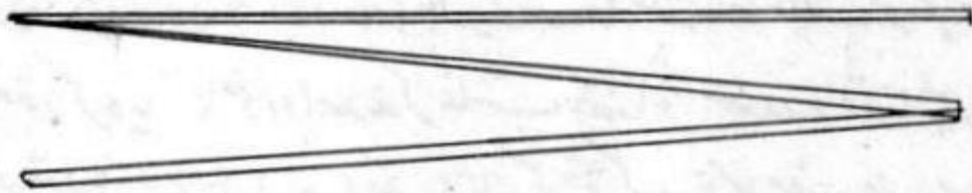
= اَذْحِیْتُ - یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی میں نے بذریعہ الہام ان کے دلوں میں ڈالا۔ اِذْ اَوْحِیْتُ الا یہ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہم نے حواریوں کے دل میں بذریعہ الہام یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر دل سے ایمان لے آویں تو انہوں نے تمہاری دعوت الی الحق سنکر اسے قبول کر لیا۔ اور تمہیں کہنے لگے، سم ایمان لے آئے ہیں اور (مے پیغمبر) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

۵: ۱۱۲ = هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ - کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے۔ يَسْتَطِيعُ مضارع واحد مذکر غائب استنطاع استفعال مصدر۔ حواری تو قبل ازیں دل میں مسلمان ہو چکے تھے اس لئے ان کا یہ کہنا کہ کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے۔ کسی شک پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ جیسا کہ کلام مابعد و تَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا سے واضح ہے۔ محض مزید اطمینانِ قلب اور تقویتِ ایمان کی خاطر انہوں نے مادہ طلب کیا تھا۔ جیسا کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ رَبِّ ارِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ اَوْرِخْدَالِی كے ارشاد اَوَّلَمَ تُوْمِنُ پر فرمایا تھا بَلٰی وَّلٰكِنْ لَّيَطْمَئِنُّ قَلْبِي (۲: ۲۶۰) لیکن میں دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں کہ میرا دل اطمینان حاصل کرے۔

= مَا يَدْعُوْا - کھانا جو دسترخوان پر چنا ہوا ہو۔ یا وہ دسترخوان جس پر کھانا چنا ہوا ہو۔
= اتَّقُوا اللّٰهَ - اللہ سے ڈرو اور ایسے سوال مت کرو جو اب شرط ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
شرط ہے عموماً جواب شرط شرط کے بعد ہی آتا ہے۔ لیکن عربی ادب میں اور دیگر زبانوں میں بھی اکثر جواب شرط کو شرط سے قبل لایا جاسکتا ہے

۵: ۱۱۷ = تَوَفَّيْتَنِيْ - تو نے مجھے اٹھالیا۔ تو نے مجھے قبض کیا۔ تو نے مجھے وفات دی۔
تَوَفَّيْتَنِيْ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔
تَوَفَّيْتَنِيْ کے اصل معنی لغت میں کسی چیز کو کامل طور پر قبضہ میں لینے کے ہیں۔ جیسے نیند کی حالت میں ہوش کو پورے طور پر اٹھالیا جاتا ہے یا موت کے وقت روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔ تَوَفَّيْتَنِيْ کا استعمال موت کے لئے کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اس کے حقیقی اور لغوی معنی نہیں ہیں بلکہ مرادی اور تعبیری معنی ہیں۔
= الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ - الرَّقِیْبُ - نگہبان - خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ راہ دیکھنے والا۔ کُنْتُ کی خبر ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۶) سُورَةُ الْاِنْعَامِ (۵۵)

۱:۶ = ثُمَّ حَرَفَ عَطَفَ ہے۔ لیکن کوئی دوسرا حرفِ عطف اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ معنی عطف پر دلالت کے ساتھ ساتھ کفار کی نادانی اور ان کے عقیدہ کی قباحت کو بھی عیاں کر رہا ہے ثُمَّ دَالَةٌ عَلَىٰ قُبْحِ فِعْلِ الْكَافِرِينَ (قرطبی)

= يَعِدُ لَوْ أَنَّهُ - مضارع جمع مذکر غائب عَدَلَ - مصدر - (باب ضرب)

یعنی وہ الوہیت میں اپنے معبودانِ باطل کو خداوند تعالیٰ کا ہمسر اور اس کے برابر بناتے ہوئے ہیں۔ (وہ عدل و انصاف کرتے ہیں یہاں یہ معنی مراد نہیں) یہاں بِرَبِّهِمْ يَعِدُ لَوْ أَنَّهُ کو وَهُمْ بِمُشْرِكُونَ (۱۶: ۱۰۰) کے ہم معنی لیا گیا ہے۔

بعض نے اس کو عَدُولٌ سے مشتق لیا ہے اور بِرَبِّهِمْ میں ب بمعنی عَنْ مراد لیا ہے یعنی عَنْ رَبِّهِمْ يَعِدُ لَوْ أَنَّهُ اپنے رب کی حکم عدولی کرتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُ لَوْ أَنَّهُ (۲۴: ۶۰) بلکہ یہ لوگ راستہ سے الگ ہوئے ہیں۔

۲: ۶ = قَضَىٰ - مقرر کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءُ مصدر۔ قضاء میں فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا کا مفہوم ضرور موجود ہوتا ہے۔ سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقرر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مار ڈالنا۔ ان سب معانی کے لئے قضا کا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے اور اس آیت میں مراد مقرر کی ہے

= أَجَلًا - ميعاد۔ قَضَىٰ أَجَلًا - یعنی اس نے موت کے وقت کا فیصلہ کر چھوڑا ہے۔ أَجَلًا مفعول ہے قَضَىٰ کا۔

= وَأَجَلَ مُّسَمًّى عِنْدَہ - أَجَلَ - ایک دوسری مدت - مُّسَمًّى - طے شدہ - نامزدہ - مقرر کردہ شدہ - اور اول الذکر ميعاد کے علاوہ جو زندگی اور موت کے متعلق ہے ایک دوسری مدت بھی اس

کے ہاں طے شدہ ہے یعنی اس کا وقت بھی متعین ہے جو صرف اس کے علم میں ہے۔

= ثَمَّ - بعینہ وہی مفہوم ادا کرتا ہے جس کے لئے یہ لفظ پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔

= تَمْتَرُونَ - تم شک کرتے ہو۔ تم تردد کرتے ہو۔ اِمْتَرَاءُ (افتعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِمْتَرَاءُ کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنا اور جھگڑنا کہ جس میں شک و شبہ یا تردد ہو۔

۴:۶ = مَعْرِضِينَ - اعراض کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضُ (اِفْعَال) سے۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔

= كَذَّبُوا بِالْحَقِّ - انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ الْحَقِّ مفعول بہ ہے كَذَّبُوا کا۔

= اَنْبَاءُ - اَلْبُأْسُ - خبریں - حقیقتیں۔ بِنَاءُ کی جمع۔ جس کے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو۔ اسے بِنَاءُ کہا جاتا ہے۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو بِنَاءُ نہیں بولتے۔ کیونکہ اس وقت تک کوئی خبر بِنَاءُ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب کے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تو اتر ثابت ہو یا جس کو اللہ و رسول نے بیان کیا ہو۔

۶:۶ = قُرُونٍ - سینگ - عورت کے گیسو، بالوں کا بٹا ہوا حصہ (پٹی) زمانہ - ایک زمانہ کے لوگ۔

قُرُونُ الشَّمْسِ - سورج کا کنارہ - عمر - سِنٌ - هُوَ عَلَى قُرُونٍ - وہ میرا ہم عمر ہے۔ ۱۰ - ۲۰ - ۳۰ - ۴۰ - ۵۰ - ۶۰ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ - ۱۰۰ - ۱۲۰ سال کو بھی قرن کہتے ہیں۔ قرن کی جمع قرون ہے۔ یہاں مراد وہ قوم جو کسی ایک زمانہ میں ہو۔

= مَكْنَهُمْ - ہم نے ان کو بااقتدار بنایا۔ ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا۔ تَمْكِينُهُمْ تَفْعِيلٌ سے ماضی جمع متکلم۔ مَكَّنَ يَمْكُنُ (باب کوْم) حاکم کے پاس مرتبہ حاصل کیا۔ اَمْكَنَ - يُمْكِنُ (افعال) بااقتدار ہونا۔ قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ باب کوْم - افعال سے فعل لازم آئیگا اور تفعیل سے متعدی۔

= السَّمَاءُ - اى المطر - یعنی بارش۔ کیونکہ یہ اوپر سے آتی ہے۔

= مِدْرَارًا - دَرٌّ اور دَرَّةٌ سے بہت برسنے والا۔ لگاتار برسنے والا۔ (صیغہ مبالغہ)

سَّمَاءٌ - مِدْرَارٌ - لگاتار اور بکثرت برسنے والا مینہ۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا - (۷۱ - ۱۱) وہ تم پر لگاتار مینہ برسائے گا۔

= مِنْ تَحْتِهِمْ - مِنْ تَحْتِ اشْجَارِهِمْ - مِنْ تَحْتِ بَسَاتِينِهِمْ - ان کے باغوں میں اَنْشَأْنَا - ہم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

۷:۷ = فِي قِرْطَاسٍ - کاغذ پر لکھی ہوئی صحیفہ کی صورت میں - قِرْطَاسٌ کی جمع قِرَاطِيسُ
 ۷:۸ = لَقَضَى الْأَمْرَ - پھر تو فیصلہ ہی ہو گیا ہوتا - پھر تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا ہوتا - (ان کی)
 ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا ہوتا -

= لَا يُنْظَرُونَ - مضارع منفی مجہول - جمع مذکر غائب - ان کو مہلت نہیں دی جائے گی -
 = لَوْ أَنزَلْنَا سَ لَا يُنْظَرُونَ تک - اگر ہم فرشتہ اتار دیتے تو بات ختم ہی ہو گئی ہوتی - قصہ ہی ختم
 ہو گیا ہوتا - پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی -

قَضَى الْأَمْرَ کے مختلف معانی کے پیش نظر اس فقرے کے مختلف معانی مفسرین نے
 لئے ہیں -

۱:- اگر فرشتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتارا جاتا تو فرشتہ کو اس کی اصلی
 صورت میں دیکھ کر معترضین یا تو ہلاک ہو گئے ہوتے یا مجنوں الحواس ہو جاتے - لیکن ان دونوں
 صورتوں میں پھر ان کو مہلت دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی -

۲:- اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ فرشتہ ان کی تصدیق رسالت کے لئے یا لوگوں
 کو ڈرانے اور تبلیغ کے لئے اتارا جاتا تو پھر ان کے ایمان لانے یا نہ لانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا
 اس صورت میں حقیقت آشکار ہو گئی ہوتی اور سوائے اس حقیقت کے اعتراف کرنے کے
 کوئی چارہ کار ہی نہ ہوتا - اور نہ ہی مزید مہلت کی ضرورت رہتی - پھر تو صرف حساب لینا ہی باقی رہ جاتا
 ۷:۹ = لَوْ جَعَلْنَاهُ - اگر ہم بناتے کسی فرشتہ کو بنی کا ضمیر واحد مذکر بنی (مخدوف) کے لئے
 ہے - لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا - تو ہم اس کو ضرور انسان کی شکل میں بناتے - اس میں کا ضمیر
 مَلَكًا کی طرف راجع ہے - انسانی شکل میں بنانے کی ضرورت اس واسطے کہ فرشتوں کی اصلی
 صورت غیر مرقی ہے جسے مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی -

= لَلْبَشَاءِ عَلَيْهِمْ - لَبَسَ عَلَيْهِ (ضَرَبَ) کسی پر معاملہ کو مشتبہ یا مخلوط کر دینا - ہم ان کے
 لئے حقیقت کو مشکوک کر دیتے -

(یا خود ہی پھر بات مشکوک ہو جاتی کیونکہ جب فرشتہ انسان کی شکل میں آتا ایک مزید شک
 یہ پیدا ہو جاتا کہ یہ حقیقتاً فرشتہ ہے یا پھر انسان ہی ہے) -

= مَا يَلْبِسُونَ - ای ما یلبسون علیٰ انفسہم جس شک میں انہوں نے خود اپنے آپ کو
 ڈال رکھا ہے -

۷:۱۰ = اُنْهَضِيْ بَ اس سے ٹھٹھا کیا گیا - (رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تھا اور ان کا

نذاق اڑایا گیا تھا، ماضی، مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

= حَاقَّ - حَاقَّ يَحِيقُ (ضَرْبَ) اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حقیق مادہ

= سَخِرُوا - سَخَرُوا - انہوں نے ہٹھا کیا۔ مذاق کیا۔ انہوں نے ہنسی کی۔

فَحَاقَ يَسْتَهْزِءُونَ -

حَاقَ فعل -

مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ فاعل -

الَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ - مفعول -

جس حقیقت کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان مذاق اڑانے والوں کو سزا

دینے کے لئے آگھیرا۔ نیز ملاحظہ ہو (۴۱:۲۱)

۱۲:۶ = لَمَنْ - کس کا ہے - مَنْ استفہامیہ ہے۔

كُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ - رحمت فرمانے کو اس نے اپنے اوپر لازم اور واجب کر لیا ہے۔ یہاں واجب سے مراد یہ ہے کہ اس نے رحمت کرنے کا وعدہ، موکدہ کر لیا ہے

۱۳:۶ = سَكَنَ - وہ ٹھہرا۔ وہ بساؤہ رہا۔ اس نے آرام پکڑا۔ سکون جس میں حرکت کرنے کی صلاحیت ہو اس کے حرکت نہ کرنے کا نام ہے۔

۱۴:۶ = فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

= وَلَا تَكُونُوا نَزَقَ - فعل نہیں بانوں ثقیلہ - تو ہرگز نہ ہو۔ لَا تَكُونُوا سے قبل وَقِيلَ لِي

مخذوف ہے۔ یعنی مجھ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بننا۔

۱۶:۶ = يَصْرَفُ (ضرب) صَرَفَ - مصدر - مضارع مجہول مجزوم واحد مذکر غائب

صَرَفَ يَصْرِفُ صَرَفَ - وہ ہٹا لیا جائے گا۔ وہ بچا لیا جائے گا۔ اس سے ٹال دیا جائے

= عَنْهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب - عذاب کی طرف راجع ہے۔

= فَقَدْ رَحِمَهُ - تو یقیناً رحم فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پر کہ کی ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے

۱۷:۶ = يَمْسَسُكَ - مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ واحد مذکر غائب مَسَّ سے

(باب سمع) لگائے، پہنچائے۔ اَلْمَسَّسُ کے معنی اچھونا کے ہیں اور لَمَسَ کے ہم معنی

ہے لیکن لَمَسَ کسی چیز کے تلاش کرنے کو بھی کہتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز مل بھی جائے

لیکن مَسَّ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب حاسہ لمس کے ساتھ اس کا ادراک بھی ہو۔ کنا

عورت سے مجامعت کے منوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اَتَى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْهُ

بَشَرٌ (۳: ۴۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے ہاتھ تو لگایا نہیں (یعنی میرے ساتھ مجامعت نہیں کی) آیت ہذا کے معنوں میں مَسْتَهْجًا أَبَا سَاءٍ وَالضَّرَّاءُ (۲: ۲۱۴) ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= كَاشِفٌ - اسم فاعل مفرد - كَاشِفُونَ اور كَاشِفِينَ - جمع قیاسی - كَشَفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ باب ضرب - متعدی اور باب سمع سے لازم آتا ہے یعنی شکست کھانا۔ كَاشِفٌ ضرر کو دفع کرنے والا۔ تکلیف سے رہائی دلانے والا۔

۶: ۱۸ = الْقَاهِرُ - الْقَهْرُ کے معنی کسی پر غلبہ پا کر اسے ذلیل کرنے کے ہیں اور تذلیل و غلبہ ہر دو کے معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔

وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (۹: ۹۳) تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو۔ یعنی اسے ذلیل نہ کرو الْقَاهِرُ خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔

۶: ۱۹ = قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً - أَيُّ شَيْءٍ مِّتْدَارُ الْكِبَرِ خبر شَهَادَةً تمیز (۱) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑی (معتبر) ہے۔ یہ اس سوال کے جواب میں ہے جو کبھی کی روایت کے مطابق کفار مکہ نے کیا تھا۔ اِدِنَا مَنْ يُشْهِدُ اَنْتَ دَسُوْلُ اللّٰهِ - آپ نے ان سے پوچھا جواب میں کہ کونسی شہادت سب سے معتبر ہے اور پھر فرمان خداوندی کے مطابق ان کو بتایا۔ اَللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

بعض کے نزدیک اللہ پر وقف ہے۔ اور یہ پہلے سوال اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً کا جواب اور شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ نیا جملہ ہے۔ اور اس سے پہلے وَهُوَ مَحْذُوفٌ سمجھا جاتا تھا۔ لَا نُنْذِرُكُمْ۔

= لَا نُنْذِرُكُمْ - اُنْذِرَ - اِنْذَارٌ سے مضارع ہے اور بوجہ عمل لام منصوب ہے۔ یہ لام لام کئی کہلاتا ہے لام کئی کے بعد اَنْ مقررہ ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے۔ صیغہ واحد مستکم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ میں تم کو ڈراؤں

= مَنْ يَبْلُغْ - لَا يَنْدَمَنْ يَبْلُغْ هَذَا الْقُرْآنُ - تاکہ جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان کو متنبہ کروں۔

= اَنْتُمْ - الف استفہامیہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کیا واقعی تم

تَشْهَدُونَ۔ لام تاکید تَشْهَدُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم گواہی دیتے ہو۔
اَتُّكُمْ لَتَشْهَدُونَ کیا تم واقعی یہ شہادت دیتے ہو۔

= اِلٰهَةٌ اُخْرٰی۔ اِلٰهَةٌ بہت سے معبود اِلٰہ کی جمع۔ اُخْرٰی۔ اِلٰهَةٌ کی صفت ہے
لموصوف جمع غیر ذوی العقول ہو تو صفت واحد مؤنث آتی ہے جیسے وَلِیْ فِیْہَا مَا رِیُّ اُخْرٰی
۱۸:۱ اور اس میں اور بھی بہت سی ضرورتیں پوری کرتا ہوں۔ آیت ہذا میں پتھروں اور لکڑی کے بنے ہو
یں کو اِلٰهَةٌ کہنے کی وجہ سے تحقیر کے طور پر ان غیر ذوی العقول اِلٰهَةٌ کی صفت بجائے جمع
کے واحد مؤنث لائی گئی ہے۔

= بَرِئٌ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بے گناہ۔ بروزن فِعْلٌ بَرَاءَةٌ سے بمعنی اسم فاعل ہے
۲۰:۱ = یَخْرِقُونَهُ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کہ آپ کا
لیہ مبارک شامل۔ صفات تورات اور انجیل میں مذکور ہیں۔

= خَسِرُوا اَنْفُسَهُمْ۔ اَهْلَكُوا اَنْفُسَهُمْ۔ اَذْبَقُوا اَنْفُسَهُمْ۔ (جنہوں نے) اپنے نفسوں کو ہلاکت
پر گھاٹے میں ڈال دیا۔ بانکار ہم بنوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
سلم کی نبوت سے انکار کر کے۔

= فَعَمَّ لَا یُؤْمِنُونَ۔ اِی لَا یُؤْمِنُونَ بِہ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے۔
۲۲:۱ = یَوْمَ۔ مفعول بہ۔ تقدیر کلام ہے اَذْکُرُ یَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا۔

= تَزْعُمُونَ۔ تم دعویٰ کرتے تھے (باب نصر) زَعَمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ زَعَمٌ کا
ستعمال زیادہ تر دعویٰ باطل اور ایسے قول کے بیان کرنے کے متعلق ہوتا ہے جو مظنہ کذب ہو۔
تحقق نہ ہو بلکہ مشکوک ہو۔ اس لئے قرآن مجید میں جہاں بھی نہ عم کا استعمال ہوا ہے مذمت کے
لئے ہوا ہے۔

= کُنْتُمْ تَزْعُمُونَ۔ اِی کُنْتُمْ تَزْعُمُونَ اَنَّہَا تَشْفَعُ لَکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ۔ جن کے متعلق تمہارا
بہ نہ عم تھا کہ وہ خدا کے ہاں تمہاری سفارش کریں گے۔

۲۳:۶ = فِتْنَةٌ۔ اس کا لغوی معنی پرکھنا اور آزمائش کرنا ہے لیکن یہاں فتنہ سے مراد عذر
ور بہانہ ہے

= ثُمَّ لَا تَكُنْ۔ مَشْرِکِیْن۔ پھر ان کے پاس کوئی عذر نہ ہو گا بحسن اس کے کہ وہ
جھوٹ کا سہارا لے کر کہیں گے۔ اللہ کی قسم جو ہمارا پالنے والا ہے ہم شرک کرنے والے تھے
۲۴:۱ = ضَلَّ۔ گم ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔

== مَا كَانُوا يَفْتَزُونَ ۝ جوبت وہ گھڑ کر پو جا کیا کرتے تھے وہ سب بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے
(یعنی وہ ان کو وہاں نہ پائیں گے۔)

۶: ۲۵ = يَسْمَعُ إِلَىٰ - کان لگا کر سنتے ہیں

= اَكْبَتَةً - كِنَانٌ کی جمع - پردے - غلاف -

= وَقَرًا - اسم مصدر - منصوب - ثقل - گرانی - بہرہ پن -

مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین و کفار میں سے بعض تیری باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں لیکر ان کی ہٹ دھرمی - ضد - تعصب اور جہود کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہو گیا ہے کہ سننے کے باوجود نہ وہ کچھ سمجھ پاتے ہیں اور نہ کچھ ان کے پلے پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ گواصل سبب ان کی محرومی تو ان کا متواتر اعراض و انکار ہے لیکن سبب پر مسبب کا مترتب ہونا یا موثر پر اثر کا مترتب ہونا ۲۱ قانون فطرت کے تحت ہے جو خدا نے بنایا ہے اس لئے سبب اور موثر کی بجائے ان کو خود ذات باری کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

= اَكْبَتَةً أَوْ وَقَرًا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔

حَتَّىٰ - جب تک - جہاں تک - لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ يَلْبَحْ تَكُنْ يُبْهِمُ إِلَىٰ اَنْتُمْ ان کا اعراض و تکذیب اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب بھی وہ تیرے پاس آتے ہیں جھگڑا کرتے ہیں۔
= يُجَادِلُونَكَ مَصَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ مُّجَادَلَةٌ سے جدال مادہ - باب مفاعلة - وہ تم سے جھگڑا کرتے ہیں۔

= اِنْ - نافیہ ہے۔

۶: ۲۶ = يَنْهَوْنَ عَنْهُ - مَصَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ مَنَعَىٰ مصدر (باب فتح) وہ منع کرتے ہیں

وہ روکتے ہیں - عَنْهُ سے مراد عَنْ اَتْبَعَ الرَّسُولِ - صَلَّى اللہ علیہ وسلم۔

= يَنْتَوْنَ عَنْهُ - دور رہتے ہیں - مَصَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ نَامَىٰ مصدر۔

۶: ۲۷ = وَقِفُوا - ماضی مجہول - جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ وَقَفَ اَوْ وَقُوفٌ مصدر - باب ضرب

جب ان کو روک کر کھڑا کیا جائے گا۔

اِذْ دُقِفُوا عَلَى النَّارِ - جب وہ دوزخ کے کنائے لاکھڑے کئے جاویں گے (ماضی
بمعنی مضارع) اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جب وہ دوزخ کے متعلق مطلع کئے جاویں گے - یا
دوزخ کے کنائے پیش کئے جائیں گے - یا عَلٰی بمعنی فِي ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جب

وہ نارجہنم میں ڈالے جائیں گے۔

مثال اس کی عَلَىٰ مُلْكٍ سَلِيمًا اِیٰ فِیْ مُلْكٍ سَلِيمًا (۱۰۲:۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں۔

= یَلِیْتَنَّا۔ یا۔ حرف تنبیہ۔ یا۔ حرف نداء جس کا منادی محذوف ہے۔ کِیْت حرف مشبہ بفعل تناء کے لئے مستعمل ہے۔ نَا اسم۔ اے کاشش ہم۔

= نَزِدْ۔ مضارع مجہول جمع مکمل۔ رَزِدْ۔ مصدر۔ (باب نصر) ہم پھیر دیئے جائیں یا پھیر دیئے جاتے ہیں۔ ہم لوٹا دئے جائیں۔ یا لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

= وَ لَوْ كَذَّبْ۔ مضارع منفی منصوب بوجہ جواب تناء۔ یَلِیْتَنَّا نَزِدْ۔ وَاوْشَلْ ف کے ہے جو تناء کے جواب میں ہے

= نَكُوْنُ۔ مضارع جمع مشکلم منصوب بوجہ جواب تناء۔

= بَلْ۔ للاضراب عن الوفاء بما تمّنوا۔ ان کے ایفائے تمنا کے رد میں آیا ہے یعنی ان کی یہ تمنا یا آرزو کہ اگر وہ واپس دنیا میں لوٹائے جائیں تو وہ تکذیب قرآن سے باز رہیں گے اور مومن بن جائیں گے۔ بالکل غلط اور جھوٹ ہے بلکہ وہ یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اب بَدَّ اللَّهُ مَا كَانُوا يَخْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ۔ ان کے راز افشا ہو گئے ہیں۔ ان کی جھوٹی قسموں کی حقیقت کھل گئی ہے۔ اور سوائے یہ کہنے کے انہیں کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

= بَدَّ ا۔ ظاہر ہو گیا (باب نصر) بَدَّوْ اور بَدَّاءُ سے جس کے معنی 'کھلم کھلا ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= كَانُوا يَخْفَوْنَ۔ ماضی استمراری۔ يَخْفَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِخْفَاءُ سے وہ چھپا کر تے تھے۔

= لَعَادُوا ا۔ لام جواب کو میں واقع ہے وہ پھر کریں۔ وہ پھر کرتے ہیں۔ عَوْدُ مصدر

= نَهَوُا ا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۶۱:۴)

۶: ۲۹ = اِنْ نَافِیْہِ ہے۔

= مَبْعُوْثِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے

۶: ۳۰ = اَلِیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ الاشارة الى البعث۔ دوبارہ اٹھائے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ کیا یہ حق نہیں۔

۶: ۳۱ = لِقَاءُ۔ حاصل مصدر۔ پیشی۔ ملاقات۔ لَقِیْ۔ یَلْقِیْ لِقَاءُ (سَمِعَ) استقبال

= اِعْرَاضُهُمْ۔ ان کی روگردانی۔ فاعل ہے کَبُرَ کا۔

= اَنْ تَبْتَغِيَ۔ کہ تو ڈھونڈھے یا تلاش کرے۔ اِبْتَغَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

= نَفَقًا۔ اسم منصوب مفعول۔ سرنگ۔ نَافِقَاءُ اور نَفَقَةٌ گوہ کالیٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں۔ ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور جب نیکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکل جاتی ہے۔ نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دو رخ کا نام ہے۔

= سَلَامًا۔ اسم منصوب مفعول۔ سیڑھی۔ زینہ۔ سَلَّمَ کی جمع سَلَالِمٌ اور سَلَالِيمٌ ہے سَلَّمَ السَّلَامَةُ سے مشتق ہے۔

= فَتَأْتِيهِمْ۔ تو لے آئے اُن کے پاس۔

فَإِنْ اسْتَطَعْتَ حبلہ شرط ہے جس کا جواب فَاَفْعَلُ محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی
فَإِنْ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سَلَمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيهِمْ
بِآيَةٍ فَاَفْعَلُ اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ ڈھونڈھ نکالے زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان
تک جانے کے لئے کوئی سیڑھی کہ لے آئے ان کے پاس کوئی معجزہ تو کر دیکھ
یہ شرط۔ اور اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ جواب شرط ہے۔

بعض کے نزدیک آیت ہذا میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن یہی کا
رعایہ نہیں کہ رسول کریمؐ ایسا کر رہے تھے اور آپؐ کو منع کیا گیا بلکہ یہ اسلوب کلام کسی چیز سے
برہیز اور اجتناب کی تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ خطاب امت کے ہر فرد کو ہے۔ علامہ ابو حیان نے اسی قول کو
اختیار کیا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کے فرمودات کی روشنی میں پہلا قول زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔
قرآن کریم میں قریب قریب اسی حالت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

۱) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ عَلَىٰ اثَارِهِمْ اِنَّ لَّكَ يَوْمَئِذٍ اِلَٰهًا اَحَدًا يُّنْثِ اَسْفَاً
(۶: ۱۸) اور آپ جو ان پر اتنا غم کھاتے ہیں سو شاید آپ ان کے پیچھے غم کے مارے جان
ی دے گے۔ اگر یہ لوگ مضمون قرآنی پر ایمان نہ لائے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاکت
رہے)

۲) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ اِنَّ لَّكَ يَوْمَئِذٍ اِلَٰهًا اَحَدًا (۳: ۲۶) شاید آپ ان کے

ایمان نہ لانے پر (رنج پر رنج کرتے کرتے) اپنی جان دیدیں گے

(۳) اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ
(۵۶:۲۸) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے
اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے۔

سو صریحاً آیت نہ ایں بھی خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اور فرمایا جا رہا ہے
کہ اگر تم پر ان کا اعراض کرنا شاق گذرتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سُرنگ
لگاؤ اور وہاں سے خدا کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اوپر سے کوئی
نشانی ڈھونڈھ نکالو اور لا کر پیش کر دو۔ اگر ہو سکتا ہے تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لائیں
ہی نہیں۔ اگر خدا کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں خود ہدایت پر جمع کرتا۔ (ابن کثیر)
۶:۳۶۔ یَسْتَجِیْبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ استجابة (استفعال) سے مصدر
ج و ب حروف مادہ۔ دعوت قبول کرتے ہیں۔

= اَلْمَوْتِیْ۔ المیت کی جمع۔ مَرَد۔

یہاں اَلَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ کے مقابلہ میں اَلْمَوْتِیْ واقع ہوا ہے سننے والوں سے مراد
یہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں جو نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مُردہ وہ
لوگ ہیں جو لیکر کے فقیر ہیں۔ اور اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب کی وجہ سے کوئی اثر قبول نہیں
کرتے۔

= یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ یَبْعَثُ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
ن کو اٹھائے گا۔

وَالْمَوْتِیْ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ ہے مُردے تو انہیں تو اللہ تعالیٰ بس قبروں ہی سے اٹھائے
(تفہیم القرآن) یعنی جو مردہ دل اور مردہ ضمیر ہیں وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔ اور روز محشر
قبروں سے ہی اٹھیں گے۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگتے کے۔ لئے خدا کے حضور لوٹائے جائیں گے
۶:۳۸۔ دَابَّةٌ۔ جانور۔ چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ
مذکر مونث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اس میں وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَابٌّ ہے
قرآن مجید میں دَابَّةٌ کا لفظ ہر حیوان کے لئے آیا ہے۔

= مَا فَرَّطْنَا۔ ماضی منفی جمع متکلم تَفَرُّطٌ مصدر (باب تفعیل) ہم نے کمی یا کوتاہی
نہیں کی۔ ہم نے کسی ضروری چیز کو نہیں چھوڑا۔ (ملاحظہ ہو ۶:۳۱)

۳۹ = صَمٌّ - اَصَمُّ کی جمع ہے۔ بہرے۔

بِكُمْ - اَبْکُمْ کی جمع ہے۔ گونگے۔

۴۰ = اَرْتَبْتُمْ - اَخْبَرُونِي۔ مجھے بتاؤ۔ بھلا بتاؤ تو۔

۱۔ ہمزہ استفہام۔ رَأَيْتَ فعل یا فاعل جس میں ت فاعل ہے۔ اس کے بعد ك۔ کما۔
۲۔ خطاب کے لئے ہیں۔ اور محض ضمیر فاعل کی تاکید کے لئے لائے جاتے ہیں۔ ت کو حالت
نہ۔ جمع اور تانیث میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ان حالتوں میں بجائے ت کے
ت میں حسب مقام تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ك۔ کما۔ کُم براے تاکید نہ لائے جائیں
ت میں ضمیر کے مطابق تبدیلی ہو جائے گی۔ مثلاً اَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى (۹:۹۶) کیا تم نے
شخص کے حال پر نظر کی جو منع کرتا ہے۔

اور قُلْ اَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ۔ (۴:۴۵) (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو کہ بھلا دیکھو تو یہی
بن کو تم (اللہ کے سوا) پکارتے ہو۔ رَأٰی مادہ۔ مہموز العین اور ناقص یائی ہے۔ اس سے مشتق رُؤِیَہ
ہے۔

۴۱ = يَكْشِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ كَشَفَ مصدر (باب ضرب) وہ دور کرتا ہے۔
تَنْسَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نَسِيَ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کو ضبط میں نہ رکھنے
ہیں۔ خواہ یہ ترک ضعف قلب کی وجہ سے ہو یا ازراہ غفلت۔ یا قصداً کسی چیز کی یاد بھلا دی
ئے۔ حتیٰ کہ وہ دل سے محو ہو جائے۔ نَسِيَ يَنْسِي (سمع)
(جب مصیبت کا انتہائی وقت آتا ہے تو بدترین مشرک بھی اپنے دوسرے معبودوں کو بھلا
صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی پکارتا ہے۔)

۴۲ = بَأْسَاءُ۔ سختی۔ فقر۔ اِسْمٌ مَوْنٌ۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔
الضَّرَاءُ = تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ بیماری۔ مصیبت۔ اِسْمٌ ہے۔ بَأْسَاءُ اور الضَّرَاءُ
نوں مَوْنٌ ہیں۔ اور ان کا مذکر نہیں آتا۔
يَتَضَرَّعُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَضَرَّعٌ (تفعل) مصدر۔ عاجزی کرتے ہیں
گڑاتے ہیں۔ تاکہ عاجزی کریں۔

آیت میں فَآخَذْنَاهُمْ سے قبل فَكَفَرُوا وَاكْذَبُوا محذوف ہے۔
یعنی ہم نے رسول بھیجے لیکن انہوں نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی اور تکذیب کی تو ہم
ان کو تکالیف میں مبتلا کیا۔ (بیضاوی) لیکن اگر متن کو بعینہ لیا جاوے تو معانی ہونگے

ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ہمارے سامنے جھک جائیں۔ (تفہیم القرآن)

صاحب کشف اور صاحب روح المعانی نے اول الذکر کو اختیار کیا ہے۔

۶: ۴۳ = لَوْلَا۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) امتناعیہ (اگر نہ) کَوْحُوفِ شَرْطِ اور لَا نَافِیَہ سے مرکب ہے۔ لفظاً کوئی تغیر پیدا نہیں کر دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ۔ پہلے جملہ کا ایک جزو ضرور محذوف ہوتا خواہ خبر ہو یا فعل۔

ابن مالک کا قول ہے کہ لَوْلَا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائنات ثابت وغیرہ تو واجب الحذف ہے۔ اور اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی مادہ کے ساتھ مقید ہو مثلاً اَحِلَّ شَارِب۔ قَاتِل۔ قَاعِد۔ ذَاہِب۔ مَاشِی۔ وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے۔ جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے لَوْلَا قَوْمُ مَلِكِ حَدِیثِ عَہْدٍ بِالْاِسْلَامِ لَهْدَمَتِ الْکَعْبَةُ۔ اگر تیری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہو تو میں کعبہ کو ڈھا دیتا۔ (اور ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سکے ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں۔ مثلاً لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهُ (۴: ۸۳) اَعَلِیْکُمْ۔ فَضْلُ اللّٰهِ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہوگی۔ ورنہ نازل کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہوگی۔

اور اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی ضروری ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَکُمْ مُؤْمِنِیْنَ (۳۴: ۳۱) مبرّد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

(۲) تخصیض اور عرض کے لئے بھی لَوْلَا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا، تخصیض نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا (عرض) اس وقت کَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے۔ خواہ لفظاً ہو یا معنی۔ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ۔ (۲۶: ۴۶) تخصیض اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلَیْ اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ (۶۳: ۱۰) عرض۔

۳۔ زحیر و توبیخ کے لئے۔ اس وقت یہ ماضی پر داخل ہوگا۔ لَوْلَا جَاءُوْا عَلَیْہِ بِاَدْبَعِ شَہَدَآءَ۔ (۲۴: ۱۳) اور فَلَوْلَا اِذْ جَاءَهُمْ بِآسُنَا تَضَرَّعُوْا۔ (۶: ۴۳)

(۴) استغناء کے لئے لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلٰٓئِکَ (۶: ۸) اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلَیْ اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ (۶۳: ۱۰) لیکن جہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں توبیخ اور دوسری آیت

میں عرض کے لئے ہے۔

= فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا - فَلَوْلَا تَضَرَّعُوا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا - پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو کیوں نہ انہوں نے زاری کی اور توبہ کی۔

= قَسَتْ مَاضِي وَاحِدٌ مَوْتٌ غَائِبٌ مَشْوَةٌ مصدر - قَسَوْا مَادَّةٌ ناقص وادی قَسَا يَفْسُو (نصر) اصل میں قَسَوْتُ تھا وادِ ساقط ہو کر قَسْتُ ہو گیا۔ (دل) سخت پڑ گئے۔ خشک ہو گئے حق کو قبول نہیں کرتے۔

۴۴:۶ = فَتَحْنَا عَلَيْكُمْ أَبْوَابَ حُلٍّ شَيْءٌ ہم نے ہر مٹے کے دروازے ان پر کھول دیئے یعنی ان کو ہمہ قسم کی نعمتوں سے نوازا۔

= بَفْتَةٍ - اچانک - یک دم - یکایک۔

= مُبْلِسُونَ - اسم فاعل جمع مذکر - مرفوع - مُبْلِسٌ واحد -

مایوس - غمگین - پشیمان - متحیر - خاموش - جن کو کوئی بات بن پڑی ممکن نہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس - بکس - بے خبر آدمی۔

۴۵:۶ = ذَابِرٌ - بخی - بنیاد - پچھاڑی - جڑ - پیچھا - دُبُورٌ سے جس کے معنی پشت پھیر کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

= وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - حمد الہی اس واسطے کہ ظالم قوموں کی بخی کنی سے خدا کی مخلوق کو نجات نصیب ہوئی۔ اس نعمت پر خدا کی حمد انسان پر لازم ہے۔

۴۶:۶ = آدَعَيْنُكُمْ - ملاحظہ ہو ۴۰:۶ -

= نَصَرْتُ - مضارع جمع متکلم تَصَرَّفْتُ مصدر - (باب تفعیل) ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں - ہم کھول کھول کر ہر پہلو سے بیان کرتے ہیں۔

= يَصْدِفُونَ - مضارع جمع مذکر غائب صَدَفٌ مصدر (باب ضرب) اعراض کرتے ہیں

۵۲:۶ = لَا تَطْرُدْ - فعل نہی واحد مذکر حاضر (باب نصر) طَرَدٌ سے جس کے معنی ذلیل سمجھ کر ہانکنے اور دور کرنے کے ہیں۔ دھتکارنا۔

= عَدَاوَةٌ - طرکا - طلوع فجر اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت

= الْعِشْيَ - (۱) زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت - اسی بنا پر ظہر اور عصر کو صَلَاتَا الْعِشْيَ - بولتے ہیں۔

(۲) دن کا پچھلا وقت - (۳) زوال سے لے کر صبح صادق تک کا وقت (۴) عِشْيٌ وَ

عِشَاءُ نماز مغرب کے لئے کہ عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= فَتَطْرُدَهُمْ - کہ تو ان کو اپنے سے دور ہٹا دے۔ تَطْرُدُ واحد مذکر حاضر منصوب بوجہ جواب نہی (مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ - ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری تجھ پر نہیں)

= فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ جواب نہی۔ (لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ) یہ بھی جائز ہے کہ فَتَطْرُدَهُمْ پر عطف ہے بوجہ تَسْبیب کے کہ ظالمین میں سے ہونا بوجہ ان کو اپنے سے دور ہٹانے کے ہے۔

یہ آیت حضرت بلال - جناب - سلمان - عمار وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی تھی کہ اکابرین مکہ حضور سے کہتے تھے کہ ہم آپ کے پاس حاضر تو ہوں لیکن ان گنواروں - ناداروں کے ساتھ بیٹھنا ہماری ہمت تک ہے۔

۵۳:۶ = فَتَنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ اس کے علاوہ مصیبت سے بچانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ماضی معنی مضارع بھی ہو سکتا ہے ہم آزمائش میں ڈالتے ہیں۔

= مَنَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ خدا نے ان پر بڑا احسان کیا مَنَّ يَمْنُنُ (نَصَرَ) مَنَّ مصدر احسان کرنا۔ مَنَّان احسان کرنے والا۔ اَلْمَنَّانُ۔ خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۵۵:۶ = تَسْتَبَيِّنُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِسْتَبَانَہُ (استفعال) بین مادہ وہ ظاہر ہو جائے۔ کھل جائے۔

= سَبِيلٌ۔ راستہ۔ راہ۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔
۵۶:۶ = نُهَيْتُ ماضی مجہول واحد متکلم۔ نَهَيْتُ سے مجھے روکا گیا ہے۔ مجھے ممانعت کر دی گئی ہے۔

۵۷:۶ = بَيِّنَةٌ۔ واحد۔ بَيِّنَاتٌ۔ جمع۔ روشن اور کھلی دلیلیں۔ ایسی دلیلیں جو حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دیں۔

= كَذَّ بْتُمْ بِهِ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب سے مراد اللہ تعالیٰ ہے (کشاف) یا اللہ کی جانب سے آئی ہوئی کلام۔ یعنی الْقُرْآنُ وَمَعْجَزَاتُ الْبَاهِرَةِ وبراہین الواضحة (المازن)
= تَسْتَعْجِلُونَ۔ تم جلدی کرتے ہو۔ تم عجلت کرتے ہو۔ یعنی جس عذاب یا پاداش کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ استعجال (استفعال) سے جمع مذکر حاضر۔

= يَقْصُ - قَصَّ يَقْصُصُ (نَصَرَ) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ بیان کرتا ہے۔ یعنی اللہ

تعالیٰ بیان کرتا ہے۔

= الْفَاصِلَيْنِ - اسم فاعل جمع مذکر فیصلٌ مصدر فیصلہ کرنے والے۔ حق کو باطل سے الگ کرنے والے۔

۶: ۵۸ = لَقَضِيَ الْأَمْرُ - بات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا الْقَضَاءُ کا معنی قَوْلًا یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔ حکم کرنا۔ خبردار کرنا۔ تمام کرنا کے معنی میں بھی آتا ہے ملاحظہ ہو (۲: ۶)
۶: ۵۹ = تَسْقُطُ - مضارع واحد مؤنث غائب (باب نصر) وہ گرتی ہے۔ سَقُوطٌ بمعنی گرنا ہے۔

= دَرَقَتٍ - اسم مفرد - نکرہ - کوئی ایک پتہ - دَرَقٌ چاندی کا سکہ - (فَالْبَعْثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ - تو اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر میں بھیجو - (۱۹: ۱۸)
= حَبَّةٌ - دانہ - غلہ - اناج - گندم - جو وغیرہ اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں حُبُوبٌ جمع۔

= رَطِبٍ ہرا - يَابِسٍ خشک - دونوں مجرور بوجہ حرف جار - مِنْ کے ہیں۔
= كِتَابٍ مُّبِينٍ - لوح محفوظ

۶: ۶۰ = يَتَوَفَّكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَفَّى مصدر - (بَابُ تَفَعَّلَ) كُمْ ضمیر مفعول - تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے - یا لے لیگا۔
یہاں تَوَفَّى کا لفظ نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ نیند بھی موت کی بہن ہے۔
= جَرَحْتُمْ - تم نے کمایا - (باب فتح) جَرَحٌ سے جس کے معنی زخمی کرنے کے مانے اور کسی میں طعن کرنے کے ہیں۔ یہاں کمانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے - يُقَالُ خُلَانٌ يَجْرَحُ لِعِيَالِهِ - وہ اپنے کنبے کے لئے کماتا ہے۔

۶: ۵۸ = ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ - پھر اٹھاتا ہے تم کو (نیند سے) دن کے وقت کی ضمیر النہار کی طرف راجع ہے۔

= يُقَضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى - تاکہ پوری کردی جائے (اس نیند اور بیداری کے تسلسل سے تمہاری عمر کی) میعاد مقررہ۔

۶: ۶۱ = حَفَظَةً - حَافِظٌ کی جمع - نگہبان - حفاظت کرنے والے۔

= تَوَفَّيْتَهُ دُسُلَنَا - (فرشتوں کی جماعت) اس کو اٹھا لیتی ہے۔ اس کی رُوح کو قبض کر لیتے ہیں۔

= لَا يُفَرِّطُونَ - وہ (اس میں) کوتاہی نہیں کرتے۔ یعنی اللہ کے فرستادے اس کے حکم کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو ۳۱:۶ - ۳۸:۶
 ۶۲:۶ = رُدُّوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب رَدُّ سے۔ وہ واپس لائے گئے۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھرے گئے۔ یعنی عبادۃ - اس کے بندے موت کے بعد اس کے حضور لوٹائے جائیں گے۔

= اَسْرَعُ الْحُسَيْنِ - حساب کرنے والوں میں سب سے زیادہ جلد اور تیز حساب کرنے والا
 ۶۳:۶ = تَضَرَّعًا۔ عاجزی کرنا۔ گر گڑا نا۔ بروزن تَفَعَّل مصدر ہے
 = لَمَّا اَنْجَنَّا۔ اگر وہ (اللہ) ہمیں نجات دیدے (یہ ان کی دعا ہے لَمَّا اَنْجَنَّا مِنْ هَذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ)

۶۴:۶ = كَذِبٍ - اسم مصدر۔ نکرہ۔ سخت غم۔ دم گھونٹنے والا غم
 ۶۵:۶ = يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا۔ يَلْبِسَ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَبَسَ مصدر (باب ضَوْب) كَمَ ضمیر مفعول وہ تم کو ملا دے۔ یعنی باہم دست و گریباں کر دے۔ شَيْعٌ جمع شَيْعَةٍ کی۔ اَلْبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ۔ جب بات مشتبہ اور گڈ مڈ ہو جائے۔ وَلَبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ خَلطَ ملط ہو جانا کہ حقیقت پہچانی نہ جا سکے۔ قرآن میں ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۴۲:۲) اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو۔ يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا تم کو مختلف فرقوں میں بانٹ دے کہ آپس میں الجھ جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے لگو
 = يَذِيْقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِذَاقَ مصدر (باب افعال) وہ چکھائے۔

يَلْعَثُ - يَلْبِسَ اور يَذِيْقُ منصوب آئے ہیں بوجہ عمل اَنْ کے۔
 = بَأْسٍ۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ جنگ کی شدت۔
 = يَذِيْقُ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ تم میں سے ایک فرقہ کی سختی دیندہ سانی کا مزہ دوسرے فرقہ کو چکھائے

۶۶:۶ = كَذَّبَ بِهِ میں ۶ ضمیر قرآن حکیم کے لئے ہے
 = دَكِيْلٌ ذمہ دار۔ کارساز۔ نگران۔ نگہبان۔

۶۷:۶ = مُسْتَقَرٌّ۔ القرار۔ الثبوت۔ نہایت۔ غایت۔

لِكُلِّ نَبَأٍ مُسْتَقَرٌّ۔ یعنی قرآن کی ہر ایک خبر میں ایک حقیقت ایک غایت ہے یا خدا بتائی ہوئی ہر خبر کے لئے اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت اور مکان ہے اور اس میں کوئی

تاخیر یا رد و بدل نہیں ہے۔

۶۸:۶ = يَخْوَضُونَ مضارع جمع مذکر غائب خَوْضٌ سے (باب نصر) وہ مشغول ہوتے ہیں۔ اردو میں غور و خوض استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ استہزاء اور طعناً آیات ربانی (قرآن حکیم) پر بحث کرتے ہیں یا نکتہ چینی کے لئے انہیں زیر بحث لاتے ہیں۔
= يَخْوَضُوا مضارع مجزوم منصوب حتیٰ کے عمل کی وجہ سے
= اِمَّا - اِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ بطور حرف تفصیل۔ جیسے اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِمَّا مَّا كَفُورًا۔ (۳:۷۶) ہم نے انسان کو راستہ دکھایا اس کے بعد وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکر ابن جاتے۔
(۲) شک و ابہام کے موقع پر جیسے جَاءَ اِقَامًا زَيْدًا اِمَّا عَمُرًا۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو۔
(۳) اباحت و تنخیر کے لئے۔ تَعَلَّمَهُ اِمَّا الْفِقْهَ وَاِمَّا اللُّغَةَ۔ فقہ سیکھ یا لغت۔ یہاں اگر کے معنی میں ہے۔

— يُنْسِيَنَّكَ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیدہ لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَسِيَ سے وہ تم کو بھلا ہی دے۔

= لَا تَقْعُدْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ (باب نصر) قُعُودٌ۔ تو نہ بیٹھ۔ تجھے بیٹھنا نہ چاہئے
الذِّكْرٰی۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پسند۔ موعظت۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ کا مصدر ہے۔
نصیحت کے معنوں میں آیا ہے۔ وَذَكَرْنَاكَ الذِّكْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔ (۵۵:۵۱)
اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔ ان ہی معنوں میں یہ اگلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں بمعنی یاد آیا ہے۔ یعنی یاد آنے کے بعد۔

۶۹:۶ = مِنْ حِسَابِهِمْ میں ضمیر ھِمُّ کافروں کے لئے ہے یعنی تقویٰ اختیار کرنے والوں پر کافروں کے حساب سے کچھ بوجھ نہ ہوگا۔ انہیں معنوں میں آیت ۵۲ میں استعمال ہوا ہے۔
= وَلَئِنْ ذَكَرْتُمْ لیکن نصیحت کرنا تقویٰ اختیار کرنے والوں پر فرض ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے وَ لَئِنْ عَلَبْتُمْ ذَكَرْتُمْ۔

= لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ میں ضمیر جمع مذکر غائب بھی کافروں کے لئے ہے۔

۷۰:۶ = ذَرُّ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر وَذَرُّ سے (باب سمع وفتح) تو چھوڑ دے۔

= غَرَّتْهُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غَاب۔ ھُمُّ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ دنیاوی زندگی نے ان کو بہکا رکھا ہے۔

وَذَكِّرْ بِهِ۔ اور نصیحت کرو قرآن کے ذریعہ سے۔ یعنی ان مشرکوں کو قرآن کی روشنی میں نصیحت کرو۔ ذَكِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر ماضیہ میں ہضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے۔
 = اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اَنْ۔ مبادا کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ قَبِيْتٍ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۙ بِجَهَالَةٍ فَتُصْحِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَدِيْتٌ ۝ (۶:۴۹)
 اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو۔ اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

اکثر مفسرین نے یہاں اَنْ کو انہیں معنوں میں لیا ہے۔ لیکن اگر اسے ”کہ“ کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے لیا ہے تو عبارت کے معنی زیادہ واضح ہو جائے ہیں اس صورت میں اَنْ کے بعد کا جملہ ذَكِّرْ کا مفعول بہ ہوگا۔
 صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَهُ (اِی تَبَسَّلَ نَفْسٌ اِیْمَا كَسَبَتْ) مَفْعُولًا بِهِ لَذِكْرٍ۔ ان میں سے بعض نے ”تَبَسَّلَ نَفْسٌ اِیْمَا كَسَبَتْ“ کو ذَكِّرْ کا مفعول بہ لیا ہے۔
 = تَبَسَّلَ۔ وہ گرفتار ہو جائے۔ وہ ہلاکت کے سپرد کی جائے۔ اِبْسَالٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب بُسِّلٌ بمعنی تَهْلُکٌ (ابن عباس) تَحْبِیْسَ۔ (قتادہ) اِی فِی نَارِ جَهَنَّمَ۔ تَحْرِقُ بِالنَّارِ (الضحاك)

= تَعْدِلُ۔ وہ بدلہ دیوے (ضرب) عدل سے جس کے معنی اصل میں مساوی اور برابر کرنے کے ہیں۔ چونکہ بدلہ کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلہ ہے اس کے برابر ہے۔ اس لئے بدلہ کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

= وَذَكِّرْ بِهِ اَنْ تَبَسَّلَ نَفْسٌ۔ الخ۔ اور نصیحت کر قرآن کے ذریعہ سے کہ۔ پکڑا جا ئیگا آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے اور نہیں ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ اور اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

= اَدْکُلْکَ۔ وہ لوگ جو دین کو کھیل اور دل لگی سمجھتے ہیں اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں رکھا ہوا ہے۔

= اِبْسِلُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ ہلاک کئے گئے وہ ہلاک ہوئے۔ وہ گرفتار کئے گئے۔ وہ پکڑے گئے۔ وہ ثواب سے محروم کئے گئے۔ (اوپر تَبَسَّلَ ملاحظہ کیا جائے)

= حَمِيمٌ - نہایت گرم پانی۔ اس سے حمام مشتق ہے جہاں گرم پانی مل سکتا ہے۔
 حَمِيمٌ قَرِيبی دوست کو بھی کہتے ہیں حَمِیْمٌ سے۔
 ۶: ۷۱۔ نَزْدٌ - مضارع مجہول جمع مکمل۔ رَدَّ يَرُدُّ (باب نصر) سے ہم پھیر دیئے جائیں۔
 ہم لوٹائے جائیں۔ ہمیں لوٹا دیا جاتے۔

= اَعْقَابِنَا - عَقِیْتُ کی جمع مضاف مضاف الیہ۔ ہماری اڑیاں۔ الرَّوْدُ عَلَى الْأَعْقَابِ
 بمعنی الرَّجُوعُ إِلَى الشِّرْكِ وَالضَّلَالِ۔

= كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ - لغت مصدر محذوف۔ اِیْ اَنْزَرْدَا مَثَل
 رَدَّ الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ - اوند عوادعاء مَثَل دَعَاءِ الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ
 الشَّيَاطِينُ - کیا ہم پھر جائیں مَثَل پھر نے اس شخص کے جسے شیاطین نے بھٹکا دیا ہو۔
 یا پکاریں مَثَل پکارنے اس شخص کے الخ۔

= اسْتَهْوَتْهُ - اس نے اس کو راستہ بھلا دیا۔ اسْتِهْوَاءٌ - (استفعال) راستہ
 بھلا دینا۔ فریفتہ کرنا۔ لمبندی سے پستی کی طرف لانا۔

= حَيْرَانَ - حیران۔ سرا سیمہ۔ بہکا ہوا۔ متردد۔ حیرۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔

= لَهُ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب الَّذِي کی طرف راجع ہے۔

= اِئْتِنَا - ہمارے پاس آ۔ اِئْتِ صیغہ امر۔ نا ضمیر جمع مکمل اَتَى يَأْتِي اِئْتِيَاتٌ
 (ضَرْبَ) سے

= لَهُ اصْحَابٌ..... اِئْتِنَا۔ اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا ہے ہوں ہدایت کی
 طرف۔ اور پکار ہے ہوں کہ ہماری طرف آجا۔

۶: ۷۲ = وَانْ اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوا - اِیْ وَامْرِنَا لَنْ اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَ
 اتَّقُوا - (اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ) تم نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو۔

۶: ۷۳ - وَیَوْمَ یَقُولُ کُنْ فَیَکُونُ - اور جس دن وہ کہیگا کہ حشر ہو جائے اسی دن
 وہ ہو جائے گا۔ (تفہیم القرآن)

یَوْمَ بمعنی حَیْنَ (وقت) بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے (وہ
 وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا) اور جس وقت (بھی)
 وہ کسی شے کو کہتا ہے ہو جاتا تو وہ ہو جاتی ہے۔

= قَوْلُهُ الْحَقُّ - اس کا ارشاد عین حق ہے۔ عین حقیقت ہے۔ جو وہ حکم دیتا ہے وہ

ہو کر ہی رہتا ہے اس کا قول اٹل ہے قَوْلُهُ مُبْتَدَا۔ الْحَقُّ۔ خبر۔

۶: ۷ = اَذْكَ = اَذَى۔ مضارع واحد متکلم رَأَى يَرَى رَأْيًا وَرُؤْيَةً (فتح مہسوز العین ناقص یائی) میں دیکھتا ہوں۔ لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھے دیکھتا ہوں۔ میں تجھے پاتا ہوں۔

۶: ۷ = كَذَلِكَ۔ اسی طرح۔ كَمَا اَرَيْنَا قُبْحَ الشِّرْكِ جِسْ طَرَحْ ہم نے اس کو شرک کی قباحت (باپ کی اور اس کی قوم کی گمراہی) دکھائی تھی۔ اسی طرح ہم نے چشم بصیرت سے اس کو ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرا دیا۔

= نَرَى۔ مضارع جمع متکلم۔ اَرَى يَرَى (باب افعال) اِدَاعَةٌ۔ ہم دکھاتے ہیں یہاں مضارع ماضی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= مَلَكُوتٌ۔ مصدر۔ مُلْكٌ سے مبالغہ کا صیغہ بذریعہ ایزادی و ت اقتدار کامل۔ غلبہ تامہ حکومت حقیقہ۔ بقول راغب۔ ملکوت۔ اللہ کی بادشاہت کے لئے مخصوص ہے۔
= وَ لِيَكُوْنَنَّ۔ اے فعلنا ذلک لیکون (ہم نے ایسا اس لئے کیا) کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

= اَلْمُؤَقِّنِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ معارفہ۔ مجرور۔ اَلْمُؤَقِّنُ۔ واحد۔ اِيقَاتٌ مصدر۔ عین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہونے والے۔

۶: ۷ = جَنَّ عَلَى۔ اس نے ڈھانپ لیا۔ اس نے چھپا لیا۔ جَنَّ سے (باب نصر) = اَخْلَ۔ وہ غائب ہو گیا۔ وہ غروب ہو گیا۔ (ضَرَبَ۔ نصر۔ سمع) اَخْلَوْا سے بمعنی آفتاب۔ ماہتاب۔ وغیرہ ستاروں کا غروب ہونا۔ اَخْلَ اسم فاعل جمع اَخْلَيْنَ
۶: ۷ = بَارِزًا۔ درخشاں۔ روشن۔ بُرُؤْعٌ سے بمعنی طلوع ہونا۔ چمکنا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

۶: ۸ = هَذَا اَرَبِيٌّ۔ اَهَذَا اَرَبِيٌّ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اَنْ اَسْتَفْهَمَ محذوف ہے اور استفہام انکاری کے طور پر آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم کیا یہ میرا رب ہے؟ ہرگز نہیں۔

۶: ۹ = وَجَعَلْتُ۔ ماضی معروف واحد متکلم۔ تَوَجَّيْتُ مصدر (باب تفعیل) میں نے اپنا رخ پھیر لیا۔

= فَطَرَ۔ مصدر۔ وہ عدم سے وجود میں لایا۔ اس نے پیدا کیا۔ فَطَرُ کے اصل معنی

بھاڑ دینے کے ہیں یعنی عدم کے پردہ کو بھاڑ کر وجود میں لایا۔

= حَنِيفًا - الْحَنْفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الحنیف بروزن (نعیل) جو باطل کو چھوڑ کر حق واستقامت کی طرف آجائے۔ اس کی جمع حُنَفَاءُ ہے۔ حَنِيفٌ حَنْفٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۶: ۸۰ = حَاجَةً - مُحَاجَّةٌ (مفاعلة) سے باہم حجت کرنا۔ دلیل بازی کرنا۔ الْحُجَّةُ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے۔ اور دو متناقض امور میں سے ایک کی صحت کی مقتضی ہو۔

حَاجَ اس نے حجت بازی کی۔ اس نے جھگڑا کیا۔

= هَدَانِ - اصل میں هَدَانِی ہے اس نے مجھے ہدایت دی۔ مجھے ہدایت یافتہ کیا۔ هِدَايَةٌ سے (باب ضرب)

= إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا - اللہ میرا رب ہے کوئی تکلیف مجھے پہنچانا چاہے تو۔

(ورنہ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ جن کو تم رب کا شریک ٹھہراتے ہو)

= أَخْلَا تَتَذَكَّرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہمزہ استفہامیہ۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔ تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے (باب تفعّل)

۶: ۸۱ = لَمْ يُنْزِلْ - مضارع نفی جہد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے نہیں نازل کیا۔ اس نے نہیں اتارا۔ یعنی جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم کو کوئی اجازت نامہ نہیں دیا۔

= الْفَرِيقَيْنِ - موحّدین کا فرق اور مشرکین کا فرق۔ حضرت ابراہیم اور اس کے پیروکار ایک فرقہ۔ مشرکین مخالفین دوسرا فرقہ۔

= بِالْأَمْنِ - ای امن من العذاب - عذاب سے بے خوفی اور اطمینان

۶: ۸۳ = لَمْ يَلْبِسُوا - مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب لَبَسُوا مصدر۔ انہوں نے نہیں ملایا۔ انہوں نے مخلوط نہیں کیا۔

= آیت ۸۲ پر حضرت ابراہیم کا کلام ختم ہوا۔

۶: ۸۳ = ذُرِّيَّةٌ ذُرِّيَّةٌ سے۔ نسل۔ اولاد۔ ذُرِّيَّةٌ ذُرِّيَّةٌ مہر۔

۶: ۸۶ = حَبِطَ عَنْ - الْحَبْطُ - (حسب یحسب) کے معنی کسی کام کے ضائع ہو جانے

اور اکارت ہونے کے ہیں۔ آیت ہذا۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے

سب ضائع ہو جاتے۔ ارشاد ہے لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ - (۶۵: ۳۹) تو یقیناً تمہارے عمل برباد ہو جائے گا۔
حَبِطَ عَنْهُ اِی ذہب عنہ۔

۸۹: ۶ = بِهَا۔ ہا ضمیر واحد مونث۔ الکتاب۔ والحکم۔ والنبوة کی طرف راجع ہے۔ یا اس کا مرجع آیات قرآنی ہیں جو دلائل التوحید والنبوة کے متعلق ہیں۔

= هُوَ لَاءِ۔ یعنی اہل مکہ۔

= وَكَلْنَا بِهَا۔ وَكَلْنَا۔ ماضی معروف۔ جمع متکلم۔ تَوَكَّلْ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے مقرر کر دیا۔
= قَوْمًا۔ گروہ۔ جماعت۔ بلا تخصیص نسل و وطن (اُس صورت میں جب کہ ایسی قوم بلا واسطہ مخاطب نہ ہو) ایک نسب اور وطن سے تعلق رکھنے والی جماعت (جہاں پیغمبروں نے ان کو خطاب کیا ہو جیسے يٰاَقْتَدِ قَوْمِ یا اِذْقَالَ لِقَوْمِهِ)

یہاں اس آیت میں قوم سے مراد اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین۔ تابعین تبع تابعین۔ عربی، عجمی سب مراد ہیں جو اہل ایمان تھے۔

۹۰: ۶ = اُولَٰئِكَ سے مراد وہ اٹھارہ انبیاء ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

= اِقْتَدِۙ۔ تو اس کی پیروی کر۔ تو اس کی اقتدا کر۔ اقتدار کا معنی ہے کسی کے کام کے موافق کوئی کام کرنا

علامہ قطب الدین الکشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

کہ یہاں اقتدار سے مقصود صرف اخلاق فاضلہ اور صفات کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی پیروی کرنا ہے۔ ۶ ضمیر واحد مذکر فیہمداھم میں ھدی کی طرف راجع ہے۔

= اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ (آیت ۸۹) سے لے کر اِقْتَدِۙ (آیت ۹۰) تک ترجمہ یوں ہوگا۔

یہ تھے انبیاء جنہیں ہم نے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی۔ پس اگر یہ لوگ (اہل مکہ) انہ (کتاب و حکمت۔ نبوت یا آیات قرآنی) سے انکار کرتے ہیں۔ تو ہم نے مقرر کر دیا ہے ایک ایسی

قوم کو (اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین وغیرہ) جو ان (کتاب و حکمت۔ نبوت یا آیات قرآنی) سے منکر نہیں ہے، بلکہ ان پر ایمان رکھتی ہے، یہی (انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ تھے جن کو

اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی تو بھی ان کی سبہایت کی (جو میں نے ان کو عطا کی) پیروی کر

= عَلَیْہِ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن یا تبلیغ قرآن ہے۔ اور اسی طرح ھو ضمیر

کا مرجع بھی قرآن ہے۔

= اِنْ نَافِیْہِ۔

= ذِكْرِي - نصیحت - اوپر ۶: ۶۸ ملاحظہ ہو۔

۹۱: ۹ = مَا قَدَرُوا - ماضی منفی معروف - صیغہ جمع مذکر غائب - انہوں نے تعظیم نہیں کی - انہوں نے نہیں پہچانا۔

= تَجْعَلُوْنَهُ قَرَاتِيسَ = جن کو تم نے متفرق اور مختلف کاغذوں میں لکھ رکھا ہے (تاکہ اپنے مطلب کے اوراق مختلف مواقع پر پیش کئے جاسکیں جیسا کہ ان کے اپنے مفاد میں مناسب ہو) = قَرَاتِيسَ - الْفِرْطَاسُ - ہر وہ چیز جس پر لکھا جائے - کاغذ وغیرہ

= قُلِ اللّٰهُ جَوَابُ مَنْ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى كَا - قُلِ اللّٰهُ كُو اگر جملہ اسمیہ لیا جاتے تو تقدیر ہوگی قُلْ هُوَ اللّٰهُ - اور جملہ فعلیہ کے اعتبار سے اس کی تقدیر ہوگی - قُلْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ۔

= خَوْضِهِمْ - ان کی بیہودہ گوئی - باتیں بنانا - گھسنا - خَاضَ يَخْوُضُ کا مصدر ہے خَوْضٍ کے معنی پانی میں گھسنے کے ہیں بطور استفادہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۹۲: ۶ = لِيُنْذِرَ - کہ ڈرائے تو - تو ڈرائے گا - تو ڈراتا ہے - اِنْذَارٌ - سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

= اُمّ الْفَرٰی - مکہ معظمہ - بستیوں کی اصل اور جڑ - بستیوں کی ماں -

= مَنْ حَوْلَهَا - جو اس کے ارد گرد ہے - یعنی تمام اہل مشرق و مغرب۔

۹۳: ۶ = اِخْتَرٰی - اس نے جھوٹ باندھا - اس نے بہتان تراشا - اِشْتَرَاؤُ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= مَنْ قَالَ - اے من اظلم ممن قال - اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو کہے۔

= دَلُوْا بَرٰی - کاش تو دیکھے - کاش تو دیکھ سکے۔

= غَمَرَاتٍ - غَمَرَةٌ کی جمع - موت کی کسختیاں - جو سائے اعضاء پر چھا جائیں - غَمَرَةٌ وہ نثر پانی جس کی تہ نظر نہ آئے - بطور تشبیہ اس سے مراد جہالت - غفلت لی جاتی ہے - جو قوی پر غالب آجائے۔

= بَاسِطُوْا - اصل میں بَاسِطُوْنَ تھا - اَيْدِيْهِمْ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ن ساقط ہو گیا - کھولنے والے - بڑھانے والے۔

یعنی کاش تو ان ظالمین کو اس حالت میں دیکھ سکے جب موت کی کسختیاں ان پر غالب ہوں گی - اور فرشتے ان کی جان مکالنے کے لئے ہا اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھا رہے ہوں گے۔

= اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ - اس سے پہلے يَقُولُونَ لَكُمْ مَحْذُوف ہے - اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ لا واپسی جانیں - اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ - اگر ہو سکتا ہے تو چھڑا دو اپنی جانیں، ہمارے ہاتھوں سے اَخْرِجُوا فعل امر حاضر - اَنْفُسَكُمْ مفعول بہ -

= تَجُزُّوْنَ - تم بدلہ دینے جاؤ گے - تم جزا دینے جاؤ گے - جزاء سے جمع مذکر حاضر۔

= عَذَابَ الْهُوْنِ - اسم ہے - الْهُوَانُ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے -

(۱) انسان کا کسی ایسے موقع پر نرمی کا اظہار کرنا کہ جس میں اس کی سبکی نہ ہو۔ یہ قابل ستائش ہے قرآن حکیم میں ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۶۳: ۲۵) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں -

(۲) هَوَانٌ بمعنی ذلت اور رسوائی کے بھی آتا ہے یعنی دوسرا انسان اس پر مسلط ہو کر اس کو سبکسار کرے - تو یہ قابل مذمت ہے قرآن حکیم میں ہے فَآخَذَ تَهُمًا صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ (۱۴: ۴۱) تو..... کر ٹک نے ان کو آکچڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا -

اور اگر علی کے ساتھ آتے تو معنی معاملہ کے آسان ہونے کے ہیں جیسے هُوَ عَلَى هَآئِنٍ (۳۱: ۱۹) کہ یہ مجھے آسان ہے -

سَوْعَدَآبَ الْهُوْنِ بمعنی ذلت کا عذاب -

= تَسْكَبُرُونَ - اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر - تم تکبر کرتے تھے تم گھمنڈ کرتے تھے -

۹۴: ۶ = جِئْتُمُوْنَا - تم ہمارے پاس آپہنچے - اس میں واو اشباع کا اور نا ضمیر جمع متکلم = فُرَادٰی - فَرْدٌ - کی جمع - اکیلے اکیلے - ایک ایک -

= خَوَّلْنٰكُمْ - ہم نے تم کو عطا کیا - ہم نے تم کو دیا - تَخْوِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی ایسی چیزوں کے عطا کرنے کے ہیں جن کی نگہداشت کی ضرورت پڑے - جیسے عربی میں کہتے ہیں فَلَانَ حَالٌ مَّالٍ اَوْ خَائِلٌ مَّالٍ - یعنی فلاں مال کی خوب نگہداشت کرنے والا ہے (آیت ہذا میں: جو مال و متاع ہم نے تم کو دیا تھا تم سب پیچھے چھوڑ آئے)

ماضی جمع متکلم - كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر -

= فِیْكُمْ - اِیْنَ اُمُوْرُكُمْ - تمہارے معاملات میں -

= شُرَكَاءُ یعنی شُرَكَاءُ لِلّٰہِ

یعنی جن کو تم یہ سمجھتے تھے کہ تمہاری فلاح و بہبود اور نفع و نقصان میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں

اور عمل و دخل رکھتے ہیں۔

== تَقَطَّعَ - کٹ گیا۔ ٹوٹ گیا۔ قطع قطع ہو گیا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تَقَطَّعُ (تَفَعَّلُ) سے
تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ - ای تقطع ما بینکم من الوصل - بے شک تمہارے درمیان جو رشتہ تھا
وہ ٹوٹ گیا۔

== ضَلَّ - کھو گیا۔ گم ہو گیا۔ ضائع ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے
دور جا پڑا۔

== مَا كُنْتُمْ تَرْعَمُونَ - اور جو دعویٰ تم کیا کرتے تھے (وہ کھو گئے)

۶: ۹۵ = خَالِقُ - اسم فاعل واحد مذکر۔ خَلَقَ مصدر۔ پھاڑنے والا۔ بیج اور گٹھلی کو پھاڑ
کر سبزہ نکالنے والا۔ (خَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى) تاریکی کو پھاڑ کر صبح کرنے والا۔ خَالِقُ الْإِصْبَاحِ
= الْحَبِّ - دانہ - غلہ - گندم - انج - اس کی جمع جنوب ہے - عام (دوائی وغیرہ کی گولیوں کو)
بھی حَبِّ کہتے ہیں۔

= النَّوَى - النَّوَاثِ - اس کی واحد - کھجور کی گٹھلیاں۔

= تَوَخَّكُونَ - تم پلٹائے جاتے ہو۔ تم پھیرے جاتے ہو۔ اخَذْتُ سے جس کے معنی کسی شے
کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں۔

یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف
در فعل میں نیکو کاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر
= ذَلِكُمُ اللّٰهُ فَآتٰی تَوَخَّكُونَ - یہ ہے اللہ (ان خوبیوں والا) اور (تم دیکھو) تم کہ مھر
ہکے چلے جا رہے ہو۔

۶: ۹۶ = سَكَنًا - برائے تسکین۔ آرام۔ راحت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔
سُكُونٌ سے اسم ہے۔ بسنے کی جگہ۔ آرام و سکون کی جگہ یا وقت۔ محلاً للسکون (قرطبی)
= حُسْبَانًا - برائے حساب۔ شمار۔ حُسْبَانٌ بمعنی حساب و شمار۔

حَسَبَ يَحْسِبُ (نصر) کا مصدر ہے۔

قرآن مجید میں جو یہ آیا ہے وَبُرِّسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا (۱۸: ۴۴) اور بھیج دے اس پر عذاب
تو یہاں حُسْبَانٌ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ (۱) ایک آگ یا مہبوکا۔ (۲) دوسرا عذاب
اور حقیقت میں حساب کے مطابق سزا۔

= تقدیر۔ اندازہ۔ مقدار کو مقرر کرنا۔ خواہ کسی نوعیت کے متعلق ہو۔

۹۷:۶ = يَوْمَ يَعْلَمُونَ اہل دانش و اہل علم کے لئے۔

۹۸:۶ = مُسْتَقَرٌّ - ظرف مکان - بروزن اسم مفعول اِسْتَقَرَّادُ مصدر - قرار گاہ - بٹھرنے کی جگہ
= مُسْتَوْدَعٌ - ظرف مکان - بروزن اسم مفعول اِسْتَوْدَعَ (اِسْتَفْعَالَ) مصدر - امانت رکھنے کی جگہ - حفاظت کی جگہ - رحم مادر۔

مُسْتَقَرٌّ اور مُسْتَوْدَعٌ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ مستقر سے مراد شکم مادر اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد باپ کی پیٹھ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مستقر سے مراد زمین ہے جہاں انسان دنیوی زندگی بسر کرتا ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے۔ جہاں مرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی عرصہ گزارنا ہوتا ہے اور بعض کے مطابق مستقر سے مراد دنیوی زندگی (ظرف زمان) اور مُسْتَوْدَعٌ روانگی کا وقت (ظرف زمان) وداع سے رخصت ہونا۔ اس کی تقدیر ہے۔ فَلَكُمْ مُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ۔

= يَفْقَهُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - سمجھ رکھتے ہیں - سمجھتے ہیں۔

۹۹:۶ = بَنَاتٍ - گھاس - سبزی - زمین کی پیداوار - روئیدگی - زمین سے پیدا کرنا۔ زمین سے اگنے والی ہر چیز۔

= مِنْهُ - میں ضمیر بنات کی طرف راجع ہے۔ یعنی بنات سے ہم سرسبز کو نپلیں نکالتے ہیں
= خَضِرًا - سبزہ - سبز - خَضَرٌ سے جس کے معنی سبز اور ہرا ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مُتَرَكَبًا - اسم فاعل واحد مذکر - تَرَكَبٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر - تہ برتہ - ایک پر ایک سوار - رَكْبٌ اور رُكُوبٌ کے معنی کسی جانور پر سوار ہونا - اناج کی بالی کے دانے باہم متصل ہوتے ہیں - ایک دانہ دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے - کوئی اوپر ہوتا ہے کوئی نیچے - اس لئے اس کو تراکب کہا گیا ہے۔

گویا تہ برتہ ہونے کے سبب ایک دانہ دوسرے پر سوار ہوتا ہے - مکی کا سٹہ - اور اناج کے دانے بہترین مثال ہیں۔

= طَلْعَهَا - اس کا گامھا - اس کا خوشہ - اس کا شگوفہ۔

= قِنَوَاتٌ - قِنَوٌ کی جمع - کھجوروں کے گچھے۔

= دَانِيَةً - جھکنے والے - لٹکنے والے - دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔
جھکنے اور لٹکنے میں بھی قربت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔

= اَعْنَاب - عِنَب کی جمع - انگور

= الرُّمَان - انار

= مُشْتَبِهًا دَعْنًا مُشْتَابِهًا - اپنی نوع اور قسم کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن اپنی انفرادی شکل و شباہت کے لحاظ سے الگ الگ - مثلاً ایک مکی کا خوشہ بطاہر ہر خوشہ مکی سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کا سائز دانوں کی قطاروں کی تعداد، ہر قطار میں دانوں کی تعداد - ان کا باہمی فاصلہ وغیرہ ایسی چیزیں جو کسی دونوں میں ایک جیسی نہیں ہو سکتیں - لہذا ہر خوشہ کی انفرادیت اپنی اپنی

= يَنْعِهِ مصدر - مجرور مضاف ضمیر مضاف الیہ - اس کے پکنے کو - يَنْعُ (ضرب فتح) پھل پکنا۔

۶: ۱۰۰ = دَخَلَقَهُمْ - داؤد حالیہ ہے خَلَقَ میں فاعل اللہ ہے - هُمْ ضمیر الجن کی طرف راجع، حالانکہ اللہ نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔

= خَرَقُوا آلَهُ - انہوں نے تراشا - خَرَقُ سے - ماضی، جمع مذکر غائب۔

الْخَرَقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا - قرآن میں ہے کہ: خَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا (۱۵: ۱۷) کیا تو نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ مسافروں کو غرق کرے - خَرَقُ - خَرَقُ کی ضد ہے - جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرَقُ کے معنی کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنے کے ہیں - آیت میں اور بے سمجھے (جھوٹے، بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں

۱۰۱: بَدِيعٌ - اَلْاِبْدَاعُ - کسی کی تقلید اور اقتدار کے بغیر کسی چیز کو ایجاد کرنا - اسی سے نئے موئے ہوئے کنویں کو وَكِیَّةٌ بَدِيعٌ کہتے ہیں - جب اِبْدَاعٌ کا لفظ اللہ عزوجل کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ - بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا - یہ معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مختص ہیں

بَدِيعٌ بمعنی مُبْدِعٌ یعنی اس چیز کا پیدا کرنے والا جس کی سابق میں کوئی مثال نہ ہو اللہ الٰہی کے اسماء حسنی میں سے ہے۔

= اَنَّى - کس طرح - کیونکر - کیسے - یہ کیسے ہو سکتا ہے اَنَّى یُحْیِیْ هٰذَا اللّٰهُ لَعَدَّ مَوْتَهَا (۲۵۹: ۲) اللہ تعالیٰ ان بستیوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔

۱۰۳: = وَكِیْلٌ - صفت مشبہ - وَكَلٌ سے (ضرب) نگران - نگہبان - کارساز - امن - گواہ۔

لَا تُدْرِكُ. مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو نہیں پاسکتی اَذْرَكَ کسی چیز کی غایت کو پہنچنا اَذْرَكَ الصَّيْتُ۔ لڑکا بچپن کی آخری حد کو پہنچ گیا۔ یعنی بالغ ہو گیا۔

حَتَّىٰ إِذَا أَذْرَكَهُ الْغَرْقُ (۹:۱۰) یہاں تک کہ اس کو غرق (کے عذاب نے) آچکڑا۔
ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا۔ اس کا احاطہ کر لینا۔ ظاہر ہے کہ احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جو محدود ہو اور کسی خاص سمت میں پائی جاتی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات نہ تو محدود ہے اور نہ کسی خاص سمت میں موجود۔ اس لئے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ آیت ہذا میں ترجمہ ہوگا۔

نظریں اس کو نہیں گھیر سکتیں اور وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔
۱۰۴:۶ = بَصَائِرُ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ بَصِيرَةٌ کی جمع۔ جس طرح جسم کے لئے بصائر (بینائی) ہے اسی طرح روح کے لئے بصیرت ہے۔

= الْبَصَرُ۔ اس نے دیکھا۔ (افعال) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
= عَمِيَ۔ وہ اندھا ہوا۔ عَمِيَ مصدر۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب یہاں کوہِ دِل ہونا مراد ہے
= حَفِظْتُ۔ نگہبان۔ حَفِظْتُ سے بروزن فَعِلٌ بمعنی فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ہے
کیونکہ وہ کل کا نگہبان ہے۔

۱۰۵:۶ = نُصَرِّفُ الْآيَاتِ۔ ہم پھیر پھیر کر۔ طرح طرح سے آیات (توحید) کو بیان کرتے ہیں
= دَرَسْتُ۔ دَرَسْتُ اور دَرَّاسَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر
تو نے پڑھا۔ تو نے پڑھ سنا یا۔ دَرَسْتُ۔ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْغَيْرِ۔ دوسرے کو پڑھ کر سنانا
= بُنِيتُهُ مضارع صیغہ جمع متکلم (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ہم ظاہر کر دیں۔ ہم کھول دیں
۱۰۶:۶ = لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آگیا ہے
۱۰۸:۶ = لَا تَسُبُّوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ سَبُّ سے (باب نصر) تم بُرا مت کہو۔ تم گالیاں نہ دو۔

= عَدَدًا۔ ظُلْمًا وَعَدَدًا۔ زیادتی۔ تعدی۔ ظلم و ستم۔ حد سے بڑھنا۔ زیادتی کرنا۔
(یعنی بُرا کہنے لگیں گے خدا کو زیادتی اور بے سمجھے۔)

۱۰۹:۶ = جَهَدَ۔ تاکید پوری کوشش، مشقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ کا مصدر ہے۔
اقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ۔ وہ پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔
= آيَةٌ نشانی۔ یہاں نشانی سے مشرکین کی مراد کوئی خاص نشانی ہے جیسے عصا موسیٰ
حضرت عیسیٰ کا مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھیوں کو تندرست کرنا وغیرہ۔

محمد بن کعب القرظی اور الکلبی نے کہا ہے کہ مشرکین نے بطور خاص نشانی کے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کوہ صفا سونا ہو جائے۔ ہمارے کچھ مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں کہ آپ کی تصدیق کریں مابعد الممات کے متعلق۔ اور ہمیں فرشتے دکھائیے کہ ہم ان سے آپ کی صداقت کے متعلق دریافت کریں۔

== اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ۔ کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ مشیت ایزدی ہے کہ ان کو ظاہر کرے یا نہ کرے۔ یا کب اور کن حالات میں کرے۔

== مَا يُشْعِرُكُمْ۔ میں مخاطبین اہل ایمان ہیں۔ (گو بعض کے نزدیک یہاں خطاب مشرکین سے ہے) تمہیں کیا خبر۔ تمہیں کیسے سمجھایا جائے۔ يَشْعِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِشْعَارُ (اِفْعَالُ) سے۔ آگاہ کرے۔ واقف بنائے۔ سمجھائے۔

== اَنَّهُآ اِذَا جَاءَتْ لَآيُؤْمِنُوْنَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آ بھی جائے تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یا تقدیر یوں ہے۔ اَنَّهُآ اِذَا جَاءَتْ يُؤْمِنُوْنَ اَوْ لَآ يُؤْمِنُوْنَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آجائے تو یہ ایمان لائیں گے یا نہیں لائیں گے۔

== نُقَلِّبُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَقْلِيْبٌ (تَفْعِيْلُ) مصدر۔ ہم (حق کی طرف) پھیر دیتے ہیں۔ موڑ دیتے ہیں۔

== كَمَا۔ جیسے۔ جیسا کہ۔ جس طرح۔ كَمَا تَعْلِيْلُ کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسا کہ بعض کے نزدیک اس کا استعمال ان آیات میں آیا ہے۔

۱) كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ۔ (۱۵۱:۲) فَاذْكُرُوْنِيْ۔۔۔۔۔ (۱۵۲:۲) چونکہ میں نے پیغمبر بھیج دیا تمہیں میں سے۔۔۔۔۔ اس لئے میری یاد کرو۔ یہاں ارسال رُسُل ذکرِ الہی کی علت ہے؛ ۲) وَ اِذْ كُوْنُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ۔ (۱۹۸:۲) چونکہ اللہ نے تمہیں ہدایت کر دی اور ذکر کا طریقہ بتا دیا۔ اس لئے اس کی یاد کرو۔ یہاں ہدایت ذکر کی علت ہے۔

۳) وَ نُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا كَمْ يُؤْمِنُوْنَ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ (آیت ہذا) کیونکہ وہ پہلی مرتبہ اس کے ساتھ ایمان نہیں لائے تھے ہم ان کے دلوں اور نظروں کو پھیر دیں گے۔ یہاں ان کے پہلی مرتبہ کے معجزوں (آیات) پر ایمان نہ لانا علت بن گیا ان کے تقلیب قلوب و ابصار کا۔

الکشاف اور ابن کثیر نے اس آیت میں کاف کو تعلیل کے معنوں میں لیا ہے۔ المنجد میں ہے کہ کاف کبھی تعلیل کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا هَدٰكُمْ (۱۹۸:۲) اللہ کو

یاد کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔

لغات القرآن میں ہے کہ: کاف کو تغلیل کے لئے اخفش اور بعض کوفیوں نے قرار دیا ہے اور اکثر اہل عربیت نے الکار کیا ہے۔

== اَدَّلَ مَسَّحًا۔ پہلی مرتبہ۔ اس سے مراد یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ معجزات ہیں مثلاً شق القمر وغیرہ۔ یا سابقہ انبیاء کے معجزات مثلاً عصا موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ کا کوڑھوں تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔

== نَذَرَهُ هُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وَذَرَّ مصدر باب سَمِعَ ہم ناقابل پر واہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں۔ صرف مضارع اور امر مستعمل۔

== طَغْيَانِهِمْ۔ ان کی گمراہی۔ ان کی سرکشی۔ ان کی شرارت۔ ان کی بے راہی۔

== يَعْمَهُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَهُ مصدر۔ (باب فتح۔ سَمِعَ) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں۔ عَمَهُ۔ سرگردانی۔ حیرانی۔ گمراہی۔

== لَيُؤْمِنَنَّ بِهَا۔ میں کفار کے قول کی نقل ہے۔ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ میں ان کا جواب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ہے) اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ سے لے کر آخر آیت ۱۱ تک پارہ ۸ مسلمانوں سے خطاب (مجاناب اللہ) ہے۔

== قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ سے يَعْمَهُونَ تک عبارت کچھ یوں ہوگی۔ قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اِنَّمَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (بِذَلِكَ) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ وَنَذَرَهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ..... اور آپ کو کیسے سمجھایا جائے کہ جب یہ خاص نشانیاں (جن کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں) آجائیں گی جب بھی یہ ایمان نہ لادیں گے جیسے کہ وہ ایمان نہ لاتے تھے جب پہلی مرتبہ (جب اللہ کی طرف سے خاص نشانیاں اس کے انبیاء کی معرفت ظہور میں آئی تھیں) اور اب ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے) ہم ان کے دلوں کو (حق طلبی کے قصد سے) اور ان کی نگاہوں کو (حق بینی کی نظر سے) پھیر دیں گے۔ اور ان کو (ان کی) سرکشی (وکفر) میں حیران و سرگرداں چھوڑ دیں گے۔

(ملاحظہ ہو بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء القرآن پبلشرز کراچی)

صاحب بھیروی

يَا رَءُ
وَلَوْ أَنَّنَا
(١٨)

الْأَنْعَامُ وَالْأَعْرَافُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ

۶: ۱۱۱ = حَشَرْنَا۔ ہم نے اکٹھا کیا۔ ہم نے جمع کیا۔ الْحَشَرُ (نَصَرَ) کے معنی۔ لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی کی طرف لیجانے کے ہیں۔
ایک روایت میں ہے اَلْفِئَاءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔
اور یہ انسان اور غیر انسان سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (۵: ۸۱) اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے قیامت کے دن کو بھی یوم الحشر کہا جاتا ہے کہ سب کو اس روز اکٹھا کیا جائے گا۔
= قَبْلًا۔ جمع۔ قَبِيلٌ واحد۔ جماعت درجماعت۔ گروہ درگروہ۔ بعض کے نزدیک قَابِلٌ کی جمع۔ یعنی آنکھوں کے سامنے۔ آگے۔
= يَجْهَلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَهْلٌ۔ جَهَالَةٌ مصدر (باب سمع) وہ نہیں جانتے۔ وہ جاہل ہیں۔ وہ جہالت کرتے ہیں۔ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔
۶: ۱۱۲ = كَذَلِكَ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن و انس سے اس کے دشمن پیدا کئے۔

= يُؤْحِشِي۔ مضارع واحد مذکر۔ اِيْحَاءٌ سے وہ دوسوہ ڈالتا ہے وہ وحی بھیجتا ہے۔ یہاں شیاطین جن و انس کی دوسوہ اندازی کو وحی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں بھی بڑی رازداری اور چپکے چپکے ہوتی ہیں

= ذُخْرٌ۔ ملع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ اور کسی شے کے کمالِ حُسْن کو زخرف کہتے ہیں۔ اسی لئے سونے کو بھی زُخْرُفُ کہا جاتا ہے۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے

ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ یہاں ملمع اور زیب کے معنی میں آیا ہے۔

= عُرُودًا۔ دھوکہ دینے کے لئے۔ تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

= مَا فَعَلُوهُ۔ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب شیاطین جن والنس کا لوگوں کے دلوں میں

وسوسہ ڈالنا۔ اور جھوٹی باتیں ملمع کی صورت میں اذہان میں ڈالنے کی طرف راجع ہے

= يَفْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْتَرَاءً (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ وہ دروغ بازی کرتے

ہیں۔ وہ افتراء بہتان باندھتے ہیں۔

۶: ۱۱۳ = تَصْغٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ جھکتی ہے۔ وہ جھکتے ہیں۔

صغوا اور صغی سے ر باب سمع۔ نصر اَصْغٰی اِلٰی حَدِیْثٍ۔ کان لگانا۔ کان دھرنا۔

اصغی الیہ سننے کے لئے جھکنا۔ جھکنا۔ مائل ہونا۔

الیہ اور یَرْضَوْهُ میں ۴ ضمیر ان وسوسوں اور ملمع فریب کی باتوں کی طرف راجع،

جو شیاطین جن والنس ایک دوسرے کو سکھاتے اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈالتے

تھے۔۔

= يَقْتَرِفُونَ = مضارع جمع مذکر غائب اِقْتَرَفَ (اِفْتَعَالٌ) سے۔ وہ کمائیں۔ وہ کریں

اِقْتَرَفَ۔ کے اصل معنی درخت سے چھال اتارنے کے ہیں اور زخم سے چھلکا کریدنے کے۔

جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قرف کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ اِقْتَرَفَ کمانے کے معنی

میں استعمال ہوتا ہے خواہ وہ کسب اچھا ہو یا بُرا جیسے قرآن پاک میں ہے سَيَجْزُونَ بِمَا

كَانُوا يَكْتَرِفُونَ (۱۲۰: ۶) وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

اور وَاَمْوَالُنِ اِقْتَرَفْتُمُوهَا (۲۴: ۹) اور مال جو تم کماتے ہو۔

لیکن اس کا بیشتر استعمال بُرے کام کرنے پر ہوتا ہے۔

= وَلِتَصْغِيَ اِلَيْهِ مَعْطُوف ہے عُرُودًا پر۔ کہ دھوکہ میں رکھیں..... ان کو۔ اور یہ کہ مائل

ہو جائیں اس کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

اسی طرح وَلِیَرْضَوْهُ اور وَلِیَقْتَرِفُوْا کا عطف بھی عُرُودًا پر ہے۔ یعنی اس لئے کہ

وہ ان ملمع باتوں کو پسند کرنے لگیں۔ اور جو گناہ وہ کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں (اور حق و صداقت

کی طرف سے غافل اور دھوکہ میں رہیں)

۶: ۱۱۴ = اَفْخِرَ اللّٰهُ اَبْتٰغٰی مُفْصَلًا۔ سے قبل قل یا محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم لہٰؤلَاءِ الْمُشْرِكِیْنَ مَحْذُوفٌ ہے۔

= اَبْتَغَى - مضارع واحد متکلم - میں تلاش کروں - میں چاہوں اِبْتِغَاءً (افتعال) سے

= حَكَمًا - منصف - فیصلہ کرنے والا - حَكَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے - خصوصی فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں اس لئے یہ حاکم سے زیادہ بلیغ ہے -

= مُفَصَّلًا - اسم مفعول تفصل وار - یعنی ادا مروا ہوا ہی کو الگ الگ کیا گیا ہے -

۶: ۱۱۴ = اَلْمُمْتَرِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - اَلْمُعْتَرِیْ وَاحِدٌ اِمْتَرَاؤُ (افتعال) مصدر - شک میں پڑنے والے - تردد کرنے والے -

۶: ۱۱۵ = حَلِمْتُ - حکم - یا اذلی تحریر - یا قرآن - یا ثواب و عذاب کا وعدہ -

کَلِمَتٌ سے یہاں مراد قرآن مجید ہے - کیونکہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ وہ کلمات کثیرہ جو کہ مقصد واحد سے متعلق ہوں ان کو بسا اوقات کلمہ (واحد) کہہ دیا جاتا ہے - جس طرح زہیر کا قصیدہ جو کہ کثیر اشعار کا مجموعہ ہے - اسے کلمہ زہیر بھی کہہ دیتے ہیں -

یا کلمہ سے مراد خداوند تعالیٰ کی ہر بات ہے - جس کے متعلق فرمایا کہ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے - جو کچھ وہ فرماتا ہے وہ امر حق ہے - امر حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا - اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں - (ابن کثیر)

۶: ۱۱۶ = تُطِيعُ - تو حکم مانے - تو حکم مانے گا - اِطَاعَةٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر -

تَطِيعُ - اصل میں تُطِيعُ تھا - اِنْ شَرْطِیہ کے آنے سے تِی حذف ہو گئی -

= اِنْ يَتَّبِعُونَ اور اِنْ هُمْ میں اِنْ نافیہ ہے -

= يَخْرُصُونَ - مضارع جمع مذکر غائب خَرَصٌ سے (باب نصر) وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں

اَلْخَرَصُ - پھلوں کا اندازہ کرنا - اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خَرَصٌ بمعنی مَخْرُوصٌ کہتے ہیں - اٹکل کرنا اور جھوٹ بولنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے - چنانچہ آیہ مذ میں اور آیت (۲۰: ۴۳) میں ہے اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ - یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں -

اور بعض کے نزدیک يَخْرُصُونَ بمعنی يُكْذِبُونَ ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں -

۶: ۱۱۹ = فَصَّلَ - ماضی واحد مذکر غائب تَفْصِيلٌ (تفعیل) مصدر - تفصیل دار بیان

کر دیا ہے - الگ الگ بیان کر دیا ہے

= اضْطُرُّرْتُمْ (اِضْطَرَّارٌ) (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر مادہ ضرر تم مجبور

کئے گئے - تم مجبور ہو جاؤ - تم لاچار ہو جاؤ - یا کئے جاؤ -

= اَلَيْسَ - اِی الی احکم - اس کے کھانے کے لئے - اس کے کھانے پر۔

= کَثِیْرًا - اِی کثیرًا من الذین یجادلونک فی اکل المیتة وغیرہ۔

یعنی ان لوگوں میں جو آپ سے مجادلہ کرتے ہیں مردہ کے کھانے کے متعلق یا دیگر ایسے احکام کے متعلق بہت سارے اپنی خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اور بے علمی کے سبب گمراہ ہیں اور صداقت کو نہیں جانتے۔

= لَیْضِلُوْنَ - یُضِلُّوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے لام برائے تاکید۔ بلاشبہ وہ گمراہ کرتے ہیں۔

= اَلْمُعْتَدِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر منصوب و مجرور۔ اَلْمُعْتَدِیُّ واحد۔ اِغْتَدَاؤٌ۔

(افتعال) سے مصدر۔ حق سے ہٹنے والے۔ حد سے تجاوز کرنے والے۔

۱۲۰:۶ = ذُرُّوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذُرُّوْا سے تم چھوڑ دو۔ ملاحظہ ہو ۱۰۹:۶۔

= کَانُوا یَقْتَرِفُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ کَانُوا یَقْتَرِفُوْنَ - ماضی استمراری

(جس کا) وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو ۱۱۴:۶

۱۲۱:۶ = فِسْقٌ - اصطلاح شریعت میں فِسْقٌ کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا۔

گناہ کرنا۔ عموماً عملی گناہ کو فِسْقٌ کہتے ہیں۔ اور ضروریات دین کے انکار کو کفر۔ عربی میں ہے فَسَقَتِ الرَّطْبَةُ عَنْ فِشْرِهَا۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے۔

= یُؤْحِضُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ وہ وحی کرتے ہیں۔ وہ

دل میں ڈالتے ہیں۔ وہ دوسوہ ڈالتے ہیں۔

۱۲۲:۶ = یَمْشِیْ بِہِ فِی النَّاسِ - کا مطلب ہے (ہم نے اس کے لئے نور بنادیا) جس کے

اجالے میں۔ (یا جس کی مدد سے) وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے۔ یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے کہ (ہم نے اس کے لئے نور بنادیا) جس کو لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے (اور اس طرح دوسروں کو بھی روشنی مہیا کرتا ہے)

= کَذٰلِکَ - اِی کہا زمین للمؤمن ایمانکے۔ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا

ایمان خوبصورت و دلکش بنادیا گیا اسی طرح کافروں کے لئے ان کا عمل جاذب و دلکش کر دیا گیا۔

۱۲۳:۶ = وَکَذٰلِکَ - اِی دیکھا جعلنا فی مکة صنادیدھا (اکابرھا) لیمکروا

فیہا۔ یعنی جس طرح مکہ میں ہم نے وہاں کے بڑے لوگوں کو (مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارت کرنے والا بنا رکھا تھا اسی طرح ہم نے ہر بستی میں
= جَعَلْنَا۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے پیدا کیا۔

= اَكْبَرُ۔ اَكْبَرُ کی جمع ہے رئیس لوگ۔ مُجْرِمِيْہَا۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب مضاف
ہا مضاف الیہ۔ اصل میں مُجْرِمِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔
اَكْبَرُ مُجْرِمِیْہَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ اَكْبَرُ۔ مضاف مجرمیہا (مضاف مضاف الیہ مل کر) مضاف الیہ۔ اور مضاف
مضاف الیہ مل کر مفعول جَعَلْنَا کا۔ اس صورت میں جَعَلْنَا کا مفعول اول فِی کُلِّ قَرْیَۃٍ
ہوگا۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔

جس طرح مکہ میں ہم نے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف)
شرارتیں کرنے والا بنایا ہے۔ اسی طرح ہم ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول
مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کرنے کے لئے کھڑے کر دیتے ہیں۔

۲۔ مُجْرِمِیْہَا۔ اَكْبَرُ کا بدل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے بڑے بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف)
شرارتیں کرنے کے لئے مکہ میں بنایا ہے اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول
مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کرنے کے لئے بنا دیتے ہیں۔

۳۔ اَكْبَرُ اور مُجْرِمِیْہَا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔ اور مطلب آیت یوں ہوگا

جس طرح ہم نے مکہ میں رئیسوں کو اس بستی کے مجرم بنادیا ہے تاکہ وہ (رسول اور
مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں کو وہاں کے
مجرم بنا دیتے ہیں تاکہ وہ رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں شرارتیں کریں۔

۴۔ مُجْرِمِیْہَا۔ مفعول اول ہے جَعَلْنَا کا اور اَكْبَرُ مفعول ثانی۔ اور یہاں مفعول
ثانی کو مقدم کیا گیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے مکہ میں یہاں کے مجرموں کو بڑے لوگ بنادیا ہے کہ (رسول۔ مسلمانوں
اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیتے ہیں
تاکہ وہ وہاں (رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کریں۔

۶: ۱۲۴ = جَاءَ ثَمُودُ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اکابر مکہ کی طرف راجع ہے (یہ اکابر

کفار قریش تھے

= سَيُصِيبُ - مضارع واحد مذکر غائب (اِصَابَةٌ) سے مصدر پہنچے گا۔

= اَجْرَ مُؤَا - انہوں نے جرم کیا۔ اِجْرَامٌ (اِغْعَالٌ) سے ماضی جمع مذکر غائب

= صَعَادُ - ذلت۔ خواری۔ صَغُرَ يَصْغُرُ (كِرْمٌ يَكْرُمُ) کا مصدر ہے جس کے

معنی ذلیل ہونے کے ہیں۔ یہاں بطور اسم بمعنی ذلت و خواری مستعمل ہے۔

۱۲۵:۶ = ضَيِّقًا - تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَرْجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع

ہونے کے ہیں۔ اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی

اور گناہ کو حرج کہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کنانہ کے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ

مَا الْحَرْجَةُ - اس نے جواب دیا الْحَرْجَةُ فِينَا الشَّجَرَةُ تَكُونُ بَيْنَ الْأَشْجَارِ

الَّتِي لَا تَصِلُ إِلَيْهَا رَاعِيَةٌ وَلَا وَحْشِيَةٌ وَلَا شَيْءٌ۔

(حرج ہمارے ہاں اس درخت کو کہتے ہیں جو درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہو کہ وہاں نہ

تو چرواہا جا سکے نہ کوئی وحشی جانور اور نہ کوئی اور چیز وہاں پہنچ سکے)

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

كَذَلِكَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ لَا يَصِلُ إِلَيْهِ شَيْءٌ مِّنَ الْخَيْرِ۔

(منافق کے دل بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں تک کوئی نیک بات نہیں پہنچتی۔

= كَانَمَا يَصْعَدُ - كَانَ - حرف مشبہ بالفعل اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو

رفع۔ ما زائد ہے اس کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ كَانَ کا لفظی تصرف

باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔

یہاں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گویا۔ جیسے مثلاً كَانَ ذِيْدًا اَسَدٌ

گویا زید شیر ہے۔

= يَصْعَدُ - مضارع واحد مذکر غائب تَصَعَّدُ - مصدر (باب تَفْعُلُ) اِصْعَادُ

(افعال) چلنا۔ سیر کرنا۔ پہنچنا۔ اس کے مفعول پر فِی آنا ضروری ہے۔ جیسے اَصْعَدَ

فِی الْأَرْضِ وہ زمین پر چلا۔ اس نے زمین پر سیر کی۔ (باب تَفْعِيلُ) سے (صَعَدَ

يُصْعِدُ) چڑھ کر اوپر پہنچ جانا۔ مفعول پر فِی یا عَلٰی آتا ہے۔

تَصَعَّدُ (باب تَفْعُلُ) میں اس کا معنی دشوار گزرنا اور شاق ہونا کے ہیں جیسے تَصَعَّدَ

فِي الشَّيْءِ۔ وہ چیز مجھ پر شاق گذری۔ لیکن اگر باب تفعیل کی ت کو ص میں ادغام کر کے اصْعَدَ بنالیا جائے جس مضارع آیتہ ہذا میں آیا ہے تو چڑھ کر پہنچ جانے کا معنی ہوتا ہے اور مفعول پر فی آتا ہے۔ يَصْعَدُ اصل میں يَتَصَعَّدُ تھا۔ ت کو ص میں مدغم کیا۔ ص پر شد دیا گیا کَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ۔ گویا وہ (دستواری سے) آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

= يَجْعَلُ عَلَىٰ۔ ڈال دیتا ہے۔ مسئلہ کر دیتا ہے۔

= الرَّجْسِ۔ رِجْسِ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔ عذاب۔ عقوبت۔ گناہ۔

= الرَّجْسِ سے مراد شیطان بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابن کثیر میں ہے۔

۶: ۱۲۶ = هَذَا۔ اشارہ ہے اس طرف جو قرآن میں آیا ہے۔ یا اشارہ ہے اسلام کی طرف

یا اس بیان کی طرف جو خدا نے توفیقِ شرح صدر اور خذلان کے متعلق اوپر فرمایا ہے (بیضاوی)

قرآن۔ اسلام۔ دین حق۔

= مُسْتَقِيمًا۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے۔

= يَدَّ كُرُونًا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَدَاكُرُ (تَفَعَّلُ) سے۔ نصیحت

پکڑتے ہیں۔

۶: ۱۲۷ = دَارُ السَّلَامِ۔ سلامتی کا گھر یعنی جنت۔

= دَلِيْلُهُمْ۔ ان کا ولی۔ ان کا دوست۔ ان کا حامی و ناصر۔

۶: ۱۲۸ = دَيُّوْمَ يَحْشُرُهُمْ۔ ای اذکر یَوْمَ يَحْشُرُهُمْ۔ اور یاد کرو وہ دن جب وہ

(اللہ) ان سب کو اکٹھا کرے گا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جمع جن والنس کے لئے ہے۔

الحازن۔ صاحب مدارک التنزیل اور بیضاوی نے نَحْشُرُ (نون کے ساتھ صیغہ جمع

مکمل پڑھا ہے)

= يَمْعَشِرُ الْجِنَّ۔ اس سے پہلے يَقُولُ محذوف ہے تقدیر ہے دَيَّقُولُ يَمْعَشِرُ الْجِنَّ

..... اے جنات کے گردہ۔ یہاں جنات سے مراد شیاطین ہیں۔ اَلْمَعْشَرُ اسم مفرد

مَعَاشِرُ جمع۔ بڑا گردہ

= اِسْتَكْثَرْتُمْ۔ تم نے بہت زیادہ (تابع) کر لیا۔ اِسْتِكْثَارٌ۔ (استفعال) سے۔ کسی

کام کو بہت زیادہ کرنا۔ اسی باب سے لفظ استحصال ہے بہت زیادہ وصول کرنا۔ یہاں

اِسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ سے مراد یہ ہے کہ انسانوں میں بہتوں کو تم ضلالت اور

سرکشی کی طرف لے گئے تھے۔

= اَذْلِيْثُهُمْ مِّنَ الدِّثْنِ - انسانوں میں سے جو ان شیاطین کے دوست - ہمنوا ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔

= اِسْتَمْتَعَ - اس نے فائدہ اٹھایا۔ اس نے کام نکالا۔

= اَجَلْتُ - تو نے مدت مقرر کی - تَأْجِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی مدت مٹھرانے اور دیر کرنے کے ہیں۔ اَجَلٌ - وقت مقررہ - مدت مقررہ - چونکہ موت کا وقت بھی مقرر ہے اس لئے اَجَلٌ موت کو بھی کہتے ہیں۔

= قَالَ - اے قَالَ اللہ۔

= مَثْوٰیكُمْ - مَثْوٰی - ظرف مکان مفرد - مَثَاوِیْ - جمع ٹھکانہ - دراز مدت تک - مٹھرانے کا مقام - فرودگاہ۔

۶: ۱۲۹ = نُوَلِّیْ - مضارع جمع متکلم - تَوَلَّیْتُ (تَفْعِلُ) ہم حاکم بنا دیتے ہیں۔ ہم مسلط کر دیتے ہیں۔ یا ہم دوست بنا دیتے ہیں۔

صاحب مدارک نے نُوَلِّیْ بَعْضَ الظَّالِمِیْنَ بَعْضًا کی تشریح تین طرح کی ہے

۱:- ایک کو دوسرے کے پیچھے دوزخ میں داخل کرنا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ مَوَالِدَہ ہوگا۔ کسی کام کا پیہم پے در پے کرنا۔

۲:- ایک ظالم کو دوسرے ظالم پر مسلط کرنا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَایَۃ ہوگا حکومت - غلبہ - تسلط۔ یہ قول عام اہل تفسیر کا ہے

۳:- ایک کو دوسرے کا دوست اور مددگار بنادینا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَایَۃ ہوگا۔ دوستی - مدد - قتادہ کا یہی قول ہے۔ ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے۔

۶: ۱۳۰ = یَقْصُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ قَصَصٌ مصدر (باب لَصَو) وہ نقل کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں یا بیان کرتے تھے۔

= یُنْذِرُوْكُمْ - مضارع جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ اِنْذَارٌ (افعال) وہ ڈراتے تھے۔

= غَرَّتْهُمْ - غَرَّتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ دینیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں رکھا ہوا تھا۔ ان کو بہکا رکھا تھا۔

۶: ۱۳۱ = ذٰلِکَ - ذٰلِکَ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے اے الامر ذٰلِکَ - حقیقت یہ ہے۔ یا بات یہ ہے۔

یہ اشارہ ہے ارسالِ رُسل کی طرف۔ یعنی یہ رسولوں کا بھیجنا اور ان کا لوگوں کو سوءِ عاقبت سے ڈرانا۔ اس وجہ سے ہے کہ بر
 اَنْ - مصدر یہ ہے۔

= لَمْ يَكُنْ - نہیں ہے۔ لَمْ يَكُنْ فعل ناقص۔ مضارع مجزوم۔ نفی جَد بَلَمْ كَوْنٌ
 سے باب نصر۔

= مُهْلِكِ الْقُرَىٰ - بستیوں کو ہلاک کر نیوالا۔

یعنی تیرا رب بستیوں کو ہرگز ہلاک نہیں کرتا۔ مضاف مضاف الیہ ہو کر خبر کان کی
 = بِظُلْمٍ - کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱) بِظُلْمٍ قَنَهُمْ - (۲) بِظُلْمٍ قَنَهُ (من الله) جمہور نے اول الذکر کو ترجیح دی ہے
 = عَفِلُوا - غفلت کرنے والے۔ بے خبر۔

مطلب یہ ہے کہ۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر اس لئے بھیجتا ہے
 کہ وہ کسی بستی یا قوم کو ان کے ظلم و شر اور کفر و شرک کی وجہ سے جبکہ وہ ان بدیوں کے مالِ نادانانہ
 اور بے خبر ہوں ہلاک نہیں کرتا۔ (بلکہ باقاعدہ خدا کے فرستادہ جو انہی میں سے ہوتے ہیں ان کو
 نیک و بد سے مطلع کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وعدے و وعید سے ان کو باخبر کرتے ہیں۔ یہ
 پھر اس کے بعد وہ اگر بدیوں کے عمداً مرتکب ہوں تو مکافاتِ عمل میں ہلاکت ان کا مقدر بن جاتی ہے
 ۶: ۱۳۲ = لِكُلِّ - لِكُلِّ مِّنَ الْمُكَلَّفِينَ - لِكُلِّ عَامِلٍ - ہر عاقل بالغ عامل کے لئے۔
 ۶: ۱۳۳ = يَسْتَخْلِفُ - مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ بوجہ جواب شرط (تمہارا جانشین بنائے
 تمہاری جگہ لے آئے۔

= مَا يَشَاءُ - مَا بَيَانِہ ہے۔ جسے چاہے۔ جیسے چاہے۔

ذُرِّيَّةٍ - اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے۔ لیکن عرف عام میں چھوٹی اور
 بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں
 کے لئے مستعمل ہے۔

ذُرِّيَّةٌ کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ یہ ذُرْعٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کی ہمزہ متروک
 ہو گئی ہے جیسے رَوِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ میں

۲۔ اس کی اصل ذُرِّيَّةٌ سے ہے۔ (۳) ذُرٌّ سے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ فُعْلِيَّةٌ

کے وزن پر جیسے قُمْرِيَّةٌ - ذُرَارِيٌّ - ذُرِّيَّاتٌ جمع۔

= قَوْمٌ آخَرِينَ - الْآخَرُ کی جمع ہے۔ دوسری قوم۔ دوسرے لوگ۔

مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ - ایک دوسری قوم کی نسل سے۔

۱۳۴:۶ = لَا تِ - اَنْتِ - آنے والا - اِنْشَاءً سے جس کے معنی آنے کے ہیں۔ لام تاکید کے لئے

آیا ہے۔ اسم فاعل واحد مذکر

= مُعْجِزِينَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز کر دینے والے۔ ہر ادینے والے - اِعْجَازُ (افعال) سے

دوسرے کو عاجز بنا دینا۔ عاجز کر دینا۔ مُعَاجِزَةٌ (مُعَاضِلَةٌ) مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ یعنی

تم اس کو ایسا کرنے سے ہرگز روک نہیں سکتے۔

۱۳۵:۵ = عَلَى مَكَانَتِكُمْ - عَلَى غَايَةِ اسْتَطَاعَتِكُمْ جَنَانًا سے ہو سکے۔ اِعْمَلُوا عَلَى

مَكَانَتِكُمْ۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر گزرو۔

= اِنِّیْ عَامِلٌ - اِی اِنِّیْ عَامِلٌ مَا اَمَرَنِیْ بِهِ رَبِّیْ - میں تو وہی کرتا رہوں گا جو میرے رب نے

مجھے حکم دیا ہے۔ یا یوں بھی ہو سکتا ہے اِنِّیْ عَامِلٌ عَلَى مَكَانَتِیْ - جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے میں

کرتا رہوں گا۔

= عَاقِبَةُ الدَّارِ - مضاف مضاف الیہ - عَاقِبَةٌ - عَاقِبَتٌ - انجام امر۔

عَقِبَ يَعْقِبُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے آنے کے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال ہر شے

کے آخر اور انجام کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا استعمال ثواب کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَالْعَاقِبَةُ

لِلْمُتَّقِينَ - (۲۸:۳) اور انجام نیک تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ مگر اضافت کی صورت میں کبھی

عقوبت کے معنی میں آتا ہے جیسے ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا الشُّوْعَ (۳۰:۱۰)

پھر جن لوگوں نے بُرائی کی ان کا انجام بھی بُرا ہوا۔

= الدَّارُ - (دَوْرٌ - مَادَّة) مکان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ چار دیواری سے گھرا ہوتا ہے۔ اس کی جمع

دِيَارٌ ہے۔ پھر دار کا لفظ شہر - علاقہ - بلکہ سائے جہان پر بولا جاتا ہے۔ اور الدَّارُ الدُّنْيَا

اور الدَّارُ الْآخِرَةُ (موصوف - صفت) نشأۃ اولی - نشأۃ ثانیہ میں دو قرار گاہوں کی طرف

اشارہ ہے۔

بعض نے دار الدنیا - دار الآخرة کو مضاف مضاف الیہ بھی کہا ہے۔ الدَّارُ الدُّنْيَا کے

گھر کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور آخرت کے گھر کے لئے بھی۔

اسی طرح اس آیت کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

کس کے لئے انجام اچھا ہوتا ہے اس دنیا کے گھر کا۔ یعنی کس کی دنیوی زندگی کا اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے (ضیاء القرآن)

۲۔ آخرت میں انجام اچھا کس کا ہوتا ہے

۳۔ انجام کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

صاحب روح المعانی کے قول کے مطابق لفظ دار سے مراد دار دنیا ہے نہ کہ دار آخرت الخازن یوں رقمطراز ہیں۔

فسوف تعلمون غداً فی یوم القیامة لمن تكون عاقبة الدار وہی الجنة۔ کل قیامت کے دن تم جان لو گے عاقبتہ الامر کس کا ہوگا۔ یعنی جنت کس کے نصیب میں ہوگی۔ ان تمام صورتوں میں مَنْ موصولہ ہوگا۔
= علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی نے مَنْ کو استفہامیہ معنی میں لیا ہے۔
ان کے نزدیک تقدیر کلام یوں ہے۔

این تكون له العاقبة التي خلق الله تعالى لها هذه الدار۔

= عام فہم ترجمہ وہ ہے جو ابن کثیر نے اختیار کیا ہے: قریب میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے۔

۱۳۶:۶ = جَعَلُوا۔ انہوں نے کیا۔ انہوں نے ٹھہرایا۔ انہوں نے مقرر کیا۔ جَعَلُوا لِلّٰہِ شُرَكَاءَ (۶: ۱۰۰) انہوں نے اللہ کے شریک بنائے۔ (وصفی طور پر) اور آیہ ہذا میں: انہوں نے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے ان کھیتیوں اور مولشیوں سے جو اس نے پیدا کئے ہیں (فعلی طور پر۔ ای فعلوا بالفعل)

= ذَرَأَ۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ ذَرَأُ (باب فتح) سے۔ جس کے معنی پیدا کرنے۔ ظاہر کرنے اور بکھیرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب = الْحَرَثُ۔ حَرَثُ یَحْرَثُ (ضرب) کا مصدر۔ کھیتی۔ زراعت۔ کھیت کو حَرْثُ کہتے ہیں جیسے نِسَاءُ کُمْ حَرْثُ تَکْمُ (۲: ۲۲۳) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔

= الدُّنْعَامُ۔ مولشی۔ بھڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ لَعْمُ کی جمع۔

= نَصِيبًا۔ حصہ (اللہ کی نذر و نیاز کے لئے)

= سَاءَ۔ بُرّا ہے۔ سَاءَ یَسُوءُ (نَصَرَ) سَوَّءٌ مصدر

۱۳۷:۶ = زَيْنَ۔ اس نے سنوارا۔ اس نے زینت دی۔ اس نے بھلا کر کے دکھایا۔

تَزْيِينٌ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل شُرَكَائُهُمْ۔ اور قَتَلَ
اَوْ لَدِيهِمْ مَفْعُول۔

= يَزِدُّهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِزْدَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر رَدَّى۔ مادہ۔ کردہ
ہلاکت میں ڈال دیں ان کو۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ كَثِيرَاتٍ الْمُشْرِكِينَ کی
طرف راجع ہے۔ رَدَّى ہلاک رَدَّى اور رَدَّيَاتٌ مصدر۔ لازم (باب ضَرْبَ) کو ذکر
چلنا۔ لڑھکنا۔ متغدی۔ ریزہ ریزہ۔ چورا کر دینا۔ کوٹنا۔ رَدَّى۔ مصدر (باب سَمِعَ) ہلاک ہونا
اِزْدَاءُ (اِفْعَالٌ) ہلاک کرنا مشقت ڈال دینا۔

= لِيَزِدُّهُمْ میں لام عاقبت۔ یا لام مآل ہے۔ جو کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو
ظاہر کرتا ہے یا لام ملت ہے۔

= لِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ۔ تاکہ مستتبہ کر دیں ان پر ان کا دین۔ يَلْبِسُوا۔ مضارع منصوب
لَبَسٌ مصدر۔ (باب ضَرْبَ) تاکہ وہ خلط ملط کر دیں۔ گر بڑھ کر دیں۔

۱۳۸:۶ = حِجْرٌ۔ ممنوع۔ عقل۔ اصل میں جس مکان کا احاطہ پھروں سے بنایا جائے اسے

حجر کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ اور دیارِ ثمود کو حجر کہا گیا ہے۔ قرآن میں ہے :-

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ۔ (۸۰:۱۵) اور وادیِ حجر کے رہنے والوں

بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور حجر (پھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے

معنی لے کر عقل انسانی کو بھی حجر کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قِسْمٌ

لِذِيْ حِجْرٍ۔ (۵:۸۹) کیا بے شک یہ چیزیں قسم کھانے کے لائق ہیں۔ حِجْرٌ حرام چیز کو بھی کہتے

ہیں کیونکہ اس کا تادل ممنوع ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں وَقَالُوا هٰذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرَّتْ حِجْرٌ اور یہ بھی

کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں۔ یہاں حِجْرٌ اسم مصدر ہے جو اسم مفعول (مَحْجُورٌ) کے

معنوں میں استعمال ہوا ہے جس طرح ذَبْحٌ مَذْبُوحٌ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

= يَزْعُمُهُمْ۔ يَزْعُمُهُمُ الْبَاطِلُ من غير حجة۔ اپنے گمان باطل سے بغیر کسی حجت یا دلیل

یا حقیقت کے۔ (یعنی یہ بات محض وہ اپنے گمان باطل کی بناء پر رکھتے ہیں)

= وَالْأَنْعَامُ حُرِّمَتْ ظُهُورُهُمْ وَالْأَنْعَامُ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَاءُ اللَّهِ عَلَيْهَا۔ اور بعض چوپائے

الیے ہیں جن کی پشتیں (انہوں نے) حرام قرار دے رکھی ہیں (یعنی ان پر نہ سواری کرتے ہیں اور نہ بار لاتے

ہیں کیونکہ ان کو کسی نہ کسی بت یا دیوتا (بصورت بت یا انسان کے نام منسوب کر رکھا ہے اور بعض

چوپائے الیے ہیں جن کو ذبح کرتے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے (اور اگر کسی کا نام لیتے ہیں تو ماسوی اللہ

کسی اور بت یا شریک کا نام لیتے ہیں اور اس طرح اس کو شرعاً حرام کر دیتے ہیں۔
اور پھر یہ ممنوع و مذموم افعال کو متجانب اللہ قرار دیتے ہیں۔

= اِفْتَرَاءً عَلَيْهِ۔ یہ ان کا فعل اللہ تعالیٰ پر محض ایک بہتان اور من گھڑت اور افتراء پر دازی ہے۔
خدا نے ایسا کوئی حکم یا اجازت نہیں دے رکھی

۶: ۱۳۹ = هٰذَا۔ (متذکرہ بالا آیت ۱۳۸) یا وہ جانور جو سائبہ اور عبیرہ کہلاتے تھے جس کے
لئے ملاحظہ ہو (۵۱: ۱۰۳)

= فَهَمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب۔ تو مرد اور عورتیں سب (اس میں شریک ہو سکتے ہیں)۔
= سَيَجْزِيهِمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ (اللہ) ان کو ان
کی مشرکانہ کرتوتوں کی جزا دے گا۔ بدلہ دے گا۔

وَصَفَّهُمْ۔ مصدر۔ مضاف۔ هم مضاف الیہ۔ ان کے بیان کی۔ ای وصفہم الکذب علی اللہ
ان کا جھوٹا اور بے بنیاد بیان اللہ کے خلاف

۶: ۱۴۱ = مَعْرُوشَتٍ۔ اسم مفعول کی جمع مَوْنَت۔ مَعْرُوشَةٌ واحد۔ عَرَشٌ سے
عَرَشٌ۔ اس نے لکڑی کا گھر بنایا۔ عَرَشٌ چھتر۔ ٹٹی۔ عَرَشَتُ الْکَرَمِ۔ میں نے انگور
کی بیل کے لئے چھتری بنادی۔ (باب ضرب) ہر چھتری کے لئے اونچا ہونا لازم ہے اسی علو کے
مفہوم کے لحاظ سے عرش بادشاہ کے تخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور مجازاً اقتدار و سلطنت بھی مراد
لیتے ہیں۔

مَعْرُوشَتٍ۔ چھتری پر چڑھائی ہو بلیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے عام بلیں مراد ہیں
خواہ چھتریوں پر چڑھائی گئی ہوں یا نہ۔ مگر اوپر پھیلانی جاتی ہوں۔ مثلاً انگور۔ خرہوزہ۔ ترہوزہ۔ کدو وغیرہ
غیر مَعْرُوشَتٍ۔ وہ پودا جو چھتری پر نہ چڑھایا جائے۔ جس کی بیل نہ ہو اور اپنے تنہ پر کھڑا ہو۔
مثلاً کھجور کا درخت۔ گیتھوں۔ جو۔ وغیرہ۔

= اُكْلُهُ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایسی کھیتیاں جس کے پھل۔ میوہ
الگ الگ ہوں اپنے ذائقہ اور کیفیت میں مختلف ہوں۔ یا اپنے مزہ اور غذائیت میں مختلف ہوں
۵ ضمیر الزَّرْع کے لئے ہے۔

= مُتَشَابِهًا۔ رنگ و شکل میں غیر مُتَشَابِهٍ ذائقہ میں۔ کھانے میں۔ یا نوع کے لحاظ سے
ایک جیسے لیکن انفرادی خصوصیات میں مختلف۔

= ثُمَّ۔ میں ۵ ضمیر ان میں سے ہر ایک کے لئے ہے۔ ای کل واحد من ذلک

== اَتُوا حَقَّهُ - اور اللہ کا حق ادا کرو۔ یعنی اس میں سے اللہ کی راہ میں دو۔

یہ عشر کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور صدقہ اور خیرات کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدنیہ میں فرض ہوئی تھی۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے۔

== یَوْمَ حَصَادِهِ - اس کے کاٹنے کے دن۔ یہاں حَصَاد سے مراد وہ کھیتی ہے جو صبح وقت میں کاٹی گئی ہو فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا (۱۰: ۲۴) میں سے مراد وہ کھیتی جو بے وقت فساد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو۔ قرآن میں ہے مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تھس تھس ہو گیا۔ (یہاں تباہ کی گئی بستیاں مراد ہیں)

== لَا تَسْرِفُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اسْرَافٌ (افعال) سے۔ تم بیجا مت اڑاؤ۔ تم حد سے نہ بڑھو ۱۲۲: ۶ = وَفِي الْاَنْعَامِ - اور پیدا کیا اس نے چوپایوں میں سے

= حَمُولَةً - لانے والے جانور۔ بوجھ اٹھانے والے۔ حِمْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ چوپائے از قسم اونٹ۔ گھوڑا۔ گدھا۔ وغیرہ۔

== فَزُشًا - مصدر بھی ہے لیکن اس جگہ ایسے چھوٹے چوپائے مراد ہیں جو کہ ان پر بوجھ نہیں لاداجاتا جیسے بکریاں بھیریں وغیرہ۔ یا ایسے جانور جو فرش پر لٹا کر ذبح کئے جاتے ہیں۔

= خُطَوَاتٍ - خُطْوَةٌ کی جمع۔ قدم۔ شیطان کی پیر دی مت کرو

۱۲۳: ۶ = ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ - کی مندرجہ ذیل سورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ حَمُولَةٌ وَفُزُشًا کا بدل ہے۔

۲۔ یہ کُلُوا کا مفعول ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے کُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ اس سورت میں وَلَا تَتَّبِعُوا خُطَوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ جملہ مقررہ ہے۔

۳۔ اس کا فعل محذوف ہے ای اَنْشَأَ ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ اس نے پیدا کئے آٹھ جوڑے۔

اَنْدَاجٍ - جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران ۲ ذَوْجٌ کی جمع ہے۔ حیوانات کے جوڑے میں نر اور مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ لہذا ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ کے معنی ہوئے آٹھ زوج یعنی آٹھ چوپائے مشتمل بر نر و مادہ۔ (پیدا کئے)

= الصَّانِ - اسم جنس۔ بھیر۔ مادہ۔ دنبہ وغیرہ جن پر اون ہو۔ صَانٌ کی جمع ہے جیسے اَكْبِ کی جمع رَكْبٌ ہے صَائِنَةٌ مَوْنٌ ہر دو کی جمع صَانٌ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے۔ اَلْمَعَزِ - اسم جنس۔ بکریاں۔ اس کا واحد مَاعِزٌ ہے اور مَوْنٌ مَاعِزَةٌ۔

= مِنَ الضَّائِنِ اثْنَيْنِ۔ بکریوں میں سے دو چوپائے (ایک نر اور ایک مادہ)
 = وَالَّذِیْنِ حَرَّمَ۔ کیا دونوں نر حرام کئے ہیں اس نے (ایک نر ضان میں سے ایک نر
 معز میں سے)؟ اس میں غالف استنبار ہے یعنی کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا خواہ را، بصورت
 استفہام ہو یعنی بطور سمجھنے کے۔ جیسے اَتَّخَلَّ قِیْهَا مَنُ یُفْسِدُ فِیْهَا (۲۰:۲) کیا تو مقرر کر گیا
 زمین پر اس شخص کو بطور خلیفہ جو اس میں فساد کرے گا۔ یا (۲) بطور تہدید یعنی زجر و توبیخ جیسے آیہ
 ہذا میں۔۔۔۔

= اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیْنِ۔ یا وہ (بچہ) جیسے ان دونوں مادنیوں (یعنی مادہ
 بھیڑ اور مادہ بکری کے) رحم لئے ہوئے ہیں؟ یعنی جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو اللہ نے حرام کیا
 ہے؟

= یَبْتَئِنِیْ بِعِلْمِ۔ مجھے کسی علمی دلیل سے بتاؤ۔

= (آیہ ۱۴۳-۱۴۴) اس امر پر توبیخ کی گئی ہے کہ خدا نے ان چاروں قسم کے چوپایوں میں سے (بھیڑ
 بکری۔ اونٹ، گائے) یا ان کی مادنیوں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو حرام نہیں کیا۔ یہ محض
 تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں کہ کسی کو سائبہ، بحیرہ وغیرہ کا نام دے کر حرام کر لیا۔ اور کسی کو مردوں کے
 لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام کر دیا۔

۶: ۱۴۴ = وَصَّیْکُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) مصدر کم ضمیر مفعول جمع
 مذکر حاضر اس نے تم کو حکم دیا۔ وَصَّیْ ماضی

۶: ۱۴۵ = مَسْفُوحًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَفَحٌ مصدر باب فتح، بہایا ہوا۔ بہتا ہوا۔

= دِجِیٌّ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ عذاب۔ بلا۔ اَزْجَاسٌ۔ جمع

= فِائَتْہُ۔ میں نمیرہ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ کی طرف راجع ہے۔

= فِسْقًا۔ اسم فعل۔ حالت نصب۔ گناہ کی چیز۔ فِسْقٌ کے معنی ہیں دائرہ شریعت سے نکل جانا

عربی میں محاورہ ہے فِسْقَ الرِّطْبِ عَنْ فِشْرِہِ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔
 اَوْفِسْقًا۔ یا ناپاک گوشت لہذا چونکہ جانوروں کے گوشت کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے فِسْقَ
 مراد وہ گوشت ہے جو نافرمانی کا سبب بن سکے یا گناہ کا موجب ہو سکے۔ یا ایسا ہو کہ وہ شریعت کے
 احکام کے خلاف ہو)

فِسْقًا کا عطف ہے لحم الخنزیر پر اور فِائَتْہُ دِجِیٌّ جملہ معترضہ ہے۔ اُھْلٌ لِغَیْرِ اللّٰہِ بہ
 فِسْقٌ کی صفت ہے۔ یعنی (کھانے والے پر حرام ہے) مردار بہتا ہوا خون۔ سور کا گوشت یا وہ

یا وہ جانور جو اللہ کے۔ واکسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

= اُھِلَّ۔ پکارا گیا اُھِلَّ سے ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ اُھِلَّ کے معنی نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہوتے لگا۔ پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر مت ہو یا جن یا خبیث روح۔ یا پیر پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان۔ اور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ اس سے ان کی خوشنودی یا تقرب حاصل ہوگا سو وہ جانور حرام اور مَا اُھِلَّ بِهِ لِخَيْرٍ اللہ میں داخل ہوگا خواہ بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے یا نہ۔

اسی طرح وہ جانور بھی جس پر بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے۔ اس زمرہ میں

شامل ہے۔ اُھِلَّ لِلّٰہِ۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا۔ (الفراندریہ)

= اِضْطَرَّ۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاپار کیا گیا۔ اِضْطَرَّ (افتعال) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اضطرار کے معنی ہیں انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنا۔ عام طور پر اس کا استعمال انسان کو کسی ایسی چیز یا ایسے امر پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔

= غَيْرَ بَاغٍ۔ بَاغِ اصل میں بَاغِي تھا۔ مَی ساقط ہو گئی۔ حَد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ بَاغِي سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

= عَادٍ۔ زیادتی کرنے والا۔ عَادُو سے جس کے معنی ظلم کرنے اور حد سے بڑھنے کے ہیں اسم فاعل واحد مذکر عَادٍ اصل میں عَادُو تھا۔ وَاو پہلے یار ہوا۔ پھر گر گیا۔ قاعدہ ہے کہ جو وَاو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہو اور اس کا مقابل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر جاتی ہے۔

۶: ۱۴۶ = هَادُوا ماضی جمع مذکر غائب هُوْدُو مصدر (باب نصر) یہودی ہوئے

یعنی جو یہودی ہیں هُوْدُو یہودیوں کی جماعت

= ذِي ظُفْرِ۔ جس کے پنجے ہوں۔ پنجہ والے شکار کرنے والے جانور۔

ظُفْرُ ناخن۔ خواہ انسان کا ہو یا حیوان کا۔ لیکن آیت ہذا میں پنجہ والے شکاری جانور مراد ہیں

= الْغَنَمِ۔ اسم جنس۔ بکری۔ بکریاں۔

= شَحُومَهُمَا۔ ان دونوں (گائے اور بکری) کی چربی۔ شَحُومٌ۔ شَحْمٌ کی جمع ہے

= الْحَوَايَا۔ انتڑیاں۔ آنتیں۔ حَوِيَّةٌ کی جمع

= اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ۔ اَوْ مَا اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ۔ اِی ما لصق بالعضام من الشَّحُومِ۔ وہ چربی

جو ہڈیوں سے چمپی ہوئی ہو۔

۶: ۱۴۷ = يَزِدُّ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب سَرَدٌ مصدر (باب نصر) لَا يَزِدُّ - نہیں لوٹایا جائے گا۔

= بِأَمْسُهُ - اس کا عذاب - مضاف مضاف الیہ۔

۶: ۱۴۸ = تَخْرُصُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر - تم انگلیں مارتے ہو۔ تم جھوٹ بولتے ہو خَرَصَ سے باب نصر۔

۶: ۱۴۹ - الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ - دلیل کامل - الحجة الدلیل - البالغة اسم فاعل۔

واحد مؤنث - پہنچی ہوئی - پہنچنے والی (حقیقت کو پہنچنے والی - انتہا کو پہنچنے والی - دلیل تامہ۔

۶: ۱۵۰ = هَلُمَّ - اسم فعل معنی امر - واحد تثنیہ - جمع سب کے لئے آتا ہے تذکیر و تانیث ہر حالت

میں هَلُمَّ ہی آتا ہے - لازم بھی ہے متعدی بھی ہے - لاؤ - حاضر کرو - آؤ - آیہ ہذا میں متعدی استعمال

ہوا ہے - اور آیت ۲۲: ۱۸ میں هَلُمَّ اٰیْنَا لازم استعمال ہوا ہے۔

= يَعْدِلُونَ - مضارع جمع مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے عدیل (ہمسرہ) اوروں کو

بھی بناتے ہیں۔

۶: ۵۱ = تَعَالَوْا - تم آؤ - تَعَالٰی سے باب تفاعل امر کا صیغہ جمع - مذکر حاضر - يَعْلُوْا سے ماخوذ

ہے جس کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ لہذا جب کوئی شخص دوسرے کو تعال کہہ کر بلاتا ہے تو گویا دعوت

کے حصول کی طرف دعوت دیتا ہے قرآن حکیم میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود

جیسے تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ (۶۴: ۳) جو بات یکساں تسلیم کی گئی ہے اس کی طرف آؤ۔

اور تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ (۶۱: ۴) جو حکم خدا نے نازل کیا ہے اس کی طرف رجوع کرو۔

تعال - هَلُمَّ کے ہم معنی ہے

= اَتْلُ اَصل میں اَتْلُوْا ہے۔ مضارع مجزوم واحد متکلم میں پڑھ کر سناؤں - تِلَادَةٌ سے (ت

ل و مادہ تِلَادَة (نَصَرَ) کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے اس طرح پلنے کے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی

اجنبی چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور ہوتا ہے اور کہیں اس کے احکام کا اتباع کرنے سے۔

اس معنی میں اس کا مصدر تَلَوْا تَلَوْا آتا ہے اور کبھی یہ متابعت کسی قرأت (پڑھنے اور اس کے

معانی سمجھنے کے لئے غور و فکر کرنے کی صورت میں ہوتی ہے اس معنی میں اس کا مصدر تِلَادَةٌ ہے

پہلی مثال وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَّاهَا - (۲: ۹۱) اور چاند کی قسم جب وہ سورج کا اتباع کرتا ہے - اور وَيَتْلُوْهُ

شَاهِدٌ مِّنْهُ (۱۱: ۱۷) اور ان کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہو - یعنی ایسا شاہد

جو اس کی پیروی کرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔

يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ (۱۱۳: ۳) وہ آیات الہی کی تلاوت کرتے ہیں۔

التَّلَادَةُ۔ بالخصوص خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے اتباع کو تلاوة کہا جاتا ہے۔
کبھی یہ اتباع ان کے اوامر و نواہی (احکام) ترغیب و ترہیب اور جو کچھ ان سے سمجھا جاسکتا ہے ان کی اتباع کی صورت میں۔ مگر یہ لفظ قرأت (پڑھنے) سے خاص ہے یعنی تلاوت کے اندر قرأت کا مفہوم پایا جاتا ہے مگر قرأت کے اندر تلاوت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ کسی کا خط پڑھنے کے لئے تَلَوْتُ رُقْعَتَكَ نہیں بولتے۔ بلکہ یہ لفظ صرف قرآن پاک کے کچھ پڑھنے پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

= مَاحَرَمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ۔ جو تمہارے رب نے تمہارے لئے حرام کیا ہے۔ (اس کی تفصیل

آیت ہذا اور آیات نمبر ۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳ میں دی گئی ہے)

= اِمْلَاقٍ طَبَرِزَنِ اِفْعَالٍ مصدر ہے۔ مفلس۔ تنگ دست ہونا۔ اَمْلَقَ مفلس ہونا۔

اَمْلَقَ الدَّاهِرُ مَالَهُ۔ زمانہ نے اس کے مال کو ہاتھ سے نکال دیا۔ کنکال کر دیا۔

مِنْ اِمْلَاقٍ تنگ دستی کی وجہ سے۔

۱۵۲: ۶ = اَشْدَّ ۴۔ اس کی عقل و تمیز اور قوت کا مکمل ہونا۔

اَشْدَّ کے معنی ہیں قوت و عقل و تمیز کا مکمل ہونا۔

= اَوْفُوا۔ تم پورا کرو۔ اِيفَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= اَنْكَيْلَ۔ غلہ سے پیما نہ بھرنا۔ غلہ ناپنا۔ صِلْتُ الطَّعَامَ۔ میں نے اسے غلہ ناپ کر دیا۔

كَالَ يَكِيلُ كَيْلًا (ضرب) گیموں وغیرہ (اناج غلہ) کی مقدار کو کسی پیمانہ سے ناپنا۔

اِكْتَالَ يَكْتَالُ۔ اِكْتِيَالٌ مِنْهُ وَعَلَيْهِ۔ اپنے لئے ناپنا۔ اَلْمِكْيَالُ۔ ناپنے کا آلہ۔

= بِالْقِسْطِ۔ انصاف و عدل کے ساتھ۔

= تَذَكَّرُونَ۔ تم نصیحت پکڑو۔ تم دھیان رکھو۔ تَذَكَّرَ (تَفَعَّلَ) سے مضارع

جمع مذکر حاضر۔

۱۵۳: ۶ = فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ۔ تمہیں متفرق کر دے گی تمہیں جدا جدا کر دے گی۔ اس کا

فاعل السَّبِيلُ ہے (سبیل کی جمع) راستے۔ راہیں۔

ای فتمیل بکہ هذه الطرق المختلفة المضلة عن دينه وطريقه الذي ارتضا

لعباده۔ کہ یہ مختلف اور گمراہ کن راستے تمہیں اللہ کے اس دین اور طریق مستقیم سے ہٹا دیں۔

جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔

= ذَلِكُمْ وَشُكْرُكُمْ بِهِ - ای امر کہ باتباع دینہ و طریقہ یہ ہے اس کا وہ طریقہ جس کے اتباع کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے۔

۶: ۱۵۴ = ثُمَّ أَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ - یہاں ثُمَّ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں
۱۔ ثُمَّ - پھر - التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے - یعنی ماقبل سے مابعد کے وقت کے لحاظ سے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الزمرہ کے لئے بھی بولتے ہیں۔
لبے موقع پر اس کے معنی ہوں گے مزید برآں۔ اس سے بڑھ کر۔ ان معنوں میں یہ آیت ۲۶: ۲ میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ ذَا ذَاتِ بَعْدِ اس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے واسطے پیدا کیا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مکمل کر دیئے۔
یہاں تراخی فی الوقت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ سورۃ والشرعات ۹: ۲۸ میں آسمان کے پیدا کرنے کے بعد آیت ۲۰ میں فرمایا وَالْأَرْضَ مَتَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ دَخَهَا (۹: ۲۰) اس کے بعد اس نے زمین کو بچھایا۔

لیکن یہ محض لغوی بحث ہے درحقیقت قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا پہلے ذکر ہے اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں اور کہیں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ کسی جگہ بھی مقصود کلام یہ نہیں ہے کہ کس کو پہلے بنایا گیا اور کس کو بعد میں۔ بلکہ موقع محل کے مطابق ہر ایک کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو بیضاوی - ۶: ۱۵۴ - تفہیم القرآن ۹: ۲۰)

ثُمَّ عَاطَفَہُ - اور اس کا عطف وَشُكْرُكُمْ پر ہے۔ اور یہ عطف ایک خبر کے بعد دوسری خبر بتانے کے لئے ہے کہ جب اللہ پاک اپنے قول دَاثَ هَذَا صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدح تو ریت پر ثُمَّ کے ذریعہ عطف فرمایا۔ کہ اب تمہیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو بھی کتاب دی تھی جو کہ تَمَامًا عَلَى الَّذِي الخ تھی۔

= تَمَامًا - پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ تمام کرنا۔ تمام ہونا۔ کسی شے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شے کی اس کو احتیاج نہیں رہی۔ مکمل۔ ناقص کی ضد ہے ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شے کا محتاج ہو (یہاں پورا ہونا بطور نعمتوں اور نصائح کے ہے)

= عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ عَلَى كُلِّ مَنْ أَحْسَنَ - ہر وہ شخص جو نیک عمل کرے۔ بھلائی کی روش اختیار کرے۔

۶: ۱۵۵ = وَهَذَا كِتَابٌ - یعنی قرآن حکیم

۱۵۶:۶ = اَنْ تَقُولُوا - اَنْ اَنْزَلْنَاهُ كِي عِلْت هے یعنی ہم نے اسے نازل فرمایا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو
 = طَائِفَتَيْنِ - یعنی یہود اور نصاریٰ -
 = اِنْ كُنَّا - اِنْ ثَقِيلَه سے مخفف ہے - وَ اِنَّهٗ كُنَّا اَوْرِيَهٗ کہ ہم (ان کے پڑھنے اور پڑھانے سے بالکل بے خبر تھے)

= دَرَسَتْهُمْ - ان کا پڑھنا پڑھانا - ان کی تلاوت - دَرَسَ يَدْرُسُ کا مصدر ہے -
 مضاف ہے - هُمْ - ضمیر جمع مذکر غائب جو ان کتب کے متعلق ہے جن کا ذکر ابھی ابھی ہوا ہے کہ
 کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی تھی - مضاف الیہ ہے
 ۱۵۷:۶ = اَوْ تَقُولُوا - قبل الذکر اَنْ تَقُولُوا پر عطف ہے ای - اَوْ اَنْ تَقُولُوا - یا تم
 یہ نہ کہہ سکو -

= بَيِّنَةٌ - کھلی دلیل - واضح دلیل - روشن نشانی - واحد - بَيِّنَاتٌ جمع -
 = صَدَقَتْ عَنْهَا - صَدَقَ يَصْدُقُ (ضَرَبَ) سے ماضی واحد مذکر غائب - اُس نے اُس سے
 منہ پھیر لیا - هَا ضمیر واحد مؤنث غائب راجع الی آیات اللہ - صَدَقَ - روگردانی کرنا
 منہ موڑنا - کترانا -

۱۵۸:۶ = يَنْظُرُونَ - نَظَرَ يَنْظُرُ (نَصَرَ) مضارع - جمع مذکر غائب - وہ انتظار کرتے ہیں
 وہ دیکھتے ہیں -

هَلْ يَنْظُرُونَ - وہ کس کی انتظار کر رہے ہیں اِلَّا اَنْ - سوائے اس کے کہ - یہاں استفہام انکاری
 بمعنی کہ وہ کسی اور بات کا انتظار نہیں کر رہے بجز اس کے کہ -
 = الْمَلٰٓئِكَةُ - سے مراد موت یا عذاب کے فرشتے ہیں -

= رَبُّكَ - سے مراد اَمْرُ رَبِّكَ بِالْعَذَابِ - تیرے رب کا حکم ان کے عذاب کے لئے -
 = اٰیَاتِ - سے مراد آیاتِ قاہرہ ہیں -

۱۵۹:۶ = فَزَفُّوا - فَزَقَ يَفْزِقُ (تَفَعَّلَ) انہوں نے ٹکڑے کر دیئے - یعنی انہوں
 نے مذہب کے کئی فرقے بنا دیئے - ماضی جمع مذکر غائب

= وَكَانُوا شِيعًا - اور ہو گئے کئی گروہ - اور گروہوں میں بٹ گئے - شِيعَةً جمع ہے شِيعَةٌ
 کی - اصل میں شیع کے معنی انتشار اور تقویت کے ہیں - اس کا اطلاق واحد ثنیت جمع مذکر اور مؤنث
 سب پر ہوتا ہے -

= لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ - تو کسی امر میں بھی ان میں سے نہیں ہے - یعنی آپ کا ان سے کوئی

سروکار نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

= یُنَبِّئُكُمْ - نَبَأٌ یُنَبِّئُ تَنْبِیْئًا (تفصیل) وہ بتائے گا۔ وہ خبردار کر دے گا۔ مضارع جمع مذکر غائب
ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

۱۶۱: ۶ = قِیَمًا - صیغہ صفت ہے یا قیام کا مخفف ہے۔ درست۔ ثابت۔ صلاح و بقا کا مدار
احوال دنیا و آخرت کو درست کرنے والا۔ مستقیم۔ مستحکم۔

= حَنِیْفًا - تمام باطل راستوں سے ہٹ کر ایک راہ حق اختیار کرنے والا۔
دِیْنًا قِیَمًا اور مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ دونوں صراطِ مستقیم کی تعریف ہیں۔ حَنِیْفًا ابراہیم کی صفت ہے
یا دِیْنًا قِیَمًا۔ (۱) صراط کا بدل محل ہے (۲) ہدائی کا دوسرا مفعول ہے (۳) اس سے فعل
عَرَفْنٰی وغیرہ محذوف ہے۔ اور مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ۔ دین کا عطف بیان ہے۔

۱۶۲: ۶ = نُسُكٌ - نُسُكٌ عِبَادَت - پرستش۔ قربانی۔ النَّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔
نَاسِکٌ عابد کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ ارکانِ حج کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔ الْمَنَاسِکُ اعمالِ حج
ادا کرنے کے مقامات، فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَہْرَجِہِ تم حج کے تمام ارکان پورے ادا کر چکے ہو عبادت کے
معنوں میں آیا ہے یعنی میری عبادت

لسان العرب میں ہے النَّسُكُ وَالنُّسُكُ - الْعِبَادَةُ وَالطَّاعَةُ وَكُلُّ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ
اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی - یعنی ہر وہ عبادت اور اطاعت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ ہو
= بِذٰلِكَ کا اشارہ مندرجہ بالا اقوال کی طرف ہے جو آیات ۱۶۱ میں مذکور ہوئی ہیں۔

۱۶۳: ۶ = اَبْغِ - میں تلاش کروں۔ بَغْيٌ یَبْغِی (ضرب) بَغْيٌ مصدر

= اِلَّا عَلَیْہَا - مگر اس کا بوجھ (یعنی عمل کا) اس (نفس) پر ہوگا۔ اس کے ذمہ ہوگا۔ وہی اس کا ذمہ وار ہوگا
یعنی کوئی شخص بھی جو عمل کرتا ہے اس کی ذمہ داری اسی کی گردن پر ہوگی۔

= تَزَرُّوْا - وہ بوجھ اٹھاتی ہے یا بوجھ اٹھاوے گی۔ وَزَرٌ مصدر (باب ضرب) یعنی بوجھ اٹھانا۔ وَازَرَةٌ
بوجھ اٹھانے والی۔ وَزَرٌ بوجھ۔ وَزِیْرٌ بوزن (نعل) بادشاہ کا مددگار۔ حکومت کا بوجھ اٹھانے والا۔

۱۶۵: ۶ = لَیْسَبُلُوْکُمْ - بَلَا یَبْلُوْا - (نَصَرَ) لام تعلیل کے لئے یَبْلُوْا مضارع واحد مذکر
غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر ماضی تاکہ تم کو آزمائے۔ بَلَاءٌ مصدر۔

= مَا اَنْتُمْ - (وہ نعمت) جو اس نے تم کو دی۔

= سَرِیْعُ الْعِقَابِ - سوریع - سرعت سے کرنے والا۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر معنی فاعل صفت
مشبہ کا صیغہ ہے۔ عِقَاب مزا۔ عَقُوْبَت - عذاب۔ سَزَادِنَا - عَاقِبَ یُعَاقِبُ (مفاعلة) سے

عقوبت - عاقبت، و عقاب نینوں الفاظ مذاب کے لئے مخصوص ہیں

(۷) سورة الاعراف (۳۹)

۱:۷ = الْقَمَص - حروف مقطعات ہیں جن کا علم خدا تعالیٰ کی ذات کو ہے۔
= کِتَابٌ - خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے یعنی هُوَ کِتَابٌ - کِتَابٌ سے مراد یہاں القرآن ہے۔

= صَدْرِكَ - تیرا سینہ - صَدْرُک سے - مضاف - لکضمیر واحد مذکر ماضی - مضاف الیہ - واحد
صُدُورٌ - جمع - بعض حکماء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قَلْبٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں صرف علم و عقل کی طرف اشارہ ہے - جیسے فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِکْرٍ لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ (۵۰: ۳۷) جو شخص دل آگاہ رکھتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے - اور جہاں صَدْرٌ استعمال ہوا ہے وہاں علم و عقل کے علاوہ شہوت - ہوائے نفس اور غلبہ وغیرہ قوی نفسانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے - چنانچہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (۲۰: ۲۵) میں نفسانی قوی کی اصلاح کا سوال ہے۔

= حَرَجٌ - تنگی - مضالِفہ - شک - گناہ - تنگ - اصل میں حَرَجٌ کے معنی اشیاء کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں - اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہا جاتا ہے - چنانچہ اور جگہ آیا ہے ثُمَّ لَا يَجِدُ ذٰلِيْ الْفُسَيْهِيْمَ حَرَجًا (۴: ۱۵) اور... مہر، اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں (نہ محسوس کریں) کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

= فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ - پس نہ چاہئے کہ نہ ہو تیرے سینہ میں کوئی شک یا تنگی خاطر اس سے۔

تقدیر کلام یوں ہے - هٰذَا كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ لِتُبَيِّنَ رَّبِّهِ وَذِکْرٍ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ - یہ کتاب (القرآن) ہے - جو نازل کی گئی ہے تیری طرف تاکہ تو ڈرائے (لوگوں کو) اس (کی نواہی سے) پرہیز نہ کرنے کی عاقبت، سے اور یہ ایک نصیحت ہے مومنوں کے لئے - پس چاہئے کہ تیرے سینہ میں اس (کی تبلیغ) کے متعلق کوئی تنگی و شک و شبہ نہ ہو۔
یعنی آپ بلا جھجک اور بے دھڑک اس کی تبلیغ فرمادیں - مخالفین کی تکذیب اور تنقید کا کوئی ڈر دل میں نہ رکھیں - کیونکہ تیرے اللہ کی طرف سے یہ حق و صداقت پر مبنی کتاب ہے۔

= ذِکْرٰی - نصیحت کرنا بہت ذکر کرنا - یاد - پند و نصیحت - موعظت - ذِکْرٌ کُورٌ (نَصْر) کا مصدر ہے - کثرت ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے - یہ ذکر سے زیادہ بلند ہے -
ذِکْرٰی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں -

۱۔ یہ بحالت نصب ہے اضماعل کے ساتھ ای لَتُنْذِرْ رَبِّہٖ وَتُنْذِرُ کَثِیْرًا - اس صوت میں اَلذِکْرٰی معنی التذکرہ ہے

۲۔ یہ بحالت رفع ہے - اور اس کا عطف کِثْبٌ پر ہے - ای هُوَ کِثْبٌ وَذِکْرٰی لِّلْمُؤْمِنِیْنَ -
۳۔ یہ بحالت جر ہے - والعطف علی محل لَتُنْذِرْ یعنی لِلْاِذْذَارِ وَلِلذِکْرِی وَرَلْنِے کے لئے اور نصیحت کے لئے -

۴ : ۳ = اِتَّبِعُوْا - تم پیروی کرو - اِتَّبَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر -
اس کی دو صورتیں ہیں -

۱۔ اس سے قبل لفظ قُلْ محذوف ہے - کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے لوگوں سے -
۲۔ یہ بلا واسطہ لوگوں سے خطاب ہے -

= وَلَا تَتَّبِعُوْا - فعل نہیں جمع مذکر حاضر - یعنی لَا تَتَّخِذُوْا - تم مت بناؤ - تم مت پکڑو یا لَا تَتَّبِعُوْا سے مراد لَا تَقُولُوْا ہے - تم مت کہو -

= قَلِیْلًا مَّا تَذْکُرُوْنَ - تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو - یہ قلت - قلت زمانی بھی ہو سکتی ہے یعنی قلیل عرصہ کے لئے نصیحت پکڑتے ہو اور پھر فراموش کر دیتے ہو - مَا عَمَلًا زَانِدٌ ہے لیکن قلت کی تاکید کرتا ہے -

۷ : ۴ = کَمْ - سوالیہ استفہام کے لئے آتا ہے - کتنی دیر - کتنی مقدار - کتنی تعداد - کتنی مدت - اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منسوب ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً کَمْ دِرْہَمًا عِنْدَکَ تِرے پاس کتنے درہم ہیں - کبھی محذوف ہوتی ہے مثلاً کَمْ لَبِثْتَ - یعنی کَمْ زَمَانًا لَبِثْتَ - تو کتنی مدت ٹھہرا -
۱۔ خبر یہ - جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ دَجُلٍ ضَرَبْتَ - میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا - کبھی اس صورت میں اس کی تمیز پر مِثْلٌ جارہ : اخل ہوتا ہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْبَیۃٍ اَهْلَکْنَا ہَا - (آیت ہذا) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں -

= بَیِّنَاتٌ - الْبَیِّنَاتُ - رات کے وقت دشمن پر حملہ کرنا - شجھون مارنا - آیت ہذا - بَیِّنَاتٌ رَّہْمٌ قَائِلُوْنَ رات کے وقت جب وہ سو رہے تھے یا دن کو جب وہ قیلولہ (دوپہر کا سونا - آرام کرنا)

کر رہے تھے۔ بَيَّتَ يَبِيَّتَ بَيَّيْتُ (تفعیل) رات کو مشورہ کرنا۔ بَيَّتَ طَائِفَةً مِنْهُمْ (۸۱:۴۱) ان میں بعض لوگ مشورہ کرتے ہیں۔ بَاتَ يَبِيَّتَ (ضرب) رات گزارنا۔ رات ہو جانا۔
 = قَاتِلُونَ = اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ قَتْلُوهُ مصدر۔ دوپہریں سونے والے، دوپہر کو آرام کرنے والے۔ آیہ ہذا میں سونا مراد ہے۔

۷:۷ = فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ۔ لَنَسْأَلَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ باللام تاکید و نون ثقیدہ سو ہم ضرور پوچھیں گے۔ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ۔ ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے (کہ انہوں نے رسولوں کا کہاں تک اتباع کیا۔

= الْمُرْسَلِينَ۔ رسولوں سے کہ انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا)
 ۷:۸ = فَلَنَقْصُصَ عَلَيْهِمْ۔ نَقْصُصٌ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید بانون ثقیدہ۔ قَصَّ يَقْصُصُ۔ (نَصَرَ) عَلٰی کسی سے کوئی بات بیان کرنا۔

= يَعْلَمُ۔ اپنے علم کی بناء پر (یعنی ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور ان کے اقوال و افعال کے متعلق خدا کے علم محیط کی بناء پر)
 = هُنَّ کی ضمیر رسل اور مرسل الیہم کی طرف راجع ہے۔
 = وَمَا كُنَّا خَائِبِينَ۔ غیر حاضر۔ غائب ہونے والے۔ اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔ (ان کے قول و فعل کے وقت) ہم بے خبر نہ تھے۔

۷:۸ = الْوِزْنُ۔ (تو لنا) یعنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنا۔
 وَزَنَ يَزِنُ۔ (ضَرْب) کا مصدر ہے۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو یا قبان کے ذریعہ معین کی جاتی ہے۔ وَاقِمُْوا الْوِزْنَ بِالْقِسْطِ (۹:۵۵) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔

= الْحَقُّ۔ حق۔ برحق۔

الْوِزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
 (۱) الْوِزْنُ موصوف۔ الْحَقُّ صفت۔ صفت موصوف مل کر مبتدا۔ يَوْمَئِذٍ خبر۔ (يَوْمَئِذٍ اصل میں جملہ محدود یَوْمَ یَسْأَلُ اللّٰهُ الْأُمَمَ دُرُسَلَمُ کی جگہ آیا ہے)
 (۲) الْوِزْنُ۔ مبتدا۔ اور الْحَقُّ خبر۔ يَوْمَئِذٍ متعلق خبر۔ پہلی صورت میں معنی ہوں گے۔ جس دن رسل اور مرسل الیہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اس دن پورا پورا تول تولا جائے گا۔
 دوسری صورت میں معنی ہوں گے اور اس دن (اعمال کا) تولنا برحق ہے۔

== مَوَازِينُهُ - اسم آکر - میزان کی جمع - یا اسم مفعول مَوَازُونُ کی جمع ہے - وزن کرنے کا آلہ یعنی ترازو - یا وزن کئے جانے والے اعمال -

۹: ۷ = خَسِرُوا رَبَّابِ سَمْعٍ (خُسْرَانٌ مصدر - خَسِرُوا انْفُسَهُمْ - انہوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا -

== بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ - اِی بَكْذِ بُؤْنٍ - جھٹلاتے تھے - یا بے انصافی کیا کرتے تھے ۱۰: ۷ = مَكَّنْكُمْ - ماضی جمع متکلم - تَمْكِيْنٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر - ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا - ہم نے ان کو با اقتدار بنایا - ہم نے ان کو آباد کیا -

== مَعَالِشٍ - مَعِيشَةٍ کی جمع - سامان زندگی - زندہ رہنے کے اسباب -

۱۱: ۷ = صَرَرْنَاكُمْ - ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر صَوَّرَ يُصَوِّرُ (بَابُ تَفْعِيلٍ) تمہاری شکل و صورت بنائی -

یہاں خطاب تو حاضرین کو ہے لیکن مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یعنی ہم نے آدم کو پیدا کیا اس کو اچھی صورت بخشی اور پھر فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا -

یہ اسلوب بیان قرآن میں عام ہے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم عصر یہودیوں کو فرمایا گیا وَادِّ نَجَّيْنَكُمْ مِنَ الْفِرْعَوْنَ (۲: ۴۹) اور یاد کرد اس وقت کو جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دلائی - اس میں حالانکہ خطاب رسول اکرم کے زمانہ کے یہودیوں سے ہے لیکن مراد ان کے اسلاف ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہو گزرے تھے ۱۲: ۷ = طِينٍ - گارہ خاک - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ -

۱۳: ۷ = فَاهْبِطْ مِنْهَا - امر واحد مذکر حاضر - تَوَاتَرَبَا - هَبَطَ يَهْبِطُ (ضَرْبٌ) اترنا - هَبُوطٌ - مصدر - ہٹا ضمیر واحد مؤنث غائب - اس سے مراد یا تو جنت ہے یا آسمان سے زمین کی طرف مراد ہبوط - بلندی سے پستی کی طرف ذلت و خواری کی صورت میں نیچے آنے کو کہتے ہیں یہاں یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہماری بارگاہ سے دفع ہو جاؤ -

== فَمَا يَكُونُ لَكَ - یہ تیرے لئے درست نہیں ہے - تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے - اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا - کہ تو تکبر و غرور کرے اس جگہ - (جنت یا سماں یا بارگاہ خداوندی میں) یعنی تیرا کوئی حق نہیں کہ تکبر کرے اور بھر بھی تو یہاں ہے -

= الصَّغِيرِينَ - ذلیل - بے عزت لوگ -

۱۴: ۷ = اَلْظُرْنِي - تو مجھ کو مہلت دے - تَوَجَّهْ كُوْذِ هِيلَ دے - اِنْظَارُ (اِفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر

حاضر۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم۔

= یُبْعَثُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ بَعَثَ یَبْعَثُ (فتح، وہ) یعنی لوگ، اٹھائے جاویں گے۔
یوم قیامت۔

۱۵:۱۰ = الْمُنْظَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع۔ مُنْظَرٌ واحد۔ انْظَارٌ۔ مصدر۔ باب افعال جن کو مہلت دی گئی۔ مہلت یافتہ۔ ڈھیل دیے ہوئے۔

۱۶:۷ = فَبِمَا۔ ب اس میں سبب یہ ہے۔

= اَعْوَيْتَنِي۔ اِعْوَاءُ (افعال) سے۔ اَعْوَى یُعْوِی اِعْوَاءً۔ عَنَّى اور عَوَى کے معنی ہیں بہک جانا۔ گمراہ ہونا۔ لعنتی ہونا۔ برباد ہونا۔ ناکام و نامراد ہونا۔ خائب و خاسر ہونا۔ زندگی خراب ہونا۔ باب افعال سے۔ بہکانا۔ گمراہ کرنا۔ برباد کرنا۔ خائب و خاسر کرنا۔ زندگی خراب کرنا یا گمراہی کی سزا دینا۔ یعنی سزائے گمراہ کرنا۔ جیسے اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیدُ اَنْ یَّغْوِیَکُمْ (۱۱، ۳۴) اگر خدا یہ چاہے کہ تمہیں تمہاری گمراہی کی سزا دے۔

۱۔ غوار کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو ایسا حکم دینا کہ جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے۔ اس آیت میں یہ آخری دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حکم پر سجدہ نہ کرنے کی سزا میں ابلیس کو جنت سے (یا درگاہ سے) نکل جانے کا حکم دیا تھا۔
یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کی حکم عدولی اس کی گمراہی کا سبب بن گئی۔ سو فَبِمَا اَعْوَيْتَنِي کا ترجمہ ہو گا۔

بدیں وجہ کہ میری حکم عدولی پر تو نے سزائے راہِ مستقیم سے مجھے دور کر دیا ہے

= لَا قُعْدَنَ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ قَعَدَ یَقْعُدُ (نصر) قُعُودٌ سے میں ضرور بیٹھوں گا۔ میں تاک میں بیٹھوں گا۔

= صِرَاطُكَ۔ تیرا راستہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صِرَاطُكَ اِیْ عَلٰی صِرَاطِكَ تیرے راستہ پر۔

= لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ تیرے سیدھے راستہ سے ان کو گمراہ کرنے کے لئے میں ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔

۱۷:۷ = لَا تَقِیْنَهُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (ان کو بہکانے کے لئے)

۱۸:۷ = مَذْمُومًا۔ حقارت کیا ہوا۔ ذلیل۔ ذَا مَمَّہ (باب تفعیل) اِیْ عَابَهُ وَحَقَّرَهُ

وطردہ - عیب لگانا - ذلیل کرنا - دھتکارنا - ذامہ - ذِیْمًا وَ ذَامًا (ضرب) عیب لگانا - مذمت کرنا
= مَدْحُوْرًا - دَحْرَیْدُ حَرِّ دَحْرًا وَ دَحُوْرًا (فتح) دھتکارنا - دور کرنا - ہٹانا - مَدْحُوْرًا -

مردود - دھتکارا ہوا - راندہ ہوا - قرآن میں آیا ہے وَ یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (۹۸:۳۷) اور وہ ہر طرف سے دھتکار کر نکال دیے جاتے ہیں

= لَا مَلَكَ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ - میں ضرور بھر دوں گا - مَلَأْتُ سے (باب فتح) جس کے معنی بھرنے اور پر کرنے کے ہیں - الْمَلَأْتُ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن اور جمال اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے - قرآن میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَأُ مِنْ بَنِي إِسْرَآئِیْلَ (۲۴۶:۲۲) مہلّا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا - اور دَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ (۲۷:۷) اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے -

اور کہتے ہیں خَلَاتٌ مَلَأُ الْعُیُوْنِ - یعنی سب اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں - گویا اس نے ان کی نظروں کو اپنے جلوے سے بھر دیا ہے - الْمَلَأْتُ کسی چیز کی اتنی مقدار کہ برتن کو بھر دے - قرآن میں ہے - فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلُّ الدَّرْصِ ذَهَبًا وَ لَوْ اٰتٰی بِہِ (۹۱:۳) سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا - اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کو دینا بھی چاہے -
= مِنْكُمْ - ای منك و منهم - مخاطب کی ضمیر غالب آئی ہے -

۲۰: ۷ = لَیْبُدِیْ لَہُمَا - لام عاقبت کے لئے ہے - یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں دوسو اندازی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی لباس اتار دیا گیا - اور وہ اپنے آپ کو برہنہ دیکھنے لگے -
یُبْدِیْ مضارع واحد مذکر غائب - اِبْدَاؤُ (افعال) مصدر کہ ظاہر کر دے - کھول دے - نمایاں کر دے - بَدَأَ مادہ -

= دُوْرِیْ - ماننی مجھول واحد مذکر غائب وَ اِیْ یُوَارِیْ مُوَارَاةٌ (مفاسلہ) ردی مادہ - وہ چھپایا گیا - وہ پوشیدہ رکھا گیا -

= سَوَاتِہِمَا - مضاف مضاف الیہ - ان دونوں کی شر مگاہیں - سَوَاءٌ کی جمع ہے -
= لَیْبُدِیْ لَہُمَا مَا دُوْرِیْ عَنْہُمَا مِنْ سَوَاتِہِمَا - یہ بھی شیطان کے دوسو ڈالنے کی غرض و غایت ہے - یعنی ان دونوں کی شر مگاہوں کے وہ حصے جو ڈھانپ کر ان سے چھپاتے گئے تھے ان پر بے پردہ کر دے - (کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر دونوں اس کے دھوکہ میں آگئے تو نتیجتاً وہ بے پردہ ہو جائیں گے)

= مَا تَمْلُکُمَا مِنْ مَّآئِنِیْ کے ہے نہیں منع کیا تھا اس نے تم دونوں کو -

== عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ. یعنی عن الاكل عن هذه الشجرة اس درخت (کا پھل) کھانے سے۔

۲۱: ۷ = وَقَاسَمَهُمَا انْ كے سامنے قسم اٹھائی۔

۲۲: ۷ = فَذَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ۔ ان دونوں کو ڈھلا لیا۔ ان دونوں کو نیچے ڈال دیا۔ ان دونوں کو کھینچ لیا۔ ان دونوں کو نیچے گرا دیا۔ ذَلَّى تَذْلِيَّةٌ (تفعیل) سے جس کے معنی کسی کو حیلہ سے کام میں لگا دینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَذْلِيَّةٌ اِذْ لَآءُ الدَّلْوِ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے کے ہیں اسی مناسبت سے نیچے ڈال دینے اور کھینچ لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
بِغُرُورٍ۔ غرور۔ دھوکہ۔ فریب۔ جھوٹی امید۔ لالچ۔

= بَدَتْ۔ ظاہر ہو گئی۔ بَدُوْ اور بَدَاءُ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

= طَفِقًا۔ وہ دونوں لگے۔ (اس کام کو جو آگے مذکور ہے) طَفِقَ (سمع) کَاذ کی طرح افعال مقاربہ میں سے ہے۔ جس طرح کَاذ کی خبر مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اسی طرح طَفِقَ کی خبر بھی مضارع ہوتی ہے۔ اور بغیر اَنْ کے آتی ہے۔ جیسے يَكَاذُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ ابْصَارَهُمْ (۲۰: ۲) برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے ان کی بینائی لے لی۔

اور طَفِقَ کی مثال آیت ہذا۔ طَفِقًا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ دَرَقِ الْجَنَّةِ۔ اور چپٹانے

لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے۔

= يَخْصِفْنَ مضارع تنزیہ مذکر غائب خَصَفَ مصدر (باب ضرب) وہ دونوں چپکانے لگے۔

۲۴: ۷ = اِهْبِطُوا۔ تم سب اترو۔ هَبْطُ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نیچے اترنا۔ ہبوطِ آدم۔ حضرت آدم کا جنت سے زمین پر اترنا۔

= مُسْتَقَرٌّ۔ ظرف مکان۔ استقرار (استفعال) مصدر۔ قرار گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد۔ اَمْتَعَةٌ جمع۔ معین وقت تک فائدہ اٹھانا۔ سامان جو کام میں آتا ہے جس کے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

= اِلَى حِينٍ۔ ایک وقت تک۔

۲۶: ۷ = اَنْزَلْنَا۔ کالغوی معنی ہے اوپر سے نیچے آنا۔ جیسے اَنْزَلْنَا الْمَاءَ ہم نے پانی (بارش) کی سورت میں) نازل کیا۔ انسانی ضروریات زندگی کو بہم پہنچانے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر ارضی چیزیں تدبیرات سماویہ سے ظہور میں آتی ہیں۔ مثلاً یہی لباس کہ کپاس سے تیار ہوتا ہے جو اپنی نشوونما کے لئے پانی کی محتاج ہے جو اوپر سے برستا ہے۔ اسی طرح

آیہے وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ (۶:۳۹) اور اس نے تمہارے لئے چوپائے (مولیشی) بھیجے یا نازل کئے۔ پیدا کئے۔

= رِيشَاطٌ - باعث زینت - رِيشٌ - رونق - لباس زینت - رِيشٌ اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں۔ اور اس کا واحد رِيشَةٌ ہے۔ اور چونکہ پرندوں کی پروں سے رونق ہے اور وہ ان کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے لئے کپڑے۔ اس لئے اس کا استعمال بطور استعارہ رونق - زیب و زینت اور کپڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ رِيشًا صفت بھی ہو سکتا ہے لِبَاسًا کی جو اس سے قبل محذوف = وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

یہ نیا جملہ ہے لِبَاسُ التَّقْوَىٰ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اور ذَٰلِكَ خَيْرٌ - خبر۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ هُوَ خَيْرٌ بعض نے لِبَاسُ التَّقْوَىٰ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کو لِبَاسًا پر عطف لیا ہے۔ لیکن جمہور اول الذکر کی طرف گئے ہیں۔ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ سے مختلف علما نے مختلف معانی لئے ہیں۔ مثلاً لباس الحرب - (دُھال - زرہ وغیرہ) خشية الله - الايمان - السمت الحسن - عمل صالح - الحياء وغیرہ۔

= ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ میں ذَٰلِكَ کا اشارہ انزال اللباس کی طرف ہے۔ اور آیات سے مراد اللہ کی نعمتیں۔ اس کا فضل و کرم بھی ہو سکتا ہے۔ اور نشانیاں بھی۔

= لَعَلَّكُمْ يَذَكَّرُونَ - تاکہ وہ (انسان) نصیحت پکڑیں۔

۲۷: ۷ = لَا يَفْتِنَنَّكُمْ - مضارع منفی بانون ثقیلہ - فَتَنٌ يَفْتِنُ (ضَرْبٌ) سے صیغہ واحد مذکر غائب - تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔ تمہیں گمراہ نہ کر دے۔

= يَنْزِعُ - مضارع واحد مذکر غائب نَزَعَ مصدر (باب ضرب) اتر وادیا۔ بمعنی ماضی۔

= لِيُرِيَهُمَا - مضارع منصوب - إِرَاءَةٌ سے - هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ۔ تاکہ وہ ان دونوں کو دکھائے۔

= يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاءٌ تَرِيَهُمَا - حال ہے ابَوَيْكُم سے۔

= إِنَّهُ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب شَيْطَانٌ کی طرف راجع ہے۔

= قَبِيلُهُ - اس کا قبیلہ۔ اس کی جماعت۔ اس کا گروہ۔

۲۸: ۷ = فَاحْشَةٌ - اسم - حد سے بڑھی ہوئی بدی - ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے ہر وہ چیز جس کی ممانعت اللہ نے کر دی ہے۔ مثلاً برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا۔ جس کی یہاں ان

آیات میں مذمت کی گئی ہے۔ زنا وغیرہ۔

۲۹: ۷ = بِالْقِسْطِ - بالعدل وھو الوسط من كل امرٍ - قسط سے مراد عدل یعنی برکام میں درمیانی راستہ اختیار کرنا نہ اس میں افراط ہو نہ تفریط۔

= دَاقِیْمُوا دُجُوْہَکُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی تقدیر یوں ہے قُلْ أَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَقَالَ اَقِیْمُوا دُجُوْہَکُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الخازن) تو کہہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رب نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے اپنے چہرے سیدھے کرو (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت۔

= اَقِیْمُوا - اقامۃ الشئ اعطاء الشئ حقہ و توفیتہ شروطہ - یعنی کسی چیز کو کما حقہ اس کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے ادا کرنا۔ اَقِیْمُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم قائم کرو۔ تم درست کرو۔ اقامۃ (باب افعال) سے بمعنی قائم کرنا۔ درست رکھنا۔

= دُجُوْہَکُمْ - تمہارے چہرے۔ الوجہ سے مراد دلی توجہ اور نیت صحیحہ بھی مراد ہو سکتی ہے = مَسْجِدٍ - اسم ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی ہے۔ سو اس کا معنی وقت نماز بھی ہو سکتا اور مسجد اور ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے۔

= بَدَآ - اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتداء کی (باب فتح) بَدَآ - یَبْدَأُ - کَيْفَ بَدَآ الْخَلْقَ (۲۹: ۲۰) اس نے کیسے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

= تَعُوْدُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَادَ یَعُوْدُ عَوْدٌ (باب نصر) الْعَوْدُ - کسی کام کو ابتداء کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹنے کو عَوْدٌ کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ پلٹنا بذاتہ ہو یا قولاً و غمز سے۔ جیسے دَلُّوْا دُوَّالْعَادُوْا لِمَا نَهَوْا عَنْہُ (۲۸: ۶) اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی کرنے لگیں۔ اور اَوَّلْتُعُوْدُوْنَ فِیْ مِلَّتِنَا (۸۸: ۸) یا تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔

= تَعُوْدُوْنَ - تم پھر آؤ گے۔ تم پھر لوٹو گے۔

= کَمَا بَدَآکُمْ تَعُوْدُوْنَ - جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم لوٹو گے۔

۳۰: ۷ = کَمَا بَدَآکُمْ تَعُوْدُوْنَ - فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْہِمُ الضَّلٰلَةُ - (جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم اس کی طرف لوٹو گے ایک گروہ کو تو اللہ نے ہدایت دیدی اور ایک گروہ ہے کہ جس پر گمراہی واجب ہو گئی۔) اس کے معانی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ کیا ننگے پیدا ہوئے تھے تو ننگے ہی اٹھائے جائیں گے۔ یا جس بنا پر کسی کی خلقت

ہوتی تھی اسی پر اس کی واپسی ہوگی۔ یا جیسا قرآن میں ہے: **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ** (۲: ۶۲) کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مومن پیدا کیا اور کسی کو کافر۔ اور پھر ایسا ہی اٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا۔ (ابن کثیر)

۳۱: ۷ = **زِينَتَكُمْ**۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری زینت۔ یہاں زینت سے مراد لباس ہے
 = **لَا تُسْرِفُوا**۔ تم اسراف نہ کرو۔ حد سے نہ بڑھ جاؤ۔ تم بیجا خرچ نہ کرو۔
 ۳۲: ۷ = **مَنْ كَسَىٰ**۔

= **أَخْرَجَ**۔ یہاں بمعنی اس نے پیدا کی۔

= **خَالِصَةً**۔ خاص کر۔ صرف (اپنی کے لئے روز قیامت کو)

۳۳: ۷ = **أَجَلٌ** = مدت مقررہ۔ مقررہ وقت۔ (عذاب کے نازل ہونے کا)

موت کو بھی اجل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا وقت بھی مقرر ہے

= **لَا يَسْتَأْذِنُونَ**۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ دیر نہیں کر سکتے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

= **لَا يَسْتَقْتِدُّ مَوْتٌ**۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ پہلے نہیں ہو سکتے (باب استفعال)

۳۵: ۷ = **إِمَّا أَوْ يَٰ-خَوَاد**۔ جیسے **إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا** (۸۶: ۱۸) خواہ ان کو عذاب دے خواہ ان سے حسن سلوک کر۔ آیت ہذا میں بمعنی اگر استعمال ہوا ہے نیز ملاحظہ ہو

۳۷: ۷ = **يَنَالُهُمْ**۔ مضارع واحد مذکر غائب **هُمْ** ضمیر جمع مذکر غائب۔ **نِيلٌ**۔ مصدر (باب سمع) پہنچ جائے گا۔ پہنچتا رہیگا۔

= **نَصِيبُهُمْ**۔ ان کا حصہ۔ یعنی خوراک۔ عمر۔ صحت۔ بیماری۔ اچھا یا برا کام کرنے کے مواقع گناہ کرنے یا توبہ کرنے کے مواقع۔ وغیرہ وغیرہ۔

= **مِنَ الْكِتَابِ**۔ (جوان کی قسمت میں) لکھا ہوا ہے۔ **الْكِتَابِ**۔ نوشتہ تقدیر۔

= **حَتَّىٰ إِذَا**۔ یہاں تک کہ جب۔

= **يَتَوَخَّوْنَهُمْ**۔ مضارع جمع مذکر غائب **هُمْ** ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔

یہ ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو زندگی میں اللہ تعالیٰ کے خلاف جھوٹی بہتان بازی کرتے تھے اور اس کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ **يَتَوَخَّوْنَ** حال ہے **دُسَلْنَا** سے یعنی در آنحالیکہ وہ

(یعنی اللہ کے فرستادہ فرشتے) ان کی روحیں قبض کر رہے ہوں گے۔ یا قبض کریں گے۔ وہ جان نکالتے ہیں یا نکالیں گے۔ یا ان کی جان لینے کے لئے يَتَوَفَّوْنَ رَبَّاب تَفْعِيل) = قَالُوا۔ اِذَا کا جواب۔

= اَيْنَمَا۔ یہاں۔ اَيْنَ (کہاں۔ ظرف مکان) اور مَا موصولہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے۔ اَيْنَ الْاِلَهَةِ الَّتِي كُنْتُمْ تَدْعُوْنَهَا۔ اِی تَعْبُدُوْنَهَا۔ کہاں ہیں وہ جن کو تم مبود پکارتے تھے (اللہ کے سوا)۔ اَيْنَمَا۔ یعنی جہاں کہیں جس طرف۔
اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُذَكِّرْكُمْ الْمَوْتُ (۴۸: ۴) جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تم کو آ لے گی۔
= صَلَّوْا عَنَّا۔ ہم کو چھوڑ گئے۔ ہم سے گم ہو گئے ہیں۔

۴۸: ۷ = لَعَنْتُ اُخْتَهَا۔ لَعَنْتُ۔ یعنی لعنت بھیجے گی۔ یعنی وہ جماعت جو نئی جہنم میں داخل ہو رہی ہوگی (اُخْتَهَا۔ اپنی بہن پر یعنی اپنی جیسی جماعت پر جو اس سے قبل جہنم میں داخل ہو چکی ہوگی۔ اپنی جیسی سے مراد یہ کہ جس پاداش میں دونوں جہنم میں پہنچی ہیں یعنی مشرکین کی جماعت مشرکین پر۔ یہودی کی جماعت یہودی پر۔ وغیرہ وغیرہ)

= اِذَا رَكُوْا۔ تَدَارَكَ يَتَدَارَكَ (تفاعل) تَدَارَكَ کے تار کو دال میں ادغام کر کے شروع میں ہمزہ وصل لائے اِذَا رَكَ ہو گیا۔ اِذَا رَكُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَدَارَكَ سے۔
الدَّرَكُ اور الدَّرَجُ کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن الدَّرَجُ کالفظ اوپر چڑھنے کے اعتبار سے بولا جاتا ہے اور الدَّرَكُ کالفظ نیچے اترنے کے لحاظ سے۔ اسی لئے درجات الجنة اور درجات النار کا محاورہ ہے۔ قرآن میں ہے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (۲۵: ۲) اور بعض کو بلند درجات سے نوازا۔ يٰۤاَيُّهَا الْمُتَفِقُونَ فِی الدَّرَكِ الذِّسْقِلِ مِنَ النَّارِ (۱۴۵: ۴) بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے۔

سمندر کی گہرائی کی تہ کو اور اس رسی کو جس کے ساتھ پانی تک پہنچنے کے لئے دوسری رسی ملائی جائے۔ اس کو بھی درک کہتے ہیں۔ یادہ رسی جو بڑی رسی سے باندھی جائے یا وہ رسی جو ڈول کے کندھے سے باندھی جائے۔ درک کہلاتی ہے۔ اس لئے یکے بعد دیگرے ایک چیز کے کسی دوسری چیز سے ملنے کو (تاکہ غایت کو پہنچ سکے) ادراک کہتے ہیں۔ اسی طرح پیہم کوششوں سے کسی حقیقت کے پالینے کو بھی ادراک کہتے ہیں۔

لپس تدارک کے معنی پے در پے ایک دوسرے سے ملنے کے ہیں۔ غربی محاورہ ہے تَدَارَكَ الْقَوْمُ قوم کے فرد ایک دوسرے سے جا ملے۔ (ہلاک ہو گئے) آیت ہذا میں اِذَا رَكُوْا سے مراد یہی ہے

کہ حبیب ان کی جماعتیں ایک دوسرے سے ملتی ملتی ختم ہو جائیں گی۔ یعنی حبیب سب امتیں اس میں (دوزخ میں) یکے بعد دیگرے جمع ہو جائیں گی۔

= اٰخِرُہُمْ۔ ان میں کی آخری۔ یا پچھلی۔ یا دوسری۔ اٰخِرُ اور اٰخِرُ کی مَوْنَت۔

= اَوَّلُہُمْ۔ ان کی پہلی۔ اگلی۔ اَوَّلُ کا مَوْنَت۔

= قَالَتْ اٰخِرُہُمْ لِاَوَّلُہُمْ۔ کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ سب سے آخری امت (دوزخ میں داخل ہوگی) اپنے سے پہلی امتوں کو کہیں گی!

۲۔ (دوزخ میں) ہر چھپے آنے والی امت اپنے سے پہلے والی امت کو کہے گی!

۳۔ جو امت زمانہ کے لحاظ سے بعد میں آئی تھی۔ وہ اپنے سے پہلی امت کو کہے گی۔ کیونکہ یہ پہلی امت

تھی جو اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے گمراہی کے دین کو چھوڑ گئی تھی (دنیا میں)

۴۔ یا مرتبہ کے لحاظ سے آخری امت وہ ہوگی جو تابعین کی جماعت تھی۔ اور اولیٰ وہ جماعت ہو گئی جو کہ

قائدین کی جماعت تھی۔ لہذا تابعین قائدین کو کہیں گے

۳۶: ۷ = کُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ہ جو تم کما کر تے تھے۔ جو تم کماتے ہے تھے۔

۴۰: ۷ = يَلِجْ۔ وَ لِجْ يَلِجْ سے مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ دُلُوْجْ مصدر۔ داخل

ہو جائے۔

= سَمَّ الْخِيَاطِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سم۔ ناکہ۔ سوراخ۔ خياط۔ سوزن۔ سوئی۔ سم الخياط

سوئی کا ناکہ۔

۴۱: ۷ = مِهَادٌ۔ بچھونا۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔ مَهْدٌ گہوارہ۔ پالنا۔ زمین۔ مَهْدٌ مصدر

(باب نصر) بچھانا۔ اختیار کرنا۔ کام کرنا۔ تمہید۔ کام کو ہموار کرنا۔ عذر سننا۔ عذر قبول کرنا

= غَوَاشٍ۔ غَوَاشِيَةٌ کی جمع۔ اصل میں غَوَاشِيٌ تھا۔ حالتِ رفع کے سبب ی کو ساقط کر دیا

گیا۔ معنی آگ کے برے۔ ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ۔

۴۳: ۷ = نَزَعْنَا۔ ماضی معروف۔ جمع مشکم۔ نَزَعَ مصدر۔ (باب فتح) ہم نکال دیں گے

چھین لیں گے۔ ملاحظہ ہو آیت ۲۷: ۷

= غِلٌّ۔ اسم فعل۔ دلی کدورت۔ قلبی عداوت۔ غِلٌّ يَغِلُّ۔ (باب ضرب) کینہ سے سینہ

کا پر ہونا۔ غِلًّا وَغِلِيًّا مصدر غِلٌّ يَغِلُّ غُلُوًّا۔ دھوکہ دینا۔

= تَحْتِمُ۔ ان کے نیچے۔ تَحْتَ قُصُورِهِمْ۔ ان کے محلوں کے نیچے۔ یا ان کے حکم پر۔

یعنی نہریں ان کے حکم پر چلیں گی۔ فرعون نے کہا تھا۔ وَ هٰذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِیْ

(۵۲:۴۳) بیضادی نے اس کے معنی لکھے ہیں۔ تحت قصری - تحت امری - اوبینیدی -

= نُوْدُوْا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب - نِدَاءٌ مصدر - باب مفاعلة - ان کو پکارا جائیگا۔
(ماضی بمعنی مستقبل)

= اُدْرِثْ مُوْهَُا - تم اس کے وارث بنائے گئے۔ تمہیں وہ میراث میں دی گئی۔ واؤ اشباع کا ہے۔ اصل میں صیغہ اُدْرِثْتُمْ ہے جو اِیْرَآثُ (افعال) سے ہے۔

۷: ۴۴ = نَادَى - ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر (باب مفاعلة) اس نے پکارا یہاں ماضی بمعنی مضارع ہے۔

= اَذِنَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے پکارا۔ اَلْاَذِنُ سے مشتق ہے۔ اَذِنْتُ بمعنی کان۔ استعارہ کے طور پر وہ شخص جو ہر ایک کی بات سن کر اسے مان لیتا ہے جیسے قرآن میں ہے دَلِیْقُوْکُوْنَ هُوَ اُذِنٌ (۶۱: ۹) اور کہتے ہیں کہ وہ نرا کان ہے یعنی ہر ایک کی بات سن کر مان لیتا ہے۔

اُذِنْتُ سے دیگر مشتقات اِذْنٌ حکم - اجازت - ارادہ - مشیت۔ اَذِنَ - اس نے سنا اس نے حکم دیا۔ وَاذِنْتَ لِیَرْبِّهَا وَحَقَّتْ (۲: ۸۴) اور وہ اپنے رب کا فرمان سننے لگی۔ اور اسے واجب بھی ہے۔ اور لَا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (۳۸: ۷۸) نہیں کلام کریں گے۔ مگر وہ (کلام کر سکیگا) جسے اس کا رخصن (اللہ تعالیٰ) حکم دے گا۔ وَاذِنَ (باب تفعیل) وہ پکارا۔ مُؤَذِّنٌ پکارنے والا۔ اور (باب تفعیل) سے وَاذِنَاذِنَ رَبُّکَ (۱۶۷: ۷) اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا۔

= مُؤَذِّنٌ - سے مراد بعض نے اسرافیل (صاحب صور) لیا ہے بہر کیف اس سے مراد کوئی فرشتہ ہے جو اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کو سن سکتا ہے۔

۷: ۴۵ = یَبْغُوْا نَهَا - مضارع جمع مذکر غائب۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو سبیل کی طرف راجع ہے۔ وہ اس کو چاہتے ہیں۔ بَغَى مصدر۔

= عَوَجًا - ٹیڑھا۔ عَوَجٌ کجی۔ ٹیڑھا پن۔ عَوَجَ یَعُوْجُ (سَمِعَ) سے۔

۷: ۴۶ = الْاَعْرَافِ - سے مراد۔ وہ دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہے۔ اَعْرَافُ عُرْفٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مکان مرتفع۔ بلند جگہ۔ عرف الفردوس گھوڑے

کی گردن کے بال - عُرْفُ الدِّيكِ - مرغی کی کلفی۔

= سَيِّئُهُمْ - ان کا چہرہ - ان کی نشانی - سَيِّئًا کے معنی نشانی اور علامت کے ہیں۔ یہ اصل میں دَسْمٰی تھا۔ دَاڈ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ پر رکھا گیا۔ تو سَوَّی ہوا پھر دَاڈ کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے دَاڈ کو یاء کر لیا گیا تو سَيِّئٰی ہو گیا۔ سَيِّئٰی مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

ع
= نَادُوا - ماضی جمع مذکر غائب يَدَّاءُ مصدر - یاب مفاعلہ - انہوں نے پکارا۔ (یا ماضی بمعنی ماضی) وہ پکاریں گے۔ اس کا قاعِل رِجَالٌ۔

= لَمْ يَدْخُلُوْهُ هَا - (ابھی) وہ اس میں (جنت میں) داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔

= وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ - اور وہ (جنت میں) داخل ہونے کے خواہشمند ہوں گے۔

لَمْ يَدْخُلُوْهُ هَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ (رَأٰی اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ)

اصحاب اعراف کے بارہ میں کہ یہ کون ہوں گے؟ مفسرین میں اختلاف ہے لیکن راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونے کی وجہ سے ابھی خداوند کریم نے ان کو بہشت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی ہوگی۔ لیکن وہ داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوتا ہے کہ وہ اہل جہنم کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔

۷: ۴۷ = صُرِفَتْ - ماضی مجہول واحد مؤنث غائب وہ پھیری گئی۔ (ماضی بمعنی مضارع وہ پھیری جائیں گی) یعنی جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی۔ یا پھیریں گے = تِلْقَاءَ - طرف - لِقَاءُ سے۔ جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ اسم ہے۔ ملاقات کرنے اور آنے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءُ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۷: ۴۸ = اَعْنٰی عَنّٰی - فائدہ بخشنا کام آنا۔ غنی بنا دینا۔ مَا اَعْنٰی عَنْكُمْ وہ تمہارے کسی کام نہ آیا۔ اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

= جَمْعُكُمْ - تمہاری جمعیت - تمہاری جماعت - تمہارا جمع ہونا۔

= مَا اَعْنٰی میں مانا یہ ہے اور مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ میں مَا بیانہ ہے۔

= مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ - جس کا تم گھمنڈ کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر

۷: ۴۹ = اَهْلُوْا لِلَّذِيْنَ فِيْ اَسْتَفْهَامِهِ هَؤُلَاءِ اسم اشارہ قریب (مبتدا)

اس کا مشار الیہ اصحاب الجنة محذوف ہے۔ الَّذِیْنَ خَبِرَ۔ اَقْسَمْتُ (تم قسمیں کھاتے تھے) لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ۔ الَّذِیْنَ کے صلہ میں داخل ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ اَهْوَلًا هُمَ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُ عَلَيْهِمْ بِأَنَّ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ۔ کیا یہ جنتی لوگ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کو نہیں نوازے گا۔

= اَدْخُلُوا..... تَحْزَنُونَ۔ (کلام متذکرہ بالا کے بعد اہل جنت کی طرف متوجہ ہو کر وہ یہ کہیں گے یا ان کا کلام بِرَحْمَةٍ پر ختم ہو گیا اور یہ جملہ اصحاب اعراف کے حق میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ اب تم نے اصحاب الجنة اور اصحاب النار کا حال دیکھ لیا۔ تم بھی جنت میں جاؤ داخل ہو جاؤ۔۔۔ الخ یا اصحاب اعراف یہ کہیں گے کہ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں۔۔۔ الخ۔ یہاں اصحاب اعراف کا کلام ختم ہوا۔

۵۰:۷ = اَفِیْضُوا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ۔ اَفِیْضُوا۔ تم بہاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفَاضَةً سے۔ اِفَاضَ الْمَآءُ۔ کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے فرمایا تَرَىٰ اَعْيُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے ثُمَّ اَفِیْضُوا مِنْ حَیْثُ اِفَاضَ النَّاسُ (۱۹۹:۲) پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو۔ یہاں اِفَاضَةً کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں۔ اور یہ فِیْضَانُ الْمَآءِ (یعنی پانی کا زور سے بہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے ۵۱:۷ = الَّذِیْنَ..... یہ نیا جملہ ہے اور یہاں سے کلام اللہ کی طرف سے ہے۔ اصحاب النار کی التجا اور اہل جنت کا جواب علی الکافرین پر ختم ہو گیا۔ الَّذِیْنَ بمعنی جن لوگوں۔ مَا كَانُوا یَجْحَدُونَ۔ مَا بمعنی کما۔ كَانُوا یَجْحَدُونَ۔ ماضی استمراری۔ وہ انکار کیا کرتے تھے۔

۵۲:۲ = فَصَلْنَاكَ۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْصِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ہم نے اس کو کھول کر بیان کر دیا۔ ہم نے اس کی الگ الگ (مختلف پہلوؤں سے) تفصیل (وضاحت) کر دی = عَلَیْ عَلِمَ۔ یہ اللہ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور کِتَب کا بھی۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے ”ہم نے اپنے علم کامل سے اس کی وضاحت کر دی۔ دوسری صورت میں معنی ہوں گے ”ہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور وہ تمام علوم پر مشتمل ہے۔ = هُدًى وَرَحْمَةً۔ حال ہے فَصَلْنَاكَ کا۔ یعنی در آل حالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے۔

۵۳:۷ = يَنْظُرُونَ - ای يَنْتَظِرُونَ - وہ انتظار کرتے ہیں۔ یا انتظار کر رہے ہیں۔
 = هَلْ - یہ حرف استخبار اور کبھی استفہام کے لئے آتا ہے۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ
 فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ (۶۱: ۱۴۹) کہہ دو تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو لے سے ہمارے سامنے
 لاؤ۔ اور کبھی تنبیہ۔ تکیہ یا نفی کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (۹:
 ۶۵) بھلا تم اس کا کوئی ہمنام جانتے ہو۔

(نفی) هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ - (۳: ۳۷) کیا تجھے کوئی شکاف نظر آیا۔
 (نفی) هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ - (۳: ۲۱) هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ - یہ شخص (کچھ بھی)
 نہیں ہے مگر تمہارے جیسا آدمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تنبیہ اور اس کی سطوت پر تحریف۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ
 ان کو کسی بات کا انتظار نہیں مگر صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار۔ کیا یہ اس کی دھمکی یا اس کی تعبیر
 کے سچ بچ وقوع پذیر ہو جانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کس بات کے منتظر ہیں۔ کیا یہ انتظار
 کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو وعید آئی ہیں وہ فی الواقع انجام کار ٹھیک بیٹھتی ہیں یا نہیں (تنبیہ)
 = يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ - جس روز آجائے گا اس کا انجام۔ یعنی جس دن اس کتاب کے وعدے
 وعید کے عواقب اور نتیجے ظاہر ہوں گے۔

= نَزِدُّ - ہم لوٹائے جائیں۔ مضارع مجہول رَدُّ مصدر۔ (باب نصر)

= فَتَعْمَلْ - تاکہ ہم عمل کریں۔ مضارع منصوب بوجہ جواب استفہام صیغہ جمع متکلم۔

= خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ - ملاحظہ ہو (۹: ۷۷)

= ضَلَّ عَنْهُمْ - گم ہو گئے ان سے۔ چھوڑ گئے ان کو۔ (یعنی جو بہتان بازی وہ کیا کرتے تھے
 اور جن معبودانِ باطل کی وہ پرستش کیا کرتے تھے وہ ان کو چھوڑ گئے)

۵۴:۷ = اِسْتَوٰی اَعْلٰی - اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ متمکن ہوا
 ملاحظہ ہو (۲۹: ۲) اِسْتَوٰی کا یہ معنی نہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش پر بیٹھ گیا۔ کیونکہ مکان اور جلو
 سے پاک ہے۔ اس کے استوٰی کی جو کیفیت ہے وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

عرش کے معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰: ۳۔

= يَغْشٰی - مضارع واحد مذکر غائب اَغْشٰی يَغْشٰی (باب افعال متعدی بدو مفعول)

يَغْشٰی اللَّيْلَ النَّهَارَ - وہ رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے۔ غَشٰی يَغْشٰی (سمع)۔
 چھا جانا۔ ڈھانک لینا۔

= حَيْثُ شَا - دوڑتا ہوا - شتاب - جلد - حَتُّ سے جس کے معنی کسی کام پر ابھانے اور رغبت دلانے کے ہیں - فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ یعنی حَاتُّ (رغبت کرتے ہوئے) یا بمعنی مَفْعُولٌ یعنی مَحْثُوْتُ (جسے رغبت دلائی گئی ہو) صفت مشبہ کا صیغہ ہے - جس کا استعمال سریع یعنی جلد اور شتاب کے معنی میں ہوتا ہے -

= يَطْلُبُهُ حَيْثُ شَا - اگر يطلبہ کا فاعل لَيْلٌ ہے تو یہ ایل کا مال ہے یعنی وہ دن کو جلد پالنے کی کوشش میں ہے - اور اگر اس کا فاعل النہار ہے تو یہ النہار کا حال ہے یعنی دن رات کو جلد پالنے کی کوشش میں ہے - مطلب یہ ہے کہ دونوں رات اور دن سرعت سے ایک اور دوسرے کے پیچھے پیسم رواں رواں ہیں -

= مُسَخَّرَاتٍ - اسم مفعول جمع مَوْتٌ مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر مادہ باب تفعیل - تابع تسخیریں - زیر فرمان -

= تَبَارَكَ - وہ بہت برکت والا ہے - ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اس فعل کی گردان نہیں آتی - اور صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے - اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے -
۵۵:۷ = اَدْعُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - تم پکارو دَعْوَةٌ سے - باب نصر -
= تَضَرَّعًا - عاجزی سے - گڑ گڑا کر - بردزن تَفَعَّلَ مصدر ہے -

= خُفِيَةً - پوشیدہ - چھپا ہوا - یہاں بمعنی چپکے چپکے - آہستہ آہستہ
= مُعْتَدِينَ - اسم فاعل جمع مذکر - اِعْتَدَاءٌ - (افتعال) مصدر - حد سے آگے بڑھنے والے حد سے تجاوز کرنے والے -

۵۶:۷ = طَعَنًا - توقع - امید - رکھتے ہوئے -

۵۷:۷ = بُشْرًا - خوشخبری دینے والی بُشْرٌ بردزن فُعْلٌ بِشِيرَةٍ کی جمع ہے (ہوائیں نیوالی بارش کی خوشخبری دیتی ہیں)

= بَيْنَ يَدَيْ - بَيْنَ - درمیان - بَيْنَ - جب اس کی اضافت آئیدی (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں - جیسے ثُمَّ لَذِقْنَهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ (۱۷:۷۰) پھر میں ضرور آؤں گا ان پر سامنے سے - یا اس کے معنی قبل (پہلے) کے ہوتے ہیں - مثلاً آیت ہذا - بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ - اس کی رحمت سے پہلے (یہاں رحمت سے مراد بارش ہے)

= اَقَلَّتْ - قلت اور کثرت اصل وضع کے لحاظ سے صفات عدد سے ہیں جس طرح

کہ عِظَمٌ اور صِخَرٌ صفاتِ اجسام سے ہیں۔ بعدہ کثرت و قلت اور عظم و صغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ استعمال ہونے لگا ہے۔ مثلاً۔ قُمِ اللَّيْلُ إِلَّا قَلِيلًا (۲۲:۷۳) رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات۔ اس میں قلیل کا استعمال تعداد کے لئے نہیں بلکہ وقت کی کمی کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اب (افعال) سے اِخْلَالَ کے معنی قلیل پانے یا ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ کسی چیز کو ہلکا سمجھنا محض حکمی و تلہے مثلاً اَقْلَلْتُ مَا اَعْطَيْتَنِي میں نے تمہارے دیئے کو حقیر سمجھا۔ اور کبھی اس شے کی وت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے آیتہ ہذا میں ہے۔ اِذَا اَقْلَلْتُ سَحَابًا ثِقَالَ حَبَّ وَهَبَارٍ جاری پتھروں کو اٹھالاتی ہے۔

یہاں اَقْلَلْتُ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بادل جن کو اٹھالاتی ہے اگرچہ فی نفسہ بھاری ہوتے ہیں لیکن ہوا کی قوت کے اعتبار سے نہایت ہلکے ہیں اَقْلَلْتُ بمعنی حَمَلْتُ ہے۔

= سُقْنَاهُ۔ سَاقَ يَسُوقُ۔ سَوَّقُ (باب نصر) سے ماضی جمع متکلم ۴ ضمیر واحد مذکر غائب ام اسے ہانک لیجاتے ہیں۔ (ماضی بمعنی مضارع)

= لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ ویران بستی۔ خشک و بے گیاه علاقہ۔

= فَاَنْزَلْنَاهُ۔ پھر ہم اس سے اتارتے ہیں۔

۴ ضمیر واحد مذکر غائب کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ یہ بَلَدٍ مَّيِّتٍ کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے اور معنی ہوں گے۔ ہم پانی کو ویران بستی پر اتارتے ہیں۔ (۲) یا یہ سحاب کے لئے ہے کہ ہم ان بادلوں سے پانی اتارتے ہیں۔

(۳) یا یہ سوق کے لئے ہے۔ کہ ہمارا ان کو ہانک کر لیجانا ویران بستی پر پانی برسانے کے لئے ہے = اَخْرَجْنَاهُ۔ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب الماء کے لئے ہے۔

= لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ یعنی یہ مثال تمہیں اس لئے دی ہے کہ اس سے تم یہ نصیحت قبول کر لو کہ اسی طرح وہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیگا اور قیامت وقوع ہوگی ۷۸:۷ خُبُثٌ۔ وہ خبیث ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ الَّذِي اسم موصول البلد کے لئے ہے یعنی وہ بستی جو خبیث اور خراب ہے۔

= تَكِدًا ۱۔ اسم صفت منصوب۔ بے فائدہ۔ قلیل النفع۔ گھٹیا۔ شعر ہے

باراں کہ در لطافتِ طبعش کلام نیست

در باغِ لالہ روید و در شوره بوم و خس

= نَصْرَفُ - ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں - ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں -
تَصْرِيفٌ - مصدر - مضارع جمع متکلم۔

۶۰: ۷ = الْمَلَأُ - اسم جمع - مَعَرَفٌ بِاللَّامِ - سرداروں کی جماعت - بڑے لوگوں کی جماعت -
مَلَأَ يَمْلَأُ - بمعنی بھر دینا - قوم کے سردار چونکہ قوم کے دلوں کو اپنی خوبیوں اور محاسن -
بھر دیتے ہیں اس لئے انہیں مَلَأُ انہیں کہتے ہیں - مِلَأُ الْأَرْضِ زَمِينَ کی وسعتوں کو مقدر
بھر بھر دینا - (نیز ملاحظہ ہو: ۱۱: ۹۷)

۶۱: ۷ = لَيْسَ بِي ضَلَالَةٍ - لَيْسَ - فعل ناقص - واحد مذکر غائب - بمعنی نہیں -
ضَلَالَةٍ - گمراہی - لَيْسَ بِي ضَلَالَةٍ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے -

۶۲: ۷ = أَبْلَغُكُمْ - بَلَغَ يَبْلُغُ تَبْلِغٌ (تَفْعِيلٌ) سے مضارع واحد متکلم - میں تم کو پہنچا
ہوں - کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر -

= رِسَلَتْ - رِسَالَةٌ کی جمع - پیغامات -

۶۳: ۷ = عَلَى رَجُلٍ - عَلَى لِسَانِ رَجُلٍ - (تم میں سے) ایک شخص کی زبان سے یا اس -
ذریعہ سے -

۶۴: ۷ = عَمِيْنٌ - عَمٍ کی جمع - بحالت نصب - عَمٍ - عَمِيٌّ سے بروزن فَعِلٌ صف
مشبہ کا صیغہ ہے - یہ اصل میں عَمِيٌّ تھا - چونکہ ناقص پائی میں صفت مشبہ کا ی حذف
ہو جاتا ہے - اس لئے یاء حذف ہو گئی - اور عَمٍ رہ گیا - حالت رفع میں جمع عَمُوْنَ آئیگا
۶۵: ۷ = اِلَىٰ عَادٍ سے پہلے .. اَرْسَلْنَا مَحْذُوْفٌ ہے - یہ عطف بھی ہو سکتا ہے نوح پر آج
(۵۹) عَادٍ سے مراد قوم عاد ہے - عاد حضرت نوح کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے - اس کا
نسل اسی کے نام سے موسوم ہوئی -

عاد بن عوص بن ارم بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

۶۶: ۷ = سَفَاهَةً - سَفِهَ يَسْفَهُ (سَمِعَ) کا مصدر - بے عقلی - بے وقوفی - جہالت -
= اَمِيْنٌ - امانت دار - معتبر - امن والا - اَمَانَةٌ اَوْ اَمْنٌ سے - اسم فاعل کا صیغہ بھی
ہے - اور اسم مفعول کا بھی - کیونکہ فَعِيْلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے -

۶۹: ۷ = بَصُطَةً - بَسُطَةٌ - کشادگی - وسعت - کشائش - بسیط - کشادہ - وسیع
= اِلَآءِ - اِلَآءِ کی جمع - احسانات - نعمتیں -

۷۰: ۷ = اَجْتَنَّا - الْفِ اسْتَفْهَامٌ - جِئْتُ ماضی واحد واحد مذکر حاضر - ناظم

ح متکلم۔ کیا تم (اس لئے) ہمارے پاس آئے ہو۔

= ذَنَدَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل لِنَعْبُدُ) جمع متکلم۔ وَذَرَّ۔ مصدر (باب مع) درخور اعتناء سمجھ کر چھوڑ دینا۔ ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں
ف مضارع اور امر مستعمل ہیں۔ ذَنَدَ۔ ہم ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔

= بِمَآ تَعِدُنَا۔ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ (ضرب) سے مضارع واحد مذکر حاضر
صیغہ ہے۔ مَا صَمِيرٌ جمع متکلم۔ تم ہمیں دھمکاتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ۔ وعدہ کرنے کے لئے بھی آتا ہے
لیکن یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔

۷۱ = دَقَعَ۔ واجب ہو گیا۔ لازم ہو گیا۔ (باب فتح) وَقُوعٌ مصدر وَقَعَ الشَّيْءُ مِنْ
تَاً۔ چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ دَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ۔ قول کا ان پر واجب ہونا۔ دَقَعَ الْحَقُّ۔ حق کا
بت ہونا۔ دَقَعَ الْأَمْرُ۔ کسی امر کا واقع ہونا۔ وَقُوعٌ پذیر ہونا۔

= رَجَسٌ۔ عقوبت۔ عذاب۔ أَرْجَسُ۔ جمع۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔
= أَتَجَادِلُونَنِي۔ الف استفہامیہ۔ تُجَادِلُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی نمیر
متکلم۔ مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے۔ کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو۔

= مَا نَزَّلَ اللَّهُ۔ میں مَآ نافیہ ہے (نہیں اتاری اللہ نے ان ناموں کے لئے کوئی سند)
۷۲ = ذَابَرَ۔ جُرَّ۔ بَخَّ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھاڑ بُوْهُ سے جس کا معنی پشت پھرنے کے
ب۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

۷۳ = إِلَى تَمُودَ۔ الْحَاقِمُ تَمُودَ۔ ثمود بن عاد بن ارم سام بن نوح علیہ السلام۔
= لَكُمْ آيَةٌ۔ اِیْ آيَةٌ لَّكُمْ نَاقَةٌ کا حال ہے۔

= فَذَرُوْهَا۔ ف۔ پس۔ ذَرُوا۔ امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذَرَّ سے (ملاحظہ ہو: ۷۰)
= لَا تَمْسُوْهَا۔ اس کو مت چھوؤ۔ اِی لَا تَضْرِبُوْهَا۔ لَا تَعْقِرُوْهَا۔ اولاد تطردوھا۔ اس کو
ت گزند پہنچاؤ۔

= فَيَاخُذْكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ جواب نہی۔ اور اسی لئے مضارع منصوب ہے۔
۷۴ = بَوَّأَكُمْ۔ تم کو جگہ دی۔ بَوَّيَّةٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی ٹھکانا دینے اور
سب جگہ فروکش کرنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ الْبَوَاءُ۔ کے اصل معنی کسی
کے اجزاء کا مساوی (سازگار موافق) ہونے کے ہیں۔ مَكَانٌ بَوَاءٌ اس جگہ کو کہتے ہیں
اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّأْتُ لَهُ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے

جگہ کو ہموار اور درست کیا۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوگا: تم کو ٹھکانہ کے لئے عمدہ اور مناسب جگہ دی۔
 دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَٰئِيلَ مَبَٰوِءَ صِدْقٍ۔
 (۹۳:۱۰) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔ يَٰٓمُتَّبِعِي الْمُؤْمِنِينَ مَقَٰعًا
 لِّلْقِتَالِ (۱۲۱:۳) ایمان والوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر (مناسب جگہ) متعین کرنے لگے۔
 = تَتَّخِذُونَ مِنْ سَهْوٍ لِّهَا۔ اِی تَتَّخِذُونَ قَصَوْرًا مِنْ سَهْوٍ لِّهَا۔ اس کے میدانی
 علاقوں میں عالیشان محل بناتے ہو۔ سَهْوٍ سَهْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہیں
 جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نرم زمین سے (مٹی لے کر) محل تعمیر کرتے ہو۔
 لیکن رَجُلٌ سَهْلٍ کے معنی ہیں میدانی علاقہ کے رہنے والا آدمی۔

= تَذَحِّتُونَ۔ نَحْتُ (باب ضرب) سے۔ تم تراشتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔
 = لَا تَحْتَوُوا۔ تم فساد نہ کرو۔ الْحَيْثُ وَالْعَيْثُ (سخت فساد پیدا کرنا) دونوں تقریباً ہم معنی ہیں
 لیکن عَيْثٌ کا لفظ زیادہ تر فساد حسی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور الْعَيْثُ حکمی یعنی ذہنی یا فکر
 فساد کے لئے آتا ہے آیت ہذا میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ آیہ (۶۰:۲) میں بھی یہ جملہ انہی معنوں
 کے لئے آیا ہے۔

۷۵: ۷ = اُسْتُضْعِفُوا۔ وہ ضعیف سمجھے گئے۔ وہ کمزور خیال کئے گئے۔ استضعاف۔
 (استفعال) سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔
 ۷۷: ۷ = فَعَقَرُوا۔ پس انہوں نے کوئیں کاٹ ڈالیں۔ عَقَرٌ سے جس کے معنی کوئیں
 کاٹنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= عَتَوْا۔ انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی کی حد سے گذر گئے۔ وہ شرار
 میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عَتَوْا سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَتَا يَعْتُوْا عَتُوٌّ وَعِتِيٌّ۔ حکم
 عدولی کرنا۔ (باب نصر) ملاحظہ ہو ۲۴:۵۔ اور ۲۵:۲۱۔

۷۸: ۷ = الرَّجْفَةُ۔ الرَّجْفُ۔ اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْأَمْثَلُ۔ زیر
 متزلزل ہوئی۔ یا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ۔ جب زمین اور پہا
 ہلنے لگیں گے۔ الرَّجْفَةُ۔ بمعنی زلزلہ۔ بھونچال۔ کپکپاہٹ۔ لرزش۔

= جَثِمَيْنِ۔ جَثْمٌ (باب ضرب۔ نصر) جَثْمٌ جَثْمٌ۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل
 بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ اسی سے استعارہ کے طور پر آیہ ہذا میں استعمال ہوا۔
 جس کے معنی ہیں: صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ یعنی منہ کے

بل گرے پڑے تھے۔

۸۰:۷ = وَلَوْ طَا-ای وارسلنا لوطًا۔

= اَتَا تَوْنَ الْفَاحِشَةَ = کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ ملاحظہ ہو ۷: ۲۸
۸۱:۷ = مُسْرِفُونَ۔ اسم فاعل۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بے جا و بیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ غرض حد حلال سے حد حرام کی طرف بڑھنے والے۔

۸۳:۷ = الْغَابِرِينَ۔ الْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے۔ اسی سے غِبْرَةٌ ہے۔ ٹھنوں میں باقیماندہ دودھ۔ غُبَارٌ وہ گردا جو قافلہ کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاتا ہے۔ مٹی اڑنے کے بعد فضا میں باقی رہ جائے۔ لہذا۔ الْغَابِرِينَ پیچھے رہ جانے والے۔

۸۴:۷ = اَمْطَرْنَا۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَارٌ۔ برسانا۔ (باب افعال) مَطَرٌ (نصر)
(آسمان کا) بارش برسانا۔ مَطَرٌ۔ بارش۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مَطَرٌ کا استعمال بارانِ رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرٌ کا نزول عذاب میں۔

۸۵:۷ = اَخَاهُمْ۔ ان کا بھائی۔ اس سے قبل اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔

= اَوْفُوا۔ تم پورا کرو۔ اِيفَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وَفٍ
يَعْنِي اِيفَاءً۔ پورا کرنا۔ اَوْفَى يُوْفِي اِيفَاءً (افعال) پورا کرنا۔ اَوْفَى بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کیا۔ اَوْفَى الْكَيْلِ۔ پیمانہ پورا ناپنا۔ اَوْفُوا الْكَيْلَ۔ پیمانہ پورا ناپو۔
= اَلْكَيْلُ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ پیمانہ سے غلہ ناپنا۔

= اَلْمِيزَانَ۔ وزن سے وزن کرنا۔ اَوْفُوا الْمِيزَانَ۔ وزن کو پورا کرو۔ یعنی پورا پورا تولو۔
= لَا تَبْخَسُوا۔ تم گھٹا کر نہ دو۔ بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

۸۶:۷ = لَا تَعْدُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ بیٹھو۔ تم نہ بیٹھا کرو۔ قُعُودٌ سے بمعنی بیٹھنا۔ (باب نصر)

= تَوَعِدُونَ۔ تم ڈراتے ہو۔

لَا تَعْدُوا اِسْمُ تَوَعِدُونَ۔ تمام راستوں پر مت بیٹھو کہ لوگوں کو (شعیب اور حق پر ایمان لانے سے) ڈراؤ۔ یعنی شعیب اور حق پر ایمان لانے کے تمام راستوں کو دھمکیوں اور

تہدید سے بند مت کرو۔ حل طریق سے مطلب کل طریق من الحق والدین (حق اور دین کی طرف جانے والے تمام راستے)

= وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ - (ای ولا تقعدوا بكل صراط تصدون عن سبیل اللہ من آمن به - ای ولا تمنعوا من یرید الایمان باللہ - اور جو اللہ پر ایمان لانا چاہتا ہے اس کو خدا کی راہ سے روکنے کے لئے تمام راستے بند مت کرو۔

= تَبْغُوا نَهَا - تم اس کو چاہتے ہو یعنی سے مضارع جمع مذکر حاضر ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= عِوَجًا - عوج - کجی - ٹیڑھا پن۔

= لَا تَقْعُدُوا عِوَجًا - یعنی راستہ پر ہوا بن کر مت بیٹھ جاؤ۔ کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خدا کی راہ سے روکے رکھو۔ اور طریق حق میں میں میخ نکالتے رہو۔

پَارَةُ
وَقَالَ الْمَلَأُ

(۹)
الْأَعْرَافُ وَالْأَنْفَالُ

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

۸۸:۷ لَتَعُوذُنَّ - منارِغِ بلامِ تاکید و نونِ ثقیلہ - جمعِ مذکرِ حاضر - تم پھر آؤ گے - تم مڑ آؤ گے - تم پلٹ آؤ گے - عَادَ يَعُوذُ عَوْدًا (بابِ نصر) کسی شے سے پلٹنے کے بعد (پلٹنا خواہ بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم و ارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کو کہتے ہیں -

۸۸:۸ مِلَّتِنَا - ہمارا مذہب - رَاَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا - یا تمہیں واپس ہمارے دین میں لوٹ آنا ہو گا - یہ خطاب کفار اور مشرکین کا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروؤں سے تھا - ان کے پیرو قبل ازیں مشرکین ہی کے مذہب سے تھے - لہذا مشرکین کے مذہب میں واپس لوٹ آنے کا خطاب ان پیروکاروں سے ہے جو بذاتہ حضرت شعیب سے نہیں ہے کیونکہ وہ تو کبھی بھی مشرکین کے دین پر نہ تھے

۸۹:۱ اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ - ہمزہ استغمام کے لئے ہے واؤ برائے حال - تقدیرِ کلام یوں ہے، اَلْعِدُوْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ فِيْ حَالِ كِرَاهَتِنَا وَمَعَ كَوْنِنَا كَارِهِيْنَ - کیا تم ہمیں اپنے دین کی طرف لوٹاؤ گے حالانکہ ہمیں اس سے کراہت ہے - نفرت ہے -

۸۹:۲ اِفْتَرَيْنَا - اِفْتَرَاءٌ - سے ماضی جمع متکلم - ہم نے بہتان باندھا -

۸۹:۳ قَدْ اِفْتَرَيْنَا - منها - تقدیرِ کلام یوں ہے ان عدونا فی ملتکم بعد اذ نَجَّيْنَا اللّٰهَ مِنْهَا قَدْ اِفْتَرَيْنَا عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا - باوجود اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس (تمہارے دین) سے ہمیں نجات بخشی ہے اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ اللہ تعالیٰ پر صریحاً جھوٹا بہتان ہو گا

۸۹:۴ وَمَا يَكُوْنُ لَنَا - اور نہیں ہے (کوئی وجہ) ہمارے لئے -

۸۹:۵ فِيْهَا مِیْنٌ هَآ ضَمِیْرٌ وَاحِدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ مِلّتِ مشرکین کی طرف راجع ہے -

۸۹:۶ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا - یعنی ماسوائے اس کے کہ مشیتِ ایزدی ہی یہی ہو اور یہ ہمارا مقدر ہو چکا ہو -

= وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا - تمیز - اس کا علم ہر شے کو محیط ہے -

= اِفْتَحْ - امر - واحد مذکر حاضر - تو فیصلہ کرے - اَلْفَتْحُ - قاضی - فیصلہ کرنے والا - اَلْفَتْحَةُ حکومت - فَتْحٌ سے - فَتْحٌ کے معنی فتح و نصرت بھی ہیں -

۹۱: ۷ = الرَّجْفَةُ - الزلزلة - زلزلہ - مہو پنجال - لرزش - کپکپاہٹ -

= جَثِمَيْنِ - اوندھے پڑے ہوئے - منہ کے بل گرے ہوئے -

۹۲: ۷ = لَمْ يَخْنَوْا فِيهَا - مضارع نفی جہد لیم - غنی مصدر - (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا رگویا وہ کبھی بستے ہی نہ تھے غَنِيْتُ بِالْمَكَانِ - میں مکان میں ٹھہرا - قیام کیا - غنى القوم فى دارهم - لوگوں نے اپنے گھروں میں مدت تک قیام کیا - مَعْنَى - قیام گاہ -

۹۳: ۷ = اُنْسَى - میں افسوس کروں - میں غمگین ہوں - میں غم کھاؤں - اُنْسَى سے (باب سَمِعَ) مضارع کا صیغہ واحد متکلم - اُنْسَى اصل میں اءُنْسَى تھا - دوسری ہمزہ الف میں بدل گئی - اُنْسَى ہو گیا -

= كَيْفَ اُنْسَى - میں کیسے غم کھاؤں - میں کیوں غم کھاؤں -

(یعنی اس قدر نصیحت و وعظ کے بعد ان کے مسلسل انکار اور ہٹ دھرمی کی جو ان کو یہ سزا

ملی ہے وہ کسی رنج و ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں)

۹۴: ۷ = اَلْبَاسَاءُ - اسم مؤنث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے - بَأْسٌ بُؤْسٌ اور بَأْسَاءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں - مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے - اور اَلْبَاسُ و اَلْبَاسَاءُ جسمانی زخم - بدنی تکلیف جسمانی امراض اور نقصان کے لئے آتے ہیں -

= الضَّرَاءُ - ضرر سے وہ تکلیف مراد ہے جو فقر و حاجت سے ہوتی ہے - تکلیف سختی

تنگی - اَلْبَاسَاءُ وَالضَّرَاءُ - دونوں اسم مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا -

= يَضْرَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - تَضَرَّعٌ (تَفَعَّلَ) مصدر - اصل میں يَضْرَعُونَ

تھا - ت کو ض میں مدغم کر دیا گیا - (تاکہ وہ زاری کریں - عاجزی کریں)

۹۵: ۷ = السَّيِّئَةُ اصل میں سَوَاءٌ تھا وَاَوْ كَوَى سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کر دیا گیا ہے

معنی برائی - خطا کاری - گناہ - فعل صَبَدَ - ہر وہ شے جو فی نفسہ یا نتیجۂ ناگواری اور تکلیف کا باعث

بنے - زہروں حالی - یا مصیبت یا سختی -

= الْحَسَنَةُ - السَّيِّئَةُ کی ضد ہے ہر وہ شے جو فی نفسہ یا نتیجۂ آسائش - فرحت و اطمینان

کا باعث بنے - نیکی - نیکو کاری - خوشحالی - سلامتی -

== عَفْوًا - عَفَا يَعْفُوا (نَصَرَ) وہ بڑھ گئے - وہ زیادہ ہو گئے - عَفُوٌّ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں - عَفْوًا - ای کثروا فی انفسہم و اموالہم - مال و جان میں کثرت ہونا -
 == السَّرَّاءِ - نعمت - فراخی - خوشی - اصل میں حالت شادمانی کا نام ستر ہے -
 == بَعْتَةً - اچانک - ایک دم - یکایک - دفعتاً -

= آیات ۹۴ - ۹۵ میں بعض کے نزدیک بَنِي کے بعد فَكَذَّبُوهُ محذوف ہے - یعنی ہم نے جب کبھی کسی بستی میں نبی بھیجا - تو انہوں نے اسے جھٹلایا - تو ہم نے ان کو محتاجی اور بیماری میں پکڑ لیا -

لیکن بعض کے نزدیک یَضْرَعُونَ کے بعد اضمار ہے - یعنی ولكن لم یَضْرَعُوا محذوف ہے کہ ہم نے ان پر محتاجی اور بیماری عائد کر دی کہ وہ سرکشی سے باز آئیں - لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا - تو ہم نے ان کو دوسرا موقع دیا اور ان کی تنگی اور بیماری کو فراخی اور مال و جان کی کثرت میں بدل دیا - کہ شاید اب اللہ کی طرف جھکیں گے اور ہمارے رسولوں کا اتباع کریں گے - لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اچانک ستر کے طور پر ہم نے ان کو اپنی گرفت میں جکڑ دیا
 ۹۷: ۷ = اَمِنَ - وہ بے خوف ہو گیا - وہ نڈر ہو گیا - اَمِنَ سے (باب سمع) ماضی واحد مذکر غائب - اَمِنَ بمعنى امن - بے خوفی - دلجمعی -

= بَأْسًا - ہمارا عذاب -

= بَيَاتًا - رات کے وقت - راتوں رات -

۹۸: ۷ = ضَحًى - چاشت کے وقت - دوپہر کے وقت -

۹۹: ۷ = مَكْرًا - چال - الْمَكْرُ کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں - اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی بُرا فعل مقصود ہو تو مذموم ہوتا ہے -

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ محمود ہے - جیسے وَاللَّهُ خَيْرُ الْمُكْرَيْنِ ۵ (۵۴: ۳) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے - اور وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ - (۱۴۲: ۳۵) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر ہوتا ہے

۱۰۰: ۷ = لَمْ يَهْدِ - مضارع مجزوم بوجه عمل لم - هِدَايَةً مصدر - باب ضرب - اصل میں يَهْدِي تھا - لم کی وجہ سے مضارع بمعنى ماضی ہوا - کیا ہدایت نہیں کی - کیا موجب ہدایت نہیں ہوا -

جب لازم کو حرف سد یا حرف جر لگا کر متعدی بنایا جائے تو معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ذَهَبَ گیا ذَهَبَ بِہ لے گیا۔ موجودہ صورت میں هَدٰی يَهْدِيّٰ پر اللام حرف صلہ لایا گیا، يَهْدِيّٰ لِۙ واضح کرنا۔

== اَدَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ بِذُنُوْبِهِمْ۔ کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں اس امر واقعی نے واضح نہیں کر دیا۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں۔

== وَ نَطْبَعُ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ اگر یہ جملہ پہلے پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوگا:-

» اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا سکتے ہیں کہ وہ کچھ سنیں ہی نہیں۔

اور اگر یہ نیا جملہ ہے تو اس کا معنی ہوگا۔ (اگر یہ حقائق سے سبق نہ سیکھیں گے تو ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ وہ کچھ سُن ہی نہ سکیں۔) انسان دھیان دے کر نصیحت بھی سنتا ہے اگر اُس کا دل اثر قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ اگر دل پر مہر لگی ہوئی ہے تو پھر سنتا کون ہے؟

۴: ۱۰۱ = اَنْبَاۡئُہَا۔ اَنْبَاۡءُ نَبَاۡءُ کی جمع ہے۔ خبریں۔ نَبَاۡءُ اس خبر کو کہتے ہیں جس کا بڑا فائدہ اور یقین یا طرّق غالب حاصل ہو۔ جس خبر میں یہ باتیں نہ ہوں اس کو نَبَا نہیں کہتے۔ کوئی خبر اس وقت تک نَبَا کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے بیان فرمایا ہو۔

= ہَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب القریٰ کی طرف راجع ہے۔ بستیوں سے یہاں مراد حضرت نوح۔ لوط۔ ہود۔ شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔

= فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوْا۔ لام تاکید کے لئے۔ اور ہرگز نہ ہوا یہ کہ وہ ایمان لاتے۔ یعنی وہ ہرگز ایمان نہ لاتے۔ (اس پر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے) نیز ملاحظہ ہو ۴: ۸۹۔

۴: ۱۰۲ = فَمَا دَجَدْنَا مِنْ عٰہِدٍ۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا۔ مَا نَافِیْہُ = اِنَّ۔ مخفف ہے اِنَّ سے۔ اِنَّا دَجَدْنَا ضرور پایا ہم نے۔

= فَاسْقِیْنَ۔ حکم عدولی کرنے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانے والے

۴: ۱۰۳ = فَظَلَمُوْا بِہَا۔ فکفروا عنہا۔ انہوں نے ان آیات سے انکار کر دیا۔ ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔ یہاں ظلم اس لئے استعمال ہوا کہ بجائے ان آیات پر ایمان لانے کے انہوں نے انکار کر دیا۔

۱۰۵:۷ = حَقِيقٌ - سرادار لائق ثابت - قائم - حق سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جیسے کہ دروازے کی چول اپنے گڑھے میں - اس طرح میں نٹ آجاتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے -
لفظ حق کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے -

۱۔ وہ ذات ہو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے - اس معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے - مَثَلًا ثُمَّ رُدُّوْا اِلٰی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقُّ (۶۲:۶) پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک پر حق اللہ تعالیٰ کے پاس بلائے جائیں گے -

۲۔ ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو - اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل برحق ہے - مَثَلًا مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ - (۵:۱۰) (اس نے سورج چاند کو منور بنایا - ان کی منزلیں مقرر کیں) یہ سب کچھ اس نے حکمت کے تقاضوں کے عین مطابق پیدا کیا ۳۔ کسی چیز کے بارے میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ بعث - ثواب - عقاب اور جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے -

۴۔ وہ قول یا عمل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے - چنانچہ قرآن میں آیا ہے :-
وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ (۳۳:۱۰) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر رہا - یا حَقٌّ الْقَوْلُ مِنْیْ لَا مَلٰٓئِیۡتَ جَعَلَمَ - (۱۳:۳۲) میری طرف سے یہ بات طے پا چکی ہے کہ میں دوزخ مہر دوں گا.....

حَقِیْقٌ عَلٰی اَنْ - حق یہی ہے کہ - (میرے لئے) واجب یہی ہے کہ - (میرے لئے) سرادار یہی ہے -

۱۰۷:۷ = اَلْقٰی - اَلْقٰی یُلْقِیْ اِلْقَآءٌ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب اس نے زمین پر پھینکا = خَاذَا - اذا یہاں دفعۃً - ناگہاں - فوراً - کے معنوں میں آیا ہے - ویسے اس کا معنی 'جب اس وقت - بھی ہے -

= ثَعْبَانٌ - بہت بڑا سانپ - اڑدھا - اسم ہے - مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے = مُبِیْنٌ - صاف - ظاہراً - کھلا - سچ مچ کا -

۱۰۸:۷ = نَزَعَ - ماضی واحد مذکر غائب (باب فتح) نَزَعَ سے باہر نکالا -
= بَيَضَاءٌ - سفید - صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث بَيَاضٌ سے - اس کی جمع بَيَاضٌ ہے

اور مذکر ابیض ہے۔

۷: ۱۱۱۔ اَرْجِدْ۔ تو اس کو ڈھیل دے۔ تو اسے مہلت دے اِرْجَاءُ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ڈھیل دینے یا مہلت دینے کے ہیں یا ملتوی کرنے کے۔ رجاء مادہ۔ اَرْجِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ۵ ضمیر واحد مذکر غائب

آیات ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱ میں مختلف اقوال ہیں

(۱) اِنَّ هٰذَا سے لے کر فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ تک سرداران قوم فرعون کا کلام ہے اور خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے۔

(۲) یہ کلام سرداران قوم فرعون کا ہے لیکن خطاب فرعون سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ برائے تعظیم لایا گیا ہے (۳) اِنَّ هٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک سرداران قوم کا خطاب فرعون سے ہے اور فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ فرعون کا خطاب سرداران قوم سے ہے کہ تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ اسی طرح آیت ۱۱۱ میں قَالُوا کے متعلق مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) اگر خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے تو جمع مذکر غائب کی ضمیر ان حاضرین کی طرف راجع ہے۔ (ب) اگر خطاب سرداران کا فرعون سے ہے (ممبر ۲ مذکورہ بالا) تو قَالُوا سے مراد انہی سرداروں سے ہے۔ جنہوں نے خطاب کے بعد فرعون کو از خود تجویز پیش کی۔ (ج) مذکورہ نمبر ۳ کی صورت میں ضمیر فاعل سرداروں کی طرف راجع ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں نمبر ۲- اور (ج) سے عبارت زیادہ واضح ہو جاتی ہے

علاوہ ازیں ایک اور امر حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیات نمبر ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱ میں اِنَّ هٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک کلام سرداران قوم فرعون کی طرف منسوب ہے لیکن سورۃ الشعراء (۲۶: ۳۴-۳۵) میں یہ خطاب فرعون کی طرف سے سرداران کو ہے۔ عبارت یوں ہے قَالَ لِلْمَلِكِ حَوْلَهُ اِنَّ هٰذَا السَّاحِرُ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ يُرِيدُ اَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ لیکن حقیقت میں ہر دو میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر جب ناظرین (فرعون اور اس کے سرداران و دیگر حاضرین) بھونچکے رہ گئے تو باہمی چہ میگوئیوں میں یہ خدشہ ہر ایک کے دل میں تھا جو وہ اپنی اپنی زبانوں سے ادا کرنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر معلوم دیتا ہے جس کا ارادہ اپنے جادو کے زور سے قبطیوں کو ان کے ملک سے باہر نکالنے اور حکومت پر خود قبضہ کرنے کا ہے۔

= الْمَدَائِنُ - مَدِیْنَةُ کی جمع - مدینہ کی جمع مُدُنٌ بھی ہے۔ معروف بہ آل

== حَشِرُونَ۔ ہر کائے اکٹھے کرنے والے۔ جمع کرنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر حَاشِرٌ واحد
 ۱۱۲: ۷ = يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِدٍ عَلِيمٍ۔ کہ وہ لے آئیں تمہارے پاس تمام سرکردہ ماہر جادو گروں کو
 ۱۱۳: ۷ = السَّحَرَةُ۔ جادوگر۔ اس کی واحد سَاحِدٌ ہے۔
 ۱۱۵: ۷ = اِمَّا۔ یہ کئی معنی دیتا ہے۔

(۱) حرف تفصیل ہوتا ہے جیسے اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا۔ (۳: ۷۶)
 ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا۔ اب وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکر۔
 (۲) تشک و ابہام کے موقع پر بھی آتا ہے جیسے جَاءَ اِمَّا زَيْدٌ وَاِمَّا عَمْرُوٌ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو
 گویا یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون آیا ہے۔
 (۳) اباحت اور تخییر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے آیہ نذار نیز ملاحظہ ہو (۳۵: ۷)

۱۱۶: ۷ = وَاَسْتَرْهَبُوهُمْ۔ انہوں نے ان کو ڈرایا۔ دہشت زدہ کر دیا۔ اِسْتَرْهَبَ (استفعا)
 سے ماضی جمع مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الناس کے لئے ہے
 الرَّهْبُ۔ الرَّهْبَةُ۔ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب بھی ہو جیسے لَا نَتْمُ اشَدُّ
 رَهْبَةً (۱۳: ۵۹) تمہاری ہیبت تو (ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے) بڑھ کر ہے۔
 ۱۱۷: ۷ = تَلَقَّفْ۔ وہ نگل جاتی ہے۔ وہ نگل جائے گی۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی وہ نگل گئی (باب
 سَمِعَ) لَقَفَ سے جس کے معنی پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں خواہ منہ میں نگلنے کی صورت
 میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں۔

== يَأْتِيكَونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِذَاكَ سے (باب ضرب) جس کو وہ پلٹ رہے تھے۔
 جس کو وہ جھوٹے طور پر بنا رہے تھے۔ اِذَاكَ جھوٹ۔

۱۱۹: ۷ = هُنَالِكَ۔ اسم ظرف زمان و مکان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔
 = صَغِيرِينَ۔ ذلیل۔ بے عزت۔

۱۲۰: ۷ = اُلْقَى۔ وہ ڈالا گیا۔ وہ پھینک دیا گیا۔ اِلْقَاءُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
 جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت کو دیکھ کر وہ اس طرح بے اختیار سجدہ میں گر گئے گویا کسی بیرونی
 طاقت نے ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ وہ اس طرح فوراً سجدہ میں گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بیرونی طاقت
 پکڑ کر ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

سورۃ ہود میں ہے وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْوَعُونَ إِلَيْهِ۔ (۱۱: ۸۷) اور اس کی قوم کے

لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے (یعنی وہ یوں دوڑ کر آئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو پیچھے سے کوئی ہانک کر مہنگانے لارہا ہے۔ یعنی ان کی شدت جذبات اور سرعتِ کار سے یوں نظر آ رہا تھا کہ ان کو اس فعل پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اس اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے۔

۱۲۳: ۷ = مَكَدٌ - چال۔ نیز ملاحظہ ہو ۷: ۹۹۔

۱۲۴: ۷ = لَأَقْطَعَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون تقييد واحد متکلم۔

میں ضرور ضرور کاٹوں گا۔ لَأَقْطَعَنَّ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں قطع کا لفظ ہر قسم کی چیز کے جدا کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مادی ہو یا غیر مادی۔

= مِنْ خِلَافٍ - مختلف طرفوں سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔

= لَأُصَلِّبَنَّكُمْ - مضارع بلام تاکید و نون تقييد میں تم کو ضرور سولی چڑھانگا (تَصْلِيْبٌ) (تَفْعِيلٌ) سے۔ جس کے معنی سولی چڑھانا کے ہیں۔ صَلَّيْتُ - سولی۔

۱۲۶: ۷ = تَنْقِمُ - تو بیر کرتا ہے۔ تو انکار کرتا ہے۔ تو عیب دیتا ہے۔ تو ناپسند کرتا ہے (باب ضَرْبَ سَمْعٍ) نَقَمٌ سے جس کے معنی غصہ ہونے۔ ناپسند کرنے اور انکار کرنے کے ہیں خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا سزا دے کر۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَا اسْتَفْهَمِيهِ ہے۔

= اَفْرَغْ عَلَيْنَا - تو ہم پر بہا دے۔ تو اُنڈلی دے۔ دہانہ کھول دے۔

اِفْرَاغٌ (اِفْعَالٌ) جس کے معنی بہانا یا دہانہ کھولنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ایک مادی چیز کے طور پر مبر کے بہانے اور دہانہ کھولنے کا سوال کیا جا رہا ہے۔ یعنی صبران پر اس طرح بہایا جا کہ وہ سب سے چھا جائے گویا صبر بمنزلہ ظرف کے ہو اور ملنگنے دہانے بمنزلہ مفعول فیہ کے۔

۱۲۷: ۷ = تَذَرُ - تو چھوڑتا ہے۔ تو چھوڑے گا۔ وَذَرْتُ سے۔ اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں

= يَذَرَكَ - وہ تجھے چھوڑ دیتا ہے اس میں فاعل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ك ضمیر مفعول فرعون کے لئے ہے۔

= قَاهِرُونَ - غالب مسلط۔

۱۲۹: ۷ = اُذِّنَا - ہم کو ستایا گیا۔ ہم کو سزا دی گئی۔ اِذْنَاءُ (اِفْعَالٌ) ماضی مجہول جمع متکلم اذی

ماضی معروف۔ اُذِي - ماضی مجہول اذی۔ مادہ

فَيَنْظُرُ - مضارع واحد مذکر غائب (باب نَصَرَ) کہ وہ دیکھے۔

۱۳۰: ۷ = اسْتَبَيْنَ - قحط۔ سال۔ برس۔ سَنَةٌ کی جمع۔ قحط سالی۔

= نَقِصَ - مصدر۔ کم کرنا۔ اسم کمي۔ (باب نَصَرَ)

۳۱:۴ = لَنَا هَذِهِ - یہ ہمارا حق تھا۔ اس کے ہم مستحق تھے۔
 = تُصِيبُهُمْ - ان کو پہنچے۔ أَصَابَ يُصِيبُ إِصَابَةً (افعال) کسی کو تکلیف کا آ لینا۔ تکلیف پہنچنا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔

= يَطِيرُوا - مضارع جمع مذکر غائب۔ تَطِيرُ (تَفْعُلُ) سے اصل میں يَتَطَيَّرُونَ تھا۔ اَنْ کی ذبح سے نون اعرابی گر گیا۔ يَتَطَيَّرُوا ہو گیا۔ ت کو ط میں مدغم کر کے ط کو مشدّد کر دیا يَطِيرُوا ہو گیا۔ معنی وہ بُراشگون لیتے تھے۔ وہ بدشگون کر تے تھے۔ يَتَطَيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ - حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بدشگون مٹھراتے۔

= طَائِرُهُمْ - ان کا شگون بُد۔ ان کی فال بُد۔ ان کی بُری قسمت۔ ان کی نحوست۔ ان کی نامبارکی اصل میں۔ طائر کے معنی اڑنے والا کے ہیں۔ طَارَ يَطِيرُ طَيْرَانٌ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے لیکن عرب جاہلیت کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو لکھاتے اور ان سے فال لیتے۔ اگر پرندے دائیں سے بائیں نکل جاتے تو اسے بُرا سمجھتے اور منخوس تصور کرتے اور پھر اس کام کو نہ کرتے۔ چنانچہ اس طرح اس کا استعمال پرندوں سے بُراشگون لینے کے معنی میں ہونے لگا۔ پھر ہر اس شے کے لئے کہ جس سے بدفالی لی جائے۔ یا اسے منخوس سمجھا جائے اس کا استعمال ہونے لگا۔

الغبرض چونکہ عرب پرندے کو شوم اور نحوست کی دلیل سمجھتے تھے اس لئے مدلول کو دلیل کا نام دے کر خود طائر اور طیر کو شوم سے موسوم کر دیا۔ طائر کا استعمال حصہ اور نصیب میں بھی کرتے ہیں۔

= عِنْدَ اللَّهِ - مِنْ جَانِبِ اللَّهِ - اللہ کی طرف سے ہے۔ (مکاناتِ عمل کے قانون کے مطابق ان کے نصیب میں کر دیتا ہے)

۱۳۲:۴ = مَهُمَا - جو کوئی بھی۔ جو کچھ بھی۔ جب کبھی۔ مَهُمَا تَفْعَلُ أَفْعَلْ - جو کچھ تم کرو گے بس بھی کرو گے۔

مَهُمَا تَأْتِيَانِ مِنْ آيَةٍ - تو کوئی بھی نشانی لائے گا۔ توجب کبھی بھی کوئی نشانی لائے گا۔ زمخشریؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ کی ضمیر لفظ کی رعایت سے اور چھا لی مؤنث ضمیر معنی کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ ہر دو میں ضمیر آیت کی طرف راجع ہے۔

۱۳۳:۴ = الْجَوَادَ - اسم جنس۔ مِطًى - ملح۔ جَزَادَةٌ وَاحِدٌ - الْقُمَّلَ - اسم جنس۔ غلہ کو کھاجا نیوالا۔ یسٹرا۔ چھڑی کی جنس۔ جَوْتِی - الصَّفَادِعَ - مینڈک۔ جمع۔ اس کی واحد صِفْدَعٌ ہے۔

= مُفَصَّلَاتٍ - اسم مفعول - جمع مَوَث - تَفْصِيلٌ - مصدر - جُدَّاجِدًا - کھلی ہوئی - واضح

۱۳۴: ۙ = اَلْزُجُرُ - عقوبت - بلا - عذاب - کپکپا دینے والا - اور لرزادینے والا عذاب

= اُدْعُ - توماناگ - تودعا کر - توبلا - (باب نصر) دَعْوَةٌ سے - امر - واحد مذکر حاضر -

= بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ - اس عہد کے واسطے سے جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے -

= كَشَفْتَ عَنَّا - تو نے ہم پر سے ہٹا دیا -

۱۳۵: ۙ = اِلٰى اَجَلٍ - ایک مقررہ مدت کے لئے - ایک مقررہ مدت تک -

= هُمْ مَّا لِعُذُوَّةٍ - جس کو انہوں نے مکمل کرنا ہی تھا - اس مدت تک انہوں نے پہنچنا ہی تھا -

یعنی جب ان کو لامحالہ عذاب عظیم آنا ہی تھا -

یہ عذاب عظیم ان کا دریا ئے قلزم میں غرق ہونا تھا - ان کو جو مہلت دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں وہ ایک مقررہ وقت تک تھی اور وہ وقت مقررہ ان کی غرقابی کا وقت تھا - اس وقت تک ان کا زندہ رہنا بہر کیف ان کا مقصد تھا - اور اس درمیانی عرصہ کے لئے ان کو پہلے عذاب سے (یعنی جراد - قمل - ضفادع - دم سے) نجات دی گئی - اس وقت مقررہ کو وہ پہنچنے والے تھے کہ انہوں نے پھر توبہ کا عہد جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا توڑ دیا - اور وہ اس طرح اپنی کرتوت پر غرقابی کے عذاب کے مستحق ہو گئے اور کیفر کردار کو پہنچ گئے -

= اِذَا - یُکَلِّتُ - نیز ملاحظہ ہو ۱۰۷: ۙ -

= یُکَلِّتُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - کَلَّتْ مصدر (باب نصر) وہ توڑنے لگتے ہیں -

وہ توڑ دیتے ہیں -

۱۳۶: ۙ = فَاَنْتَقَمْنَا - ماضی جمع متکلم - پس ہم نے انتقام لیا - بدلہ لیا -

= اَلْیَمِّ - اسم جنس - دریا - یَمٌّ - مصدر - دریا میں ڈالنا - دریا کا ساحل پر چڑھانا -

۱۳۷: ۙ = کَاٰنُا یُسْتَضَعُّوْنَ - جو کمزور سمجھے جاتے تھے - جسے حقیر و ذلیل سمجھا جاتا تھا - یعنی

بنی اسرائیل - ماضی استمراری مجہول -

= مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا - زمین کے شرق و غرب کا - ارض سے مراد یہاں مصر و شام کے

دونوں ملک ہیں - والارض ہی ارض الشام والمصر - (قرطبی)

= کَلِمَةُ الْحَسَنِ - وعدہ خیر - وہی وعدہ ہم بالنصر علی اعداؤہم والتمکین فی الارض

من بعدہم - ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت - اور ان کے بعد ملک میں اقتدار کا وعدہ -

= دَمَرْنَا - ہم نے ہلاک کر دیا - ہم نے خراب کر دیا - ہم نے اکھیڑ مارا - تَدْمِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے

ماضی جمع متکلم۔

== كَانُوا يَعْرِشُونَ (باب ضَرَبَ - نَصَرَ) جو بلند عمارتیں وہ بنایا کرتے تھے۔ جن عمارتوں کو وہ اونچا بناتے تھے۔ جو چھتریوں وہ بناتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَرِشٌ۔ مصدر۔ لکڑیوں کی چھتری بنانا۔ مکان بنانا۔ تَعْرِيشُ الْبَيْتِ۔ گھر کی چھت بنانا۔

۴: ۱۳۸۔ جَوَزْنَا۔ جَاوَزَ۔ يُجَاوِزُ مُجَاوِزَةً۔ پار کرنا۔ آگے گزر جانا۔ یا پار کرنا۔ پار اتارنا ہم نے پار کر دیا۔ ہم نے پار اتار دیا۔ جَوَزْتُ سے جس کے معنی وسط کے ہوتے ہیں۔ جَوَزَ الطَّرِيقَ راستے کا وسط۔ جَاوَزَهُ۔ کسی چیز کے وسط سے آگے گزر جانا۔ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ۔ (۲: ۲۴۹) پھر جب وہ (حضرت طالوت) اس دریا کے وسط سے آگے گزر گئے۔ یعنی پار ہو گئے۔ آیتِ نذا میں:- ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا۔ جائزہ۔ خوانہ۔ جائزہ۔ مجازہ۔ سب جَوَزْتُ سے مشتق ہیں == فَاتَوَّاعِلَى قَوْمٍ۔ تو ان کا ایک قوم پر گذر ہوا۔ وہ ایک قوم پر جانکے۔

== يَعْكُفُونَ۔ عَكَفَ يَعْكُفُ (باب نَصَرَ) عَكُوفٌ سے جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔

شریعت کی اصطلاح میں الاعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا۔ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ۔ اپنے بتوں کی عبادت میں مگن بیٹھے ہوتے تھے۔

۴: ۱۳۹۔ هُوَ لَكَ۔ قوم کی طرف اشارہ ہے

== مُتَبِّرٌ۔ اسم مفعول۔ واحد۔ تَتَبَّرُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ٹوٹ جانے والا۔ ٹوٹا ہوا۔ تباہ برباد۔ ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو بھی مُتَبِّرٌ کہتے ہیں۔

تَبَارَ۔ ہلاکت۔ متبر۔ کلہاڑا۔ (جس سے ہلاک کیا جاسکتا ہے) قرآن میں ہے وَلِيَتَّبِعُوا مَا عَمِلُوا تَتَبَّرًا (۷: ۱۷) اور جس چیز پر غلبہ پاویں اسے تباہ کر دیں۔

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا (۱۱: ۲۸) اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی لا۔

== مَا هُمْ فِيهِ۔ جس (کام) میں وہ لگے ہوئے ہیں۔ (وہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے)

۴: ۱۴۰۔ أَلْعَيْكُمْ۔ میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ أَلْعِيْ - مضارع واحد متکلم۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

۴: ۱۴۱۔ إِذْ بِمَعَىٰ أَذْكَرُونَ۔ یاد کرو۔

== يَسْؤُمُوْكُمْ۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَوَمٌ۔ مصدر۔

نیز ملاحظہ ہو۔ ۴۹:۲ اور ۱۴:۳۔

= مَلَأَ آزمائش۔ مصدر ہے۔ جب باب نصر سے ہو تو بمعنی آزمائش۔ آتا ہے۔ اور جب باب سمع سے آئے تو بمعنی زائل ہونا۔ بوسیدہ ہونا آتا ہے۔ جیسے هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ مَلِكٌ لَا يَبُلَى (۱۲۰:۲) کیا میں تم کو ایک ایسا درخت نہ بتاؤں جو ہمیشہ ہے اور ایسی باد شاہت جو کبھی زائل نہ ہو۔

۱۴۲:۷ = خَا تَمَنَّاهَا يَعْشِيرُ اور پورا کیا ہم نے ان (تیس راتوں) کو (مزید) دس راتوں سے۔

= خَتَمَ۔ پس تمام ہوا۔ یعنی پورا ہو گیا۔

= مِيقَاتُ۔ طرف زمان۔ مقررہ وقت۔ میعاد۔ وہ میعاد وقت جس میں مقررہ کام کیا جائے۔ امام راغب نے اس کو اسم آلہ (بروزن مفعول) کہا ہے۔
= اَذْبَعَيْنَ لَيْلَةً۔ چالیس راتیں۔ یہی مدت چلہ کشی کی اصل ہے۔ وضاحت کے لئے کتبہ تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

۱۴۳:۷ = اَرِيتِ۔ اے ادنی ذاتک ادنفسک۔ مجھے اپنی ذات اقدس دکھائیں۔
= اَنْظُرْ اَيْتِكَ۔ کہیں تجھے دیکھ سکوں۔ تیرا دیدار کر سکوں۔

= اِسْتَقَرَّ۔ وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ استقَرَّ (استفعال) سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔

= تَجَلَّى۔ اس نے تجلی کی۔ وہ روشن ہوا۔ وہ ظاہر ہوا۔ وہ جلوہ افروز ہوا۔ تَجَلَّى سے جس کے معنی ہویدا اور ظاہر ہونے کے ہیں ماضی واحد مذکر غائب۔ باب تفعّل۔

= دَكَّا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کوٹ کر ہموار کرنا۔ دَكَّ سے جس کا معنی ہموار اور نرم زمین کے ہیں۔ چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔ دَكَّ (باب نصر) مصدر۔

= خَرَّ۔ وہ گر پڑا۔ خَرَّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= صَعِقًا۔ بے ہوش۔ صَعِقَ يَصْعَقُ۔ صَعِقَ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

صَعِقَ۔ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ب۔

۱) فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۶۸:۳۹) تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مرجائیں گے۔

(۲) نَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صُحُفَةً مِثْلَ صُحُفَةِ عَادٍ وَتَمُودَ - (۱۳: ۴۱) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔

(۳) دُيِّرَ سِلُّ الصَّوَاعِقِ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (۱۳: ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار ہیں سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی توفضا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے (بجلی کی کڑک) اور کبھی وہ عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔

قتادہ نے یہاں موت کے معنی ہی لئے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں بیہوشی اور غشی مراد ہے (لیکن یہ بھی نیند کی طرح ایک قسم کی موت ہے)

= اَخَاتٌ - وہ ہوش میں آیا۔ اسے افاقہ ہوا۔ افاقۃ سے (باب افعال) نشہ یا غشی کے بعد ہوش آنا۔ یا مرض کے بعد قوت پانا۔ فوق مادہ۔

۱۴۴: ۷ = اصْطَفَيْتُكَ - میں نے تجھ کو امتیاز دیا۔ میں نے تجھ کو برگزیدہ کر دیا۔ میں نے تجھ کو سرفراز کیا۔ اصْطَفَاءُ (افتعال) صَفُوْ مادہ۔ الصَّفَاءُ کے اصل معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا کے ہیں۔ اَلْاِصْطِفَاءُ کے معنی پاک اور صاف چیز کا لے لینا۔ جیسے اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز کا منتخب کر لینا اسی سے ہے المصطفیٰ اور المجتبیٰ۔

۱۴۵: ۷ = اَلَا تَوَاحُ - لَوْحٌ - کی جمع۔ تختیاں۔ (جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی)

= مِنْ كُلِّ شَيْءٍ - کَتَبْنَا کَامَفْعُول

= مَوْعِظَةً (بطور نصیحت کے و تفصیلاً (بطور تفصیل کے)

لِكُلِّ شَيْءٍ - مبدل منہ۔ یعنی ہر وہ شے لکھ دی جس کی بطور نصیحت یا بطور تفصیل بنی اسرائیل کو ضرورت تھی = اَحْسِنَهَا۔ اس کی خوبیوں کو۔

= سَأُرِيكُمْ - میں عنقریب تمہیں دکھاؤں گا۔ سَیَ مستقبل قریب کے لئے۔ اُرِيكُمْ - میں

تم کو دکھاؤں گا۔ اَرَى یُرَى اِدَاءً۔ (افعال) دکھانا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر رای۔ مادہ۔

= دَارَ الْفَاسِقِیْنَ - نافرمانوں کا گھر۔ مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

آخرت کا ٹھکانہ۔ جہنم (مجاہد) جہنم (الحسن و عطار) ملک شام جہاں قرون ماضی کے نافرمانوں کے گھنڈرات ہیں۔ (قتادہ) ملک مصر جہاں فرعون اور اس کی قوم کے گھنڈرات ہیں۔

۱۴۶: ۷ = سَأَصْرِفُ - میں عنقریب پھیر دوں گا۔ فعل با فاعل۔ اَلَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ مَفْعُول

نَا اَلْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ اَلَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ سے حال۔ عَنْ اٰیَاتِیْ متعلق فعل۔ جو لوگ زمین

پر بغیر حق کے تکبر و نخوت سے کام لیتے ہیں عنقریب میں ان کو (اس پاداش میں) اپنی آیات (کی پیروی) سے پھیر دوں گا۔

اور تصرف کیا ہوگی؟ اس کا بیان دَانِ يَتَوَّ اَكْلَ آيَةٍ سَبِيلَ الْغَى يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا میں کیا گیا ہے کہ اگر وہ تمام معجزات و حقائق کو دیکھ بھی لیں تو بھی ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ بھی لیں تو اختیار نہ کریں۔ (اس کے برعکس) اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو جھٹ اپنائیں (وائے محرومی)

= ذٰلِكَ - اشارہ ہے تصرف کی طرف - یعنی یہ تصرف اس لئے ہے کہ بِاَنَّهُمْ غٰفِلِيْنَ - ۱۴۷: ۷ = هَلْ - استفہام انکاری - (نہیں دی جائے گی ان کو جزاء مگر اس فعل کی جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے)

= ۱۴۸: ۷ = اِتَّخَذَ - بنالیا - اختیار کر لیا - پسند کر لیا - ٹھہرا لیا۔

= حُلِيِّہُمْ - ان کے زیورات - ان کے گہنے - حُلِيٌّ حُلًی کی جمع - مضاف مضاف الیہ۔
حُلًی یَحُلًی - (سمع) آراستہ ہونا - حُلًی آراستہ کرنا۔

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا اَسَادِرٌ مِّنْ ذَهَبٍ (۱۸: ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے
= عَجَلًا - گائے کا بچڑا - گو سالہ - جَسَدًا - خون و گوشت رکھنے والا - یا ڈھانچہ بغیر روح کے -
= لَهٗ خَوَادُّ - گائے کی آواز (اس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی)

(جب حضرت موسیٰ میقاتِ رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے تو سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر بچڑے کا سا مجسمہ بنایا۔ جو گائے کی سی آواز نکالتا تھا)
= اِتَّخَذُوْهُ - ای اتخذه الہا۔

= ۱۴۹: ۷ - سَقَطَ - گرادیا گیا۔ (باب نصر) سَقُوْطٌ سے جس کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔

سَقَطَ فِيْ اَيْدِيْہُمْ - محاورہ ہے - جس کے معنی ہیں وہ نادام ہوئے - اصل میں تھا سَقَطَ التَّدْمُ فِيْ اَيْدِيْہُمْ - ندامت ان کے ہاتھوں میں ڈال دی گئی۔

وَلَمَّا سَقَطَ فِيْ اَيْدِيْہُمْ - جب حقیقت پا کر کہ نہ تو وہ عجل بات کر سکتا ہے اور نہ کوئی راہ ہدایت دکھا سکتا ہے - وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔

= ۱۵۰: ۷ = غَضَبَانَ - صیغہ مبالغہ - سخت غضبناک - غضبان وہ شخص جس کے غصہ میں شدت ہو - غَضِبَهُ - وہ شخص جس کو جلد غصہ آجائے۔

= اَسْفًا - مصدر ہے - افسوس کرنا - پچھتاوا - شدید الغضب (شدید غصہ میں) -

حَزِينًا - متأسف -

= بِئْسَمَا - بُرَابُ جو کچھ - بُری ہے وہ چیز - مَا بمعنی شئی کے قیڑ ہے بِئْسَ کے فاعل مضمَر کی -
یا مَا موصولہ ہے بمعنی الذی - اور بِئْسَ کا فاعل ہے -

= خَلَفْتُمُونِي - تم نے میری جانشینی کی - تم نے میرے بعد کیا -

= أَعَجَلْتُمْ - ۱ - استغھامیہ - عَجَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر - تم نے جلدی کی - تم نے جلد بازی کی - هَجَلٌ اور عُجَلَةٌ سے -

= أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ - کیا تم نے اپنا رب کا حکم آنے سے پہلے ہی یہ جلدی کر ڈالی - یعنی میں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کے احکام وصول کرنے کے لئے گیا ہوا تھا تاکہ تمہارے پاس لاؤں اور تم ان احکام کے مطابق عمل کرو - لیکن تم نے اس کا انتظار کئے بغیر اتنی شتابی سے ایک گوسالہ کو خدا بنا ڈالا -

= يَجْرُؤُ - مضارع واحد مذکر غائب - جَرَّ مصدر (باب نصر) ضمیر مفعول اس کو کھینچتے ہوئے
= ابْنُ أُمِّ - یا حَسْرَتِ ندا محذوف - ابْنُ أُمِّ مضاف الیہ کل کر منادی -

یا ابْنُ أُمِّ میں بعض نے میم کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اسل میں ابْنُ أُمِّی تھا - ی کو تخفیفاً ماقط کر دیا گیا - میم کو مفتوح پڑھنے والوں کے نزدیک بھی میم پر فتح زیادۃ تخفیف کی وجہ سے ہے -
= اِسْتَضَعُّوْنِي - انہوں نے مجھے کمزور سمجھا - مضارع جمع مذکر غائب - باب استفعال - ن
رقایہ - ی ضمیر مفعول واحد متکلم -

= لَا تَشِئْتُ بِي - تونہ ہنسا - تونہ خوش کر - الشَّمََاتَةُ کے معنی دشمن کی مصیبت پر خوش ہونے کے ہیں - اَشْمَتَ اللّٰهُ بِهِ الْعَدُوُّ - کے معنی ہیں - اللہ اسے مصیبت پہنچائے جس کے اس کے دشمن خوش ہوں -

فَلَا تَشِئْتُ بِي الْعَدَاةُ - تو ایسا نہ کر کہ دشمن مجھ پر ہنسیں - لَا تَشِئْتُ - فعل ہنسی - واحد مذکر حاضر - اِشْمَاتٌ (افعال) مصدر - حدیث شریف میں ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَشَمَاتَةِ الْعَدَاةِ - اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُری تقدیر سے اور بد بختی سے اور ایسی بات سے جس سے دشمن خوش ہوں

۱۵۲: ۷ - سَيِّئًا لَهُمْ - سَی - مستقبل قریب کے لئے ہے یَنَالُ مضارع واحد مذکر غائب - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - عَنْقَرِبَ ان کو آپہنچے گا - عَنْقَرِبَ ان کو آلیگا نیل - مصدر - نَالَ یَنَالُ (باب سمع)

== الْمُفْتَرِیْنَ - اسم فاعل - جمع مذکر افتراء پرداز - بہتان باندھنے والے - اِفْتَرَاءُ (افتعال) مصدر - فری - مادہ -

اِفْتَرَاءُ کا لفظ صلاح اور فساد دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ ذَمَّ يَشْرِكُ بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا - (۴: ۲۸) جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔ اِنَّ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (۵۰: ۱۱) تم (شرک کر کے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

۱۵۳: ۷ = مِنْ اَبْعَدِهَا - ای مِنْ اَبْعَدِ السَّیِّئَاتِ (من بعد التوبۃ) ہا ضمیر سیئات کے لئے ہے۔

۱۵۴: ۷ = سَكَتَ - وہ بھم گیا۔ اس نے سکوت (خاموشی) اختیار کیا۔ (باب نصر) سَكُوْتُ سے ماضی واحد مذکر غائب - السَّكُوْتُ - سکوت ترکِ کلام کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ سکوت سکون کی بھی ایک قسم ہے۔ اس لئے یہاں اس آیت میں اس کا استعمال بطور استعارہ سکون ہی کے معنوں میں ہوا ہے۔

= نُسَخَتْهَا - نسخہ یعنی کتاب لکھی ہوئی تحریر - مضامین - ان کے مضامین میں رحمت اور ہدایت تھی

= يَزْهَبُونَ - وہ ڈرتے ہیں - مضارع جمع مذکر غائب - رَهَبٌ (باب فتح) سے ۱۵۵: ۷ = اِخْتَارَ قَوْمَهُ - ای اِخْتَارَ مِنْ قَوْمِهِ - اختیار (افتعال) سے اس نے اپنی قوم سے چن لئے۔

= لَمِيقَاتِنَا - ہمارے مقررہ وقت پر - مضاف مضاف الیہ - مِیْقَاتُ اسم ظرف زمان - طے شدہ مقرر شدہ وقت۔

= الرَّجْفَةُ - الزلزلۃ الشدیدۃ - الرَّجْفُ (باب نصر) اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ - زمین زلزلہ سے ہل گئی - بَجُرُ رَجَافٌ - متلاطم سمندر (نیز دیکھو: ۹۱) = مِنْ قَبْلُ - مِنْ بَعْدُ کی ضد ہے۔ قَبْلُ اور بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا۔ یا تو اس پر ضمہ ہوگا۔ یا اس پر دو زبر ہوں گے۔ بَعْدًا -

قرآن مجید میں بَعْدًا استعمال نہیں ہوا ہے۔
= اِنْ هِیَ - میں اِنْ نافیہ ہے۔

== فِتْنَتَكَ - فتنہ مضاف لک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیری آزمائش۔ فتنہ کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیسے ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ۔ (۱۲: ۵۱) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔ یا یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۱۲: ۵۱) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔
 ۱۵۶: ۷ = اِنَّا هَذَا نَالَيْكَ - بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کر لیا ہے۔ هَادٍ يَهْدِي (باب نصر) سے۔ هُدًى نَا۔ ماضی جمع شکم کا صیغہ ہے هَادٍ بمعنی دَجَّعَ ہے۔ اس کا معنی بُدُنًا ہو سکتا ہے ہم (اپنے) کئے پر تائب ہیں۔

== اُصِيبَ بِهِ - جسے میں اس کو دیتا ہوں (جسے میں چاہوں) اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً (انفال) سے مضارع واحد مکمل۔

== سَاكِنَتُهَا لِلَّذِينَ - میں اس کو لکھ دوں گا۔ ضمیر واحد مونث غائب رَحْمَةً کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو مقدر کر دوں گا۔ اسے (رحمت کو ان کی تقدیر میں) لکھ دوں گا۔
 ۱۵۷: ۷ = الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ - الَّذِينَ يَتَّقُونَ کا۔

فَسَاكِنَتُهَا كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ کا ترجمہ ہو گا۔ میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کی قسمت میں لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو پیری کرتے ہیں اس رسول اور نبی امی کی جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے۔ حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزوں کو۔ اور ان پر سے اس بوجھ کو اتارتا ہے (جس میں وہ بے ہوتے ہیں) اور وہ بندش یا زنجیریں کھولتا ہے جنہوں نے ان کو ہکڑ رکھا ہے
 = الرَّسُولُ۔ پیغمبر۔ بھیجا ہوا۔ رِسَالَةٌ سے بردزن فَعُولٌ۔ اور یہ مُرْسَلٌ بروزن مَفْعَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہا گیا ہے۔

== النَّبِيُّ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اصل میں نَبِیٌّ تھا۔ ہمزہ کو یا آء سے بدل کر یا۔ میں مدغم کر دیا گیا۔ نَبِیٌّ ہوا۔ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کے باعث النبی کہا گیا ہے۔

== اَلْاُمِّيَّ - جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّا مِمَّا لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ۔ ہم امی جماعت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا۔ بعض کے نزدیک اُمِّیُّ اُمٌّ کی طرف منسوب ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ

پر ہنا لکھنا نہیں جانتا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔

بعض نے کہا ہے کہ اُمّی۔ اُمّ القُرَی (امک) کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث لقوم بے پڑھے لکھے ہی تھے۔ اس لئے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمّی کہا جانے لگا۔

لفظ اُمّی آپ کے حق میں صفت مدح ہے دوسروں کے حق میں نہیں۔ جس طرح صفت کبر ذات باری تعالیٰ کے لئے صفت مدح ہے اور غیر کے لئے مذہوم۔

= اِصْرَهُمْ۔ ان کے بوجھ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہاں مراد ان سخت احکام سے جو یہودیوں پر عائد تھے۔ اِصْرٌ۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔ دشوار امر۔

= يَضَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَضَعَ مصدر۔ بفتح۔ وہ اتارتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔

= اَلْغُلَّالُ۔ قیدیں۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ زنجیریں۔ غُلّ کی جمع۔ غُلّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔

= اٰمَنُوْا بِہِ۔ میں ۛ ضمیر واحد مذکر غائب الرَّسُوْلُ النَّبِیُّ کی طرف راجع ہے

= عَزَّرُوْہُ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۛ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الرَّسُوْلِ النَّبِیِّ۔

تَعَزَّيْرٌ (تَفْعِيلٌ) سے انہوں نے اس کی تعظیم کی۔ انہوں نے اس کو قوت دی۔ انہوں نے اس کی رفاقت کی۔

= السُّور۔ اِی الْقُرْآنُ الْعَظِیْم۔

آیات ۱۵۶ = ۱۵۷ میں اِنَّا هٰدُنَا اِلَيْكَ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی اور قَالَ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دعا کا جواب شروع ہوا۔

بعض نے یہ جواب آیت ۱۵۷ کے اختتام اَلْمُفْلِحُونَ پر ختم کیا ہے۔ اس صورت میں

آیت ۱۵۷ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نبی امی

ان صفات کا حامل ہوگا جو کہ یَا مُرَبِّ الْمَعْرُوفِ سے لے کر کَانَ عَلَیْہِمْ تک مذکور ہیں۔

اور اس کا مبارک ذکر تورات۔ انجیل اور بھی تک یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں نازل

نہیں ہوئی تھیں، میں ملے گا۔ پس اس نبی امی کی پیروی کا حکم خَالِدِیْنِ اٰمَنُوْا سے لیکر

اُنْزِلَ مَعَهُ تک ارشاد ہوا۔

شروع میں ارشاد ہوا۔ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (اتباع رسول)

اور پھر ارشاد ہوا۔ دَاٰیْتُمْوُا السُّورَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهُ۔ (اتباع القرآن) لہذا یہ اشارہ ہے اتباع

القرآن و اتباع السنتہ کی طرف۔

بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ کی دعا کا جواب آیت ۱۵۶ کے ساتھ ختم ہو گیا اور آیت نمبر ۱۵۷ میں بنی اسرائیل کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے ان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے۔

۱۵۸: ۷ = صَلَّيْتَهُ - کلمات جمع کلمۃ کی - مضاف ۵ ضمیر واحد مذکر غائب (راجع الی اللہ) مضاف الیہ - بمعنی قرآن - یا ما انزل علیہ وعلیٰ سائر الرسل من کتبہ ووحیہ - جو آ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور جو کتابیں یا وحی دوسرے تمام رسولوں پر نازل ہوئیں۔
 ۱۵۹: ۷ = اُمَّةٌ - گروہ - جماعت - نیز اس کے معنی مدت - طریقہ - دین - بھی ہیں - اُمَّةٌ - گروہ - باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے۔

= يَهْدُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - وہ ہدایت کرتے ہیں - هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) هَدَى يَهْدِي -

= وَبِهِ يَعْدِلُونَ - اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتے تھے - ۵ ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔
 يَعْدِلُونَ - عَدَلَ يَعْدِلُ (ضوب) سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔
 ۱۶۰: ۷ = قَطَّعْنَاهُمْ - ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - تَقَطَّعَ مصدر (باب تفعیل) اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں - خواہ اس کا تعلق جائے بصر سے ہو جیسے اجسام وغیرہ یا بصیرت سے ہو جیسے معنوی چیزیں - قرآن میں ہے۔

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاتَّقَعُوا اَيْدِيَهُمَا - (۲۸: ۵) اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو - اور دوسری جگہ ہے۔

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنَ النَّارِ - (۱۹: ۲۲) جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

یہاں اس آیت میں جملہ کا مطلب ہے کہ ہم نے ان کو بانٹ دیا - ہم نے ان کو تقسیم کر دیا۔

= اَسْبَاطًا - سَبَطٌ کی جمع - قبیلے - ایک دادا کی اولاد - ۲ ثنثی عشرۃ کا بدل ہے۔
 = اُمَّةً - فرقے - جماعتیں - امتیں - انواع - اُمَّةٌ کی جمع - ہر وہ جماعت جس میں کہ قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو - اسے اُمت کہا جاتا ہے - موجودہ صورت میں یہ رابطہ مشترک ان کا ایک ہی جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہونا ہے - (نیز ملاحظہ ہو ۱۵۹: ۷) اُمَّةً بدل ہے اَسْبَاطًا سے - یعنی ہم نے بانٹ دیا ان کو بارہ قبیلوں میں - ہر ایک کی الگ الگ جماعت

بنادی گئی۔

== اسْتَسْقَاهُ۔ ماضی دائمہ مذکر غائب ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (باب استفعال) اس سے پانی مانگا۔ سقی مادہ۔ ساقی۔ پلانے والا۔

== اِنْجَسَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْجَسَتْ سے جس کے معنی کسی گاہ۔ عام سے پانی کے بہ نکلنے کے ہیں۔ جَسَّ وَ اِنْجَسَ الْمَاءُ۔ پانی پھوٹ کر بہ نکلا۔ انفجر کا ہم معنی ہے۔ جیسار ۲: ۶۰ میں آیا ہے۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ اس رنگ مقام یعنی پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

== اِنَاسٌ۔ لوگ۔ نَوَسٌ سے ماخوذ ہے۔

== مَشْرِئًا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان۔ پینے کی جگہ۔ چشمہ۔

== ظَلَّلْنَا۔ ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سائبان کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔ ہم نے سایہ کیا (ان پر ابرکام ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ باب تفعیل۔

۱۶۱: ۷ = الْقَرْيَةِ۔ یہاں اور ۲: ۵۸ میں الْقَرْيَةِ سے مراد بیت المقدس ہے

== مِنْهَا۔ ای من اثم القریۃ و نذر وعھا۔ یعنی شہر میں پائے جانے والے بھل وغیرہ حِطَّةٌ۔ ہم بخشش مانگتے ہیں۔ تو ہمارے گناہ جھاڑ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۵۸)

۱۶۲: ۷ = رَجَزًا۔ عذاب۔ بلا۔ عقوبت۔ الرَّجَزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں۔ اسی سے رَجَزَ الْبَعِيرُ۔ جس کے معنی صنعت کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔

۱۶۳: ۷ = الْقَرْيَةِ۔ مدین اور کوہ طور کے درمیان سمندر کے ساحل پر ایک بستی۔ حَاضِرَةُ الْبَحْرِ۔ لب دریا۔ سمندر کے کنارے۔ حَاضِرَةٌ۔ حُضُور سے اسم فاعل ہے۔ مضاف البحر مضاف الیہ۔ بحر سے بحیرۃ قسزم مراد ہے۔

== يَعْدُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عُدُّوَانٌ مصدر۔ باب نصر۔ حدّ شرعی سے تجاوز کر رہے تھے۔ زیادتی کر رہے تھے۔

== السَّبْتِ۔ سنیچر کا دن۔ یوم شنبہ۔ سنیچر کے دن کی تعظیم کرنا۔ کام کاج سے چھٹی کرنا۔ شُرْعًا۔ الشَّرْعُ۔ سیدھا راستہ ہو واضح ہو۔ چنانچہ واضح راستہ کو شُرْعٌ شُرْعٌ شَرِيعَةٌ۔ کہا جاتا ہے پھر استعارہ کے طور پر طریق الہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ شُرْعًا شَارِعٌ کی جمع اسم فاعل ہے۔ شَارِعَةُ الطَّرِيقِ کی جمع شَوَارِعُ آتی ہے

جس کے معنی کھلی سڑک ہے۔ آیہ ہذا میں شُرَعًا کے معنی ہیں کہ (مچھلیاں ان کے سامنے) پانی کے اوپر واضح طور پر آجائیں۔

== لَا يَسْبِتُونَ - جب وہ سینچر نہیں مناتے تھے۔ یعنی جس دن سینچر کا دن نہ ہوتا تھا اور ان کو مچھلیاں کپڑے کی ممانعت نہ ہوتی تھی م مضاوع منفی جمع مذکر غائب۔

== لَا تَأْتِيهِمْ - وہ ان کے سامنے (بے دھڑک اور نمایاں) نہ آتی تھیں

== نَبَلُوهُمْ - مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بَلَاءٌ سے باب نصر۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا

۱۶۴: ۷ = أُمَّةٌ مِنْهُمْ - ان میں سے کا ایک گروہ۔ ایک جماعت۔ سینچر کے دن مچھلیوں کے

شکار نہ کرنے کے متعلق اس بستی کی آبادی تین مختلف الخیال گردہوں میں بٹ گئی۔

ایک گروہ کھلم کھلا نافرمانی کا مرتکب تھا۔ اور بے دھڑک اس روز شکار کرتا تھا۔

دوسرا گروہ خود تو شکار کرنے کے حق میں نہ تھا اور نہ شکار کرتا تھا۔ لیکن شکار کرنے والوں کو روکتا بھی نہ تھا۔

تیسرا گروہ نہ صرف شکار سے اجتناب کرتا تھا بلکہ شکار کرنے والوں کو اس حکم عدولی سے منع بھی کرتا تھا۔

== لِمَ تَعْظُونَ - تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔ وَ عِظٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

یہاں مخاطب تیسرا گروہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور متکلم دوسرا گروہ ہے۔

== مَعَذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ - سوال کا جواب ہے۔ اٰی ان موعظتنا اٰیًا هُمْ مَعَذِرَةٌ

إِلَىٰ رَبِّكُمْ لَا نَالَا مَرًا بِالمعروف والنہی عن المنکر واجب علینا۔ یعنی ہمارا ان کو نصیحت

کرنا اپنے اللہ کے حضور اپنی معذرت کے طور پر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہم پر واجب ہے (ہم اس حکم کی تعمیل میں ایسا کر رہے ہیں)

۱۶۵: ۷ = نَسُوا مَا فِي مَعْرِفٍ جمع مذکر غائب نِسْيَانٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ بھول گئے۔

یعنی انہوں نے چھوڑ دیا (متذکرہ بالا پہلے گروہ کے افراد مراد ہیں)

== بَشِيرٍ - شدید۔ سخت۔ بروزن فعیل۔ بَأْسٌ اور بُؤْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۱۶۶: ۷ = عَتَوْا - انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی۔ سرتابی میں حد سے گذر گئے۔ شرارت

میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عَتَوْا سے۔

== نَهَوْا - نَهَى سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو منع کیا گیا۔

= قِرَدَةً - جمع۔ قِرْدٌ واحد۔ بندر۔ لنگور۔

== خُسَيْنَ - ذیل خوار - خُسًا سے - اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۱۶۷: ۷ = تَأَذَّنَ - اس نے اعلان کیا - اس نے خبر دی - اِذْنٌ سے باب تَفَعَّلَ تَأَذَّنٌ بس سنا دینے کے ہیں - ماضی واحد مذکر غائب -

== لَيَبْعَثَنَّ - مضارع واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقیلہ جواب قسم کے لئے بے بَعَثٌ سے وہ ضرور ہی بھیجے گا -

== يَسُوْهُمُھُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - سَوَّيْتُ مصدر - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - وہ ان کو تکلیف دیتا ہے یا تکلیف دیگا - (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۹ و ۳: ۱۴ -

هُمْ کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے - اس میں علماء میں اختلاف ہے - بعض کے نزدیک یہ ضمیر اس گروہ کے افراد کے لئے جنہوں نے متواتر حکم عدولی کرتے ہوئے سبت کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کیا -

بعض کے نزدیک اس سے مراد پوری یہودی امت ہے -

اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر یہودی مراد ہیں - اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے -

۱۶۸: ۷ = قَطَّعْنٰھُمْ - ملاحظہ ہو - ۱۶۰: ۲۷ - ہم نے ان کو بانٹ دیا - تقسیم کر دیا -

۱۶۹: ۷ = خَلَفَ - وہ جانشین ہوا - وہ پیچھے آیا (باب نصر) اول معنی میں خِلَافَةُ - جانشین ہونا - اور دوسرے معنی میں خَلَفٌ (پیچھے آنا) سے ہے -

= خَلَفٌ - ناخلف - بُرے جانشین - امام بغوی لکھتے ہیں خَلَفٌ اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے قرن کے بعد آتا ہے -

ابن الاعرابی کا قول ہے کہ خَلَفٌ (لام کے زبر کے ساتھ) نیک کے لئے آتا ہے اور خَلَفٌ (لام کے جزم کے ساتھ) بد کے لئے آتا ہے -

= وَرِثُوْا الْكِتٰبَ - جو کتاب الہی (توریت) کے وارث ہوئے یعنی پہلی نسلوں کے بعد اب جن پر اس کتاب الہی پر گامزن رہنا فرض ٹھہرا -

= عَرَضَ - مال و متاع - سامان و اسباب - امام راغب لکھتے ہیں الْعَرَضُ - ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو - ابو عبیدہ کے نزدیک جملہ متاع دنیا اس میں شامل ہے - یہ جو بولا جاتا

ہے الدنیا عرض حاضر - (کہ دنیا تو پیش افتادہ سامان کا نام ہے) یہ بھی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لئے ہے - قرآن مجید میں ہے تَرْبِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ

بُرَيْدُ الْاُخْرَىٰ (۶۷:۸) تم لوگ ہمیشہ افتادہ ساز و سامان کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت کی مہلاتی چاہتا ہے۔

= اَدْنٰی۔ زیادہ نزدیک (مذکر کے لئے بولا جاتا ہے) دَاۤیِّنِ دَدْنِی کا اسم تفضیل ہے دُنْیَا (مؤنث ہے) یہاں یہ لفظ دنیا کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

یَا خُذْ دُونَ عَرَضٍ هَٰذَا الْاَدْنٰی۔ وہ اس دنیا کا مال و دولت لیتے ہیں۔

= سَيُخَفِّرُ لَنَا۔ وہ ہمیں ضرور بخش دیا جائیگا۔ یعنی جو یہ مال حلال و حرام ہم حاصل کر رہے ہیں اس کا ہم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

= وَاِنْ يَّاتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُہٗ۔ واد حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بجائے حرام مال کے ہتھیانے پر توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کے ویسے ہی طریقہ کا مزید مال حاصل کرنے پر مصر ہیں۔

= مِثَاقُ الْكِتَابِ۔ ای الميثاق المذكور فی الكتاب۔ وہ وعدہ جو کتاب (تورات) میں مذکور ہے یعنی اَنْ لَا يَقُولُوْا عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔

= دَرَسُوْا۔ انہوں نے پڑھا۔ دَرَسٌ اور دَرَسَةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

= مَا فِیْہِ۔ میں ہضمیر واحد مذکر غائب۔ الكتاب کی طرف راجع ہے

۱۷۰:۷ = یُمْسِكُوْنَ۔ جمع مذکر غائب تَمْسِکٌ باب تفعّل سے۔ وہ پکڑے ہوئے ہیں وہ پابند ہیں۔ اِمْسَاکُ الشَّیْءِ کے معنی کسی چیز سے چپٹ جانا۔ اور اس کی حفاظت کرنے کے ہیں۔

۱۷۱:۷ = نَتَقْنَا۔ ماضی جمع مشکلم نَتَقٌ سے (باب نصر) ہم نے اٹھایا۔ ریوٹی، ہم نے اکھاڑ دیا (بغوی)، ہم نے معلق کر دیا (فراء) نَتَقٌ (باب ضرب و نصر) کھینچنا۔ ہلانا۔ بات کہنا کسی چیز کو کھینچنا اور ہلانا اس طرح کہ وہ ڈھیلی پڑ جائے (راغب)

لسان العرب میں ہے کہ النقی۔ الزعزعة۔ والہز والجدب والنقص یعنی نق کا معنی جھٹکا دینا۔ زور سے ہلانا۔ کھینچنا اور جھاڑنا ہے۔ جب پہاڑ میں زلزلہ آتا ہے تو یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور جو لوگ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوتے ہیں انہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ان پر ابھی گرا چاہتا ہے۔ اس قسم کی صورت حال سے بنی اسرائیل کو دوچار کر دیا گیا۔

= ظُلَّةٌ۔ سائبان کی طرح سایہ دار بدلی۔ پھر ہر چیز پر جو سائبان کی طرح چھا جانوالی ہو اس پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَ اِذَا غَشِیَتْہُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلُلِ (۳۱:۳۲) جب (بادلوں کی طرح) سمندر کی بڑی بڑی موجیں انہیں ڈھانپ لیتی ہیں۔

= الْجَبَل سے مراد کوہ طور ہے۔

= قَاقِعٌ۔ گر پڑنے والا۔ دَقْعٌ سے (باب فتح) اسم فاعل واحد مذکر۔

= خَذُوا۔ قُلْنَا لَهُمْ خُذُوا

= مَا آتَيْنَاكُمْ۔ یعنی تورات۔

۱۷۲: ۷ = ظُفُورِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ظُفُورٌ۔ ظُفُور کی جمع ہے پیٹھیں پشتیں۔ نسلیں۔

= ذُرِّيَّةٌ۔ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن میں آیا ہے ذُرِّيَّةَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ (۳۴: ۳) ان میں سے بعض بعض کی اولاد ذُرِّيَّةٌ کے اصل کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱)۔ بعض کے نزدیک یہ ذُرَّاءُ اللہ الخلق سے ہے یعنی اصل میں مہموز اللام ہے مگر کثرت استعمال کے سبب دَوْنَهُ ذُرِّيَّةٌ کی طرح ہمزہ کو ترک کر دیا گیا۔ اور ذُرِّيَّةٌ ہو گیا۔ (سادہ ذہن)

(۲)۔ بعض کے نزدیک یہ اصل میں ذُرْوِيَّةٌ بروزن فُعْلِيَّةٌ تھا اور ذُرٌّ (ذہر) سے مشتق ہے جیسے قُرِّيَّةٌ قَرَّ سے۔

(۳) کہ آیت کریمہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَحَّمَ (۷۹: ۷) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے میں ذَرَأْنَا ذَرَيْتُ الْجَنَّةَ (گیہوں کو ہوا میں صاف کرنا) سے مشتق ہے۔ اس صورت میں مادہ ذہر ہے = وَإِذَا خَذَ..... ذُرِّيَّتَهُمْ۔ میں مِنْ ظُفُورِهِمْ بدل ہے مِنْ ابْنِي آدَمَ کا اور ذُرِّيَّتَهُمْ (مضاف مضاف الیہ) مفعول ہے اخذ کا۔

ترجمہ:- اور جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ (یعنی اپنے رو برو لا حاضر کیا)

= أَشْهَدَهُمْ۔ اس نے ان کو گواہ بنایا۔ اس نے ان کی شہادت لی۔

= اَنْ تَقُولُوا عَم غَفِلِينَ۔ یہ جملہ مفعول لئے ہے فَعَلْنَا ذَلِكَ کا جو محذوف ہے۔

۱۷۳: ۷ = اَوْ تَقُولُوا۔ عطف ہے اَنْ تَقُولُوا۔ (آیہ سابقہ پر)

= أَفْتَهْلِكُنَا۔ الف لام استفہام کے لئے ہے۔ تَهْلِكُ مضارع واحد مذکر حاضر نا فیمر مفعول جمع متکلم کیا تو ہمیں ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

مُبْطِلُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو۔ جھوٹے۔ اہل باطل
۱۷۵۔ اُتْلُ۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔ تِلَاوَةٌ سے جس کے معنی پڑھنے۔ تلاوت کرنے اور معنی
تدبیر کرنے کے ہیں۔ امر واحد مذکر حاضر۔ خطاب حضرت رسول کریم سے ہے۔
نَبَأٌ خَر۔ حال۔ نَبَأٌ الَّذِي حال اس شخص کا۔

بُنِيَ اٰيَتِنَا۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دیں۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیوں کا علم دیا۔
فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ وہ چھوڑ نکلا۔ وہ گزر گیا۔ اَنْسَلَخَ کے اصل معنی ہیں کھال کھینچنا۔ (باب انفعال)
معاورہ ہے سَدَخَتْهُ فَاَنْسَلَخَ۔ میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھینچ گئی۔ اسی سے ہے سَلَخْتُ
عَهُ۔ میں نے اس کی زرہ کھینچی یعنی اتار لی۔ گزر جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے فَاِذَا اَنْسَلَخَ
شَهْرُ الْحَرَمِ (۵: ۹) جب حرمت کے مہینے گزر جائیں۔ سانپ کی کچلی اتار دینے کو عرب میں
نہیں انساخت الحیة من جلدھا (سانپ اپنی جلد سے نکل گیا) پس فانسَلَخَ منها کا یہ
ملب ہوا کہ۔ اس شخص نے ان آیات و ہدایات کو چھوڑ دیا۔ اور گمراہی میں چلا گیا۔
اَتَّبَعَهُ۔ وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔

عَوْنِيَّتَا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاوِيٌّ واحد۔ گمراہ۔ رنج رو۔
بُہّا۔ میں ضمیر اٰيَتِنَا کی طرف راجع ہے۔

اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ۔ اے مال الی الدنیا درغیب فیہا۔ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا
اس کی رغبت اس میں رتج لیس گئی۔
تَحْمِلُ عَلَيْهِ۔ تو اس پر حملہ کرے۔

يَلْهَتْ۔ ہانپنا۔ زبان باہر نکالنا۔ و ذربان باہر نکال دیتا ہے (باب فتح) لَهَتْ وَلَهَاتٌ۔
وغیرہ کا عاجزی اور پیاس سے زبان باہر نکالنا۔ لَهَاتٌ۔ پیاس کی گرمی۔ موت کی سختی۔ باب
ح۔ پیاسا ہونا۔ لَهَاتٌ پیاس۔ التھات (باب افتعال) پیاس و تکان وغیرہ سے زبان باہر نکال
نا۔

۱۷۷۔ سَاءَ مَثَلَانِ الْقَوْمِ۔ میں مَثَلًا تمیز ہے۔ یعنی مثال کے لحاظ سے بُری ہے وہ قوم۔
۱۷۸۔ الْمُهْتَدِيُّ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ معرفہ۔ ہدایت یاب۔
وَمَنْ يُضِلُّ۔ اے ومن يُضِلُّ اللہ۔ اور جن کو اللہ گمراہ کر دے۔
۱۷۹۔ ذَرْنَا۔ ہم نے پیدا کیا۔ ماضی جمع متکلم۔
لِجَهَنَّمَ۔ میں لام عاقبت کا ہے۔ غایت کا نہیں۔ یعنی ان کو پیدا کرنے کی غایت ان کو جہنم میں

ڈالنے کی نہ تھی۔ بلکہ اپنے کفر و نافرمانی کے انجام کے طور پر وہ جہنمی بن گئے۔

قرآن میں اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ مثلاً فَانْقَطَعَتْ اِلٰی فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَرَزًا۔ پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھایا تاکہ بڑا ہو کر وہ ان کا دشمن بنے اور باعثِ زحمت ہو۔ تو یہاں انہوں نے اس نیت اور اس غرض کے لئے نہیں اٹھایا تھا کہ واقعی ان کا دشمن نکلے۔ بلکہ ان کی نیت اور مقصد تو یہ تھا کہ جب یہ بڑا ہو گا۔ تو ہمارے کام آئیگا لیکن ان کے اٹھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انجام کار وہی موسیٰؑ ان کی اور فرعون کی بربادی کا باعث بنا۔

۱۸۰:۴ = ذُرِّيَّةٌۭ ۙ تَمْ جھوڑو، اَوْدَدُۥ سے امر۔ جمع مذکر حاضر

= يُلْحِدُونَ۔ الْحَادُّ مصدر۔ وہ کجراہی کرتے ہیں۔ وہ غلط نسبت کرتے ہیں۔ الحاد کا معنی سیدھی راہ سے منہ موڑنا۔

يُلْحِدُونَ فِيْ اَسْمَانِهٖ۔ جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں یعنی اس کے اسماء الحسنیٰ کا اطلاق اس کے سوا کسی غیر پر کرتے ہیں جیسے سیدہ کذاب کے پیروکار اس کو رحمن میاں کہہ کر تے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارنا جو اس نے اپنے لئے نہیں رکھے۔ یا جو اس کی شان کے شایان نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کو يَادَفِيقُ کہہ کر پکارنا وغیرہ۔ لَحْدٌ۔ بغلی قبر ۱۸۱:۴ = يَعْدِلُونَ۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ بہ میں ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔ ۱۸۲:۴ = سَنَسْتَدْرِجُهُمْ۔ استدراج (استفعال) سے۔ اس کے معانی شمارنے مختلف پہلوؤں سے کئے ہیں لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں۔

- (۱) ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں (مولانا مٹھانوی)
- (۲) استدراج کے معنی ہیں مخفی طریقہ سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا۔ (معالم)
- (۳) ہم ان کے ساتھ ایسی تدبیریں کرنے والے ہیں جن کا ان کو پتہ بھی نہ ہو۔ (عطار)
- (۴) ہم ان کے اعمال کو ان کی نظریں پسندیدہ بنا دیں گے پھر ان کو ہلاک کر دیں گے (کلبی)
- (۵) جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو جدید نعمت بخشتے ہیں۔ (ضحاک)
- (۶) ہم ان پر اپنی نعمتوں کو بہاتے ہیں۔ لیکن شکر ادا کرنا فراموش کر دیتے ہیں (سفیان)
- (۷) ہم ان کو آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو۔ (کرم شاہ)

دَرَجَاتٍۭ زَرِيۡنَہٗ کی بیڑھیاں تَدْرُجُ درجہ بدرجہ چڑھنا۔

(۸) ہم قَلِيلًا قَلِيْلًا ہلاکت کی طرف لیجائیں گے۔ (مظہری)

= مِنْ حِيۡثُ لَا يَعْلَمُوۡنَ۔ اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو گا۔

= اُمِّلَیْ - میں ڈھیل دوں گا۔ میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ اِمْلَاءُ (اِفْعَالُ) جس کے نئی مہلت میں ڈالنے۔ ڈھیل دینے۔ اور لمبی لمبی امیدیں دلانے کے ہیں۔ مضارع احد متکلم۔

= کَیْدِی - میری تدبیر۔ کَیْدُ ہر اچھی یا بُری تدبیر کو کہتے ہیں قرآن حکیم میں اس کا استعمال بطور رست ہوا ہے وہاں اس کے مذموم معنی مراد ہیں جہاں بھی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے رد معنی مراد ہیں۔ حُسن تدبیر۔

= مَتِّیْنُ - سیغہ صفت مشبہ - مضبوط۔ محکم۔ ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو متن کہتے ہیں۔ اس سے مَتَّنُ فعل بنایا گیا۔ مَتَّنَ اس کی پشت قوی اور مضبوط ہو گئی۔ اس کے اعضائے نت اور مضبوط ہو گئے۔ مَتِّیْنُ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال سے متین کا معنی قوی محکم ہو گیا۔ متانت۔ مضبوطی۔ سنجیدگی۔

۱۸۴:- جَنَّةٌ - جنوں۔ سودا۔ دیوانگی۔ جَنُّ سے مشتق ہے چونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی ہے اس لئے اسے جَنَّةٌ کہتے ہیں۔

= اِنْ هُوَ یَسْئَلُکُمْ عَنْ اَنْفُسِکُمْ

۱۸۵ = مَلْکُوتٌ - مَلْکُ فعل مبالغہ کے لئے تَا بڑھادی گئی ہے۔

مدارِ کامل۔ غلبہ تامہ۔ حکومت حقیقیہ۔ بقول راعب ملکوت اللہ کی بادشاہی و حکومت کے خاص ہے۔

= اِخْتَرَبَ - وہ قریب آگئی۔ اِخْتَرَابٌ (اِفْتِعَالُ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَجَلُهُمْ - ان کی مدت مقررہ۔ ان کی موت۔

اَدَلُّکُمْ یَنْظُرُکُمْ میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ملکوت ارض و سماء۔

مختلف النوع مخلوق جو اس ارض و سما میں ہے۔

اجل کا کسی وقت بھی آگنا۔

بَعْدَہُ میں ہُ ضمیر (واحد مذکر غائب) قرآن کی طرف راجع ہے۔

۱۸۶ = یَدَاہُمُ - وہ چھوڑ دیتا ہے ان کو۔ وَذُرُّہُ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمُ

مفعول جمع مذکر غائب

طَغْيًا نِہِمٌ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔ سرکشی، نافرمانی۔

= يَعْهَوْنَ - وہ سرگردان و گمراہ پھرتے ہیں - عَمَهُ - مصدر - (باب فتح - سمع) عَمَهُ نَگَرِ
عَمَهُ - عَامَهُ - سرگردان و حیران - متردد -

۱۸۷: ۷ = آيَانَ - کب - مَتَى کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے آ
ہوتا ہے - ۱

بعض اس کی اصل آتَى اَدَانِ بمعنی کو نسا وقت - بتاتے ہیں - الف کو حذف کر کے داؤ
یا کیا گیا پھر اس یاء کو آتَى کی یاء میں مدغم کیا گیا - آيَانَ ہو گیا -

= مَوْسَمًا - مَوْسَا مضاف ہا مضاف الیہ - (مصدر مہمی ہے) مَظْهَرًا - جہان - مادہ د
ہے دَسَايُؤُ سُو (نصر) مَظْهَرًا - جگہ پر جم جانا - اس سے مصدر مہمی مَوْسَا آتا ہے لیکن ثلاثی مز
میں باب افعال سے اِدْسَاءُ مصدر - اور مصدر مہمی مَوْسَا آتا ہے - مَظْهَرًا - جہان - کشتی
لنگر انداز ہونا -

آيَانَ مَوْسَمًا - اس کا وقوع کب ہوگا -

= لَا يُجَلِّيْهَا - مضارع منفی واحد مذکر غائب ہا صمیر واحد مؤنث غائب (تَجْلِيَةٌ) لَا
مصدر - اس کو نمودار نہیں کرے گا - لَا يُجَلِّيْهَا لَوَقْتِهَا - اَيُّ لَا يُظْهِرُ لَوَقْتِهَا الْمَعِينِ اِ
اللّٰهُ - وَلَا يَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِكَ غَيْرُهُ - اس کا وقت معین وہی ظاہر کر سکتا ہے - بتا سکتا -
اور کسی اس کے سوا قدرت نہیں ہے -

= ثَقَلْتُ - (باب کرم) ثَقُلْتُ مصدر - وہ بھاری ہوئی - ماضی بمعنی مضارع - وہ بھا
ہو گی - حَسَنُ کہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض و سما پر بہت بھاری گزرے گی
(بوجہ متعدد اسباب کے کہ آسمان پھٹ جائیں گے - ستارے ٹوٹ پڑیں گے - پہاڑ
جائیں گے - زمین متزلزل ہو جائے گی - وغیرہ وغیرہ -

= بَفْتَةٍ - اک دم - اچانک - یکایک - اَنَّا فَنَآ

= حَفِيٌّ - باخبر - جو تحقیق و تدقیق کر چکا ہو - بڑا مہربان - متلاشی - محقق -

كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا - اس میں تقدیم و تاخیر ہے - تقدیر کلام یوں ہے يَسْأَلُونَكَ
كَأَنَّكَ حَفِيٌّ بِهِمْ - وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو -

یا وہ تم سے اس انداز میں پوچھتے ہیں کہ تاسخ و قوع سے تم واقف ہو - یا تم اس کی خور
تحقیق کر چکے ہو -

۱۸۸: ۷ = لَا اسْتَكْثَرْتُ - میں ضرور بہت جمع کر لیتا - اسْتَكْثَرْتُ (اسْتَفْعَالُ) سے جب

معنی کسی چیز کو کثیر سمجھنے یا کسی کام کو بہت زیادہ کرنے کے ہیں۔

یہاں اگر غیب سے مراد وقت موت لیا جائے تو لَا سَتَكُنُ تَوْتًا کا مطلب ہوگا کہ میں بہت نیکیاں جمع کر لیتا ہوں صلح کر کے اور اعمال سوء سے اجتناب کر کے۔

اور اگر عام معنی لئے جاویں تو مطلب ہوگا کہ نقصان سے بچتے ہوئے اور نفع کو اختیار کرتے ہوئے میں بہت کچھ جمع کر لیتا۔ اور ایذا وغیرہ سے بچ جاتا۔

۱۸۹: ۷ = دَذَبَهَا۔ اس (مَوْت) کا جوڑا۔ یعنی خاوند۔ اور دَذَبَهَا اس (مذکر) کا جوڑا۔ یعنی اس کی بیوی۔ گویا زوج کا مطلب ہوا بالمقابل صنف سے ساتھی۔

= لَيْسَ كُنَّ تاکہ تسکین پائے۔ اطمینان حاصل کرے۔ اس میں فاعل نَفْسٌ ہے جو کہ مَوْتٌ استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں صیغہ مذکر کا لایا گیا نَفْسٌ کے معنی کے لحاظ سے کیونکہ اس سے مراد یہاں آدم (مرد) ہے۔ اور اسی مناسبت سے زوج کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد بیوی ہے = تَغَشَّاهَا۔ اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانکا۔ کنایہ "اس مرد نے اس عورت سے ہمبستری کی۔ تَغَشَّى الْمَرْأَةَ۔ وہ عورت کے پاس گیا (اس سے مجامعت کی) غَشَادَةٌ سے پردہ جس سے کوئی شے ڈھانپ دی جائے۔

= خَمَرَتْ بِهِ۔ میں ۶ ضمیر واحد مذکر غائب حَصَلًا کی طرف راجع ہے وہ اس حمل کو لئے پھرتی ہے = دَعَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب (اگرچہ تثنیہ میں ایک مرد اور ایک عورت شامل ہیں لیکن مرد کی جنس کے غلبہ کی وجہ سے تثنیہ مذکر لایا گیا) ان دونوں نے پکارا۔ ان دونوں نے دعا کی۔ ۱۹۱: ۷ = مَا لَا يَخْلُقُ۔ میں ما موصولہ ہے۔

لَا يَخْلُقُ۔ اور هُمْ يَخْلُقُونَ میں دونوں ضمیروں کا مرجع ما موصولہ ہے۔ لیکن يَخْلُقُ میں هُوَ (مستتر) ضمیر واحد ہے اور يَخْلُقُونَ میں هُمْ ضمیر جمع ہے اس کی توضیح علماء نے یوں کی ہے کہ ما موصولہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ لفظی اعتبار سے وہ واحد ہے اور لَا يَخْلُقُ میں اس کی اسی حیثیت کو معتبر رکھا گیا ہے۔ اور معنوی لحاظ سے جمع ہے اور هُمْ يَخْلُقُونَ میں اسی معنوی حیثیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے دوسری بات جو یہاں غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ شرکار سے یہاں مراد بت ہیں۔ اور وہ بے جان تھے قاعدہ کے مطابق تو ان کے لئے ضمیر مَوْنَتٌ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن یہاں جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ ان کے متعلق یہ تھا کہ یہ بت عقل و حیات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کا ذکر کیا گیا

۱۹۲: ۷ = لَا يَسْتَطِيعُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ (باب استفعال) وہ استطاعت

نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ طَوُّعُ مادہ۔
 = لَہُمُ میں ضمیر ہُمُ کا مرجع مشرکین ہیں اور اَنفُسُہُمُ میں ضمیر ہُمُ وہ بُریت ہیں جن کو مشرکین
 نے اللہ کا شریک بنایا ہوا تھا۔

۱۹۳: ۷ = تَدْعُوہُمْ۔ تم ان کو پکارتے ہو۔ تم ان کو بلاتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں
 تَدْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ ہُمُ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام و
 اوثان کے لئے ہے۔

= اِنْ تَدْعُوہُمْ اِلَى الْہُدٰی لَا یَتَّبِعُوْکُمْ۔ اِی اِلٰی مَا هُوَ ہدٰی و رشا دوا لی
 اِنْ یُہْدُوْکُمْ وَالْمَعْنٰی وَاَنْ تَطْلُبُوْا مِنْہُمْ کَمَا تَطْلُبُوْنَ مِنْ اللّٰہِ الْخَیْرِ وَالْہِدٰی لَا
 یَتَّبِعُوْکُمْ اِلٰی مَرَادِکُمْ وَطَلَبَتْکُمْ وَلَا یَجِیْبُوْکُمْ کَمَا یَجِیْبُکُمُ اللّٰہُ اِلٰی الْہِدٰی۔
 رشد و ہدایت کی طرف اس واسطے کہ تمہیں راہ ہدایت دکھائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے خیر و ہدایت کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیر و ہدایت
 کی دعا کرتے ہو تو جس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری پکار کو سن کر پورا کرتا ہے یہ تمہاری مراد یا طلب کو پورا نہیں
 کر سکتے۔

یا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے اگر تم ان کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں
 = اَدْعُوْهُمُوْہُمْ۔ خواہ تم ان کو پکارو۔ اِنْ کُوْدَعُوْتَ لَہُمْ دَعْوَتُکُمْ۔ دُعَاءُ سے ماضی جمع
 مذکر حاضر۔ وَاِذَا اشْبَاعُ کَاہِ ہُمُ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام کے لئے ہے۔
 = صَامِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خاموش۔ چپ۔ صَمْتُ سے جس کے معنی خاموش
 ہونے کے ہیں۔ صَمْتُ یَصْمُتُ۔ (نَصَرَ) خاموش رہنا۔ ناطق کی ضد ہے۔
 ۱۹۴: ۷ = تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو۔ اِی تعبدون۔ (جن کی) تم عبادت کرتے ہو۔ وَتَسْمُوْنَ
 الْہٰتَہُ۔ جنہیں تم الہ کا نام دیتے ہو۔

= عِبَادُ امْثَالِکُمْ۔ تم ہی جیسے بندے۔ بت اگرچہ پتھر اور لکڑی کے بے ہمان مجسمے ہو کرتے
 تھے ان کو تمہارے جیسے بندے کہنا وجوہ ذیل کی بنا پر ہو سکتا ہے۔
 رام مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق
 ان سے بات کی گئی۔

۱۹۵: ۱ یہ الفاظ بطور استہزار استعمال کئے گئے ہیں کہ اے عقل کے دشمنو! اگر تمہاری بات کو مان بھی
 لیا جائے کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح کے انسان ہی

ہوں گے۔ تو پھر اپنے جیسے انسان کی بندگی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنا کہاں کی دانشمندی؟
(۳) بتوں کو عباد کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بھی تمہاری طرح اس کے ملوک ہی ہیں۔ جس طرح تم مخلوق ہو اس طرح پر یہ بھی مخلوق ہیں۔

== فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ پس پکار دیکھو ان کو، انہیں چاہئے کہ تمہاری پکار کو قبول کریں
اگر تم اپنے اعتقاد پر سچے ہو (لیکن بھلا یہ ایسا کرتے ہیں ہرگز نہیں؟)
۱۹۵:۴ = قُلْ اٰی قُلْ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== کَیْنِدُؤْنِ - میرے خلاف تدبیریں کر لو۔ میرے خلاف سازش کر لو، تم سب اور تمہارے شرکا،

== فَلَا تَنْظُرُوْنَ - تم مجھے ڈھیل مت دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ اِنْظَارُ (اِفْعَالُ) سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہی ضمیر واحد متکلم۔ محذوف ہے۔

(یعنی تم جو یہ دھمکی دیتے ہو کہ تمہارے بت اگر ناراض ہو گئے تو میری خیر نہیں تو بلا لو اپنے ان شرکا کو۔ اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر میرے خلاف جو سازش چاہو تیار کر لو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ مجھے اللہ کی حمایت پر یقین ہے

۱۹۶:۴ = دَلِیْ - میرا حمایتی۔ میرا مددگار۔ میرا ناصر۔

== اَلْكِتَابِ - القرآن

== یَتَوَلَّیْ - جو مدد کرتا ہے۔ جو دوست رکھتا ہے۔

۱۹۸:۴ = فَإِنْ تَذَعُوهُمْ اِلَی الْهُدَیْ - ملاحظہ ہو (۱۹۳:۴)

اگر یہاں ہم کی ضمیر مشرکون کی طرف راجع ہے جیسا کہ الحسن کا قول ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ اگر تم ان (مشرکین) کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ نہیں سنیں گے اور تو ان کو دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن کچھ دیکھ پا نہیں رہے (یونہی بھٹی بھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں پکار کو سمجھ نہیں رہے)

لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک ہم کی ضمیر کا مرجع وہ اسام و اوثان ہیں جن کو مشرکین اللہ کے شریک ٹھہرا رہے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ (یا ہدایت کے لئے بلاؤ) تو اپنی مصنوعی آنکھوں سے معلوم دیں گے کہ دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس قابل ہی نہیں کہ دیکھ سکیں۔

یہ مضمون آیت ۱ کے بعد دوبارہ لایا گیا ہے کہ ان بتوں کی لاچارگی اور بے بسی ان کے

ذہن نشین کرائی جائے

۱۹۹: ۷ = خُذْ - تو کپڑ - تولے - تو اختیار کر - اخْذُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر -

= اَلْعَفْوُ - آسان - حاجت سے زیادہ - معاف کر دینا - عَفَا يَعْفُو ۱ - (باب نصر) کا مصدر اور اسم بھی ہے - عربی میں کہتے ہیں خُذْ مَا عَفَا لَكَ جو تمہیں آسانی بغیر مشقت کے ملے وہ لے لو -

اور قرآن میں ہے وَلَيْسَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوُ (۲۱۹: ۲) (اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا مال خرچ کریں - تو ان سے کہہ دو جو تمہاری حاجت سے زیادہ (جس کے خرچ سے تمہیں تکلیف نہ ہو) اور معاف و درگزر کرنے کے معنوں میں قرآن میں اکثر استعمال ہوا ہے - اللہ تعالیٰ کے اسمِ حسنیٰ میں سے عَفُوٌّ ہے - اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴۲۳) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے -

اور ثَمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ (۵۲: ۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا -

اور مِنْ عَفَادٍ اَصْلَحَ (۴۲: ۴۰) مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کر لے - آئینہ میں معاف کرنے اور درگزر کرنے کے معنی ہیں

= اَلْعُرْفُ - عُرْفٌ بُرُوزٌ فَعْلٌ اسم ہے مَعْرُوفٌ کے معنوں میں - پسندیدہ کام - نیک کام نیکی - مَعْرُوفٌ - ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جو کہ اس کی خوبی شریعت یا عقل سے ثابت ہو - مُشْكُوٌّ کی ضد ہے جس سے مراد ہر وہ بات جو شریعت و عقل کی رو سے بُری سمجھی جائے -

= اَعْرِضْ - تو منہ پھیر لے - تو کنارہ کش ہو جا - اِعْرَاضٌ سے امر واحد مذکر حاضر -

۲۰۰: ۷ = اِمَّا - اِنَّ شرطیہ اور ما زائدہ سے مرکب ہے - اگر - یا - ملاحظہ ہو ۷: ۱۱۵ -

= يَنْزَعُ عَنْكَ - مضارع واحد مذکر غائب بالون ثقیلہ نَزَعَ سے لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَزَعَ کے معنی ہیں انگلیوں کے پوروں سے کسی کو گد گدانا - کسی کو برائی پر اکسانا - اور کسی گناہ پر آمادہ کرنا - النزع الضرب برؤس الاصلع والمراد ههنا التحريك الى الشر والاعواء والوسوسة (منظہری)

المفردات میں ہے النَزْعُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونا -

مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ اِخْوَتِي (۱۰۰: ۱۲) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا -

یہاں بمعنی دوسوہ میں ڈالے - برائی پر اکسائے -

== فَاسْتَعِذْ - تو پناہ مانگ - استعاذۃ (استفعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
 ۲۰۱: ۴ = مَشَهُمْ - مَسَّ يَمُسُّ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو چھو جائے۔ وہ ان کو پہنچائے، وہ ان کو لگ جائے۔ کبھی اس سے مراد قربت منفی (جماع) بھی ہوتی ہے۔ مَثَلًا ذَانِ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ (۲۳۴: ۲) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔ لازم اور متعدی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

= طُفْتُ - دسوسہ - خطرہ - پھر جانے والا - پھیرے والا - پہلے معنی مجازی ہیں۔ اور دوسرے حقیقی طُفْتُ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ طَوْفٌ کے معنی کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ قرآن میں ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا (۱۵۸: ۲) اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے، اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں، اسی طرح جو شخص گھروں کے گرد اگر دھفاٹے کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے اسے طائف کہتے ہیں۔ اور اسی سے جن۔ خیال۔ حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ طائف بولتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اِذَا مَسَّهُمْ طُفْتُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی دسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ یا جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر۔ یعنی جو شیطان انسان پر چکر کاٹتا رہتا ہے اور اس کو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا دسوسہ اور خطرہ اتر کر گیا۔
 اور فطافَ عَلَيْهَا طُفْتُ مِّنْ ذَيْكَ (۱۹: ۶۸) پھر پھیرا گیا اس پر کوئی پھیرا کرنے والا میرے رب کی طرف سے۔ یعنی اس پر آفت پھر گئی۔

= تَذَكَّرُوا۔ تَذَكَّرُ (باب تفعّل) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چونک گئے۔ انہوں نے یاد کیا۔ (ما امر اللہ بہ ونہی عنہ جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا تھا اور جس سے اس نے منع فرمایا ہوا تھا) یادہ پاگئے۔ سمجھ گئے۔ شیطان کے دسوسہ کو اور اس کی چال کو۔
 = مُبْصِرُونَ (توفوراً) ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ حقیقت کو جان گئے۔

۲۰۲: ۴ = اِخْوَانُهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الشیاطین کی طرف راجع ہے۔ ماقبل میں اگرچہ الشیطان (مفرد) استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد جنس شیطان ہے اس لئے یہاں ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ یعنی اخوان الشیاطین۔ وہ گروہ جو متفقین کے متضاد ہے
 = يَمْدُدُونَهُمْ۔ يَمْدُدُ كَفَاعِلِ الشیاطین ہے اور ہم ضمیر کا مرجع اِخْوَانُهُمْ (اخوان الشیاطین) ہے
 = اَخْتِ۔ اسم فعل۔ گرا ہی۔ بدراہی۔ غدی مادہ۔

= ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ۔ (انہیں پھر گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے) مضارع منفی جمع مذکر غائب

(باب انعال) اِئْتَادُ سے وہ باز نہیں ہتے۔ وہ کمی نہیں کرتے۔ وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ اَقْصَوْ عَنِ الشَّيْءِ کے معنی ہیں وہ اس چیز سے رُک گیا۔

۲۰۳: ۷ = لَمْ تَأْتِهِمْ۔ تو نہیں لاتا ان کے پاس۔ نفی تجدد بلم۔ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔
= لَوْلَا۔ کیوں نہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ۲۲۳: ۶۔

= اِجْتَبَيْتَهَا۔ جَبَى (ضَرَبَ) جَبَى الْمَاءَ فِي الْحَوْضِ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ بڑے حوض کو جَابِيَةٌ کہتے ہیں اور اس کی جمع جَوَابِ ہے قرآن میں ہے وَجِفَانِ كَالْجَوَابِ (۱۳: ۳۴) اور (ایسے) لگن جیسے بڑے بڑے حوض۔ باب افتعال سے اِجْتَبَاءُ۔ انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ جیسے اَلْمُجْتَبَىٰ منتخب شدہ۔ برگزیدہ۔

آیت نہ ایں اِجْتَبَيْتَ بِمَعْنَى اِخْتَرْتَ وَاخْلَقْتَ کے ہے کیوں نہیں تم خود گھڑ لیتے۔ کیوں نہیں تم خود بنا لیتے۔ کیوں نہیں تم خود اختراع کر لیتے۔ (جیسا کہ بقول کافرین کے وہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کو از خود گھڑ کر پیش کرتے تھے)
ہا ضمیر کا مرجع آیت ہے۔

= اَتَّبِعُ۔ میں اتباع کرتا ہوں اِتِّبَاعُ (افتعال) مضارع صیغہ واحد مستکمل۔

= يُؤَسَّى۔ دھی کی جاتی ہے۔ اِيْحَاءُ (افعال) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔
= هَذَا۔ ای القرآن۔

= لَبَاصِرُ۔ بَصِيرَةٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ واضح براہین۔

۲۰۴: ۷ = اِسْتَمِعُوا۔ تم کان لگا کر (غور سے) سنو (استمیع (افتعال) سے امر۔ جمع مذکر حاضر۔

= اَلصُّتُ۔ تم خاموش رہو۔ چپے سنتے رہو۔ اِلْصَاتُ (باب افعال) سے نَصَتْ

يَنْصِتُ (ضرب) چپ رہنا۔ خاموشی سے سننا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۲۰۵: ۷ = تَضَرَّعًا بَرُوزًا تَفَقُّلٌ۔ مصدر ہے۔ عاجزی کرنا۔ گر گڑا نا۔

= خِيفَةٌ۔ خَافَ يَخَافُ (فتح) کا مصدر ہے۔ خوف۔ ڈر۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ خِيفَةٌ کے معنی ہیں خوف کی حالت۔ قرآن میں ہے کہ:

فَادْخَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ (۶۷: ۲۰) (حضرت موسیٰ علیہ السلام)

نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈر۔ کبھی خِيفَةٌ بمعنی خوف بھی

آتا ہے۔ مثلاً وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (۱۳: ۱۳) اور فرشتے سب اس کے خوف سے۔

= دُونَ الْجَهْرِ۔ چپکے چپکے۔ بغیر بلند آواز کے۔

= الْعُدُدُ - صبح صبح کو نکلنا - صبح صبح کو پہنچنا - فجر اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت - دن کا ابتدائی حصہ میں چلنا - یہ الْعُدَّة کی جمع بھی ہے -
 = الْأَصَالُ - شام - شام کا وقت - أَصْل کی جمع ہے - جس کے معنی شام کے وقت کے ہیں
 ۴: ۲۰۶ - اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ - بے شک وہ جو تیرے رب کے قرب میں ہیں - یہاں مراد فرشتے ہیں۔

(۸) سورة الانفال (۸۸)

۸: ۱ = اَلْاَنْفَالُ - مال غنیمت نَفْل کی جمع جس کے معنی زیادتی کے ہیں - اسی لئے نہ اند نماز کو نافلة کہتے ہیں - چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ (۱۷: ۷۹) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کر یہ تمہارے لئے نفل ہے -
 اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے :- وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوبَ نَافِلَةً (۲۱: ۷۲) اور ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم کو) اسحق عطا کیا اور مزید برآں یعقوب بھی -

بھر عطیہ اور بخشش کے معنی میں استعمال ہونے لگا - کیونکہ بخشش بھی بغیر استحقاق ایک شئی مزید ہے -

بعض کے نزدیک نفل اور غنیمت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں - ان میں صرف اعتباری فرق ہے وہ مال جو فتح کے بعد چھینا ہوا ہوتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس لحاظ سے فتح کا لازمی نتیجہ مال حاصل ہونا نہیں بلکہ محض ایک عطا غیر لازم ہے لہذا مال مستزاد یا نفل کہلاتا ہے بعض کے نزدیک ان میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے یعنی غنیمت عام ہے اور ہر اس مال کو غنیمت کہتے ہیں جو لوٹ سے حاصل ہو خواہ مشقت سے یا بغیر مشقت کے - فتح سے قبل حاصل ہو یا بعد میں - استحقاق سے حاصل ہو یا بلا استحقاق - اور نفل خاص کر اس مال کو کہتے ہیں جو مال غنیمت سے قبل از تقسیم حاصل ہوا ہو -

بعض کے نزدیک نفل وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے - اور اسے نئے بھی کہتے ہیں - اور بعض نے کہا ہے کہ جو سامان وغیرہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد

بانٹا جاتا ہے اسے نفل کہتے ہیں۔

عام استعمال میں ہر دو نفل اور غنیمت ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں۔

== يَسْأَلُونَكَ مِنَ الْأَنْفَالِ - اِي يَسْأَلُونَكَ عَنْ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ - مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

== اَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ - اپنے باہمی احوال کی اصلاح کرو۔

۲:۸ = وَجَلَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَجَلَّ مصدر (باب سجع) ڈرجاتے ہیں (ان کے دل) مَوْجِلٌ نشیبی گڑھا۔ خوف کی نگہ۔

== تُبَلِّتُ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ تلاوت کیجاتی ہیں۔ پڑھی جاتی ہیں (آیات اُسکی)

== زَادَ تَهَهُم - تو وہ زیادہ کر دیتی ہیں ان کو۔ وہ بڑھادیتی ہیں ان کو۔ اِيْمَانًا بِحِثِّتِ اِيْمَانِ کے یعنی ان کے ایمان کو اور بڑھادیتی ہیں۔ ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے۔

۵:۸ = كَمَا - جیسے۔

ان آیات کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے مختصراً ان کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

شعبان المعظم ۲ھ میں مدینہ کے شمالی جانب ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی وفد شام سے مکہ کی جانب لوٹ رہا تھا۔ ان کی گزرگاہ مسلمانان مدینہ کی زد میں تھی۔ ابوسفیان نے حفظ ما تقدم کے طور پر امداد کے لئے مکہ کو اپنا آدمی دوڑایا۔ جس نے حالات کو نہایت مبالغہ کے ساتھ مکہ والوں کے سامنے بیان کیا۔ اس پر مکہ سے ابو جہل کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار حملہ سامان حرب کے لیے ہو کر جنوب سے مدینہ کی جانب چڑھ نکلا۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ قافلہ مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گیا ہے اس پر ابو جہل کے کئی آدمیوں نے رائے دی کہ اب جب کہ مقصد پورا ہو گیا ہے ہمیں لوٹ جانا چاہئے لیکن ابو جہل اور اس کے لشکر کی اکثریت اس پر رضامند نہ ہوئی ان کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر جمعیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے جس سے نہ صرف ان کا مذہب بلکہ ان کی یہ تجارتی شاہراہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں سے محفوظ ہو جائے گی۔ لہذا انہوں نے آگے بڑھنے کا عزم کیا۔

ادھر مسلمانوں کو جب ایک طرف سے قافلہ کی آمد اور دوسری طرف کفار کے لشکر کی یلغار کا علم ہوا تو ان کے سامنے دو راستے تھے شمال میں قافلہ پر حملہ کر کے مال حاصل کریں۔ یا جنوب میں کفار کے لشکر کا مقابلہ کر کے دین حق کی سربلندی قائم کریں۔

باہمی مشاورت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر الذکر راستہ اختیار کرنے کا حکم

صادر فرمایا۔ چند ایک مسلمان اس فیصلہ پر اتنے خوش نہ تھے ان کے خیال میں وہ سیدھے موت کے منہ میں جا رہے تھے کیونکہ شکر کفار کے حجمِ غفیر اور مسلمانوں کی تعدادِ حقیر میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ مہرِ اُدھر ہر شخص کیل کاٹے سے لیس اور ادھر مسلمانوں میں اکثر نہتے تھے۔ لیکن انجامِ کار حالات نے ثابت کر دیا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب بالکل برحق تھا۔ اور آخر کار حق ہی کی فتح ہوئی اور نتیجہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خوشگوار نکلا۔

(یہ غزوہ بدر رمضان ۲؎ کا واقعہ ہے)

اب ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ایک فریق بدر کے میدان میں علی الرغم اور مجبوری نکلا تھا اب مالِ غنیمت کی تقسیم پر بھی بعض ناخوش ہیں کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو مال جس کے ہاتھ آجاتا وہی اس کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کا حکم آگیا کہ سارے کا سارا مال غنیمت اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے جس طرح چاہیں تقسیم کریں۔ لیکن ان کو علم نہیں کہ گویا ہر یہ طریقہ تقسیم ان پر شاق ہے لیکن اس کے دور رس نتائج نہ صرف اسلام بلکہ ان کے اپنے حق میں بغایت خوشگوار ہوں گے۔

= اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ اَبْدَانِكَ بِالْحَقِّ - (جس طرح) تیرے رب کا تجھے اپنے گھر سے (کفار کے مقابلہ میں) نکالنا حق بجانب تھا۔ (اسی طرح خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اَلَا نَقَالُ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُولِ حَقٌّ بِجَانِبِ هَے)

= وَانَّ - میں واوِ حالیہ ہے حالانکہ یقیناً (مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا)

۶:۸ = يُجَادِلُوْكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ - اس (تصادم) کو حق بجانب سمجھتے ہوئے بھی وہ آپ سے چوں و چرا کر رہے تھے (حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی وہ آپ سے مجادلہ کر رہے تھے)

= كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ - (وہ یوں محسوس کر رہے تھے) گویا وہ موت کو سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس کے منہ میں (علی الرغم) ہانکے جا رہے تھے۔

(اس آیت پر انفال کے حکم اور کفار کے خلاف قتال کے حکم کا موازنہ ختم ہوا۔ ازاں بعد جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل ہے)

۷:۸ = وَادِّ - جب۔ اس سے قبل اَذْكُرْ محذوف ہے (یاد کرو) یعنی اَذْكُرْ (ذکر)..... یاد کرو جب۔

= يَعِدُكُمْ - وَعَدَ يَعِدُ - (ضرب) وہ وعدہ کرتا ہے۔ مضارع واعد مذکر غائب کُم ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جب اس نے تم سے

(دو گروہوں میں سے ایک کام وعدہ کیا تھا۔

= اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ - دو گروہوں میں سے ایک۔ يَحِدُ کا مفعول ثانی ہے

= اَنْهَآ لَكُمْ - کہ وہ تمہارے لئے ہے۔ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ کا بدل ہے۔ یہاں طَائِفَتَانِ

(دو گروہ) سے مراد۔ ایک تو وہ قافلہ جو شام سے سامان تجارت لئے جا رہا تھا۔ اور دوسرا وہ مسلح لشکر جو ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا (جسے تم منتخب کرو گے)

= تَوَدُّونَ - تم چاہتے ہو۔ وُدٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ باب مع۔ مَوَدَّةٌ مصدر

وَدَدٌ صیغہ مبالغہ۔ بہت چاہنے والا۔ بہت کرنے والا۔ ثَوَابٌ دینے والا۔

= الشُّوْكَةُ - کانٹا۔ مجازاً ہتھیار اور سختی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

= عَيْرِذَاتِ الشُّوْكَةِ جو قافلہ بغیر ہتھیاروں کے تھا۔ (یہاں مراد تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا تھا)

= يُحِقُّ - مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ اَحْقَاقُ مصدر۔ سچ کو سچ کر دکھانے

حق کو قائم کر دے۔ حق کو ثابت کر دے۔ (باب انفعال)

= بِكَلِمَتِهِ - بِاَيَاتِهِ - اور بِاَمْرِهِ - اپنی نشانیوں سے یعنی عین لڑائی کے دوران فرشتوں

کا مومنوں کی امداد کے لئے نزول اور کفار کے دلوں میں رعب کا چھا جانا۔ یا اپنے ارشاد و حکم کے

ذریعہ سے۔ کہ لڑنے کا حکم دے کر باوجود کمی اسلحہ و قلت تعداد کے با انجام مسلمانوں کو فتح عطا کرنا

= يَقْطَعُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ قَطَعَ مصدر۔ تاکہ کاٹ دے

تاکہ ہلاک کر دے۔ (باب فتح)

= دَابِرَ - جُرَ - بِيحَ - بنیاد۔ بچھاڑی۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھرنے کے

ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

۹:۸ = تَسْتَغِيْثُوْكَ - تم فریاد کرتے ہو۔ تم فریاد چاہتے ہو اِسْتِغَاثَةٌ (استفعال)

سے کسی کو مدد کے لئے پکارنا۔ فَاسْتِغَاثَةُ الَّذِيْ مِنْ شَيْعَتِهِ عَلٰى الَّذِيْ

مِنْ عَدُوِّهِ (۱۵:۲۸) تو جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں

جو موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔

غِيْثٌ مدد مانگنا اور پانی مانگنا بھی ہو سکتا ہے۔ غِيْثٌ بمعنی بارش۔ جیسے کَمَثَلِ

غِيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ بِنَبَا۟ئِهِ (۱۰:۵۷) جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں

کو بھلی لگتی ہے۔

اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتَجَابَةُ (استفعال) سے مصدر جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔
 = مُدَّةُ كُمٍّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مُدَّةُ اسم فاعل واحد مذکر اِمْدَادُ (افعال) مصدر۔ مدد
 دینے والا۔

= مُرْدِفَيْنِہ الْيَرْدُفُ۔ تابع۔ یعنی ہر وہ چیز جو دوسرے کے پیچھے ہو۔ لگاتار۔ پے در پے۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔

۸: ۱۰ = دَمَا جَعَلَهُ۔ میں مَآ نافیہ ہے اور ہ ضمیر قول کریم اِنِّی مُدِّدُ کُمَّ کی طرف راجع ہے ای امداد من اللہ۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع نزول المثلثۃ ہے جو امداد کی عملی صورت ہے۔
 ۸: ۱۱ = يُغَشِّیْکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَغْشِیَةُ بر وزن تفعلة باب تفعیل سے مصدر ہے جیسے تَصَدِیْقَةٌ۔ تا لیاں بجانا۔ (۲۵: ۸) اور تَصْلِیْقَةٌ (۹۴: ۵۶) نماز پڑھنا۔ یا ایندھن کا آگ میں جلنا۔ یہاں باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول آیا ہے مفعول اول کُمُ اور مفعول ثانی النَّعَاسُ اس نے غنوگی سے تم کو ڈھانپ دیا۔ وہ غنودگی سے تم کو ڈھانک رہا تھا۔
 = النَّعَاسُ۔ اسم معرفہ۔ اونگھ (مٹھانوی) خفیف سی نیند (راغب)

= اَمْنَةٌ۔ مفعول لہ۔ امن و چین سے۔ یا مصدر ہے۔

= مِنْہُ۔ ای من اللہ۔ اَمْنَةٌ کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی
 = یہ۔ میں ضمیر ہ کا مرجع مآد ہے

= رِجْزٌ۔ عقوبت۔ بلا، عذاب۔ کپکپا اور لرزنا دینے والا عذاب۔ پلیدی۔ دوسرے شیطانی۔
 شیطان کا مومنین کو پیاس سے ڈرانا۔

= لِيَرْبِطَ۔ تاکہ مضبوط کرے (تمہارے دلوں کو) رَبِطٌ مصدر دِباب ضرب) مضارع منصوب
 بوجہ لام تعلیل محذوف

= یہ۔ ای بالمد یا ہ ضمیر ربط کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

۸: ۱۲ = اِنِّیْ مَعَكُمْ۔ یُوْحٰی کا مفعول ہے۔ اور کُمُ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ملائکہ کے لئے ہے۔
 بعض کے نزدیک یہ ضمیر المؤمنین کے لئے ہے۔

= فَخَبَّتُوْا۔ تم ثابت قدم رکھو۔ تم استوار کرو۔ تم قائم رکھو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ (خطاب ملائکہ سے)
 سَالِقِیْ۔ اِلْقَاءُ سے۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ڈال دوں گا۔

= خَوْقَ الْاَعْنَاقِ۔ گردنوں پر۔ گردنوں کے اوپر کے حصوں پر۔

== بَنَان - بَنَانَةُ کی جمع ہے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے پورے اور بدن کے جوڑوں کو بھی بنان کہتے ہیں۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ :- قیل المراد ببنان ههنا اطراف الاصابع من الميدين و الرجلين - وقال الضحاك البنات كل مفصل - یعنی بنان سے یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پورے ہیں۔ اور حضرت ضحاك کہتے ہیں۔ تمام جوڑوں کو بنان کہتے ہیں۔ یہاں فوق الاعناق اور بنان خاص طور پر کیوں مذکور فرمائے۔ اس کے متعلق متعدد توضیحات ہیں۔

منجملہ یہ کہ فوق الاعناق سر ہوتا ہے جو سب اہم حصہ جسم ہے۔ اور بنان۔ انگلیوں کے پورے۔ سب سے چھوٹے حصہ جسم ہیں۔ ان دونوں کو بیان کر کے تمام حصص جسم کو مراد لیا ہے یعنی جسم کے کسی حصہ کو نہ چھوڑو۔ (مارو۔ مارو، خوب مارو۔ کسی حصہ جسم کو نہ چھوڑو۔ اور پرانی معکم کے تحت بیان ہوا کہ کم کی ضمیر جمع مذکر ہائے المؤمنین کی طرف راجع ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ انی معکم کے متعلق دو قول ہیں۔

اولیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے کہ اس نے ان کو مسلمین کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔

دوم۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہے پس تم (یعنی فرشتے) ان کی (مسلمانوں کی) مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو۔ یہی سب بہتر ہے کیونکہ اس کلام سے (یعنی انی معکم سے) مقصود خوف و روع کا ازالہ کرنا تھا اور کفار سے خوف و خطر مسلمانوں کو تھا نہ کہ فرشتوں کو۔

اسی طرح فاضلوا فوق الاعناق و اضربوا منهم کل بنان میں بھی حکم مومنوں سے ہے کیونکہ ملائکہ مقاتلہ و محاربہ کے لئے نازل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ یہ کام مومن مجاہدین کے ہاتھوں ہونا تھا۔ ملائکہ مومنین کی امداد اور تثبیت الاقدام کے لئے بھیجے گئے تھے۔

یعنی حیلہ موجبات فتح و ظفر عطا ہو چکے۔ یعنی النعاس۔ المار من السماء۔ تطہیر الاجسام و الارواح۔ اذہاب رجز الشیطان۔ ربط القلوب۔ تثبیت الاقدام۔ معیت خداوندی۔ القاء الرعب فی قلوب الکافرین۔ تو حکم ہوا کہ فاضلوا فوق الاعناق و اضربوا منهم کل بنان۔ تو اب ہمت کرو اور کافروں کی گردنیں اڑا دو اور کاٹ کاٹ کر رکھ دو۔ ۱۳: ۸ = ذٰلِكَ - یعنی یہ کافروں کا قتل اور ان کو قیدی بنانا وغیرہ۔

= بِأَنَّهُمْ - ای بسبب

= شَاتُوا - انہوں نے مخالفت کی - شَاتَّةٌ اور شَقَاتٌ سے ماضی جمع مذکر غائب - شاق کے معنی ہیں ضد - مخالفت - مقابلہ - اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا - شق طرف کو کہتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف کو چھوڑ کر مخالف طرف اختیار کر لی - ذلک ملتدا ہے اور بانہم شَاتُوا اللہ ورسولہ اس کی خبر ہے -

= مَنْ يَشَاقِي - مضارع مجزوم مکسور بالوصل - واحد مذکر غائب - باب مفاعلہ - جو مخالفت کرتا ہے -

۱۴:۷ = ذَلِكُمْ - کافروں سے خطاب ہے - اے کافرو! یہ سزا ہے تمہاری -

= فَذُوقُوا - پس چکھو اسے - ضمیر واحد مذکر غائب - اس سزا کی طرف راجع ہے جس طرف ذلکم میں اشارہ ہے - یعنی یہ موجودہ سزا تو اب چکھو -

= دَانًا لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ وادعائے بھی ہو سکتی ہے اور داد معنی مع بھی - یعنی یہ عذاب عاجلہ تو اب چکھو - اور اس کے ساتھ عذاب آجلہ آخرت میں ملیگا جو جہنم کا عذاب ہے ۱۵:۷ - زَحَفًا - زَحَفَ يَزْحَفُ (فتح) کا مصدر ہے زحفاً حال ہے من الذین کفروا کا - یعنی در آل مالیکہ کفار کثیر التعداد ہوں -

زمخشری لکھتے ہیں - زحف وہ ابنوہ در ابنوہ لشکر ہے جو اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہونے لگے کہ گویا گھسٹ رہا ہے یہ زَحَفُ الصَّبِيّ سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سر میں کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے آتا ہے مصدری اسم ہو کر مستعمل ہے - اس کی جمع زُحُوف ہے = فَلَا تَوَلَّوْهُمْ اِلَّا دُبَارًا - تو ان کی طرف اپنی پیٹھیں مت پھیر - ادبار جمع دُبُر کی ۱۶:۸ = مُتَحَرِّفًا - اسم فاعل منصوب - مفرد - تَحَرَّفَ مصدر - (باب تَفَعَّلَ) مڑنے والا - پھرنے والا - دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا - تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جائے تاکہ مدد حاصل کر سکے - پنیتر ابد لئے والا - اصل مادہ حَرَفَ ہے -

= مُتَحَيِّرًا - اسم فاعل منصوب مفرد مذکر - تَحَيَّرَ مصدر باب تَفَعَّلَ - مڑ کر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنے والا تاکہ ساتھیوں کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کر سکے -

اصل مادہ حَوَّذَ اجوف وادی ہے - مُتَحَيِّرٌ - چھپیدہ - چوڑا دیار سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سمٹا ہوا مڑا ہوا ہوتا ہے - اَحْوَزَ تَوْبَةً (افعال) اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا -

جمع کر لیا

== بَاء۔ اس نے کمایا۔ وہ پھرا۔ وہ لوٹا۔ (باب نصر) بَوَاء سے جس کے معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازاً کمانے اور لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں۔

== مَادُو۔ مَادُو مضاف۔ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ٹھکانہ اس کی جگہ اَدُو یَادُو (ضرب) سے مصدر اور اسم ظرف۔

قرآن میں جہاں مَادُو بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں اسم ظرف کے معنی میں آیا ہے۔ اور جہاں بغیر اضافت کے استعمال ہوا ہے وہاں مصدری معنی مراد ہیں مثلاً عِنْدَ هَاجَتِ الْمَادُو (۱۵: ۵۳) میں مَادُو مصدر۔ مضاف الیہ ہے۔

== الْمَصِيرُ۔ اسم ظرف مکان۔ نیز مصدر۔ صَادَ یَصِيرُ (ضرب) سے۔ صیرُ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔

۸: ۱۷۔ رَمِيتَ۔ تو نے پھینکا۔ رَمِیَ یَرْمِی (ضرب) سے ماضی واحد مذکر حاضر ناقص بانی

== لَیْسَ۔ لام تعلیل۔ مضارع واحد مذکر غائب اَبْلَى یُیْلِی (باب افعال) اِبْلَاءُ مصدر بِلَوٍّ وِبَلْیٌ مادہ۔ بِلْیٌ وِبْلَاءُ کے معنی کپڑے کا پرانا اور بوسیدہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے بَلَاءُ الشَّفَرُ۔ اسی اِبْلَاءُ کا محاورہ ہے۔ یعنی سفر نے اسے لاغر کر دیا اور بِلَوَّتْہ کے معنی ہیں میں نے اسے آزمایا۔ گویا کثرت آزمائش سے میں نے اسے کہنہ کر دیا۔ اور اسی آزمائش کے معنی میں اس کا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ وَلَنْبَلُوْکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ (۱۵۵: ۲) اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ یَا اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْبَلٰوِ الْمُبِیْنِ (۱۰۶: ۳۷) بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ تکلیف کو بھی بَلَاءُ کہا گیا ہے کیونکہ تکلیف بھی ایک طرح کی آزمائش ہی ہے۔ جیسے وَلَنْبَلُوْکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِیْنَ مِنْکُمْ وَنَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ (۳۱: ۴۷) ہم تم کو ضرور آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کریں (یعنی جہاد کی تکلیف میں مبتلا کر کے)۔

اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کا تنگی کے ذریعہ امتحان لیتے ہیں کہ ان کے صبر کو جانچیں اور کبھی خوش حالی سے آزماتے ہیں کہ اس کے بندے شکر گزار بنتے ہیں یا نہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کماحقہ صبر کرنا آسان ہے بہ نسبت کماحقہ شکر کرنے کے۔ کیونکہ آرام و آسائش میں انسان زیادہ نفسانی خواہشات میں محو ہو جاتا ہے اور اپنے منعم کو اور اس کا شکر بجالانے کو بھول جاتا ہے۔ اسی بناء پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ دُسِّحَ

عَلَيْهِ دُنْيَاهُ خَلَمَ لَعَلَّمُ إِنَّهُ قَدْ مُكِرَ بِهِ فَهُوَ مَخْدُوعٌ عَنْ عَقْلِهِ۔ جس پر دنیا فراخ کی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ آزمائش کی گرفت میں ہے تو وہ فریب خوردہ اور عقل و فکر سے محروم ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا قول ہے بَلَيْنَا بِالضَّرَاءِ فَصَبِرْنَا وَبَلَيْنَا بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِر۔ تکلیف سے ہمیں آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور فراخ حالی سے ہمیں آزمایا گیا تو صابر نہ نکلے۔ ان ہی معانی کی روشنی میں بعض نے لیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسنًا کا ترجمہ کیا ہے۔ تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے۔ (تفہیم القرآن) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی جانب سے ایک باوقار آزمائش سے آزمائے۔ (عید اللہ یوسف علی) لیکن جمہور مفسرین نے بلاء کا معنی احسان۔ عطاء اور نعمت لیا ہے۔ اور یبلی کا مطلب عطا کرنا یا نعمت کے نوازنا۔ الخازن لکھتے ہیں :-

فقد اجمع المفسرون علی ان البلاء هنا بمعنى النعمة۔ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہاں بلاء سے مراد نعمت ہے۔

صاحب کشف رقمطراز ہیں :-

ولیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسنًا۔ ای لعیطہم عطاءً جمیلًا۔ تاکہ مومنین کو عطا جمیل نوازے۔

بیضاوی لکھتے ہیں :-

ولینعم علیہم نعمة عظيمة بالنص والنعمة۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور مال غنیمت کی نعمت عظیم عطا فرمائے۔

صاحب منتهی الادب نے منجملہ دیگر معانی کے اَبْلَاءٌ بِلَاءٌ کا معنی نعمت داد اور ا۔ کیا، یعنی کفار کا مومنوں کے مومنوں کے ہاتھوں قتل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے الٹھکی کا معجزہ اس واسطے عمل میں لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فتح اور مال غنیمت کی نعمتوں سے نوازے۔

۱۸:۸ = ذِکْرُکُمْ۔ یہی۔ کُمْ ضمیر جمع مخاطب۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ تھا (اشارہ ہے بلا حسن کی طرف) معطوف علیہ

= د - عطف کے لئے ہے۔ اور (جہاں تک کافروں کا تعلق ہے ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے)
= اِنَّ اللّٰهَ مُؤْهِنٌ كَيْدَ الْكَافِرِيْنَ - معطوف ہے ذلکُم پر۔

= مُؤْهِنٌ اسم فاعل - واحد مذکر - مضاف - دَهْنٌ مادہ - کمزور کرنے والا۔

= كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ - مضاف مضاف الیہ - دونوں مل کر مؤہن کے مضاف الیہ۔

کافروں کی چال - کافروں کا مکر و فریب - اس کی جمع کیاؤ ہے

۸: ۱۹ = تَسْتَفْتِحُوْا - تم فتح چاہتے ہو - تم فیصلہ چاہتے ہو - (باب استفعال) اِسْتَفْتَحَ سے

جمع مذکر حاضر - اِنْ شَرْطِيْہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے - اصل میں تَسْتَفْتِحُوْنَ تھا۔

فتح الحاکم بَيْنَ النَّاسِ - حاکم نے لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا - اَلْفَتْحُ صیغہ مبالغہ

قاضی - فیصلہ کرنے والا - یہاں خطاب کافروں سے ہے - انہوں نے انصاف مانگا تھا

کہ جب کفار مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی اَللّٰهُمَّ

اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ عَلَى الْحَقِّ فَانصُرُوْهُ اِنْ كُنَا عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْنَا اے اللہ اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حق پر ہیں تو ان کو فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں فتح دے۔

سوار شاد ہو رہا ہے کہ اگر تم فیصلہ کے طلبکار تھے فقد جاء کہ الفتح تو لو فیصلہ تمہارے

پاس آپہنچا۔

= اِنْ تَشْهَرُوْا - اگر تم باز آ جاؤ - اِنْتِهَاءُ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے مضارع - جمع مذکر حاضر - اِنْ

شرطیہ کی رو سے نون اعرابی گر گیا۔

= اِنْ لَّعَدُوْا - اگر تم پھر کرو گے (شرارت) عَوْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر - نون اعرابی

بوجہ اِنْ شرطیہ ساقط ہو گیا۔

= لَّعَدُوْا - مضارع جمع متکلم - عَوْدٌ مصدر (باب نصر) ہم بھی دوبارہ کریں گے - (یعنی ہم بھی پھر

تمہیں سزا دیں گے)

= لَغْنٌ - وہ کام آئے گی - وہ کفایت کرے گی - اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

= فَنَشْكُمُ - تمہارا گروہ - تمہاری جمعیت۔

۸: ۲۰ = لَا تَوَلَّوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - مت پھرو - تَوَلَّى سے بمعنی منہ پھیرنا - اصل میں

تَوَلَّوْا تھا - ایک تار حذف ہو گئی۔

= عَنْهُ - میں ۴ ضمیر واحد مذکر حاضر - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے - کیونکہ

بموجب ارشاد باری تعالیٰ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ (۴: ۸۰) جس نے رسول

ر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گو یا رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

یا یہ ضمیر اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
وَاللَّهُ دَرَسُؤْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضُوْهُ۔ (۶۲:۹) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں۔

یا یہ ضمیر امر بالطاعت کی طرف راجع ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔

۲۲:۸ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ الدَّوَابُّ کی جمع ہے۔ جانور۔ چارپائے۔ پاؤں دھرنے والے۔ رینگنے والے جانور۔ تمام جانوروں میں سب سے بدتر۔ شَرَّ اصل میں اَشْرُّ تھا۔ کثرت استعمال سے سہزہ ساقط ہو گیا۔ اسی طرح خیر بھی اصل میں اَخْيَر تھا۔
= الصُّمُّ الْبُكْمُ۔ بہرے اور گونگے۔

ان لوگوں کو جو سنتے ہیں مگر کان نہیں دھرتے تصدیق حق نہیں کرتے۔ ان کو زُمرہ حیوانات میں شامل کیا۔ پھر ان کو سب سے بدتر زمرہ میں رکھ دیا کہ حیوان بھی ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ بہرے اور گونگے ہیں کہ سمجھتے ہی کچھ نہیں۔

۲۳:۸ = لَا سَمْعَهُمْ۔ وہ ان کو ضرور سنا دیتا۔ اِسْمَعُ (افعال) سے بمعنی سنا دینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لام برائے تاکید۔
= وَهُمْ مُعْرِضُونَ۔ واو حالیہ۔ اور هُمْ مُعْرِضُونَ حال ہے۔ در آنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوں گے۔

۲۴:۸ = اِسْتَجِیْبُوْا۔ تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ استجابة (استفعال) سے امر جمع مذکر حاضر = دَعَاكُمْ۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب یہاں بھی ضمیر واحد آئی ہے جس طرح ۲۰:۸ میں عَنْهُ میں آئی ہے۔

= لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ ای الی شئ الذی یحییٰکم۔ ایسے امر کی طرف جو تمہارے مردہ دلوں کو اور روحوں کو حیاتِ نو بخشتی ہے۔

= يَحْوِلُ۔ حَوْلٌ سے باب نصر مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ اڑ بن جاتا ہے۔ اللہ حائل ہو جاتا ہے۔

= قَلْبِهِ۔ ای اھواند۔ اس کے ارادے۔ اس کی خواہشات۔ یعنی اس کے دلی ارادوں اور

خواہشات کی تکمیل اس کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ یہ خداوند تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں
 ۲۵:۸ = خَاصَّةً - خاص کر۔ چن کر۔ خَصَّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں۔ یہ یا
 تو الذین ظلموا منکم کو مخصوص کرنے کے لئے ہے یعنی ڈرو اس فتنہ سے جس کی شامت
 اعمال مخصوص طور پر ان ہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے ظلم کا ارتکاب
 کیا ہو (بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں) مراد اس سے اجتہادی فتنے ہیں مثلاً
 امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہو جانا۔ ترک جہاد۔ میدان جہاد سے فرار وغیرہ
 ۲۶:۸ = مُسْتَضْعَفُونَ - اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ (باب استفعال) اِسْتَضْعَفْتُ سے
 ناتواں اور کمزور سمجھے گئے۔ عاجز پائے جانے والے لوگ۔ یعنی تمہیں حقیر اور ناتواں خیال کیا
 جاتا تھا۔

= يَتَخَطَّفُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ کم ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ تَخَطَّفُ (تفعّل)
 مصدر۔ کہ تم کو اچک لیں۔ تم کو جھپٹ لیں۔

خَطَفَ يَخْطِفُ (ضرب) و اِخْتَطَفَ يَخْتَطِفُ اِخْطَافٌ (افتعال) کسی چیز
 کو سرعت سے اچک لینا۔ یکاد البرق یخطف البصار ہم (۲۰:۲) قریب ہے کہ بجلی (کی
 چمک) ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچک لے۔

و يَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (۲۹:۶۷) اور لوگ ان کے گرد و نواح سے اچک
 لئے جاتے ہیں۔

= اُولَئِكَم - اس نے تم کو ٹھکانہ دیا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیْوَاءُ سے ماضی واحد مذکر
 غائب۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ادی۔ مادہ

= اَيَّدَکُمْ - تم کو قوت دی۔ تمہاری مدد کی۔ تَامِیْدُ (تفعیل) سے جس کے معنی
 مدد کرنے اور قوت دینے کے ہیں۔

۲۷:۸ = لَا تَخُونُوا - تم خیانت نہ کرو۔ خِيَانَةٌ سے (باب نصر)

= تَخُونُوا اَمَلْتُمْ - تَخَوَّنُوا مضارع مجزوم ہے اور لَا تَخُونُوا پر عطف ہے

تقدیر کلام یوں ہے وَلَا تَخُونُوا اَمَلْتُمْ۔ اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو

= وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - اور تم اس خیانت کے قبیح اور مذموم ہونے کو جانتے ہو۔

۲۸:۸ - فِتْنَةٌ - آزمائش۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معانی
 میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲۹:۸ = يَجْعَلُ لَّكُمْ - يَجْعَلُ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - پیدا کرے گا تمہارے لئے - مہیا کرے گا تمہیں -

= فَرْقَانَا - فرقان کے لفظی معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں - مفسرین نے اس جگہ متعدد معانی لئے ہیں ۱۔ نور و توفیق - جو حق و باطل کو الگ الگ کرتا ہے -

۲۔ فتح - جو حق کو باطل سے اور کفر کو اسلام سے - یقین کو شبہات سے نتیجہً الگ الگ کر دیتی ہے ۳۔ وہ چیز جو تمہارے تمام ڈر دور کر دے گی - مایفوق بلیکم و بین ماتخافون - جو تمہارے اور جس سے تم ڈرتے ہو اس کے درمیان فرق کرے

۴۔ ایسے معجزات کہ جن سے تمہیں دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا - اور تمہاری شہرت ہوگی - = يُكْفِرُوْا - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - دور کر دیگا - زائل کر دیگا -

۳۰:۸ = لِيُثَبِّتُوْكَ - لام تعلیل کے لئے - يَثْبُتُوْا - اِثْبَاتٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب تاکہ تم کو قید کر لیں - گرفتار کر لیں - باندھ لیں -

= يَمْكُرُوْا - مضارع واحد مذکر غائب - وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے - یا کر رہا تھا (ملاحظہ ہو ۴: ۹۹) ۳۱:۸ - اَسَاطِيرُ - کہانیاں - من گھڑت لکھی ہوئی باتیں - اَسْطُوْرَةٌ کی جمع

۳۳:۸ = دَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ دَآءُكَ فِيْهِمْ - دَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهَـٰذَا يَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب تک تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان (مشرکین مکہ) میں موجود تھا - تو اللہ ان کو عذاب دینے کا نہ ہوا - اور نہ ہی وہ ان کو عذاب دینے والا ہوا جب تک وہ استغفار کر سکتے تھے یعنی ان میں یہ صلاحیت موجود تھی -

وَهَـٰذَا يَسْتَغْفِرُوْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں -

بعض کے نزدیک یہ کہ جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو یہ پڑھتے تھے - لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ الا شَرِيْكَاهُ وَلَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ غَفْرَانِكَ - اسی طلبِ غفران کی وجہ سے وہ عذاب سے مامون ہے - لیکن یہ صورت حال تو فتح مکہ تک بدستور رہی اور اس کی موجودگی میں ہی فتح مکہ کی صورت میں وہ معتوب ہو گئے -

بعض نے کہا ہے کہ دن کو وہ یہ کہتے ان کاں ہذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء - لیکن رات کو اپنی ندامت کا اظہار کرتے اور دعا کرتے غفرانک اللہم لہذا ان پر عذاب نہ آیا - لیکن اس میں بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں - سب سے زیادہ قابل فہم وہی ترجمہ ہے جو اوپر کیا گیا ہے یہ ترجمہ عبد اللہ یوسف

علی نے کیا ہے اور تفہیم القرآن میں بھی اس مفہوم کو اختیار کیا گیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

وَفِيهِمْ مَنْ سَبَقَ لَهُ مِنَ الْعَنَاءِ أَنَّهُ يُؤْمِنُ وَيَسْتَغْفِرُ. مِثْلَ ابْنِ سَفِيَانَ بْنِ

حَرْبٍ - صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ - عَكْرَمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ وَسَهِيلَ بْنَ عَمْرٍو -

اور ان مشرکین میں بعض ایسے تھے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی عنایت کر رکھی تھی کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور اپنی سابقہ غلط روی کی معافی مانگ لیں گے۔

۸: ۳۴ = وَمَا لَهُمْ - اور کیا عذر ہے ان کے لئے - کیا وجہ - کیا امر مانع رہ گیا ہے ان کے لئے

= يَصُدُّونَ - صَدَّ يَصُدُّ (نَصْر) سے مضارع جمع مذکر غائب - وہ باز رکھتے ہیں، وہ روکتے ہیں

= أَوْلِيَاءُ - میں ہُوَ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کی طرف راجع ہے - أَوْلِيَاءُ

اس کے متولی - اس کی ولایت کے مستحق - مضاف - ة مضاف الیہ - أَوْلِيَاءُ جمع ہے اس کا واحد ولی ہے

۸: ۳۵ = مُكَا۟ءَ - منہ سے سیٹی بجانا - اور انگلیوں سے چٹکی بجانا - مَكَا يَمْكُو (نَصْر) مُكَا۟ءَ

کے معنی پرند کے سیٹی بجانے کے ہیں -

(مشرکین و کفار کی نمازیں روح ہونے کے اعتبار سے پرندوں کی سیٹی کے بمنزلہ ہے -

مُكَا۟ءَ مَكُو۟ - دونوں مصدر ہیں - مکو مادہ -

= تَصَدِي۟ةٌ - صَدَّ يَصُدُّ (تَفْعِيل) بِئِدَ يَدُ - دونوں ہاتھوں سے

تالی بجانا - الصَّدَّ يَصُدُّ صدائے بازگشت کو کہتے ہیں -

مشرکین کی نماز کو مکار و تصدیہ اس کے بے روح ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے جیسا کہ

بحوالہ بالا - راغب نے تحریر کیا ہے - یا جیسا کہ امام قرطبیؒ نے لکھا ہے -

كَانَتْ قَوْلُهُمْ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَرَاةً يَصْفَقُونَ وَيَصْفَرُونَ فَكَانَ ذَلِكَ عِبَادَةً

فِي ظَنِّهِمْ - قریش ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور

ان کے خیال میں یہ عبادت تھی -

حضرت ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ کفار طوافِ کعبہ بالکل ننگے ہو کر کیا

کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجانا ان کی نماز تھی -

= فَذُقُوا الْعَذَابَ - پس چکھو عذاب - العذاب سے مراد جنگ بدر میں ان کی

ہزیمت اور ان کا قتل اور اسیر ہونا مراد ہے -

۳۶:۸ = فَيَنْفِقُونَهَا - سَيَسْتَقْبِلُ كے لئے آیا ہے۔ يَنْفِقُونَ - انفاق سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ہا ضمیر واحد متوثن غائب اموال کی طرف راجع ہے ا یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔

= ثُمَّ تَكُونُ عَاقِبَةُ انْفَاقِهَا - پھر ان کا یہ مال خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ حسرت (و ندامت) بن جائے گا۔

= جَهَنَّمَ - اگر مجبور ہے لیکن م بالفتح آیا ہے بوجہ غیر منفرد ہونے کے۔ غیر منفرد بوجہ عجبہ اور تانیث کے ہے

= يُحْشَرُونَ - يُسَاقُونَ - ہانک کر لیجائے جائیں گے۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب

۳۷:۸ = فَيَرْكُمَهُ دَكُومٌ - مصدر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب نصر۔ ک ضمیر الخبیث کی طرف راجع ہے۔ الخبیث یہاں اسم جنس ہے۔ یعنی خبیثوں کا گروہ۔ خبیث لوگ۔

= فَيَجْعَلُهُ - پھر ڈال دے اس جنس خبیث کو۔

= اُولَٰئِكَ - الفريق الخبیث۔

۳۸:۸ - يُخَفَّرُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ معاف کر دیا جائے گا۔

= يَعُودُونَ - جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ عَوْدٌ مصدر۔ باب نصر، اگر وہ لوٹے۔ اگر انہوں نے دوبارہ لڑائی کی۔ اگر انہوں نے پہلی کرتوتیں دہرائیں۔

= فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلَیْنَ - تو پہلے زافرمانوں کے ساتھ ہمارا طریقہ عمل گزر چکا ہے یعنی ماضی میں جب بھی نبیوں کی امتوں نے ان کی نافرمانی کی تو جو سلوک ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے اور یہ جانتے ہی ہیں۔ مکافاتِ عمل کا وہی قانون ان پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

۳۹:۸ = فِتْنَةٌ - ای فساد فی الارض (منظہری) شرک (بیضاوی)

= الْاَذِیْنُ - دین الاسلام - الخازن - مدارک التنزیل - بیضاوی - الکشاف۔

الذین - بمعنى القهر - الغلبة - الاستعلاء - والسلطان - یعنی غلبہ - بالادستی۔

قُوَّت و اقتدار - (منظہری)

= مَوْلَاكُمْ - ناصرکم و معینکم - تمہارا حامی و مددگار =

يَا رَهْ
وَا عُلْمُوا

(١٠)
الْأَنْفَالُ وَالتَّوْبَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَاَعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ

۸: ۴۱ = اَنَّمَا = اَنْتَ اور مَا سے مرکب ہے اَنْتَ حرف مشبہ بالفعل بمعنی بیشک تحقیق۔ سبجز اس کے نہیں۔ مَا۔ موصولہ ہے بمعنی الَّذِي۔ جو چیز۔ جو مال۔
 = غَنِمْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ (باب سمع) غَنِمْتُ اور غَنِيْمَةً۔ مصدر۔ الْغَنَمُ۔ بکریاں۔ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ (۶: ۶) اور گائیوں اور بکریوں میں سے۔ الْخِ۔ الْغَنَمُ کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا۔ ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو۔ خاص طور پر فتح کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال۔
 غَنِمْتُمْ تم نے دشمن سے پایا۔ یا چھینا۔ لیکن غیر دشمن سے حاصل شدہ مال بھی غنیمت میں شمار ہے۔ قرآن میں ہے فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ (۹۴: ۴) سوائے کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

= مِّنْ شَيْءٍ۔ مِّنْ بیانہ ہے۔ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ۔ جو کوئی چیز بھی تم مالِ غنیمت میں حاصل کرو۔

= ذِي الْقُرْبَىٰ۔ الْقُرْبَىٰ۔ اسم مصدر ہے بمعنی قرابت۔ رشتہ داری۔ ذِي بمعنی ذُو۔ بحالت جر ہے۔ والا۔ صاحب۔ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ قرابت رکھنے والا۔ رشتہ دار۔ قرابت دار۔
 = ابْنِ السَّبِيلِ۔ مسافر۔ راہ نور۔

= وَمَا اَنْزَلْنَا۔ بِاللّٰهِ پر معطوف ہے۔ اور مَا اَنْزَلْنَا سے مراد وہ آیات جو جنگ بدر کے دوران نازل ہوئیں۔ الْمَلَائِكَةُ جو مسلمانوں کی امداد کو بحکم انیزدی اتر کر شامل ہوئے اور فتح جو نتیجہ حاصل ہوئی

= يَوْمَ الْفُرْقَانِ۔ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والا دن۔ مراد یہاں یوم بدر ہے۔
 = التَّقَىٰ۔ آمنے سامنے ہوئے۔ بالمقابل ہوئے۔ ان کی مڈ بھڑ ہوئی۔ ماضی واحد مذکر غائب

الْبِقَاءُ مُصَدَّرُ افْتَعَالٍ لَقِيَ مَادَّةَ

= الْجَمْعَيْنِ - دو گروہ - دو فوجیں - جَمْعٌ کا تثنیہ ہے مراد یہاں مسلمانوں کی فوج اور کفار کی فوج ہے۔

۸: ۴۲ = اِذْ يَأْتِيَنَّكَ الْفُرْقَانِ سے بدل ہے یا اس کی تقدیر یوں ہے اُذْکُرُوا اِذْ اَنْتُمْ -

= الْعُدُوَّةُ - جانبِ وادی، کنارہ - اس کی جمع عُدًى ہے اس کو عین کی کسر کے ساتھ عُدُوَّةٌ بھی پڑھا جاتا ہے اس صورت میں اس کی جمع عِدًى ہوگی۔

بدر کے اطراف و جوانب میں جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصے مختلف ناموں سے موسوم ہیں ان میں سے دو پہاڑیاں جو دور سے ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں۔ اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ کی جانب ہے اس کا نام العُدُوَّةُ الدِّیَالِیہ ہے اور دوسری جو مکہ کی طرف ہے العُدُوَّةُ الْقُصْوٰی سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان دونوں کے درمیان ہے وہ آجکل جبلِ اسفل کہلاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے نیچے ابوسفیان اپنے تجارتی قافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے کنارے گزر گیا تھا جو بدر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں الفاظ آیا ہے وَالرَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ۔ (اور کارواں تم سے نیچے تھا)

= الدُّنْيَا - اَدْنٰی کی مونث ہے جو دُنٰی يَدْنُو (قریب ہونا) سے افعَل التفضیل کا صیغہ ہے مراد وادی بدر کی وہ سمت جو مدینہ منورہ سے قریب تر تھی۔

= الْقُصْوٰی - اَقْصٰی سے مونث ہے جو قُصٰی يَقْصُو سے اسم تفضیل ہے اور یہاں العُدُوَّةُ الْقُصْوٰی سے مراد بدر کی وادی کی وہ جانب جو مدینہ منورہ سے دور والی جانب واقع تھی۔

= الرَّكْبُ - کارواں - قافلہ سوار - رَاكِبٌ کی جمع جس کے معنی سوار کے ہیں۔

= تَوَاعَدْتُمْ - تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تَوَاعَدٌ (تفاعل) سے ماضی جمع مذکر حاضر ہے۔

= لَاخْتَلَفْتُمْ - اِخْتِلَافٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ لام تاکید کے لئے۔ تم ضرور آپس میں اختلاف کرتے۔

= الْمِيعَادِ - ظرفِ زمان - وعدہ کا وقت۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ - اور اگر تم ہر دو فریق یعنی مسلمان ایک طرف اور کفار دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا وعدہ کرتے تو تم دونوں وقتِ وعدہ کی خلاف ورزی

کرتے اور تقدیم و تاخیر سے کام لیتے۔ یعنی تم اس واسطے باز رہتے کہ تمہارے مقابلہ میں ان کی تعداد کثیر تھی اور وہ باقاعدہ مسلح تھے اور وہ اس واسطے کتر جاتے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہیبت تھی۔ اس طرح تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہ آتے۔

== وَ لَكِنْ - اے و لیکن اللہ جمعہ علی غیر ميعاد - لیکن اللہ تعالیٰ نے تم ہر دو فریق کو کسی مقررہ وقت کے بغیر ہی آپس میں ٹکرا دیا۔ (کیونکہ مسلمان مدینہ سے قافلہ کے لئے نکلے تھے اور کفار مکہ سے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ لیکن بعد میں حالات نے مشیت ایزدی کے تحت ان کو جنگ بدر میں باہم ٹکرا دیا۔

== لَيَقْضَى - مضارع واحد مذکر غائب - قَضَاءٌ مصدر - (باب ضرب) قَضَى لَيَقْضَى کر وہ پورا کر دے۔

== لَيَقْضَى اللہ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پورا کر دے جس نے ہونا ہی تھا۔ (یعنی جس کے ظہور میں آجانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکا تھا)

== لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ - جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو۔ یعنی دلیل روشن ظاہر ہو گئی۔ حق و باطل کی تمیز کھلم کھلا سامنے آ گئی۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست نے ہر دو کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ اچھا اور بُرا راستہ معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی جان بوجھ کر باطل اختیار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دینا چاہتا ہے تو ڈال دے (کیونکہ کفر ہلاکت ہے)

== وَ يَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ - اور جسے زندہ رہنا ہے تو وہ اب حق کی فتح کو دیکھ کر یقین محکم سے حق پر زندہ رہے (حق زندگی ہے)

۸: ۴۳ = اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ - اے و اذکر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ علیک اذ یریکہم - اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمنان قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔

== اَرٰیْکَہُمْ - اَرٰیْکَہُمْ - اَرٰیْکَہُمْ (باب افعال) سے۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ہُمْ ضمیر مفعول ثانی۔ جمع مذکر غائب۔ اس نے تم کو وہ دکھائے۔ وہ تم کو وہ (دشمن) دکھایا رَأٰی مَادَہ

== لَفَسَلْتُمْ - لام تاکید۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ فَسَلْتُ (باب سمع) سے مصدر۔ فَسَلْتُ کے معنی ہیں کم ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ تم لپٹ ہمت ہو گئے یا ہو جاؤ گے۔

تم ہمت ہار دیتے۔

= لَتَنَازَعْتُمْ۔ تم ضرور ایک دوسرے کے ساتھ تنازعہ کرتے۔ جھگڑتے۔ تنازع (تفاعل) سے باہم کشاکشی اور جھگڑا کرنا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

= سَلَّمَ۔ (باب تفعیل) تَسَلَّمَ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بچا لیا۔

۴۴: ۸ = يُرِيكُمْوَهُمْ۔ اس نے تمہاری نظروں میں ان کو دکھایا۔

کُمُو ۱۱ اصل میں کُمُ ہے۔ واداشباع کا ہے اور دو ضمیروں کے درمیان فرق کرنے کو لایا گیا ہے۔

= اَلْتَقَيْتُمْ۔ تم ملے۔ تمہارا آنا سامنا ہوا۔ اَلْتِقَاءُ (افعال) سے ماضی جمع مذکر حاضر

= يُقَلِّلُكُمْ فِیْ اَعْيُنِهِمْ۔ وہ ان کی نظروں میں تمہیں کم کر کے دکھا رہا تھا۔ یا کم محسوس کر رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمُ منمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تیر ملاحظہ ہو ۱۳: ۲۔

۱ = لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۱ اوپر ملاحظہ ہو ۴۲: ۸

۴۵: ۸ = فَا ثَبَتُوْا۔ ثَبَاتٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ تم ثابت قدم رہو۔

۴۶: ۸ = فَتَفَسَّلُوْا۔ ورنہ تم ہمت ہار دو گے۔

= وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۴۷: ۸ = بَطَرًا۔ مصدر۔ اترانا۔ اشارہ ہے لشکر کفار کی طرف جو قافلہ کی حمایت میں مکہ سے بڑے طمطراق سے نکلا تھا۔

بَطَرًا (سمع) بطوراً۔ زیادہ نعمت میں پڑ کر اترانا یا بہک جانا۔ بَطَرًا الْحَقُّ۔ تکبر سے حق کے قبول کرنے سے انکار کرنا۔

= مُحِيطٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر قیاسی۔ اِحَاطَةٌ مصدر (باب افعال) حوط مادہ۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ یہاں بمعنی عالم کل ہے۔

۴۸: ۸ = جَادُّ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ مجازاً حمایتی۔ مددگار۔ رفیق۔

= تَرَاءَتْ۔ وہ سامنے ہوئی۔ وہ روبرو ہوئی۔ وہ دیکھنے لگی۔ تراءت (تفاعل) سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تَرَاءَتْ۔ ایک دوسرے کے باہم اس طرح مقابل اور قریب ہونا کہ یہ اس کو اور وہ اس کو دیکھ سکے۔ رَأَى۔ مادہ۔ مہموز العین و ناقص یائی۔ رَأَى یَرَى رَأْيًا دُرُؤِيَّةً۔ اس کا امر رَ ہے۔ تَرَاءَتْ الْفِئَتَانِ ای تلاقی الفریقان۔ جب دونوں فریق بالمقابل ہوئے۔

= نَكَصَ - نَكَصَ وَنَكَوْصٌ مصدر - (باب ضرب ونصر) اٹے پاؤں بھاگنا۔ بدل ہونا۔ نَكَصَ - وہ اٹے پاؤں بھاگا۔ نَكَصَ کے اصل معنی ہیں جس کام کے درپے ہو اس سے لوٹ جانا۔ پلٹ جانا۔

= مَعْبِيْهِ - اس کی دونوں اڑیاں - عَقِبٌ - واحد - اَعْقَابٌ جمع -

= شَدَّ يَدُ الْعِقَابِ - سخت سزا دینے والا - وَاللَّهُ شَدَّ يَدُ الْعِقَابِ یہ جملہ شیطان کا کلام بھی ہو سکتا ہے جو کہ قَالَ اِنِّيْ بَرِيٌّ مِّنْكَ ذَہ سے شروع ہوا تھا۔ یا یہ جملہ مستانف ہے

۸: ۴۹ = غَرَّ - ماضی واحد مذکر غَاب - اس نے فریب دیا - دھوکہ دیا - غُرُوْرٌ مصدر باب (نصر)

= هُوْلَاءِ - ای المسلمین -

۸: ۵۰ = لَوْ تَرَى - اگر تو دیکھے - کاش تو دیکھتا یا دیکھ سکتا -

= يَتَوَفَّيْ - مضارع واحد مذکر غَاب تَوَفَّيْ (تَفَعَّلٌ) مصدر - وہ جان نکالتا ہے - یہاں الْمَلٰٓئِكَةُ (جمع) کے لئے استعمال ہوا - وہ جان نکالتے ہیں -

تَوَفَّيْ کے اصل معنی کسی چیز کو پورا لینا اور اس پر پورے طور پر قبضہ کر لینے کے ہیں - موت کے وقت بھی روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے -

= ذُوقُوا - ای دیکھو ذُوقُوا - تم چکھو - ذُوقٌ سے امر - جمع مذکر حاضر - (باب نصر) ذُقْ - تو چکھ -

= عَذَابُ الْحَرِیْقِ - جلا دینے والا عذاب - آگ کا عذاب - حَرَقٌ سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ -

۸: ۵۲ = كَذٰبٍ - ک حرف تشبیہ ذَابٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں جیسے ذَابِ نِ السَّيْرِ - وہ مسلسل چلا - اور قرآن حکیم میں ہے - وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاۤیِبَیْنِ (۱۴: ۳۳) اور سورج اور چاند کو تھائے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ دونوں دن رات ایک دستور پر چل رہے ہیں -

ذَابٌ - عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے - جیسا کہ آیت نذا - ونیز آیہ (۱۱: ۳) یعنی آلِ فرعون کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں - كَذٰبٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ - ای داب هُوْلَاءِ مثل داب آل فرعون - ان کی عادت مستمرہ بھی وہی ہے جو آل فرعون کی تھی - وروہ عادت مستمرہ کیا تھی - کفروا بایت اللہ - اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار -

۵۳:۸ = ذَلِكْ - اِیْ ذَلِكْ الْعَذَابُ -

= لَمْ يَكْ - مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ کَوْنُ سے اصل میں کَانَ سے مضارع یَكُوْنُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ن پر جزم آئی ن اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ واؤ حرف علت ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی۔ لَمْ یَكْ رہ گیا۔ یہاں بمعنی فعل استمراری ہے۔ یعنی نہیں ہے نہیں تھا۔ نہیں ہوگا۔

= مُغَيِّرًا - اسم فاعل واحد مذکر - تَغْيِيْرُ (باب تفعیل) بدلنے والا۔

لَمْ يَكْ مُغَيِّرًا - وہ (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں ہوا بدلنے والا۔ اور نہ ہی ہوگا۔

= يُغَيِّرُوْا - مضارع منصوب جمع مذکر غائب - تَغْيِيْرُ مصدر (یہاں تک) کہ وہ بدل ڈالیں۔

(بھلائی کو برائی سے۔ خوشحالی کو بدحالی سے)

= مَا بِأَنْفُسِهِمْ - اِیْ مَا بِهِمْ - یعنی یہاں تک کہ وہ خود بدل ڈالیں ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی ہوئی تھیں۔

۵۴:۸ = كَذَّابٌ قَبْلِهِمْ - یہ تکرر تاکید کے لئے ہے۔

۵۵:۸ = شَرَّ الدَّٰثِرَاتِ - بدترین جانور۔ (ملاحظہ ہو ۸:۲۲)

= الَّذِينَ كَفَرُوا فَنُفِخُ فِي سُوْرٍ اٰخَرٍ اِیْ اَصْوَادُ عَلٰی الْكُفْرِ وَلِجَوَابِهِ فَلَا يَتَوَقَّعُ مِنْهُمْ الْاِيْمَانُ - وہ لوگ جو کفر پر مصر ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں کی جاسکتی (یہ بنو قریظہ تھے)

۵۶:۸ = الَّذِينَ عَاهَدَتْ مِنْهُمْ - بدل ہے الذین کفروا کا یہ وہ لوگ ہیں جن سے

(جب بھی) آپ نے معاہدہ کیا

= يَنْقُضُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب نَقَضَ مصدر (باب نصر) وہ توڑتے ہیں۔

= فِي كُلِّ مَرَّةٍ - ہر بار

۵۷:۸ = اِمَّا - اگر۔

= تَتَّقَهُمْ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) تو ان کو پلے۔ هُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر غائب۔ اصل میں ثَقَّفُ کے معنی کسی چیز کے ادراک کرنے اور اس کے سرانجام

دینے میں حذاقت (کام کو اچھی طرح کرنا) اور مہارت کے ہیں۔ لیکن بعد میں صرف ادراک کرنے اور

پانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اگرچہ حذاقت نہ ہو۔ قرآن میں ہے وَافْتُلُوهُمْ حَيْثُ

تَقْتُمُوهُمْ (۱۹۱:۲) اور قتل کر ڈالو انہیں جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ

= فَشَرَّدُوهُمْ - شَرَّدَ الْبَعِيرُ - کے معنی ہیں اونٹ بدک کر بھاگ نکلا اور شَرَّدَتْ بِہ میں نے اس سے ایسا برتاؤ کیا کہ اُسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس جیسا کام نہ کریں۔ جیسے نَكَلْتُ بِہ کا مطلب ہے کہ میں نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔

فَشَرَّدُوْهُمْ - تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین کفروا (آیت ۵۵) کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ خَلَفَهُمْ - جو ان کے پیچھے ہیں۔ یعنی تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ یہ دیکھ منتشر ہو جائیں۔

= لَعَلَّهُمْ يَدُّوْا كُرُوْا - شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی بد اعمالیوں باز آجائیں۔
۵۸: ۸ = تَخَافَنَّ - خَوْفٌ مِّنْ مَّصَارِعَ وَاحِدٍ مَذْکَرٌ حَاضِرٌ - بانوں ثقیلہ۔ تو ڈرے۔ تجھ کو ڈر ہو۔

= فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ - ای اطرح الیہم العہد۔ تو تو اس عہد کو (جو تو نے ان کے ساتھ کیا ہے) ان کی طرف پھینک مار۔ یعنی منسوخ کر دو۔

= عَلٰی سَوَاءٍ - واضح طور پر۔ یعنی ان کو اس منسوخی کا علم ہو جائے اور وہ نتائج کی ذمہ داری کا احساس کرنے لگیں (یعنی دونوں فریقوں کو مساوی طور پر معلوم ہو جائے کہ اب عہد منسوخ ہو چکا ہے۔

۵۹: ۸ = لَا يَحْسِبَنَّ اَنْہی غَائبٌ وَاحِدٌ مَذْکَرٌ غَائبٌ - بانوں ثقیلہ۔ (یا ب مع) وہ ہرگز خیال نہ کرے۔

= سَبَقُوْا - انہوں نے سبقت کی۔ وہ آگے نکل گئے۔ سَبَقُ سے ماضی جمع مذکر غائب وہ بازی لے گئے۔

= لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا - جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے۔

= اِنَّہُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ - یقیناً وہ (پیروان حق کو) در ماندہ نہیں کر سکتے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ہر نہیں کر سکتے۔

۶۰: ۸ = اَعِدُّوْا - تم تیار کر رکھو۔ اَعْدَادُ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلْاَعْدَادُ بمعنی تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ یہ اَعْدَاءُ سے ہے جیسے سَقٰی سے اِسْقَاءٌ اور اَعْدَدْتُ هَذَا لَكَ کے معنی ہیں کہ یہ چیز میں نے تمہارے لئے تیار کر دی ہے تم اسے شمار کر سکتے ہو اور

جس قدر چاہو اس سے حسب ضرورت لے سکتے ہو۔

= رِبَاطٍ - باندھنا - سرحد پر چوکی دینا - باب مفاعلة سے مصدر ہے ثلاثی مجرد میں رِبَطَ کا بھی مصدر ہے - جس کے معنی ہیں مضبوط اور مستحکم باندھنا - نیز اسم بھی آتا ہے - جس چیز کے ساتھ گھوڑے باندھے جائیں اس کو بھی رباط کہتے ہیں اور جس جگہ دشمن کے دفاع کے لئے گھوڑے باندھے جائیں مثلاً پڑاؤ - چھاؤنی اس کو بھی رباط کہتے ہیں - یہاں بطور مصدر ہی استعمال ہوا ہے - بمعنی گھوڑے باندھنا - یعنی گھوڑوں کو دشمن سے دفاع کی خاطر چاک و چوبند باندھے رکھنا کہ جب ضرورت پڑے استعمال میں لائے جاسکیں۔

= تَوَهَّبُونَ - تم ڈراؤ - تم ڈرا سکو - تم ڈراتے رہو - تم ڈراؤ گے - اِذْهَابٌ (افعال) سے جس کا معنی خوف زدہ کرنے کے ہیں - مضارع جمع مذکر حاضر۔

= يَهْ - ضمیر ہ کا مزج مَا اسْتَطَعْتُمْ ہے۔

= وَالْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ - اور دوسرے (دشمن) جو ان (کھلے دشمنوں) کے علاوہ ہیں - یعنی جن کا مسلمانوں کو علم نہیں ہے لیکن ان کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

يُوفِّ - مضارع مجہول - واحد مذکر غائب - تَوْفِيَةً (تفعیل) مصدر - وہ پورا پورا تمہیں واپس دیا جائے گا۔

= ۶۱: ۸ اِنْ جَنَحُوا - اگر وہ مچکیں - جُنُوحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب - (باب ضرب - نصر - فتح)

= لِلْسَّلَمِ - صلح کے لئے - صلح کی طرف - سَلَمٌ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔

لَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب سَلَمٌ کی طرف راجع ہے۔

= ۶۲: ۸ يَخْذَعُونَكَ - وہ تجھے دھوکہ دیں - مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ صيغة جمع مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= حَبَبِكَ - حَبَبٌ اسم فعل ہے بمعنی کافی - منصوب بوجہ عمل اِنَّ - مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔

تیرے لئے کافی ہے - حَبَبٌ يَحْسِبُ (باب نصر) کا مصدر بھی ہے۔

= ۶۳: ۸ دَالَفَ - اس نے الفت دی - اس نے محبت ڈال دی - تَأَلَّفَ (باب تفعیل) سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں - صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔

= قُلُوْا بِهِمْ - میں ھمہ ضمیر جمع مذکر غائب مومنین کی طرف راجع ہے۔

عرب کے سائے جزیرہ میں ہر طرف عداوت و نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی مزاج اتنے آوارہ اور جذبات اتنے مشتعل تھے کہ ذرا سی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی۔ اور برسوں جاری رہتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نقشہ ہی بدل گیا۔ خدا نے ایسی تالیف القلوب کی کہ اسلام کے دائرہ میں آتے ہی وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ اوس اور خزرج کے قبائل ایک بین مثال تھے۔

۶۵:۸ = حَرَضَ - تَحَرَّضَ (باب تفعیل) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو ابھار۔ تو تاکید کر۔ تو آمادہ کر۔

الحرَضَ - اس چیز کو کہتے ہیں جو نکمتی ہو جائے اور درخور اعتناء نہ ہے۔ اس لئے جو چیز قریب بہ ہلاکت ہو جائے اس کے متعلق حَرَضَ کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا (۱۲: ۸۵) یا تو قریب بہ ہلاکت ہو جاؤ گے۔

التَّحَرُّضُ (باب تفعیل سے) کے معنی ازالہِ حَرَضِ کے ہیں۔ یعنی کسی چیز سے بگھاڑ اور خرابی دور کر دینا۔ جیسے مَرَضَتُهُ میں نے اس کے مرض کو دور کر دیا۔

تَحَرَّضَ کے معنی کسی کو مزین کر کے اور اسے آسان صورت میں پیش کر کے اس پر برا نگیختہ کرنے کے ہیں۔ حَرَضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ۔ مومنوں کو جہاد پر برا نگیختہ کرنا۔ ۶۶:۸ = الْكُنْ - اب۔ ظرف زمان ہے اور مہنی برفسح۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= خَفَّفَ۔ اس نے تخفیف کی۔ اس نے ہلکا کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعیل) ضَعُفًا۔ سستی۔ کمزوری۔ ضَعُفَ يَضْعُفُ (باب کرم) کا مصدر ہے سست ہونا

۶۷:۸ = اسْرَى۔ قیدی۔ اسِيرٌ کی جمع ہے اسْرَى بھی جمع ہے۔ الاَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں۔ اسَارَى پاؤں کی بیڑی۔

= يَتَخَوْنَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِتَخَاتَ مصدر (باب افعال) کثرتِ خون بہاؤ تَخُنَ (باب کرم)۔ تَخُنَ الشَّيْءُ کے معنی ہیں کسی چیز کا گارٹھا ہونا اس طرح کہ بہنے سے رک جائے۔ ویسے اس کا استعمال کثرتِ قتل اور غلبہ و تسلط جو کثرتِ قتل کا نتیجہ ہے کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

= مَا كَانَ لِبَنِي... الاَرْحَمِ۔ بنی کے لئے زیبا نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہو جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو کھیل نہ دے۔ یعنی جب تک جنگ میں دشمنوں

کو تہ تیغ کر کے ان کا قلع قمع کر کے ان کی طاقت کو کچل کر پورا غلبہ تسلط حاصل نہ کر لیا جائے
جنگی قیدی بنانا جائز نہیں ہے

= عَرَضَ - مال و متاع - اسباب و سامان - سریع الزوال مال و متاع

۶۸:۸ = كِتَبَ مِنَ اللَّهِ - اللہ کا فرمان - اشارہ ہے ارشاد الہی کی طرف فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَذْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ فَمَا مَتَّاعٌ بَعْدَ ذَٰلِكَ
فِئْدًا حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَدَّارَهَا (۴:۴۴) پس جب ان کافروں سے تمہاری ٹھہری ہو
جائے تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ تم خوب ان کو تہ تیغ کر کے کچل دو۔ تب قیدیوں
کو مضبوط باندھو۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرو تا آنکہ لڑائی
اپنے ہتھیار ڈال دے

= سَبَقَ - وہ پہلے گذر چکا۔ وہ پہلے ہو چکا۔ اس نے سبقت کی۔

= لَمَسَّكُمْ - تم کو ضرور پہنچتا۔ (عذاب عظیم) لام تاکید کا ہے۔ مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب
کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ مَسَّ (باب نصر) کا معنی ہے چھو دینا۔ دکھ پہنچانا۔ لاحق ہونا
لگ جانا۔ (باب نصر اور سمع) سے یہ بمعنی جماع بھی آتا ہے۔ اِنِّیْ یَكُونُ لِیْ ذَلْدٌ وَلَمْ
یَمَسِّنِیْ بَشَرٌ (۴:۳) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ لگایا
نہیں۔ اور اِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ (۲۳:۲) اور اگر تم غورتوں کو
ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔

مَجَازًا مَسَّ کا اطلاق جنوں پر بھی ہوتا ہے مثلاً کَالَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ
الْمَسِّ (۲:۲۵) جیسا کہ کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

تکلیف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً مَسِّنِیْ الشَّیْطَانُ (۴۱:۳۸) شیطان
نے مجھ کو اذیت دے رکھی ہے

= فِیْمَا أَخَذْتُمُ - اس بائے میں جو تم نے لیا۔ بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے یعنی جو مال
غنیمت تم نے لیا ہے اس میں قیدیوں کا فدیہ لینا بھی شامل ہے، بعض نے اس سے قیدی
مراد لئے ہیں۔

= لَوْ لَا عَذَابٌ عَظِیْمٌ - یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ
نہ دیا ہوتا۔ کہ مال غنیمت تمہارے لئے حلال ہے اور اگر اس کا یہ دستور نہ ہوتا کہ جب تک وہ بیان
کھول کر نہ کرے تب تک وہ عذاب کسی کو نہیں دیا کرتا۔ تو جو مال غنیمت اور جو مال فدیہ تم نے

لیا ہے اس پر بھاری عذاب ہوتا۔ (یہ حکم جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی نازل نہیں ہوا تھا سورۃ محمد میں آیت ۴ میں نازل ہوا۔ اور ملاحظہ ہو کِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ کے محاذ)

الخازن۔ بیضادی۔ زمرخشی نے اس آیت کا مطلب ان ہی معنوں میں لیا ہے۔

لیکن مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آیہ ۴: ۴ سورۃ محمد کا نزول سورۃ انفال کی آیت ہذا کے نزول سے قبل کا تصور کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:-

اس عبارت (یعنی سورۃ انفال کی آیہ ہذا) پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس موقع پر عتاب جس بات پر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ جنگ بدر میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل دینے سے پہلے مسلمان دشمن کے آدمیوں کو قید کرنے میں لگ گئے تھے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے جو ہدایت سورۃ محمد میں ان کو دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ:-

”جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو“

تاہم سورۃ محمد میں مسلمانوں کو قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت فی الجملہ دی جا چکی تھی اس لئے جنگ بدر کے قیدیوں سے جو مال لیا گیا اسے اللہ نے حلال قرار دیا اور مسلمانوں کو اس کے لینے پر سزا نہ دی۔

د اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا ”لَوْ اَنَّ كِتَابَ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ“ کے الفاظ اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے فدیہ لینے کی اجازت کا فرمان قرآن میں آچکا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن کے اندر سورۃ محمد کی اس آیت کے سوا کوئی دوسری آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ فرمان پایا جاتا ہو۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت (سورۃ محمد آیت ۴) سورۃ انفال کی آیت (آیت ہذا) سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

مگر یہ یاد رہے کہ ترتیب نزول کے مطابق سورۃ انفال ۸۸ نمبر پر ہے اور سورۃ محمد نمبر شمار ۹۵ پر ہے۔

اس میں دیگر اقوال یہ بھی ہیں کہ:-

۱:- خدا پہلے سے طے کر چکا ہے کہ بدری صحابی کو عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت تحریر ہو چکی ہے (الحسن۔ مجاہد۔ سعید بن جبیر)۔

۲:- اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا۔ تاآنکہ واضح نہ کر دے اُن پر کہ کس چیز سے بچنا لازمی ہے اور یہ کہ بھول اور غفلت کی وجہ سے کسی فعل کا ارتکاب موجب سزائش نہ ہوگا۔ (ابن جریر)

۶۹:۸ = فَكُلُوا۔ میں وَ تَسْبِیْب کی ہے اس سے قبل سبب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے قَدْ اَبَحْتُ لَكُمْ الْغَنَائِمَ فَكُلُوا۔ (میں نے تمہارے لئے مال غنیمت حلال کر دیا پس اسے کھاؤ استعمال کرو)

= حَلَالًا طَيِّبًا۔ یہ یا تو مصدر محذوف اَكْلًا کی صفت ہے یعنی حلال اور طیب کے طور پر استعمال میں لاؤ۔ یا یہ مِمَّا غَنِمْتُمْ کا حال ہے کہ مال غنیمت سے حلال اور طیب مال کھاؤ۔ استعمال کرو ۷۰:۸ = مَنْ فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْوٰی۔ قیدی جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔

= مِمَّا اخَذَ مِنْكُمْ۔ ای الفدیۃ۔

۷۱:۸ = اَمْكَنَ مِنْهُمْ۔ اس نے قابو کر دیا۔ اس نے پکڑ دیا۔ متعدی بدو مفعول۔ اِمَكَانٌ (افعال) سے واحد مذکر غائب اَمْكَنْتُ فَلَا نَا مِنْ فُلَانٍ۔ میں نے فلاں کو فلاں پر قدرت دی اصل میں اَمْكَنَكَ مِنْهُمْ اس نے تم کو ان پر قدرت دی۔ اس میں كَ ضمیر مفعول اول اور هُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے۔

۷۲:۸ = اَوْدُوا۔ اِيْوَاءُ (افعال) سے۔ ماضی۔ جمع مذکر غائب۔ انہوں نے جگہ دی۔ انہوں نے پناہ دی۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے اِذَا وَی الْقِصَّةُ اِلَى الْكَهْفِ (۱۰:۱۸) جب چند نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ اور وَتُوِّیْ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ (۵۱:۲۳) اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو۔ یا ٹھکانا دو۔

= مَا لَكُمْ مِّنْ دَلٰلٍ يَتَّبِعُهُم مِّنْ شَيْءٍ۔ تو تمہارا ان سے ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں۔ ولایت وسیع المعانی لفظ ہے اور عربی میں حمایت نصرت۔ مددگاری۔ پشتیبانی۔ دوستی۔ قرابت۔ سرپرستی۔ اور اس سے ملتے جلتے مفہومات کے لئے بولا جاتا ہے۔

بعض نے ولایت سے وراثت مفہوم لیا ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان کی وراثت سے کوئی چیز نہیں ہے۔

= اِسْتَنْصَرُوْكُمْ۔ وہ تم سے مدد چاہیں۔ اِسْتِنْصَارٌ (استفعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= فَعَلَيْكُمْ۔ تم پر فرض ہے۔ تمہارے ذمہ ہے۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن میں ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶:۸۸) بیشک پھر ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

= عَلٰی قَوْمٍ۔ کسی قوم کے خلاف۔ قرآن میں آیا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(۲۸۶:۲) ہر نفس جو نیکی کماتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کماتا ہے وہ بال اسی کے خلاف ہے۔ اسی پر ہے۔

= مِيثَاقٌ - معاہدہ - عہد و پیمان -

۸:۴۳ = إِلَّا تَفْعَلُوهُ - إِلَّا - اِنْ اور لَا سے مرکب ہے کُصْنِيرٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ - ای الا تفعلوا مَا اَمَرْتُكُمْ مِنْ تَوَاصُلِ الْمُسْلِمِينَ وَتَوَلَّى بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتَّى فِي التَّوَارِثِ تَفْضِيلًا لِنِسْبَةِ الْإِسْلَامِ عَلَى نِسْبَةِ الْفِرَاقَةِ وَلَمْ تَقْطَعُوا الْعِلَاقَ بَيْنَكُمْ دِينِ الْكَفَّارِ - اے مسلمانو! اگر تم باہمی تقارب و مواصلت نہ رکھو گے اور ایک دوسرے کی مددگاری نہیں کرو گے اور دین اسلام کی نسبت کو رشتہ داری کی نسبت پر فضیلت نہ دو گے۔ اور اپنے اور کفار کے درمیان تعلقات کو منقطع نہیں کرو گے تو..... الخ

= تَكُنْ اَصْلٌ مِثْلُ تَكُونُ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے حرف آخرت پر جزم آگئی واداجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ تَكُنْ ہو گیا۔ مضارع مجزوم واحد منوش غائب - كُنْ مصدر۔ (فتنہ برپا) ہو جائیگا۔

۸:۴۵ = اُولَٰئِكَ اِلَٰهُكُمْ - اہل قرابت رشتہ دار۔ ارحام جمع رحم کی ہے شکی رشتہ دار وہ رشتہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ متعلق ہوں۔

(۹)، سُورَةُ التَّوْبَةِ ۙ (۱۱۳)

۹: ۱ = بَرَاءَةٌ - بیزاری - بیزار ہونا - خلاصی - چھٹکارا پانا - بری ہونا - قطع تعلقی - مصدر ہے - الْبُرُءُ - الْبُرَاءُ - التَّيْرِيُّ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں - اس لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ - میں نے مرض سے نجات پائی اور مَرَأْتُ مِنْ خِلَافٍ میں فلاں سے بیزار ہوں -

اور قرآن میں ہے اِنَّ اللّٰهَ بَرِيٌّ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولُهُ (۹: ۳) اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی -

اور اَنْتُمْ بَرِيُّوْنَ مِمَّا عَمَلْتُمْ وَاَنَا بَرِيٌّ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۰: ۴۱) تم میرے عملوں سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری الذمہ ہوں -

بَرَاءَةٌ خبر ہے جس کا مبتدا ہِذِهِ مَحذُوف ہے - یعنی هَذِهِ بَرَاءَةٌ - یہ (اعلانِ برأت) (قطع تعلقی) ہے - مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اللّٰهُ اور اللّٰہ کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف جن سے تم نے (مسلمانوں نے) معاہدہ کر رکھا ہے (جیسا کہ کہتے ہیں هَذَا كِتَابٌ مِّنْ خِلَافٍ اِلَى فُلَانٍ یہ تحریر ہے فلاں کی جانب سے فلاں کی طرف) -

اس کا پس منظر مختصر یہ ہے کہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج مقرر فرما کر مکہ روانہ کیا - ان کے جانے کے بعد آیات سُورَةِ بَرَاءَةِ اتا، ۳ نازل ہوئیں - جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں - رسالت اب علیہ التَّحِيَّةِ وَالسَّلَام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیچھے بھیجا کہ حج کے دن ان احکام خداوندی کا اعلان عام کر دیں -

چنانچہ دسویں ذوالحجہ کو حجرۃ العقیقہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ آیات

تلاوت فرمائیں۔

اس سورۃ کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ہے۔ علماء نے اس کی متعدد وجوہات لکھی ہیں لیکن صحیح بات وہی ہے جو حضرت امام رازیؒ نے تحریر فرمائی ہے۔
کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی نہیں لکھی۔ اور بعد کے لوگ بھی اس کی پیروی کرتے چلے آئے!

۹:۲ = فَسِيحُوا - سَاحَ لَيْسِيحٌ (باب ضرب) سَيِّحٌ سے امر، جمع مذکر حاضر۔ تم پھرو۔
سیاحت کرو۔ گھوم پھرو۔ چل پھرو۔

السَّاحَةُ کے معنی فراخ جگہ کے ہیں۔ اسی اعتبار سے مکان کے صحن کو سَاحَةُ الدَّارِ کہا جاتا ہے۔ وسیع مکان میں ہمیشہ جاری رہنے والے پانی کو سَائِحٌ کہا جاتا ہے۔ سَاحَ فَلَانٌ فِي الدَّرَاسِ کے معنی پانی کی طرح زمین میں چکر کاٹنے کے ہیں۔ اسی سے ہمیشہ سفر کرنے والے کو سَائِحٌ یا سَيَّاحٌ کہا جاتا ہے۔ اور آیت ۹:۱۱۲ میں السَّائِحُونَ سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔

فَسِيحُوا میں خطاب مشرکین سے ہے۔

= اَتَّكُمُ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ - تم اللہ کو عاجز کر سکتے والے نہیں ہو۔ یعنی نہ تو تم اس کے قبضہ سے بچ کر نکل سکتے ہو اور نہ اس کے پلان کو فیل کر سکتے ہو

= وَاَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ - اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے
یعنی اس دنیا میں قتل و شکست کی ذلت اور آخرت میں عذاب کی ذلت۔

۹:۳ = اِذْ اَنْتُمْ مِّنَ اللَّهِ اِلَى النَّاسِ - تمام لوگوں کے لئے اطلاع عام

برأت صرف ان مشرکین سے تھی جن کے ساتھ معاہدات تھے اور اِذْ اَنْتُمْ تمام لوگوں کے لئے اس برأت کی اطلاع عام۔

= يَوْمَ الْحَجِّ الْكَبِيرِ - بڑے حج کا دن یعنی یوم عرصات ۹ ذوالحجہ کا دن۔ جس دن حجاج میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں۔ اور غروب آفتاب سے قبل مزدلفہ کی طرف جانے کے لئے نکل آتے ہیں۔

۸-۹-۱۰ ذوالحجہ حج کے ایام ہیں۔ مناسک حج میں میدان عرفات میں قیام سب سے اہم ہے۔ یا اس سے یوم النحر بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی دسویں ذوالحجہ کیونکہ اس دن مناسک

حج پوری ہو جاتی ہیں۔ یعنی حجاج طواف اور قربانی سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ یا جملہ ایام حج مراد ہیں کہ عرب میں عمرہ کو حج اسفر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں جو حج ہوتا ہے اسے حج اکبر کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارذو الحج کو اعلان سنایا تھا لہذا یہاں مراد یوم النحر ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی آج حج اکبر کے دن اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے یہ اعلان عام کیا جاتا ہے۔

= بَرِيٌّ - بری - بری الذمہ - بیزار - ملاحظہ ہو (۱:۹)

= دَرَسُولُهُ - وَاَوْحَرَفْ عَطْفَ رَسُوْلُهُ - مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف - اس کا معطوف علیہ اللہ ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق معطوف اور معطوف الیہ کا اعراب ایک ہی ہونا چاہئے تھا۔ یعنی اللہ کی طرح رسول بھی منسوب ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اور اس کی خبر بری محذوف ہے اور یہ جملہ و رسول بری بصورت جملہ پہلے جملہ ان اللہ بری کا معطوف ہے۔

= اِنْ تَبَيَّنْتُمْ - اگر تم تائب ہو جاؤ۔ یہاں خطاب مشرکین سے ہے کہ اگر تم شرک و کفر سے باز آ جاؤ
= اِنْ تَوَلَّيْتُمْ - اگر تم پھر گئے۔ تَوَلَّيْتُ (تَفَعَّلْتُ) سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

= بَشِيرٌ - تو خوشخبری دے۔ تو بشارت دے۔ تو خبر دے۔ تَبَشِيرٌ (تَفَعَّلْتُ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بشارت کا استعمال استنہار کے طور پر ہوا ہے۔

۹: ۴ = لَمْ يَنْقُصْكُمْ - نَقَصَ يَنْقُصُ (باب نصر) نَقَصًا وَنَقْصَانًا - کم ہونا۔ گھٹنا۔ کم کرنا۔ گھٹانا نَقَصْتُ زَيْدًا اَحَقَّهُ میں نے زید کے حق میں کمی کر دی اس کے حق کو گھٹا دیا۔

لَمْ يَنْقُصُوا - مضارع نفی جہد بلم - کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تمہارے حق میں کمی نہیں کی۔ یعنی تمہاری حق تلفی نہیں کی۔ تمہارا نقصان نہیں کیا۔ انہوں نے تمہارا قصور نہیں کیا۔ (انہوں نے تکمیل عہد میں کمی نہیں کی)۔

= لَمْ يُظَاهِرْهُرْذَا عَلَيَّكُمْ - ظَاهَرَ يُظَاهِرُ مَظَاهِرَةً (باب مفاعلة) ایک دوسرے کی امداد کرنا۔ عَلَيَّكُمْ - تمہارے خلاف۔ مضارع نفی جہد بلم - جمع مذکر غائب انہوں نے تمہارے خلاف کسی دوسرے کی مدد نہیں کی۔

۹: ۵ = اِنْسَلَخَ - وہ گذر گیا۔ (یعنی جب حرمت والے مہینے گزر جائیں) نیز ملاحظہ ہو (۵: ۷۵)

= اُحْصِرُوهُمْ (باب نصر - باب ضرب) ان کو محصور رکھو۔ ان کو قید رکھو۔ ان کو روکے رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حَصَرٌ سے۔

= مَرَصِدٌ - واحد مَرَاوِدٌ - جمع - ظرف مکان - گھات کی جگہ۔ رَصَدٌ يَرِصِدُ (نصر)

نگاہ رکھنا۔ گھات لگانا۔

وَاقْعُدُوا لِلَّهِ كُلَّ مَرْصِدٍ - ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔
 = فَخَلَوْا سَبِيلَهُمْ - تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْلِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) سے مصدر
 چھوڑ دینا۔

۶:۹ = اِسْتَجَارَكَ - اس کا مادہ جَوَّز ہے اَلْجَارُ - پُروسی - ہمسایہ - اِسْتَجَارَ - اس نے پناہ
 طلب کی - اِسْتَجَارَكَ - اس نے تجھ سے پناہ طلب کی - اِسْتِجَارَةٌ (اِفْتَعَال) ماضی واحد مذکر غائب
 لکضمیر واحد مذکر حاضر - جَارٌ پناہ دینے والا - مددگار - وَ اِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (۸: ۴۸) اور میں تمہارا حامی
 مددگار ہوں - اور وَهُوَ يُجِيرُكَ يُجَارُ عَلَيْكَ (۲۳: ۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل
 کوئی پناہ نہیں دے سکتا

اور معنی قرب کے اعتبار سے جَارٌ عَنِ الطَّرِيقِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں
 راستہ سے ایک طرف مائل ہونے کے - پھر مطلقاً حق سے عدول کرنے کے لئے اس کو اصل قرار
 دے کر اس سے اَلْجَوْرُ بمعنی ظلم بنایا گیا - قرآن حکیم میں ہے وَمِنْهَا جَائِزٌ (۹: ۱۶) اور بعض راستے
 سیدھی راہ سے ایک جانب مائل ہو رہے ہیں - جو روستم - ظلم و ستم کے معنی میں عام استعمال ہوتا
 = فَاجِرَةٌ - پس اس کو پناہ دے - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - ضمیر مفعول واحد مذکر غائب
 = وَ اِنَّ اَحَدًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِسْتَجَارَكَ فَاجِرَةٌ - یہاں پناہ طلب کرنے سے مراد
 یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد بھی اس مطلب کے لئے پناہ مانگے
 کہ وہ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھنے اور اپنی غلط فہمیاں - شک و شبہات دور کرنے کے لئے موقعہ
 چاہتا ہے تو اسے یہ موقعہ فراہم کرنا چاہئے - (اگلا جملہ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَةَ اللّٰهِ اس معنی کی طرف اشارہ ہے)
 = مَا مَنَّهُ - مَا مَنَ - جائے امن - طرف مکان - مَا مَنَّهُ مضاف مضاف الیہ - اس کی جائے
 امن - اس کی قوم کی بستی ہو یا کوئی اور جگہ جہاں وہ امن پاسکے - اَمْنٌ - اَمَانَةٌ - اَمَانٌ مصدر -

۷:۹ = كَيْفَ - کیسا - کیسے - کیونکر - یہاں بطور استفہام انکاری استعمال ہوا ہے - كَيْفَ
 يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ - ان (عہد شکن) مشرکین کے لئے
 اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا)

یعنی اگر یہ مشرکین اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کو بار بار توڑنے کا
 ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ اور اللہ کا رسول ان کے ساتھ عہد کا پاس کیسے کر سکتے ہیں -

= فَمَا - مَا مصدر یہ ظرفیہ یا جزائیہ ہے (مثال مصدر یہ وصاقت علیہم الارض بسا

رَحِبَتْ (۱۰: ۲۵) اور باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہو گئی۔

مثال مصدریہ ظرفیہ۔ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔ اور اس نے مجھے تاکید کی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔

مثال جزائیہ۔ مَا يَفْعَلُ أَفْعَلُ (جو کچھ وہ کرے گا میں کروں گا)۔

یہاں اس آیت میں معنی مصدریہ ظرفیہ ہے۔ یعنی جب تک وہ تمہارے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو۔

۸: ۹ = كَيْفٌ۔ یہاں بھی استفہام انکاری یا اظہار حیرت و تعجب کے لئے ہے اس کی تکرار مشرکین کی متواتر عہد شکنی اور عدم ثبات کے لئے ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے :-

كَيْفَ يَكُونُ لَهُمْ عَهْدٌ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ۔ اور کیسے رہ سکتا ہے معاہدہ ان کے ساتھ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ان کو تم پر برتری حاصل ہو جائے تو..... الخ

= لَا يَرْقُبُوا۔ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) رَقِبْتُ مصدر۔ (باب نصر) پاس یا لحاظ نہیں کریں گے۔ رعایت نہیں کریں گے۔

رَقِبَ يَرْقُبُ۔ رَقُوبٌ دَقَابَةٌ۔ رِقَابٌ۔ نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا۔ ڈرانا۔ الرِّقَبَةُ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر عرف عام میں غلام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے :-

وَمَنْ تَتْلَ مَوْمِنًا خَطَا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (۹۲: ۴) کہ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرائے۔

نگران کو رقیب کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ اس شخص کی گردن پر نظر رکھتا ہے جس کی نگرانی منظور ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ نگرانی کے لئے اپنی گردن بار بار الٹا کر دیکھتا ہے۔

انتظار کرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ (۹۳: ۱۱) تم بھی منتظر ہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ تَرَقَّبُ (تَفَعَّلُ) انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے بچنا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ (۲۸: ۲۱) موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل بھاگے اور دوڑتے جاتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

لَٰذَا لَا يَرْقُبُوا۔ وہ (اپنے عہد کا) پاس نہیں کریں گے۔ (اپنے عہد کی) نگہبانی (پاسبانی) نہیں کریں گے۔

= فَيَكُمُ۔ تمہارے بارے میں۔

= اَلَّا کے معنی قرابت ۔ عہد ۔ حلف اور اللہ کے ہیں ۔ قرابت کے معنوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے ۔

لعمرك ان ائتيت من قریش

كأل السقب من رأل النعام

تیری جان کی قسم تیری قرابت قریش سے ایسی ہے جیسی کہ اونٹنی کے بچے کی قرابت شتر مرغ کے بچے سے ہے ۔
اور عہد کے معنوں میں :-

وجدناهموكاذبا لهم

وذوالال والعهد لا يكذب

ہم نے ان کو عہد کا جھوٹا پایا ۔ حالانکہ عہد کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا
اور حلف کے معنوں میں :-

لولا بنو مالک والال مرقبة

ومالک فیہم الالاء والشرف

(اوس بن حجر)
اگر بنو مالک نہ ہوتے اور قسم کہ جس کی پابندی کی گئی ۔ اور بنو مالک ہی میں بخشش ہیں
اور شرافت ہے ۔

اور اللہ کے معنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول :-

ان هذا الكلام لم يخرج من الی

یہ کلام اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوا ۔

لَا يَوْقُبُوا فِيكُمْ اِلَّا ذِمَّةً ۔ تمہارے بارے میں نہ قرابت کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا
اور نہ حلف کا اور نہ اللہ تعالیٰ کا ۔

= ذِمَّة ۔ عہد ۔ اس کی جمع ذَمَمٌ ہے ۔

يُرْضَوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۔ اِرْضَاءُ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ كُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر حاضر وہ تم کو راضی کرتے ہیں ۔ وہ تم کو خوش کرتے ہیں ۔ رِضًیٰ مادہ ہے اور ثلاثی
مجرد سے مصدر بھی ۔

۔ أَفْوَاهِهِمْ ۔ أَفْوَاهُ مضاف ۔ مضاف الیہ ۔ أَفْوَاهٌ ۔ فُؤَادٌ کی جمع بمعنی مُنَّة

بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے یعنی زبانی کلامی ۔

== تَابَى۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں قُلُوبٌ جمع مکسر کے لئے مَوْنَتْ کا صیغہ استعمال ہوا ہے
 بمعنی ان کے دل انکار کرتے ہیں۔ اِبَاءٌ مصدر مضارع واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ اَبَى یَاْبِیْیٰ (فتح) انکار
 کرنا۔ ناپسند کرنا۔ مکروہ جاننا۔ ناخوش ہونا (باب ضرب) سے بھی آتا ہے۔

== فَاسِقُوْنَ۔ راستی سے نکل جانے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانے
 والے۔ اللہ کی اطاعت سے نکل جانے والے۔

۹: ۹ = اِشْتَرَوْا۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا۔ اِشْتَرٰی اِشْتَرٰی اِشْتَرَاءٌ (افتعال)
 سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول
 کر لی۔ (یعنی ہوئے نفس کے تابع ہو گئے اور اللہ کی آیات پر یقین نہ کیا)

== صَدُّوْا عَنّ۔ وہ پھر گئے۔ انہوں نے ترک کر دیا۔ انہوں نے (دوسروں) کو روکا۔ باز رکھا
 = سَاءَ۔ يَسُوْءٌ۔ (نصر) ماضی واحد مذکر غَائِبٌ سَوُّوْا سے۔ بُرّا ہے۔

== مُعْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مرفوع۔ اَلْمُعْتَدِيْ وَاحِدٌ۔ حق سے تجاوز کرنے والے۔

اِعْتَدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ یہ لفظ زیادتی کے ہر پہلو کو جامع ہے۔ یہاں مراد عہد شکنی ہے

۱۲: ۹ = نَكَثُوْا۔ ماضی جمع مذکر غَائِبٌ نَكَثٌ مصدر۔ (باب ضرب و نصر) انہوں نے عہد کو توڑا
 نكثیة۔ عہد شکنی۔ جھوٹ۔ ایسا دشوار کام جس میں لوگ عہد و پیمان کو توڑ ڈالیں۔

== طَعَنُوْا۔ انہوں نے طعن کیا۔ انہوں نے عیب نکالا۔ طَعْنٌ سے جس کا اصل معنی نیزہ مارنا
 (باب ضرب۔ نصر۔ فتح) ہر وہ چیز جو دل کو دکھ پہنچانے والی ہو اس کو بھی طعن کہتے ہیں۔ مثلاً
 عیب جوئی۔ طعنہ زنی۔

طَعَنَ۔ بمعنی نیزہ زنی اکثر باب نصر سے آتا ہے۔ اور جب اس کا تعلق طعن یا القول سے ہو
 تو باب فتح سے۔ یہاں مراد عیب جوئی۔ نقص بینی۔ کے ہیں۔

== اٰثِمَةُ الْكُفْرِ۔ رؤس المشركين۔ کفر کے پیشوا۔ کافروں کے لیڈر۔ حضرت ابن عباس رض
 کے قول کے مطابق اس سے مراد ابوسفیان بن حرب۔ الحرث بن ہشام، سہیل بن عمرو۔ ابو جہل
 وغیرہ ہیں۔ ائمة۔ امام کی جمع ہے۔ لیڈر۔ سردار۔ قائد۔ پیشوا۔ سرکردہ۔

== يَذْتَهُوْنَ۔ وہ بازہستے ہیں۔ (شاید وہ باز آجائیں وہ باز آجائیں۔ مضارع جمع مذکر غَائِبٌ۔
 اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سَخَّوْا۔ مادہ۔

۱۳: ۹ = اَلَا تُقَاتِلُوْنَ۔ کیا تم جنگ نہیں کرو گے۔ کیا تم نہیں لڑو گے۔

= بَدَّ ذُكْمَ - انہوں نے پہلے تم سے شروع کیا۔ (یعنی زیادتی میں پہل انہوں نے کی) بَدَّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۹: ۱۴ یَشْفِ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَشْفِ تھا۔ بوجہ جواب شرطی محذوف ہو گئی۔ شَفَاءُ مصدر باب ضرب، شفا دے گا۔ (یعنی مشرکین و کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں کے دکھ سے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا)

۱۵: ۹ وَ يَذْهَبُ غِظَ قُلُوبِهِمْ - ان کے دلوں کا غصہ دور کر دے گا۔ هِمَّ ضمیر جمع مذکر غائب مؤنن کی طرف راجع ہے۔

۱۶: ۹ حَسِبْتُمْ - تم نے گمان کیا۔ تم نے خیال کیا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ تم گمان کر رہے ہو۔ تم خیال کر رہے ہو۔ حَسِبَانُ مصدر۔ صغیر ماضی جمع مذکر حاضر۔

= تَتْرَكُوا - تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ تَرَكْتُ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= لَعَنَ - حرف جازم ہے مضارع پر داخل ہو کر اس کو خرم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ مثال کے لئے ملاحظہ ہو (۲۱۴: ۲) اور (۲۱۴: ۴۹)۔ لَمَّا پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو (۲۱۴: ۲)

= يَعْلَمَ - مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمَّا۔ اس نے نہیں جانا۔ اس نے معلوم نہیں کیا۔ لَمَّا يَعْلَمِ اللہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی امر کے وقوع ہونے پر موقوف نہیں وہ ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے یا ہونیوالی ہے خواہ مستقبل قریب میں ہو یا مستقبل بعید میں۔ لہذا یہاں اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد جانتا نہیں ہے بلکہ جتنا پہچان کر دانا دوسروں کے علم میں لانا اور امر معلوم کو ممیز و ممتاز کرنا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابھی تک دوسروں کے سامنے اس امر کو نتھارا ہی نہیں۔ اس کی پہچان ہی نہیں کروائی۔ آیت نہ اکا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو اور اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی دوست یا ہمراز نہ بنانے والے اشخاص کی (امتحان لے کر) اس نے پہچان ہی نہیں کرائی۔ عہ ابھی عاشقی کے امتحان اور بھی ہیں۔

= وَلِيَجْزِيَ - دُجُجْ بمعنی دُخُولٌ سے بنایا گیا ہے۔ گہرے دوست، اندرونی دوست، علامہ قرطبی رحمہ فرماتے ہیں کہ: فَوَلِيَجْزِيَ الرَّجُلُ مَنْ يَخْتَصُّ بِهِ خَلَّةَ امْرَأَةٍ دُونَ النَّاسِ

دلچہ وہ شخص جسے عامۃ الناس سے ورے اپنے اندرونی راز کے لئے مختص کیا جائے۔ اندرونی دست
یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔

۹: ۱۷ = مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ مُشْرَكُوں کو یہ روا نہیں۔ ان کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ان کے لئے یہ
جائز نہیں۔ ان کا یہ کام نہیں۔

= اَنْ يَّعْمُرُوْا۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ جمع مذکر غائب عِمْرَانُ مصدر باب نصر
عمر مادہ۔ وہ آباد کریں۔ (آباد کرنے والوں میں وہاں جا کر نماز پڑھنے والے۔ عبادت کرنے والے
متولی۔ مجاور۔ خادم سب شامل ہیں۔

= مَسْجِدَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یَعْمُرُوْا کا۔ اللہ کی مسجدیں۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے
اور اس کا اطلاق تمام مساجد پر ہو سکتا ہے لیکن یہاں مراد مسجد حرام ہے جس میں کعبہ شریف واقع ہے
(یعنی مشرکین مسجد حرام اور کعبہ مکرمہ کے متولی اور مجاور۔ خادم وغیرہ نہیں بن سکتے اور نہ ہی وہ
اس میں اب عبادت کر سکتے ہیں)۔

= شَٰهِدِیْنَ۔ گواہ۔ ماننے والے۔ شہادت دینے والے۔ شَٰهَادَةٌ اور شَٰهَدٌ سے اسم مذکر
شَٰهِدٌ واحد واؤ سے حال ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا
مَسْجِدَ اللّٰهِ وَهُمْ شَٰهِدُونَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِالْکُفْرِ۔ وَهُمْ حذف ہو گیا اور شَٰهِدِیْنَ (بجائے
نصب ہو گیا۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مَوْنَتْ غائب، وہ اکارت گئے۔ ضائع ہو گئے حَبِطٌ مصدر
۱۸: ۹ = لَمْ یَخْشَ۔ مضارع نفی جہلُم۔ یَخْشَ اصل میں یَخْشِیْ تھما۔ لَمْ کے عمل سے ی ساقط
ہو گیا۔ وہ نہیں ڈرتا۔

= عَسٰی۔ افعال مقاربہ میں سے ہے، محبوب شے میں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے
لئے آتا ہے۔ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عَسٰی ہے وہاں یقین کے
معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں۔ مثلاً فرمان الہی ہے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّا تَخْمَدُوْا
ضرور تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچائیگا۔ مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضور سلی اللہ علیہ وسلم کا شافع
مخبر بننا ایک یقینی امر ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

لیکن راغب نے المفردات میں اس سے اتفاق نہیں کیا وہ رقمطراز ہیں کہ:-

اکثر مفسرین نے اس کی تفسیر "لوازم یعنی یقین" سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں طمع
اور ربا کا استعمال صحیح نہیں ہے مگر یہ ان کی کوتاہ نظری ہے کیونکہ جہاں کہیں قرآن میں عَسٰی کا لفظ

آیا ہے وہاں اس کا تعلق انسان کے ساتھ ہے نہ کہ اللہ کے ساتھ۔ لہذا آیت کریمہ عَلَيَّ رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَذَابُكُمْ (۱۲۹:۷) کے معنی یہ ہیں، تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔

یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ غمگین ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

فَعَلَىٰ اُولَٰئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ پس یہی لوگ ہیں جن سے توقع ہے کہ راہ ہدایت پائیں گے۔

۱۹: ۹ = سِقَايَةَ - پانی پلانا۔ عِمَارَةَ - آباد کرنا۔ صاحبِ دنیا، القرآن۔ مظہری۔ قرطبی و بیضاوی لکھتے ہیں کہ الفاظ آیت سقاية و عمارة مصدر ہیں۔ اگر یہ اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوں تو کلام میں کسی لفظ کو مصدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی معنی ہوگا کہ حاجیوں کو پانی پلانے والا اور مسجد کو آباد کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور جہاد کرے۔

اور اگر مصدری معنی ہی میں مستعمل ہو تو پھر کلام میں حذف ماننا پڑیگا۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مشبہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اجعلتم اهل السقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام۔۔۔ اور یا مشبہ بہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہوگی۔ اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام کا ایمان من امن بالله واليوم الآخر و جهاد من جاهد في سبيل الله۔

= لَا يَسْتَوُونَ = مضارع منفی جمع مذکر غائب اسْتَوَاءُ (اِفْتَعَالَ) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہیں ۲۰: ۹ = اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ - ای اعظم درجہ من اهل السقاية والعمارة عند الله۔ یعنی اللہ کے نزدیک ایمان والوں، ہجرت کرنے والوں اور اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اہل سقاہ و اہل عمارت سے بہت بڑا ہے۔

= اَلْفَاثُرُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ فَاثُرٌ واحد۔ کامیاب، انتہائی مقصود پانے والے۔ = يُكْشَرُهُمْ - وہ ان کو خوشخبری دیتا ہے تَكْشِيرٌ (تَفْعِيلٌ) سے مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= رِضْوَانٍ - رضا مندی۔ خوشنودی۔ مرضی۔ رضا۔ رَضِيَ يَرْضِي کا مصدر ہے رِضْوَانٍ اور بَحْتٍ۔ بوجہ ب حرف جر کے مجبور ہیں۔

= فِيهَا مِثْرَانِ وَاحِدٌ مِّنْ جَنَّتِ كِي طَرَف رَاجِعِ هِ
= نَعِيمٌ اسْمُ نَكْرَه - نَعْمَت - رَاحَت - نَعْمَت كَثِيرَه -

= فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ (۱۲:۵۶) نَعْمَتوں كِي بَهشت ميں اَدْرَجَّتِ النَّعِيمِ (۸:۲۱) نَعْمَتوں كے باغ ميں
= مُقِيمٌ - اسْم فاعِل وَاَحَد مذكر - دَوَامِي - لَازِئَال - اِقَامَةٌ هُ - نَعِيمٌ مُّقِيمٌ لَازِئَال دَائِمِي نَعْمَتِيں
۲۳:۹ = لَا تَتَّخِذْ وَاوَلِيَاءَ - تَم دُوسْت مَت بناؤ - فَعْل نَهِي جَمْع مذكر حَاضِر - اِثَّخَاذُ (اِفْتَعَالُ) هُ
= اِسْتَحَبُّوا - ماضِي جَمْع مذكر غَائِب - اِسْتَحْبَابٌ (اِسْتَفْعَالُ) هُ سَ (اَكْر) وَه عَزِيز رَكِيں -
= يَتَوَلَّوْهُم - مَضَارِع مَجْزُوم وَاَحَد مذكر غَائِب هُم نَعْمِيَر مَفْعُول جَمْع مذكر غَائِب تَوَلَّى هُ سَ جُوان
دُوسْتِي رَكھے گا -

۲۴:۹ = عَشِيرَتُكُمْ - تَهَارِي بَرَادَرِي - تَهَارَا كَنَبَه - تَهَارَا قَبِيلَه -

= اِقْتَرَفْتُمُوْهَا - اَصْل ميں اِقْتَرَفْتُمْ - هُ وَاوَا شَبَاخ كا هُ -

اِقْتَرَفَ يَقْتَرِفُ اِقْتِرَافٌ (اِفْتَعَالُ) كَمَا - هَا نَعْمِيَر وَاَحَد مِّنْ غَائِب اَمْوَالُ كِي
طَرَف رَاجِعِ هُ - جُومَال تَم نَے كَمَائے هِيں -

= كَسَادَها - مَضَاف مَضَاف اِلَيْه كَسَادٌ مَصْدَر - تَجَارَت تَه چَلْنَا - سُوْدَانَه بَكْنَا - خَرِيْدَارَنَه مَلْنَا - (بَاب
نَصْر وَاَكْرَم) سُوْقٌ كَاسِدٌ - وَه بَازَار جِس ميں خَرِيْدَار كَم هُوں - اَرْدُو ميں كَسَاد بَازَارِي اس وَقْت
بُولتے هِيں جَب بَازَار ميں خَرِيْد وَفَرُخْت مَدْهَم پُر جَاتے -

= فَتَرَبَّصُوا - پَس تَم اِنْتَظَار كَرُو - تَم مَنْتَظَر هُو - تَم رَاه دَكِيهو - تَرَبَّصُ (تَفَعُّلُ) هُ سَ اَمْر كا صِيغَه
جَمْع مذكر حَاضِر -

= فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ تَهْدِيْدٍ وَتُخْوِلُف كَے لَئے هُ (اِيْعْنِي تُو پَهْرَاب عَذَابِ اللّٰهِ كا
اِنْتَظَار كَرُو) پَس اِنْتَظَار كَرُو يِهَاں تَك كِه اللّٰهُ تَعَالٰى اِيْنا فَيَصِلَه تَهَا سَ سَامَنے لَے آتے -

۲۵:۹ = مَوَاطِنَ - مَوَاقِع جَنگ - لُوكُوں كَے رَهْنے كِي جِگَه - مَوْطِنٌ وَاَحَدٌ وَطْنٌ مَصْدَر
(بَاب ضَرْب) جِگَه كُپُرْنَا - مَقِيْم هُونَا - اِطْطَانٌ (بَاب اِفْعَال) تَوَطَّنٌ (تَفْعِيلُ) اِسْتِطْطَانٌ
رَاسْتِغْعَالُ) تَيْنُوں اَبْوَاب سَ مَعْنِي هُنَے كِي جِگَه اَخْتِيَار كَرْنَا - تَوَطَّنٌ (تَفَعُّلُ) هُ جِگَه كُپُر لِيْنَا - كَسِي
حِيْز بِر دَل لَبْتَه هُو جَانَا -

مَوَاطِنَ - طَرَف مَكَان فِي حَرْف جَار كِي وَجِه سَ نَ مَكْسُور هُونَا چَاهِي تَهَا - لَكِيْن اِيْسِي جَمْع جُو
مَنْتَهِي الْجُمُوع كَے وَزْن پَر هُو اِيْعْنِي اِيْسِي جَمْع جِس كَے پَهْلے دُو حَرْف مَفْتُوح اَوْر تِيْسِي جِگَه اَلْف هُو جِيْسَ
مَسَاجِدُ - مَصَاحِفُ - يِه جَمْع قَائِم مَقَام دُوسَبُوں كَے هُ لَهْذا مَوَاطِن غِيْر مَنْصَرَفِ هُ اَوْر اَوْجُ

سے ن کے نیچے کسرہ نہیں آیا۔

مَوَاطِنَ کَثِيرَةٍ سے مراد یہاں وہ جنگیں ہیں جن میں باوجود دشمن کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ مثلاً بدر۔ بنو قریظہ اور بنو لظیر کے خلاف جنگیں۔ مدینہ۔ خیبر۔ مکہ وغیرہ۔

= دَيَوْمَ حُنَيْنٍ کیا اس کا غلط مَوَاطِنَ کَثِيرَةٍ پر ہے تو اس صورت میں يَوْمَ مفتوح کیوں آیا ہے اس کی متعدد توضیحات دی گئی ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ نیا جملہ ہے اور اس سے پہلے اذکروا مضر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَاذْكُرُوا يَوْمَ حُنَيْنٍ۔ اور یاد کرو جنگ حنین کا واقعہ۔

= لَمْ تَغْنِ۔ تَغْنِ اصل میں تَغْنِي تھا۔ لَمْ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔ وہ کام نہ آئی (یعنی کثرت)۔
= بِمَا۔ میں مامصدر یہ ہے بِ بمعنی مَعَ کے ہے۔
رَحْبَتٌ۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی (باب کرم) رَحْبٌ سے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہے ماضی واحد مَوْنَتْ غائب۔

بِمَا رَحْبَتٌ۔ باوجود کشادہ اور فراخ ہونے کے۔ باوجود اپنی وسعت کے اور کشادگی کے۔
(نیز ملاحظہ ہو ۹: ۷)

= وَلَئِنْ تَمْ يَظْهَرُ دَعَا بَهَا كَر نَكَل۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَوَلِيَّةٌ سے
= مُدْبِرِينَ۔ پیٹھ دکھانے والے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے۔ دُبُو ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں
۲۶: ۹ = سَكِنَتْهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گزرے وہ اس سے گھبراتا نہیں یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی یقین میں قوت اور استقلال پیدا کر دیتا ہے۔
= لَمْ تَرَوْهَا۔ اصل میں تَرَوْنَ (مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَمْ کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا جن کو تم نے نہ دیکھا۔

۲۷: ۹ = يَتُوبُ اللّٰهُ۔ اللہ اپنے طرف لوٹنے کی توفیق دے لگا۔ (یعنی کافروں میں سے جسے چاہیگا اپنی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کو اسلام سے مشرف فرمائے گا۔ تَابَ يَتُوبُ (نصر) بمعنی لوٹنا۔ رجوع کرنا) جب اللہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو بمعنی لوٹنے یا رجوع کرنے کی توفیق بخشنا۔ توبہ قبول کرنا۔ رحمت سے توبہ فرمانا)

۲۸:۹ = نَجَسٌ - نَجَسٌ وَ نَجَاسَةٌ - مصدر (باب سمع - نصر) ناپاک، پلید۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ یہاں مصدر استعمال ہوا ہے۔ مذکر۔ مؤنث تثنیہ جمع سب کا اطلاق ہوتا ہے !
 = عَيْلَةً - فقر۔ مفلسی۔ عَالٌ يَعِيْلُ (ضرب) سے مصدر ہے (یعنی اگر مشرکین کے داخلہ پر بندش سے تمہیں تجارتی کاروبار میں کساد بازاری یا آمدنی میں کمی کا اندیشہ ہو تو فسوفَ يُغْنِيَكُمْ اللہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا۔

۲۹:۹ = لَا يُحَرِّمُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب تَحَرَّيْمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر وہ حرام قرار نہیں دیتے۔

= لَا يَدِينُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب ضرب) وہ مذہب اختیار نہیں کرتے وہ دین اختیار نہیں کرتے۔ دَانَ دَتَاتٍ ب۔ مذہب اختیار کرنا۔

= دِينَ الْحَقِّ - سچا دین یعنی اسلام

= عَنْ يَدٍ - (اپنے) ہاتھ سے۔ دلی اطاعت کے طور پر

= دَهُمَ صَاغِرُونَ - اور وہ اپنے صغیر (حقیر اور مغلوب) ہونے کا دلی احساس رکھتے ہوں اپنے آپ کو حقیر و صغیر جانتے ہوئے۔

۳۰:۹ = يُضَاهَوْنَ - مُضَاهَاةٌ (مفاعلة) وہ مشابہت پیدا کر رہے ہیں۔ وہ نقل اتار رہے ہیں۔ ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا - ضَهِيٌّ - مثل۔ مانند شبیہ۔ ضَهِيٌّ - مصدر ناقص یائی (باب سمع) عورت کا مرد کی طرح ہو جانا کہ نہ حیض ہو۔ نہ حمل نہ پستان۔ ضَهِيَاءُ - مرد نما عورت۔ مضاهات مشابہت، ضہی مادہ۔ بعض کے نزدیک یہ مہموز اللام (ضَهَاءُ) اور اس کی قرأت يُضَاهَوْنَ ہے ناقص یائی کی صورت میں قرأت يُضَاهَوْنَ ہوگی۔

= قَاتَلَهُمُ اللہ - بد دعا کا کلمہ ہے: خدا ان کو غارت کرے۔ یا ان کے قول کہ «عزیر اللہ

کا بیٹا ہے» اور یہ کہ «سچ اللہ کا بیٹا ہے» کی قباحت پر کلمہ تعجب ہے۔

= اَنَّى يُؤْفَكُونَ - اَنَّى بمعنی کَیْفَ کہاں۔ کیسے۔ کیونکر۔ کتنے۔

يُؤْفَكُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْكَ (ضرب) سے۔ کسی شے کا اصلی جانب سے منہ پھرنے کا نام افک ہے۔ جھوٹ۔ بہتان۔ ان ہر دو میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے۔ کیسے جھٹکائے جائے ہیں۔ یا اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہر جھٹکے چلے جائے ہیں۔ اور فعل مجہول محض ان کی ہرٹ دھرمی کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی

بیرونی طاقت ان کو جبراً بھگا رہی ہے۔ ایسی دیگر مثالیں ۱۱: ۷ اور ۷: ۱۲ میں ملاحظہ فرمادیں۔
افک الف کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے۔ بمعنی مھوٹ بولنا۔

۳۱: ۹ = أَحْبَادَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اجبار جمع خبر کی۔ اہل تفسیر اسے حَبْر (بالفتح) اور اہل لغت حَبْر (بالحجر) پڑھتے ہیں۔ فرار کے نزدیک دونوں طرح صحیح ہے اس کا معنی ہے جیسے عالم جوڑی عمدگی اور سلیقہ سے بات کر سکے۔

= دُخِبَا نَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دُخِبَانَ رَاحِبٌ کی جمع ہے جو رُحْبَةً بمعنی خوف سے مانوڑ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی ساری زندگی اللہ کے خوف سے اس کی عبادت کے لئے وقف کر دیں۔

= أَرْبَابٌ۔ جمع ہے رَبٌّ کی۔ معبودان۔

= الْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ۔ فعل تَخَذُوا کا مفعول ثالث۔ پہلے دو مفعول أَحْبَادَهُمْ اور دُخِبَا نَهُمْ ہیں۔

یہاں رب (ارباباً) ماننے سے مراد یہ ہے کہ معاصی میں ان کا حکم مانتا۔ ان کے حرام کو حلال کہنے کو حلال مانتا۔ اور حلال کو حرام کہنے کو حرام مانتا۔

۳۲: ۹ = يُطْفِئُونَ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افْعَالٌ) سے مصدر۔ اصل میں يُطْفِئُونَ تھا۔ اُن کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ کہ وہ بجھا دیں۔

= نُوذِ اللَّهُ۔ یہاں مراد اسلام ہے۔ دین اللہ۔

= اَفْوَاهِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مُنہ۔ اس کا ترجمہ اپنی پھونکوں سے بھی ہو سکتا ہے

= اَفْوَاهٌ فَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔ فَمٌ کی اصل فَوَّهٌ تھی۔ کہ گوگردا کو میم سے بدل دیا گیا۔

قرآن مجید میں جہاں صرف منہ سے کہنے پر بات رکھی گئی ہے وہاں دروغ بیانی کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف تنبیہ ہے کہ اعتقاد واقع کے مطابق نہیں۔

= يَابِئِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدرہ دباب فتم وہ انکار کرتا ہے وہ نہیں مانتا۔
= نَوَّ۔ اگرچہ۔

= كَرِهَ۔ ناپسند کریں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب سماع) یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے

۲۳: ۹ = لِيُظْهِرَهُ۔ کہ اس کو غالب کرے۔ کہ کی ضمیر دین کی طرف راجع ہے۔

= عَلَى الدِّينِ حُلَّةٍ۔ تمام دینوں پر۔

اگر لِيُظْهِرَهُ کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو عَلَى الدِّينِ حُكْمٌ بمعنی علی اہل
الادیان کلم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دینوں کے پیروؤں پر غالب کرے گا
۹: ۳۴ = يَصْدُقُونَ - اى يَمْنَعُونَ النَّاسَ (عن الايمان وعن الاسلام لوگوں کو اسلام سے
روکتے تھے۔

= وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ - میں اشارہ کثیراً مِنَ النَّجَارِ وَالزُّهْبَانِ کی طرف ہے۔ مَکْنُزُونَ
مضارع جمع مذکر غائب۔ کَنَزٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ جمع کر کے رکھ چھوڑتے ہیں۔

= الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ - سونا اور چاندی - بمعنی مال و دولت۔

= فَبَشِّرْهُمْ - بَشِّرْ - تو خوشخبری دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَبَشِّرُ (تَفْعِيلٌ) سے

بشارت کا لفظ طنزاً استعمال ہوا ہے۔ هُمْ ضمیر الذین یکنزون کی طرف راجع ہے

۹: ۳۵ = يُحْمَى - مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحْمَاءٌ (افْعَالٌ) مصدر - خوب گرم کیا

جائے گا۔ تپایا جائے گا۔ حُمِيَ سے۔ اس مادہ سے متعدد الفاظ متعدد معانی میں استعمال ہو

ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے فِي عَيْنِ حَامِيَةٍ - (۱۸-۸۶) گرم چشمے میں۔ یا جیسا ایک دوسری

قرأت میں ہے۔ فِي عَيْنِ حَمِيَّةٍ - سیاہ بد بودار کچڑ والے چشمے میں۔ حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ -

(۲۶: ۳۸) جاہلانہ حمیت (ضد - کد - نفرت) مِنْ حَمِيٍّ مَسْلُونٍ - سڑے ہوئے گائے سے

اسی طرح عربی میں بولتے ہیں حَمِيَّتُ الْغَنِيِّ مَحْمِيَّةٌ - میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی۔

اسی سے حامی - مددگار - حمایت کرنے والا - وغیرہ وغیرہ۔

= يُحْمَى عَلَيْهَا - اصل میں (يَوْمَ) تُحْمَى النَّارُ عَلَيْهَا تھا۔ اس صورت میں تُحْمَى مسند

اور النَّارُ مسند الیہ ہے النَّارُ کو حذف کر دیا گیا۔ تو عَلَيْهَا جار مجرور ہو کر مسند الیہ ہوا۔ اس انتقال

اسناد کی وجہ سے تُحْمَى (صیغہ واحد مونث غائب کی بجائے يُحْمَى (صیغہ واحد مذکر غائب) لایا

گیا۔ جیسے کہتے ہیں رُفِعَتِ الْقِصَّةُ إِلَى الْأَمِيرِ - اور حبیب القصد کو حذف کیا جائیگا تو رُفِعَ إِلَى

الْأَمِيرِ کہیں گے۔

عَلَيْهَا میں ضمیر ہا اور اس طرح آیت سابقہ میں يَنْفِقُونَ نَهَا میں اور آیت نہا میں تُكْوَى

بہا میں ضمیر واحد مونث غائب لائی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا اشارہ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کی طرف

ہے جو ثننیہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ سے مراد کثرت و نانیہ (دینار کی جمع)

اور کثرت دراہم (درہم کی جمع) ہے اور بوجہ جمع مذکر غیر سالم کے ان کی ضمیر واحد مونث لائی گئی

يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ - جس دن تپایا جائے گا اس سونے اور چاندی کو یا ان سے

بنائے ہوئے سکوں کو دوزخ کی آگ میں

== فَتَكُونُ - مضارع مجہول واحد مؤنث غائبہ کی سے (باب ضرب) کوئی یکنوی - کونیت الدَّائِبَةُ بِالنَّارِ کیٹا - میں نے جانور کو گرم لوہے سے داغ دیا - فَتَكُونُ پس داغ دیئے جائیں گے (ان سونے چاندی یا ان کے سکوں سے)

== جَبَاهُمْ - مضاف مضاف الیہ - جَبَاهُ خَبَهَةٌ کی جمع ان کی پیشانیاں -

== جُنُوبُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - جُنُوبُ جُنُبٌ کی جمع ان کے پہلو

== ظُهُورُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - ظُهُورُ ظَهْرٌ کی جمع ان کی پیٹھیں - ان کی پشتیں -

== هَذَا مَا كُنْتُمْ - ای يقول لهم هذا ما كنتم

۹: ۳۶ = عِدَّةٌ كُنْتُمْ - عدت یعنی وہ گنتی کے دن جن کے گزر جانے پر مطلقہ یا بیوہ نکاح حلال ہو جاتا ہے -

== حُرْمٌ - ادب ولے - عزت ولے حُرْمٌ کی جمع - بمعنی حرمت والا - حرام، ممنوع - جس

چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے - حرمت کے ماہ کو بھی شہر حرام اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ایسے ماہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو دوسرے اوقات میں حلال ہیں -

ارْبَعَةٌ حُرْمٌ - چار حرمت والے مہینے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ - المحرم - الرجب -

== الْقِيَمُ - صیغہ صفت - مفرد - مذکر - درست - ٹھیک - سیدھا -

الدين القيم (موصوف و صفت) الیادین جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے

== فِيهِنَّ - میں ہیں ضمیر جمع مؤنث غائبہ کا مرجع اَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ہے یا اس کا مرجع اِثْنَا

عَشَرَ شَهْرًا بھی ہو سکتا ہے - یعنی بارہ مہینے (ہمیشہ) اپنے نفسوں پر ظلم کرنے سے بچو

== كَافَّةً - اسم فاعل - مفرد - مؤنث - كَافٌ مذکر كَافَاتٌ جمع كَفَتْ مَادَه (مضاعف

ثلاثی) و نیز مصدر - یا یہ اسم فاعل مفرد مذکر بھی ہو سکتا ہے - اس صورت میں تاء علامت مبالغہ

ہوگی - استعمال میں یہ ہمیشہ حال - منصوب اور نکرہ ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب

پورے کے پورے - جَمَاعَةً - قرآن میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ (۲۸: ۲۴)

اور (اے محمد) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے (البشر و تذریر بنا کر) بھیجا ہے - امام راغب نے

اس کا ترجمہ کیا ہے - ہم نے تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے -

۹: ۳۷ = النَّسِيئُ - النَّسِيئُ کے معنی کسی چیز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دینے کے ہیں اسی سے محاورہ

نُسِبَتِ الْمَرْأَةُ۔ عورت کے حیف کا مقرر وقت طل گیا۔ حیف آنے میں تاخیر ہو گئی۔ نُسَاءٌ نُسِيٌّ و نُسِيَّةٌ۔ تاخیر۔ اسی سے ہے وَنُسَاءٌ۔ لاشعری یا ڈنڈا کہ اس سے کسی چیز کو پیچھے ہٹایا جاتا ہے۔ اور اسی سے نَسَاءُ اللّٰهُ فِيْ اَجَلِكَ۔ اللہ تمہاری اجل میں تاخیر کر دے۔ یعنی تمہاری عمر دراز کرے۔

عرب کا قدیم دستور تھا کہ ذوالقعدہ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب المرجب کے مہینوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کا جنگ و جدال جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ان کا بگاڑ عروج کو پہنچا تو ان میں سے بعض زور آور قبائل اپنے مفاد کی خاطر بعض دفعہ اعلان کر دیتے کہ اس سال ہم نے فلاں مہینے کو اشہر حرم سے خارج کر دیا ہے اور اس کی بجائے فلاں مہینے کو اشہر حرم میں داخل کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن اپنی مرضی سے ان کے تعین میں رد و بدل کر لیتے۔ اس قسم کا رد و بدل النسيء کہلاتا تھا۔

= زِيَادَةٌ۔ نَادِيَةٌ (ضَرْبٌ) کا مصدر ہے زیادتی۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ النسيء کفر میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔

= يُضَلُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب (إِفْعَالٌ) سے گمراہ کئے جاتے ہیں۔
= يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ یعنی کافر لوگ اس النسيء کے ذریعہ مزید گمراہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سردار نسی کے ذریعہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔

اس جگہ فعل (يُضَلُّ) مسند اور الذین کفروا (مفعول مالم لیس فاعل) مسند الیہ ہے۔ فعل کا اسناد مفعول کی طرف کرنے کی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی آیت میں آگے آیا ہے زَيْنَ لَهْمُ سُوْدٌ اَعْمَالِهِمْ۔

= يُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَيُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا۔ حلال قرار دے لیتے ہیں اس کو کسی سال اور حرام قرار دے دیتے ہیں اسے کسی سال۔ یعنی کسی سال حرمت کے مہینے کو ماہ حرام رہنے دیتے ہیں اور کسی سال اس کو حلال قرار دے دیتے ہیں۔ یعنی کسی سال اس میں قتل و غارت کو جائز قرار دے لیتے ہیں۔
يُحَرِّمُوْنَہٗ اور يُحِلُّوْنَہٗ ہر دو میں ضمیر واحد مذکر غائب النسيء کی طرف راجع ہے۔ جس سے وہ ماہ حرام کو بدل دیا کرتے تھے۔

= لِيُوَاطِّئُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب (مُفَاعَلَةٌ) مصدر تاکہ موافقت پیدا کر لیں درست کر لیں۔ برابر کر لیں۔ لِيُوَاطِّئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ تاکہ جس تعداد کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کے ساتھ موافقت پیدا کر لیں۔ مہینوں کی گنتی کو برابر کر لیں۔

= فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ پس اس طرح جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو اپنی مطلب برآری

کے لئے حلال کر لیں۔

= ذُبْنَ - مزین کر کے دکھایا گیا۔ خوشنما کر کے دکھایا گیا۔ تَزْنِي (تَفْعِيلٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

= سَوْءُ أَعْمَالِهِمْ - ان کے اعمال کی بُرائی۔ قباحت۔ گناہ۔ بُرا کام۔ عیب۔ سَاءَ لِسَوْءِ سَوْءٌ - (باب نصر) سے اسم ہے۔ ان کے بُرے اعمال۔ ان کے اعمال میں سے بُرے عمل ۳۸:۹ = مَا لَكُمْ - تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اور جگہ ہے وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا (۳۹:۹) اور انسان کہیگا اس کو (یعنی زمین کو) کیا ہو گیا ہے۔

= اِنْفَرَوْا - نَفَرَ يَنْفِرُ (ضَرْبٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نکلو۔ نَفَرَ کے اصل معنی ہیں منتشر ہونا۔ لیکن مختلف حروف کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے مثلاً نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ إِلَى کسی چیز کی طرف دوڑ کر جانا۔ نَفَرَ مِنْ کسی چیز سے کترانا۔

یہاں آیت میں نَفَرَ سے نکلنا۔ کوچ کرنا کے معانی لئے گئے ہیں۔ اِنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ تم خدا کے راستہ میں نکلو۔ (یہ آیت جنگ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی)

= اِنْتَقَلْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر اصل میں اِنْتَقَلْتُمْ (باب تفاعل) تقات کوٹ میں مدغم کیا گیا۔ حرف مدغم بمقام دو حروف کے ہے جن میں کا پہلا حرف ساکن ہے چونکہ حرف ساکن سے ابتدا نہیں کی جاسکتی۔ لہذا حرف مدغم سے پہلے ہمزہ وصل لایا گیا۔ اِنْتَقَلْتُمْ ہو گیا۔ جس کا مطلب ہے کہ تم بوجھ کے سبب جھک گئے۔

اِنْتَقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ - تم بوجھل ہو کر زمین ہی سے لگ گئے۔ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کی بجائے تمہارے پاؤں زمین سے جم کر رہ گئے۔

قرآن حکیم میں اور بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً

(۱) وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادْرَأْتُكُمْ فِيهَا (۲:۲۱) اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا پھر تم اس کے بارہ میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے تھے۔ اصل میں تَدَارَأْتُكُمْ تھا۔ تاکو دال میں مدغم کیا چونکہ مدغم سے ابتداء نہیں ہو سکتی بوجہ سکون کے لہذا ہمزہ وصل زیادہ کیا گیا

(۲) حَتَّىٰ إِذَا دَاكُورَافِيهَا جَبِينَا (۳۸:۴)

(۳) حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَادَّيْنَتْ (۲۴:۱۰) کہ اصل میں تَدَارَكُوا اور تَزَيَّنَتْ تھا۔

۳۹:۹ = اِنْ لَكُمْ - اِنْ تَنْفَرُوا - اگر تم نہیں نکلو گے (اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے)

= يُعَذِّبُكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - مجزوم بوجہ جواب شرط کے کہ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= يَسْتَبْدِلُ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - صیغہ واحد مذکر حاضر - وہ بدل کر لے آئیگا۔

= وَكَانَ تَنْصُرُوهُ - میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے - جو کہ محذوف ہے

۹: ۴۰ = اِلَّا تَنْصُرُوهُ - میں کہ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ - ای ان لم تنصروه فسينصره الله کما النصره (اِذْ

اَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا اثْنَيْنِ) اگر تم نے (یہ خطاب ہے تباہ کرنے والوں سے جو

جنگ تبوک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے تھے) رسول کی مدد نہیں کی (تو

کیا ہوا) اللہ تعالیٰ خود اس کو مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ اس نے مدد فرمائی تھی جب کافروں نے

ان کو (مکہ سے) نکالا تھا۔ جب کہ دو میں سے دوسرا وہ تھا (یعنی وہ محض دو افراد تھے۔ ایک اور

اور دوسرا وہ خود۔ قلت تعداد پر زور دینے کے لئے یہ محاورہ استعمال ہوا ہے) ثَانِيَانِ

منسوب ہے بوجہ نصرۃ اللہ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب پر حال ہونے کے۔

= اِذَا هُمَا بَدَلُ هَا - اِذَا اَخْرَجَهُ - اِذَا يَقُولُ بدل ثانی ہے۔

= لِصَاحِبِهِ - صاحب دسا تھی اسے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور

ضمیر کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

= فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَیْهِ - میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں کیونکہ اس کے فوراً بعد کا جملہ وَاَيَّدَا بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا جو کہ مرہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَیْهِ - پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں شرکت

احوال لازم ہے۔

بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ خوف کی حالت ان پر

طاری تھی۔ اور انہیں سکینہ کی ضرورت تھی۔

= لَمْ تَرَوْهَا - مضارع نفی جہد بلم - جمع مذکر حاضر - تَرَوْا اصل میں تَرَوْنَ تھا لَمْ کی وجہ سے

نون اعرابی گر گیا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جُنُوْدٌ ہے۔

= حَقِيْلَةٌ - بات۔

= السُّفْلَى - اسم تفضیل ہے۔ سَفُوْلٌ صیغہ واحد مؤنث - سَفْلَى - جب ال کے ساتھ آئے

جیسا کہ موجودہ شکل میں ہے تو تفضیل کل کے معنی دیتا ہے السُّفْلَى - سب سے نیچی - سرنگون۔

عُلْيَا کی ضد ہے اَلْعُلْيَا سے بلند۔

۴۱:۹ = خِفَافًا سَبْكًا بار۔ ہلکے۔ خَفِيفٌ کی جمع بروزن فَعِيلٌ صفت مشیہ کا صیغہ ہے۔
= ثِقَالًا۔ بوجھل ثَقِيلٌ کی جمع ہے۔ ہر دو خِفَافًا وَثِقَالًا۔ اِنْفِرُوا سے حال ہیں۔

خِفَافًا وَثِقَالًا۔ یعنی ہر حال میں خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے۔ فقیر ہو یا امیر۔ سوار ہو یا پیادے۔ تندرست ہو یا بیمار۔ تنہا ہو یا عیالدار (روح البیان) جنگ کے سامان کے ساتھ یا بغیر سامان جنگ کے۔
۴۳:۹ = عَرَضًا۔ رو برو لانا۔ پیش کرنا۔ پیش افتادہ سامان۔ سامنے رکھا ہوا مال و متاع یہاں عَرَضًا قَرِيبًا۔ بمعنی سہل الحصول مال ہے۔

= سَفَرًا قَاصِدًا۔ قریبی سفر۔ قَصْدٌ سے جس کا معنی ہے وسطی راستہ پر چلنا۔ القصد بمعنی المعتقد
= لَا تَبْعُوكَ۔ لام تاکید۔ ماننی جمع مذکر غائب۔ وہ ضرورتی اتباع کرتے۔ تیرے پیچھے چلتے۔
= شُقَّةٌ مَسَافَتٍ۔ بقول ماغب وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے۔ بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ مسافت ان کو دور دراز نظر آئی۔ کٹھن سفر ان کو بہت دور کا سفر نظر آیا۔
سَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ۔ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے

= لَوْ اسْتَطَعْنَا۔ اگر ہمیں استطاعت ہوتی۔ اگر ہمیں طاقت ہوتی۔

۴۳:۹ = عَفَا اللَّهُ عَنْكَ۔ (اے محمد) تجھے اللہ بخشنے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ خدا تیرا عہد کرے
عفو کے اصل معنی مٹانا ہیں جیسے عَفَتِ التَّرِيحُ الدَّارَ (ہوا نے گھر کے نشانات مٹا دیے) اور
عَفَوْتُ عَنْهُ کے معنی ہیں قصدت ازالة ذنبه صارفًا عنه میں نے اس سے درگزر کرتے ہوئے اس کے گناہ مٹانے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن شیخ محمد بن طیب فارسی شارح قاموس سے منقول ہے کہ:-

عفو کا بغیر گناہ کے نہ ہونا گو عرف میں مشہور ہو گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عفو بمعنی عدم لزوم
(لازم نہ ہونا) بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گھومتے
پہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے واحدی رمز سے نقل کیا ہے کہ عفو کے اصل معنی زیادہ ہونے کے
ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلِ الْعَفْوُ (۲۱۹:۲) کہہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اور حتی عَفَوْا
(۹۵:۷) یعنی جو ان کی تعداد تھی اس سے زیادہ ہو گئے۔

ان اقوال کی روشنی میں عربی محاورہ عفا اللہ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا بل بقول
شیخ محمد بن طیب مذکورہ بالا م حافظ کا شعر ہے:-

عَفَا اللَّهُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبِ - جَزَاكَ اللَّهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔

(۱) اللہ تمہیں زمانہ کی گردشوں کے شر سے بچائے۔ اور دارین میں نیک اجر دے۔

اور واحدی کے مطابق اس کا ترجمہ ”اللہ تیرا مہلا کرے“ بھی ہو سکتا ہے۔

شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جنگِ تبوک کے موقع پر موسم کی شدت اور مسافت کی مشقت کی وجہ سے بہت سوں نے شرکت سے معذرت پیش کی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر ایک منظور فرمائی۔ اس کی متعدد معقول وجوہات تھیں۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی کریم النفسی

(۲) معقول وجوہات کی بناء پر استثناء سے انکار قرین النفاذ نہ تھا۔

(۳) عسکری پالیسی کے لحاظ سے بھی ایسے اشتخاص کو جبراً ساتھ لیجانا خلاف مصلحت تھا جو دلی جذبہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے متمنی نہ تھے۔

لہذا خداوند تعالیٰ کا قول لَمَّا أَذِنَتْ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَوَعَدَهُمُ الْكَفَّ بَيْنَ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سرزنش نہ تھی بلکہ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سچے اور جھوٹوں میں تمیز ہو جاتی۔ اسی وجہ سے اس استفسار سے پہلے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرما دیئے۔

بعض کے نزدیک تو یہ کلمات اظہارِ تکریم و تعظیم کے لئے ہیں۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات (عفاً عنک) سے کیا کرتے تھے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ إِنَّ ذَٰلِكَ يَدُلُّ عَلَىٰ مِبَالِغَةِ اللَّهِ فِي تَعْظِيمِهِ وَتَوْقِيرِهِ یعنی ان کلمات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔

= حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَّ۔ سے قبل وَهَلَا تَوَقَّفْتَ۔ محذوف ہے۔ اور کیوں نہ تو نے توقف کیا (ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے میں)

يَتَّبِعَنَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ تجھ پر ظاہر ہو جاتے۔ کھل کر سامنے آ جاتے۔

۹: ۴۴ = لَا يَسْتَأْذِنُكَ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اسْتِئْذَانٌ مصدر۔ تجھ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ۔ اگر اُنْ يُجَاهِدُوا۔ معنی فی اَنْ يُجَاهِدُوا لیا جائے تو معنی ہوگا۔ وہ لوگ جو اللہ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنے سے بچنے کی خاطر تم سے پیچھے ہٹنے کی اجازت نہیں مانگیں گے۔ یا یہ اس طرح ہے ان یَسْتَأْذِنُوكَ فِي التَّخَلُّفِ كِرَاهَةً أَنْ يَجَاهِدُوا۔ کہ وہ تجھ سے پیچھے ہٹنے کی اجازت طلب کریں کیونکہ وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا نہیں چاہتے۔

۲۵: ۹ = اِرْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ۔ ان کے دل شک میں پڑ گئے اِرْتَابَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِرْتَابَ (افتعال) مصدر۔ ریبُ مادہ۔ شک۔
= يَتَرَدَّدُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تَرَدَّدُ تَفْعَلُ) مصدر۔ ڈانواں ڈول ہیں۔ تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۲۶: ۹ = لَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ۔ اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا۔
خُرُوج کے لفظی معنی نکلنا کے ہیں (خَرَجَ يَخْرُجُ سے مصدر ہے) خواہ اپنی قرار گاہ سے نکلے یا اپنی حالت سے نکلے۔ اور قرار گاہ گھر ہو یا شہر یا خیمہ اور حالت خواہ اندرون میں ہو یا اسبابِ خارجی میں ہو۔ سب کے لئے خروج استعمال ہوتا ہے
= لَاعَدُوا لَهُ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَعَدُّوا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تیار کیا اَعْدَادُ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدُّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اَعْدَادُ کے معنی کسی چیز کا اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔

= عُدَّةٌ۔ ساز و سامان۔ اسباب، ہتھیار وغیرہ اس کی جمع عُدَدٌ آتی ہے جیسے عُرْفَةٌ کی جمع عُرَفٌ آتی ہے۔ لَاعَدُوا لَهُ عُدَّةٌ۔ تو وہ ضرور جنگ کا سامان تیار کرتے۔
= كِرَّةٌ (باب سجع) اس نے ناپسند کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= اِنْبَعَاثُهُمْ۔ ان کا اٹھنا۔ (ان کا لڑائی کے لئے نکلنا) اِنْبِعَاثُ (الْفِعَالُ) مصدر اٹھ کھڑا ہونا۔

= قَبِضَ عَلَيْهِمْ۔ پس اس نے ان کو باز رکھا۔ ان کو روک دیا۔
ثَبِطَ يَثْبِطُ تَثْبِيطٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
۲۷: ۹ = خَرَجُوا مِنْكُمْ۔ اِیْ خَرَجُوا مَعَكُمْ۔

= خَبَالٌ۔ فساد۔ تباہی۔ خَبَلٌ يَخْبِلُ (نَصَوَ) سے مصدر ہے، وہ خرابی یا فساد کہ جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ مثلاً جُنُونٌ۔

یا ایسا مرض جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہوا سے خیال کہتے ہیں۔

== لَا أَوْضَعُوا۔ لام تاکید الف لام زائدہ۔ اَوْضَعُوا ۱۔ اَوْضَعَ يَوْضَعُ اِيفْعَالٌ (اِفعال) آرام سے یا تیز چلنا۔ آرام سے یا تیزی سے ادنٹ چلانا۔ ماضی جمع مذکر غائب وضع مادہ یہ لفظ مختلف المعانی ہے وَضَعَ بِنِجْ رَکھنا۔ مَوْضِعٌ رَکھنے کی جگہ۔ وَضَعَ کرنا۔ کم کرنا۔ تَوَضَّعَ۔ انکساری وغیرہ

== خِلَالَكُمْ تمہارے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ خلال بمعنی درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خِلَالُ کی جمع۔ جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔

== يَبْغُوا نَكْمًا۔ اَوْضَعُوا کا حال ہے۔ یعنی وہ تمہارے درمیان بھاگیں دوڑیں گے تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہوئے۔ يَبْغُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ چاہتے ہیں تمہارے لئے۔ اِی يَبْغُونَ نَكْمًا۔

== سَمْعُونَ۔ سَمِعَ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سَمِعَ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننے والے۔ جاسوس۔ کان لگا کر سننا۔ کبھی تو جاسوسی کے لئے ہو گا۔ اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کیلئے آئینہ میں اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

۴۸: ۹ اِبْتَغُوا۔ اِبْتَغَى يَبْتَغِي اِبْتِغَاءً (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تلاش کیا۔ انہوں نے چاہا۔

لَقَدْ اِبْتَغُوا الْفِتْنَةَ۔ انہوں نے فتنہ انگیزی میں کوشش کی۔ انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا۔

== مِنْ قَبْلُ۔ اس سے قبل یعنی جنگ احد کے موقع پر جب عبد اللہ بن ابی راستہ میں تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔

== قَلْبُوا لَكَ الْاُمُورَ۔ قَلَبَ يَقْلِبُ۔ قَلْبٌ۔ پَلْبُنَا۔ الثَّنَا۔ موڑ دینا۔ پھیر دینا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے۔ نیچے کے حصہ کو اوپر۔ اندر کے حصہ کو باہر اور باہر کے حصہ کو اندر کرنا۔ قَلَبَ الْاَرْضَ ضَرْبًا لِلزَّرَاعَةِ۔ زراعت کے لئے ہل بھالے سے زمین کو الٹ پلٹ کرنا۔

قَلَبُ الْاُمُورِ۔ معاملہ کو الٹ پلٹ کر دیکھنا اور جانچنا کہ اس کا ہر پہلو صاف ظاہر ہو جائے۔

قَلَبَ (باب تفعیل) سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ معاملہ کو خوب الٹ پلٹ کر پرکھنا اور جانچنا قَلْبُوا لَكَ الْاُمُورَ۔ تیرے لئے بہت سی باتوں کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے مگر تیرے خلاف ان کو کس طرح استعمال کیا جائے؟

== حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ۔ یہاں تک کہ حق وقوع پذیر ہو گیا اور ان کی سازشیں اور مکاریاں ناکام ہو گئیں

= ظَهَرَ - ا ظاہر ہوا - آشکارا ہوا - غالب آگیا -

= أَمَرَ اللَّهُ - اللہ کا حکم - اللہ کا دین -

= وَهُمْ كَارِهُونَ - باوجودیکہ وہ ناخوش ہی ہے -

۴۹:۹ = إِذْ ذَنْ لِي - تو رخصت دے - تو اجازت دے -

إِذْ يَأْذَنُ (سَمِعَ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - إِذْ يُضْمَرُ مصدر جس کے معنی ہیں اجازت دینا -

= لَا تَفْتِنِي - فعل نہی - تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال - تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال - تو مجھے گمراہی میں

نہ ڈال - فَتَنَ يَفْتِنُ (ضرب) فتنون سے - اصل میں لَا تَفْتِنُ تھا - یہ ضمیر واحد متکلم

اور اس سے قبل نون وقایہ جس میں لَا تَفْتِنُ کا نون مدغم ہوا - تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال یعنی

میری مجبوری ایسی ہے کہ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو میں مجبوراً تعمیل سے قاصر رہوں گا - اس لئے

آپ جہاد میں جانے کے لئے حکم ہی نہ دیں تاکہ میں نافرمانی کی آزمائش سے بچ جاؤں

= اَذَّ - حرف تنبیہ اور استفاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے ہے) یہاں بطور استفاح

کے استعمال ہوا ہے - کیونکہ جب یہ شروع کلام میں آتا ہے تو اپنے مابعد کے مضمون پر زور دیتا ہے

اور اس کے تحقق کو ثابت کرتا ہے جیسے اَلَا اِنَّكُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ (۱۳:۲) خبردار ہو کہ یہی بیوقوف ہیں

آیت ہذا میں ہے اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا - خبردار ہو کہ فتنہ میں تودہ پہلے ہی گر چکے

= سَقَطُوا - وہ گر پڑے - سَقُوطٌ سے ماضی - جمع مذکر غائب -

= لَمُحِيطَةٌ - اسم فاعل مونث - احاطة مصدر احاطَ يَحِيطُ احاطَةً (باب افعال)

حَوْطٌ مادہ - چاروں طرف سے گھیر لینے والی -

۵۰:۹ = تُصِيبُكُمْ - اَصَابَ يُصِيبُ اَصَابَةً (افعال) سے مضارع واحد مونث

غائب ہے - اصل میں تُصِيبُ تھا - اِنْ شرطیہ کی وجہ سے یہ حرف علت گر گیا - کُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر حاضر - اگر پہنچے تم کو -

= تَسُوْهُمُ - سَاءَ يَسُوْءُ سَوْءٌ (نَصَرَ) مضارع واحد مونث غائب - هُمْ ضمیر جمع

مذکر غائب - ان کو بری لگتی ہے - ان کو غمگین کرتی ہے -

= قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا - ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا - ہم نے پہلے ہی احتیاطی

تدبیریں اختیار کر لی تھیں - (اس لئے ہمیں یہ تکلیف نہیں پہنچی)

= يَتَوَكَّلُوا - پھر جاتے ہیں - لوٹ جاتے ہیں - تَوَكَّلُوا سے مضارع مجزوم جمع مذکر غائب -

= فَرِحُونَ - خوش - اترانے والے - صفت مشبہ - جمع - فَرَحٌ واحد -

۵۲:۹ = تَرَبَّصُونَ - تم انتظار کرتے ہو - تم راہ دیکھتے ہو - تَرَبَّصٌ يَتَرَبَّصُ تَرَبَّصٌ (تفعل سے - مضارع جمع مذکر حاضر -

هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا - تم ہمارے بارہ میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو - تمہیں ہمارے بارے میں کس بات کی امید ہو سکتی ہے - تم ہمارے بارے میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ہمیں پیش آئے گی -

= إِلَّا أَحَدَى الْحُسَيْنَيْنِ - سوائے اس کے کہ یہ دو اچھی باتوں میں ایک ہوگی - یعنی ہمارے بارے میں تم جس نتیجہ کے منتظر ہو یا امید رکھتے ہو وہ دو محلاتوں میں سے ایک تو ضرور ہوگی یعنی اگر کامیاب ہو گئے توفیق ہماری اور اگر شہید ہو گئے تو آخرت سنو گئی -

۵۳:۹ = انْفِقُوا - تم خرچ کرو انْفَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ - جمع مذکر حاضر - یہاں خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے - یعنی تم خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے (تمہاری طرف سے یہ خرچ قبول نہیں کیا جائے گا) اس کی مثال قرآن میں ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۸۰:۹) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں -

= لَنْ يُتَقَبَّلَ - مضارع مجہول نفی تاکید ملن - ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا - اِى لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ نَفَقَاتُكُمْ اَنْفَقْتُمْ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا - یعنی بخوشی جو مال بھی خرچ کرو گے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا = طَوْعًا - فرماں برداری - اطاعت - مصدر ہے اَوْ كَرْهًا کی ضد ہے اس کا فعل نَصَرَ اور سَمِعَ دونوں ابواب سے آتا ہے -

= كَرْهًا - مصدر ہے - ناگوار ہونا - ناخوشی - مجبوری -

۵۴:۹ = كُسَالَى - كَسَلَانٌ کی جمع - سست - کاہل - جیسے سُكَارَى سَكْوَانٌ کے جمع ہے -

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دیئے ہوئے مال کی عدم قبولیت کی یہ وجوہات ہیں -
۱) اِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۲) لَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (۳) لَا يَنْفِقُونَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُونَ

۵۵:۹ = بِمَا يَسْأَلُهُمْ فِيْهِمْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا غَاسِبٌ كَامِرٌ جَمْعُ اَنْ يَمُوْلُوْا اِدْلَادَ -

= تَزْهُقُ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ نکلے - وہ نکلے گی - زَهَقَ يَزْهُقُ (فتح) زَهُوْقٌ بمعنی غم سے جان نکلنا - مٹ جانا - قرآن مجید میں ہے - وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

الْبَاطِلُ - إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (۱۷: ۸۱) اور کہہ دے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل ل۔ لام تعلیل ہے ای لتزهد تَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ۔ اور ان کا دم نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ (تاکہ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت میں بھی عذاب پائیں)

۵۶: ۹ = يَفْرَقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب فَرَّقَ مصدر (سمع) وہ ڈرپوک ہیں

۵۷: ۹ = لَوْ يَجِدُونَ - اگر وہ پائیں۔ وَجَدَ يَجِدُ (ضرب) وَجَدٌ۔

= مَلَجًا - اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ۔ لَجَأُ مصدر۔ (باب ضرب - فتح - سمع) مَلَجًا بھی مصدر ہے۔

= مَغَارٍ - مَغَارٌ اور مَغَارَةٌ کی جمع مَغَارٍ بھی اس کی جمع ہے مَغَارٌ وَمَغَارَةٌ لوٹ۔ غار۔ الْمَغَارُ لوٹ کی جگہ۔ بچاؤ کی جگہ۔ زمین کے اندر گھسنے کی جگہ الْغَرْدُ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

= مَدْخَلًا - اسم ظرف مکان۔ داخل ہونے کی جگہ۔ باب افتعال سے مَفْعَلٌ کے وزن پر۔

= لَوْ لَوْ - وہ ضرور منہ پھیر لیں گے۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

= يَجْمَعُونَ - جَمَعَ يَجْمَعُ (باب فتح) جَمْعٌ - جَمُوعٌ - جَمَاعٌ مصدر۔ گھوڑے کا سرکشی کرنا۔ جَمُوعٌ منہ زور گھوڑا۔ جَمَعَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا - شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اس کے گھر سے نکل کر چلی گئی۔ جَمَعَ الرَّجُلُ - وہ آدمی خود رائے ہو گیا۔ وہ اپنی قوت کے ساتھ سرپٹ دوڑا۔ وَهُمْ يَجْمَعُونَ - وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ سرپٹ (اس طرف) دوڑیں گے۔

۵۸: ۹ = يَلْمِزُكَ - مضارع واحد مذکر غائب - لَمَزَ يَلْمِزُ مصدر لَمَزَ - عیب چین کرتا ہے۔ وہ عیب لگاتا ہے۔ تم پر (باب ضرب) لَمَزَ مصدر لَمَزَ - عیب چین۔ پیٹ پیچھے برائی کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ۔ لَمَّازٌ کے بھی یہی معنی ہیں قرآن مجید میں ہے۔ وَنَبَأٌ كَلِمَةٌ هَمَزَةٌ لَمَزَةٌ (۱۰۴: ۱) ہلاکت ہو ہر عیب گو، غیبت کرنے والے اور عیب چین پر۔ هَمَزَةٌ اور لَمَزَةٌ دونوں ہم معنی ہیں۔

= فِي الصَّدَقَاتِ - صدقات کی تقسیم کے بارے میں۔

= أَعْطُوا - أَعْطَى يُعْطَى إِعْطَاءً سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو دیا گیا

ان کو دیا جائے۔

== يَسْخَطُونَ - سَخَطَ يَسْخَطُ (سمع) سَخَطٌ سے مضارع جمع مذکر غائب، وہ ناراض ہو جائے ہیں
 ۵۹: ۹ = وَكَوَانَتْهُمْ رِضْوَانًا لِّشَهِيدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ - جواب لَوْ محذوف ہے
 تقدیر کلام یوں ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا أَشْهَدَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ
 = رَاغِبُونَ - رَاغِبٌ کی جمع رغبت کرنے والے۔ رَغَبَ فِيهِ وَرَغَبَ إِلَيْهِ کے معنی ہیں
 کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنا۔ اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کرنا اور انحراف کرنا کے
 معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ (۲: ۱۳۰) اور کون ہے جو ملتِ
 ابراہیم سے انحراف کرے۔

== سَيُؤْتِينَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ - اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا (اور اس کا رسول بھی)
 ۶۰: ۹ = وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا - یعنی صدقہ اور زکوٰۃ کا مال وصول کرنے والا عملہ۔ اہل کار
 ہا ضمیر کا مرجع الصَّدَقَاتِ ہے۔

== وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ - جن کی تالیف قلوب مقصود ہو۔ اَلْفَ يَأْلِفُ (ضَرْبَ)
 ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہونا۔ محاورہ ہے اَلْفَتْ بَيْنَهُمْ - میں نے ان میں ہم آہنگی
 پیدا کر دی۔ اسی سے الفت (محبت) ہے۔ اسی سے مُؤَلِّفُ ہے جو مختلف اجزاء
 کو یک جا جمع کرے۔

یہاں اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت
 و محبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو۔ ان کی تین صورتیں تھیں۔

(۱) کفار کے رئیسوں کو اس غرض سے دینا کہ وہ خود بھی غریب مسلمانوں کو اذیت نہ دیں
 اور دوسروں کو بھی اذیت دینے سے روکیں۔

(۲) کفار کو اسلام کی رغبت دلانے کے لئے دینا۔

(۳) نو مسلموں کی ان کی خاطر داری کے لئے اعانت کرنا۔

اَلْمُؤَلَّفَةِ اسم مفعول واحد مؤنث تالیف (تفعیل) مصدر ملائے گئے۔ جوڑے

گئے۔ اَلْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ - وہ جن کے دل جوڑے گئے۔

== الرِّقَابُ - گردنیں رَقَبَةٌ کی جمع۔ رَقَبَةُ بمعنی گردن۔ جان۔ غلام۔ رقبہ اصل میں
 گردن کا نام ہے پھر جبلہ بدن انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلاموں
 کا نام پڑ گیا۔ جس طرح کہ رَأْسُ (سر) اور ظَهْرُ (پشت) کا استعمال سوار یوں کے لئے کیا جانے لگا۔

فِي الرِّقَابِ - اى فى فك الرقاب - غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے -

= اَلْغَارِمِیْنَ - غَارِمٌ کی جمع ہے - اسم فاعل جمع مذکر - قرضدار - غَارِمٌ کا مادہ غَرَمٌ ہے جس کا معنی قرض - تاوان - اور ہر وہ چیز جس کا ادا کرنا لازم ہو - غَرِیْمٌ - قرضدار اور قرضخواہ دونوں کے لئے مستعمل ہے -

= اِبْنُ السَّبِيلِ - مسافر -

= فَرِیضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ - یہ سب مَدَّاتِ زَكٰوة کے خرچ کے لئے اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں -

۹: ۶۱ = یُوْذُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - اِیْذَاۤءُ (اِفْعَالٌ) مصدر - ایذا دیتے ہیں دکھ دیتے ہیں -

= اُذُنٌ - اُذُنٌ - کان - مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں جو کان لگا کر سُننے اور سُن کر مانے کانوں کا کچا - هُوَا اُذُنٌ - مبالغہ کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے تمام وجود کو جسم کا ایک حصہ کا نام دیدیا گیا ہے - گویا کہ وہ اتنا سنا ہے کہ صرف کان ہی کان ہے - جیسے جاسوس کے لئے عَيْنٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں - انگریزی میں محاورہ ہے

یعنی وہ اس قدر انہماک سے سُن رہا تھا گویا اس کے جسم کا ایک ایک حصہ کان کا کام دے رہا ہے = اُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ - اس کی تقدیر یوں بھی ہو سکتی ہے اذن ذی خیر لکم تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والے کا کان -

یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے هُوَا اذن فى الخیر و لیس باذن فى غیر ذلک - وہ صرف تمہاری بھلائی کے لئے سنتا ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں سنتا - یا اس کا یہ مطلب ہے - اس کا تمہاری بات سُن لینا اور تم سے اعراض نہ کرنا تمہارے لئے ہی اچھا ہے - یعنی تمہاری باتوں کو سُن لیتا ہے اور پُن چھین نہیں کرتا اور نہ تمہاری منافعت آشکارا ہو جاتے -

= یُوْمِرُ بِاللّٰهِ - یعنی (صرف) اللہ کی باتوں پر یقین و ایمان رکھتا ہے - یا یُوْمِرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ - مومنوں کی باتوں پر اعتبار کرتا ہے (تمہاری باتیں تو محض سن ہی لیتا ہے یہت خیال کرو کہ وہ ان کو سچی بھی سمجھتا ہے)

۹: ۶۲ = لَیْرُضُوْكُمْ - یُرْضُوْا - اَرْضٰی یَرْضِیْ اِرْضَاءً (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب - اصل میں یَرْضِیُوْنَ تھا - مَی پر ضمہ ثقیل ہونے کی بناء پر ماقبل کو دیا - پھری

اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام گر گیا یُؤْخِضُوا رہ گیا۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تمہیں وہ راضی کر لیں۔

وَاللّٰهُ دَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضُوْهُ۔ يَرْضُوْهُ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب لائی گئی ہے حالانکہ اس کے مرجع دو ہیں اللہ اور اس کا رسول۔ اور قاعدہ کے مطابق ضمیر تثنیہ کی ہونی چاہئے تھی۔ واحد کی ضمیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔

یا کلام تقدیریوں ہے وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضُوْهُ دَرَسُوْلُهُ كَذٰلِكَ۔ یعنی اللہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے راضی کرے اور اسی طرح اس کا رسول بھی زیادہ حقدار ہے کہ وہ اسے راضی کرے ۶۳:۹ = يَحَادِدِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اصل میں يَحَادِدُ تھا۔ بوجہ عمل مَنْ مجزوم ہوا۔ اور وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا۔

مَحَادِدَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ مخالفت کرتا ہے حَدٌّ۔ ہر چیز کی انتہاء۔ حد فاصل تیزی۔ بہادری۔ کبھی حد بمعنی گناہ۔ اور سزائے گناہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے اِنْ اَصْبَحْتُ حَدًّا اَفَاقِمُهُ سَلَىٰ میں نے ایک حد کو پایا ہے تو اب وہ حد مجھ پر قائم کیجئے۔ یعنی مجھ سے گناہ ہو گیا ہے اس کی سزا دیدیجئے۔

۶۴:۹ = يَحْذَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حَذَرٌ مصدر (باب سماع) وہ ڈرتا ہے۔ آیہ ہذا میں جمع مذکر غائب کے لئے آیا ہے: وہ ڈرتے ہیں۔

= تَنْبِئُهُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اس کا فاعل سُورَةٌ ہے وہ ان کو آگاہ کر دے وہ ان کو مطلع کر دے۔ بَنَىٰ يَنْبِئُ تَنْبِيْهُ (باب تفعیل) سے۔ بِنَاءُ مادہ۔

= عَلَيْهِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب هُمْ۔ تَنْبِئُهُمْ میں ضمیر هُمْ کا مرجع الْمُؤْمِنِيْنَ محذوف ہے اور فِيْ قُلُوْبِهِمْ میں ضمیر هُمْ المنفقين کے لئے ہے۔ یعنی منافقوں کو گویا کہ کہیں مومنین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے کہ ان کے دل کی حالت (منافقت) مومنین پر ظاہر ہو جائے۔

یا ان ہر شے ضمیر کا مرجع منافقین ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

منافق خوف کھاتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے

مافی الضمیر کو ظاہر کر دے۔ (اس صورت میں علیٰ بمعنی فی ہوگا۔ ان کے بارہ میں)

= اِسْتَفْزِزُوا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَفْزِزُوا (استفعال) سے امر کا صیغہ تہدید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی تم نہیں اڑاؤ جیسا تم چاہتے ہو۔ جو چاہو کر لو (آخر کار) اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجُ مَا

تَحْذَرُوْنَ - جس بات سے تم ڈرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ نکال باہر لائے گا ہی۔ (یعنی تمہاری منافقت کو ظاہر کر دے گا)

۶۵:۹ = نَخُوْضُ - مضارع جمع متکلم خَوْضٌ مصدر۔ (باب نصر) ہم تو شغلاً کہہ رہے تھے۔ خوض کے اصل معنی ہیں گھسنا۔ قرآن میں اس کا استعمال قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

اسی سے ہے غور و خوض۔ یعنی کسی معاملہ کی تہ تک پہنچنے اور اس کے اندر گھسنے کی حقیقت معلوم کرنا۔

= نَلْعَبُ - مضارع جمع متکلم لَعَبٌ مصدر۔ (باب سمع) ہم خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے۔

= كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ - تم ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔ ۶۶:۹ = لَا تَعْتَذِرُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

اَعْتَذَرَ (اِفْتَعَلَ) مصدر۔ تم یہاں مت بناؤ۔ تم عذر نہ کرو۔

= طَائِفَةٌ - یہاں طائفہ سے ہر دو جگہ گروہ مراد ہو سکتا ہے۔ یعنی تم میں سے ایک گروہ کو ہم معاف بھی کر دیں۔ تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے۔

اس صورت میں پہلے گروہ سے مراد وہ طبقہ لیا جاسکتا ہے جو اپنے قول کی اہمیت اور گہرائی کو سمجھے بغیر کم فہم و کم عقل انسانوں کی طرح جو ہر بات کو سطحی طور پر ہی لیتے ہیں اور سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ اگر ایسا گروہ استہزاء کا مرتکب ہو تو توبہ کرنے پر ایسے گروہ کو معاف کیا جاسکتا ہے لیکن جو جان بوجھ کر اور اپنے قول کے نتائج سے باخبر ہوتے ہوئے بھی ایسا کرتے ہیں اور پھر توبہ بھی نہیں کرتے تو ایسے گروہ کو توبہ گز معاف نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ محض مسخرے ہی نہیں بلکہ وہ تو صحیح معنوں میں مجرم ہیں۔

اور اگر پہلے لفظ طائفہ (لفظ جمع) سے مراد شخص واحد لیا جائے جیسا کہ اہل عرب بعض دفعہ ایسا کر لیتے ہیں تو اس طائفہ سے مراد مناشن بن حمیر الاشجعی ہے جو بلا سمجھے کافروں کے ساتھ ہنسی مٹھٹھائی شامل ہو جاتا تھا۔ اگرچہ وہ ان کے دھڑے میں سے تھا لیکن بعض باتوں میں وہ ان کے ساتھ شامل نہ ہوتا تھا۔ لہذا مقابلۃً اس کا گناہ حقیف تھا۔ اس نے توبہ کر لی خداوند تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر کے اسے معاف فرمادیا۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام لے آیا اور جنگ یمامہ شہید ہوا۔

== مُجْرِمِينَ - مجرم۔ اسم فاعل بمعنی اسم صفت استعمال ہوا ہے۔

۶۷:۹ == بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ - ای متشابہۃ فی النفاق کا بعض الشئ الواحد۔
یعنی نفاق میں ایک دوسرے کے اس طرح متشابہ ہیں گویا ایک ہی شے کے حصے ہیں گویا
ایک ہی کل کے پرزے ہیں۔

== يَقْبِضُونَ اَيْدِيَهُمْ - اپنے ہاتھوں کو بھینچ رکھتے ہیں۔ یعنی صدقات اور خرچ فی سبیل اللہ
میں بخیلی سے کام لیتے ہیں۔

== نَسُوا اللّٰهَ - انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یعنی اس کے ذکر سے غفلت برتی اور اس کے
احکام پر عمل نہ کیا۔

== فَتَسِيَهُمْ - پس اس نے ان کو بھلا دیا۔ یعنی اپنی رحمت اور فضل و کرم سے محروم کر دیا
۶۸:۹ == هِيَ حَسْبُهُمْ - ان کے لئے یہی کافی ہوگا۔ یعنی عذاب اتنا سخت اور عظیم ہوگا
کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

== عَذَابٌ مُّقِيمٌ - قائم رہنے والا عذاب۔ یعنی دائمی عذاب۔

۶۹:۹ == كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ - میں لک محل رفع میں ہے بمعنی تم بھی اپنے سے پہلے
آدمیوں کی طرح ہو۔ یا لک محل نصب میں ہے بمعنی تم نے بھی وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا
ای انتم كالذين من قبلكم۔ تم بھی اپنے سے پہلوں کی طرح ہو۔

== كَانُوا اَشَدَّ مِنْكُمْ - اَشَدَّ شِدَّةً سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے۔ کَانُوا کے
عمل سے منصوب ہے۔ (اسی وجہ سے اَکْثَرُ منصوب ہے) تم سے زیادہ طاقت ور تھے اور مال
و اولاد کی کثرت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے۔

== فَاسْتَمْتَعُوا - انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ استمتع (استفعال) سے۔ مال و متاع سے
فائدہ اٹھانا۔ کام میں لانا۔ برتنا۔ متع مادہ۔

== خَلَا قِيَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حصہ۔

== فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَائِقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَائِقِهِمْ -
تم نے بھی اپنے (دنیاوی) حصہ کا ویسے ہی فائدہ اور لطف اٹھایا جیسا تم سے پہلوں نے اپنے
(دنیاوی) حصہ سے فائدہ اور لطف اٹھایا تھا۔

== خُضَّتُمْ - تم نے بخت و تحیص۔ خَاضَ يَخُوضُ (نصر) خَوْضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع
نکر حاضر۔ خَوْضٌ کے معنی ہیں فضول بحث۔ یہودہ گوئی۔ باتیں بنانا۔ اس کے اصل معنی پانی

میں گھسنے کے ہیں بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔
۹:۷۰ = نَبَأٌ - خَبَرٌ - اِطْلَاعٌ۔

= تَمَوَّدَ - بوجہ معرفہ وعجبہ غیر منصرف ہے اور اسی طرح ابراہیم بھی غیر منصرف ہے۔

= اَصْحَبَ مَدْيَنَ - اہل مدین حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔

= وَالْمُؤْتَفِكَةُ - اسم فاعل جمع مؤنث مجرور المؤتفکة واحد اِیْتِفَاکٌ (افتعال) مصدر

اِفْلَکٌ مادہ - الٹی ہوئی - منقلب - مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں جو بحیرہ مردار کے

ساحل پر آباد تھیں - اور جن کی تخت گاہ سندوم شہر یا سدوم تھی - حضرت لوط علیہ السلام کا

حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور

اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کر دی۔

= اَنْتَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ کے بعد فَكَذَّبُوهُمْ فَأَهْلِكُوْا محذوف ہے - ان سب کے

پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے لیکن انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہلاک

ہو گئے - یا ہلاک کر دیئے گئے۔

۹:۷۱ = سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ - میں سے تاکید اور مبالغہ کے لئے آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان پر

اپنی رحمت فرمائے گا۔

۹:۷۲ = جَنَّتِ عَدْنٌ - عَدْنٌ مصدر اس کا فعل البواب نُصِرَ ضَرْب سے آتا ہے اس کے

معنی ہیں رہنا - بسنا - کسی جگہ مقیم ہونا - جَنَّتِ عَدْنٌ کے معنی ہوئے رہنے بسنے کے باغات

یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت - جو لوگ علم کہتے ہیں وہ اس کو

جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں اور اس آیت شریفہ کو پیش کرتے ہیں - جَنَّتِ عَدْنٌ

وَالَّتِي وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ (۱۹:۶۱) ہمیشگی کی جنتیں جن کا وعدہ رحمن نے اپنے

بندوں سے درپردہ کر رکھا ہے - کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔

اور جو لوگ عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن

کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں - چنانچہ محاورہ ہے عدن بالمكان اس نے اس جگہ

قیام کیا - اور عدن سے مراد اقامة علی وجه الخلود - یعنی دائمی طور پر رہنا - اسی وجہ سے

تمام جنتیں جنتِ عدن ہیں۔

علامہ قرطبی کے نزدیک عدن جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے جو وسط میں ہے

اور دوسرے جنت اس کے ارد گرد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنتیں سات ہیں۔ دارالخلد۔ دارالجلال۔ دارالسلام۔ جنت عدن۔ جنت المادی۔ جنت نعیم۔ جنت الفردوس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عدن دار اللہ لہ تراہا عین ولم تخطر علی قلب بشر لا یسکنہا غیر ثلثة النبیون۔ والصدیقون والشہداء۔ یعنی عدن اللہ کا وہ گھر ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی انسان کے دل نے تصور نہیں کیا۔ اس میں صرف تین قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ نبی۔ صدیق اور شہید۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے طوبیٰ لِمَنْ دَخَلَهَا۔ خوش بخت ہے وہ جو اس میں داخل ہوا۔

== رِضْوَانٌ۔ خوشنودی۔ رضا۔ مرضی۔ رضامندی۔ رِضْوَانٌ کا مصدر ہے (باب سیم) بہت بڑی رضامندی۔ اور نہایت خوشنودی کو رضوان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس لئے قرآن عظیم میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے رضا الہی کے لئے مخصوص ہے۔

۹: ۳۰ - جَاهِدْ - توجہ دکر۔ تو لڑائی کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔

مجاہدۃ (مفاعلة) سے۔ مجاہدہ ہاتھ اور زبان دونوں سے ہوتا ہے (اس آیت سے لے کر وہ تقریر شروع ہوتی ہے جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی۔

== اَعْلَظْ عَلَيْنَا - ان پر سختی کر۔ غِلْظَةٌ سے (باب نصر کرم) بمعنی گاڑھا پن۔ موٹاپا۔ رِقَّةٌ کی ضد ہے۔ ویجدوا فیکم غلظة۔ (۱۲۳: ۹) چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ سختی بمعنی سخت مزاجی۔ اور فاستغلظنا ستوی علی سؤقہ (۲۹: ۲۸) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۹: ۴۰ = مَا قَالُوا میں ما نافیہ ہے انہوں نے نہیں کہا۔

= هَمُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ انہوں نے قصد کیا۔

= لَمْ يَتَالَوْا۔ نفی عجب کلم۔ يَتَالَوْا نِيلٌ سے۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ باب سیم۔ انہوں نے نہ پایا۔ وہ نہ پاسکے۔

هَمُّوا بِمَا لَمْ يَتَالَوْا۔ انہوں نے ایسی باتوں کا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

(اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے)

آیہ ہذا میں وہ کیا بات تھی جو انہوں نے کہی۔ لیکن پھر قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے نہیں کہی

یا وہ کونسا ارادہ تھا جو انہوں نے کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس میں صرف معلومات مبسر نہیں۔ مگر مناققوں کے متعلق ایک نہیں متعدد ایسی باتیں منسوب تھیں جو کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی میں اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے یا استہزاء وہ کسی بے سرو پا باتیں بکتے تھے لیکن جب ان کو ان باتوں کی تصدیق کے لئے آئے سائے لایا جاتا تو نہ صرف انکار کر دیتے بلکہ قسمیں کھا کھا کر اپنی برأت ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح اسلام کو گزند پہنچانے کی خاطر وہ کسی منصوبے بناتے لیکن جب ان میں کامیابی نہ ہوتی اور ان کے مذموم عزائم کا انکشاف ہو جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انہوں نے ہرگز ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَالِهِمْ يَنْتَهُوا۔ حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کا کلمہ بولا تھا اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا اور انہوں نے ایسا ارادہ بھی کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

== مَا نَقَمُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بُرا نہ مانا۔ انہوں نے قابلِ عیب نہ سمجھا۔ نَقَمْتُ الشَّيْءَ دَلَقَمْتُهُ۔ کسی چیز کو برا سمجھنا۔ یہ بھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے) پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ (۸:۸۵) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

وَأَيُّهَا۔ دَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ اور انہوں نے مسلمانوں میں عیب ہی کونسا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو دولت مند کر دیا۔

نیز آیا ہے۔ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ (۵۹:۵) تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو۔ سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور.... اسی نِقْمَةٍ سے بمعنی عذاب و انتقام لیا گیا ہے۔

= مِنْ فَضْلِهِ میں ہضمیر واحد مذکر غائب کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۶۲:۹)

= يَتُوبُوا۔ اصل میں يَتُوبُونَ مِمَّا انْ حُرِفَ شَرْطُكَ أَنْ سَ نُونِ اَعْرَابِي گَر گیا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

= يَكُونُ مِمَّا۔ ماقبل جملہ شرط کی جزاء کی وجہ سے مجزوم ہوا۔ اور نون بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گیا۔ اور واو حرفِ علت بوجہ حالتِ جزم گر گئی۔

= فَإِنْ يَتُوبُوا۔ اگر وہ توبہ کر لیں۔ اپنے کفر و نفاق سے باز آجائیں۔

== دَانَ تَتَوَلَّوْا۟۔ اور اگر وہ ایمان اور توبہ سے روگردانی کریں۔ اور کفر و نفاق پر مہر رہیں۔

۹: ۷۵ = عٰهَدَ اللّٰہ۔ اس نے اللہ سے وعدہ کیا۔

== لَنَصَدَّقَنَّ۔ مضارع جمع مستکمل۔ باللام تاکید و نون ثقیلہ۔ یا لام تعلیل کا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے۔ تو ہم ضرور ہی خیرات دیدیں گے۔ صدقہ ادا کر دیں گے۔

اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ تھا۔ ت کو صاد میں مدغم کیا گیا۔

۹: ۷۶ = مُعْرِضُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رُخ گردانی کر نیوالے۔ منہ موڑنے والے۔

اجتناب کرنے والے۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو رُخ پھیر لینے اور منہ موڑنے کے۔ اور اجتناب کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ وَعِظَهُمُ (۶۳: ۴) تم ان سے اعراض برتو۔ اور نصیحت کرتے رہو۔ يَاۤوَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ (۱۲۴: ۲۰) اور جو میری نصیحت منہ پھیرے گا۔ اور بغیر عَنْ بھی کثرت استعمال کی وجہ سے منہ موڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً فَاَعْرَضُوا۟ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ (۱۶: ۳۴) تو انہوں نے شکر گزاری سے منہ موڑ لیا پس ہم نے چھوڑ دیا ان پر۔۔۔۔۔ اور اگر اعرض کے بعد عَلَى آئے تو سامنے رکھنا۔ پیش کرنا کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ (۳۱: ۲) پھر اس نے ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

اور اگر اعرض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً اَعْرَضَ لِيْ وہ میرے سامنے آیا۔

۹: ۷۷ = فَاَعْقَبَهُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَعْقَبَ يُعْقِبُ اِعْقَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ہیں اثر چھوڑنا۔ وارث بنانا۔ اَعْقَبَهُمْ۔ اس نے ان کو وارث بنا دیا۔ اس نے ان میں یہ اثر چھوڑا۔

فَاَعْقَبَهُمْ میں ضمیر فاعل البخل کے لئے ہے۔ یعنی ان کے بخل نے ان میں ہمیشہ کے لئے نفاق پیدا کر دیا۔ اور وہ منافق ہو گئے۔ یا ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل (بخل) کی عاقبت نفاق کی شکل میں ان کے دلوں میں راسخ کر دی اور وہ ہمیشہ کے لئے منافق بن گئے۔

== يَلْقَوْنَہُ۔ وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ وہ اس کی پیشی میں جائیں گے۔ اِلٰی يَوْمٍ يَلْقَوْنَہُ۔ یعنی قیامت کے دن تک۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

بِمَا أَخْلَقُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝

یعنی نخل نے یا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفاق کو کیوں بھردیا اس کی یہ دو وجوہ بیان ہوئی ہیں۔

(۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔
(۲) کہ وہ اس دوران کذب بیانی کرتے رہے۔

۹: ۸ = سِرَّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا بھید۔ ان کا راز۔

= نَجْوَاهُمْ۔ ان کی سرگوشیاں۔ اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں۔ اور اَنْجَيْتُهُ وَنَجَيْتُهُ کے معنی (الگ کر دینے) نجات دینے کے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے فَآنَجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا (۵۳: ۲۷) اور جو لوگ ایمان لا رہے ہیں ان کو نجات دی۔ النَجْوَةُ کے معنی بلند جگہ کے ہیں جو بلند سی کی وجہ سے اب ماحول سے الگ معلوم ہو۔ نَجَيْتُهُ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا۔ یعنی اپنے محبوب کو دوسروں سے الگ رکھنے (چھپانے کے لئے) اور اسے افشاء ہونے سے بچانے کے لئے۔ قرآن میں آیا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ (۹: ۵۸) اے مومنو! جب تم سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا۔

یا پھر إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ (۱۲: ۵۸) جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے مساکین کو کچھ دیا کرو۔

نَجْوٰی وہ سرگوشی جو کہ برائی پر مبنی ہو اور اس کو مشورہ سے طے کیا جاوے۔

۹: ۹ = يَلْمِزُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ طعن کرتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں

(نیز ملاحظہ ہو ۹: ۵۸)

= الْمُطَوِّعِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ الْمُطَوِّعُ۔ واحد۔ تَطَوُّعٌ (تَفْعُلٌ)

مصدر۔ اصل میں الْمُتَطَوِّعِينَ تھا۔ تاء کو ط میں مدغم کیا۔

تَطَوُّعٌ کا اصل معنی ہے اطاعت میں بناوٹ کرنا۔ اور عرفِ شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو بطورِ نفل اپنی طرف سے کی جائے لیکن تَطَوُّعٌ اپنے اندر استطا

استطاعت کا مفہوم رکھتا ہے اس لئے الْمُطَوِّعِينَ کا ترجمہ ہوا۔ خیرات کرنے والے صاحب استطاعت۔

الَّذِينَ يَكْمِزُونَ الْمُطَوعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ۔ جو لوگ مومنوں سے ان لوگوں کو جو صاحب استطاعت ہیں اور خوشی خوشی خیرات کرتے ہیں ریاکار کا الزام لگاتے ہیں۔

== وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ۔ کا عطف الْمُطَوِّعِينَ پر ہے یعنی یہ لوگ ان کی بھی عیب چینی کرتے ہیں جن کے پاس سوا اپنی محنت و مشقت کے اور کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے۔

== فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مٹھہ کرتے ہیں۔ ان پر ہنستے ہیں۔ سَخِرَ لَيْسَ خَر (سَمِعَ) بِهِ وَمِنْهُ۔ مٹھا کرنا۔ اسی سے ہے الْمَسْخَرَةُ۔ وہ جس سے مٹھا کیا جائے۔

۹ : ۸۰ = اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ اسْتَغْفِرْ فعل امر بمعنی خبر ہے تقدیر کلام یوں ہے اسْتَغْفِرْتَ لَهُمْ یا محمد اَوْلَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا = سَبْعِينَ مَرَّةً۔ ستر بار۔ ستر کا عدد مقررہ حد یا غایت کے لئے نہیں بلکہ کثرت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۸۱ = الْمَخْلُقُونَ۔ وہ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ اسم مفعول جمع ہے اس کا فاعل بیان نہیں کیا گیا پیچھے چھوڑ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے یا شیطان یا ان کی سستی یا مومنین ہو سکتے ہیں۔

== بِمَقْعَدٍ هُدًى۔ مَقْعَد اسم ظرف مکان۔ مفرد۔ مَقَاعِد جمع۔ قَعْدَةٌ۔ قُعُودٌ مصدر۔ باب نصر بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر (خوش ہیں)

== خِلَاف۔ اس کے معنی پیچھے۔ مخالفت دونوں ہو سکتے ہیں۔ خلاف کے معنی «الٹا» بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے اَوْ لَقُوعِ آيِدِيهِمْ وَاَرْجُلِهِمْ مِنْ خِلَافٍ (۵ : ۳۳) یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرف سے۔ یعنی دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں یا بائیں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔

== لَا تَنْفِرُوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت نکلو۔ تم مت کوچ کرو۔ نَفَارٌ اور نَفُودٌ سے۔ نَفَرَ إِلَى الْحَرْبِ۔ وہ لڑائی کے لئے نکلا۔ اِلَّا تَنْفِرُوا لَعَلَّكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۹ : ۳۹) اگر نہ

نکلو گے تو خدا تم کو دردناک عذاب دیگا۔

نُفُورٌ۔ بمعنی نفرت اور بدکنا بھی ہے جیسے مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا (۳۵: ۴۴) تو اس سے ان کی نفرت ہی بڑھی۔ يَا عَائِلَهُمْ حُمُورٌ مُّسْتَفِرَّةٌ (۴: ۵۰) گویا وہ گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں۔

= الْحَرِّ۔ گرمی۔ یعنی اتنی شدید گرمی میں گھر سے نہ نکلو۔

= يَفْقَهُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سمجھ جاتے۔ جان لیتے۔ فَقَهُ مُصَدَّرٌ (باب سماع) سمجھنا۔

۹: ۸۲ = فَلْيَضْحَكُوا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ ہنسیں۔
وَلْيَبْكُوا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ روئیں۔ دونوں فعل امر بمعنی خبر آئے ہیں یعنی سَيَضْحَكُونَ قَلِيلًا وَيَبْكُونَ كَثِيرًا۔ وہ تھوڑا ہنسیں گے (اس چند روزہ زندگی میں) اور زیادہ روئیں گے (ابدی زندگی آخرت میں) امر کا صیغہ اس کے حتمی اور واجب ہونے کے بیان کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ ان کا مال حتمی ہے ضرور ہو کر رہیگا۔

= بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ ان کے رویئے اور ہنسنے کا سبب بیان کیا ہے۔

= رَجَعَكَ اللَّهُ۔ اللہ تجھے واپس لیجائے۔

امام رازی کے قول کے مطابق الرجع مصير الشئ الى المكان الذي كان فيه الرجوع کسی شے کا اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے جہاں وہ پہلے تھی۔

اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا تمہیں واپس مدینہ لیجائے۔

رَجَعَ متعدی ہے اور رَجُوعٌ لازم ہے گردان ہر دو کی باب ضرب سے آتی ہے۔

= اِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مخلفون ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طَائِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ ان مخلفون کے دو گروہ بنا دیئے۔ ایک وہ جس کا ذکر فَاسْتَأْذَنُوكَ سے شروع ہونے والا ہے اور دوسرا جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مؤخر الذکر گروہ میں وہ شامل ہیں جنہوں نے معقول وجوہات کی بنا پر جہاد میں شرکت نہ کی لیکن پھر بھی جہاد میں اپنی عدم شمولیت پر نادم ہوئے اور توبہ کی جو بارگاہِ الہی میں قبول کر لی گئی۔

= فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ اِیْ فَإِنْ دَدَكَ اللَّهُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَفِيهَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ اگر تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں

تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔

= فَاسْتَاذَنُوْكَ - پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے۔

= لِلْخُرُوْجِ - جہاد پر نکلنے کے لئے۔ خَرَجَ يَخْرُجُ (نصر) نکلنا۔

= لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا - تم میرے ساتھ (جہاد کے لئے) ہرگز نہ نکلو گے۔

= خَالِفِيْنَ - جمع خَالِفٌ کی۔ خَالِفٌ کا ایک معنی تو ہے پیچھے رہ جانے والا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خَلَفَ بمعنی فسد ہے جس طرح کہتے ہیں خَلَفَ اللَّبَنُ - دودھ خراب ہو گیا۔ یا اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفة اہل بیتہ۔ فلاں شخص اپنے سارے کنبے سے زیادہ فسادی ہے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْفَاسِقِيْنَ - یعنی فساد کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔ لیکن اکثریت نے ”پیچھے رہ جانے والے“ ہی ترجمہ کیا ہے۔

۸۴:۹ = مِنْهُمْ - اَحَدٌ کی صفت ہے۔

= مَاتَ - یہ اَحَدٌ کی دوسری صفت ہے۔ مَاتَ فعل ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے

یعنی ان مخالفین و خالفین میں سے آئندہ اگر کوئی مر جائے (تو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا)

= اَبَدًا - طرف متعلق نہیں۔ کبھی بھی۔ یعنی یہ نہیں ہمیشہ کے لئے نافذ العمل ہوگی۔

= وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ - اِی وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اَبَدًا

= اِنَّہُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَاسُوْلِہٖ - جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہے۔ یعنی یہ لوگ جن کی طرف مِنْهُمْ

میں اشارہ کیا گیا ہے ساری عمر اللہ اور اللہ کے رسول کے منکر ہے اور اسی حالت فسق و کفر میں مر گئے۔

۸۵:۹ = یُعَذِّبُہُمْ بِہَا میں ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب اموال و اولاد کے لئے ہے۔

= تَزْهَقَ - وہ نکلے یا نکلیگی (باب فتح) زَهْوَقٌ سے جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور

کسی شے کے مٹ جانے کے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۵:۹۔

تَزْهَقَ الْفُسُّمُ - ان کے دم نکلیں۔ ان کی جانیں نکلیں

= وَہُمْ کَافِرُوْنَ - میں وَاَوْحَالِیہ ہے در آنحالیکہ۔

۸۶:۹ = اَوَّلُوْا الطَّوْلَ - صاحب دولت و ثروت۔ طَوْلٌ - مال۔ تو نگری۔ دولت، انعام

وسعت۔ مقدرت۔ قدرت۔ طَالَ یَطُوْلُ (باب نصر) کا مصدر۔

= ذَرْنَا - ذَرَا - فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (باب سَمِعَ، فتح) سے ذَرْنَا مصدر اس سے ماضی

نہیں آتی۔ نَا ضمیر مفعول جمع مشکم۔ تو ہمیں چھوڑ دے۔

= نَكُنْ - مضارع جمع متکلم فعل ناقص - اصل میں نَكُونُ تھا

= الْقَعْدَيْنِ - جہاد میں شریک نہ ہونے والے - اور گھروں پر رہ جانے والے - بیمار - عورتیں اور بچے - ایسے پیچھے رہ جانے والے جن کے پاس فی الواقع کوئی معقول اور حقیقی عذر موجود تھا - بیماری وغیرہ -

۸۷: ۹ = لَا يَنْفَعُهُنَّ هـ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهُ سے وہ سمجھ نہیں رکھتے - وہ سمجھتے نہیں ہیں -

۸۸: ۹ = لَكِنَّ الرَّسُولَ - لَكِنْ کی دو صورتیں ہیں۔

۱، لَكِنَّ (مشدد) سے مخفف بنایا ہوا ہے اس صورت میں یہ حرف ابتداء ہے اور غیر عامل ہوتا ہے اسی لئے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں لَكِنَّ الرَّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور فعل پر بھی جیسے مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا (۳: ۶۷) اس صورت میں یہ استدراک کا فائدہ دیتا ہے -

۲، حروف عاطفہ کا کام بھی دیتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے مثلاً لَكِنَّ اللَّهَ يُشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ (۱۶۶: ۴) لیکن یہ بھی استدراک کے لئے آیا ہے -

(استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے حکم کے خلاف مابعد کی طرف کسی حکم کی نسبت کی جاتے اسی لئے ضروری ہے کہ لَكِنْ (یا اسی طور لَكِنَّ) سے پہلے کوئی ایسا حکم ہو جو پیچھے آنیوالے حکم کی نقیض یا ضد ہو - جیسے مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا حَنِيفًا مُسْلِمًا (مذکورہ بالا) ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھا نہ عیسائی وہ تو تمام علاقوں سے کٹا ہوا ایک یکا مسلم تھا) = الْخَيْرَاتِ - مہلایاں - خیر کی جمع - مَنَافِعِ الدَّارَيْنِ

۸۹: ۹ = أَعَدَّ - إِعْدَادٌ سے ماضی - واحد مذکر غائب - اس نے تیار کر رکھا ہے -

۹۰: ۹ = الْمُعَذِّرُونَ - اسم فاعل جمع مذکر - تَعَذَّرُوا (تفعیل) مصدر جھوٹا عذر پیش کرنے والے - مُعَذِّرٌ - وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو - اور پھر بھی وہ عذر پیش کرے - بعض علماء کے نزدیک مُعَذِّرُونَ دراصل مُعْتَذِرُونَ (باب افتعال) سے ت - کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کیا اور مُعَذِّرُونَ ہو گیا - اس باب سے اس کے معنی ہوں گے - صحیح عذر والے -

ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے لکھتے ہیں:-

یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے!

مدینہ کے ارد گرد کے یہ لوگ آ کر اپنی کمزوری - ضعیفی بے طاقتی بیان کر کے اللہ کے رسول سے اجازت لینے آتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انہیں معذور خیال فرمادیں تو اجازت دیدہ یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملہ کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ بیٹھے رہے اور نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رک جانے کی اجازت چاہی۔

= الْأَعْرَابُ - گنوار - بدو - اعراب بادہ نشین کو کہتے ہیں۔ یہاں پر خاص کر وہ قبائل مراد ہیں جو مدینہ کے ارد گرد آباد تھے۔

= لِيُؤْذَنَ لَهُمْ - کہ ان کو اجازت مل جائے۔

= وَتَعَدَّ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ - یہ دوسرا گروہ تھا جو گھر بیٹھے رہے۔ اور یہ بھی مناس نہ سمجھا کہ جلو محض ظاہر داری کے لئے ہی کوئی عذر لنگ پیش کر دیں۔

۹۱:۹ = إِذَا انْصَحُوا، ماضی جمع مذکر غائب نَصَحَ مصدر۔ (باب فتح) جب وہ خلوص رکھیں جب وہ مخلص ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر مطیع و فرمانبردار ہوں۔

= مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ (ایسے نیکو کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں۔

۹۲:۹ = أَتَوَكَّ - ماضی جمع مذکر غائب تَوَكَّ ضَمِيرُ وَاحِدٍ مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئے۔

= لِيَحْمِلَهُمْ کہ تو ان کو سواری مہیا کرے۔ حَمَلٌ سے جمع مذکر حاضر هُمْ ضَمِيرُ مَفْعُولٍ جمع مذکر

= لَفَيْضٌ - وہ بہتی ہے وہ جاری ہے۔ فَيْضٌ سے باب ضرب۔ اس کا استعمال اگر آنسو اور

پانی کے لئے ہو تو اس کا معنی جاری ہونے اور بہنے کے آتے ہیں۔

= الدَّمَعُ - آنسو۔ اشک - دُمُوعٌ جمع۔

۹۳:۹ = السَّبِيلُ - راہ۔ راستہ۔ کھلی سڑک۔ سَبِيلٌ جمع۔ سَبِيلُ اللَّهِ - جہاد۔ طلب

علم۔ حج۔ یا ہر امر خیر جس کا حکم باری تعالیٰ سے ملا ہو۔ لَيْسَ لَكَ عَلَى سَبِيلِ - تم مجھ سے

باز پرس نہیں کر سکتے۔ یعنی تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہیں ہے۔

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى - راہ باز پرس صرف ان کے خلاف پائی جاتی ہے۔

= الْخَوَالِفُ - خَالِفٌ اور خَالِفَةٌ کی جمع ہے۔ خَالِفَةٌ کے معنی ہیں پیچھے رہ جانے

والی عورت۔

پَارَةُ
لَعَنَ زُرُونَ
التَّوْبَةَ وَيُولِئُ هُودُ

بسم الله الرحمن الرحيم

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ

۹: ۹۴ = يَعْتَذِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْتَذَارٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ وہ معذرت کریں گے۔ وہ بہانے بنائیں گے۔
 ۹: ۹۵ = اِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ۔ تم ان کی طرف پھر دگے۔ تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے
 (ماضی بمعنی مضارع)

= لِيُعْرِضُوا عَنْهُمْ۔ اَعْرَضَ يُعْرِضُ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) عَنْ مِنْهُ موڑنا۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ درگزر کرنا۔ معاف کرنا۔
 یہاں بمعنی۔ تاکہ تم ان کو معاف کر دو۔ ان سے درگزر کرو۔ صرف نظر کرو۔ تعرض نہ کرو
 اسی معنی میں ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ (۶۳: ۴) تم ان سے اعراض برتو (درگزر کرو) اور نصیحت کرتے رہو۔

منہ پھرنے۔ روگردانی کرنے۔ کنارہ کشی کرنے کے معنی میں آیت ہذا میں ہی ہے۔
 فَاَعْرِضُوا عَنْهُمْ۔ پس تم ان سے منہ پھیر لو۔ کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور جگہ قرار مجید میں آیا ہے۔ وَاعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (۱۹۹: ۷) اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔ نیز ملاحظہ ہو (۷۶: ۹)

= رَجُسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔

= مَاؤُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَاؤِی۔ اسم ظرف اور مصدر۔ اَوِیَ یُوْدِیْ اِیْوَاءٌ۔ (اِفْعَالٌ) اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اَوِیَ یَاوِیْ (رَضَوْبَ) وہ بیٹھا۔ وہ اترا۔ بصورت اسم ظرف۔ اس کے معنی ہیں ٹھکانہ۔ قیام کا مقام۔ پناہ گاہ۔ یہاں بطور اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔

۹: ۹ = اَلْاَعْرَابُ - بدو لوگ - بادیہ نشین - اعرابی - نیز ملاحظہ ہو ۹: ۹
 = اَشَدُّ - افعَل التفضیل کا صیغہ بروزن اَفْعَلُ - زیادہ - شدید - زیادہ سخت - زیادہ طاقت ور -

= اَجْدَرُ - زیادہ لائق - زیادہ سزاوار - زیادہ حقدار - زیادہ مستحق - مَا اَجْدَرُكَ وَاَجْدَرُ بِهِ - صیغہ تعجب - وہ اس کے لئے کس قدر زیادہ ہے - جَدَرَةٌ سے افعَل التفضیل کا صیغہ
 = مَغْرَمًا - اسم مصدر - منصوب - تاوان - اَلْغَرَمُ - مفت کا تاوان - یا جرمانہ - وہ مالی نقصان جو انسان کو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر اٹھانا پڑے - غَرِمَ كَذَا غَرَمًا وَمَغْرَمًا - فلاں نے نقصان اٹھایا - اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَةً اس پر تاوان پڑ گیا -
 قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمَغْرُمُونَ (۶۶: ۵۶) (کہہ ہائے) ہم مفت تاوان میں پھنس گئے جو مصیبت یا تکلیف انسان کو پہنچتی ہے اسے غرام کہا جاتا ہے - جیسے قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (۶۵: ۲۵) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے -
 يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا - (آیہ ہذا) کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں -
 = يَتَرَبَّصُّ - مضارع واحد مذکر غائب - تَرَبَّصُّ (تَفَعَّلُ) مصدر - وہ انتظار کرتا ہے - وہ راہ دیکھتا ہے -

= الدَّوَائِرُ - دَائِرَةٌ کی جمع - مصائب - گردشیں - (یعنی وہ يَتَرَبَّصُّ بِكُمُ الدَّوَائِرُ اس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے چکر میں پھنس جاؤ -
 = عَلَيْهِمُ الدَّوَائِرُ السَّوَاءُ - گردشِ ایام (یا مصائب و آلام) ان ہی کے نصیب میں ہوں (بددعا یہ جملہ ہے) دعا یہ جملہ پر جب علی استعمال ہو تو وہ بددعا میں تبدیل ہو جاتا ہے -
 ۹: ۹۹ = قُرْبَىٰ - قُرْبَةٌ کی جمع ہے - مرتبہ کا قرب - خوشنودی - رضا - یعنی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ -

= صَلَوَاتٍ - صَلَوةٌ کی جمع - دعائیں - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا ذریعہ -

= اَلَا اِنَّهَا يَہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی صحت کی تصدیق کی شہادت ہے - اور اِنَّهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب -
 نَفَقَتْهُمْ - (ان کا راہ خدا میں خرچ) کے لئے ہے اَلَا اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ بے شک ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لئے قرب الہی کا موجب ہے -

= سَيِّدُ خَلْمٍ میں سے تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔

۹: ۱۰۰ = السَّابِقُونَ - آگے پہنچنے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سَبَقُ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ سَابِقُ کی جمع۔

= اَلَاذْكُورَ - اَوَّلُ کی جمع۔

السَّابِقُونَ اَلَاذْكُورَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ اَلانصَارِ - (مہاجرین و انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان و اطاعت میں سبقت اور پہل کی) سے کون حضرات مراد ہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ شعبی کہتے ہیں ان سے مراد وہ مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔

۲۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ سعید بن المسیب۔ حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ وہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

۳۔ وہ لوگ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ اور اگر انصار کو مہاجرین سے الگ ایک طائفہ لیا جائے تو اس سے مراد وہ انصار ہوں جو (۱) بیعت عقبہ ادلی اور عقبہ الثانیہ سے مشرف ہوئے تھے۔

(۲) جنہوں نے حضرت ابوذر راہ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ و تعلیم پر حبیب وہ مدینہ شریف آئے تھے ایمان و اسلام قبول کیا۔

بعض نے الانصار کو رآر کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو السَّابِقُونَ پر عطف قرار دیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا (ہے وہ لوگ) جو مہاجرین میں سے سابقون اذکون ہیں اور انصار۔ اور وہ جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کی پیروی کی۔ تو راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ سے۔ لیکن پہلی قرأت جہور کے نزدیک اصح ہے

= بِاِحْسَانٍ۔ عمدگی کے ساتھ۔ احسن طریقہ سے، احسان کے معنی غیر کے ساتھ مہربانی کرنے اور کسی اچھی بات کے ۹: ۱۰۱ = وَ مِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنْفِقُونَ - اِیْ دَمْنٍ مِّنْ حَوْلِكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنْفِقُونَ۔ اور ان اعراب میں سے جو تمہارے ارد گرد بستے ہیں کچھ منافق ہیں وَ مِمَّنْ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ۔ یہ وقف معانقہ کی صورت ہے۔

اگر علامت اول پر وصل کیا جائے اور علامت ثانی پر وقف کیا جائے تو اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُم پر ہوگا۔ اور مَرَدُّوْا عَلٰی التَّفَاقِ صفت ہوگی منافقون کی اور تقدیر کلام یوں

ہوگی وَمِمَّنْ حَزَلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَنَافِقُونَ مَرَدُّوْا عَلَی النِّفَاقِ (اور تمہارے اگر گرد یعنی مدینہ کے اگر گرد بسنے والے بدوؤں میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ منافق ہیں جو پکے ہو گئے ہیں نفاق میں)

اور اگر علامت :۱: اول پر وقف کیا جائے اور علامت :۲: ثانی پر وصل کیا جائے تو یہ جملہ متانفہ (نیا جملہ) ہوگا۔ اور تفسیر کلام یوں ہوگی! وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ (قوم) مَرَدُّوْا عَلَی النِّفَاقِ (اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں) اور اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے اگر گرد یعنی مدینہ کے اگر گرد بسنے والے بدوؤں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں۔

= مَرَدُّوْا - نافرمان و سرکش ہونا۔ مَرَدَّ عَلَی النِّفَاقِ - نفاق پر جھڑپ رہنا۔ الْمَارِدُوْا الْمَرْيَدُ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔

یہ شَجَرُ امْرُد سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جو سب پتے جھڑ جانے سے بالکل تنکا ہو گیا ہو۔ اسی طرح غُلَامٌ امْرُد۔ وہ لڑکا جس کی دالھی مونچھ نہ نکلی ہو اس کا منہ سبزہ سے عاری ہو۔ الرَّمْلَةُ الْمَرْدَاءُ وہ ریت کا ٹیلہ جو ہر قسم کے سبزہ سے عاری ہو۔

قرطبیؒ نے لکھا ہے اصل المرء الملاسۃ ومنہ صَرْحٌ مُّمرَدٌ مِّنْ قَوَارِيرٍ۔ (۲۷: ۲۷) یعنی المرء۔ اصل میں چکنا اور ہموار ہونا ہے۔ جیسے شیشے جوڑ کر صاف و ہموار کیا ہوا محل (الملاسۃ ہموار اور چکنا ہونا)

صاحب کشاف نے مَرَدُّوْا عَلَی النِّفَاقِ کا مطلب تَمَقَّرُوْا فِيْهِ لکھا ہے یعنی نفاق میں ماہر ہو گئے ہیں۔

۹: ۱۰۲ = الْخُرُوجُ - دوسرے لوگ۔ اور لوگ۔ الْخُرُجُ کی جمع ہے۔ یعنی منافقوں کے علاوہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا اور اپنے کئے پر نادم ہوئے کہ وہ کیوں جہاد کے لئے جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے

۹: ۱۰۳ = تَطَهَّرُوْهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع الْخُرُوجُ ہے۔ اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صَدَقَہ ہے یعنی ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے کہ اس طرح آپ ان کو پاک و صاف کر دیں گے۔ = صَلِّ عَلَیْہِمْ۔ ان کے لئے دعا کیجئے۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= سَكَنٌ - سکین۔ آرام۔ راحت۔ رحمت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔

۹: ۱۰۵ = سَتُودُّوْنَ - تم پھیرے جاؤ گے۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ رُدُّ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

= اَعْمَلُوا ۱ ای اعملوا مَا شِئْتُمْ جو جی چاہے تم کرو۔

۹: ۱۰۶ = مُرْجَوْنَ - (مرج و - رَج ی مادہ) رجاء کنارہ۔ جیسے رَجَا الْبَيْتُ۔ کنویں کا کنارہ۔ اس کی جمع اَرْجَاءُ ہے قرآن مجید میں ہے وَالْمَلَكُ عَلَىٰ اَرْجَائِهَا - (۶۹: ۱۷) اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے۔ رَجَاءُ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ قرآن میں ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجَوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا (۷۱: ۱۲۷) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے خدا کا وقار دل سے مہلادیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا تَخَافُوْنَ کیا ہے یعنی تم کیوں نہیں ڈرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف ورجاء باہم لازم و ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو ساتھ ہی اس کا ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ بھی ہوگا۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ ہمیشہ امید پائی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَتَرْجَوْنَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا يَرْجُوْنَ (۱۰۴: ۴) اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں۔

مُرْجَوْنَ - مُرْجَى - یعنی مُرْجَوٌ کی جمع ہے۔ اسم مفعول - امید و بیم کے درمیان کشاکش ہوا مُعَلَّقٌ جو نتائج کے متعلق خوف ورجاء کے درمیان معلق ہیں۔ کہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہ یعنی جن کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا۔ اور اللہ کے حکم کے انتظار میں تاخیر میں پڑا ہوا ہے۔
وَالْآخِرُونَ مُرْجَوْنَ لِذٰمِ اللّٰہِ - کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ان کا معاملہ ملتوی ہے۔

یہ اشارہ ہے کعب بن مالک - مرارہ بن الزبیع - ہلال بن امیہ کی طرف۔ کسی شرعی عذر کے بغیر یہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان سے ہر ایک نے قطع تعلقی کر لی۔ آخر پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (دیکھو آیات ۱۱۲ - ۱۱۵ - سورۃ ہذا)
= اِمَّا - بطور حرف تفصیل آیا ہے۔ جیسے اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۱ - (۷۶: ۲) ہم نے انسان کو راستہ دکھلادیا اس کے بعد وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر رہے۔

۹: ۱۰۷ = وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ۱ اس کا عطف بِالَّذِيْنَ مُرْجَوْنَ پر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَ مِنْهُمْ مَّا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ۱ اور ان منافقوں میں وہ لوگ بھی

ہیں جنہوں نے ایک مسجد تیار کی۔

= ضَرَارًا - كُفْرًا - تَقْوِيلًا - اِرْصَادًا - تمام مفعول لہ ہیں۔ یعنی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ (۱) مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔

(۲) اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں۔

(۳) مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے

(۴) وہ شخص جو اب تک خدا اور رسول کا دشمن چلا آرہا ہے اسے بطور کمین گاہ استعمال کیا جائے یا یہ مصدر ہیں اور حال کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

= ضَرَارًا - ضرر سے مشتق ہے۔ ایذا دینا۔ نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ضَارٌّ يَضَارُّ رَبَاب (مفاعلة) سے مصدر۔ اِرْصَادًا گھات لگانا۔ مِرْصَادٌ مَرْصَدٌ گھات لگانے کی جگہ۔ کمین گاہ۔ رصد مادہ۔

= مِنْ قَبْلُ - قَبْلُ - لَعْدُ - اکثر اضافت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب بغیر اضافت کے ہوں تو ضمہ پر بنی ہوں گے۔ جیسے آیہ نہا میں۔ بمعنی پہلے سے۔

= وَلِيخْلِفَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مذکر غائب (باب ضرب) اور وہ ضرور ہی قسمیں کھائیں گے۔ (یعنی جب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ شرارت تم نے کیوں کی تو اپنی صفائی میں قسمیں کھانے لگیں گے۔

= يَشْهَدُ - شَهَادَةٌ - مصدر جس کے معنی ہیں کھول کر بیان کرنا۔ موجود ہونا۔ گواہی دینا۔

بیان کرنا۔ جاننا۔ ان سب کا باب ایک ہی ہے۔ سَمِعَ يَسْمَعُ - مصادر جَدُّ اُجْدَا ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ - قَضَى اللّٰهُ - قَالَ اللّٰهُ - بَيَّنَّ اللّٰهُ - وَيَشْهَدُ اللّٰهُ - اللّٰهُ یہ فیصلہ دیتا ہے۔ یا کہتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔

اس آیت میں اس مسجد کا ذکر ہے جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر ابوعامر کے ساتھیوں نے اس کے ایما پر مسجد قبا کے مضافات میں تیار کی تھی۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے پر رکھی گئی تھی۔ اس لئے اس کا نام ہی تاریخ میں مسجد ضرار پڑ گیا۔

۹: ۱۰۸ = لَا تَقُمْ فِيْهِ - فعل مہنی واحد مذکر حاضر۔ تو اس میں مت کھڑا ہو یعنی لَا تَصْلُ فِيْهِ اس میں نماز مت پڑھ۔

قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں قیام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کہیں رکوع کا اور کہیں سجدہ کا۔ اسے تسمیۃ الشیء باسم جزئہ (کسی چیز کو اس کے جز کے نام سے پکارنا) کہتے ہیں۔
 فیہ کی ضمیر واحد مذکر مسجد (ضار) کے لئے ہے۔

= مَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَدْلَى يَوْمٍ - وہ مسجد جس کی اساس (بنیاد) پہلے دن سے ہی تقویٰ پر درست کی گئی ہو۔

= اَنْ يَتَطَهَّرُوا - مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَطَهَّرُوا (تَفَعَّلُ) مصدر۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو گیا۔ یعنی پاک ہونے کو (پسند کرتے ہیں)۔
 = الْمُطَهَّرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر تَطَهَّرُوا مصدر۔ اصل میں المتطهرين تھا۔ تاکو طار میں مدغم کیا گیا۔ پاک ہونے والے۔ پاکیزہ ہونے والے۔

۱۰۹:۹ = اَسَّسَ بُنْيَانَهُ - اَسَّسَ (باب تفعیل) تَأَسَّسُ بنیاد رکھنا۔ اس نے بنیاد رکھی۔ بُنْيَانَهُ - بُنْيَانٌ - یعنی مَبْنِيَّةٌ - غُفْرَانٌ کی طرح مصدر ہے بمعنی مفعول استعمال ہوا ہے کا ضمیر واحد مذکر دین کے لئے یعنی مَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَ دِينِهِ جس نے اپنے دین کی بنیاد رکھی۔ یا مَنْ وَضَعَ اَسَاسَ مَا يَبْنِيهِ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی
 = شَفَا - شفاء کنارہ۔ کنویں وغیرہ کے کنارے کو کہتے ہیں۔ جمع اَشْفَاءُ (دشفو مادہ) اس کا تثنیہ شَفَوَاتٌ آتا ہے۔ شفا قرب ہلاکت کے لئے ضرب المثل ہے۔ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ (۱۰۳:۳) آگ کے گڑھے کے کنارے تک۔ اور اَشْفَى فُلَانٌ عَلَى الْهَلَاكِ - فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا
 = جُرُفٍ - ندی یا تالے کا وہ کنارہ جس کا پچلا حصہ پانی بہا کر لے گیا ہو اور اوپر کا حصہ موجود ہو۔ اسے جُرْفَةٌ کہتے ہیں۔ جُرُفٍ اس کی جمع ہے۔ اسی سے یہ قول ہے فُلَانٌ يَلْبَنِي عَلَى جُرُفٍ هَارٍ - لایدری مالیل من ہارٍ - فلاں شخص دریا کے گرنے والے کنارہ پر مکان بناتا ہے۔ اس کو دن رات میں تمیز نہیں۔

جُرُفَ الشَّيْءِ (نصر) پوری چیز یا اس کا بیشتر حصہ لیجانا۔ یا جُرُفَ الطِّينِ - پھاڑا یا بیلچہ سے مٹی کھودنا یا کھرچنا۔

= هَارٍ - اسم فاعل مجرور۔ هَوَّ - مادہ۔ قریب السقوط۔ گرنے کے قریب۔
 هَارٍ کی اصل هَادِرٌ یا هَائِرٌ تھی۔ اول هَادِرٌ کے واؤ کو یا هَائِرٌ کے ہمزہ کو نقل مکانی کر کے راء سے آخر میں کر دیا۔ یعنی راء کو مقدم کر دیا اور واؤ یا ہمزہ کو مؤخر کر دیا۔ هَادِرٌ اور هَائِرٌ ہو گیا پھر واؤ اور ہمزہ کو یاد سے بدل کر هَارٍ کر دیا اور حالت جر کی وجہ سے ی کو ساقط کر دیا اس طرح

ہاڑ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاؤڈ کے واؤ یا ہاؤڈ کے ہمزہ کو بغیر نقل مکانی کے تخفیفاً حذف کر دیا۔ اس صورت میں راو پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آسکتے ہیں۔

بعض اہل لغت کے نزدیک ہاڑ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اس کی اصل ہَوْدُ یا هَيَرٌ تھی واؤ۔ اور یاء کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا ہاڑ ہو گیا اس صورت میں پھر اس پر تینوں اعراب آئیں گے۔

جَوِّفْ ہاڑ موصوف و صفت مل کر مضاف شفا مضاف الیہ۔

= اِنْهَادٌ - وہ گر پڑا۔ اِنْهِيَاؤُ (الفعال)، مصدر۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بانی عمارت کے لئے ہے۔ اِی من اسَّسْ بُنْيَانَهُ۔ اِنْهَادُ الْبِنَاءِ۔ عمارت کا منہدم ہونا۔ گرنا۔

= ظَالِمِيْنَ - ظلم کرنے والے۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھنا۔ ان لوگوں نے اپنی عمارت کی بنیاد ہی غلط موقع اور غلط محل پر رکھی تھی۔

۹: ۱۱ = لَا يَزَالُ - مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ زَوَّالٌ مصدر۔ فعل ناقص ہے۔ دوام اور تسلسل کا معنی دیتا ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔

= بُنْيَانُهُمْ - ان کی عمارت۔ بَنَوْا۔ انہوں نے بنائی۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ بِنَاءٌ مصدر۔ بنی مادہ۔

= رِيْبَةٌ - رِيْبٌ سے اسم ہے۔ رَابٌ يُّرِيْبُ (باب ضَوْب) شبہ و گمان میں ڈالنا کسی سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھنا۔ رِيْبَةٌ - شک و شبہ۔ ہمت۔ بے چینی۔ بے یقینی۔ رِيْبٌ - جمع۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس کا معنی شک و نفاق کیا ہے۔ کلبی کے نزدیک حسرت و ندامت السدی اور المبرد نے اس کا مطلب غم و غصہ لیا ہے۔ یعنی یہ کیفیات ان کے منصوبہ کے ناکام ہو گیا اور جس عمارت پر انہوں نے اتنی امیدیں والبتہ کر رکھی تھیں اس کے منہدم ہو جانے کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھیں گی۔

= اِلَّا اَنْ - بجز اس کے کہ۔ مگر یہ کہ۔

= تَقَطَّعَ - پارہ پارہ ہو جائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ تَقَطَّعَ (تَفَعَّلَ) سے مضارع۔ واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَقَطَّعَ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی۔

اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ - اِی تجعل قلوبهم قطعاً وتفوق اجزاء اما بالسيف واما بالموء والمعنى ان هذه الريبة باقية في قلوبهم الى ان يموتوا عليها۔ یہاں تک کہ ان کے دل

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور ان کے اجزاء بکھر جائیں۔ خواہ تلوار سے یا موت سے۔
مطلب یہ کہ یہ بے چینی۔ بے یقینی۔ اضطراب و حسرت و ندامت کی کیفیت ان کے دلوں
پر طاری رہیگی۔ حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر جائیں گے۔
= حَكِيمٌ۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کو حکیم کہہ کر مسجدِ ضار کے انہدام کے حکم کی حکمت کی طرف
توجہ دلائی گئی ہے۔

۹ : ۱۱ = اِشْتَرَى۔ اس نے خرید لیا۔ اس نے خریدا۔ اِشْتَرَى يَشْتَرِي اِشْتَرَاءً (افتعال)
سے ماضی واحد مکر غائب۔ اِشْتَرَاءً کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے آتے ہیں۔
= وَعْدًا۔ اسم مصدر۔

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا۔ حَقًّا وَعْدًا کی صفت ہے۔ اور وَعْدًا بوجہ فعل محذوف منصوب
گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَعْدَهُمْ عَلَيْهِ (عَلَى ذَٰلِكَ الْاَمْرِ وَعْدًا حَقًّا۔ اس بات پر
اس نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے۔

عَلَيْهِ کے معنی لَا نَزِمُ عَلَيْهِ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی :-
وَعْدَهُمْ وَعْدًا حَقًّا لَا نَزِمُ عَلَيْهِ۔ اس نے ان سے ایک سچا وعدہ کر رکھا ہے جس کا پورا
کرنا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

= فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ۔ یعنی اس وعدہ کا ذکر تورات۔ انجیل اور قرآن میں ہے
= اَوْفَى۔ زیادہ وعدہ پورا کرنے والا۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟
افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= فَاسْتَبَشِّرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ۔ فَاسْتَبَشِّرُوا۔ خوشیاں مناؤ۔ بشارت پاؤ
اِسْتَبَشَّرُوا (اِسْتَفْعَالٌ) سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔

بَيْعِكُمْ۔ اپنے سودے پر۔ الَّذِي بَايَعْتُمْ اللّٰهَ بِهِ۔ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے
۵ ضمیر واحد مذکر۔ سودا کی طرف راجع ہے۔

= ذَٰلِكَ۔ اِی ذَٰلِكَ الْبَيْعِ۔ اور یہی سودا۔

۹ : ۱۱۲ = التَّائِبُونَ۔ الْعَابِدُونَ۔ الْحَامِدُونَ۔ السَّائِحُونَ۔ الرَّكَعُونَ
السَّاجِدُونَ۔ الْاٰمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللّٰهِ۔ سب اسم صفت کے صیغے ہیں اور مؤنثین کی صفت ہیں۔

التائبون سے لے کر الناهون تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں حرف

عطف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن وَالْتَّاهُوتَ سے پہلے حرف عطف لایا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

۱، ایسے مواقع پر حرف عطف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے یہاں مزید کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ التَّاهُوتَ کا اَلَا مَرُوفٌ پر عطف ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں۔
۳۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ قریش کی لغت یہ ہے کہ سات کے عدد تک حرف عطف ذکر نہیں کرتے اور جب آٹھواں ذکر کرتے ہیں تو پھر حرف عطف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ التَّاهُوتَ چونکہ آٹھویں صفت ہے اس لئے وَاوُ کا اضافہ کر دیا۔

= السَّائِحُونَ۔ سَيَّاحَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَاحَ يَسِيحُ (ضَوْبَ) سَيَّاحَةٌ زمین پر گھومنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ سَاحٌ واحد۔

السَّائِحُونَ کے مفسرین نے متعدد معانی لئے ہیں۔ سیاحت کرنے والے۔ یعنی اقامت دین کے لئے جہاد میں نکلنے والے۔ کفر زدہ علاقوں سے ہجرت کرنے والے۔ دعوت دین۔ اصلاح خلیق۔ طلب علم صالح۔ مشاہدہ آثارِ الہی۔ تلاشِ رزقِ حلال کی خاطر سیاحت کرنے والے۔ ابن کثیر اور اکثر مفسرین سلف۔ صحابہ و تابعین نے السَّائِحُونَ سے مراد روزہ دار لئے ہیں۔
= النَّاهُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ النَّاهِيٌّ واحد۔ نَهَى مصدر (باب فتح) روکنے والے منع کرنے والے۔

= الْمُنْكَرُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ انْكَارٌ۔ مصدر۔ وہ قول یا فعل جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔

= بَشَرٌ۔ بَشَرٌ يَبْشُرُ تَبَشِيرٌ (تفعیل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تو خبر کر دے۔ یہاں مُبَشِّرٌ اس کی عظمت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جس کی خوشخبری دی جا رہی ہے جسے ہم سمجھ نہیں سکتا اور کلام بیان نہیں کر سکتا۔

وَبَشَرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔ اے بشر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من فعل هذه الافعال التسع یعنی جو مومن ان توصفات سے متصف ہے اس کو خوشخبری دیدیں۔

۱۱۳:۹ = مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ زریا نہیں بنی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے۔
= يَسْتَغْفِرُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ وہ مغفرت طلب کریں۔ وہ معافی مانگیں۔

= اُولٰٓئِ قُرْبٰی۔ اے ذی قرابت لہم قرابت دار۔ رشتہ داری رکھنے والے رشتہ دار۔ قُرْبٰی اسم

مصدر۔ رشتہ داری قرابت۔

= مَوْعِدَةً۔ اسم مصدر۔ وعدہ

= اِيَّاهُ۔ اسی کو۔ اسی سے۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل۔ اس کا مرجح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ہے

= تَبَوَّأَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ تَبَوَّأْتُ سے جس کے معنی بیزار ہونے کے ہیں۔ جیسے بَوَاءَةٌ مِثْلُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۱:۹) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

= اَذَاكَ۔ نرم دل۔ بہت آہ کرنے والا۔ اَذَاكَ سے جس کے معنی آہیں بھرنے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَخَالٌ اَکْ يَلُوْهُ۔ جیسے قَامَ يَقُوْمُ۔

= حَلِيْمٌ۔ بردبار۔ تحمل مزاج باوقار۔ حِلْمٌ کے معنی ہیں جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۹: ۱۱۵ = مَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ۔ اللہ کا دستور نہیں۔ اللہ کا طریقہ نہیں کہ وہ گمراہ کر دے

= مَا يَتَّقُونَ۔ جن سے ان کو بچنا چاہئے۔ جن سے وہ بچیں۔ مَا مَوْصُولٌ ہے۔

۹: ۱۱۶ = تَابَ۔ تَابَ يَتُوْبُ۔ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے توبہ کی

وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ اس نے معاف کیا۔ یہاں (رحمت سے) متوجہ ہونے اور معاف کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

یعنی اللہ نے رحمت سے توجہ فرمائی۔ اللہ نے معاف فرمادیا۔ تُوْبْتُ اور تَوْبَةٌ سے۔

جب اس کا تعدیہ الٰہی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے (بار بار واپس آنا) کے ہوتے ہیں۔ اور جب علیٰ کے ساتھ ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی

میں آتا ہے۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔ تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا (۲۴: ۳۱) سب خدا کے آگے توبہ

کرو۔ اور تَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ (۲: ۱۸۴) سو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تمہاری حرکات

سے درگزر فرمایا۔

= تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے استغاثہ

رکھنے کے باوجود جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔

اس لغزش کا آپ سے مواخذہ نہ کیا گیا جیسا کہ ۹: ۴۳ میں ارشاد ہوا ہے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ۔ لیکن

یہ فعل ترک افضل میں آتا ہے کہ افضل یہ تھا کہ خوب چھان بین کر کے صرف مستحق معذور لوگوں کو

پچھے رہ جانے کی اجازت دی جاتی نہ کہ یہ کوئی ایسا قصور تھا جو قابل مواخذہ تھا (نیز ملاحظہ ہو ۹: ۴۲) بعض کے نزدیک بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معافی میں تبرگ شامل کیا گیا ہے اور مقصود مہاجرین اور انصار کی شان کو اد سچا دکھانا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی کی شان کو بلند کرنے کے لئے قَاتَ لِلّٰہِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (۸: ۴۱) میں اپنا نام تبرگ شامل کر لیا ہے۔

= مَسَاعِدُ الْعُسْرَةِ۔ مشکل گھڑی۔ تنگی کا وقت۔ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے جب کہ مسلمان سخت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر طویل اور کھٹن تھا۔ سوار یوں کی از حد قلت تھی، راشن انتہائی طور پر قلیل اور پینے کا پانی نہایت کمیاب تھا۔ مسلمان قلیل التعداد اور مقابلہ قیصر روم کے لشکر جبار سے تھا۔

= كَادَ۔ ماضی واحد مذکر غائب كَوَدُ مصدر (باب سَمِعَ) افعال مقاربت میں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر كَادَ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع کے ضرور تھا جیسے کہ آیہ ہذا میں ہے كَادَ يَزِيْزُ قُلُوْبَ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ گئے تھے لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے ذَا بَجُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ (۲: ۷۱) انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

= يَزِيْزُ۔ مضارع واحد مذکر غائب يَزِيْزُ سے (باب ضرب) پھرنے لگے تھے۔ پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ كَادَ يَزِيْزُ کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْزُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ چکے تھے اگرچہ فی الواقع ابھی کج نہیں ہوئے تھے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ..... کے بعد اس ٹکڑے سے مراد تاکید ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلَيْهِمْ میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب فَرِیْقٍ کی طرف راجع ہو۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ پھر اس نے ان لوگوں پر رحم کے ساتھ توجہ کی جن کے دل کج ہو چلے تھے (مگر انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ بنی ہی کا ساتھ دیا)۔

= بِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ کے مطابق یا تو النَّبِیِّ وَالْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ کی طرف راجع ہے یا فَرِیْقٍ کے لئے ہے

= رَوِّفٌ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَافَةٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہہ کا صیغہ ہے

۹: ۱۱۸ = وَعَلَى الثَّلَاثَةِ كَا عَطْفِ النَّبِيِّ بِهِ اى وَتَابَ عَلَى الثَّلَاثَةِ اور اس نے ان تینوں کو بھی معاف کر دیا۔ ان تینوں پر بھی نظر رحمت فرمادی۔

= الَّذِينَ خَلَقُوا جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یعنی کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ۔ مرارة بن الزبج = بِمَا رَجَبْتُ میں ما مصدر یہ ہے وَصَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَجَبْتُ۔ باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہو گئی۔

= صَاقَتْ - ضَيَّقَتْ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ تنگ ہو گئی
= رَجَبْتُ - رَجَبْتُ سے (باب کرم) ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی۔

= مَلَجَأً اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ لَجَأً مصدر۔ پناہ پکڑنا۔ (باب فتح۔ سَمَحَ) مَلَجَأً بھی مصدر ہے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا۔ اور رحمت سے توبہ کی۔ تاکہ وہ بھی توبہ کریں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔

= التَّوَّابُ - بار بار توبہ قبول کرنے والہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے۔
اور اگر یہ بندہ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے کثرت سے توبہ کرنے والا۔ یعنی وہ شخص جو کہ یکے بعد دیگرے گناہ چھوڑتے چھوڑتے بالکل گناہوں کو ترک کر دے۔

۱۲۰: ۲۹ = مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ زبیا نہیں تھا درست نہیں تھا۔ مناسب نہ تھا اہل مدینہ کے لئے۔

= اَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پیچھے ٹھہرے رہتے۔
= لَا يَرْغَبُوا مضارع متفعی جمع مذکر غائب (باب سمع) عزیز نہ سمجھیں۔ رَغِبَ فِيْهِ۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ محبت کرنا۔ دلچسپی لینا۔ رَغِبَ عَنْ۔ منہ پھیر لینا۔ چھوڑنا۔ اعراض کرنا۔ رد گردانی کرنا۔ رَغِبَ بِهِ عَنْ غَيْرِهِ کسی کو کسی پر فضیلت دینا۔ برتری دینا۔

لَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان پر فضیلت و برتری نہ دیں۔ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز نہ سمجھیں۔ نَفْسِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اللہ ہے
= ذَلِكَ۔ بمعنی یہ اس لئے۔

= ظَمَأٌ پیاس۔ تشنگی۔ یہ ظَمِئَ يَظْمَأُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیاس لگنے کے ہیں۔ ظَمَانٌ بروزن فَعْلَان صیغہ صفت ہے۔ پیاسا۔ تشنہ۔

= نَصَبٌ - تھکان - مشقت - کوفت - تکلیف
 = مَخْمَصَةٌ - بھوک خَمَصَةُ الْجُوعِ - بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا - خَمِصٌ
 خالی پیٹ والا -

= لَا يَطُوتُ - مضارع منفی جمع مذکر غائب وَطَأٌ مصدر - (باب سَمِعَ) نہیں پامال کریں گے
 نہیں چلیں گے -

= مَوْطِئًا - اسم ظرف (باب سَمِعَ) پاؤں رکھنے کی جگہ - وَطَاءَةٌ - مَوْطِئٌ مَوْطِئٌ پاؤں کی
 جگہ - وَطِئٌ يَطِئُ (باب سَمِعَ) روندنا -

= يَغِيظُ الْكُفَّارَ - جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث بنے -

= لَا يَتَالَوْنَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - يَتَلَّ سَ - وہ نہیں پائیں گے - وہ نہیں
 پاتے ہیں - وہ نہیں حاصل کرتے - وہ نہیں کامیاب ہوتے - لَا يَتَالَوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَيِّدًا
 وہ دشمن سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے (از قسم قتل - قیدی - مال غنیمت وغیرہ -

= ذَاكَ بِأَنَّهُمْ - عملٌ صَالِحٌ - اللہ کی راہ میں جو پیاس - تکلیف - بھوک وہ
 اٹھاتے ہیں اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں جو کفار کو ناگوار گذرتا ہے اور ان کے غیظ و غضب کو بھڑکاتا
 ہے اور ہر وہ فائدہ جو وہ دشمن پر حاصل کرتے ہیں یا اللہ کی راہ میں وہ دشمن سے جو نقصان اٹھاتے
 ہیں اس ہر فعل کے بدلہ میں ان کے حساب میں نیک عمل لکھا جاتا ہے -

۱۲۱: ۹ = وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا - نہیں طے کرتے وہ کسی وادی کو -

= كُتِبَ لَهُمْ - ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے - ان کے حساب میں لکھ لیا جاتا ہے -

= أَحْسَنَ - افعَلُ التَّفْصِيلِ کا صیغہ - بہت اچھا - بہترین -

۱۲۲: ۹ = لِيَنْفِرُوا - کہ نکل جائیں - نکل کھڑے ہوں - (جہاد کے لئے) یا علم دین کے حصول
 کے لئے - یا تبلیغ کے لئے -

= كَافَّةً - اسم فاعل - مفرد - مؤنث - منصوب - اس صورت میں تاء مبالغہ کے لئے ہوگی -
 استعمال میں كَافَّةً - ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ ہوتا ہے - جس کے معنی ہیں سب کے سب -
 پورے کے پورے -

= لَوْلَا - کیوں نہ - تفصیل کے لئے ۴۳: ۶ ملاحظہ ہو -

= نَفَرًا - ماضی واحد مذکر غائب نَفَرٌ - نَفُودٌ - نَفَارٌ - مصدر - (باب سَمِعَ وَضَرَبَ) کیوں
 نہ نکلے - کیوں نہ نکل کر جاتے -

= لِيَتَفَقَّهُوْا - مضارع منصوب - جمع مذکر غائب - تَفَقَّهُ مصدر - تاکہ سمجھ حاصل کرتے رہیں
دین کے مسائل سیکھتے رہیں۔

= لَعَلَّكُمْ يَخْذَرُونَ - تاکہ وہ (نافرمانیوں سے بچیں - ڈریں۔

الْخُذْرُ - (دَسَمِعَ) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا - بچنا - محتاط رہنا - يَخْذَرُ الْآخِرَةَ
(۹:۳۹) آخرت سے ڈرتا ہے۔

۱۲۳:۹ = يَكُونُ لَكُمْ - مضارع جمع مذکر حاضر كُمْ - ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - وَتُيُّ مَصْدَرُ ۱ باب
نَصْرَمَ جو قوم تمہارے نزدیک بستی ہے - جو تمہارے نزدیک ہیں - الْوِلْدَانُ وَالْتَّوَالِيُّ کے اصل
معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے
جوان میں سے نہ ہو - پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا - خواہ وہ قرب
بمحاط مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین و اعتقاد یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔

= وَلِيَجِدُوا - اور وہ پائیں - ان کو پانا چاہئے - امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= غِلْظَةً - اسم مصدر سختی - دل کی سختی - قوت - سخت مزاجی - الْغِلْظَةُ کے معنی موٹاپا
یا گاڑھا پن کے ہیں - وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً - چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔

قرآن میں ہے فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ (۲۹:۴۸) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال
پر کھڑی ہو گئی - اور سخت و شدید کے معنی میں بھی آیا ہے

= ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ (۲۴:۳۱) پھر ہم عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے
انہیں لیجائیں گے۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ جب کفار کے مقابلہ میں لکھو تو اپنی قوت و سطوت کا بھرپور مظاہرہ
کرو اور اس شد و مد سے حملہ کرو کہ دشمن کو دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ پڑے۔

۱۲۴:۹ = اِذَا مَا - جب کبھی۔

= فَمِنْهُمْ - میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب - منافقین کی طرف راجع ہے جن میں سے بعض جب کبھی
کوئی سورت نزل ہوتی تو مذاق کے طور پر مسلمانوں سے پوچھتے ”کہو تم میں سے کس کے ایمان
میں اس سے اضافہ ہوا ہے“

= زَادَتْهُ - میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اَيْتُكُمْ کی طرف راجع ہے - یعنی تم میں سے کون ہے
جس کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کر دیا ہے۔ زَادَتْ كَا فاعل هَذِهِ ہے جس کا اشارہ سورۃ
کی طرف ہے۔

== يَسْتَبْشِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب (اسْتَبْشَرُوا) مصدر۔ وہ خوش ہوتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں (سورۃ کے نزول پر)

۱۲۵: ۹ = فَرَادَهُمْ رَجَسًا اِلٰی رَجْسِهِمْ۔ یہ سورۃ ان کی نجاست میں مزید نجاست کا اضافہ کرتی ہے۔ شاعر کا یہ شعر کتنا مناسب حال ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

۱۲۶: ۹ = يَفْتَنُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ فَتَنٌ سے۔ وہ مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

منافقین جو غفلت اور عناد کا شکار تھے۔ ان کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے سال میں متعدد بار ایسے حالات سے دوچار کر دیا جاتا جو ان کو خواب غفلت سے دوچار کر دیتے۔ اسلام کے خلاف ان کی سادشیں ناکام ہوتیں۔ بے سروسامانی کے باوجود مسلمان ہر میدان میں اپنے سے طاقتور دشمنوں کو شکست پر شکست دیتے چلے جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ایسے معجزات رونما ہو جن کے دیکھنے کے بعد حضور کی صداقت کا یقین ہو جاتا۔

اس کے علاوہ انہیں طرح طرح کی تکالیف اور مالی خساروں میں مبتلا کیا جاتا تاکہ یہ خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ لیکن انہیں توبہ کی توفیق نہ ہوتی اور نہ نصیحت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوتی۔

۱۲۷: ۹ = اِنْصَرَفُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چل دیتے۔ وہ پلٹ جاتے (حضور کی مجلس) اِنْصِرَافٌ (الفعال) سے صرف مادہ۔

اِنْصَرَفٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا یا کسی اور چیز سے بدل دینا۔ محاورہ ہے کہ صَرَفْتُهُ فَاِنْصَرَفَ میں نے اسے پھیر دیا وہ پھر گیا۔

= صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے (ایمان سے یا فہم قرآن سے) یہ جملہ منافقین کے لئے بد دعائیہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدا ان کے دلوں کو پھیر دے۔

= بِاَنَّهُمْ۔ میں باء سببیہ ہے۔ بدیں وجہ۔ اس سبب سے کہ اَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ یہ لوگ سوہ فہم اور عدم تدبیر کا شکار ہیں۔ سوچ بوجھ نہیں رکھتے۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

۱۲۸: ۹ = عَزِيزٌ عَلَیْہِ۔ شاق گذرتی ہے اس پر۔ گراں گذرتی ہے اس پر۔ بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ علی ہو تو شاق اور دشوار کے معنی دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت

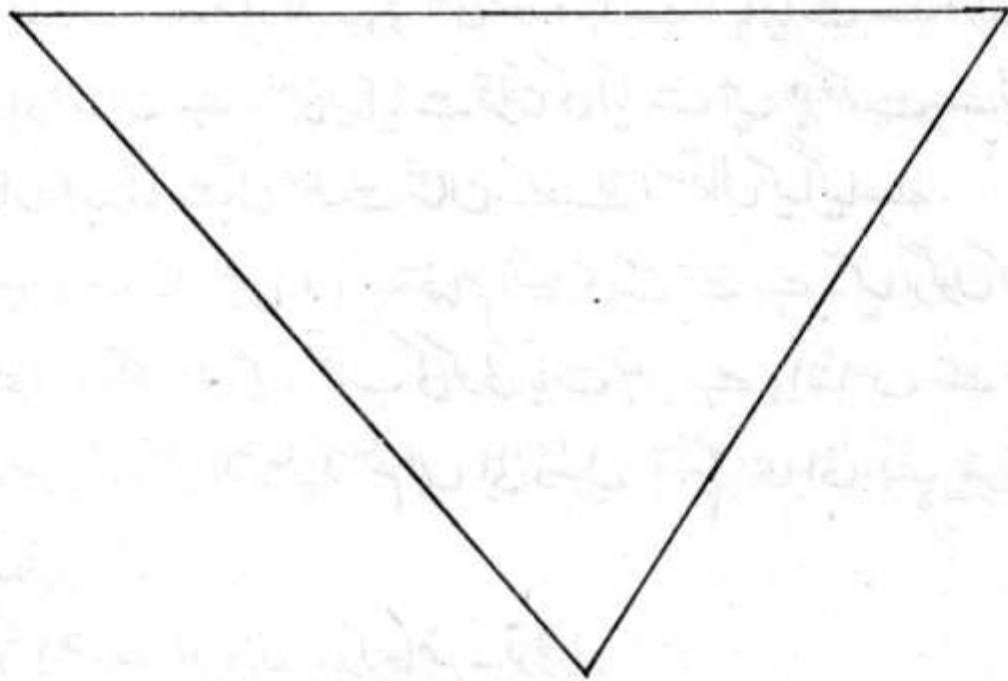
ہو تو جو ہمیشہ غالب رہے کا معنی دیتا ہے اس کا باب نصر ہے۔ اور حجب ضرب ہو تو اس کا معنی گراں ہونے کا ہوتا ہے۔

= مَا عَنِتُّمْ میں ما موصولہ ہے عَنِتُّمْ ماضی جمع مذکر حاضر عَنِتُّ سے۔ عَنِتَّ يَعْنَتُ (سمع) دشواری میں پڑنا۔ مصیبت میں ہلاک ہونا۔ یعنی تمہارا دشواری میں پڑنا یا کسی مشقت یا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر شاق گذرتا ہے۔

= حَرِّصْتُ عَلَيْكُمْ اے حریص علی ایمانکم والیصال الخیر الیکم۔ یعنی تمہارے لئے ایمان۔ مہلانی اور ہدایت کا نہایت ہی خواہشمند ہے۔

حَرِّصْتُ بِرُوزْنٍ فَعِیْلٌ حرص کرنے والا۔ تلاش رکھنے والا۔ شدت سے خواہش رکھنے والا۔ اس آیت میں خطاب نہ صرف اہل عرب سے ہے بلکہ ساری دنیا کے عوام الناس سے ہے ۱۲۹:۹ = تَوَلَّوْا۔ انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری۔ تَوَلَّوْا سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

= حَسْبِيَ۔ حَسْبٌ۔ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ حَسْبٌ اسم فعل بمعنی کافی۔ مجھ کو کافی ہے۔ مجھ کو بس ہے۔ حَسْبَ یَحْسِبُ کا مصدر بھی ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱۰) سُورَةُ يُنُسُ (۵۱)

۱:۱ = اَلرَّا - الف - لام - را - حروف مقطعات ہیں - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

(۱:۲)

= تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ - تِلْكَ - اسم اشارہ بعید - مفرد - مونث اٰیٰتِ مضاف
الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ - موصوف و صفت کل کر مضاف الیہ - مضاف مضاف الیہ کل کر متاثر الیہ -

یہ پُر از حکمت کتاب کی آیاتیں ہیں - آیات سے مراد وہ آیات بھی ہو سکتی ہیں جو اس سورۃ میں ہیں
اس سورۃ میں الکتاب سے مراد السورۃ یعنی سورۃ ہذا ہے - یا آیات سے مراد آیات قرآنی ہیں اور
الکتاب سے مراد القرآن ہے - یعنی یہ آیات قرآن کی آیات ہیں جو حکمت سے پُر ہیں -

اسم اشارہ بعید آیات کی عظمت شان کے لئے استعمال کیا گیا ہے -

= اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا - میں آ استفہام انکاری کے لئے ہے - کیا لوگوں کو یہ بات بہت ہی

عجیب نظر آتی ہے (خالاںکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) الناس سے مراد کفار عرب ہیں

= رَجُلٍ - سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اٰی اِلٰی بَشَرٍ مِّنْ جِنْسِهِمْ - انہیں
کی جنس سے ایک فرد -

= اَنذَرُ - اِنْدَا اَرْ سے امر وائد مذکر حاضر - توڈرا -

= اَنذَرِ النَّاسِ میں النَّاسِ سے مراد جمیع الناس ہیں

= قَدَمَ صِدْقٍ - مضاف مضاف الیہ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے - قَدَمٌ بمعنی

پاؤں اور صِدْقٍ کے معنی ہیں سچائی - قوت - خیر - خلوص - شرف - فضیلت

قَدَمَ صِدْقٍ کے مختلف معانی کئے گئے ہیں -

۱ - القدم - السابقة - والمعنی انهم قد سبق لهم عند الله خیر - (رازی) یعنی القدم کے معنی

السابقة ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں ترجیح دی جائیگی۔

۲ = اِنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ ان کے لئے نیک اجر ہے (مجمع البیان - مظہری)

۳ = اِنَّ لَهُمْ مَنَزِلَةً رَّفِيعَةً۔ ان کے لئے بلند مرتبہ ہے (کشاف، بیضاوی - زجاج - روح المعانی)

۴ = اِنَّ لَهُمْ مَقَامَ صِدْقٍ۔ ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے۔ (کشاف)

۵ = قَدَّامَ صِدْقٍ۔ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اور قدم سے کنایہ مراد عمل ہے جو اقدام کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے جس طرح کنایہ نعمت کو یَد (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمال صالحہ ہوں گے۔ جو انہوں نے کئے (مدارک)

۶ = قَدَّامَ صِدْقٍ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے (ضیاء القرآن بحوالہ مظہری و قرطبی) لیکن آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔

۱۰: ۳ = اِسْتَوٰی عَلٰی۔ اس نے قرار کپڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ متمکن ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۲ اور ۵۴: ۵۲ = الْعَرْشِ۔ عرش اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوشٌ ہے قرآن میں ہے وَهِيَ خَادِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (۲۵۹: ۲) اور اس مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے عَرَّشْتُ الْكُرْمَ وَعَرَّشْتُهُ (باب نصر) کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹیٹیاں بنانا ہے اور ٹیٹوں پر چڑھائی ہوئی بیل کو مَعَرَّشٌ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں آیا ہے مَعْرُوشَتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَتٍ (۱۴۱: ۶) ٹیٹوں پر چڑھائے ہوئے اور ٹیٹوں پر نہ چڑھائے ہوئے اور مَا كَانُوا لِعَرْشُونِ (۱۳۷: ۷) اور جو وہ ٹیٹوں پر چڑھاتے تھے۔

یا بقول حضرت ابن عباس و مجاہد مَا كَانُوا يَبْنُونَ مِنَ الْقُصُورِ وَغَيْرِهَا۔ محل وغیرہ جو وہ تعمیر کرتے تھے۔

اس بلند ی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہا جاتا ہے۔ جیسے وَرَفَعَ الْبَوِيَّةَ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزت۔ غلبہ۔ سلطنت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے فَلَا تُلْ عَرْشُهُ (یعنی فلاں کی عزت جاتی رہی)۔

عرش الہی سے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں اور اس کی حقیقت ہمارے فہم سے بالاتر ہے وہ عام بادشاہ کے تخت کی مانند نہیں کیونکہ ذات الہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے

بعض کے نزدیک عرش سے مراد فلك الاعلى (فلك الافلاك) ہے واللہ اعلم بالصواب،
 = يَدْبُرُ - مضارع واحد مذکر غائب دَبَّرَ يَدْبُرُ (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔ تدبیر کرتا
 ہے۔ اَلَا مَرَّ - ہر کام کی۔

= شَفِيعٌ - شفاعت کرنے والا۔ سفارش کرنے والا۔ بروزن فاعل بمعنی فاعل ہے۔

= تَدَاكَرُوتَ - ای تفکروں۔ تم کیوں نہیں غور و فکر کرتے۔ تم کیوں نہیں سوچتے۔

۱۰-۴ = وَعَدَ اللّٰهُ - وَعَدَ - اسم و مصدر منصوب۔ مضاف اللّٰهُ مضاف الیہ (یہ) اللّٰهُ کا وعدہ

(ہے) یہاں وعدہ سے مراد إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ہے۔ حَقًّا اسم و مصدر۔ وعدہ کی تاکید ہے

وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا - ای وعدہ کہ اللّٰهُ ذَلِكْ وَعَدًا حَقًّا یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اللّٰہ نے تم سے کیا ہے

= اِنَّهُ يَبْدَأُ الْخُلُقَ - مضارع واحد مذکر غائب يَبْدَأُ - مصدر (باب فتح) یہ جملہ متانفہ

رینا، ہے۔ وہ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے۔ یعنی تخلیق اول اسی نے کی

= يُعِيدُكَ - اس کو دہراتا ہے۔ اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لوٹائے گا۔

= بِالْقِسْطِ - ای بالعدل۔ عدل و انصاف کے ساتھ۔

= حَمِيمٌ - نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کہ اپنے دوست کی حمایت میں

گرم ہو جاتا ہے۔

۱۰-۵ = ضِيَاءٌ - چمک روشنی۔ چمکنا۔ روشن ہونا۔ اجوف داوی ہے۔ اور مہموز اللام۔

اصل میں ضَوَاءٌ تھا۔ چونکہ واو کا مقابل مکسور ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل دیا۔ ضِيَاءٌ یا تو

مصدر ہے۔ جیسے قَامَ سے قِيَامٌ اور صَامَ سے صِيَامٌ۔ یا ضَوْءٌ کی جمع ہے جیسے سَوَاطُ سے سِيَاطٌ اور

حَوْضٌ سے حِيَاضٌ لیکن نُورٌ (جو چاند کی صفت میں آیا ہے) سے اس کا مصدر ہونا ہی زیادہ مناسب

مصدر کی صورت میں بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے روشن کنندہ۔ جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً - ای ذات

ضِيَاءٌ۔ روشنی والا۔ روشن۔ درخشاں۔ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (سان)

= نُورًا - ای ذَانُورٍ (نور والا) مُنِيرًا - چمکدار۔ نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو۔ (لسان العرب)

= قَدَّرَ - قَدَّرَ يَقْدِرُ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب۔ قَدَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْأَمْرَ - و

قَدَّرَ اللّٰهُ لَهُ الْأَمْرَ - اللّٰہ تعالیٰ کا کسی چیز کا فیصلہ کرنا۔ یا اس کا حکم عائد کرنا۔ قَدَّرَ الشَّيْءُ بِالشَّيْءِ کسی

چیز کو کسی دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ مقرر کرنا۔ تقدیر میں لکھ دینا۔ مقدر کر دینا۔

آیہ نہ ایں۔ منزلیں مقرر کرنا۔ جیسا کہ قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَقَدَّرَ فِيهَا السَّيْرَ (۳۴: ۱۸) اور ان

میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کر دیں۔ اور وَالْقَمَرَ قَدَّرَ فِيهِ مَنَازِلَ (۳۶: ۳۹) اور ہم

۱۰:۱۰ = دَعَوْهُمْ - مضاف مضاف الیه - ان کی دعا ان کی پکار - ان کی صدا - ان کا نعرہ
 = تَحِيَّتُهُمْ - ان کی دعائے ملاقات - ان کی دعائے خیر - تَحِيَّةُ کے معنی کسی کو حَيَّاكَ اللہ (بند)
 ہمیں زندہ رکھے) کہنے کے ہیں - اصل میں یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اصل میں
 تحیہ حیات سے مشتق ہے پھر دعائے حیات کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔
 تَحِيَّتُهُمْ - ان کا ایک دوسرے کو دعا حیات دینا بھی ہو سکتا ہے اور ملائکہ کی طرف سے بھی ان
 کے لئے دعا حیات ہو سکتا ہے۔

پہلی صورت میں اس کا معنی ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیں گے - اور دوسری صورت
 میں (ملائکہ کی طرف سے) ان کو دعا حیات اور سلامتی کی دعا ہوگی۔
 = وَ اخِرُ دَعْوَاهُمْ اور آخر میں وہ سب پکار اٹھیں گے :
 اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۱۰:۱۱ = يُعَجِّلُ - مضارع واحد مذکر غائب (تفعیل) مصدر - وہ جلدی کر دیتا -
 تعجیل کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا - عجلت سے جلدی کرنا جیسے
 قرآن میں ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ (۱۱۴:۲۰) قرآن کی تلاوت میں جلدی مت کرو - تعجیل بھی
 بمعنی جلدی کرنا ہے مثلاً مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ
 (۱۸:۱۷) جو دنیا کی آسودگی کے خواہشمند ہیں ہم ان میں سے جسے چاہیں اور جتنا چاہیں جلدی دے
 دیتے ہیں (العاجلة بمعنی دنیاوی ساز و سامان) يَا عَجَلُ لَنَا قِطْنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۱۶:۳۸)
 ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔

= اسْتَعْجَالُهُمْ استعجال (استفعال) مصدر - مضاف - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیه
 کسی کام میں جلدی کی طلب کرنا - عجلت چاہنا - مثلاً يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ (۲۲:۴۷) وہ لوگ
 تم سے جلدی عذاب لانے کے لئے کہہ رہے ہیں - اسْتَعْجَالُهُمْ ان کا جلدی کے لئے طلبگار ہونا
 وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَالُهُمْ بِالْخَيْرِ - انسان جس طرح فائدہ کے لئے
 جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچانے میں جلد باز ہوتا (یعنی اگر اس کا قانون جزا
 ایسا ہوتا کہ ہر بد عمل کا بُرا نتیجہ فوراً کام کر جائے) تو اس کا وقت کب کا پورا ہو چکا ہوتا (سیکن قانون جزا
 نے یہاں ڈھیل دے رکھی ہے) ابوالکلام آزاد

= لَقَضَىٰ إِلَيْهِمْ أَجَلَهُمْ - ان کا وقت ختم ہو گیا ہوتا - اور وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔

== فَتَذَرُ۔ مضارع جمع متکلم وَذَرَّ يَذَرُ (باب سَمِعَ) وَذَرَّ مصدر ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای ولیکن لا نجعل فَتَذَرُ۔ لیکن ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

== طَعْنًا بِهِم۔ ان کی سرکشی۔ ان کی گمراہی۔ ان کی نافرمانی۔

== يَعْهَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَّ مصدر (باب فتح۔ سمع) وہ سرگردان پھرتے رہیں عَمَّ۔ سرگردانی۔ گمراہی میں حیرانی۔

۱۲:۱۰ = الضُّرُّ۔ تکلیف، بلا، سختی۔ ضرر۔ ایذا۔ اسم ہے۔ یہ بدر حالی خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے۔

۲۔ یا اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بناء پر

۳۔ خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال و جاہ کی قلت کے۔

== لَجِبْنَاهُ۔ جَنَّبَ۔ پہلو۔ یعنی اپنے پہلو کے بل۔

== كَشَفْنَا ماضی جمع متکلم ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے ٹال دیا۔ (آیہ ہذا) کھولنا اور پردہ ہٹانا کے معنی میں جیسے لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ ۚ (۵۰: ۲۲) یہ وہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ ہٹا دیا۔

== مُسْرِفِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اسْوَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے آگے بڑھ جانے والے بے جا و بے ہودہ صرف کرنے والے۔ حد حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

== ذُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ۔ ۱۔ یہ تینوں اللہ کی جانب سے بھی ہو سکتی ہے۔

۲۔ شیطان کی جانب سے بھی اور ۳۔ انسان کے اپنے نفس و امارہ کی طرف سے بھی۔

۱۳:۱۰ = الْقُرُونُ۔ قَرْنٌ کی جمع۔ وہ قومیں جن سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔ قومیں۔ امتیں۔

۱۳:۱۰ = لَمَّا۔ جب۔

۱۵:۱۰ = اِئْتِ۔ اَتَى يَأْتِي (ضَرَبَ) اِتَّيْتُ مصدر۔ یعنی آنا۔ جب اس کے صلہ میں بلا آتی ہے تو یہ متعدی بمعنی لانا ہو جاتا ہے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَتَى ب... لانا۔ اور اَتَى... کسی کو کوئی چیز پیش کرنا۔

۱۔ = مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي۔ تِلْقَاءُ۔ میری طرف سے۔ اپنی طرف سے۔

تِلْقَاءُ۔ طرف۔ لِقَاءُ۔ سے جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ ملاقات کرنے اور آمنے سامنے

ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لِقَاءَ کا اسم ہے۔ جَلَسَ تِلْقَاءَهُ وہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْأَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ۔ اس نے اس کام کو خود کیا بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو مجبور کیا ہو۔

= اِنْ اَتَّبِعْ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ بڑا سخت دن۔ یوم قیامت۔ يَوْمَ تَرَوْنها تَذْهَبُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ (۲:۲۲) جس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیگی۔

عَذَابٍ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ یوم عظیم۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ عَذَابٍ مضاف
مضاف مضاف الیہ مل کر فعل أَخَاتُ کا مفعول۔

۱۶:۱۰ = مَا تَكُونُ۔ میں تلاوت نہ کرتا۔ میں نہ پڑھتا اس کو (قرآن کو) تَكُونُ ماضی واحد متکلم
= لَا أَذْهَبُ۔ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ وہ خبردار نہ کرتا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع
مذکر حاضر۔ نہ ہی وہ (اللہ تعالیٰ) آگاہ کرتا تمہیں یہ اس (قرآن) سے۔

= لَبِثْتُ ماضی واحد متکلم لَبِثْتُ مصدر۔ میں رہا۔ میں رہتا رہا۔

۱۷:۱۰ = اخْتَرَى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے جھوٹ بانڈھا۔ اس نے بہتان تراشا۔
اخْتَرَاءُ۔ سے

۱۸:۱۰ = اَتَذْكُرُونَ۔ الف استفہام کے لئے ہے تَذْكُرُونَ جمع مذکر حاضر۔ تَذْكُرُ اور
تَذْكُرْتُمْ سے۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو۔

= اَتَذْكُرُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتا رہے
ہو جو زمین و آسمان میں اس کے علم میں نہیں۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر بات تو اس کے علم میں ہے
پھر تم یہ کیا بات اس کو بتا رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اس بات کا وجود ہی نہیں اور تم
محض ایک بے بنیاد من گھڑت بات بنا رہے ہو (اس سے کفار کی بتوں سے شفاعت کی امید
کی حقیقت کی نفی قطعی طور پر مقصود ہے)

۱۹:۱۰ = فَاخْتَلَفُوا۔ بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنائے۔ بعد میں مختلف
عقیدوں میں بٹ گئے۔

= كَلِمَةً۔ ای القضاء والتقدير۔ ایک بات پہلے سے طے شدہ۔ ازلی حکم۔

= سَبَقَتْ (جو) پہلے سے (طے) ہو چکا ہے۔ واحد مؤنث غائب۔ باب ضرب۔ اسی سے سابقہ

اور استباق آتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی چلنے میں آگے ہونے کے ہیں۔

وَلَوْلَا حِكْمَةُ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝
 اگر تیرے رب کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا
 ۲۰:۱۰ = لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْكَ آيَةٌ مِّنْ رَبِّكَ - (کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب
 کی جانب سے۔ کفار کا ابتداء سے یہ طریق رہا ہے کہ جو نشان نازل ہو چکے ہیں ان کو تو مانتے نہیں۔
 اور پیرٹ لگاتے رہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں نازل ہوا۔ نشان سے اصل مقصد ان کا اپنا مطلوبہ
 نشان ہے۔

۲۱:۱۰ = اَذَقْنَا - ماضی جمع متکلم - اِذَاقَهُ - مصدر (افعال) ذَوَّقُ (ابھوت داوی) اَذَاقَ
 يَذِيقُ اِذَاقَهُ چکھانا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ ہم چکھاتے ہیں۔ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً -
 لوگوں کو رحمت سے نوازتے ہیں۔

= مَسَّنَهُمْ - ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو پہنچی۔ ان کو
 لالچ ہوئی۔ مَسَّ يَمْسُ (نصر) چھونا۔ پہنچنا۔ مَسَّ الْمَرْضُ اَوِ الْكَبِيرُ فَلَانًا - فلاں کو بیمار
 یا بڑھاپا لالچ ہوا۔

= مَكْرًا - الْمَكْرُومُ کے معنی حیلہ سے کسی شخص کو اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس چال
 سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو یہ محمود ہے ورنہ مذموم۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ اول الذکر معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں
 آیا ہے وَ اِنَّ اللّٰهَ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (۵۴:۳) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے اِذَا اللّٰهُ مَكْرًا فِي
 اٰيَاتِنَا - تو فوراً ہماری آیات میں مکر و فریب کرنے لگ پڑتے ہیں یعنی ان کی الٹ تاویلیں کرنی شروع
 کر دیتے ہیں۔

(یعنی بجائے اس کے کہ تکلیف سے خلاصی اور نعمت و رحمت کی نوازش کو اللہ تعالیٰ سے
 منسوب کریں وہ حیلہ بہانہ سے اسے یا تو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں یا ستاروں
 کی گردش پر اسے محمول گردانتے ہیں)

= اَسْرَعُ مَكْرًا - اسی اسرع مکرًا منکم - وہ اپنی چال چلنے میں تم سے بہت تیز ہے۔

یعنی جب وہ تمہاری چالوں پر سزا دینے کو آجائے تو وہ تم سے بہت تیز تر ہے

= رُسُلَنَا - ہمارے رسول - ہمارے فرستادہ - یعنی فرشتے - کراما کا بتین۔

= مَا تَمْكُرُونَ - جو فریب تم کر رہے ہو۔ جو چالیں تم چل رہے ہو۔

۲۲:۱۰ = يُسَيِّرُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

وہ تم کو سیر کرتا ہے۔ تم کو لئے پھرتا ہے۔ تَسِيرُ (تفعیل) مصدر

= الْفُلُكُ - کشتی۔ جہاز۔ یہ لفظ مَوْنُث۔ مذکر۔ واحد۔ جمع سب کے لئے آتا ہے۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

= جَرَيْنَ - ماضی جمع مَوْنُث غائب۔ جَرَى يَجْرِي (صَرَبَ) جَرَى سے۔ وہ چلیں۔ وہ جاری ہوئیں۔ وہ رواں ہوئیں۔

= بِهِمْ - ان کو لے کر۔

= بِرِيحٍ - میں ب سببیہ ہے۔ ریح طیبہ کی وجہ سے۔ یعنی موافق ہوا کی وجہ سے۔ رِيحٌ عَاصِفٌ کی ضد ہے۔

= فَرَحُوا بِهَا - وہ اس موافق ہوا کی وجہ سے شاداں و فرحاں ہیں۔

= رِيحٌ عَاصِفٌ - بادِ تند۔ آندھی۔ عَاصِفٌ - عَصَفَ يَعْصِفُ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ عَصَفَتِ الرِّيحُ - ہوا تیز چلی۔ عَصَفَ الرَّجُلُ - آدمی تیز دوڑا۔

= أَحِيطَ بِهِمْ - ان کو گھیر لیا گیا ہے۔ أَحِيطَ - أَحَاطَ يُحِيطُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب

= مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ - خَالِصَةً - اسی کی اطاعت کرتے ہوئے۔ اطاعت و عبادت میں خَالِصَةً اسی کے بن کر۔ بلا شرکت غیرے اسی کی اطاعت میں ہو کر۔

یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر وَجَرَيْنَ بِهِمْ سے لے کر اگلی آیت تک غیب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ خطاب غیبت کی طرف انتقال اظہارِ ناراضگی اور بُعْد کے لئے ہے

= أَنْجَيْنَا - تو ہمیں بچالے۔ تو ہمیں نجات بخشے۔ تو ہمیں چھٹکارا دلانے۔ اَنْجَى يُنْجِي اِنْجَاءً۔

دِافَعَالٌ رہائی دلانا۔ نجات دلانا۔

= مِنْ هَذِهِ اى من هذه الاحوال - من هذه الريح العاصف - ان مصائب و شدائد سے۔ اس بادِ تند (طوفان) سے۔

۲۳:۱۰ = اَنْجَهُمْ - اس نے ان کو نجات دلائی۔ اس نے ان کو بچالیا۔ ماضی واحد مذکر غائب

= اِذَا - یہاں اور آئیہ (۲۱) اِذَا الْهَمُّ مَكْرُؤٌ - میں بطور حرفِ مفاجاۃ استعمال ہوا ہے۔ تو۔ تو۔

اچانک (اچانک اپنا رویہ بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں) اس کو اِذَا الفجائیہ بھی کہتے ہیں خَرَجْتُ فَاِذَا اَسَدٌ بِالْبَابِ - میں نکلا تو اچانک دروازہ پر شیر تھا۔

= يَنْغَوْنَ - بَغَى يَنْغِي بَغْيٌ (باب صَرَبَ) زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ سرکشی کرنے لگتے ہیں

بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

اصل میں يَبْغِيُونَ تھا۔ یہی کی حرکت ماقبل کو دی۔ یہی اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ اسی باب سے چاہنا اور طلب کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔

بَغَى کا تعلق فعل محمود اور فعل مذموم دونوں سے ہے۔

محمود اس طرح کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرنا۔ مثلاً مزدور کو زیادہ مزدوری دینا۔
اور مذموم اس طرح کہ حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ قرآن میں پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ظلم۔ گناہ۔ حسد۔ زنا۔ طلب و تلاش
= اِنَّمَا بَغَيْتُمْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ۔ تحقیق تمہاری سرکشی کا (دوبال) تمہیں پر پڑے گا۔ تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف جائے گی۔

= نُبَيِّنْكُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم آگاہ کریں گے۔ ہم تم کو بتلا دیں گے
یعنی بتلانے کے بعد سزا دیں گے۔

۱۰: ۲۴۔ اِخْتَلَطَ۔ اختلاط سے (باب افتعال) وہ مل گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

یہ ای بالماء (بارش کے) پانی کے ساتھ۔

= نَبَاتُ الدَّرْهِی۔ زمین کا سبزہ۔ اگنے والی ہر چیز۔ نَبَتٌ یَنْبُتُ (نفس) اگنا۔ اگانا۔

= فَاِخْتَلَطَ بِہِ نَبَاتُ الدَّرْهِی مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ۔ زمین سے اگنے والا سبزہ جس میں سے بعض کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں بارش کے پانی سے مل گیا (اور بکثرت اُگ آیا)

= ذُخْرٌ۔ طمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ کسی شے کے کمالِ حُسن کو زخرف کہتے ہیں۔

لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے ہو تو جھوٹ سے آراستہ اور طمع سازی کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ ذُخْرٌ الْقَوْلِ عَزَّوَجَلَّ ۱۲ (۱۱۲: ۶) طمع کی باتیں۔ فریب کی باتیں۔

= اَخَذَتِ الْاَرْضُ ذُخْرَهَا۔ وَارَ تَلَتْ زَمِنْ اپنے ہرے بھرے زیوروں کے آراستہ ہوئی

اِذْ تَلَتْ۔ اصل میں باب تفعّل سے تَزَيَّنَتْ تھا۔ تاکونا میں مدغم کیا۔ زار ساکن ہو گئی اس کے

قبل ہمزہ وصل لایا گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَزَيَّنْتُ زینت پانا۔ آراستہ ہونا۔

اِذْ تَلَتْ وہ (زمین انواع و اقسام کی نباتات سے) آراستہ و پیراستہ ہو گئی۔ مزین ہو گئی۔

= اَهْلُهَا۔ اہل زمین۔ زمین کے باسی۔

= اَلَهُمْ قَادِرُونَ عَلَیْهَا۔ کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ قدرت و قبضہ رکھتے ہیں۔ ہا ضمیر واحد مؤنث

غائب الارض کی طرف راجع ہے۔ مراد اس سے وہ نباتات جو اس پر اگی ہوئی ہے۔ یعنی اہل زمین خیال کرنے لگے کہ یہ زمین اور اس پر ہمہ نوع نباتات ان کے قبضہ قدرت میں ہے۔

= اَنَا هَا مُرْنَا۔ اِذَا کا جواب ہے۔ یعنی جب زمین اپنے جو بن پر آگئی۔ اور اہل زمین اس پر اپنا مکمل قبضہ خیال کر کے اترانے لگے تو اچانک ہمارا حکم آپہنچا عذاب کی صورت میں۔

= لَيْلًا اَوْ نَهَارًا۔ رات کے وقت یا دن کے وقت۔ اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہمارے حکم کو وقوع پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ خواہ دن ہو یا رات اور وہ سب جاگ رہے ہوں یا سب سو رہے ہوں۔

= فَجَعَلْنَا هَا۔ میں ہا ضمیر الارض کی طرف راجع ہے لیکن اس سے مراد زمین پر کی نباتات ہے جو اس کی آرائش و زیبائش کا باعث تھی۔ جَعَلْنَا هَا۔ بنا ڈالا ہم نے اس کو۔

= حَصِيدًا۔ حَصَدَ يَحْصِدُ (باب ضرب و نصر) حَصَادٌ وَحَصَادٌ فصل کاٹنا حَصِيدٌ بروزن فَعِيلٌ۔ مفعول۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جڑ سے کٹی ہوئی کھیتی۔

= لَمْ تَغْنِ۔ تَغْنِ اصل میں تَغْنِي تھا۔ لَمْ کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا۔ مضارع نفی بَلَمْ صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع منفی معنی ماضی منفی۔

غَنَى يَغْنِي (باب سَمِعَ) غَنَى بِالْمَكَانِ۔ کسی جگہ ٹھہرنا۔ بسنا۔ رہنا۔ كَانَتْ لَمْ تَغْنِ بِأَدَامٍ۔ گویا وہ کل یہاں تھی ہی نہیں۔ اَمْسِ كُلَّ شَيْءٍ۔ حَانَ۔ جیسے کہ۔ گویا کہ۔

۲۵:۱۰ = دَارِ السَّلَامِ۔ سلامتی کا گھر۔ یعنی جنت۔

۲۶:۱۰ = أَحْسَنُوا۔ انہوں نے بھلائی کی۔ انہوں نے احسان کیا۔

إِحْسَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ یعنی جس کام کے کرنے کا حکم تھا اس کو بجالائے۔ اور جس سے منع کیا گیا اس سے باز رہے۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یہ کی ہے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کے اس طرح عبادت کرے جیسا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو اس طرح کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

= الْحُسْنَى حُسْنٌ سے افعِلْ التَّفْضِيلَ کا صیغہ واحد مؤنث۔ اچھی۔ عمدہ نیک جزا ای الْمَنْزِلَةُ الْحُسْنَى۔ یعنی جنت۔

== وَزِيَادَةً بَلْكَهٗ اس سے بھی زیادہ۔ یعنی دیدار الہی۔

== لَا يَزُهِقُ مَضَارِعُ مَنْفٰی وَاحِدٌ مَّذْكَرٌ غَائِبٌ رَّهَقُ مُصَدَّرٌ (باب سَمْع) نَہیں چھائیگا۔ رَّهَقُ چھاجانا۔ پالینا۔ ایک شے کا دوسری شے پر زبردستی چھاجانا۔

== قَتَرٌ۔ غبار۔ (الفرائد الدرر) قَتَرٌ وَقْتَارٌ کے اصل معنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں ہے۔ کنجوس آدمی بھی مال دینے کی بجائے گویا دھواں دے کر بہلاتا ہے۔ یہاں مراد سیاہی سے ہے (المفردات) کنجوسی، بخیلی، اسراف کی ضد ہے۔ یہاں غبار ہی زیادہ موزوں ہے (رسوائی و ذلت کا غبار۔
(ضیاء القرآن) وَلَا يَزُهِقُ دُجُوهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ۔ اور ان کے چہروں پر نہ رسوائی کا غبار چھایا ہوگا اور نہ ذلت کا (اثر ہوگا)

۲۴:۱۰۔ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اس کا عطف لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا پر ہے ای وَلِلَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اور سیئات سے مراد برائیاں از قسم کفر و شرک۔

== جَزَاءٌ۔ یہاں بمعنی سزا کے ہے۔ یا بمعنی بدلہ۔

== بِمِثْلِهَا۔ بآء زائدہ ہے۔ یا متعلقہ بجزاء ہے۔

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا۔ برائی کی سزا اس برائی جیسی ہی ہوگی۔ یعنی یہ لوگ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے یہاں اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کریں گے اور برائی کا بدلہ اس سے زیادہ نہیں بلکہ اس کے برابر ہی دیں گے بخلاف اپنی اس کرم نوازی کے جو احسان کرنے والوں پر فرمائی تھی وہاں نیکی بدلہ الحسنیٰ سے دے کر فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

== عَاصِمٌ۔ بچانے والا۔ حفاظت کرینو والا۔ روکنے والا۔ عِصْمَةٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے اور روکنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مَا لَهُمْ مِنْ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ای لَا يَعصِمُ أَحَدٌ مِنْ عِقَابِهِ۔ کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیگا۔

== كَانَتْ حَافً حَرْفٌ مُشَبَّهٌ بِالْفِعْلِ مَازِئِدٌ۔ ما کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ الْبَرَكَاتُ کا لفظی تصرف باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے ما بعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔ گویا کہ
== اُغْشِيَتْ۔ اِغْشَاءُ (افْعَالٌ) سے ماضی مجہول۔ وَاحِدٌ مُؤَنَّثٌ غَائِبٌ۔ وہ ڈھانک دی گئی۔ (ان کے چہرے ڈھانک دیئے گئے ہیں)

== قِطْعًا۔ قِطْعَةٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔ مِنَ اللَّيْلِ۔ قِطْعًا کا بیان ہے۔

== مُظْلِمًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِظْلَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تاریکی میں پڑا ہوا۔ تاریک۔ ظُلْمَةٌ اندھیرا ظُلُمْتُ جمع۔ مُظْلِمًا۔ اللَّيْلِ سے حال ہے۔

== كَانَمَا اُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا۔ ترجمہ ہوگا۔ گویا کہ ان کے چہرے ڈھانپ دیئے گئے ہیں تاریک رات کے ٹکڑوں سے۔

صاحب تفسیر منطہری نے ترجمہ کیا ہے :-

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

۲۸:۱۰ = مَكَانَكُمْ۔ اِی الزُّمُوۡا مَكَانَكُمْ وَلَا تَبْرَحُوۡا۔ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ اپنی اپنی جگہ کو مت چھوڑو۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔

== زَيَّلْنَا۔ زَيَّلَ يَزِيلُ تَزْيِيلٌ (تفعیل) متفرق اور پراگندہ کرنا۔ زَيَّلْنَا۔ ماضی جمع مستکلم۔ ہم نے جدا کر دیا۔ ہم نے تفریق کر دی۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ پھر ہم ان کے باہمی تعلقات منقطع کر دیں گے۔ ماضی بمعنی مضارع زَيَّلٌ مادہ۔

== مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ہ۔ مَا۔ نافیہ ہے۔ تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۹:۱۰ = اِنَّ اِنَّ سے مخفف ہے اور لَعَا فِلِیْنَ میں لام اِنْ مخففہ اور نافیہ میں فرق کے لئے آیا ہے۔

۳۰:۱۰ = هٰذَا لَكَ۔ تب۔ ظرف مکان ہے مجازاً یہاں بطور ظرف زمان استعمال ہوا ہے

بطور ظرف مکان مطلب ہوگا۔ وہاں۔ میدان حشر میں

== تَبَلَّوْا۔ مضارع واحد تَوَنَّتْ غَائِبٌ۔ بِلَاءٌ سے۔ ہر جان آزما لیگی۔ جان لیگی۔ خبر پالے گی۔ تَبَلَّوْا مادہ۔

== مَا اَسْلَفْتُ۔ یعنی جو اعمال اس نے آگے بھیجے تھے۔ اَسْلَفْتُ ماضی واحد تَوَنَّتْ غَائِبٌ وہ پہلے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔

== رُدُّوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غَائِبٌ۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ وہ واپس لائے جائیں گے۔ اس کا عطف زَيَّلْنَا پر ہے۔ اور ضمیر جمع مذکر غَائِبٌ الذین اشرکوا کے لئے ہے۔

== ضَلَّ عَنْ۔ ذَهَبَ عَنْ۔ چھوڑ جائیں گے۔ ان سے کھو جائیں گے۔

== مَا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ۔ جو انہوں نے من گھڑت خود ساختہ (معبود) بنا رکھے تھے۔ یا جو افتراء وہ باندھتے تھے۔ وہ ان سے گم ہو جائیگا۔ وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔

۳۱:۱۰ = اَمِّنْ۔ اَمِّنْ۔ اَمِّنْ۔ یا کون۔ بھلا کون۔

== السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ۔ سمع سے مراد قوت سماعت بھی ہے اور کان بھی اسی طرح البصار سے مراد

بینائی بھی ہے اور آنکھیں بھی۔ اَبْصَارٌ بَصَوٌ کی جمع ہے۔

= يَدَبُرُ الْأُمُورَ - کارخانہ ہستی کے جملہ امور کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔

دَبَّرَ يَدَبُرُ تَدَبِيرٌ - (تفعیل) تدبیر کرنا۔ چلانے کا انتظام کرنا۔

= أَفَلَا تَتَّقُونَ - الهمزة للانكار الواقع - ہمزہ انکار واقع کے لئے ہے۔ ف حرف عطف ہے

اور عبارت محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اذا اعترفتم بربوبیتہ جب تم اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو کیوں نہیں تقویٰ اختیار کرتے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا یا بچنا کے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ أَفَلَا تَتَّقُونَ عَذَابَهُ پھر اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔

دوسری صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ أَفَلَا تَتَّقُونَ الشِّرْكَ فِي الْعِبَادَةِ تو پھر اس کی عبادت میں شرک کرنے سے کیوں نہیں بچتے۔

۱۰:۳۲ = الْحَقُّ - دَبَّكُم کی صفت ہے۔

= مَا ذَا - مَا استفہامیہ ہے اور ذَا بمعنى الذی - یعنی کیا ہے۔ کون ہے۔ فَمَا ذَا الْبَعْدِ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ - کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے۔

= فَاتَى تُصْرَفُونَ - اَتْى اسم ظرف ہے۔

۱۔ جب ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتَى - جب - جس وقت۔

۲۔ اگر ظرف مکان ہو تو بمعنی اَيْنَ - جہاں - کہاں - ہوتا ہے۔

۳۔ اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ - کیسے - کیونکر - ہوتا ہے

آیت ہذا میں ۲۔ اور ۳۔ ہر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو۔ یا تم کیسے

بھٹکائے جا رہے ہو۔ تُصْرَفُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے تم پھیرے جاتے ہو۔ تمہیں

پھیر دیا جا رہا ہے۔ صَرَفَ - سے بمعنی پھرنا۔ اس سے تُصْرِيفٌ پھرنا۔ بدلنا (باب تفعیل سے)

۱۰:۳۳ = كَذَلِكَ - اسی طرح۔

= فَسَقُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے فسق کیا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

یعنی جس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ حق نہ ہوگا تو نتیجتاً گمراہی ہوگی۔ اسی طرح تیرے رب کا فرمان

اسقوں کے بارہ میں پورا ہو کر رہیگا۔ کہ یہ چونکہ حدود شریعت سے نکل گئے ہیں لہذا اب یہ ایمان لانے

سے ہے۔ یعنی اب یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ - بدل ہے الکلمۃ کا۔

۱:۳۴ - هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ - ہے کوئی تمہارے خود ساختہ معبودوں میں سے؟

= مَنْ يَبْدُو الْخُلُقَ جو ابتدائی تخلیق کرے۔ ثُمَّ يُعِيدُہ - پھر (فنا کے بعد) اس کا اعادہ

کرے۔ یعنی دوبارہ پیداکرے۔

یہ سوال استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معبودانِ باطل میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔
= تَوَفَّكُونَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَفْكَ يَأْفِكُ (ضَوْبَ) اِفْكَ يَأْفِكُ (سَمِعَ) جھوٹ
بولنا۔ اَفْكَ عَنْ رَايِهِ۔ کسی کو اپنی رائے سے پھیر دینا۔

اِفْكَ کے اصلی معنی کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنا ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی
صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے
اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

تَوَفَّكُونَ۔ تم کہ ہر پھیرے جا رہے ہو۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں سستی
سے دروغ گوئی کی طرف۔ اور فعل میں نکو کاری سے بدکاری کی طرف پھیراجانا مراد ہے۔

۱۰: ۳۵ = لَا يَهْدِي۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اصل میں يَهْتَدِي تھا۔ بمعنی وہ ہدایت
نہیں پاتا ہے۔ وہ راہ نہیں پاتا ہے۔

= يَهْدِي۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کو ہدایت کی جائے۔ اس کی رہنمائی کی جائے
= لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِي۔ جو ان خود راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ الہدی سے یہاں مراد نقل و حرکت ہے چنانچہ جب کسی عورت کی ڈول
اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو کہتے ہیں اھدیت المرأة ائی زوجھا ہدی۔

اسی طرح قربانی کو جو حرم کی طرف لے جائی جاتی ہے الہدی کہتے ہیں۔ اور تحفہ کو ہدیہ اسی لئے
کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسرے
دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہائے چلتا ہو۔ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ فلان يهادي بين
اثنين۔ پس جب ثابت ہو گیا کہ الہدی کے معنی نقل و حرکت کے ہیں۔ تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے
کہ جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ اسے اٹھا کر وہاں لیجایا جائے۔
= فَمَا لَكُمْ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

= كَيْفَ تَحْكُمُونَ۔ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُكْمٌ۔ تم حکم کرتے ہو۔ تم
فیصلہ کرتے ہو۔

۱۰: ۳۶ = لَا يُغْنِي۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَغْنَى يُغْنِي اِغْنَاءً (اِفْعَالٌ) فائدہ نہیں دے گا
بے نیاز نہیں کرے گا۔ اَغْنَى مَنْ۔ کسی چیز سے بے نیاز کرنا۔ اس کا قائم مقام ہو کر اس کی ضرورت پوری کرنا
۱۰: ۳۷ = مَا حَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يَفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

ماکان هذا القرآن لان يفتري من دون الله - هيسا کہ قرآن میں آیا ہے و ماکان المؤمنون لينفروا كافة (۱۲۲: ۹) ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے۔
اس آیت کا مطلب ہو گا کہ یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔

افتراء بمعنی اختلاط - گھڑنا۔ یعنی کسی اور کا خود ساختہ ہو۔ كَانَ فعل ناقص۔ هَذَا اسم کان۔
القرآن تعریف اسم۔ ان يفتري خبر اول كَانَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ خبر ثانی۔

= وَ لَئِنْ لَّصَدِيقُ الدِّينِ بَيِّنٌ يَدِيْهِ - تَصْدِيقٌ - کا نصب دو وجہ سے ہو سکتا ہے !

(۱) کہ اس سے قبل كَانَ مقدر ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یا

(۲) اس سے قبل فعل اَنْزَلَهُ محذوف ہے اور یہ فعل محذوف کی علت ہے۔ يَدِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ - تَفْصِيْلٌ کا نصب بھی مثل تَصْدِيقٌ کے ہے۔ اَلْكِتٰبُ سے مراد وہ اصولی تعلیمات۔ حقائق و شرائع جو تمام کتب آسمانی کالب لباب ہیں۔

= لَا رَيْبَ فِيْهِ - یعنی اس کے من رب العلمین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۱۰: ۳۸ = اَمْ - کیا۔ استفہام انکاری ہے۔

= قُلْ فَاَلْوَا - اِی قُل ان کان الامر کما تقولون فَاَلْوَا الخ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ اگر حقیقت الامر وہی ہے جو تم کہتے ہو تو لے آؤ۔

= وَادْعُوْا - للمعاونة - اپنی معاونت کے لئے بلاؤ۔

۱۰: ۳۹ = بَلْ - بلکہ۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)۔

آیت ہذا میں اس کا استعمال ماقبل کے ابطال کے لئے ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ کلام من گھڑت اور خود ساختہ ہے (اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ) اور مابعد کے اثبات کے لئے کہ (حقیقت یہ ہے) وہ اس کلام کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے اور نہ ہی اس کلام کا انجام (جس کی وہ خبر دیتا ہے) ابھی تک ان کے سامنے آیا ہے۔

= كَذَّبُوْا اِيْمَانَهُمْ يُحِيطُوْا بِعِلْمِهِ - كَذَّبُوْا - ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جھٹلایا (باب تفعیل) ب تعدیہ کے لئے ہے اس صورت میں مطلب ہو گا۔ كَذَّبُوْا اب انہوں نے جھٹلایا اور اس کا کلام جملہ مَا لَمْ يُحِيطُوْا بِعِلْمِهِ (مفعول ہو گا۔ انہوں نے جھٹلایا) (اس کلام کو) جس کے علم کو وہ احاطہ ادراک میں نہ لاسکے (۱) ضمیر القرآن کے لئے ہے (۲) ما موصولہ ہے لَمْ يُحِيطُوْا - مضارع نفی جہد بلم بمعنی ماضی۔ انہوں نے احاطہ نہ کیا۔ وہ حاوی نہ ہوئے۔ انہوں نے پوری طرح نہ جانا۔ عِلْمِهِ مضاف۔

مضاف الیہ۔ اس کے علم کو (یعنی قرآن حکیم کے جملہ علوم کو) یعنی اس چیز (قرآن حکیم) کو جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے۔ انہوں نے جھٹلادیا۔ اس کا انکار کر دیا۔ یا انہوں نے تکذیب کی اس چیز کی جس کے معارف پر وہ مکمل آگہی حاصل نہ کر سکے۔

= لَمَّا حَرَفَ نَفِي۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد مسلسل ہوتی ہے (ابھی تک نہیں) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

= تَاوِيلُهُ۔ تَاوِيلٌ (تفعیل) اَدُلُّ سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مَوِيلٌ کہتے ہیں (یعنی جائے بازگشت) کہا جاتا ہے۔ لوٹ آنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

بَلْ لَّهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِ مَوْئِلٍ۔ (۵۸: ۱۸) بلکہ ان کے لئے ایک مقررہ وقت ہے بدوں جس کے وہ کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔

پس تَاوِيلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (۶: ۳) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَاوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَاوِيلُهُ (۵۳: ۷) کیا اب صرف وہ اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدہ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔

آیت ہذا میں اسی عملی غایت کی طرف اشارہ ہے یعنی ابھی تک وہ اجر و ثواب یا سزا و عذاب جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا ہے پر وہ غیب میں مستور ہے اور ابھی تک اس کا وقوع نہیں ہوا۔ اور ترجمہ آیت ہذا کا ہوگا۔ جس کی حقیقت یا انجام کار ابھی تک ان پر ظاہر بھی نہیں ہوا۔

۴۱: ۱۰ = بَرِيئُونَ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ برئ الذمہ۔

۴۲: ۱۰ = يَسْتَمِعُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتَمَاعٌ (افتعال) سے وہ سنتے ہیں۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں۔

= تَسْمَعُ۔ اِسْمَاعٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو سناتا ہے۔ تو سنائیگا۔

= الصُّمَّ۔ جمع۔ اس کا واحد اصم ہے۔ اس کی مؤنث واحد صماء ہے۔ دونوں کی جمع صُمَّ و صُمَّاء

ہے صَمَّ يَصْمُ صَمَمًا وَصَمًّا او پچا سننا۔ بالکل نہ سننا۔ بہرہ ہونا۔

۱۰-۴۳ = عُمَى - اندھے۔ آنکھوں سے اندھے یا دل کے اندھے۔ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اَعْمَى کی جمع۔ عُمِيَاءُ واحد مَوْنُث - ہر دو کی جمع عُمَى ہے۔ عَمَى يَعْمَى (سَمِعَ) عَمَى - اندھا ہونا۔ دل کا اندھا ہونا۔

۱۰:۴۵ = يَوْمَ - اِی اذ کریا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کرو اس دن کو
= يَحْشُرُهُمْ - جب وہ ان کو اکٹھا کریگا۔

= كَانَ - گویا کہ۔ كَانَ اصل میں كَانَتْ ہی تھا۔ اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے
لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور نفی تصرف ساقط ہو جاتا ہے۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے
اور نہ خبر کو رفع جو كَانَتْ کا خصوصی عمل ہے

= لَمْ يَلْبِسُوا - مضارع نفی جہلیم۔ جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں ہے۔ لَبِثُ
(باب سَمِعَ)

= يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ - آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی، لیکن ایک دوسرے کی مدد
نہ کر سکیں گے۔ اس سے اور رنج و صدمہ بڑھے گا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہو کر رہتی ہے۔
اور جس دن ایسا ہو گا کہ اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کریگا۔ اس دن انہیں ایسا معلوم ہو گا
گویا (دنیا میں) اس سے زیادہ نہیں ٹھہرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھہر جائیں (ترجمان القرآن)

= قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ - اس میں مَا كَانُوا
مُهْتَدِينَ - صفت ہے الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ اللَّهِ کی۔ اور ترجمہ یوں ہو گا:-
تحقیق گھاٹے میں ہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور وہ ہرگز ہدایت یافتہ نہ
تھے۔ (راہِ راست پر نہ تھے) (تفہیم القرآن - ضیاء القرآن)
یا: ترجمہ یوں ہو گا۔ جن لوگوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور راہِ ہدایت سے انکار کیا وہ سخت
گھاٹے میں ہے۔ (عبداللہ یوسف علی)

۱۰:۴۶ = اِمَّا - اگر۔ یا۔ خواہ۔

= نَزِيفَتِكَ - نَزِيفٌ - مضارع۔ جمع متکلم بانون ثقیلہ۔ لَتَ - ضمیر مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر۔ یا۔ خواہ)

ہم تجھے دکھادیں۔

= نَعِدُكُمْ۔ مضارع جمع متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم وعدہ عذاب کرتے ہیں وَعْدٌ مصدر (باب ضرب)

= نَتَوَقَّيْتُكَ۔ مضارع جمع متکلم ہا نون تاکید ثقیلہ تَوَقَّيْتُ مصدر۔ (باب تفعّل) ہم تیری زندگی پوری کر دیں۔ ہم تیری روح قبض کر لیں۔ ہم تجھے وفات دیدیں۔

= ثُمَّ۔ واؤ کے معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے بعض نے اسے فتح سے پڑھا ہے۔ ثُمَّ۔
معنی وہاں۔ ثُمَّ پھر۔

= شَهِيدٌ بمعنی شَهِيدٌ۔ گواہ۔ علم رکھنے والا۔ یا اس سے مراد مقتضائے شہادت ہے
یعنی عقاب۔ یعنی ثُمَّ اِنَّهُ يُعَاقِبُ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افعال کا بدلہ
دیں گے۔

کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے آتے ہیں۔ جیسے فرمایا وَشَهِدَ بَشَآءُ
مِّنْ اٰہْلِهَا (۲۶:۱۲) اس کے قبیلہ میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا۔
آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن برے نتائج یا عذاب سے ہم ان کو ڈرا رہے ہیں ان میں
سے بعض نتائج کو بھگتنا۔ ہم خواہ آپ کو (آپ کی زندگی میں ہی) دکھادیں یا اس سے قبل ہی
آپ کو اٹھالیں (اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) بہر صورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔
اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کر رہے ہیں (اس لئے وہ نتائج سے بچ نہیں سکیں گے آپ کے
جیتے جی نہیں تو آپ کے بعد یہاں نہیں تو آخرت میں اپنے کئے کا بدلہ ضرور پا کر رہیں گے)

۱۰: ۴۷۔ قَضٰی بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (تو پھر) ان کے درمیان فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ
کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت اتمام حجت ہے پھر کوئی امت عذر پیش نہیں کر سکتی کہ ہمارے
پاس کوئی راہ ہدایت دکھانے والا آیا ہی نہ تھا۔

یا بَيْنَهُمْ سے مراد بین امتہ در سؤل ہے کہ باوجود لوگوں کے ظلم و تشدد دعوت حق کو
روکنے کے۔ حق فتح مند ہوگا اور باطل نامراد۔

۱۰: ۴۸۔ الْوَعْدُ: دھمکی۔ عذاب کا وعدہ۔ اکثر جگہ روز قیامت مُراد ہے۔ اسم و مصدر مرفوع
معرف باللام ہے۔

۱۰: ۴۹۔ اَجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ وقت مُعین۔

= لَا يَسْتَاخِرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ دیر نہیں کر سکتے۔ وہ تاخیر نہیں کر سکتے۔

اِسْتَاخِرَ لِيَسْتَخِرَ اِسْتِخَارَةً (استفعال) اَخْرُ مَادِه۔

= لَا يَسْتَقْدِمُ مَوْتٌ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتَقْدَمَ (اِسْتِفْعَالُ) مصدر وہ اول نہیں ہو سکتے۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ تقدیم (تاخیر کی ضد) نہیں کر سکتے۔

۱۰: ۵۰ = اَرَايْتُمْ۔ اس میں بلفظ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے۔ ماضی جمع مذکر حاضر کیا تم نے دیکھا۔ کیا تم نے سوچا۔ کیا تم نے غور کیا۔ بمعنی اَخْبِرُونِي ہے (بھلا) مجھے بتاؤ تو سہی = بَيِّنَاتًا۔ رات میں اُڑنا۔ رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا۔ شیخون مارنا۔ رات کو آنا۔ جیسے فَجَاءَ هَا بَا سُنَابِيَاتًا اَوْ هُمْ قَاتِلُونَ (۴: ۷۴) پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت (جب کہ وہ سوتے تھے) یا (دن کو) جب وہ قیلولہ (دن کا آرام) کرتے تھے۔

بَيِّنَاتٌ۔ انسان کارات کا ٹھکانہ۔ بعد میں مطلق مسکن کے لئے اور مکان کے لئے اسے بَيِّنَاتٌ دگر کہا جانے لگا۔

= مَا ذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔ اس میں مَا استفہام کے لئے اور ذَا موصولہ ہے گویا یہ مَا اور ذَا سے مرکب ہے۔ بعض اس کو بسیط کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مَا ذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے بمعنی الذی یا پورا استفہام ہے۔ بمعنی کیا۔ کیسے۔ جیسے مَا ذَا تَفْعَلُ۔ تو کیا کرتا ہے = يَسْتَعِجِلُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب باب استفعال۔ وہ جلدی مانگتا ہے۔ اس میں جلدی چاہتا ہے یہاں جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں۔

= مِنْهُ۔ میں ضمیر کا یا عذاب کے لئے ہے۔ اِی من العذاب۔ اس صورت میں مِنْ تَبْعِیْضِیہ ہے یعنی عذاب میں سے کچھ۔ یا ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ اِی من اللہ۔ اللہ سے جلدی عذاب کی طلب کر رہے ہیں۔

آیت نہا میں اِنْ اَشْكُمُ عَذَابُهُ بَيِّنَاتًا اَوْ نَهَا رًا شرط ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کے وقت اُڑے (تو تم کیا کر سکتے ہو۔ جب حالت یہ ہے کہ کچھ نہیں کر سکیں گے تو مَا ذَا يَسْتَعِجِلُّ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ تو کس لئے اللہ سے جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ مجرم لوگ

۱۰: ۵۱ = اَتَمَّ اِذَا مَا۔ الف استفہام کے لئے۔ تَمَّ پھر اِذَا مَا۔ یعنی کب۔ تب

= بِہ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ بھی ہو سکتا ہے اور عذاب بھی۔ پھر کیا تم اس (عذاب) کے واقع ہونے پر ہی ایمان لاؤ گے۔ پھر کیا جب آہی جائے گا تو تم ایمان لاؤ گے۔ اصل میں منکرین اسلام کا عذاب پر ایمان ہی نہ تھا تب ہی تو وہ کہتے تھے: وَيَقُولُونَ مَتَى

هَذَا الْوَعْدُ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (آیت ۴۸) اور اسی لئے وہ اس کی جلدی مچا رہے ہیں۔
 = اَللُّنَّ - ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے مابین فرض کیا جائے اسے اَللُّنَّ کہتے ہیں جیسے
 اَللُّنَّ اَفْعَلُ كَذَا میں اب کرتا ہوں اَللُّنَّ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے
 اَنْ اصل میں اَدَانُ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے داؤ کو الف سے بدلا اس کے ساتھ الف لام تعریف
 کا شامل کر لیا تو اَللُّنَّ ہو گیا۔ ظرف زمان ہے مبنی برفتح۔ بمعنی اب۔

اَللُّنَّ - اَللَّانَ ہے۔ پہلا الف استفہام کے لئے ہے تقدیر کلام یوں ہے و یقال لہم
 اَللُّنَّ تُوْ مَنُونَ اِی حین وقع العذاب۔ اور ان سے کہا جائے گا کیا تم اب ایمان لاتے ہو۔
 جب عذاب وقوع پذیر ہو چکا۔

= وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ میں ۶ ضمیر واحد مذکر غائب عذاب کے لئے ہے واو حالیہ ہے
 حالانکہ تم اس کی جلدی مچا رہے تھے (اس کے جلدی نازل ہونے کے لئے بیتاب تھے)
 ۵۲:۱۰ = عَذَابَ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لیکن الخلد یہاں مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت
 کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عَذَابَ الْخُلْدِ دائمی عذاب

= هَلْ - استفہام انکاری ہے۔

۵۳:۱۰ = یَسْتَبْشِرُوْا نَكَ - مضارع جمع مذکر غائب اِسْتَبْشَرُوا (استفعال) مصدر لك ضمیر مفعول
 واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ کے خبر پوچھتے ہیں۔ بَشَأٌ ہے۔

= اَحَقُّ هُوَ۔ میں ہو ضمیر کا مرجع عذاب موعود ہے

= اِیْ۔ ہاں۔ البتہ۔ حرف جواب ہے بمعنی نَعَمْ اور ہمیشہ قسم سے پہلے آتا ہے اور کلام مُقَدَّم
 کی تحقیق اور توثیق کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

= وَ رَجِئْ اِیْ وَ اَللّٰہِ۔ خدا کی قسم۔ بخدا۔

= مُعْجِزَتِیْ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ہر دینے والے۔

(منکرینِ حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نہ حشر نہ نشر نہ عذاب نہ ثواب۔ لیکن ہو گا یہ
 سب کچھ۔ ان چیزوں کے لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے۔ اس کو عاجز نہیں بنا سکتے۔

۵۴:۱۰ = وَ کُوْنَا نَفْسٍ خَاطِئَةٍ سے قبل عبارت محذوف ہے۔ سلسلہ کلام اس طرح ہے

اور (آنے والا عذاب اس درجہ ہولناک ہے اور اس کا وقوع اس قدر یقینی ہے کہ) اگر ہر اس شخص
 کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی دولت بھی ہو تو ضرور اُسے اس عذاب سے بچنے کے لئے
 فدیہ میں دیدے۔

= اَسْرَوْا - ماضی جمع مذکر غائب اِسْرَاوُ مصدر اِفْعَالُ سے۔ یہ اضداد میں سے ہے اَسْرَ کے معنی چھپایا اس نے۔ پوشیدہ رکھا اس نے۔ یا اس نے ظاہر کیا۔ ابو عبید کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا۔ (ایسے ہولناک عذاب کو دیکھ کر ندامت کو چھپانا ناممکن ہے۔ اس وقت صبر اور تصنع سے کام لینا ناممکن ہے) اور جنہوں نے اس کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے معنوں میں لیا ہے ان کے مطابق: شدت امر کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے۔ لیکن دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے۔

= لَمَّا - جب۔

۱۰:۵۵ = اَلَا - تنبیہ کے لئے ہے۔ سن لو۔ جان لو۔ خبردار ہو جاؤ۔

۱۰:۵۷ = مَوْعِظَةٌ - اسم مصدر۔ نصیحت۔ یعنی قرآن ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر قسم کی نصیحت موعظت۔ ادا۔ نواہی۔ توحید وغیرہ مذکور ہے۔

۱۰:۵۸ = قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا - اے قل بفضل اللہ وبرحمۃ اللہ ان جاءت هذه الموعظة من ربكم فبذلك فليفرحوا۔

یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ یہ قرآن محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے پس چاہئے اس پر خوشیاں منائیں۔

ذَلِكَ کا اشاریہ الموعظة بھی ہو سکتا ہے (الخازن) یا اس کا اشارہ فضل اور رحمت کی طرف ہے۔ امام قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذَلِکَ (واحد) کو واحد۔ تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ العرب تأتي بذلك الواحد والاثنین والجمع) بحوالہ ضیاء القرآن دوسری صورت میں فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا کا ترجمہ ہو گا۔

پس چاہئے کہ اس فضل و رحمت ربانی پر خوشیاں منائیں۔

هُوَ - ضمیر واحد مذکر غائب کی یا تو قرآن (الموعظة) کے لئے ہے۔ یا اللہ کی طرف سے فضل و رحمت کی عطا کے لئے۔

= يَجْمَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ جمع کرتے ہیں۔ یعنی دنیادی مال و منال کا حصول۔

۱۰:۵۹ = قُلْ - اے قل لکفار مکہ (الخازن) (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ سے کہہ دیجئے۔

= اَدَّيْنُكُمْ - بھلا بتاؤ تو کسہی۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۰:۵۰)

= مَا أَنْزَلَ اللَّهُ - میں ما موصولہ ہے یعنی جو رزق اللہ تعالیٰ تمہیں دیتا ہے۔

== فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا۔ تم خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال کر دیتے ہو۔ جیسے کہ کفار کا قول تھا۔ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذِكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا (۱۳۹:۶) یعنی کافروں نے کہا کہ جو ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالصتہً ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

== تَفْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ باندھتے ہو، جھوٹے طور پر منسوب کرتے ہو۔
اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے فَرَى يَفْرِى فَرَى (ضَرَبَ) فَرَى عَلَيْهِ الْكَذِبَ۔ کسی کے ذمہ جھوٹی بات اور بہتان لگا دینا۔ یعنی باب افتعال سے ہیں۔

۶۰:۱۰ = مَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ۔ میں مآ استغفامیہ تو بیخ اور وغیدہ کے لئے آیا ہے۔ مبتداء ظن مضاف۔ الَّذِينَ اسم موصول۔ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ حملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتداء کی خبر۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف افتراء کا ارتکاب کرتے ہیں کیا خیال ہے اُن کا یوم القیامۃ کے متعلق۔ اِیْ اَیُّ شَیْءٍ ظَنَّمْ فِی ذٰلِكَ الْیَوْمِ اِنِّیْ فَاعِلٌ بِہُمْ۔ کیا خیال ہے ان کا کہ اُس دن میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں (یعنی وہ اپنے کئے کی سزا بھگت کر رہی رہیں گے)۔
۶۱:۱۰ = شَآءَ (شَاءَ ن مَادہ) کے معنی حالت اور اس اتفاقی معاملہ کے ہیں جو کسی کے مناسب حال ہو۔ اس کا اطلاق صرف اہم امور اور حالات پر ہوتا ہے۔

شان الرأس۔ چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ جس سے انسان کا قوام ہے۔ اس کی جمع شُؤن آتی ہے شَانٌ دھندا۔ فکر۔ حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شَانٌ کہتے ہیں۔

== وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ۔ مِنْهُ میں ہضمیر واحد مذکر غائب شَانٌ کے لئے ہے۔
الوالبقاء نے اس مِنْ کو اجلیہ کہا ہے یعنی جو اہم کام آپ کر رہے ہیں اور (اس کے ثبوت اور تقویت کے لئے) جو آیات قرآنی آپ پڑھتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ دوسرا مِنْ زائدہ ہے اور قرآن۔ مفعول پہ ہے

== وَمَا تَكُونُ مِنْ قُرْآنٍ۔ لے کر مِنْ قُرْآنٍ تک خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور دَلَّ تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگوں سے ہے یعنی اَنْتُمْ جَمِیعًا۔ تم سب۔ (مدارک التنزیل)

== شَہُودًا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ حاضرین۔ شَہِیدٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔

= تَفِيضُونَ فِيهِ - تم گھستے ہو - تم لگتے ہو - تم مصروف ہوتے ہو -

اَفَاَضَرُ اِنَاءًا کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں یہاں تک کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے - اسی سے اَفَاَضُوا فِي الْحَدِيثِ کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہونے اور چرچا کرنے کے ہیں - چنانچہ قرآن میں ہے لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَفْضَلْتُمْ فِيْهِ (۱۴: ۲۴) تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر..... نازل ہوتا -

اور جبکہ آیا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيْهِ - (۸: ۴۶) وہ اس گفتگو کو خوب جانتا جو تم اس کے بارہ میں کرتے ہو -

لِهَذَا اِذْ تُفِيضُونَ فِيْهِ - بمعنی جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو

= مَا يَعْزِبُ مَضَارِعَ مَنْفَى وَاحِدٌ مَّا يَعْزِبُ عَزْوِبٌ مصدر - (باب نصر) غائب نہیں ہے - چھپا ہوا نہیں ہے - عَزَبَ مرد بلا بیوی - یا عورت بلا شوہر

= مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ - میں مِنْ زائد تاکید کے لئے آیا ہے مِثْقَالٌ - اسم مفرد - ہموزن - برابر - ثِقْلٌ - بوجھ - وزن - مِثْقَالٌ ذَرَّةٍ - ذرہ برابر -

= كِتَابٍ مُّبِينٍ - روشن کھلی کتاب - لوح محفوظ -

۶۳: ۱۰ = الَّذِينَ اٰمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ - یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے -

۶۴: ۱۰ = الْبَشَرِی - خوشخبری -

= لَا تَبْدِلُ یٰلَیْکَ کَلِمَاتِ اللّٰهِ - جملہ معترضہ ہے - اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی

حَلَفْتُ - اقوال - وعدے -

= ذٰلِكَ سے مراد - دنیوی و اخروی زندگی کے متعلق بشارت ہے -

۶۵: ۱۰ = الْعِزَّة - عزت - سرفرازی - غلبہ - قدرت - بزرگی - اقبال - عَزَّيْزٌ کا مصدر ہے بطور اسم بھی مستعمل ہے -

۶۶: ۱۰ = وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَکَآءَ - میں مَا - (۱) نافیہ ہے شُرَکَآءَ مفعول ہے يَذْعُوْنَ کا - اور يَتَّبِعُ کا مفعول محذوف ہے - اس طرح اس کا ترجمہ ہوگا ب - وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کے شریک کے طور پر پکارتے ہیں دراصل کسی حقیقت کا اتباع نہیں کر رہے -

(۲) دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مَا استفہامیہ ہے - اور ترجمہ یوں ہوگا -

جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اللہ کا شریک سمجھ کر پکارتے ہیں (آخر) وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں

= اِنْ يَتَّبِعُونَ - میں اِنْ نافیہ ہے اسی طرح اِنْ هُمْ میں بھی اِنْ نافیہ ہے۔
 = يَخْرُصُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - خَرَصَ يَخْرُصُ (باب نصر) وہ اُکل دڑا ہے میں
 وہ قیاسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ اصل میں بروہ بات جو نلن و تخمین سے کہی جائے اسے خَرَصَ کہا جاتا ہے
 عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح۔

۶۷: ۱۰ = هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا۔

تَسْكُنُوا - سَكَنَ يَسْكُنُ (نصر) سَكُونٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سکون پذیر ہو۔ تم چین
 حاصل کرو۔ اصل میں تَسْكُنُونَ تھا۔ لام کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔

مُبْصِرًا - اسم فاعل واحد مذکر حالت نصب۔ ابْصَارٌ مصدر (باب افعال) البصار کے
 معنی دیکھنا۔ جانتا۔ سمجھنا کے بھی آتے ہیں اور دکھانے اور سمجھانے کے بھی۔

اسی بنا پر مُبْصِرٌ کے معنی دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں ہو سکتے ہیں۔ جو خود روشن ہو
 وہ بھی مُبْصِرٌ ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کر دے وہ بھی مُبْصِرٌ ہے

آیت کا ترجمہ ہو گا یہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور
 (جس نے تمہارے لئے ہر روشن دن بنادیا۔

لیکن جب رات کو دن کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو تَسْكُنُوا کے مقابلہ میں دن کے وقت
 کے لئے تنحرکوا متوقع تھا لیکن اس کو وہاں حذف کیا گیا۔ اسی طرح جب دن کے لئے
 مُبْصِرًا لایا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں رات کے وقت کے لئے مُظْلِمًا کا استعمال چاہئے تھا
 جو یہاں محذوف ہے۔ یعنی عبارت یوں ہوتی۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ مُظْلِمًا لِتَسْكُنُوا
 فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا لَتَتَّخِرُوا۔ یعنی وہی ہے جس نے رات کو اندھیر دالی بنایا کہ تم (چونکہ عدم
 روشنی کی وجہ سے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تو) اس میں تم آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا کہ تم اس کی
 روشنی میں اپنے کاروبار کے لئے چلو پھرو۔

لیکن متن قرآن کے مطابق تَسْكُنُوا کی رعایت سے تنحرکوا اور مُبْصِرًا کی رعایت سے
 مُظْلِمًا کو ذہن میں لانا مشکل نہیں۔

مُبْصِرًا - یہاں بمعنی روشن۔ یا دوسروں کو روشن کرنے والا۔ دیکھنے والا۔ یا دکھانے والا
 دونوں صحیح ہیں۔ دیکھنے والا کے معنی میں یہ ترکیب ایسی ہے جیسے کہتے ہیں نَهَارًا صَائِمًا اس کا
 دن روزہ رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فعل کی نسبت فاعل
 کی طرف کرنے کے طرف کی طرف کر دی۔ جیسا ہم اردو میں بولتے ہیں ندی بہہ رہی ہے۔ حالانکہ

ندی طرف مکان ہے۔ اور اپنی جگہ قائم ہے اس میں جو پانی ہے وہ بہہ رہا ہے اسی طرح مُبْصِرًا سے مراد یہ نہیں کہ دن دیکھ رہا ہے بلکہ لوگ دن کے وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں
۶۸:۱۰ = إِنَّ نَافِیْہِ مِنْ زَانِدٍ ہِے تاکید نفی کے لئے آیا ہے
= سُلْطَان - حجت - دلیل - برہان - سند - زور - قوت - حکومت - یہاں معنی دلیل اور سند کے مشتمل ہے۔

= بِہَذَا - یعنی اس بیہودہ اور باطل قول کی اِتَّخَذَ اللہُ وَلَدًا۔
۷۰:۱۰ = مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا - فِی الدُّنْیَا متعلق بہ مَتَاعٌ ہے۔ اور یہ مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی۔ اگر اسے مبتدا لیا جائے تو خبر محذوف مانی جائے گی اور اس کی تقدیر ہوگی - لَہُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا۔ ان کے لئے دنیا میں (چند روزہ) ساز و سامان ہے۔ (اس کے مزے اڑالیں) اور اگر مَتَاعٌ کو خبر لیا جائے تو مبتدا کو محذوف مانا جائے گا اور اس کی تقدیر ہوگی اِفْتِرَاءُہُمْ اَوْ حَیَاتُہُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا۔ ان کی بہتان بازی اور ان کی (یہ چند روزہ) زندگی دنیا کا (ہی) ساز و سامان ہیں۔

۷۱:۱۰ = اُتْلُ - امر - واحد مذکر حاضر - تو پڑھ - تو تلاوت کر - تِلَادَةٌ سے۔
= مَبَآءُ - خبر - اطلاع۔
= کَبُرَ عَلَی - گراں گذرنا - کَبُرَ عَلَیہِ الْاَمْرُ - یہ کام اس کے لئے دشوار ہے۔ اس کے لئے بھاری ہے۔ کَبُرَ - ماضی واحد مذکر غائب (باب کرم) ناگوار ہونا۔
= تَذْکِیْرٌ - مضاف مضاف الیہ - میرا نصیحت کرنا - میرا سمجھانا - تَذْکِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر
زِکْرٌ مادہ۔

= غُمَّۃٌ - تاریک - مشتبہ - مبہم - دشوار - پوشیدہ۔
الْغَمُّ کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کو چھپالینا۔ اسی طرح بادل کو الْغَمَامُ کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃٌ - پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ ہے۔ یعنی اس کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہ جائے جو بعد میں تمہارے لئے قلعہ واضطراب کا باعث ہو۔

= اِقْضُوا اِلَیَّ - تم کر گزرو۔ تم فیصلہ کر لو۔ قَضَاءٌ سے امر کا صغیہ - جمع مذکر حاضر۔
= لَا تُنْظِرُوْنَ - تم مجھے ڈھیل نہ دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ اِنْظَارٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر
ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

= مَقَّاهِي۔ اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں

۱۔ اس سے کنایہ ”نفس“ مراد ہے۔ جیسے قرآن میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ (۲۶:۵۵) ای خاف ربہ۔

۲۔ بمعنی مکٹی۔ میرا (تمہارے درمیان) رہنا۔

۳۔ ای قیامی علی الدعوة میرا دعوت دینے کے لئے کھڑا ہونا۔

۴۔ مقام کے معنی عزت کا مقام۔ مذکورہ بالا جملہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ یعنی تم پر میرا عزت کا مقام گراں گذرتا ہے۔

اس آیت میں اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَكَذَلِكَ يَأْتِي اللّٰهُ شَرْطَہ اور فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جوابِ شَرْطَہ ہے اور فَاجْمَعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ جوابِ شَرْطَہ پر موقوف یا فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جملہ معترضہ ہو سکتا ہے اور فَاجْمَعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ جوابِ شَرْطَہ ہے۔ اَمْرَكُمْ مضاف مضاف الیہ ہو کر اَجْمَعُوا کا مفعول ہے اور شُرَكَاءَكُمْ کا عطف اَمْرَكُمْ پر ہے اور مفعول معترضہ ہے۔

۱۰:۴۲ = فَإِنْ۔ بایں ہمہ اگر۔ اگر بھی۔

= تَوَكَّلْتُمْ۔ تم بھرتے ہو۔ تم منہ موڑتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَوَكَّلْتُ سے۔

۱۰:۴۳ = خَلَّفْتَ۔ خلیفہ کی جمع۔ جانشین۔ قائم مقام۔ نائب (یعنی ہم نے ان لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں بچائے گئے ہلاک ہونے والوں کے بعد زمین پر خلیفہ بنا دیا)۔
= اَلْمُنْذَرِينَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا سے ڈرایا گیا۔ ڈرائے جانے والے۔

۱۰:۴۴ = فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ۔ پس نہ ہوئے وہ کہ ایمان لادیں اس پر ت پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے (یعنی ان قوموں نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح بیانات (روشن دلائل) کا انکار ہی کیا)

= اَلْمُعْتَدِينَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب اِعْتَدَاءُ (اِفْتِعَالُ) سے۔ حق سے ہٹنے والے حد سے تجاوز کرنے والے۔ اَلْمُعْتَدِ۔ اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کی تعمیل میں حق و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جاتے۔

الاعتداء معناه تجاوز حد و الحق والعدل اتباعاً لهوى النفس وشهو

۱۰: ۷۵ = مَلَاةٌ - مضاف مضاف الیه اس کے سرداروں کی جماعت۔

الْمَلَاُ اسم جمع۔ سرداروں کی اور بڑے لوگوں کی جماعت۔ سردارانِ قوم کی جماعت۔
مَلَاٌ سے مشتق ہے۔ مَلَاً يَمْلُؤُ (نَصَرَ) مَلَاً وَمِلَاةً۔ بھرنا۔ الْمَلَاُ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن میں ہے فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلُّ الدَّارِ ذَهَبًا (۹۱: ۳) سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائیگا۔

الْمَلَاُ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہمیت و جلال سے بھرے

۱۰: ۷۷ = اَلْقَوْلُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ۔ کیا تم حق کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو جب وہ (یعنی حق) تمہارے سامنے ہے۔

۱۰: ۷۸ = لَتَلْفِتَنَّا۔ کہ تو ہم کو پھیر دے۔ لَفَتَ يَلْفِتُ (ضرب) لَفَتٌ سے واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔
= عَمَّا۔ عَنْ مَّا

= تَكُونُ۔ اِی تَكُونُ۔ یعنی اس لئے کہ اس سرزمین مصر میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے

۱۰: ۷۹ = اِنْتُونِي۔ میرے پاس لاؤ۔ اس میں نون و قایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم کی۔

= سَاحِرٍ عَلِيمٍ۔ ماہر جادوگر۔

۱۰: ۸۰ = اَلْقُوْ۔ تم ڈالو اِلْقَاءُ سے امر جمع مذکر حاضر۔ مُلْقَوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ ڈالنے والے (ہو)

۱۰: ۸۱ = اَلْقُوْ مَاضِي جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ڈالا۔

= مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ۔ یعنی جادو وہ نہیں جو میں لایا ہوں بلکہ جادو وہ ہے جو تم پیش کر رہے ہو

= سَيُطْلَعُ۔ سَيُحَقِّقُهُ اَوْ سَيُظْهِرُ بَطْلَانَهُ۔ یعنی اس کو سٹاد لگایا اس کا بطلان (جھوٹ) ظاہر کر دیگا۔

= لَا يُصْلِحُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ وہ نہیں سنوارتا۔ وہ تقویت نہیں دیتا۔ لَا يَقْوِيْهِ

(بیضادی)

۱۰: ۸۲ = بِكَلِمَةٍ۔ اپنے احکام سے۔ اپنے ارشادات سے۔ اپنے دلائل قطعیہ سے۔

= فَمَا اَمَنَ۔ مَا نَافِيہ ہے اور اَمَنَ۔ اِيْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،

= ذَرِيَّةٌ۔ الذَّرِيَّةُ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف عام میں مطلق اولاد پر یہ

لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یہ کس مادہ سے مشتق ہے اس میں علمائے لغت کا اختلاف ہے!
ذُرَّۃٌ ذُرَّۃً ذُرَّۃً ذُرَّۃً اس کے مصادر بیان کئے گئے ہیں۔

یہاں ذُرَّۃً سے مراد چھوٹی اولاد (نوجوان) لیا گیا ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔
بالکل چھوٹے بچوں کا ایمان لانا نہ لانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ اتنا شعور ہی نہیں رکھتے۔ نوجوان اس لئے
یہاں مراد نیا گیا ہے کہ ان کے اس فعل سے جو دوسری جانب سے ظلم و ستم و عذاب و عتاب کا طوفان
اٹھ کھڑا ہونے کا ڈر تھا اس کا مقابلہ جوان خون ہی کر سکتا ہے یوڑھے اس کی تاب نہیں لا سکتے۔
اور اس کی مثال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بھی ملتی ہے کہ آپ کی دعوت حق پر
پہلے پہل جو اصحاب ایمان لائے تھے وہ سب نوجوان ہی تھے۔ حضرت علی بن ابیطالب حضرت جعفر طیار
حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت مصعب بن عمیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔
ابتدائی مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ بن حارث ہی ایسے تھے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے زیادہ عمر کے تھے۔ اس لئے یہاں ذُرَّۃً سے مراد نوجوان لینا ہی صحیح ہے۔

= قَوْمِہ میں ۴ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔

۱) بعض کہتے ہیں کہ اس کا مرجع فرعون ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تو ساری
کی ساری ان پر ایمان لا چکی تھی اور ان کی نبوت در رسالت کو مانتی تھی اس لئے چند نوجوانوں کا ایمان لانا
حضرت موسیٰ کی قوم کی منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ فرعون کی قوم سے چند اشخاص نے حضرت موسیٰ پر ایمان
لایا تھا۔ مثلاً حضرت بی بی آسیہ رضی (فرعون کی بیوی) فرعون کا خزانچی۔ اس کی بیوی اور چند جادو گسر
جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔

لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان کا یہ استدلال چنداں وزنی نہیں ہے
علماء ادب کی تحقیق کے مطابق اگر اَمَنَ کا صلہ ب ہو تو اس کے معنی کسی پر ایمان لانا اور اس
کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا صلہ ت ہو تو پھر اس کا معنی اطاعت و انقیاد کے ہوتے ہیں
یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہے پر چلنا اور عمل کرنا۔ یہاں اَمَنَ کا صلہ ب نہیں ہے کہ بنی اسرائیل
کی اکثریت کا کفر ثابت ہو بلکہ اَمَنَ ی استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت موسیٰ کی
رسالت کو مانتے تھے لیکن اس معرکہ حق و باطل میں آپ کا ساتھ دے کر فرعون اور اس کی قوم کے
ظلم و ستم کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تھے

(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کا مرجع موسیٰ ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی

اور دوسری یہ کہ ضمیر ہمیشہ قریب ترک کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر مؤنسی کا لفظ ہے نہ کہ فِرْعَوْنَ کا۔

= مَلَاَ بِهِمْ۔ ان کے سرداران۔ ان کے سرداروں کی جماعت۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس میں ہم ضمیر کا مرجع کون ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ہم کا مرجع ذَرِیَّتُهُ ہے اور یہاں مراد خود بنی اسرائیل کے وہ نوجوان ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں کھلم کھلا آگے آگئے تھے وہ اپنے سرداران یعنی بڑے بوڑھوں سے ڈرتے تھے کیونکہ اگرچہ ان کے بوڑھے حضرت موسیٰؑ کو ملتے تھے لیکن کھلم کر سامنے آنے سے فرعون کے ظلم و عتاب سے بچنے کے لئے گریز کرتے تھے۔ اور انہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کے نوجوانوں کی دیدہ دلیری سے کہیں ساری قوم مورد عتاب نہ ہو جائے اس لئے وہ اپنے نوجوانوں کے اس اقدام پر خوش نہ تھے اور ان کو سختی سے روکتے تھے۔

(۲) اس کا مرجع فرعون ہے اور فرعون کے لئے ضمیر جمع لانے کی دو وجوہات ہیں۔

۱۔ فرعون کے لئے جمع کی ضمیر اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے

(ب) فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ اور مفرقیلے کے افراد اپنے سرداروں کے نام سے پکائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ہم سے مراد آل فرعون ہے۔

= يَفْتِنَهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتَنٌ سے اَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے ہم ضمیر مفعول۔ اَلْفَتَنُ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۵۱: ۱۱۳)۔ اس دن جب ان کو آگ میں الٹا سیدھا کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے جیسے ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ (۵۱: ۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ لفظ قرآن میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آزمائش، مصیبت، فساد تختہ مشق۔ عیبت۔ وغیرہ۔

اَنْ يَفْتِنَهُمْ۔ میں یَفْتِنُ صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ اس کا فاعل یا تو

۱، فرعون ہے اور صیغہ جمع اس لئے نہیں لایا گیا کہ سرداران فرعون بھی اس کے تابع امر تھے (خازن)

یا (۲) فِرْعَوْنَ وَمَلَاَ بِهِمْ ہے جیسا کہ عبداللہ یوسف علی نے اپنے ترجمہ میں استعمال کیا ہے کہ وہ انہیں کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دیں۔

== عَالٍ - سرکش - متکبر - غالب - عَلُوُّ سے ضعیف اسم فاعل واحد مذکر - عَالٍ اصل میں عَالُو تھا - داؤ پہلے ہی ہوا بھر گر گیا - کیونکہ جو داؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ ی ہو کر گر پڑتا ہے -

== مُسْرِفِينَ - اسم فاعل جمع مذکر - اِسْرَافٌ مصدر - حد اعتدال سے یا حد مقرر سے بڑھنے والے بیجا صرف کرنے والے -

۸۴:۱۰ = يَنْقُومِ - اے میری قوم - یہاں قوم سے مراد وہ نوجوان ہیں جو آیہ ماقبل میں بالفاظ ذَرْيَةِ مَنْ قَوْمِهِ - مذکور ہیں -

۸۵:۱۰ = فِتْنَةً تَخْتَبُ مُشْتَقٌ - ملاحظہ ہو آیہ ماقبل يَفْتِنَهُمْ -

۸۶:۱۰ = تَبَوَّأْ - مضارع تثنیہ مذکر حاضر - تم دونوں ٹھہراؤ - تم دونوں اتار دو - تم دونوں جگہ تیار کرو تَبَوَّأُ (تَفَعَّلٌ)

== قِبْلَةً - کعبہ کا رخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے - سامنے کا رخ - جیسے اَيْنَ قِبْلَتِكَ - تمہارا رخ کدھر کو ہے - جو چیز منہ کے سامنے ہو اسے بھی قبلہ کہتے ہیں - نماز پڑھنے والے کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے اسے بھی قبلہ کہتے ہیں -

اصل لغت میں القبلة بالمقابل آدمی کی حالت کو کہا جاتا ہے جیسے جِلْسَةً و قُعْدَةً - عرف میں اس جہت کو قبلہ کہا جاتا ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی جاتی ہے - یہاں قبلہ سے مراد نماز کا مقام ہے فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں ہی کو مقام نماز بنا لو - اور وہاں نماز پڑھا کرو -

اس آیہ میں تثنیہ کی ضمیر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی طرف راجع ہے پھر جمع کی ضمیر ہے جس میں تمام قوم شامل ہے - اور پھر بَشَرٍ میں ضمیر واحد ہے جو حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے -

== لِيُضِلُّوْا - میں لام تعلیل کا ہے - یہ اس لئے کہ وہ گمراہ کریں -

۸۸:۱۰ = اِطْمِسْ - امر واحد مذکر حاضر - تو مٹا دے طَمَسٌ سے محو کرنا - مٹا دینا -

اِطْمِسْ عَلَى اَمْوَالِهِمْ - ان کے مال تباہ کر دے - ان کے مال غارت کر دے - جیسے قرآن میں ہے وَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ - جب تارے مٹا دیئے جائیں گے - يَا دَلُوشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَى اَعْيُنِهِمْ - (۶۶:۳۶) - اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کی روشنی کو مٹا دیں -

== اُشْدُرْ - امر واحد مذکر حاضر - تو سخت کر دے - شَدَّ سے (باب نصر - ضرب) تو ان کے

دلوں پر) مہر لگادے۔

ترجمہ آیت :- اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیوی زندگی میں سامان آرائش اور مال و دولت اڑے رکھے ہیں اے ہمارے پروردگار کیا یہ اس لئے دے رکھے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے پھریں۔ (رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى قُلُوبِهِمْ) جملہ دعائیہ ہے کافروں کے لئے بددعا ہے (اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو تباہ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے) (ان پر مہر لگادے)۔ (فَلَا يُؤْمِنُوا اَلَيْمُ جَوَابُ دُعَاؤِ) تاکہ جب تک وہ عذاب دردناک نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہ لائیں۔ (یعنی ایمان کی دولت اب ان کو آسانی سے میر نہ آسکے بلکہ اس سے پیشتر وہ کئے کی خاطر خواہ سزا بصورت عذاب الیم چکھ نہ لیں) ۸۹:۱۰ = اِسْتَقِمْ - امر ثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں ثابت قدم رہو۔ استقامت سے (باب

استفعال)

لَا تَتَّبِعْ - فعل نہی تنثیہ مذکر حاضر۔ بانوں ثقیلہ اتباع مصدر (افتعال) تم دونوں ہرگز پیروی نہ کرنا۔ تم دونوں ہرگز اتباع نہ کرنا۔

۹۰:۱۰ = جَوَزْنَا۔ ماضی جمع متکلم مُجَادَزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے ہم نے پار کر دیا = اَذْرَكُهُ۔ اس نے اس کو پالیا۔ اَذْرَاكَ سے جس کے معنی کسی شے کو پوری طرح پالینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب کا ضمیر کا مرجع فرعون ہے = اَلْغَرَقُ۔ اسم فعل۔ ڈوبنا۔ غرقابی۔ اَذْرَكُهُ اَلْغَرَقُ۔ جب غرقابی نے اس کو اچھی طرح آلیا۔ یعنی جب اس کا غرق ہو جانا یقینی ہو گیا۔

۹۱:۱۰ = اَلْثَّنَّ۔ اصل میں اَلْثَّنَّ تھا۔ اِسْتَقْبَاهُ انکار و توہین کے لئے ہے اسم ظرف زمان ہے۔ اس کا عامل محذوف ہے۔ گویا عبارت کی تقدیر یوں ہے اَتُوْا مِنْ اَلْثَّنَّ (حِينَ يَكُونُ مِنَ الْهَيَاتِ) کیا اب ایمان لاتے ہو جب زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے ہو۔ (اور موت سامنے دکھائی دے رہی ہے)

۹۲:۱۰ = نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ۔ ہم تیرے بدن کو بچالیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون مصر میں حکمران تھا۔ وہ رمیسس ثانی (Ramesses II) تھا جس کی لاش حنوط کی شکل میں مصر کی حنوط شدہ لاشوں میں دریافت ہوئی ہے (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ زیر عنوان ممی)

۱۰: ۹۳ = بَوَّأْنَا - ہم نے جگہ دی - ہم نے مناسب مقام تیار کیا - ہم نے مٹھرنے کی جگہ تیار کی - (ملاحظہ ہو ۱۰: ۸۷) بَتَّوِيَّةٌ سے ماضی جمع متکلم - مَبَّوَّأَ - اسم ظرف - مٹھرنے کی جگہ مسکن - بَوَّأِ اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہموار ہو اور اس کے کچھ اجزاء اوپر نیچے نہ ہوں -

= صِدْقٌ - راستی - سچائی - نام نیک - سچی بات - عمدہ - پسندیدہ - صَدَقَ لَيَصْدُقُ کا مصدر ہے اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں - اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب اس لئے مجازاً نیک نام - ثناء اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے -

الصِّدْقُ - الْكِذْبُ کی ضد ہے - اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں - خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا زمانہ مستقبل کے ساتھ - وعدہ کی قبیل سے ہو یا وعدہ کی قبیل سے نہ ہو - الغرض یہ بالذات قول ہی کے متعلق استعمال ہوتے ہیں پھر قول میں بھی صرف خیر کے لئے آتے ہیں دیگر اصناف کلام میں استعمال نہیں ہوتے - اسی لئے ارشاد ہے - وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا - (۱۲۲: ۴) اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے ؟ یا إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (۵۴: ۱۹) وہ وعدے کا سچا تھا -

نیز ہر وہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہو اسے صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس بناء پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے (۱) فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴: ۵۵) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں -

(۲) اَنْ لَّهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۲: ۱۰) ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے -

(۳) اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ (۸۰: ۱۷) مجھے داخل کر اچھا داخل کرنا - یعنی میرا داخلہ اچھی طرح ہو -

(۴) وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ مَبَّوَّأَصِدْقٍ - ہم نے بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانہ عطا مَبَّوَّأَ - مضاف - صِدْقٍ مضاف الیہ - مَبَّوَّأَ صَالِحًا - (ایک اچھا ٹھکانہ)

= الْعِلْمُ - سے مراد (۱) تورات ہے - اور اختلاف سے مراد وہ اختلافات ہیں جو تورات کے مندرجات کی تاویل میں ان میں پیدا ہو گئے - اور نتیجتاً وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے تفہیم القرآن - مدارک التنزیل

(۲) قرآن ہے - اور اختلاف سے مراد یہاں بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے

بعض تو رات میں مذکور نشانیوں کی بناء پر صحیح تاویل کرتے ہوئے قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض نے بغض و حسد کی بناء پر انکار کر دیا۔ (الخازن)

۱۰: ۹۵ = تَكُونَنَّ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ بالنون ثقیدہ۔

لَا تَكُونَنَّ - فعل نہی واحد مذکر حاضر بالنون ثقیدہ۔ تو بہرگز نہ ہو۔

۱۰: ۹۶ = حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ - کے لفظی معنی ہیں جن پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہے۔ کلمہ معنی کلام۔ بات۔ حکم۔ اور یہاں کلمہ رب کے کیا مراد ہے۔ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی لئے ہیں۔

ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے (ابن کثیر)

جن پر تیرے رب کا قول راست آگیا ہے۔ یعنی یہ قول کہ جو لوگ حق کے طالب نہیں ہوئے وہ اپنے دلوں پر ضد۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کے قفل چڑھائے رکھتے ہیں (تفہیم القرآن) جن پر تیرے اللہ کا فرمان صادق آگیا (یعنی اس کا یہ قانون کہ جو آنکھیں بند کر لے گا اسے کچھ نظر نہیں آئے گا) (ترجمان القرآن)

تیرے رب کا حکم یعنی خلقت ہو لاء للتار ان پر راست آگیا (الخازن)

اس کا وہ قول جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یا اس کا یہ قول وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلِكَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (۱۳: ۳۲) (مدارک التنزیل)

۱۰: ۹۷ = لَا يُؤْمِنُونَ بِرُؤُوفٍ - عبارت یوں ہے۔ لَا يُؤْمِنُونَ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ

كُلُّ آيَةٍ - اگرچہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے (حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پائیں گے اس وقت ان کا ایمان ان کو نفع بخش نہ ہوگا)

۱۰: ۹۸ = فَكُلَا كَانَتْ قَرْيَةً ۖ أَتَمَنَّا أَنْ نَنْفَعَهَا إِيْمَانُهَا إِلَّا قَوْمٌ يُونُسَ -

كُلَا کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) كُلَا نافیہ ہے اور فکُلَا كَانَتْ قَرْيَةً - بمعنی فَمَا كَانَتْ قَرْيَةً ہے (کوئی بھی بستی ایسی نہ ہوئی) یہ ہر وی کا قول ہے۔

(۲) كُلَا استفہامیہ ہے۔ اور بمعنی هَلَّا۔ برائے سرزنش اور تو بیخ کے استعمال ہوا ہے۔

یعنی کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی کہ اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ہوتا اور وہ عذاب سے بچ جاتی

إِلَّا حَرَفَ اسْتِثْنَاءُ ۖ قَوْمٌ يُونُسَ مُسْتَثْنَى - اس میں مستثنیٰ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مستثنیٰ متصل - (۲) مستثنیٰ منقطع -

مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جیسے جَاءَ بِي الْقَوْمَ إِلَّا زَيْدٌ۔ زید قوم میں داخل تھا۔ لیکن إِلَّا سے قوم سے الگ (مستثنیٰ) ہو گیا۔ پس قوم مستثنیٰ منہ ہے۔

مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ إِلَّا ابْلِيسَ۔ یہاں ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہ تھا۔ بلکہ وہ جنوں میں سے تھا۔

۱۔ قَوْمٌ يُولُسُ۔ مستثنیٰ متصل اس صورت میں ہے کہ قریہ میں بھی افراد قوم ہی بستے ہیں۔ لہذا قوم یونس اور باشندگان قریہ ایک ہی جنس سے ہیں۔

۲۔ مستثنیٰ منقطع۔ اس لحاظ سے ہے کہ قریہ اور قوم لفظی لحاظ سے ایک جنس نہیں ہیں۔

ابن عطیہ کا قول ہے کہ لفظی لحاظ سے یہ استثنا منقطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے مستثنیٰ

متصل ہے کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہے مَا آمَنَ مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ إِلَّا قَوْمٌ يُولُسُ۔

(کسی بستی کے بسنے والے ایمان نہ لائے بجز قوم یونس کے)

= كَشَفْنَا عَنْهُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ان سے دور کر دیا۔ ہٹا دیا۔

= عَذَابُ الْخِزْيِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رسوا کن عذاب۔

= مَتَّعْنَاهُمْ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو مال و متاع دے کر

بہرہ مند کیا۔

۱۰: ۹۹ = اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ۔ ۱۔ استفہامیہ۔ فَ مقدر عبارت پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اللہ

تعالیٰ چاہتے تو روئے زمین پر سب کے سب ایمان لے آتے لیکن مشیت ایزدی یہ نہیں ہے

تو کیا آپ....) تُكْرِهُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ (باب افعال) اِكْرَاهُ سے۔ تو ان کو مجبور کر لگا

یا تو ان سے زبردستی کرے گا (جب تک وہ مومن بن جاویں)

۱۰: ۱۰۰ = يَجْعَلُ الرِّجْسَ۔ الرِّجْسُ۔ کے اصل معنی ناپاک۔ نجس۔ پلید۔ اور گندہ

کے ہیں۔ جیسے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ (۱۶: ۱۴۵) یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بیشک

ناپاک ہیں۔

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ اور خدا (شرک و کفر کی) نجاست انہیں لوگوں

پر ڈالتا ہے جو (لا ایل و حدانیت میں) عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

۱۰: ۱۰۱ = اَنْظُرُوا۔ نَظَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دیکھو۔ تم غور کرو۔

= مَاذَا = مَاذَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اسم جنس ہے (۲) موصول ہے اور الَّذِی کا ہم معنی ہے (۳) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے (۴) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے (۵) ذَا اسم اشارہ اور مَا زائدہ ہے (۶) مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ ہے۔

مَا ذَا۔ کیا۔ مَا ذَا الْفَعْلُ تو کیا کر رہا ہے۔ لِمَا ذَا جِئْتَ تو کیسے آیا۔ کس لئے آیا۔
= یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ (۲۱۹:۲) تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔
یہاں آیت میں ذَا بمعنی الَّذِی آیا ہے۔

= مَا تُعْنٰی۔ مانافیہ ہے۔

= التَّنْذِرُ۔ منذیر کی جمع ہے ڈرائیوالے۔ یعنی رسول۔ پیغمبران۔ اور اگر التَّنْذِرُ بمعنی مصدر ہو تو بمعنی اِنْذَار (ڈرانا۔ تنبیہ کرنا) یعنی جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کو (اللہ کی) آیات اور رسول (یا اس کی تنبیہیں) کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتے۔
۱۰۲:۱۰ = فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ۔ میں ہل نافیہ ہے۔

= اَيَّامٌ۔ یوم کی جمع ہے۔ دن۔ وقت کے علاوہ یہ لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

والعرب تسمی العذاب اياماً والنعم اياماً۔ لقوله تعالى وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللَّهِ۔ (۵:۱۴) عرب عذاب کو بھی ایام کہتے ہیں۔ اور نعمت کو بھی ایام کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللَّهِ۔ اور انہیں یاد دلاؤ اللہ کی نعمتیں۔

یا اَيَّامٌ سے مراد وقائع۔ واقعات بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے عرب پہلے واقعات کو اَيَّامُ العرب کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں ايام الذین خلوا من قبلہم سے مراد ان لوگوں کے واقعات و حالات جو ان سے قبل گذر چکے ہیں یعنی حیب اتمام حجت اور حق کے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جانے پر بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو ان پر مختلف طریقوں سے اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

۱۰۳:۱۰ ثُمَّ۔ پھر اس وقت

= نُنَجِّی۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) تَنْجِیۃ۔ مصدر۔ ہم بچا لیتے ہیں۔

= کَذٰلِکَ۔ بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہی اللہ کا دستور ہے۔

نُنَجِّی۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْبَاءٌ۔ مصدر (باب افعال) اصل میں نُنَجِّی تھا۔
حَقًّا عَلَیْنَا نُنَجِّی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنوں کو بچالیں۔

۱۰:۱۰۳ = يَتَوَضَّعُ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَضَّعَ (تَفَعَّلُ) مصدر - (جو) تمہاری جانیں لے لیتا ہے۔ تمہیں موت دیتا ہے۔

۱۰:۱۰۵ = حَنِيفًا بَرُّوزًا فَعِيلٌ - صفت شبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔

حَنِيفًا - اَلدِّينَ - کا حال بھی ہو سکتا ہے اور اَلْوَجْهَ کا بھی۔

پہلی صورت میں معنی - دوسرے ادیان سے بچ کر اس دین کو اختیار کروں - دوسری صورت میں معنی - تمام ادیان باطلہ سے منہ موڑ کر پوری استقامت کے ساتھ دین اختیار کروں۔

۱۰:۱۰۶ = لَا تَدْعُ - فعل نہی واحد مذکر حاضر - آخر سے واو حرف علت محذوف ہے۔ تو مت پکار۔ تو مت عبادت کر۔

۱۰:۱۰۷ = يَمَسُّكَ - مَسَّ يَمَسُّ (باب سَمِعَ) مَسَّ وَمَسَّيْتُ کسی کو ہاتھ سے چھونا کسی کو تکلیف پہنچانا۔ مَسَّ بِی پہنچانا۔ (متعدی) لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِنْ يَمَسُّكَ اللهُ بَضْرًا - اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے۔

= لَا كَاشِفَ - اسم فاعل مفرد مذکر۔ كَاشِفُونَ جمع۔ کوئی تکلیف کو رفع کرنے والا نہیں۔ كَشَفْتُ کھولنا۔ ظاہر کرنا (باب ضَرَبَ) باب سَمِعَ سے لازم ہے۔ بمعنی شکست کھانا = رَادَّ - رد کرنے والا۔ پھیرنے والا۔ دفع کرنے والا۔ رَوَّكْنَ والا۔ كَذَّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= يُصِيبُ بِهِ - پہنچاتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ فِيهِ میں ضمیر کا مرجع فضل ہے۔ یعنی جس کو چاہتا ہے فضل عطا کرتا ہے۔

۱۰:۱۰۸ = ذَكِيْلٌ - ذمہ دار۔ ضامن۔

۱۰:۱۰۹ = يَحْكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ وہ فیصلہ کر دے۔

(۱۱) سورہ ہُور مکیہ (۵۲)

۱۱:۱ = اَلرَّ - حروف مقطعات - ملاحظہ ہو۔

= کِثْبٌ - ای ہو کِثْبٌ - کتاب خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے - یہ وہ کتاب ہے
= اُحْکِمْتُ - ماضی مجہول - واحد مؤنث غائب اِحْکَامٌ سے - جس کے معنی مضبوط اور
محکم کرنے کے ہیں - یوں پختہ اور استوار کرنا کہ اس میں کسی خلل اور نقص کا گمان تک
نہ ہے - بمعنی مضبوط اور مستحکم بنادی گئی ہیں۔

= فَصَّلْتُ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْصِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے کھول کر بیان کی
گئی ہیں۔

= لَدُنْ - ظرف مکان ہے - بمعنی طرف، پاس، عموماً اس سے پہلے مِنْ حرف جار آتا ہے
جیسے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا (۱۸:۷۶) تم کو میری طرف سے (اپنے ساتھ نہ رکھنے کا)
عذر حاصل ہوگا - رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً - (۱۸:۱۰) اے ہمارے رب ہم پر اپنے
ہاں سے رحمت نازل فرما۔

وَعَلَّمَنَّهُ مِنْ لَدُنَّا عَلِمًا (۱۸:۶۵) ہم نے اسے اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔

مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ - بڑے دانا اور باخبر (خدا) کی طرف سے

۱۱:۲ = اَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ط یہ مفعول لڑ ہے ہر دو فعل اُحْکِمْتُ وَفَصَّلْتُ کا - بمعنی اس
کی آیات کو محکم اور مضبوط بنایا گیا ہے - اور ان کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے -
کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو - یا یہ کلام ماقبل سے منقطع ہے اور یہاں سے الگ کلام
ہے - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے -

تقدیر کلام یوں ہے قل لہم یا محمد الا تعبدوا الا الله۔

۱۱:۳ = تَوْبُوا إِلَيْهِ - اس کی طرف لوٹو - ای ارجعوا الیہ بالطاعة والعبادة - اس کی

اطاعت و عبادت کو حرز جان بنا کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ

= يُمَتِّعُكُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو بہرہ اندوز کرے گا۔ (باب تفعیل) مَتَاعًا حَسَنًا۔ اچھا مال و متاع۔ خوشگوار نعمتیں۔

= ذِي فَضْلٍ۔ زیادہ نیکی کرنے والا۔ مَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ فِي الْعَمَلِ۔ جو زیادہ عمل (نیک) کرے گا۔ فَضْلُهُ۔ عطاء۔ جزاء۔ یعنی اسی قدر اس کی جزاء اور عطا میں اضافہ ہوگا = يَوْمٍ كَبِيرٍ۔ یوم القيامة

۱۱: ۵ = يَتَنَوَّنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ثَنًى يَتَنَوَّنُ (باب ضرب) ثَنِيٌّ الشَّيْءُ۔ موڑنا۔ لپیٹنا۔ تکرنا۔ ثَنًى صَدْرَةً۔ اس نے اپنے دل میں دشمنی چھپائے رکھی جب اس کا صلہ عَن ہو تو بمعنی موڑنا۔ پھیرنا۔ روکنا ہوتا ہے۔

اور جب اس کا صلہ عَلٰی ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر لپیٹنا تاکہ وہ چھپ جاتے۔ يَتَنَوَّنَ۔ وہ دوبرا کئے دیتے ہیں (اپنے کفر و عداوت کو چھپانے کے لئے) = يَسْتَخْفُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب اسْتَخْفَاءُ (اسْتَفْعَالٌ) سے۔ کہ وہ اڑ کر لیں پردہ کر لیں۔ چھپا لیں۔ اصل میں يَسْتَخْفُونَ تھا۔ لام تعلیل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ = مِنْهُ۔ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔

= يَسْتَفْشُونَ ثِيَابَهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب ثِيَابَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ اسْتَفْشَاءُ مصدر۔ (باب استفعال) وہ اوڑھتے ہیں۔ يَتَخَطَّوْنَ بِهَا مَبَالِغَةً فِي الْاِسْتِخْفَاءِ۔ کپڑوں کو خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے آپ کو مزید چھپانے کے لئے۔ الْاَحْيَاءُ يَسْتَفْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ۔

خبردار (یاد رکھو) جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی۔

پارہ نمبر ۱۱ الحمد للہ آج مورخہ یکم ذوالحجہ بروز پیر

کو تمام ہوا۔ مطابق یکم مئی ۱۹۹۵ء

پَارَةُ
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ
(۱۲)
هَؤُلَاءِ يُوَسِّفُ

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

۶:۱۱ = دَابَّةٌ - الدَّبَّاءُ وَالدَّبَّابِيُّ - (باب ضَوْبَ) کے معنی 'آہستہ چلنا' اور رینگنا کے ہیں۔ یہ لفظ حشرات الارض کے متعلق زیادہ تر استعمال ہوتا ہے یہ لفظ عرب میں خاص کر گھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغت میں ہر حیوان ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ دَابَّةٌ - ہر چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا جانور۔ اس کی جمع دَوَابٌّ اور مَادَّةٌ دب ب ہے۔ دَابَّةُ الْأَرْضِ - ایک غیر معروف قسم کا جانور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب خروج کرے گا اور نشان لگا کر ایما نذاروں اور منکروں کو ایک دوسرے سے الگ کر دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے **وَإِذَا دَقَّ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ** (۸۲: ۲۷) اور جب ان کے بارے میں وعدہ (عذاب کا) پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔

= **عَلَى اللَّهِ** - اللہ کے ذمہ ہے۔

= **مُسْتَقَرَّهَا** - مضاف مضاف الیہ - **مُسْتَقَرٌّ** - ظرف مکان **اِسْتَقْرَارٌ** (باب استفعال) سے بمعنی قرار۔ **مُسْتَقَرٌّ** بمعنی قرار گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع دَابَّةٌ ہے۔ مستقر سے مراد بعض کے نزدیک رحم مادر ہے۔ صاحب روح المعانی نے صلب پدر مراد لیا۔

= **مُسْتَوْدَعَهَا** - اسم ظرف مکان ہے۔ مضاف منصوب۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ امانت رکھنے کی جگہ۔ **اِیْدَاعٌ** امانت رکھنا خواہ اپنے پاس یا دوسرے کے پاس **اِسْتِیْدَاعٌ** (اِسْتِفْعَالٌ) بطور امانت کسی کے پاس کچھ رکھنا۔ **تَوْدِیْعٌ** (تَفْعِیلٌ) مسافر کو الوداع کہنا۔ یا چھوڑ دینا۔ جیسے قرآن میں ہے **مَا وَدَّ عَلَکَ رَبُّکَ** (۳: ۹۳) (اے محمد تمہارا پروردگار نے نہ تم کو چھوڑا ہے۔

آیہ ہذا میں امانت رکھنے کی جگہ سے مراد پشت پدر۔ قبر لیا گیا ہے۔ صاحب روح المعانی نے اس سے مراد موضعہا فی الارحام (رحم مادر) لیا ہے۔

= **کُلٌّ** - ای کل واحد من الدواب و رزقها و مستقرها و مستودعها (ہر ذی حیث

جانور۔ اس کا رزق۔ اس کی قرار گاہ اور اس کی بطور امانت رکھے جانے کی جگہ۔
 = کِتَابُ مُبَیِّنٍ۔ لوح محفوظ۔

۱۱: عَرْشُهُ۔ عرش۔ تخت شاہی۔ جیسے دَرَفَعَ اَبُو يَدٍ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ يَا اَيُّكُمْ يَأْتِيَنِي لِعَرْشِهَا (۳۸: ۳۰) کوئی تم میں ایسا کہ ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔

الْعَرْشُ۔ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوشٌ ہے قرآن حکیم پر آیا ہے وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (۲۵۹: ۲) اور اس کے مکان اپنی چھتوں پر گرے پڑے۔ اسی سے انگور کی بیلوں کے لئے ٹیٹیاں بنانا بھی عرش کہلاتا ہے اور ٹیٹوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں مَعَرَّشٌ کہتے ہیں۔ ان معنوں میں قرآن میں ہے۔ وَمَا كَانُوا لِعَرْشُوتٍ (۱۳۴: ۴) جو وہ ٹیٹوں پر چڑھاتے تھے۔

عَرْشٌ بمعنی عزت۔ غلیہ۔ سلطنت بھی مستعمل ہے چنانچہ محاورہ ہے فَلَا تَكُنْ مَثَلًا عَرْشُهُ (فلاں کی عزت جاتی رہی)

اور جہاں تک عرش الہی کا تعلق ہے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں۔ اور اس کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا نہ کہ محمول۔ حالانکہ ذات باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔

= دَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔ یہاں جملہ معترضہ ہے جو غالباً لوگوں کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ اگر آسمان و زمین اگر پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا کئے گئے تو پہلے کیا تھا؟ (تفہیم القرآن) = يَبْسُوْكُمْ۔ ل۔ تعلیل کے لئے ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ يَبْسُوْكُمْ مَعَارِءُ منصوب واحد مذکر غائب۔ بِلَاءٌ مصدر (باب نصر) بَلَىٰ مَادَّة۔ تاکہ وہ آزمائش کرے یعنی اس نے آسمان و زمین اور ان کے مابین جملہ مخلوق، ان کا حیاتی انتظام و انصرام۔ بود و خوراک و پوشاک، وغیرہ اس لئے پیدا کئے کہ تم کو خلیفۃ اللہ بنا کر تم کو اختیارات سونپ کر اس پر اخلاقی ذمہ داریاں ڈال کر آزمائش کرے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ روح المعانی)

= فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ لفظی معنی ہیں چھ دنوں میں۔ چونکہ جس زمانہ کے متعلق اس کا استعمال ہوا سورج کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا دنوں کا لفظ عام معنوں میں نہیں لیا جاسکتا۔ عربی زبان

یہ مطلقاً وقت اور زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ زمانہ ایک دن کا ہو یا ایک سال کا۔ ایک صدی کا ہو یا ایک ہزار سال کا۔ خواہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو۔ آیتِ ہذا میں سِتَّةَ أَيَّامٍ سے مراد چھ ادوارِ زمانہ ہیں ہر دور کی مقدار کتنی تھی۔ قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔
 = لَئِنْ۔ میں لام زائدہ ہے اور اِنْ حرف شرط ہے اِنْ شرطیہ پر آنے والا لام ہمیشہ زائد ہوتا ہے
 = مَبْعُوثُونَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔

۸:۱۱ = اَخْرَجْنَا۔ ہم روک لیں۔ ہم تاخیر کر دیں۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاَخِيْرٌ دَقْعِيلٌ سے
 = اُمَّةٌ۔ مدت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی و وحدت کی بناء پر ہو (جیسے امت محمدیہ) یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو (جیسے پچھلی امتیں) امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا۔ اور مضاف الیہ قائم مقام مضاف کے سمجھا جائے گا۔ مثلاً آیت موجودہ میں اصل میں یوں تھا۔
 وَلَئِنْ اَخْرَجْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ اِلٰى زَمِنٍ اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔ زَمِنٌ کو حذف کر کے اُمَّةٍ کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔

اُمَّتٌ کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں عربی میں ہے فُلَانٌ لِّاُمَّةٍ لَّہ۔ فلاں کا کوئی دین اور مذہب نہیں ہے۔

= يَجْبِسُہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۴ ضمیر واحد مذکر غائب۔ جَبَسٌ سے (باب ضوَب) (کس چیز نے) اس کو روک رکھا ہے۔

= اَلَا۔ حرف تنبیہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ دیکھو۔ سُنْ رکھو۔ کان کھول کر سُنْ لو۔ حرف بسیط ہے۔ مرکب نہیں ہے۔

= مَصْرُوفًا عَنْہُمْ۔ ان سے پھیرا نہیں جا سکیگا۔ ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔ ٹالا نہیں جا سکیگا اَلصَّرْفُ۔ کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ یا کسی اور چیز سے بدل دینا یعنی جس رذوہ واقع ہوگا پھر ٹلنے کا نہیں۔

= حَاقَّ۔ اَلْحَيٰوَاتُ۔ اَلْحَيٰقَاتُ (باب ضوَب) کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ ب کے ساتھ آئے تو متعدی ہوتا ہے۔ وَحَاقَّ بِہِم مَّا كَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ

آیت ہذا و آیت (۲۶: ۴۶) اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے ان کو گھیر لیا۔

۱۱: ۹ = اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَهُ سے ذَوِقْ مادہ۔ ہم چکھاتے ہیں۔ ہم نے چکھایا۔
ذَاقَ يَذُوقُ رباب نصر، چکھنا۔

= نَزَعْنَا مِنْهُ۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزَعَ مصدر۔ ہم نے اس (رحمت کو) اس سے چھین لیا۔
نَزَعَ۔ چھیننا۔ نکال دینا۔ چھانٹ کر نکال دینا۔

= يَوُسُ۔ صیغہ صفت مشبہ۔ يَاسُ سے۔ ناامید۔

= كَفُورٌ۔ ناشکرا۔ يَوُسُ كَفُورٌ۔ يَاسُ كَافِرٌ سے فَعُولُ کے وزن پر۔ مبالغہ کے صیغہ پر۔
۱۱: ۱۰ = لَعَمَاءُ وہ انعام جس کا اثر پانے والے پر ظاہر ہو۔ مراد راحت و آسائش۔

= فَرِحَ۔ وہ لذت جو مطلوب کے حاصل ہونے پر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ
خوش۔ اترانے والا۔ فرحت محسوس کرنے والا۔

= فَخُورٌ۔ مبالغہ کا صیغہ فَخَرٌ مصدر۔ بہت زیادہ فخر کرنے والا۔ شیخی خور۔ یعنی وہ اترانے
لگتا ہے کہ یہ مال و دولت کی فراوانی اور اقبال مندیاں اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہیں۔

۱۲: ۱۱ = لَعَلَّكَ۔ لَعَلَّ اور لَکَ پر مشتمل ہے۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے اور لَعَلَّ حرف
مشابہ بفعل ہے۔ حرف عامل ہے اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔

اِنَّ يَا اَنْتَ۔ كَانَ لَيْتَ لَكِنَّ لَعَلَّ۔ ناصب اسم اندرافع در خبر صند ما و لا
امید و خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے۔

۱، امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ (۲۶: ۴۰) فرعون کی
قوم والوں نے کہا ”ہم کو امید ہے کہ اگر وہ جیت گئے تو ہم جا دو گروں کی پیروی کریں گے“
یہاں امید کا رجوع خود یہ کلام کرنے والوں کی طرف تھا۔

۲، کبھی مخاطب کو امید دلانے اور امید وار رکھنے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع
مخاطب کی طرف آتا ہے کیونکہ امید و بیم کی کیفیت مخاطب کے دل سے متعلق ہے مثلاً
لَعَلَّ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَحْشَىٰ (۲۰: ۴۲) شاید وہ غور کر لے یا ڈر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اس سے
کہو کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ امید لے کر جاؤ کہ ”شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔ یہاں امید
دلانے کا تعلق حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے ہے۔

۳، کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے اور نہ مخاطب سے بلکہ کسی تیسرے شخص غائب سے ہوتا ہے

جیسے فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ (آیہ نذا- ۱۱: ۱۲) اگر تمہارے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے چھوڑ دو۔ یہاں یہ امید کی کیفیت، لوگوں کے دلوں میں ہے لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور کہ۔ لَکَ۔ نَا۔ هُمْ اس کا اسم۔

لَعَلَّ کا حرف جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے استعمال کرے تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ اس بناء پر بہت سی آیات میں لفظ کئی سے اس کی تفسیر کی گئی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشے کے معنی لینا صحیح نہیں ہے۔

لَعَلَّ طمع اور اشتاق (ڈرتے ہوئے چلنے) امید اور خوف۔ بیم و رجاء کے معنی ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لَعَدَّ۔ شاید وہ۔ لَعَلَّكَ۔ شاید تو۔ لَعَلَّنَا۔ شاید ہم وغیرہ۔

= وَصَائِقُ بِهِ۔ صَائِقٌ تنگ ہونے والا۔ صَيَّقُ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ الصَّيْقُ کے معنی تنگی کے ہیں یہ سَعَة کی ضد ہے وَصَائِقُ بِهِ صَدْرُكَ اس خیال سے تمہارا دل تنگ ہو۔ اس کا عطف تَارِكٌ پر ہے۔

= وَكَيْلٌ۔ نگہبان۔ نگران۔ ۱۳: ۱ = اَمٌ۔ کیا۔

= اِفْتَرَاهُ۔ اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرَأَ (افتعال) سے۔ فُتِرَى بِفُتْرَى۔ فُتِرَى مادہ۔ من گھڑت بات بنانا۔ عجیب بات۔ عظیم بات۔ لَقَدْ جِئْتُ نَيْثًا فُتْرِيًّا (۱۹: ۳۷) تم ایک عجیب شے لائی ہو۔ اِفْتَرَاهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ طرف راجع ہے۔

۱۳: ۱ = مُفْتَرِيَةٌ۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔ خود ساختہ۔ من گھڑت۔ ۱۴: ۱ = فَاَلَمْ آتَىٰ فَإِنْ لَّمْ۔

= لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ۔ اور اگر وہ تمہاری دعوت (برائے معاونت) قبول نہ کریں۔ مضارع نفی جحد۔ لَكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مشرکین کی طرف راجع ہے جن کو یہ چیلنج دیا جا رہا ہے اسی طرح سے عَلَّمُوا میں بھی خطاب مشرکین سے ہے۔

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے۔

۱۵ = نُوْفٍ۔ وَحْشٌ يُّوْفِي تَوْفِيَةً (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔ نُوْفٍ اصل میں نُوْفِيٌّ تھا ب شرط ہونے کے سبب ہی ساقط ہو گئی۔

آیت میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الذَّنْبُ ہے۔

= لَا يُبْخَسُونَ - مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب بَخْسٌ سے اور وہ دنیا میں گھائے میں نہیں رکھے جائیں گے۔ اگر ہا ضمیر کا مرجع اعمال کا بدلہ ہے۔ تو ترجمہ ہوگا ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جائے گی۔

۱۶:۱۱ = حَبِطَ يَحْبَطُ (رَسِمَ) اکارت گیا۔ ضائع ہو گیا۔ مٹ گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب = فِيهَا۔ اِیْ فِي الدُّنْيَا

۱۷:۱۱ = بَيِّنَةٌ - کھلی دلیل۔ برہان قاطع۔ واضح دلالت کو بَيِّنَةٌ کہتے ہیں خواہ دلالت عقلیہ ہو یا محسوس۔

بَيِّنَةٌ سے یہاں کیا مراد ہے۔ مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ عقلی دلیل۔ قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دین حق۔

= اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ - پچھلی دو آیات (۱۶:۱۵) میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جن کی ساری تنگ و دو۔ دنیاوی زندگی۔ اور اس کے لوازمات کے حصول کی خاطر تھی۔ اور اب آیت ہذا میں وہ لوگ مذکور ہیں جو محض رضائے الہی اور ثواب آخرت کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سوالیہ جملہ کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام لویل ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَنْ يُّرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّهَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ اِلَّا النَّارُ۔ کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن اور واضح دین پر چل رہا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو محض دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا ہی خواہاں ہے اور جس کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ سے مراد بعض نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب مراد لئے ہیں اور جواب محذوف کَمَنْ هُوَ فِي ضَلٰلَةٍ وَّكُفْرٍ لِّیَا ہے = يَتْلُوهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اگر یہ تِلَاوَةٌ مصدر سے ہے تو معنی ہوگا وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے اور اگر تِلُوْ مصدر سے ہے تو اس کا مطلب: وہ پیچھے چلتا ہے۔ وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر دو مصدر سے يَتْلُوْ باب نصر سے ہے۔

ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تُو مَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ ہے یا صرف بَيِّنَةٌ ہے۔

= شَاهِدٌ۔ گواہ۔ حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَہَادَةٌ اور شُہُودٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شَہِدٌ سے کون مراد ہے (۱) اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں

ابن عباس۔ علقمہ۔ ابراہیم نخعی۔ مجاہد۔ حکرمہ۔ ضحاک وغیرہم۔

(۲) اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (حسن بصری۔ قتادہ)

(۳) اس سے مراد قرآن مجید ہے (الحسین بن الفضل)

= مِنْهُ۔ میں ۛ ضمیر کا مرجع یا تو اللہ ہے۔ یا القرآن۔

= اِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدار۔ رہنما۔ بروزنِ فِعَالٍ۔ اسم ہے بمعنی مَنْ يُوْتِيْكُمْ بِہ۔ یعنی جس کا

قصد کیا جاتے۔ چونکہ راہنما اور مقتدار کا قصد کیا جاتا ہے غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے

خواہ حق میں پیروی ہو یا نا حق میں۔ اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل

کی اقتدا کریں۔ یا کتاب جس کے ادا و نواہی پر عمل کیا جائے۔ مذکور مونت دونوں کے لئے

آتا ہے نیز جمع کے موقع پر بلفظ واحد بھی مستعمل ہے۔

= اُولَئِكَ۔ اِی من كان على بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّہ۔ اسم اشارہ جمع۔

مندرجہ بالا آیت کے الفاظ کے متعلق مختلف اقوال کی روشنی میں

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّہٖ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كُتِبَ مُوسٰی

اِمَامًا وَرَحْمَةً اُولَئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِہ کا ترجمہ متعدد صورتوں میں ہو سکتا ہے مثلاً۔

(۱) کیا وہ شخص (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن

دلیل کی پیروی کر رہا ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (تائید میں) آگیا ہو

اور اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب راہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود ہو۔

(وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح انکار کر سکتا ہے) ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے۔

(تفہیم القرآن۔ یہاں اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ يَتْلُوْهُ

بمصدر تَلَوَّ ۛ ضمیر برائے بَيِّنَةٍ شاہد برادر قرآن مجید۔ مِنْهُ کی ضمیر ۛ برائے پروردگار متصور ہوئی)

(۲) کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف سے ایک بین دلیل پر قائم ہوں۔ اور جن کے پاس خدا

کی طرف سے ایک گواہ (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اسے پڑھ کر سناتا ہو (مصدر تِلَاوۃ سے) اور

اس سے قبل موسیٰ کی کتاب بطور راہنما و رحمت بھی موجود ہو۔ وہ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو اس

کے منکر ہیں (اور دنیاوی لالچ میں گرفتار ہیں)

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّہٖ میں ہر مومن شامل ہے جیسا کہ اُولَئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِہ

سے ظاہر ہے۔ اور بَيِّنَةٍ سے مراد قرآن حکیم ہے۔ شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

(مولانا محمد علی)

وقت میں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے رہ جانے کی بولا جاتا ہے قرآن میں آیا ہے وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ (۲۲: ۳۱) اور تم زمین میں خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی جسے وہ چاہے وہ کرنے سے تم اسے قاصر نہیں کر سکتے = يُضَاعَفُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب مُضْعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر - بڑھا دیا جائے گا۔ دو گنا کر دیا جائے گا۔

= خَسِرُوا - ماضی جمع مذکر غائب - فعل لازم - نقصان اٹھانا - گمراہ ہونا - ہلاک ہونا - رباب سَمِعَ خَسِرُوا الْفُسْهَمَ - انہوں نے خود نقصان اٹھایا۔
= ضَلَّ عَنْهُمْ - ان کو چھوڑ گئے۔ ان سے گم ہو گئے (یعنی وہ جھوٹے بت جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ اور جو اپنے معبودانِ باطل سے انہوں نے موہوم امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب کہیں بھی نظر نہ آئیں)

۲۲: ۱۱ = لَا جَرَمَ - یقیناً اور حَقّاً کا ہم معنی ہے اور بعض کے نزدیک لَا جَرَمَ کا معنی ہے لَا ضِدَّ وَلَا مَنَعَ - کوئی روکا دٹ نہیں - کوئی ممانعت نہیں - کوئی روک نہیں سکتا۔
لَا جَرَمَ وَلَا جُرْمَ - یعنی ضروری - یقینی - ناگزیر - سبھی قسم کے معنی دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ لَا جَرَمَ لَا فَعْلَكَ - قسم خدا کی میں ایسا ضرور کروں گا۔
بعض کے نزدیک لَا زائدہ ہے جَرَمَ فعل متعدی ہے اور کَسَبَ کے معنی میں ہے بعض نے فعل لازمی بنا کر وَجَبَ کے معنی میں لیا ہے بعض نے لَا جَرَمَ کو مرکب بنایا ہے حَقّاً کے معنی میں

= الْآخَسِرُونَ - افعال التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے زیادہ نقصان پانے والے۔ گھاٹا پانے والے۔ خَسَارَةٌ وَخُسْرَانٌ مصدر - آخَسِرُ کی جمع ہے۔

۲۳: ۱۱ = اخْبَتُوا - ماضی جمع مذکر غائب - وہ جھکے۔ انہوں نے عاجزی کی۔
اِخْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی تواضع - اور خشوع و خضوع کے ہیں۔ اَلْخَبْتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اَخْبَتَ الرَّجُلُ اَدْمَى نے نشیبی اور نرم زمین کا قصد کیا یا وہاں اتر گیا۔ اس کے بعد لفظ الاخبات (اِفْعَال) نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَكَثِيرٍ الْمُخْبِتِينَ (۲۲: ۳۴) اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

آیہ ہذا میں وَاخْبَتُوا اِلٰی رَبِّهِمْ اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اس کا معنی خَاخُوْا ہے قتادہؒ نے رجوع کا معنی کیا،
 ۱۶:۱۱ = عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ۔ یوم کی صفت الیم مجازاً کی گئی ہے کہ عذاب کا دتورع
 دن۔ (یعنی دن رات) میں ہی ہوتا ہے یعنی ایسا دن کہ جس میں دردناک عذاب ہی عذاب ہو
 یوم سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے اور یوم طوفان بھی۔

۲۷:۱۱ = اَرَادَ لَنَا۔ ہم میں سے بچ قوم۔ ہمارے رذیل لوگ۔ اَرَادَ کی جمع جو رِذَالَةٌ
 سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے۔

بعض کے نزدیک یہ جمع الجمع ہے رذل کی جمع اَرَادَ اور اَرَادَ کی جمع اَرَادَ ہے
 = بَادِيَ السَّوَاءِ۔ بادی النظر میں۔ ظاہراً۔ سرسری نظر میں۔

۲۸:۱۱ = اَرَعَيْتُمْ۔ اَخْبَرُوْنِي۔ مجھے بتاؤ تو۔ سہلایہ تو بتاؤ

= فَحُمِيتْ عَلَيْكُمْ۔ پھر وہ پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (یعنی وہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ
 ہو)۔ ماضی مجہول واحد مونث غائب۔ لَعْمِيَّةٌ (تفعیل) سے۔ جس کے معنی اندھا کر دینے
 اور چھپا دینے کے ہیں۔

= اَنْزَلْنَاكُمْ مِّنْهَا۔ ا لف استفہامیہ نَزَلْنَا مَضَارِعَ جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول
 اول۔ ہا مفعول دوم۔ ضمیر کا مرجع الرَّحْمَةُ ہے۔ واؤ دو ضمیروں کے درمیان وصل کے
 لئے ہے۔ کیا ہم اس کو تم پر چٹا دیں۔ کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں۔ (متھانوی)
 اسی طرح اَسْقَيْنَاكُمْ مَّاءً (۲۲:۱۵)

= وَاَنْتُمْ لَهَا كَاِرْهُوْنَ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو۔ جب کہ تم اس کو ناپسند
 کرتے ہو۔

۲۹-۱۱ = يَقَوْمِ۔ اے میری قوم قَوْمِ اصل میں قَوْمِی تھا۔

= عَلَيْهِ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تبلیغ رسالت کے لئے ہے۔ یعنی اس تبلیغ پر میں تم
 سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا۔

= طَارِدٍ۔ طَرَدٌ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر حاضر۔ ہانکنے والا۔ تُطْرَدُ (باب نصر)
 ہانکنا۔ کسی کو ذلیل و حقیر جان کر دور کر دینا۔ ہٹا دینا۔

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الذِّنِّۙنِ اٰمَنُوْا۔ یعنی میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اپنے پاس
 اس واسطے دھتکارنے سے رہا۔ جو تمہاری نظروں میں ذلیل ہیں لیکن وہ درحقیقت خداوند

تعالیٰ کے حضور شرف باریابی پانے والے ہیں۔

ایسا ہی مطالبہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ
(الایۃ ۶: ۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں۔ خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے۔

= تَجْهَلُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جہالت کرتے ہو۔ تم نادانی کرتے ہو۔
الْجَهْلُ۔ جہالت۔ نادانی۔ جہالت تین قسم پر ہے۔

۱، انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ اور یہی اس کے اصل معنی ہیں۔
۲، کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہے یا غلط۔ جیسے قصداً نماز ترک کر دینا۔

جاہل کا لفظ عموماً بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بغیر مذمت کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

وَلِكُنِّيْ اَرْسَلَكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کئے جا رہے ہو
= اَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ الف استفہامیہ۔ تم کیوں غور نہیں کرتے۔ تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ تَذَكَّرُ (تَفَعَّلُ) سے دھیان دینا۔ نصیحت پکڑنا۔

۳۱: ۱۱ = تَزِدْرِيْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِزْدِرَاءُ (اِفْتِعَالُ) سے زُرِّیٰ مادہ باب افتعال میں ت کو دے سے بدلا گیا ہے) تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ (جنہیں تمہاری نظریں حقیر اور بے وقعت دیکھتی ہیں۔ یہ اصل میں تَزِدْرِيْ لَهُمْ اَعْيُنُكُمْ تھا۔ (یعنی مفعول محذوف ہے) بمعنی تم انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ زُرِّیٰ علی۔ کسی پر عیب لگانا۔

= لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا۔ کہ اللہ ان کو مہلاتی نہیں دیگا۔ اجر نہیں دے گا۔

= اِنِّیْۤ اِذَا لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اِیْۤ اِنْ قُلْتَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ اِنِّیْۤ اِذَا لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (اگر میں کوئی ایسی بات کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا)

۳۲: ۱۱ = جَاۤءَلُنَا (باب مفاعله) تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ جَدَلٌ مادہ۔

= لَعَدْنَا۔ تو ہمیں ڈراتا ہے۔ تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نا صمیر جمع مکمل

وعدہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے (توہم سے وعدہ کرتا ہے) لیکن یہاں پہلے معنی 'مراد ہیں'۔

۳۳: ۱۱ = مُعْجِزَاتٍ - ملاحظہ ہو (۲۰: ۱۱) عاجز کر دینے والے۔

۳۳: ۱۱ = يُغْوِيَكُمْ - مضارع منصوب - واحد مذکر غائب - اِغْوَاءُ (افعال) مصدر - کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - وہ تم کو کج راہ چھوڑ دے - وہ تمہیں گمراہ رکھے۔

۳۵: ۱۱ = اِفْتَرَاهُ - اس نے اس کو گھڑ لیا - اس نے اس کا افتراء کیا - اِفْتَرَى صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل کے فاعل جمہور کے نزدیک حضرت نوح ہیں - لیکن مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - بصورت اول ہ ضمیر سے مراد وہ کلام ہے جو حضرت نوح پر بذریعہ وحی نازل ہوا - اور دوسری صورت میں اس سے مراد قرآن حکیم ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

= اِجْرَامِي - میرے جرم کا وبال - ای وبال اجرامی۔

= دَا نَابِيٍّ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ - جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

۳۶: ۱۱ = لَا تَبْتَئِسْ - تو غم نہ کھا - تو غمگین نہ ہو - اِبْتِئَاسٌ (افعال) غمگین اور رنجیدہ ہونا فعل نہی واحد مذکر حاضر۔

۳۷: ۱۱ = بِأَعْيُنِنَا - ہماری نظروں کے سامنے - ہماری حفاظت اور نگرانی میں - وَوَحِينَا اور ہماری ہدایات کے مطابق۔

= دَا تَخَاطَبُنِي فِي الدِّينِ ظَلَمُوا - اور ظالموں کے بارہ میں مجھ سے درخواست نہ کریں ۳۹: ۱۱ = مَنْ يَأْتِيهِ - ای ایسا من یا تہ نحن اوانتم - یعنی عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ عذاب کس پر آتا ہے ہم پر یا تم پر۔

= يُخْزِيهِ - جو اس کو رسوا کر دے گا (جس پر نازل ہوگا) (یہ عذاب دنیا ہے) عَذَابٌ مُّقِيمٌ - ایسا عذاب جو ہمیشہ رہیگا - (اور یہ عذاب آخرت ہے) مُّقِيمٌ اِقَامَةٌ سے اسم فاعل۔

۴۰: ۱۱ = فَارَءَ ماضی واحد مذکر غائب باب نصر - فَوَدَّ فُتُوْرٌ اور فَوَدَّكَ مصادر اس نے جوش مارا - وہ اہل پڑا۔

= ذَوَّجَيْنِ اثْنَيْنِ - دو زوج - یعنی ایک نر اور ایک مادہ - زوج جوڑے کے ہر فرد کو کہتے ہیں - عورت کو بھی زوج کہا جاتا ہے اور مرد کو بھی - اس لئے جب ذوین (ثنیہ) ہوگا تو اس سے جوڑے کے دونوں فرد نر اور مادہ مراد ہوں گے۔

= اَهْلَكَ - تیرے گھر والے - تیرے گھر کے لوگ، اَهْل مضاف لک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ جب فعل استعمال ہو تو بمعنی اس نے ہلاک کیا۔ اس نے غارت کیا۔ کہے ہوں گے۔

= وَمَنْ اٰمَنَ کا عطف اَهْلَكَ پر ہے اور وہ بھی جو ایمان لائے ہوئے ہیں
الّا حرف استثناء ہے۔

مَنْ سَبَقَ عَلَيْدِ الْقَوْلِ مِتْنِ - مُسْتَشْنِ۔

ماسوائے اُن کے جن پر پہلے ہی حکم (ان کے غارت ہونے کا) جاری ہو چکا ہے
۱۱: ۴۱ = قَالَ - اِی قَالَ نُوْحٌ

= اِرْكَبُوا - تم سوار ہو جاؤ۔ رُكُوبٌ سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ رُكُوبٌ کے اصل معنی جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں۔ لیکن یہاں کشتی پر سوار ہونے کے لئے مستعمل ہے

= فِيْهَا - اِی فِي الْفُلْكِ

= مَجْرِيْهَا - مَجْرِيْ مصدر مہمی مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ جَرٰی

یَجْرِی (باب ضَرْب) سے۔ اس کا پانی کی طرح ہمواری کے ساتھ رواں ہونا۔ یا مَجْرٰی

طرف مکان یا طرف زمان بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی کشتی کے چلنے کی جگہ۔ یا چلنے کا وقت =

مُرْسٰی - مُرْسٰی مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ۔ مصدر مہمی۔ اس کا ٹھہرنا

اس کا جمانا۔ مادہ رَسَوُ - رَسَا یُرْسُو (باب نصر) رَسَوُ کا معنی ٹھہرنا۔ جگہ پر جم جانا۔ اس کے

مصدر مہمی مَرَسًا آتا ہے۔ باب افعال سے مصدر اِرْسَاءٌ اور مصدر مہمی مَرَسًا آتا ہے ٹھہرنا

جمانا۔ کشتی کا لنگر ڈالنا۔ مُرْسٰی۔ طرف مکان یا طرف زمان بھی ہو سکتا ہے

اِرْكَبُوا میں جو ضمیر فاعل ہے وہ ذوالحال ہے اور یَسْمِعُ اللّٰہُ..... الخ حال ہے۔

یعنی کشتی میں یہ کہتے ہوئے سوار ہو۔ یَسْمِعُ اللّٰہُ..... الخ۔ مَجْرٰی و مُرْسٰی طرف زمان اور

طرف مکان دونوں ہو سکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں جہاں وہ چلتی ہے اور جہاں وہ رکتی

بصورت ہر دو کے مصدر مہمی ہونے کے مضاف (وقت) محذوف ماننا پڑے گا۔

ای وقت جریہا دار ساٹھا۔ جَرٰی یَجْرِی ثلاثی مجرد ہے اور اِرْسٰی یُرْسٰی ثلاثی مزید فیہ۔

۱۱: ۴۲ = مَعَزٰی - اسم طرف مکان۔ الگ جگہ۔ عَزَلٌ مصدر الگ کر دینا۔

۱۱: ۴۳ = سَاوٰی - اَدٰی یَاوٰی (باب ضرب) اُوِّیّا۔ کسی جگہ نزول کرنا۔ کسی جگہ پناہ حاصل

کرنا۔ اَدٰی اِلٰی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا۔ اَدَاہ (باب افعال) اِیْوَاءٌ۔ کسی کو جگہ دینا

سَاوٰی اِلٰی جَبَلٍ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا۔ اور باب افعال سے وَتَوَوٰی اِلَیْكَ

مَنْ تَشَاءُ (۲۳: ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔

= لِعِصْمِيْ - عَسَمَ يَعْصِمُ - (باب ضَرَبَ) عِصْمَةٌ مصدر - وہ مجھے بچالیکا۔

۱۱: ۴۴ = اِبْلَعِيْ - بَلَعَ يَبْلَعُ (فَتَحَ) امر واحد مؤنث حاضر - تو نگل جا۔ بَلَعَ سے جس کے معنی نگلنے کے ہیں۔

= اَقْلَعِيْ - تو تھم جا۔ تورک جا۔ (بارش سے رُک جا) اِقْلَاعٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ امر واحد مؤنث حاضر۔

= غِيْضٌ - غَاضٌ يَغِيْضُ غِيْضٌ - (باب ضَرَبَ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب پانی کو زمین میں جذب کر دیا گیا۔ پانی خشک کر دیا گیا۔ پانی اتر گیا۔

= اِسْتَوَتْ - اِسْتَوَى يَسْتَوِي اِسْتَوَاءً - (اِفْعَالٌ) ماضی واحد مؤنث غائب - وہ رشتی ٹھہر گئی۔ جب یہ علی کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی کسی چیز پر چڑھنے۔ قرار پکڑنے اور مستوی ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں اِسْتَوَى فَلَدَانِ عَلٰی عُمَالَتِهِمَا فَلَاں نے اپنا عہدہ سنبھال لیا۔ قرآن میں ہے فَاسْتَوَى عَلٰی سُوْقِهِ (۲۹: ۲۹) اور پھر وہ اپنی نال پر سیدھی ہو گئی۔ یا آیت ہذا میں۔ وَاسْتَوَتْ عَلٰی الْجُودِيْ اور وہ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

= بُعِدَ۱ - بُعِدَ - دُورِ - ہلاکت - لعنت۔

اَلْبُعْدُ کے معنی دوری کے ہیں۔ یہ قُرْبُ کی ضد ہے۔ بُعِدَ (سَمِعَ) کے معنی مرنا کے ہیں۔ اور عُمُوًّا اَلْبُعْدُ ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا کَمَا بُعِدَتْ ثَمُوْدُ (۱۱: ۹۵) جیسے ثمود تباہ ہو گئے۔

چونکہ موت و ہلاکت اور لعنت میں بھی دوری ہوتی ہے اس لئے بُعِدَ اور بُعِدَ کے معنی اکثر ہلاکت اور تباہی اور لعنت کے آتے ہیں۔ بُعِدَ اَللِّقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ - ہلاکت اور بربادی ہو ظالموں کے لئے۔

= قُضِيَ اَلْاَمْرُ - قصہ تمام ہوا۔ حکم کی تعمیل ہو چکی۔ کام پورا ہو گیا۔ یعنی جنہوں نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے بچایا جانا تھا بچائے گئے۔

۱۱: ۴۶ = اِنَّهٗ عَمَلٌ خَيْرٌ صَالِحٌ - اِی اِنَّهٗ ذُو عَمَلٍ فَاْسِدٍ - وہ صاحب اعمال فاسد ہے۔ یعنی اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں غیر صالح ہیں ذُو - کو مبالغہ کی خاطر حذف کیا گیا ہے۔

= فَلَا تَسْأَلْنِیْ اَصْلَیْ فَلَآ تَسْأَلْنِیْ تھَا۔ لَا تَسْأَلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ اور ی مشکم مفعول کے لئے ہے تو مجھ سے سوال مت کر۔ مجھ سے درخواست نہ کر۔

= اَعْظَلَكَ - وَعَظَّ يَعِظُ وَعَظَّ (ضَوْبَ) سے مضارع واحد متکلم لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں۔

۴۸:۱۱ = اِهْبِطْ - تَوَاتَرَ (یعنی اب کشتی سے اتر جاؤ۔ هَبُوطٌ سے (باب ضَوْبَ) امر واحد مذکر حاضر۔

= عَلَى أُمَمٍ مِمَّنْ تَعَلَّكَ ان لوگوں پر جو تیرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ یعنی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اُمَمٌ - اُمَمَةٌ کی جمع ہے بمعنی جماعت

= وَأُمَمٌ - اُمَمٌ مبتدا۔ خبر محذوف ہے تقدیر کلام: وَمِنْهُمْ أُمَمٌ سَمِعَتْهُمْ - ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ہم مال و متاع دیں گے۔ اپنی نعمتوں سے ان کو نوازیں گے۔

۴۹:۱۱ = أَنْبَاءٌ - خبریں۔ حقیقتیں نَبَأٌ کی جمع ہے۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَأٌ کہتے ہیں۔ اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نَبَأٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نَبَأٌ کہلانے کی مستحق نہیں۔ جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ و رسول نے بیان کیا ہو۔ اسی لئے نبی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے حقیقتیں اور سچی خبریں بیان کرے = نُوحِيهَا - نُوحِيَ - مضارع جمع متکلم۔ ہم وحی کرتے ہیں هَا - ضمیر واحد ذنث غائب جس کا مرجع أَنْبَاءٌ ہے۔

۵۰:۱۱ = وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا - اس کا عطف اَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ (آیت ۲۵) پر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَارْسَلْنَا إِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا۔

اَخَاهُمْ (ان کا بھائی) یعنی انہیں کے نسب سے

= مُفْتَرُونَ - جھوٹے بہتان باندھنے والے۔ اصل میں اِفْتِرَاءٌ سے مُفْتَرٍ یُونَ تھا۔ اس کا واحد مُفْتَرٍ ہے

۵۲:۱۱ = يُرْسِلِ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط (مکسور بالوصل) واحد مذکر غائب ہے بھیجے گا۔ اَرْسَالَ (افْعَال) سے

= السَّمَاءَ - آسمان۔ ابر۔ بارش۔

= مِدْرَارًا - صیغہ مبالغہ۔ بہت برسے والا۔

اصل میں مِدْرَارٌ - دَرٌّ اور دَرٌّ سے ہے جس کے معنی دودھ کے ہیں پھر بطور

استعارہ بارش کے لئے استعمال ہونے لگا۔

يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَهُوَ تَمْرٌ عَلَى بَارِشٍ مَبْجُجًا - يَأْتِمُ بِرَبَّارِ بَارِشٍ بِرَسَاتِهِ فَلَ بَادِلٍ يَبْجُجُ كَمَا - يَأْسَمَانُ سَمَ تَمْرٌ عَلَى بَارِشٍ مَبْجُجًا -
 = لَا تَتَوَلَّوْا - (جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں) اس سے روگردانی نہ کرو۔ منہ نہ موڑو
 اعراض مت کرو۔

= مُجْرِمِينَ - ای مصوبین علی مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْاْجْرَامِ - اپنے جرموں پر اصرار کرتے
 ہوئے میری دعوت سے روگردانی مت کرو۔
 ۵۳: ۱۱ = تَارِكِي - تَارِكِي کی جمع بحالت نصب وجر مضاف إِلَيْهِتِنَا (مضاف مضاف الیہ)
 مضاف الیہ - تَارِكِي اصل میں تَارِكِينَ تھا۔ ن بوجہ اضافت کے حذف ہو گیا (ہم) اپنے خداؤں
 کو چھوڑنے والے (ہیں) یعنی نہیں چھوڑیں گے۔

۵۴: ۱۱ = اِعْتَرَاكَ - اِعْتَرَا - ماضی - واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
 اِعْتَرَا يَعْتَرِي (افتعال) اِعْتَرَاءٌ - کسی شے کی طرف قصد کرنا اور اس پر چھاپنا۔ اِعْتَرَا
 (رنج والم کا) کسی پر چھاپنا۔ اِعْتَرَاكَ - تجھ پر غلبہ کر لیا ہے۔ تجھ پر چھاپ گیا ہے۔ عِدُو - عِدُو مادہ
 = اِنْ لَقَوْلُ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= اِسْوَاءٌ - بَا تقدیر کے لئے لایا گیا ہے۔
 اِنْ لَقَوْلُ اِسْوَاءٌ - ہم (کچھ) نہیں بولتے سوائے اس کے کہ ہمارے کسی خدا نے
 تم کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے

= اُسْهِدُ - اُسْهِدَ اُسْهِدُ - اُسْهِدُ - گواہ کرنا۔ میں گواہ کرتا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں
 = اُسْهِدُوا - تم گواہ رہو۔ شَهِدَ اُسْهِدُ (سمع) سے امر جمع مذکر حاضر۔ شَهِدَا اُسْهِدُ
 = تَشْرِكُونَ مِنْ دُونِهِ (تشرکون پر وقف نہ کیا جائے) تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے (خدا کے)
 سوا۔

= اِنِّي بَرِيءٌ - میں بیزار ہوں۔ میں بری الذمہ ہوں۔ میرا کوئی سروکار نہیں۔
 ۵۵: ۱۱ = فَكَيْدُ وُنِي - میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو۔ کَيْدٌ
 مکرو فریب۔ چال۔ داؤ۔ اچھی تدبیر۔ بری تدبیر۔

(حب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو یعنی اچھی تدبیر)
 = جَمِيعًا - تم سب - يَا اَنْتُمْ وَاِلٰهَتُكُمْ - تم اور تمہارے (جھوٹے) خدا

= لَا تَنْظُرُونَ۔ مجھے مہلت نہ دو یہی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔
۵۶:۱۱ = هُوَ۔ اِی اللّٰهُ۔

= اِخِذْ بِنَاصِیَتِهَا۔ پکڑنے والا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ پکڑے ہوئے ہے اس کو اس کی چوٹی سے۔ یعنی وہ سب پر قدرت رکھتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس پر اپنا تصرف رکھتا ہے۔

۵۷:۱۱ = اِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر تم روگردانی کرو۔ تَوَلَّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تا حذف ہو گئی۔ تَوَلَّیْتُ سے۔

= فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَیْكُمْ۔ اِی فان تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَیْكُمْ۔ اگر تم پھر روگردانی کرو تو میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں۔

= یَسْتَخْلِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب استفعال) وہ جانشین بنادے گا۔
= حَفِیْظٌ۔ نگہبان۔ نگہداشت کرنے والا۔

۵۹:۱۱ = جَعَدُوا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ منکر ہوئے۔

جَعَدٌ وَجُحُوْدٌ سے (بَابُ فَتْحٍ) ماضی جمع مذکر غائب

= جَبَّارٌ۔ سرکش۔ زبردست۔ دوسرے کو مجبور کر دینے والا۔ متکبر۔ خود اختیار۔ جَبَّارِ ذات باری تعالیٰ کے لئے صفتِ مدح ہے۔ اور انسان کے لئے صفتِ ذمّ۔

= عَنِیْدٌ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ بروزنِ فَعِیْل بمعنی فاعل صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنْدٌ ہے عَنِیْدٌ۔ ضدی جو حق کو پہچانتے جاننے سے انکار کرے۔ جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے۔ اِذَا اَبٰی اَنْ یَّقْبِلَ الشَّیْءَ دَانَ عَرَفَهُ جانتے ہوئے کسی شے کو مانتے سے انکار کرے۔

۶۰:۱۱ = اَتَّبِعُوا۔ اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کے پیچھے لگادی گئی۔

= بُعْدٌ ۱۔ دوری۔ ہلاکت۔ بربادی۔ (ملاحظہ ہو ۴۴:۱۱)

= قَوْمٌ هُوْدٌ۔ (ہود کی قوم) عطف بیان۔ اپنے متبوعِ عاد کی وضاحت کے لئے آیا ہے یعنی وہ قوم عاد جو لعنت دارین کی مستحق ہوئی۔ قوم عاد دو قبیلوں سے منسوب ہے عادِ اولیٰ جو حضرت ہود کی قوم تھی۔ اور عادِ ثانی جو عمالقی تھے۔ یہ دونوں شاخیں عاد بن عوص سے

ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں

۶۱:۱۱ = وَالْإِنَّمَا أَخَاهُ صَالِحًا۔ آیت ۵۰:۱۱ کی طرح اس کا عطف بھی ارسلنا نوحًا إلى قَوْمِهِ۔ ۲۵:۱۱ پر ہے۔ اِی وَارسلنا إلى ثمودَ أَخَاهُ صَالِحًا اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ان میں سے) صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔

= اَنْشَأَكُمْ۔ اَنْشَأَ يَنْشِئُ (اَنْشَأَ) اس نے پیدا کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔

= اِسْتَعْمَرَكُمْ۔ اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ يَسْتَعْمِرُ اِسْتِعْمَارًا (اِسْتَفْعَالَ) سے ماضی واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْعِمَادَةُ۔ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ عَمَرَ اَرْضَهُ لِيَعْمُرَهَا عِمَارَةً۔ اس نے اپنی زمین آباد کی۔

قرآن مجید میں ہے وَعِمَادَةُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۹:۹) اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا۔ اور الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ۔ (۴۰:۵۲) اور قسم ہے آباد کئے ہوئے گھر کی۔

اَلْعَمْرُ وَالْعُمُرُ۔ اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بدن زندگی کے ساتھ آباد رہتا ہے۔

= مُجِيبٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ نکرہ اِجَابَةٌ۔ مصدر (باب افعال) جَوَّبَ مادہ۔ دعا قبول کرنے والا۔

۶۲:۱۱ = مَرْجُؤًا۔ اسم مفعول حالت نصب رَجَوُ ناقص واوی۔ (باب نصر) سے اصل میں مَفْعُولٌ کے وزن پر مَرْجُؤٌ تھا۔ دواؤ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسرے میں مدغم کیا مَرْجُؤٌ ہو گیا۔ حالت نصب میں مَرْجُؤًا۔ رَجَا يَرْجُو اِرْجَاءً وَرَجُؤًا۔ امید دار رہنا۔ امید کرنا۔ خوف کرنا۔ مَرْجُؤٌ۔ وہ جس سے امیدیں والبتہ ہوں۔

(حضرت صالح کی شرافت۔ متانت۔ ذہانت و فطانت کو دیکھ کر ان کو امیدیں تھیں کہ وہ سیادت و قیادت و مشاورت میں سرمایہ قوم ثابت ہوگا اور ان کے دین سے موافقت کر کے اس کے عروج کا باعث بنیگا۔ لیکن جب انہوں نے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا)

= اَتَنْهَنَّا۔ اَلْفِ اسْتَفْهَامِيَّةٌ تَنْهَى واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ کیا تو ہم کو منع کرتا ہے ہم کو روکتا ہے تَنْهَى۔ (باب نصر۔ فتح۔ ضَرْبٌ) روکنا۔ منع کرنا

= تَدْعُونَا۔ تو ہم کو بلاتا ہے۔ تو ہم کو پکارتا ہے دُعَاءٌ سے مَضارع واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ دَعَوٌ مادہ۔

= مُرِيْبٌ۔ اسم فاعل اِرَابَةٌ (باب افعال) رِيْبٌ مادہ۔ متردبنا دینے والا۔ ترد میں ڈالنے والا۔ بے چین کر دینے والا۔

یہاں شَكٌّ کی صفت ہے فِي شَكِّ مُرِيْبٍ (ہم) ایک ایسے شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جو بے چین کر دینے والا ہے

۶۴:۱۱ = اَرَاءَيْتُمْ۔ مہلّا بتاؤ تو سہی۔ مہلایہ تو بتاؤ۔

= تَزَيَّدُ ذَنْبِي۔ تم میرے لئے زیادہ کرتے ہو۔ زِيَادَةٌ (باب ضَوْب) سے مضارع جمع مذکر حاضر نَ وَ قَاہِیٰ ضمیر واحد متکلم۔

= تَخْسِرُ (باب نفعل) مصدر ہے زیاں کاری۔ نقصان پہنچانا۔ ہلاک کرنا (یعنی تم تو میرے نقصان میں اضافہ ہی کر رہے ہو)

= يَقُومُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً۔ یہ کفار ثمود کے مطالبہ قَاتِ بِآيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۵۴:۲۶) کے جواب میں ہے۔ آيَةُ بوجہ حال کے منصوب ہے،

= فَذَرُوْهَا۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔

= تَاْكُلْ۔ فعل مجزوم۔ جواب طلب کی وجہ سے ہے۔

= فَيَاْخُذْكُمْ۔ میں ف حرف ناصبہ ہے جو فعل مضارع پر بتقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ جیسے زُرْنِيْ فَاْكُرْ مَّكَ

۶۵:۱۱ = فَعَقَرُوْهَا۔ انہوں نے اس (اونٹنی) کی کوئیں کاٹ دیں۔

= تَمَتَّعُوا۔ تم لطف اٹھا لو۔ تم (دنیاوی مال و متاع کا) فائدہ اٹھا لو۔

۶۷:۱۱ = الصّٰیْحَةُ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ۔

صَاحٍ يَصِيْحُ (ضَرَب) کا مصدر ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے۔ اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

= جُثَمِيْنٌ۔ اوندھے پڑنے والے۔ زانوں کے بل گرنے والے۔

جُثُوْمٌ سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ اس کی واحد جَاثِمٌ ہے۔

۶۸:۱۱ = لَمْ يَخْنُوْا۔ مضارع نفی جَدَلَمْ۔ جمع مذکر غائب۔ غَنَى مصدر۔ (باب سَمِع) انہوں نے

قیام نہیں کیا۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ غَنَى بِالْمَكَانِ۔ وہ مکان میں ٹھہرا۔ مَغْنَى۔ فرود گاہ۔

حَاثٌ لَمْ يَخْنُوْا فِيْهَا۔ گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ فِيْهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث

کا مرجع مِنْ دِيَارِهِمْ ہے۔

= بُعْدًا - دوری - ہلاکت - ملاحظہ ہو ۴۲:۱۱ : ۶۰:۱۱ -

۶۹:۱۱ = اِبْرَاهِيْمَ - اِیْ اِلٰی اِبْرَاهِيْمَ - منصوب لوجہ غیر منصرف ہونے کے (عجہ اور مرفہ

ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے)۔

= بُشْرٰی - خوشخبری - ایسی خبر جس کو سُن کر بشرہ (چہرہ) پر مسرت اور خوشی کے آثار نمایاں ^{جائیں}

= قَالُوا سَلَامًا - سَلَامًا کے نصب کی حسب ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں -

(۱) یہ بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور اس کا فعل محذوف ہے اِیْ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ سَلَامًا ہم تجھ کو سلام کہتے ہیں -

(۲) سَلَامًا - قَالُوا کا مفعول ہے انہوں نے سلام کہا -

= قَالَ سَلَامٌ - سَلَامٌ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف - تقدیر یہ ہے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ

= لَبِثَ - ماضی واحد مذکر غائب (سَمِعَ) وہ رہا - وہ ٹھہرا رہا - قرآن مجید میں ہے قَالَ کَمْ

لَبِثْتُمْ (۱۱۳:۲۳) خدا تعالیٰ پوچھیکا - تم کتنے برس ہے - مَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ - لفظی ترجمہ ہوگا

وہ نہ ٹھہرا کہ آگیا - یعنی جلدی ہی آگیا -

= حَیْثُ - بریاں - تلا ہوا - بھونا ہوا - حَیْثُ سے بروزن فعیل بمعنی مَفْعُولٌ صفت

مشبہ ہے - جیسے حَیْثُ بمعنی محمود ہے -

= عِجْلٍ - بھڑا - گائے کا بچہ -

۱۱:۴۰ اِیْنِهٖ مِیْنُ هٗ ضَمِیْرٌ وَاحِدٌ مَذْکُورٌ غَائِبٌ کَا مَرْجِعٍ عِجْلٍ

= مَنکُورُهُمْ - اَلْاِنْکَارُ - عِرْفَانٌ کی ضد ہے اس نے نہ پہچانا - اس نے اجنبی خیال کیا -

وہ ان کی طرف سے شبہ میں پڑ گیا - انکار عدم معرفت ہے - لیکن بعض اوقات، انسان جانتے

ہوتے بھی انکار کر دیتا ہے - اسے کذب کہتے ہیں - قرآن مجید میں ہے یَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ

ثُمَّ یُنْکِرُوْنَہَا (۸۳:۱۶) یہ خدا کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر واقف ہو کر انکار کرتے ہیں -

المنکر - ہر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے - یا عقل کو اس کے حسن و قبح

میں توقف ہو - مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو - قرآن مجید میں ہے وَتَأْتُوْنَ

فِیْ نَارِ بَیْکُمُ الْمُنْکَرُ (۲۹:۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو -

= اَوْجَسَ - اس نے محسوس کیا - اِیْجَاسٌ سے جس کے معنی دل میں محسوس کرنے اور

قلب میں پوشیدہ آواز پانے کے ہیں - ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب - وَجَسَ مَادَّةٌ -

أَوْحَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً۔ ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا۔ ایک اور جگہ آیا ہے فَأَوْحَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى (۲۰ : ۶۰) (اس وقت) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ خوف اس بناء پر تھا کہ جب ان نو واردوں نے کھانے میں تامل کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیت پر شبہ ہونے لگا۔ کہ کہیں یہ دشمنی کے ارادے سے تو نہیں آئے۔ کیونکہ عرب میں جب کوئی کسی کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کرتا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا بلکہ قتل و غارت کی نیت سے آیا ہے۔

لیکن بعد کی تفسیر اس کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ اندازِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے تھے کہ یہ فرشتے ہیں اور چونکہ فرشتوں کا علائہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات میں ہی ہوا کرتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف جس بات کا ہوا وہ دراصل یہ تھی کہ کہیں آپ کے گھر والوں سے یا آپ کی بستی کے لوگوں سے یا خود آپ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا جس پر گرفت کے لئے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں اگر بات وہ ہوتی جو بعض مفسرین نے سمجھی ہے تو فرشتے یوں کہتے کہ ڈرو نہیں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہو فرشتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے آپ کا خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ ”ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں“ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فرشتہ ہونا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی جان گئے تھے (تفہیم القرآن)

۱۱: ۷۱ = فَضَحِكْتُ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ۔ حضرت سارہ کے ہنسنے کی دو وجوہ تھیں۔

(۱) جب آپ نے محسوس کیا کہ حضرت ابراہیم کی تشویش دور ہو گئی ہے اور آپ مطمئن ہو گئے ہیں تو خوشی سے ہنس پڑیں۔

(۲) عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ يَعْقُوبَ فَضَحِكْتُ۔ ہم نے جب اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب (علیہما السلام) کی تو وہ فرط مسرت سے ہنس پڑیں۔

۱۱: ۷۲ = يَوَيْلَیْ اَصْلٌ مِّنْ يَّوْئَلٰیكَیْ تھا۔ افسوس یا حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ہی کو الَف سے بدل دیا گیا۔ وَيْلٌ کا لغوی معنی ہلاکت ہے۔ یہاں اس سے مراد اپنے لئے بد دعا کرنا نہیں محض اظہار حیرت و تعجب مقصود ہے۔ عورتیں اکثر اظہار حیرت و تعجب کے موقع پر ایسے کلمات بولتی ہیں ہاں میں مر گئی۔ ہائے میں مرجاؤں۔ یہ بھی ایسا ہی کلمہ ہے۔ یعنی یَا عَجَبًا یَا حَسْرَتًا۔

= عَالِدٌ - عَ برائے استفہام - کیا میں جنوں گی

= عَجُوذٌ - بڑھیا - پیرزن

= بَعْلِي میرا خاوند - بَعْل مضاف - ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ -

= شَيْخٌ بوڑھا - شَيْخٌ جمع -

۱۱: ۳ = كَعَجِبِينَ - تو تعجب کرتی ہے

= حَمِيدٌ - بروزن فعل بمعنی مَفْعُول مَحْمُودٌ صفت مشبہ - ستودہ - تعریف کیا ہوا
سرا ہوا - حَمْدٌ سے -

= مَجِيدٌ - مجد - یجد مَجِيدٌ کے معنی کرم و ثروت اور بزرگی میں وسعت اور بڑائی کے

ہیں - ذات باری تعالیٰ کا اس صفت کے ساتھ متصف ہونا اس کے وسعت فیض اور کثرت

جود کے سبب ہے مَجِيدٌ وسعت کرم کا مالک - وسیع الفضل - کثیر الخیر - رفیع الشان
سب سے بڑھ کر بزرگ -

۱۱: ۴ = الرِّزْعُ - خوف - ڈر - رَاعٌ يَرْزَعُ کا مصدر

= يُجَادِلُنَا - مضارع واحد مذکر - مُجَادَلَةٌ وَجَدَ اللَّهُ - مصدر - باب مناعلة نا ضمیر مفعول جمع متکلم -
وہ ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) جھگڑا کرنے لگا -

۱۱: ۵ = آذَاهُ بروزن فَعَالٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے بہت آہ آہ کرنے والا اپنے گناہوں پر دوسروں

کی غمخواری میں - گڑ گڑا کر کثرت سے دعائیں کرنے والا - رحمدل - کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا

= مُنِيبٌ - اسم فاعل واحد مذکر - اِنَابَةٌ مصدر (باب افعال) تَوْبٌ مادہ - اللہ کی طرف

رجوع کرنے والا - خلوص کے ساتھ توبہ کرنے والا - ہر طرف سے مڑ کر اللہ کی طرف لوٹنے والا -

نَابَ يَنْتَوِبُ (نَصَرَ) کسی چیز کا بار بار لوٹنا - نَوْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے - نَائِبَةٌ وہ مصیبت
جو بار بار لوٹتی ہے -

۱۱: ۶ = اَتِيَهُمْ - ان پر آئیوا لائے - اَتَى (آئیوا لا) مضاف ہُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف

الیہ - اَتَى يَأْتِي سے اسم فاعل -

= غَيْرُ مَرْدُودٍ - مَرْدُودٌ (مَفْعُول) اسم مفعول واحد مذکر - رَدٌّ سے باب نصر - ٹالا جانیوا لا

لوٹایا جانیوا لا - غَيْرُ مَرْدُودٍ جو لوٹایا نہیں جائے گا - جو ٹالا جانیوا لا نہیں -

رَدِّ کیا گیا - شَيْطَانٌ مَرْدُودٌ

۱۱: ۷ = سَيِّئٌ بِهَمْ - سَوَاءٌ سے ماضی مجہول - واحد مذکر غائب - وہ دل گیر ہوا - غمگین ہوا -

== ضَاقٌ - ضِيقٌ سے۔ وسعت کی ضد ہے۔ وہ تنگ ہوا۔

== ذُرْعًا - طاقت۔ گنجائش۔ ہاتھ کی کشادگی۔ الذِّرَاعُ - کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے اخیر تک کا حصہ۔ ہاتھ (لمبائی کی اصطلاح میں) ذِرَاعٌ - جمع۔ ذُرْعَانٌ وَآذُرُوعٌ۔

تفسیر الخازن میں ہے۔ ”ازہری کا بیان ہے کہ: ذُرْعٌ - طاقت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے؛ اور اس کی اصل یوں ہے کہ اونٹ اپنی رفتار میں اگلے قدموں کو پچھلے قدموں کی وسعت کے اعتبار سے بڑھاتا ہے اور جب اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اگلے قدم تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو کر اپنی گردن لمبی کر دیتا ہے۔ پس ضِيقُ الذِّرْعِ عبارت ہے ضِيقُ التَّوَسُّعِ وَالطَّاقَةِ سے پس ضَاقٌ بِهِمْ ذُرْعًا سے معنی ہوئے کہ معاملہ کی خرابی سے رہائی کی صورت کوئی نہ مل سکی۔

علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ: جب انسان کسی مکروہ امر سے مدافعت میں عاجز ہو جائے تو یہ الفاظ دل گرفتگی اور انقباض کے اظہار کے لئے بطور کنایہ بولے جاتے ہیں۔

عربی میں محاورہ ہے ضَاقَ بِكَذَا ذِرَاعِي میں اس سے عاجز ہوں۔ پس ضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا کے معنی ہوئے اس نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بے بس پایا۔

== يَوْمٌ عَصِيبٌ - عَصِيبٌ - سخت۔ بھاری۔ عَصَبٌ سے۔ جس کے معنی سخت کس کر باندھنے اور گھیر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِيلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ يَوْمٌ عَصِيبٌ سخت دن۔ سخت بھاری دن۔

۸: ۷۸ == يُهْرَعُونَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِهْرَاعٌ مصدر اِفْعَالٌ - تیز و دوڑا ہونے مجہول کا صیغہ سرعت اور شدت جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ تیزی اور سرعت حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے جیسے انہیں کوئی بیرونی طاقت مجبور کر رہی ہے اور وہ اٹھے جا رہے ہیں۔

یہ مجبوری کا مفہوم اس آیت میں بھی ہے فَهَمُّ عَلَى اَنْتَاهِمْ يُهْرَعُونَ (۷۸: ۷۹) سو وہ بھی ان کے نقش قدم پر تیزی سے اندھا دھند چل پڑے (یعنی ان کے شوق و رغبت کی یہ شدت تھی کہ انہوں نے دلیل صحیح کی پیروی چھوڑ کر اندھی تقلید شروع کر دی گویا مجبور محض تھے)

نیز ملاحظہ ہو ۷۸: ۱۲۰ (وَالْفِتْنَةُ السَّحَرَةُ سُلَيْمٰنَ بْنِ اَوْرَادٍ وَكَبُرَ اَخْتَارُ سَجْدَةٍ مِّنْ كَرِّهِ) = بَدَنَتِي - میری بیٹیاں - یعنی قوم کی عورتیں۔ (جو پیشتر قوم کے افراد سے شادی شدہ تھیں اور باقاعدہ نکاح میں تھیں) اور جو کہ ایک نبی کے لئے بمنزلہ بیٹیاں ہی ہوتی ہیں۔

= هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ - خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لئے وہ زیادہ پاکیزہ اور بہتر ذریعہ ہیں
= وَلَا تُحْزِنُنِي صَيْفِي - یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔

یہ لفظ خَزَمٌ سے بنا ہے بمعنی رسوائی یا خِزَايَةٌ سے بمعنی حیا۔ مطلب ہوگا مجھے شرمندہ نہ کرو

۱۱: ۷۹ = حَقِّ - حق سے یہاں مراد حاجت، ضرورت، سروکار ہے۔ اِی لَیْسَ لَنَا بِهِمْ
حَاجَةٌ وَلَا لَنَا فِيهِمْ شَهْوَةٌ - یعنی نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی خواہش۔

۱۱: ۸۰ = اِدِیْ - میں بیٹھوں گا۔ میں فروکش ہو جاؤں گا۔ اِدِیْ سے باب ضرب اِدِیْ اِلَی
الْبَيْتِ - گھر میں اترنا۔ ٹھکانہ لیا۔ یا پناہ لی۔ قرآن میں ہے سَاوِیْ اِلَی جَبَلٍ (۱۱: ۲۳) میں
ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔

= دُکُنْ - سہارا۔ کسی چیز کی وہ جانب جس کے سہارے وہ قائم ہوتی ہے۔ استعارہ کے
طور پر زور اور قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا: اے کاش! مجھ کو تمہارے مقابلہ
کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا سراپا ہو سکتا۔

۱۱: ۸۱ = لَنْ يَصِلُوا اِلَيْكَ یہ (لوگ) تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اِی لَنْ يَصِلُوا اِلَيْكَ
بضرور ولا مکروہ - یعنی وہ تمہیں کوئی گزند یا تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔

= اَسْرِ - تورات کو لے کر چل۔ اَسْرَاءُ سے جس کے معنی رات کو لے کر چلنے کے اور رات
کو سفر کرنے کے ہیں۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔

قرآن مجید میں ہے سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرٰی بَعْدَ لَيْلٍ (۱۷: ۱) پاک ہے وہ ذات
جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات۔

= يَقْطَعُ مِنَ اللَّيْلِ - القَطْعُ فِي الْخَوَالِيلِ - رات کے پچھلے حصہ میں وقیل من اَوَّلِ
الْبَلِّ - رات کے پہلے حصہ میں۔

= لَا يَلْتَفِتُ - نہی واحد مذکر غائب۔ اِلْتِفَاتٌ (افتعال) مصدر۔ لَفَتَ مادہ مکرر نہ دیکھے

= اِلَّا اَمْرًا تَكْ - اِلَّا - حرف استثناء اِمْرًا تَكْ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ ہے
اَهْلِكَ - مستثنیٰ منہ - یعنی رات کو اپنے گھروالوں کو لے کر چل پڑو ماسوائے اپنی بیوی کے
(یعنی اس کو نہ لیجانا)

= مُصِيبُهَا - اسم فاعل واحد مذکر - مضاف - هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔
اس کو پالینے والا۔ اس پر پہنچ جانے والا۔ اَصَابَ يُصِيبُ سے۔

= مَوْعِدُهُمْ - مَوْعِدُ اسم ظرف زمان - مضاف - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

ان کے وعدہ کا وقت

۱۱: ۸۲ = سِجِّلٌ - کنکرہ - فارسی سنگ دگل - جو عربی میں آکر سِجِل بن گیا

سِجِّل کا لفظ سَجَل سے بنا ہے بمعنی جاری کرنا۔ دے دینا۔ یعنی ہر پتھر دیا ہوا یا بھیجا ہوا تھا۔
یا سِجِل سے بنا ہے بمعنی لکھا ہوا۔ یعنی اللہ نے پتھروں پر لکھ دیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ سِجِل اصل
میں سَجِن تھا ت کو ل سے بدلا گیا۔ دوزخ کا ایک طبقہ
= مَنُصُودٌ - اسم مفعول - واحد مذکر - تہرتہ۔

نَصَدْتُ الْمَتَاعَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ کے معنی ہیں سامان کو قرینے سے اوپر نیچے رکھنا۔ قرینے
سے رکھے ہوئے سامان کو مَنُصُودٌ یا نَصْدٌ کہتے ہیں۔ جس تخت پر سامان جوڑ کر رکھا جائے اسے بھی
نَصْدٌ کہتے ہیں۔ اس سے استعارۃً فرمایا طَلَعَ نَصْدٌ (۵۰: ۱۰) جن کا گاجا تہرتہ ہوتا ہے۔ یا
طَلَعَ مَنُصُودٌ (۵۶: ۲۹) اور تہرتہ کیلوں۔

۱۱: ۸۳ = مُسَوَّمَةٌ - اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِيْمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر نشان زدہ حِجَارَةٌ
کی صفت ہے۔ سِیمۃٌ - سُوْمۃٌ و سِیمًا - علامت - نشانی۔
= ھے - ضمیر واحد مؤنث غائب حِجَارَةٌ مُسَوَّمَةٌ کی طرف راجع ہے۔
۱۱: ۸۴ = لَا تَنْقُصُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - نَقَصٌ (باب نصر) سے تم مت گھٹاؤ۔ تم مت
کم کرو۔

= اَلْمِکْيَالِ - اسم آلہ مفرد - غلہ کو ماپنے کا پیمانہ - کِیْلٌ - مصدر - (باب ضرب) فَآوَفِ
لَنَا الْکِیْلَ - (۸۸: ۱۲) آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا ماپ غلہ کا دیجئے۔
= اَلْمِیْزَانِ - اسم آلہ وزن کرنے کا آلہ - ترازو - مصدر - وزن کرنا (باب ضرب) جمع مَوَازِیْنِ
= اِنِّیْۤ اَرٰکُمْ بِخَیْرِ - میں دیکھتا ہوں تم بخیر ہو۔

را، یعنی تم صاحب مال و دولت ہو۔ تمہیں ڈنڈی مارنے اور کم ماپنے یا تولنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
۱۲ میں تم کو اچھا بھلا خوشحال پاتا ہوں لہذا تم اپنی مذموم حرکات اور افعال سے یہ خداداد نعمت
زائل مت کرو۔

= یَوْمٌ مُّحِیْطٌ - وہ دن جو مجرم کو ہر طرف سے گھیر کر اسے مجبور اور بے بس کر دے گا۔
عَذَابٌ یَّوْمٌ مُّحِیْطٌ - اس دن کا عذاب جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

روح البیان میں ہے وصف الیوم بالاحاطة والمراد العذاب - مُحِیْطٌ لفظاً یوم کی
صفت ہے لیکن مراد اس سے عذاب ہے یعنی میں ڈرتا ہوں اس دن سے کہ تم پر عذاب مُحِیْط

آجائے۔

۸۵:۱۱ = اَدْنُوا - اِيفَاءٌ لِاَفْعَالٍ، اَدْنَىٰ يُوَفِّي اِيفَاءً رَوْنِي (لَفِيْف مَفْرُوق) فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم پورا کرو۔

= وَلَا تَبْخَسُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم کم نہ دو۔ بَخْسٌ سے باب فتح۔

= وَلَا تَعْتُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو۔

الْعَيْثُ وَالْعَيْثُ - سخت فساد پیدا کرنا۔ جس فساد کا ادراک حتیٰ ہو عَيْثٌ وَعُتُوْا کہلاتا ہے اور جس فساد کا ادراک حکمی ہوا سے عِثٌّ کہتے ہیں۔ عَيْثٌ وَعُتُوْا۔ باب نصر کے مصدر ہیں اور عِثٌّ وَعِثٌّ (باب سجع) کے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے وَلَا تَعْتُوا فِي الدِّفْنِ مُمْسِدِينَ (۱۶۰:۲) اور ملک میں فساد اور انتشار مت پیدا کرو۔

۸۶:۱۱ = بَقِيَّتُ اللّٰهِ - اِی مَا بَقِيَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنَ الْحَلَالِ - حلال کی روزی اللہ جو بچت دیوے۔ (ہو) خیر لکم (مما تاخذونه بالتطقیف) وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس بچت جو تم ڈنڈی مار کر حاصل کرو۔

۸۷:۱۱ = اَصْلَوْتُكَ تَأْمُرُكَ (مخول سے کہتے ہیں کیا) تمہاری نمازیں تمہیں یہی حکم دیتی ہے اَدَانٌ تَفْعَلُ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ - اِی اَدَانٌ نَتْرُكُ فَعَلْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ۔

(کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ الکشاف ذیلی نوٹ نمبر ۳) اِنَّكَ لَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ - الْحَلِيْمُ - بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ الْحَلْمُ جس کے معنی ہیں نفس و طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقع پر بھڑک نہ اُٹھے۔ بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَحْلَمٌ ہے۔ آیت اَمَّا تَأْمُرُهُمْ اَحْلًا هُمْ (۳۲:۵۲) میں بعض کے نزدیک عقلیں مراد ہیں۔ اصل میں حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول کر سبب مراد لے لیا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں اکثر مفسرین نے حَلِيْمٌ کے معنی عقل مند دانا لیا ہے گو بعض نے اس کے اصلی معنوں میں لیا ہے یعنی بردبار۔ تحمل والا۔ جو دوسروں کے گناہ اور غلطیوں کو تحمل کے ساتھ برداشت کرے۔

الرَّشِيْدُ - نیک چال۔ راست باز۔ شائستہ۔ رُشْدٌ سے بروزن فَعِلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ الرَّشْدُ وَالرُّشْدُ - غیُّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے باب نصر۔ سَمِعَ - دونوں سے آتا ہے۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ تحقیق تو بڑا عقلمند اور راستا

دیندار ہے۔ لیکن یہ الفاظ استہزاء کہے گئے ہیں مراد ان کی ان صفات کی ضد ہے یعنی تم تو بڑے احمق اور کج راہ ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم کسی کنجوس مکھی چوس کو کہیں کہ کیا کہنے تمہاری سخاوت کے اگر حاتم طائی بھی تمہیں دیکھ لے تو تمہارے آگے سجدہ میں گر پڑے۔

یاریہ کہ تم تو اچھے بھلے سمجھ دار اور دیندار آدمی ہو تم سے ایسی باتوں کی امید نہ تھی کہ طعن و تشنیع کا نشانہ ہمیں ہی بناؤ۔

یاریہ کہ تم تو ہر بار حلیم الطبع اور راست رو آدمی ہو جو دوسروں کی غلطیاں دیکھ کر تحمل سے کام لیتا ہے لیکن تم ہو کہ ان صفات سے متصف ہوتے ہوئے بھی ہمیں نکتہ چینی کا ہدف بناتے ہو ۸۸:۱۱ = اَرَاَيْتُمْ۔ جب ہمزہ استفہام رَاَیْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رفع میت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اَرَاَيْتَ کے معنی ہوتے ہیں اَخْبَرْنِي لِهَذَا اَرَاَيْتُمْ بمعنی اَخْبَرُوْنِي ہے مہلّا مجھے یہ تو بتاؤ

= مِنْ لَدُنْهِ۔ اپنی (خدا کی) طرف سے

= رِزْقًا حَسَنًا۔ عمدہ روزی۔ رزقِ حلال۔ نجس اور تلخیص سے مُبْتَرَا یا اس سے مراد نبوت در سالت ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی

اَرَاَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ میں جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی اَخْبَرُونِي اِنْ كُنْتُ عَلَىٰ حُجَّةٍ وَاضِحَةٍ وِاقِيْنٍ مِّنْ رَبِّي وَكُنْتُ نَبِيًّا عَلَى الْحَقِيْقَةِ اِلٰى اَنْ لَا اَمْرَكَ بِتَرْكِ عِبَادَةِ الْوُثُوْثِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَعَاصِي مہلّا بتاؤ تو سہی اگر میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیل ہو اور میں سچا نبی منجانب اللہ ہوں تو کیا یہ درست ہوگا کہ میں تمہیں بت پرستی کو ترک کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے نہ کہوں۔

= اُخَالِفْكُمْ۔ مخالفت (باب مفاعلة) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے اور کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہاری مخالفت کروں۔ کہا جاتا ہے خَالَفَنِي فَلَا تَعْنِ كَذَا۔ جب کہ وہ اعراض کر رہا ہو اور تم اس چیز کا قصد کر رہے ہو۔ اور خَالَفَتِي اِلٰی كَذَا۔ جبکہ تم اعراض کرنے والے ہو اور وہ قصد کرنے والا ہو۔

= مَا اَنْتُمْ عَنْهُ۔ جس سے میں تم کو منع کرتا ہوں۔

مَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفْكُمْ اِلٰی مَا اَنْتُمْ عَنْهُ۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس کا خود ارتکاب کروں۔ یعنی جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں تمہیں

راہِ راست کی ترغیب کے کراٹا اس بات کی طرف خود جھک جاؤں۔

== تَوْفِيقِي - مضاف مضاف الیہ - میری توفیق - میری مقدرت - مجھ سے بن آنا - توفیق کا معنی اچھے مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب کا مہیا کر دینا - یعنی میری کامیابی انحصار محض اللہ کی اعانت و تائید پر ہے۔

== اُنْيَبُ - اَنَابَ يَنْبِي (افعال) اِنَابَةٌ - (نَوْبُ مادہ) سے مضارع واحد متکلم - میں رجوع کرتا ہوں - اَلنَّوْبُ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا - ثلاثی مجرد میں باب نصر سے آتا ہے۔

۸۹:۱۱ = لَا يَجْزِي مَتَّكُمُ - فعل نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ تاکید جَزَمَ مصدر باب ضَرَبَ - کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - ہرگز تم کو نہ اکسائے۔

== شِقَاتِي - مضاف مضاف الیہ - میری مخالفت - میری عداوت شِقَاتِي - بمعنی ضد - مخالفت - اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔

== اَنْ يُّصِيبَكُمُ - مبادا کہ پہنچے تمہیں - اَنْ بمعنی کہ۔

يُصِيبُ - واحد مذکر غائب مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً (باب افعال) کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - کہ تم کو مصیبت پہنچے ۹۰:۱۱ = وَدُودٌ - صیغہ مبالغہ - محبت کرنے والا - ثواب دینے والا۔

اَلْوُدُّ کے معنی ہیں کسی چیز سے محبت کرنا اور اس کے ہونے کی تمنا کرنا - دَدَّ يُوَدُّ (سمع) وُدٌّ و مَوَدَّةٌ مصدر۔

۹۱:۱۱ = مَا نَفَقَهُ - مضارع منفی جمع متکلم - ہم نہیں سمجھتے - فِقْهٌ - مصدر - فِقْهَ يَفْقَهُ (سمع) فِقْهٌ۔

اَلْفِقْهُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں اور یہ علم سے اخقص ہے۔ قرآن میں ہے فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا (۷۸:۴) ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات ہی نہیں سمجھ سکتے۔ علم الفقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے۔ فِقْهٌ سمجھ، دانش علم - فِقِيْهٌ - عقل مند - دانشور - عالم دین سمجھ دار۔

== دَهْطَكَ - مضاف مضاف الیہ - تیری برادری - تیرے بھائی بند - دَهْطٌ بمعنی نفر - شخص قبیلہ - برادری - بھائی بند - افراد شخص کے معنوں میں آیا ہے تِسْعَةُ دَهْطٍ يُفْسِدُونَ (۲۷:۱) ۱۷۸ نو آدمی تھے جو ملک میں فساد کرتے تھے۔

برادری - قبیلہ - بھائی بند کے معنوں میں آیت ہذا - اور اس سے اگلی آیت (۹۲:۱۱)

لِقَوْمٍ أَرَاهُطِي اعْتَرَعَلَيْكُمْ دُونَ اللَّهِ۔ اے میری قوم! کیا میری برادری کے لوگ تمہیں (اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور آیت نہ ا کا ترجمہ۔ اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔ رھط خاندان کے ان افراد کو کہتے ہیں جو کسی شخص کی تقویت کا باعث ہوں اور دکھ سکھ میں اس کے قریب ہوں۔

رھط الرجل عشيرته الذی یستند علیہم ویتقوی بہم۔

= وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِزٌّ۔ عزیز کے معنی محبوب۔ غالب۔ عزت والا۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ سبھی ہیں۔ عَزِيزٌ۔ فَعِيلٌ کے وزن پر عَزَّةٌ سے بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی نہ تو تو ہمارا اتنا لاڈلا ہے کہ ہم تیری زیادتیوں کو محبت کی خاطر برداشت کرتے رہیں۔ نہ تو ہم پر اتنا غالب اور اتنا طاقتور ہے کہ ہم اپنی کمزوری کے پیش نظر چپ رہیں۔ اور نہ تو اتنا معزز اور گرامی قدر ہے کہ ہم تیرا لحاظ کریں۔ ہم تو محض تیری برادری کی وجہ سے تیرا لحاظ کر رہے ہیں۔

۱۱: ۹۲ = اَعَزُّ۔ عَزٌّ بمعنی عزت ہے افعِل التفصیل کا صیغہ ہے زیادہ عزت والا۔ زیادہ طاقت ور۔

= عَلَيْكُمْ۔ اِیْ عِنْدَكُمْ۔

= اِتَّخَذُ تَمُوًّا۔ اصل میں اِتَّخَذُ تَمًّا تھا۔ ضمیرہ کے اتصال کی بناء پر واو لایا گیا ہے تم نے اس کو بھیڑایا۔ تم نے اس کو ڈال دیا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

= وَرَاءَكُمْ۔ وَرَاءَ مصدر ہے جس کا معنی آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ اور سوار کے ہیں۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ وَیَكْفُرُونَ بِعَادِ رَآءَہ۔ (۹۱: ۲) اور وہ انکار کرتے ہیں اس سے جو اس کے سوا ہے۔

بَنَدَ فَرِیْقٌ مِّنَ الدِّیْنِ اَوْ تَوَّالِ الْکِتَابِ کِتَابَ اللّٰہِ وَرَآءَ ظُہُورِہُمْ (۱۰۱: ۲) اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کتاب اللہ کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا۔ پھینک مارا۔

آیت نہ ا میں بھی پس پشت ڈالنے۔ ناقابل لحاظ اور ناقابل اعتناء سمجھنے کے معنی میں آیا ہے اور آگے ہونے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَكَانَ وَرَآءَہُمْ مَّلَکٌ یَّاخُذُ کُلَّ سَفِیْنَةٍ غَضْبًا۔

(۷۹: ۱۸) اور ان کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زیر دستی چھین لیتا تھا۔

اوٹ اور آڑ کے معنوں میں آیا ہے اَوْ مِنْ وَرَآءِ جُدُرٍ۔ (۱۴: ۵۹) یاد یواروں کی اوٹ میں۔

= ظُہْرِیًّا۔ بھولا بھرا۔ فراموش شدہ۔ پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا۔

علامہ زمرخشی لکھتے ہیں کہ۔ وَالظُّہْرِیُّ مَنْسُوبٌ اِلَى الظُّہْرِ وَالْکُسْرِ مِنْ تَغْرِیْرِ النَّسَبِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک جگہ سُلْطٰن سے حُجَّت مراد ہے۔

۹۷:۱۱۔ مَلَأْنَاهُ۔ اس کے سرداروں کی جماعت۔ اَلْمَلَأُ اسْمُ جَمْعٍ مَعْرُوفٌ بِاللَّامِ۔ مَلَأْتُ۔ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں ردشنی اور دلوں میں ہدیت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَأُ کہتے ہیں نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۱۱

رَشِيدٌ ہدایت والی راہ۔ درست۔ اور فرعون کی بات کچھ راہ کی بات تو تھی ہی نہیں۔

نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۱۱۔

۹۸:۱۱۔ يَفْقَدُ قَوْمَهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتَدُوْمُ مصدر باب نصر۔ وہ پیشوائی کریگا وہ آگے آگے ہو گا۔ اپنی قوم سے۔

اَدْرَدَهُمْ۔ اَدْرَدَ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پہنچایا۔ وہ لے آیا۔ اس نے لاڈالا۔ اِنْوَادُ کے اصل معنی گھاٹ پر لانے کے ہیں مگر بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو لاڈالے گا آتش (جہنم) میں۔

الْوَرْدُ۔ اسم۔ اترنے کی جگہ۔ وارد ہونے کی جگہ۔ پانی کا گھاٹ۔ یا گھاٹ کا پانی۔ پانی کا حصہ اس کا مصدر وُرِدُ دُرْدُ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تلاش میں جانا۔ قصد کرنا۔ پھر ہر جگہ کا قصد کرنے پر بولا جاتا ہے اور پانی پر پہنچنے والے کو وَاْرِدٌ کہتے ہیں اور اس کو بھی کہتے ہیں جو قافلے کے آگے جا کر پانی کی تلاش کرتا ہے اور مہتیا کرتا ہے جیسے قرآن میں ہے فَادْرَسُوْا اِدْرَدَهُمْ (۱۲:۱۹) اور انہوں نے پانی کے لئے اپنا سقہ بھیجا۔

اَلْمَوْرُوْدُ۔ وَرْدٌ کی صفت ہے مفعول کے وزن پر۔ یعنی وارد ہونے کی جگہ۔ جس جگہ کار پانی کے لئے، قصد کیا گیا ہو۔ وَرْدُ الْمَوْرُوْدِ۔ پانی کا وہ حصہ یا جگہ جسے قصد تلاش کر کے حاصل کیا گیا ہو۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

فالورد نصيب من الماء والمورد صفة والمخصوص بالذم محذوف وهو النار۔ ورد کا معنی ہے پانی کا حصہ۔ یہ موصوف ہے اور المورود اس کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ اور وہ النار (آتش جہنم ہے) وِرْد اور مودرد دونوں مل کر بیٹس کے فاعل ہیں

کچھ بچت بھی نہ کر سکے۔

= لَمَّا - جب۔

= تَكْثِيفٌ - خسارہ میں رہنا۔ گھانا میں رہنا۔ تباہ و برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔ خسارہ۔ تباہی و بربادی ہلاکت۔ النَّبْتُ وَالتَّبَابُ (ضرب) کے معنی مسلسل خسارہ میں رہنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ يَدَا آدَمَ لَهَبٍ (۱:۱۱۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ (یعنی وہ ہمیشہ خسارے میں رہے ۱۱:۱۰۳ = فِي ذَلِكَ میں اشارہ ان امتوں کے قصوں کی طرف ہے۔ جو اپنی نافرمانی اور عصیان کی وجہ سے برباد ہو گئیں اور جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اور ذَلِكَ يَوْمٌ میں اشارہ یوم القیامۃ کی طرف ہے۔

= لَهُ۔ اس (دن) میں مَجْمُوعٌ لِّهِنَّ النَّاسُ اس دن (روز قیامت) کُلُّ انسان جمع کئے جائیں گے۔

= مَشْهُودٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حاضر کیا گیا۔

الْمَشْهُودُ وَالشَّهَادَةُ کے معنی کسی چیز کے مشاہدہ کرنے کے ہیں خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۱۲:۵۹) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ لیکن ادلیٰ یہ ہے کہ مَشْهُودٌ کے معنی صرف حاضر ہونا ہوں اور شَّهَادَةُ میں حاضر ہونے کے ساتھ مشاہدہ کا بھی اعتبار کیا جائے۔

یہاں مَشْهُودٌ بمعنی مَشْهُودٌ فِيهِ ہے (جب کہ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمٌ کے لئے ہے) یعنی وہ دن جب تمام انسان حاضر کئے جائیں گے۔

۱۰۴:۱۱ = وَمَا تُؤَخِّرُونَ۔ ہم نے اس (یوم قیامت) کو ملتوی نہیں کر رکھا إِلَّا (مگر) لَا جَلَّ مَعْدُودٌ۔ ایک وعدہ کے لئے جو مقرر شدہ ہے۔

۱۰۵:۱۱ = يَوْمَ - اِی اُذْکُرْ یَوْمَ۔ یعنی بوجہ اُذْکُرْ منصوب ہے،

= یَا تِ - مضارع واحد مذکر غائب اِتَّيَانٌ مصدر۔ (باب ضَرْبِ) اصل میں یَا تِ تھا۔ مقام شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا۔ فعل لازم ہے اگر اس کے بعد مفعول پر بآ آئے تو فعل متعدی ہوتا ہے،

یَا تِ کا فاعل کون ہے؟ اس کے متعلق صاحب الکشاف لکھتے ہیں :-

فَإِنْ قُلْتَ فَاعِلٌ یَا تِ مَا هُوَ؟ قُلْتُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ اس صورت میں یَوْمَ یَا تِ کا ترجمہ ہوگا۔ (یاد کرو وہ) دن جب اللہ تعالیٰ جملہ افراد پر ہوگا۔

اور مدارک التنزیل میں ہے۔

فاعِل یَاْت ضَمِیرُ یُوجِع الی قولہ یومِ مَجْمُوع لہ النَّاسُ۔ یعنی اس فعل کا فاعِل وہ دن ہے جس دن تمام انسان جمع کئے جائیں گے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
(یاد کرو وہ) دن جب حشر کا دن آئے گا۔

== لَا تَكَلَّمُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ نہیں بولے گی۔ وہ بات نہیں کرے گی۔
تَكَلَّمُ (تَفَعَّلُ) سے۔ اصل میں تَتَكَلَّمُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی (کوئی شخص بول نہ سکیگا)
== إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ (۳۸: ۷۸) کوئی نہ بول سکیگا بجز اس کے کہ جس کو خدا نے رَحْمَنِ اجازت دے۔

= فَمِنْهُمْ۔ مِنْ تَبْعِیْیَہ ہے۔ یعنی ان میں سے بعض۔ مِنْ جَار۔ هُمْ ضَمِیرُ جمع مذکر غائب النَّاسُ کے لئے جو مَجْمُوعٌ لَہُ النَّاسُ میں مذکور ہے۔ یعنی اہل عشر۔ مجرور۔ جار مجرور مل کر خبر مقدم شَقِیُّ۔ مبتدأ فَمِنْهُمْ شَقِیُّ۔ ان میں سے بعض شقی ہوں گے۔

= شَقِیُّ۔ شَقَاةٌ سے بردن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع أَشْقِیَاءُ ہے
الشَّقَاةُ بدبختی۔ یہ سعادت کی ضد ہے۔ شَقِیٌّ (سَمِعَ) شَقْوَةٌ وَشَقَاةٌ وَشَقَاءٌ کے
معنی بدبخت ہونے کے ہیں۔ غَلَبَتْ عَلَيْنَا شَقْوَتُنَا (۱۰۶: ۲۳) ہم پر ہماری بدبختی
غالب ہے ہو گئی۔ یہاں آیت ہذا میں شَقِیُّ سے مراد الذی وجبت لہ النار لاساءتہ
جس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم اس پر واجب ہو گئی۔ اسی طرح السعید الذی
وجبت لہ الجنة لاحسانہ۔ سعید وہ جس پر اس کے نیک اعمال کے سبب جنت
واجب ہو گئی۔ خوش نصیب۔ خوش بخت۔ نرا دار جنت
۱۰۶: ۱۱ = شَقُّوا۔ شَقَاةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ بدبخت ہوئے۔

= فِیہَا۔ اِی فِی النَّار۔

= زَفِيرٌ۔ چلانا۔ زَفَذَ یُزْفِرُ۔ (ضَرْبٌ) کا مصدر ہے۔ زَفِيرٌ اور شَهِیقٌ دونوں گدھے
کی آوازیں ہیں۔ قَالَ الضحاک والمقاتل والفراء الزفیر اول شهیق الحمار والشهیق
اخوہ۔ زفر گدھے کی شروع کی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری آواز ہے۔
الحازن بغدادی لکھتے ہیں :-

الزفیر تردد النفس فی الصدر حتی تنفخ منه الضلوع والشهیق

رَدَّ النَّفْسَ إِلَى الصَّدْرِ - زفير سانس کا سینہ میں اندر باہر آنا جانا ہے۔ (اس شدت سے کہ پسلیاں اس سے پھولنے لگیں۔ اور شہیق سانس کا سینہ کے اندر لے جانا ہے۔
 رَوَّالِ زَفِيرٍ مَذْذَا وَخَرَجَهُ مِنَ الصَّدْرِ (اور زفير سانس کو کھینچ کر سینہ سے باہر نکالنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل دوزخ طرح طرح کی دردناک آوازوں میں چیختے چلاتے رہیں گے۔
 = شَهِيْقٌ - دھاڑنا۔ چلانا۔ مصدر ہے۔ شَهَقَ يَشْهُقُ (مضرب) گدھے کا آواز نکالنا۔ نیز باب سَمِعَ اور فَتَحَ سے بھی آتا ہے۔

۱۰۷: ۱۱ = فَعَّالٌ - صیغہ مبالغہ فاعل سے۔ زبردست کام کرنے والا۔ خود مختاری سے کرنے والا
 ۱۰۸: ۱۱ = سَعِدُوا - سَعَدٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نیک بخت بنائے گئے۔ (باب فَتَحَ) سَعَدٌ (باب فَتَحَ) کے معنی نیک بخت کرنا۔ میں اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آیتِ نذا سے استدلال کرتے ہوئے ان معنوں کو جائز رکھا ہے لیکن محققین اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ ان معنی میں عرب کا محاورہ اسْعَدَكَ اللهُ (اللہ اس کو نیک بخت کرے) ہے۔ اور یہ کہ سَعَادَةٌ - شَقَاوَةٌ کی طرح لازم ہے۔

سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ لغت قیاس سے خارج ہے۔ یا یہ باب فَعَّلَ فَعْلَتُهُ سے ہوگی یعنی لازم بھی اور متعدی بھی۔ جیسے کہ غَاخٌ وہ گھٹ گیا۔ اور غَضَّتُهُ میں نے اس کو گھٹا دیا۔ اسی طرح سَعَدَ وہ نیک بخت ہوا۔ اور سَعَدْتُہ میں نے اس کو نیک بخت کیا۔
 لیکن لغت الفرائد الدرر اور لغت المنجد میں سَعَدَ (باب سَمِعَ) اور سَعِدَ کا مصدر سَعَادَةٌ لکھا ہے۔ بمعنی نیک بخت ہونا۔ خوش نصیب ہونا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ وَذَكَرَ انَ الْفَوَاءَ حَكِي انَ هَذَا يَلَا تَقُولُ : سَعَدَ اللهُ بِمَعْنَى اسْعَدَا - یعنی قبیلہ نہیل کے لوگ سَعَدَ کو بمعنی اسْعَدَ بولتے ہیں یعنی بطور فعل متعدی لیتے ہیں۔

پس سَعِدُوا (بصورت فعل مجہول) کے معنی ہوں گے۔ وہ نیک بخت بنائے گئے۔ بصورت فعل لازم۔ جو نیک بخت ہیں۔

= عَطَاءٌ - عطار۔ بخشش۔ عطیہ۔ انعام۔ صلہ۔ اس کی جمع اَعْطِيَةٌ اور اَعْطِيَاتٌ ہے۔
 عَطَاءٌ اِعْطَاءٌ سے اسم ہے اس کی اصل عطاءً تھی (کیونکہ اس کا مادہ عَطُوٌّ ہے) مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب الف کے بعد واو اور یا آتے ہیں تو ان کو ہمزہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے رِذَاً سے رِذَاءٌ۔

عَطَاءٌ یہاں بطور مصدر استعمال ہوا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَعْطُوا عَطَاءً اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= غَيْرَ مَجْدُوذٍ - مَجْدُوذٍ - اسم مفعول واحد مذکر - جَذُّ مصدر - باب نصر - منقطع - غَيْرَ مَجْدُوذٍ غیر منقطع - دوائی - لازوال -

الْجَذُّ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ اور پتھر یا سونے کے ریزوں کو جذاذ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے فَجَعَلَهُمْ جُنُودًا (۱۵۸:۲۱) پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

۱۱:۱۰ = فَلَا تَكُ تَوَسِّتُ ہو۔ کَوْنُ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَكُ اصل میں تَكُونُ تھا۔ لا نہی کے عمل سے واو حرف علت حذف ہو گیا اور نون کو خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔

= مِوِيَّةٌ - الْمِوِيَّةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردد کرنے کے ہیں۔ اور یہ شَكٌّ سے خاص ہوتا ہے فَلَا تَكُ فِي مِوِيَّةٍ مِمَّا يَبْعُدُ هَوًى لَاءٍ - سو یہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلیجان میں نہ پڑنا۔ یعنی مذہب شرک شک و تذبذب کا مستحق نہیں صاف صاف قطعی انکار کے قابل ہے

= لَمَوْفُوهُمْ - لام تاکید کے لئے ہے مَوْفُواً اسم فاعل جمع مذکر۔ كَوْفِيَّةٌ (تفعیل) مصدر وَفَى مَادَهُ - اصل میں مَوْفِيُونَ تھا۔

= غَيْرَ مَنقُوصٍ - منقوص - اسم مفعول واحد مذکر۔ نَقَصُ مصدر - (باب نصر) کم کیا ہوا غَيْرَ مَنقُوصٍ - پورا پورا - بلا کم و کاست۔

نَقَصُ نَقْصًا - تَنَقَّصُ مصدر - باب نصر - کم ہونا - کم کرنا - (لازم و متعدی)

۱۱:۱۰ = لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ - اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی بات طے نہ ہو چکی ہوتی۔ اس میں کلمۃ اللہ سے اس حکم ازلی کی طرف اشارہ ہے جس کی حکمت الہی مقتضی تھی اور یہ کہ کلمات الہیہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ان میں تغیر کی گنجائش ہوتی ہے دوسری جگہ آیا ہے۔ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ (۱۴:۴۲) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک وقت مقررہ تک کے لئے یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

یہاں کلمہ کا اشارہ عذاب الہی کی طرف ہے جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے کہ منکرین کو

آخرت میں دیا جائے گا۔

= لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو ان کے درمیان معاملہ چکا دیا گیا ہوتا۔

یعنی ان کو اسی دنیا میں عذاب دیدیا گیا ہوتا۔

= شَكَّ مُرِيبٌ۔ موصوف و صفت۔ ایسا شک کہ جس میں بچپنی اور خلجان ہو مُرِيبٌ

اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اِذَايَةٌ (باب افعال) سے ہے رَيبٌ مادہ۔ بے چین کرنے والا۔

متردد بنادینے والا۔

۱۱: ۱۱ = كَلَّا۔ تمام۔ سارے۔ ہر ایک۔ كَلَّا کا نصب بوجہ عمل اِنَّ اور تنوین بعوض

مضاف الیہ ہے۔ اِی ان كل المختلفين المؤمنين الكافرين۔

= كَلَّا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ (۱) یہ اصل میں لَمَّا مَّا تھا۔ نون کو میم سے بدلا گیا۔ لَمَّا ہو گیا تین میم جمع ہو گئے

پہلے میم کو حذف کیا گیا۔ لَمَّا ہو گیا۔

(۲) یہ لَمَّا سے لَمَّا يَلُمُّ (باب نصر) لَمَّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا۔ تنوین کے عوض

تخفیف کے لئے الف آگیا۔ لَمَّا ہو گیا۔ اس صورت میں معنی ہوگا۔ اِنَّ كَلَّا جَمِيعًا۔

(ب) لَمَّا میں لام لام قسم ہے۔ مَا زائدہ ہے لَيُؤَقِنَنَّہُمْ۔ جواب قسم۔ اور تقدیر کلام یوں

وَ اِنَّ جَمِيعَهُمْ وَاللّٰهُ لَيُؤَقِنَنَّہُمْ۔ خدا کی قسم ہے وہ ان سب کو ضرور پورا پورا معاوضہ دیگا

پس صدیقین کو ان کی تصدیق و یقین کا بدلہ جنت ملیگا۔ اور مکذبین کو اُن کی تکذیب کے

بدلہ میں جہنم ملیگی۔

ج۔ اکثر قرآن نے لَمَّا کو مخفف پڑھا ہے۔ اِنَّ مخفف پڑھا جائے تو اِنَّ نافیہ اور لَمَّا تشدید

میم کے ساتھ استثنائیہ ہوگا۔ نہیں ہے کوئی مگر تیرا رب اس کے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔

= لَيُؤَقِنَنَّہُمْ۔ میں لام برائے تاکید۔ يُؤَقِنَنَّ مَضَارِعٌ واحد مذکر غائب میں ن تَقِيلُ

برائے تاکید۔ وَفِي يُؤَقِنَنَّ تَوْفِيَّةً (تفعیل) سے وَفِي مادہ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

وہ ضرور ہی ان کو پورا پورا دے گا۔

۱۱: ۱۱ = فَاسْتَقَمُّ۔ ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یوں ہے لَمَّا

بآیت امر المختلفین فاستقم کما اُمِرْتَ۔ جب ہر دو امر (حق و باطل) بین طور پر واضح ہو گئے

ہیں تو ہمارے حکم کے مطابق (حق پر) قائم ہو جاؤ۔

اِسْتَقَمُّ۔ تو قائم رہ۔ تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتَقَامَةٌ سے باب افعال سے امر واحد مذکر حاضر

ۛ اُمِرْتُ - اَمْرُؤَ سے - ماضی مجہول واحد مذکر حاضر - کَمَا اُمِرْتُ جیسا تجھے حکم دیا گیا۔
= وَمَنْ تَابَ مَعَكَ - اور جو تائب ہو کر تیرے ہمراہ ہو گئے ہیں۔

وَحَرْفِ عَطْفٍ تَابَ مَعَكَ كَا عَطْفِ اسْتَقِمَّ عَلَيْهِ اِی فَاَسْتَقَمَّ اَنْتَ وَلِیَسْتَقِمَّ مِنْ
تَابَ مِنْ الْکُفْرِ وَرَجَعَ اِلَى اللّٰهِ مُخْلِصًا۔ یعنی تُو ثابت قدم رہ اور وہ لوگ بھی ثابت قدم
رہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کر کے خالص اللہ کی طرف رجوع کیا (اور آپ کے ہمراہ ہیں)
== لَا تَطْغَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم سرکشی نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ طُغْيَانٌ مصدر طَغَا
يَطْغُوْا۔ (باب نصر) طُغُوْا۔ طُغُوْا نَا۔ طُغْيَانًا۔ حد سے گزرنا۔ طَغِيَ يَطْغِي (باب سَمِعَ)
طُغْيًا وَ طُغْيَانًا۔ ظلم و نافرمانی میں حد سے گزر جانا۔

۱۱:۳۱ = لَا تَرْكُؤُوا فَعْلَ نَهَى جَمْعَ مَذْكَرِ حَاضِرٍ تَمْ مَتَّ حَبَّوْ تَمْ مَتَّ مَائِلٌ هُوَ۔

رَكِبَ يَزْكُنُ (سَمِعَ) سے رُكُونُ سے مادہ رُكُنُ (باب نَصَرَ) سے بھی آتا ہے رُكُونُ
..... اِیْہِ کسی کی طرف مائل ہونا۔ جھکنا۔ کسی پر بھروسہ کرنا۔ آرام لینا۔ سہارا لینا۔ اسی سورۃ میں
آیہ لَوَاتَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ اِذَا وُيْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيدٍ۔ (۱۱: ۸۰) اے کاش مجھ میں تمہارے
مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑتا۔

== فَتَمَسَّكَ النَّارُ۔ ف جواب نہیں میں واقع ہے۔ یعنی ایسا مت کرو ورنہ مَسَّكُمْ
مَسَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو پہنچے گی۔ تم کو چھوئے گی۔
مَسَّ يَمَسُّ (باب نصر) مَسَّ۔ مصدر۔

== وَمَالَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ - یہ جملہ فتمسکُمُ النَّارُ کا حال ہے۔ اور حالت یہ ہوگی کہ اس وقت جب تمہیں آگ آچھوئے گی تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔
== ثُمَّ لَا تَنْصَرُونَ - پھر تمہاری مدد بھی نہ کیجائے گی۔

۱۱۴۔ = طَرَفِ النَّهَارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ طَرَفِ اَصْلِ میں طَرَفِیْن تھا اضافت کی وجہ سے نوں گر گیا۔ طَرَفٌ سے تثنیہ۔ دن کے دونوں کناے۔

== زُلْفًا۔ زُلْفَةً کی جمع بحالت نصب۔ بمعنی ساعت۔ منزلت۔ قربت۔ پاس۔ قریب
زُلْفًا مِنَ اللَّیْلِ۔ اور رات کی ساعتوں میں۔

= دِکُویٰ - نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پسند۔ مو عظمت
 (باب نصر) سے مصدر۔ کثرتِ ذکر کے لئے دِکُویٰ بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ
 ۱۱۶: ۱۱ = فَلَؤْلَا - لَوْلَا کا استعمال دو طرح پر ہے۔ ایک شے کے پائے جانے سے

دوسری نئے کا متنع ہونا۔ اس کی خبر ہمیشہ محذوف ہوتی ہے۔ اور لَوْلَا کا جواب قائم مقام خبر کے ہوتا ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۴: ۳۱) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ یہ اکثر هَلَّا کے معنی میں آتا ہے اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے مثلاً لَوْلَا اَدْ سَلَّتْ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (۲۰: ۱۳۴) تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ نیز آیت ہذا میں فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تو کیوں نہ ہوئے تمہارے سے قبل کی امتوں میں سے (ایسے زیرک۔ سمجھدار لوگ)۔

= اَدُوْا اِلَیْهِ (ولے) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اَدُوْا۔ اور بحالت نصب وجر اَدِیْ۔ اِلَیْهِ۔ بمعنی بھیجی ہوئی چیز۔ باقیماندہ۔ باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِیْلَةٌ بَقَاءً سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اَدُوْا اِلَیْهِ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے باقی ہے یا اس مراد ارباب فضل ہیں۔ فضل کو بقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے میں سے سب سے اچھی چیز کو باقی رکھنے کا خواہشمند ہے۔ اسی لئے عربی میں فَلَانٌ مِنْ بَقِیَّةِ الْقَوْمِ اس آدمی کے لئے بولتے ہیں جو قوم میں صاحب فضل ہو یا صاحب عقل و رائے ہو۔ سب سے عمدہ ہو۔

= اِلَّا قَلِيْلًا ما سوائے چند آدمیوں کے (جن کو ہم نے نجات دی) یعنی ان قدیم امتوں میں سے چند ایک ہی ایسے تھے جو دوسروں کو فساد فی الارض سے روکتے رہے اور خود بھی بچے رہتے اور انہیں ہم نے عذاب کی گرفت سے بچالیا۔ مِنْهُمْ۔ ان قدیم امتوں میں سے۔

= اِتَّبَعَ۔ اس نے اتباع کیا۔ پیروی کی۔ پیچھے پڑے ہے۔ اِتَّبَاعُ (افتعال) سے تَبَعَ مَاؤُہ = مَا اُتْرِفُوا نِیْہ۔ یہ جملہ اِتَّبَعَ کا مفعول ہے۔ یعنی وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے ہے۔

اُتْرِفُوا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب وہ آرام دیئے گئے۔ وہ ناز و نعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ سے تَرَفٌ مادہ۔

اَلْاُتْرَفَةُ عِش و عشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فَلَانٌ فَهُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرت دولت کی وجہ سے بدمست ہے قرآن مجید میں ہے وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیْوةِ الدُّنْیَا (۳۳: ۲۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= یُفْلِکَ۔ میں لام نفی کی تاکید کے لئے ہے

= یُظْلِمُ۔ اگر ظلم کو مفعول کا حال یا جائے تو معنی ہوں گے آپ کا پروردگار ایسا نہیں کہ لبتیوں کو ہلاک کر دے (محض) ان کی زیادتیوں (یا کفر و شرک) کے باعث درآں حالیکہ ان کے رہنے والے

صلح و آشتی میں لگے ہوئے ہوں۔

اور اگر ظلم کو فاعل کا حال لیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کر دے جب کہ ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔

= دَاٰهْلُهَا۔ میں واو حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ۔

۱۱۸:۱۱ = لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ۔ لیکن وہ اختلاف کرنے والے ہمیشہ ہی رہیں گے۔

(اس سے پہلے عبارت محذوف ہے۔ جو بدیں مطلب ہے۔ لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اس

ایسا نہ چاہا اب حقیقت یہ ہے کہ وہ لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ الخ

= دَلِيْلَكَ خَلَقَهُمْ اور اسی لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں

”اس جملہ کا تعلق آیت کے کس حصہ کے ساتھ ہے؟ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس کا تعلق اِلَّا

مَا رَحِمَ رَبُّكَ کے ساتھ ہے یعنی انسان کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

بہرہ ور ہوتا ہے اور ہمیشہ ہدایت کی راہ پر گامزن ہے۔ فقال ابن عباس و مجاهد وقتادة

وضعاك و لرحمته خلقهم۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا تعلق اختلاف سے ہے یعنی انسان کو

اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی راہ اختیار کرے۔ اسے کسی ایک راہ پر چلنے کے لئے

مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ قال الحسن والمقاتل وعطاء۔ ايماء الاشارة للاختلاف اى للاختلاف

خلقهم۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ ذَلِيْلَكَ کا متنازلہ اختلاف اور رحمت دونوں ہیں اور واحد

اسم اشارہ کا متنازلہ دو متضاد چیزیں ہوتی رہتی ہیں، جیسے قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ

فَلْيَفْرَحُوا۔ (۵۸:۱۰) آپ فرمادیجئے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے

پس چاہئے کہ وہ اس پر خوشی منائیں۔

علامہ قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذَلِيْلَكَ (واحد) کو واحد ثنیتہ اور جمع سب کے

لئے استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اب آیت کا مطلب ہوگا کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لئے پیدا کیا

اور اہل رحمت کو رحمت کے لئے پیدا کیا گیا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں هَذَا احسن الاقوال انشاء الله

یہ توجیہ سب سے بہتر ہے۔“

۱۱۹:۱۱ = لَا مَدَنٍ۔ مضارع دامنہ متکلم لام تاکید اور نون ثقیلہ برائے تاکید۔ میں ضرور ضرور

بھر دوں گا (جہنم کو)

۱۲۰:۱۱ = كَلَّا۔ اى كل نبأ۔ یہ تمام خبریں۔ قصے۔ تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض ہے

اور نصب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے ہے نَقْصُ عَلَیْكَ کا۔ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مضاف الیہ

محذوف کی صفت ہے مِنْ تَبَعِيَّةٍ ہے یا بیانیہ ہے۔

= مَا نُنَبِّئُ بِهِ قُرْآنًا مَكِّيًّا - عَلَّاسٌ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْعَيْنِ (روح المعانی)
= فِي هَذِهِ مِنْ ۶ ضمیر واحد مذکر غائب ان قصوں کے لئے ہے جو اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔

= مَوْعِظَةً - پند و نصیحت - ذِکْرًا - یاد دہانی - دونوں کا الْحَقُّ پر عطف ہے۔
۱۲:۱۱ = عَلَى مَكَانَتِكُمْ - اپنی حد امکان تک - ملاحظہ ہو (۱۱:۹۳)
= إِنَّا عَامِلُونَ - اے انا عاملون علی مَکَانَتِنَا۔

(۱۲) سُورَةُ يُوسُفَ (۵۳)

۱۲:۱ = اَلرَّا - الف لام را - حروف مقطعات ہیں - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲:۱)
= تِلْكَ - اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث - اصل میں اسم اشارہ تِی ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے اور لَ حرف خطاب ہے - جس کی حسب احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے - یہاں مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں ہیں۔
= اَلْكِتَابِ الْمُبِينِ - موصوف صفت - واضح کتاب -

۱۲:۲ = اَلْزُلْفَى - میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے - بمقام قرآن
= قُرْآنًا - مادہ قَرَّءَ - اَلْقَرَأَ کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے - اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے مثلاً لفظ مائدہ کہ دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے - لہذا قَرَّءَ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذَاتُ قَرَوٍ نہیں کہا جاتا۔ اور ایسے ہی حالت جسے متواتر خون آرہا ہو اس کو بھی ذَاتُ قَرَوٍ نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ يَتَزَوَّجْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (۲۲۸:۲) تین حیض تک اپنے تئیں رو کے رکھیں، میں ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ کے معنی تین مرتبہ حالت طہرے حالت حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل افت کا قول ہے کہ قَرَوٍ کا لفظ قَرَوٍ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ تو انہوں نے زمانہ طہر اور زمانہ حیض کو جمع کرنے کے معنی کا اعتبار کیا ہے

الْقِرَاءَةُ کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قَرَاتٌ نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ عام ہر چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہذا أَجْمَعُ الْقَوْمِ کی بجائے قَرَأْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے۔

الْقُرْآنُ اصل میں کُفْرَانٌ اور رُجْحَانٌ کی طرح مصدر ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ کسی نے قَرَوٍ کا معنی جمع کرنا لیا ہے قرآن سابقہ کتب الہیہ کا حاصل اور مجموعہ ہے۔ راغب نے کہا ہے کہ قرآن تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ سورتوں کا مجموعہ ہے۔

بہر حال سب نے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کرنے میں جمع کا مفہوم پیش نظر رکھا ہے

پروفیسر عبدالرؤف نے کہا ہے کہ یہ وجہ تسمیہ غلط ہے۔ قرآن کا نام سب سے پہلے سورۃ مزمل میں آیا ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسری سورۃ ہے اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا اور نہ کتب سابقہ کا پخوڑ اور خلاصہ۔ بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرأت و تلاوت ہے آیت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (۱۷:۵) سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرأت قرآن الگ چیز ہے۔

اور اگلی آیت فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (۱۸:۵) جب ہم اسے پڑھیں (یعنی جب ہمارا فرشتہ تمہیں وحی سنائے) تو اس کی قرأت کا اتباع کرتے رہئے۔ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بمعنی قرأت یا پڑھنا ہے۔

اگرچہ قرآن کے لغوی معنی متذکرہ بالا ہیں لیکن عرف عام میں یہ اللہ کی اس کتاب کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

عَرَبِيًّا۔ عَرَبِيٌّ جو عرب کی طرف منسوب ہو۔ یا یائے نسبتی ہے عَرَبِيٌّ عرب کا باشندہ یا عرب کی زبان۔ الْعَرَبُ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ الْأَعْرَابُ عَرَبِ کی جمع

مگر یہ لفظ بادیہ نشین لوگوں کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا (۱۳: ۴۹) بادیہ نشین نے آکر کہا کہ ہم ایمان لے آئے۔ الْأَعْرَابُ اَعْرَابٌ کا واحد ہے۔
 الْأَعْرَابُ۔ کسی بات کو واضح کر دینا۔ اس سے اَلْعَرَبِيُّ۔ فصیح۔ وضاحت سے بیان کرنے والا۔ یا واضح اور فصیح کلام۔ اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِهِ اس نے بات کو واضح بیان کر دیا۔ قرآن حکیم میں آیا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ (۱۹۵: ۲۶) صاف عربی زبان میں۔
 لہذا قرآنًا عَرَبِيًّا (آیہ ہذا) قرآن واضح اور فصیح (عربی) زبان میں۔ اس کے نصب کی سند ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) قُرْآنًا بدل ہے اَنْزَلْنَاهُ کی ضمیر کا اور عَرَبِيًّا اس کی صفت ہے (روح المعانی)
 (۲) قُرْآنًا حال ہے ضمیر مفعول ک (اَنْزَلْنَاهُ) کا عَرَبِيًّا تمہید و تاکید حال ہے (" ")
 (۳) عَرَبِيًّا ضمیر کا حال ہے اور قُرْآنًا بطور تمہید و تاکید حال ہے (صیار القرآن بحوالہ قرطبی)
 ۱۱: ۳ = بِمَاءٍ۔ اس کے ذریعہ سے

= اِنْ كُنْتَ۔ میں اِنْ مُخَفَّفَةً اِنْ (ثقیلہ) سے ہے۔ اس کو اِنْ نافیہ سے فرق کرنے کے لئے لام فارقہ لایا گیا ہے۔

= اَلْغَافِلِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بے خبر۔ لاعلم۔ غافل

۱۲: ۴ = اِذْ قَالَ يُوسُفُ۔ احسن القصص سے بدل اشتمال ہے

= يُوسُفُ۔ بوجہ معرفہ اور عجم کے غیر منصرف ہے۔ عبرانی لفظ ہے۔

= يَا اَبَتَ۔ یا حرف ندا۔ اَبَتَ میں تائے تانیث۔ یاے اضافت کے عوض لائے ہیں یا اِجِی سے یا اَبَتَ ہو گیا۔

= رَأَيْتُهُمْ۔ میں نے ان کو دیکھا۔ رَأَيْتُ ماضی واحد متکلم۔

رَأَيْتُ۔ دُرُیۃ سے بھی ہو سکتا ہے اور رُویا سے بھی۔ لیکن اگلی ہی آیت میں لفظ رُویاک صریحاً ظاہر کرتا ہے کہ یہ رُویا سے ہے۔ جس کے معنی ہیں خواب میں دیکھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔ رَأَيْتُهُمْ میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔

۱۲: ۵ = يٰلَيِّنٰی۔ یا حرف ندا۔ بُنٰی۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہے۔ مضاف یٰ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث یٰ کو یٰ میں مدغم کیا گیا۔ بُنٰی میں تصغیر تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شفقت اور محبت کے لئے ہے اور نخوی اسے تصغیر المحبیب کہتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے۔

= فَيَكِيدُوْا۔ ف سببیہ ہے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ يَكِيدُوْا مضارع منصوب

بوجہ فار سببیت یا جواب نہی میں بوجہ اضممار ان (اضمار مضمّر۔ پوشیدہ محذوف) مثالی لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا۔
حَادَّ يَكْنِدُ كَيْدًا (باب صَرَبَ) خفیہ تدبیر کرتا۔ فَيَكْنِدُ ذَا لَكَ كَيْدًا۔ ورنہ وہ تیرے خلاف
کوئی پال ضرور چلیں گے۔

۱۲: ۶ = كَذَلِكَ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذ اسم اشارہ ل علامت اشارہ بعید۔ آخری کاف حرف
خطاب (واحد مذکر) ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ ای مثل ذلک الاجتباء
= يَجْتَنِبُكَ۔ مضارع واحد مذکر غائب اجْتَبَأَ اِفْتَعَالَ۔ سے مصدر۔ جَبَّئِي مادہ ك ضمیر مفعول
واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ کو منتخب کر رہا ہے۔ چن رہا ہے۔ مُجْتَبًى برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ منتخب شدہ
= اَلْاَحَادِيثُ۔ کھانیاں۔ باتیں۔ حَدِيثٌ کی جمع۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے۔ خواہ بذریعہ
سماعت۔ خواہ بذریعہ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ اس کو حدیث کہتے ہیں۔
= تَاوِيلٌ۔ اس کا مادہ اذَلُّ ہے یروزن تفعیل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا اصل
کی طرف رجوع ہونا۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مؤئل (جائے بازگشت)
کہتے ہیں۔ پس تاویل کسی چیز کو اس غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے
مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ
(۶۰۳) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَاوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَاوِيلُهُ (۵۲: ۷)
اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے (یعنی اس دن سے جو غایت
مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی)

تَاوِيلٌ۔ اصلی غایت۔ اصلی مراد۔ اصل حقیقت۔ ٹھیک ٹھیک مقصود۔

۱۲: ۷ = فِي يُوسُفَ۔ یوسف۔ بوجہ معرفہ وعجہ غیر منصرف ہے۔ فِي يُوسُفَ ای فِي
خبر یوسف۔ خبر (مضاف محذوف) يُوسُفَ۔ مضاف الیہ۔

= السَّائِلِينَ۔ پوچھنے والے۔ جو سندگان علم۔ طالبان حق۔ سوال کرنے والے۔

۱۳: ۸ = عَصَبَةٌ عَصَبٌ سے الْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے۔ جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں
الْاَعْصَابُ۔ پٹھے۔ مضبوطی کے ساتھ باندھنے کو عَصَبٌ کہتے ہیں۔ مثلاً لَا عَصَبَ لَكُمْ عَصَبُ
السَّلَمَةِ میں تمہیں سلمہ درخت کی طرح باندھ کر چھوڑوں گا۔ فَكَانَ شَدِيدُ الْعَصَبِ فلاں کے
جوڑ مضبوط ہیں۔ وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ (۷۷: ۱۱) اور بولے یہ بہت سخت دن ہے۔
عَصِيبٌ بمعنی فاعل اور مفعول دونوں طرح مستعمل ہے۔

== الْحُصْبَةُ - وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ اور اس طرح طاقت، اور مضبوطی کا سبب بنیں۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے لَتَنْوُءُ بِالْحُصْبَةِ اُولَى الْقُوَّةِ - ایک طاقت در جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتی ہے۔

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ - (آیت نذا) حالانکہ ہم ایک پوری جماعت کی جماعت ہیں۔
عُصْبَةٌ کی جمع عُصَبٌ ہے جیسے عُزْفَةٌ کی جمع عُزُفٌ ہے۔

علامہ زمر مخریٰ فرماتے ہیں عُصْبَةٌ دَعِصَابَةٌ دس اور دس سے زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں بعض چالیس تک بتاتے ہیں ان کا یہ نام اس واسطے پڑ گیا کہ اتنے اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہو جاتی ہے اور وقت پڑے یہ لوگ کافی سمجھے جاتے ہیں۔

۹:۱۲ = اِطْرَحُوْهُ - اس کو پھینک دو۔ اس کو دور کہیں پھینک آؤ۔ طَرَحَ يَطْرَحُ (فَتَحَ) طَرَحَ جس کے معنی پھینک دینے اور دور ڈال دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

= يَخْلُ لَكُمْ - خَلَا يَخْلُوْ خَلَاءٌ وَخُلُوْا ر بَاب نصر) خالی ہونا۔ خالی رہ جانا۔ خَلَا الْاِثْنَاءُ - برتن خالی ہو گیا۔ خَلَا الرَّجُلُ - آدمی تنہا رہ گیا۔ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهٌ اَبْنُكُمْ تنہا لے لئے خالی ہو جائے گا تاکہ تمہارے باپ کی توجہ (صرف) تمہاری طرف ہو جائے
= وَ تَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ - اس کے بعد تمہارے سب کام بن جائیں گے یا اس کا معنی یہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد تم بھلے آدمی بن جانا۔ (یعنی توبہ کر کے نیک بن جانا) اکثر مفسرین نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

۱۰:۱۲ = غِيَبَتٍ - الْغِيَابَةُ - کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔ اور اسی سے گھنے جنگل کو غَابَةُ کہا جاتا ہے۔ غِيَابَةُ - تاریکی۔ گہرائی مجازاً۔

= الْجُبِّ - وہ کنواں جس کی کوٹھی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ یا جو بچتہ اور لپا ہوا نہ ہو۔

غِيَبَتِ الْجُبِّ - کچے کنویں کے اندھیرے میں۔ کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں

= يَلْتَقِطُہ - مضارع واحد مذکر غائب۔ التَّقَاتُ (اِفْتَعَالٌ) سے لَقَطَ مَادَّة - وہ نکال لیگا لَقَطَ - (باب نصر) زمین پر پڑی ہوئی چیز کو اٹھالینا۔

= السَّيَّارَةُ - کارواں - قافلہ - چلنے والے مسافر۔

سَيَّارٌ کا مونث ہے جو سَيَّرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی تانیث جمع کے معنی کے لحاظ سے ہے۔

لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ - مضارع منفی واحد مذکر حاضر - تو ہم کو امین نہیں بنانا یوسف پر۔ یعنی یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتا۔

اصل میں تَأْمَنَّا (آمِنَ يَأْمَنُ سَمِعَ) تھا۔ نون نون میں مدغم کر دیا گیا۔

= لَنَا صِحُّونَ - نَا صِحُّ کی جمع - خیر خواہ - خیر خواہی کرنے والے - لام تاکید کے لئے ہے۔

۱۲: ۱۲ = يَزْتَعُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب رَزَعٌ رَزَعٌ رَزَعٌ وَرَزَعٌ - مصدر (باب فتح)،

جس کے اصل معنی جانوروں کے چرنے کے ہیں پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر یہ لفظ بولا جائے گا۔ رَزَعَةٌ فَرَاخِي - ارزانی - رَزَعٌ چرنے والا - مَزَعٌ چراگاہ - مَزَعٌ فَرَاخِ دِل وسیع الرزق۔

يَزْتَعُ - وہ خوب جی بھر کر کھائے پئے۔ يَزْتَعُ وَيَلْعَبُ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ اس کی دیگر مثالیں۔

(۱) فَاتَّبَعُونِي يُخْبِنُكُمُ اللَّهُ (۳: ۳۱) میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا

(۲) فَادْكُرْ دُنِي اَذْكُرْكُمْ (۲: ۱۵۲) مجھے یاد کرتے رہو میں بھی تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔

= يَلْعَبُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب لَعَبٌ مصدر (باب سَمِعَ) وہ کھیلے کوئے۔

۱۳: ۱۲ = اِنِّي لَيَحْزُنُنِي - میں لام ابتدائیہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی حال کے لئے مختص

ہو جاتے ہیں۔ جیسے اِنِّي لَطَالِعُ الْجَرَائِدَ میں اخبار دیکھ رہا ہوں۔ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِيدُ۔

تجھے خوب معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

اِنِّي لَيَحْزُنُنِي اَنْ تَذْهَبُوا بِه - بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے (یہ بات) کہ تم اسے لیجاؤ

(اور اس طرح اسے مجھ سے جدا کر دو)

= دَاخَاؤُ - اور میں ڈرتا ہوں (یہ حضرت یعقوب کا دوسرا اندیشہ تھا) اَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ

کہ کہیں اسے بھیڑ یا کھا جائے۔

۱۴: ۱۲ = وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۸) حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں۔

۱۵: ۱۲ = اجْمَعُوا - وہ سب جمع ہو گئے۔ سب نے باتفاق فیصلہ کر لیا۔ سب نے پختہ

ارادہ کر لیا۔

= جواب لَمَّا مَذُوف ہے۔ اِیْ يَجْعَلُوهُ فِي غَلِيَّتِ الْجَبْتِ وَفَعَلُوا بِهِ مَا فَعَلُوا مِنَ الَّذِي

= اَوْحَيْنَا اِلَيْهِ - اور ہم نے اس پر وحی کی۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر کا مرجع حضرت یوسف

ہیں۔ یہ وحی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ الہام کے معنی میں ہے جو غیر نبی کو یا نبی کو قبل از نبوت پہنچتا ہے

= لَسْتُمْ لَهُمْ - تو ضرور ان کو بتلائے گا۔ (باب تفعیل) مضارع ہاؤن تفعیل
واحد مذکر حاضر تَنْبِئُہُ اور تَنْبِئُیُّ سے ہُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (برائے برادران یوسف)
= وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ - درآں حالیکہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے کہ تو یوسف ہے۔

۱۲: ۱۷ = نَسَبَتْ - مضارع جمع مکمل - اِسْتَبَاقُ (اِفْتِعَالُ) سَبَقَ - مادہ - ہم ایک دوسرے
سے آگے نکل جانے کی دوڑ دوڑنے لگے۔ اِسْتَبَاقُ اور تَسَابَقُ (اِفْتِعَال و تَفَاعُل) ایک دوسرے
سے آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا۔

ذَهَبْنَا نَسَبَتْ - ہم اپنے سامان کو رکھ کر ایک طرف گئے کہ مقابلہ کی دوڑ دوڑیں۔
یا ہم جا کر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے۔

= مُؤْمِنٍ - اسم فاعل واحد مذکر - ایمان رکھنے والا - یقین کرنے والا - وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ
لَنَا - آپ ہم پر یقین تو نہیں کریں گے۔

۱۲: ۱۸ = وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ - كَذِبٌ اِی ذِی كَذِبٍ - مصدر کو صفت کے
لئے مبالغہ کی خاطر استعمال کیا ہے - دَمِ كَذِبٍ موصوف و صفت - عَلَى قَمِيصِهِ اِی فَوْقَ
قمیصہ والمعنی اتو بدم کذب فَوْقَ قَمِيصِهِ - وہ لے آئے جھوٹ موٹ کا خون اس کی
قمیص پر لگا ہوا۔

= سَوَّلَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب تَسَوَّلَ (باب تفعیل) سے جس کے معنی ہیں
نفس کا اس چیز کو مزین کر کے دکھانا جس پر وہ حریص ہو۔ (بلکہ تمہارے نفسوں نے یعنی تمہارے
دلوں نے ایک بات جو جھوٹی ہے) مزین اور معقول شکل میں بنالی ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے - اَلشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ (۲۵: ۲۷) شیطان نے یہ کام انہیں
مزین کر دکھایا۔

= اَلْمُسْتَعَانَ - اسم مفعول واحد مذکر اِسْتَعَانَ (استفعال) سے مصدر وہ جس سے اعانت
طلب کی جائے جس سے مدد مانگی جائے - معاونت یا بھی مدد کرنا - تعاون ایک دوسرے
کے ساتھ مددگار ہونا۔

۱۲: ۱۹ = سَيَّارَةٌ - قافلہ - (ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۰)

= وَارِدَهُمْ - اسم فاعل - مضاف - هُمْ مضاف الیہ - پانی پر پہنچنے والا - قافلہ کے آگے جا کر
پانی کی تلاش کرنے والا سقہ - (ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۸) انہوں نے اپنا سقہ بھیجا۔

= اَذَلَّى - اس نے لٹکایا - اس نے ڈول لٹکایا - اِذْلَءٌ سے جس کے معنی ڈول ڈالنے اور ڈول

کھینچنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= يَلْبِسُ رِيًّا - واہ خوشخبری۔ اے واہ۔ کلمہ تعجب و انبساط۔

= اَسْرَدُوْهُ - اَسْرَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ۱ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب انہوں نے اس کو چھپا لیا
سِرُّ سے۔ سِرٌّ مادہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہے یا برادرانِ یوسف کے
لئے کہ انہوں نے یوسف کی اصلی حقیقت کو چھپا لیا اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہم سے خرید لو۔
= بِضَاعَةً - منصوب بوجہ حال کے۔ بطور مال تجارت کے۔ بِضَاعَةً بونجی۔ سامان تجارت
بِضَاعَةً بِضَعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں گوشت کا ٹکڑا۔ اسی سے ہے الْمَبِضَعُ
راسم آلہ گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا آلہ۔ نشتر۔ یا کہتے ہیں فُلَانٌ بِضَعَةٌ مِثْنِيَّ۔ فلاں
میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ اَلْبِضْعُ (یا کی کسر کے ساتھ) عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہیں۔ یہ لفظ
تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ سے ادھر اور دس سے کم۔

اور علمائے لغت کے نزدیک تین سے نو تک کے لئے ہے۔ اسی سورۃ میں ہے

لِبِضْعٍ سِنِينَ - (۱۲: ۴۲) چند سال۔

۱۲: ۲۰ = شَرَوْهُ انہوں نے اس کو بیچا۔ شَرَاءٌ سے (باب ضرب) جس کے معنی ہیں
خرید و فروخت کرنے کے۔ ماضی جمع مذکر غائب ۱ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب برائے یوسف
اور اگر اس کو خریدنے کے معنی میں لیا جائے تو ضمیر جمع مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہوگی۔
= ثَمَنٌ بَخِيسٌ - موصوف۔ صفت۔ حقیر قیمت۔ بَخِيسٌ ناقص۔ ظلم سے کسی شے کے
گھٹانے یا کم کرنے کو بَخِيسٌ کہتے ہیں۔

= زَاهِدٌ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ - فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ حضرت یوسف کے
لئے بھی ہو سکتی ہے اور قیمت کے لئے بھی۔

زَاهِدِيْنَ - الزَّاهِدِيْنَ سے ہے جس کے معنی حقیر چیز کے ہیں۔ اس لئے کسی چیز سے
بے رغبتی کر کے والے۔ یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والے کو زَاهِدٌ فِي الشَّيْءِ کہا جاتا ہے
پس وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ وہ اس کے بارہ میں بے رغبت تھے۔

۲۱: ۱۲ = اَكْرَمٰی - اِكْرَامٌ (اِفْعَالٌ) سے امر واحد مؤنث حاضر۔ تو باعزت کر۔
= مَثْوٰی - مَثْوٰی مضاف۔ ۱ ضمیر واحد مذکر غائب منسب الیہ۔ اس کی قیام گاہ۔ اس کا
ٹھکانہ۔ اس کی مہمانی۔ مَثْوٰی ظرف مکان مَثَاوٰی جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے
کا مقام۔ ثَوٰی يَثْوٰی (ضرب) ثَوَاءٌ وہ اقامت پذیر ہوا۔ قرآن مجید میں اور جبکہ

آیا ہے وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۱۲:۴۷) اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اَكْرَمِي مَثْوًى۔ اس کے قیام کو باعزت و اکرام بنانا۔ یعنی اسے دوران قیام عزت و توقیر سے رکھنا۔

= كَذَلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ۔ ذَلِكْ اسم اشارہ۔ اس طرح یعنی جس طرح ہم نے اس کو بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے بچا کر۔ کنویں کی گہرائیوں سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا۔ اسی طرح ہم نے اس پر اپنی کرم نوازی سے عزیز مصر کے ہاں عزت و اکرام کا ٹھکانہ دلا کر ملک مصر میں اس کے قدم جما دیئے۔

۱۲:۲۱ = فِي الْأَرْضِ۔ اِیٰ نِی اَرْضِ مِصْرَ۔ مصر کی سرزمین۔

= مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم مَكَّنَ یُمْکِنُ تُمْکِنٌ (تفعیل) ہم نے اس کو ٹھکانہ عطا کیا ہم نے اس کو جہاد بخشا۔ تمکین دی۔ ہم نے اس کے پاؤں جما دیئے

= وَنُعَلِّمُهُ لَامَ تَعْلِيلٍ کے لئے۔ یعنی ہم نے یوسف کے قدم ارض مصر میں جما دیئے اور اس کو جاہ و تمکنت عطا کی کہ (اب) اسے تاویل احادیث کا علم بھی عطا کریں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرما دیں۔

۱۲:۲۳ = رَادَدَتْهُ۔ اس عورت نے اس کو پھسلا دیا۔ اس سے خواہش کی گفت و شنید کی الرَّوْدُ۔ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ بار بار کسی چیز کی طلب میں آمد و رفت کے ہیں

رَادَدَ یُرَادِدُ مُرَادَّةً (مفاعلة) عَنْ نَفْسِهِ وَعَلَى نَفْسِهِ۔ کسی کو گناہ کی رغبت دلانا۔ ارَادَ یُرِیدُ ارَادَةً۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ رَغِبَتْ کرنا۔ ارَادَ یُرَادِدُ (افعال) ارَادَتْ۔

دُرْدِیدُ نرمی کرنا..... فی السَّیْرِ نرم رفتار سے چلنا۔

رَادَدَتْهُ عَنْ نَفْسِهِ۔ وہ عورت اس کو گناہ کی رغبت دلانے لگی۔ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا وہ عورت جس کے گھر میں وہ تھا۔

= غَلَقَتْ۔ اس عورت نے بند کیا (دروازہ) غَلَقَتْ الدَّیُّوَابَ اس عورت نے دروازے بند کر دیئے۔

= هَیْتَ لَكَ۔ ادھر آؤ۔ چلے آؤ۔ هَیْتَ لَكَ۔ لَکُمَا۔ لَکُمْ۔ لَکُنَّ۔ چلے آؤ۔ تو ایک۔ تم دونو۔ تم سب وغیرہ۔

هَیْتَ۔ اَقْبِلْ۔ اسْرِعْ۔ اسم فعل یعنی امر۔ آؤ۔ جلدی کرو۔

== مَعَاذَ اللّٰهِ - مَعَاذَ - مصدر میسی اور اسم ہے - مضاف - اللّٰهُ مضاف الیہ - اللّٰہ کی پناہ
(یعنی یہ گناہ کا کام ہے میں اس کے کرنے سے اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں)
عَوِذٌ اور مَعَاذٌ - کسی کی پناہ پکڑنی اور کسی سے وابستہ ہو جانا - جیسے اَعُوذُ بِاللّٰهِ میں (ہر گناہ سے)
اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں

== اِنَّكَ رَبِّيْ - میں کے ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عزیز مصر بھی ہو سکتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ بھی - لہذا
پہلی صورت میں رَبِّيْ (میرا رب) سے مراد (میرا آقا) عزیز مصر ہوگا - اور دوسری صورت میں میرا
رب یعنی میرا خدا ہوگا - اِنَّكَ رَبِّيْ وہ میرا ربی ہے -

== اَحْسَنَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے اچھا کیا - اس نے اچھا بنایا -
== مَثْوَاىَ - میرا ٹھکانہ - میری قیام گاہ - میری مہمانی - مضاف - مضاف الیہ
اَحْسَنَ مَثْوَاىَ - اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا ہے - اس نے میرے قیام کا نہایت اچھے طریق
پر بندوبست کیا ہے -

== اِنَّكَ لَا يَفْلَحُ الظّٰلِمُوْنَ - بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے -
۱۲: ۲۴ = هَمَّتْ بِہ - اس عورت نے اس مرد کا ارادہ کر لیا -
الْهَمَّ کا معنی گھبرا دینے والے غم کے ہیں اور یہ هَمَّتْ الشَّحَدَ فَاْلَهَمَّ کے محاورہ سے
ماخوذ ہے - جس کے معنی ہیں - میں نے چربی کو گھلایا چنانچہ وہ گھسل گئی -

اصل میں هَمَّ کے معنی ارادہ کے ہیں جو ابھی دل ہی میں ہو - (راعب)
هَمَّ بِالْمُرَادِ اقْصَدَ وَعَزَمَ عَلَيْهِ - هَمَّ کا معنی ہے کسی چیز کا قصد کرنا اور عزم کرنا -
(الکشاف) الهم هو المقاربة من الفعل من غير دخول فيه - هَمَّ کے معنی ہیں
کسی فعل سے مقاربت بغیر وہ فعل کئے کے - (الحازن)

هَمَّتْ بِہ دَهَمَتْ بِہَا - اس عورت نے اس مرد کا قصد کر لیا تھا - اور وہ آدمی بھی اس
عورت کا قصد کر لیتا کَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّہ - اگر اس نے اپنے رب کی روشنی دلیل
کو نہ دیکھ لیا ہوتا -

متذکرہ معنی کے لحاظ سے کلام میں تقدیم و تاخیر ہے - عام قاعدہ کے مطابق شرط
پہلے اور جزا بعد میں آنا چاہئے تھی - اور کلام یوں چاہئے تھا - کَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّہ
هَمَّتْ بِہَا - لیکن یہاں جزا کو مقدم لایا گیا ہے اور شرط کو بعد میں لایا گیا ہے - یہ طرز کلام شاذ
نہیں ہے قرآن مجید میں اور جگہ بھی ایسا کیا گیا ہے - مثلاً دَا صَبَحَ فَوَا دُ اُمِّ مُوسٰی

فَرِحًا. اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيَ بِهِ كَوْلًا اَنْ رَّبُّنَا عَلٰى قَلْبِهَا (۱۰: ۲۸) اور اُمّ موسیٰ کا دل ایسا بے قرار ہوا کہ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط و مربوط نہ کر دیا ہوتا۔ یہاں بھی جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر۔

تو گویا اس صورت میں آیت کا مطلب ہوا۔ اس عورت نے اس کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور اگر حضرت یوسفؑ نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو دیکھ لیا اس لئے ان کے ارادہ کی نوبت ہی نہ آئی۔

بعض کے خیال میں هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ ایک مستقل جملہ ہے اور لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ نِيَا جملہ ہے جس کی جزاء محذوف ہے (توضوہ اس کے دام تزویر میں پھنس جاتا) اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے اپنی خواہش رانی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال بھی ہو چلا تھا۔ لیکن یہ خیال جس کی پشت پر کوئی عزم نہ تھا کوئی عیب نہیں ہے کہ یہ ایک امر طبعی ہے خلوت کی یکجائی میں جوان تندرست مرد کا محض خیال اگر جوان حسین عورت کی طرف جائے خصوصاً جبکہ پیش قدمی اور تشویق (شوق دلانا) عورت کی طرف ہو رہی ہو تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح اور تندرست ہونے کی (رضی اللہ عنہما) مال الخ مخالطتها بمقتضى الطبيعة البشرية كميل الصائم في اليوم الحار الخ

الماء البارد۔ ومثل ذلك۔ لا يكاد يدخل تحت التكليف (روح المعانی) وہ مائل ہوئے بمقتضائے طبیعت بشریہ جیسا کہ روزہ دار شدید گرمی کے دن کو ٹھنڈے پانی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن نہ تو اس کی نیت پانی پینے کی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی پینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھاتا ہے، اس قسم کا میلان قابل مواخذہ نہیں ہے۔

والمراد بهمد عليه السلام ميل الطبع ومنازعة الشهوة لا القصد الاختياري (بیضاوی) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد سے مراد فطری میلانِ طبیعت ہے اور تقاضائے شہوت ہے قصد اختیاری مراد نہیں ہے۔

ہاں اگر وہ اپنے رب کی برہان واضح نہ دیکھ لیتے تو (ہو سکتا ہے کہ) وہ بھی اس کے دام میں پھنس جاتے۔

الکشاف میں ہے (لولا ان رآ برهاناً، بہ) جوابہ محذوف تقدیرہ لولا ان رآ برهاناً ربہ لخالطها۔ اس کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا۔ (خالط جماع کرنا۔ الفرائد الدراتیہ)

= بُرْهَانٌ دَرِّیہ - اپنے رب کی برہان - الْبُرْهَانُ کے معنی دلیل اور حجت کے ہیں۔
رُجْحَانٌ کی طرح فُجْلَانٌ کے وزن پر ہے۔

بعض کے نزدیک یہ بَرۃَ یَبْرۃَ کا مصدر ہے جس کے معنی سفید اور چمکنے کے ہیں
بُرْهَانٌ دلیل قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زور دار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو۔
روشن دلیل

یہ برہان حالیہ سلسلہ میں کیا تھی اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں

(۱) بعض کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کو اس وقت اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نظر
آئے جو اسے اس فعل قلیج سے منع کر رہے تھے۔

(۲) بعض کے نزدیک انہیں عزیز مصر سامنے نظر آیا جس کے دیکھنے پر اس کے احسانات و شفقت
یاد آ گئی۔ اور وہ اس فعل سے باز رہے۔

(۳) بعض کے نزدیک ان کو آیات قرآنی لکھی ہوئی نظر آئیں لَا تَقْرُبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَاءَ سَبِيلًا (۳۲: ۱۷) زنا کے پاس بھی مرت جاؤ یقیناً وہ بُری بے حیائی اور بُری راہ ہے
= كَذْلِكَ - ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ (یعنی جس طرح ہم نے اس وقت ایک دلیل دکھا کر برائی
سے بچالیا۔ اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے۔

= لِنَصْرِفَ - تاکہ ہم دُور کر دیں۔ نَصَرَفَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام۔ جمع متکلم۔ الصَّرَفُ
کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ صَرَفَ عَنْهُ اس کی
طرف سے پھیر دینا۔

= الشُّوَاءَ - برائی۔ برا فعل۔ گناہ۔ عیب

= الْفَحْشَاءُ - افْحَشُ فَحْشَاءُ فُحْشٌ سے اسم تفضیل واحد مَوْثُ فُحْشٌ مادہ۔ وہ قول یا فعل
جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا برا لگے۔ بیحیائی کی بات۔

= مُخْلِصِينَ - برگزیدہ۔ چُنے ہوئے۔ خالص۔

۱۲: ۲۵ = دَا سُبِقَا - اِسْتَبَقَ اِسْتَبَاقٌ (افْتَعَال) سَبَقُ مادہ سے ماضی تثنیہ
نذکر غائب۔ وہ دونوں دوڑے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی۔ اِسْتَبَاقُ
کے معنی ہیں ایک کا دوسرے پر سبقت لیجانا۔

= قَدَّتْ - ماضی د امد مَوْثُ غائب۔ اس عورت نے پھاڑ دیا۔

= قَمِیصَه - اس مرد کی قمیض کو۔ یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی قمیض پھاڑ دی۔ قَدَّتْ مادہ

= مِنْ دُبُرٍ - پیچھے سے - دُبُرٍ - پیٹھ - پشت -

= الْغَيَا - ماضی - تثنیہ مذکر غائب - انہوں نے پایا - الْغَيَا (أَفْعَالٌ) سے - لَفَى مادہ - الْغَيَا وَجَدْتُ - کسی چیز کو پالینا - بَلَى نَتَّبِعُ مَا الْغَيَا عَلَيْهِ أَبَاءَنَا - (۱۷۰:۲) ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا -

۲۶:۱۲ = رَاوَدَ ثَنَى - اس عورت نے مجھ کو مھسلا یا - ماضی واحد مؤنث غائب ملاحظہ ہو - ۲۳:۱۲

= شَهِدَ - ماضی واحد مذکر غائب الْمَشْهُودُ وَالشَّهَادَةُ - کسی چیز کا مشاہدہ کرنا - خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے -

شہادت حیب اپنی ذات کے متعلق ہو تو اس کے معنی اقرار کے ہوتے ہیں - مثلاً قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا - (۱۷۲:۷) انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں -

اور کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے ہوتے ہیں مثلاً آیت ہذا - شَهِدَ شَاهِدٌ مِنَ أَهْلِهَا - اس کے خاندان کے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ دیا - (یہاں یہ آدمی موجود تو تھا نہیں - لہذا اس کا وقوعہ کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)

۲۸:۱۲ = كَيْدٍ كُتِّ - تم عورتوں کی چال کید مصدر - اسم مصدر - اچھی تدبیر - بُری تدبیر - مکر و فریب - داؤ -

۳۰:۱۲ = تَزَادُ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ بھلاتی ہے - وہ مھسلاتی ہے - خواہش رکھتی ہے - ملاحظہ ہو - ۲۳:۱۲ - اور ۲۶:۱۲ -

= فَتًى - اس کا غلام - مضاف مضاف الیہ -

الْفَتَى - نوجوان - فَتَاةٌ - نوجوان عورت فَتَاءٌ مصدر -

بعد ہر دو فتنی و فتاة غلام اور لونڈی کے معنی میں استعمال ہونے لگے -

= شَغَفَهَا - شَغَفَ واحد مذکر غائب - ماضی - شَغَفَ يَشْغَفُ (فتح) شَغَفٌ سے -

جس کے معنی محبت کا دل کے پردوں میں اتر جانے کے ہیں - ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب وہ (آدمی) اس عورت کے دل میں اتر گیا - اس نے اس کو فریفتہ کر لیا -

شَغَافٌ کے معنی پردہ دل کے ہیں قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے - حُبًّا - بوجہ تمیز کے منصوب ہے

۳۱:۱۲ = مَكْرِهِنَّ - مضاف مضاف الیہ - ان عورتوں کا مکر - چال - مکارانہ باتیں -

(ملاحظہ ہو ۵۴:۳) الکشاف - بیضاوی - مدارک التنزیل میں مکر کو لفظ اغتیاب کا ہم معنی لکھا ہے۔
(اغتیاب بمعنی عیب گیری کرنا - غیبت کرنا) کیونکہ مکر بھی خفیہ ہوتا ہے اور غیبت بھی بیٹھ پیچھے
کی جاتی ہے۔ لہذا مکر بمعنی لعن و طعن طنز و تشنیع

= اَرْسَلْتُ اِلَيْهِنَّ - اسی دعوت میں - اس عورت نے ان عورتوں کو دعوت دی۔

= اَعْتَدْتُ - ماضی واحد مؤنث غائب اس نے تیار کی - اعتاد (اِفْعَالٌ) سے - عَتَدَ
وَاَعْتَدَ الشَّيْءُ - تیار کرنا - عَتَدَ يَعْتُدُ الشَّيْءُ - تیار ہونا - آمادہ ہونا - اَلْعَتِيدُ - تیار - مَا يَلْفِظُ
مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَقِيدٌ (۱۸:۵۰) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ
اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا ہونے والا تیار ہے۔

= مُتَّكَاً - اسم ظرف مکان - سہارا لگانے کی جگہ - جس پر ٹیک لگائی جائے - گاوٹیکہ

مسند وغیرہ - اِثْكَأ يَثْكُأُ اِثْكَاءً (اِفْعَالٌ) عَلَى السَّرِيرِ - تخت پر سہارا لے کر بیٹھنا - تَوَكَّأَ

عَلَى عَصَاٍ - سہارا لگانا - ٹیک لگانا - مجازاً مراد کھانا ہے - یعنی طعام یا ضیافت جس میں لوگ تکیہ لگا کر

بیٹھے ہوں - امام رازی کا قول ہے مُتَّكَاً سے مراد کھانے کی وہ چیز جس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت

= اُخْرِجْ - امر - واحد مذکر حاضر - خَرَجَ يَخْرُجُ (نَصْرٌ) خُرُوجٌ سے (اے یوسفؑ) باہر تو نکل

= اَكْبَرْتَهُ - ماضی جمع مؤنث غائب - ضمیر واحد مذکر غائب - اِكْبَرْتُ (اِفْعَالٌ) سے ان عورتوں

نے اس کو بڑا سمجھا - اِى اعظمته - اس کو انہوں نے عظیم پایا - مراد یہ کہ اس کے حُسنِ بیشال کو دیکھ کر

دنگ رہ گئیں - دم بخود ہو گئیں۔

= قَطَعْنَ - انہوں نے (ہاتھ) کاٹ ڈالے - قَطِيعٌ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی جمع مؤنث غائب

مراد یہ کہ انہوں نے ہاتھ زخمی کر لئے۔

= حَاشَ لِلّٰہِ - کلمہ تعجب - اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ ہے الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا۔

= مَا هَذَا بَشَرًا - میں مَآ نافیہ ہے اور عالمہ ہے اور لَیْسَ (فعل ناقص) کا عمل کرتا ہے یعنی

خبر منصوب ہوگی - قرآن حکیم میں اس کی اور مثال یہ ہے - مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ (۲:۵۸) وہ عورتیں

(یعنی ان کی بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہیں۔

مَا مُشَابِهٌ بِلَیْسَ کی اور مثال مَا زَيْدٌ قَائِمًا - (زید کھڑا نہیں ہے) اِى لَیْسَ زَيْدٌ قَائِمًا۔

= اِنْ هَذَا - میں اِنْ نافیہ ہے۔

۱۲:۳۳ - لَمُتْنِیْ - لَمُتْنِیْ - ماضی جمع مؤنث حاضر - نِیْ مفعول لَوَّمٌ سے (باب نصر) تم

عورتوں نے مجھے ملامت کی - لَوَّمَةٌ مَلَامَةٌ - لَوَّمْتُ مَلَامْتُ کرینوالا - لَوَّمَةٌ لَوَّمٌ

(۵۴:۵) ملامت گر کی ملامت۔

= فینہ جس کے بارہ میں

= ذَلِکَ ذَا۔ اسم اشارہ۔ یہ۔ یہی۔ کُنْ ضمیر جمع مَوْنِث غائب خطاب کے لئے ہے۔

ذَلِکَ الَّذِی۔ لے عورتو یہی ہے وہ شخص

= اِسْتَعَصَمَ۔ اس نے بچا لیا۔ اس نے تھام لیا۔ اس نے روک لیا۔ اِسْتَعَصَمَ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب۔

= لَنْ لَّمْ یَفْعَلْ۔ لام غیر عاملہ ہے۔ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ۔ اگر اس نے نہ کیا۔

= مَا اَمْرٌ۔ ما موصولہ ہے۔ اور ضمیرہ کا مرجع ہے۔ اِی مَا اَمْرٌ کہ جس کا میں حکم دوں

یا ما مصدریہ ہے۔ اور ضمیر یوسف کی طرف راجع ہے۔ اِی وَلَنْ لَّمْ یَفْعَلْ امری ایتاؤ۔ اگر اس نے میرا حکم نہ مانا۔

= لَیْسَ جَنَّ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تو وہ ضرور قید میں ڈالا جائے گا۔

= لَیْکُمْ نَا۔ لام تاکید بانون خفیفہ۔ جو بولنے میں آگیا ہے لیکن لکھا نہیں گیا۔ وہ یقیناً ہوگا

= صَاعِرٍ۔ ذلیل و خوار۔ صَعَادٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت جر۔ صَاعِرٌ واحد

صَعُرَ کَرُمٌ صِغَرٌ۔ ذلیل و خوار ہونا۔ اور صِغَرٌ صَغُرٌ۔ صَغَارَةٌ۔ چھوٹا ہونا۔ صَغِيرٌ۔ چھوٹا۔

۱۲:۳۳ = رَبِّ۔ اِی یَا رَبِّیُّ لے میرے رب۔

= اَحَبُّ۔ افعَل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ پیارا۔ زیادہ عزیز۔

= یَدْعُو نَبِیُّ۔ یَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مَوْنِث غائب دَعْوَةٌ سے (باب نصر) نَبِیُّ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ وہ مجھے بلاتی ہیں۔

= اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّی۔ اِلَّا۔ اِنْ لَّا۔ صَوَفَ عَنْ۔ کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا۔ ہٹا دینا۔ لَّا

تَصْرِفْ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّی۔ اگر تو ان کے چرتر کو مجھ سے پھیر نہ دیگا ہٹانہ دے گا۔ یا دور نہ کرے گا۔

= اَصْبَ۔ صَبَا یَصْبُوْا (باب نصر) صَبُوْتُ وَصَبُوْتُ۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ اَصْبَ

مضارع واحد متکلم۔ میں مائل ہو جاؤں گا۔ اَصْبَ اصل میں اَصْبُوْتُ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے واؤ حذف ہو گیا۔

= اَكُنْ اصل میں اَكُوْنُ تھا۔ مضارع واحد متکلم۔ جواب شرط کی وجہ مجزوم ہو کر واو لوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ میں ہو جاؤں۔

۱۲: ۳۴ = اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتَجَابَةُ (افتعال) سے جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔

۱۲: ۳۵ = بَدَا۔ يَبْدُوْا رنصب، بَدُوْ و بَدَاءُ سے جس کے معنی نمایاں اور ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ظاہر ہو گیا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا كَسَبُوا (۳۹: ۴۷) اور ان اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔

اَلْبَدُوْ - حَضَرُوْ کی ضد ہے۔ اور آیہ کریمہ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدُوِّ (۱۲: ۱۰۰) اور تمہیں (صحرا) سے یہاں لے آیا۔

یہاں بَدُوْ بمعنی بَادِيَّةٌ صحرا ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں ظاہر نظر آتی ہوں۔ اسے بَدُوْ بَادِيَّةٌ صحرا کہا جاتا ہے۔

= لَهُمْ میں ضمیر عزیز مصر اور اس کے اہل و اقرباء وغیرہ کے لئے ہے۔۔۔ بَدَا لَهُمْ ان پر ظاہر ہو گیا انہوں نے یہی مناسب سمجھا۔ ان کو یہی مصلحت نظر آئی۔

= مِنْ بَعْدِ مَا دَاوُ الْاٰلِيَّتِ بعد اس کے کہ وہ (حضرت یوسف کی پاکبازی کی) نشانیاں دیکھ چکے تھے۔

= لَيْسَ جُدَّتْ۔ لام تاکید بانون تفتیل جمع مذکر غائب ۛ ضمیر مفعول حضرت یوسف کی طرف راجع ہے کہ وہ اسے ضرور قید ہی کر دیں۔ یعنی حالات کے تحت مناسب یہی سمجھا کہ حضرت یوسف کو قید کر دیا جائے۔

۱۲: ۳۶ = اَرْنِيْ۔ میں اپنے آپ کو دیکھنا ہوں۔ اَرْنِيْ دُوِّيَّةٌ سے مضارع واحد متکلم نون و قایہ ی واحد متکلم کی ضمیر۔

= اَعْصِرُ۔ میں پنچوڑتا ہوں عَصَرَ يَعْصِرُ (ضرب) عَصْرُ سے جس کے معنی پنچوڑنے کے ہیں۔

= يَنْبِئُا۔ ہمیں آگاہ کر۔ يَنْبِئُ (تفعیل) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم اَمْر واحد مذکر حاضر

۱۲: ۳۷ = لَا يَأْتِيْكُمَا۔ مضارع منفی مجزوم لوجہ عمل لا۔ نہی صیغہ واحد مذکر غائب کُما۔

ضمیرِ ثنیہ مفعول۔ وہ نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس

= تَرَدْتَنِيہ۔ تم دونوں کو وہ یعنی کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مضارع مجہول ثنیہ مذکر حاضر ضمیر واحد مذکر غائب طعام کی طرف راجع ہے۔

= بَنَاتُكُمَا۔ میں تم دونوں کو آگاہ کر دوں گا۔ ماضی رباعی مضارع واحد متکلم۔ کُما ضمیر ثنیہ مذکر حاضر۔

= يَا تَيْكُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب کُما ضمیر مفعول ثنیہ مذکر حاضر منصوب بوجہ ثمل اَنْ۔ (پیشتر اس کے کہ) تمہارے پاس (طعام) آئے۔

= ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي۔ یہ (تعبیر) منجملہ اس علم کے ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا، (یہ کہانت اور قیاذ شناسی نہیں ہے)

= تَرَكْتُ۔ میں نے ترک کر دیا۔ چھوڑ دیا۔ تَرَكْتُ سے مضارع واحد متکلم۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کبھی اس دین پر قائم تھے بلکہ یہ کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تَرَكْتُ بمعنی کسی چیز سے اعراض کرنا۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔

= مِلَّةَ دین۔ مَذْهَب

۱۲: ۳۸ = مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک ٹھہرائیں۔

۱۲: ۳۹ = يَصْحَبِي السَّيْحَانِ۔ صَاحِبِي۔ دو ساتھی۔ دو رفیق۔

صَاحِبِي اصل میں صَاحِبَيْنِي (میرے دو ساتھی) تھا۔ مُنادی۔ (صَاحِبَيْنِ) ی (ضمیر واحد متکلم) کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ی گر گئی۔ اور یہ مضاف مضاف الیہ بل کر السَّيْحَانِ (مضاف الیہ) کا مضاف ہوا۔ يَصْحَبِي السَّيْحَانِ اے قید خانہ کے میرے دو ساتھیو!

= اَرْبَابٌ۔ رَبٌّ کی جمع۔ ءَ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا جُدا جُدا بہت سے رب بہتر ہیں یا کہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہو۔ یعنی جُدا جُدا بہت سے رب بہتر نہیں ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہو۔

۱۲: ۴۰ = مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَسْمَاءٌ۔ یعنی اس کے سوا تم جن چیزوں کے پرستش کرتے ہو وہ محض چند نام ہیں (جن کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے من گھڑت نام دے رکھے ہیں)

= بِهَا۔ میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب کا مرجع وہ معبودانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے از خود نامزد کر رکھا ہے

= سُلْطَانٍ - حجت - سند۔

= الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ موصوف و صفت وہ دین جو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو۔ درست ٹھیک سیدھا۔

۱۲: ۴۱ = يَسْقَى۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ پلائیگا۔ سَقَى۔ مصدر (باب ضروب) = دَبَّهٗ۔ اپنے مالک کو۔

= يُضْلِبُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب صَلَبٌ مصدر (ضرب) وہ سولی دیا جائیگا = قَضَى الْأَمْرُ۔ بات فیصلہ ہو چکی ہے۔ یہ امر (اسی طرح) مقدر ہو چکا ہے۔

= تَسْتَفْتِيْنِ۔ تم دونوں پوچھتے ہو۔ تم دونوں فتویٰ طلب کرتے ہو۔

اِسْتِفْتَاءُ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مضارع تشبیہ مذکر حاضر۔ فَتَىٰ مَادَّة۔ قرآن مجید میں آیا ہے يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي الشَّأْنِ (۴: ۱۲۷) اور وہ تم سے یتیم عورتوں کے بارہ میں فتویٰ مانگتے ہیں۔

۱۲: ۴۲ نَاجٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں نَاجِيَ تھا۔ نَجَاةٌ مصدر (نصر) نَجَا يَنْجُو نَجَاةً وَ نَجَاءً وَ نَجَايَةً۔ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ نَجَى مَادَّة۔

= فَالْشَّيْطَانُ۔ شیطان نے اس کو (ذکر کرنا) بھلا دیا

= بِضْعَ سِنِينَ۔ بَضْعَ۔ چند۔ کئی۔ بعض کے نزدیک ۳۔ سے ۹ تک بعض کے خیال میں ۵ سے ۹ تک کے عدد بضع میں داخل ہیں۔ بِضْعَ سِنِينَ۔ کئی سال۔

۱۲: ۴۳ = سِمَانٍ۔ موٹی۔ سَيِّئٌ کی جمع جو بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

السَّيِّئُ کے معنی موٹاپا کے ہیں۔ اور یہ هُذَالٌ کی ضد ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ (۸۸: ۷) جو نہ فرہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

= عِجَافٌ۔ لاغر۔ دُبْلَى۔ اَعْجَفَ کے معنی انتہائی لاغر اور دُبْلَا کے ہیں اس کی مؤنث اَعْجَفَاءُ ہے اور جمع عِجَافٌ۔ یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلُ فَعْلًا فَعْلٌ کے وزن پر اس کی جمع اَعْجَفٌ چاہئے تھی۔

در اصل یہ نَضْلٌ اَعْجَفٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پتلے اور باریک تیر کے ہیں اَعْجَفَ الرَّجُلُ اس کے مویشی دیلے ہو گئے

= سُبُلَاتٍ۔ بالیں۔ خوشے۔ سُبُلَةٌ کی جمع۔

= خَضِرَ - سبز - ہرے - اَخْضَرَ - خَضِرَاءُ - خَضِرُ کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے
 = يَلِيسَتْ - اسم فاعل جمع مؤنث يَالِيسَةُ کی جمع يُلَيْسُ مصدر (باب سَمِعَ) سوکھی ہوئی - جو
 سبز اور تروتازہ نہ ہو۔

= اَخْتُوْنِي - مجھے جواب دو - مجھ کو بتاؤ - اَخْتَوَا - اِفْتَاءُ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - ن وقایہ
 ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو ۱۲: ۴۱)
 = نَعْبُوْنُ - اگر تم تعبیر بیان کرتے ہو - عِبَادَةُ سے جس کے معنی تعبیر بیان کرنے کے ہیں - مضاف
 جمع مذکر حاضر - (باب نصر)

۱۲: ۴۴ = اصْغَاتُ اَحْلَامٍ - خیالی خواب - پریشان خواب - اصْغَاتُ ضُغْتٍ کی جمع ہے
 رُجْحَان - خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائے - قرآن میں ہے خُذْ بِيَدِكَ
 ضُغْتًا (۴۴: ۳۸) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو - اَحْلَامٌ حُلْمٌ کی جمع ہے جس کے
 معنی خواب دیکھنے کے ہیں - چونکہ گھاس یا شاخوں کے گٹھے میں گھاس یا لکڑیاں ملی جلی ہوتی ہیں
 اس لئے خواب ہائے پریشان کو اصْغَاتُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں (خیالی خوابوں کا مٹھا - مضاف
 مضاف الیہ۔

اَحْلَامٌ - حِلْمٌ کی بھی جمع ہے حِلْمٌ بمعنی بردباری - عقل -
 = اَلْاَحْلَامُ - المنامات الباطلہ - خواب ہائے پریشان -
 ۱۲: ۴۵ = نَجَا - اس نے نجات پائی - ماضی واحد مذکر غائب -
 = اِذْكَرَ - اس کو یاد آیا - اِذْكَارٌ (افتعال) سے جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں اصل میں
 اِذْتَكَّرَ مَقَاتِلَ کو دال میں بدلا - اور ذال کو دال میں مدغم کر دیا -
 = اُمَّةٌ - مدت - قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے - وَلَكِنْ اَخْرَجْنَاهُمُ الْعَذَابِ اِلَى اُمَّةٍ
 مَّعْدُوْدَةٍ (۸: ۱۱) اور اگر ہم ان پر سے عذاب کچھ مدت تک ملتوی کر دیں -
 = اُمَّةٌ کے معنی اُمت - جماعت - طریقہ - دین بھی ہیں

= اَنْبِئْكُمْ - میں تم کو بتانا ہوں - خبر دیتا ہوں - بتائے دیتا ہوں -
 ۱۲: ۴۶ = اَفْتِنَا - ہمیں بتا - امر واحد مذکر حاضر - نا ضمیر جمع متکلم -
 ۱۲: ۴۷ = تَزَعْمُوْنَ - تم کاشت کرو گے - مضارع جمع مذکر حاضر - زَرَعَ (باب فتح) سے
 بمعنی کھیتی کرنا - اگانا -

= دَابَّا - دَابَّ يَدَّابٌ (نصر فتح) کا مصدر ہے جس کے معنی لگاتار کسی کام میں لگنے اور

مشقت برداشت کرنے کے ہیں اور اسی سبب سے اس کا استعمال عادت اور طریقے کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہاں ذِ ابَّا یعنی حسب طریقہ سابق۔ حسب عادت۔ حسب دستور کاشت کئے جاؤ (قرآن مجید میں ہے کہ: كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ (۵۴: ۸) آل فرعون اور ان سے قبل کے لوگوں کی طرح (یعنی ان کے طریقہ کے مانند) انہوں نے (کفار مکہ نے) بھی اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

= مَا حَصَدْتُمْ۔ جو کچھ بھی تم کاٹو۔ (جو فصل تم برداشت کر دو حَصَادُ سے (باب نصر) جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔

= فَذَرُوْهُ۔ اس کو چھوڑ رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

۴۸: ۱۲ = سَبْعَ سِنِّ اَدَّ۔ سات، سال بہت سخت

= يٰۤاَكْلُنْ۔ مضارع جمع مَوْنَت غائب اَكْلُ سے وہ کھا جائیں گی۔ یعنی یہ سات سال قحط کے کھا جائیں گے (جو ان سالوں میں استعمال کے لئے تم نے ذخیرہ کر رکھا ہوگا۔

= مَا قَدَّ مَتَّمْ۔ جو تم نے پہلے سے رکھ چھوڑا ہوگا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

نَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی پہلے سے کرنا۔ پہلے سے بھیجنا۔ پہلے زمانہ میں کر چکنے کے = مَا تُحْصِنُوْنَ۔ جو تم بچا رکھو گے۔ جو تم محفوظ رکھو گے۔ اِحْصَانٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۔ صرف وہی محفوظ اسارہ جائے گا۔ جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو حِصْنٌ مادہ۔ اس کے تمام مشتقات میں حفاظت۔ بچاؤ۔ احتیاط کا پہلو ہوتا ہے۔

۴۹: ۱۲ = يُغَاثُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کا مادہ غَوَّثُ وَغِيثٌ ہے الغيث کے معنی بارش کے ہیں۔ اور الغوث کے معنی مدد کے ہیں۔ باب استفعال سے مدد مانگنا کے طلب کے معنی میں مستعمل ہے جیسے بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔ میں تیری رحمت کا طلب گار ہوں۔ یا اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (۹: ۸) جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگتے تھے۔ اسی باب سے يَسْتَغِيْثُوْنَ (غِيْثٌ) سے پانی مانگنا بھی آتا ہے۔

يُغَاثُّ (فعل مجہول) بھی دونوں معنی میں آتا ہے۔ مدد مانگنے کی صورت میں باب افعال سے اَعَاثَ يُغِيْثُ۔ اور دوسری صورت میں (پانی مانگنا) غَاثَ يُغِيْثُ سے (باب ضرب) آیت نہ ایں يُغَاثُّ (مضارع مجہول) غِيْثٌ مصدر سے ہے (باب ضرب) مینہ برسایا جائے گا۔ يُغَاثُّ النَّاسُ لوگوں کے لئے مینہ برسایا جائے گا۔

= فِیْہِ مِیْنِ ۵ ضمیر عام (سال) کے لئے ہے۔

= یَعْصِرُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب عَصَرَ مصدر (باب ضرب) وہ رس پھوڑیں گے۔

(یعنی کھیتی اور پھلوں کی فراوانی ہوگی)

۱۲: ۵۰ = بَالٌ - حال - خبر - جس حال کی پرواہ کی جائے وہ بال کہلاتا ہے اور کبھی جس حالت میں

دل چمنے لگے اس کو بھی بال کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے مجازاً اس کے معنی دل اور جی کے بھی آتے ہیں

مَا بَالُ النِّسْوَةِ (ان) عورتوں کی حقیقت حال کیا تھی؟

۱۲: ۵۱ = قَالَ - بادشاہ نے عورتوں کو بلا کر پوچھا!

= مَا خَطْبُکُنَّ - تم عورتوں کا کیا معاملہ تھا۔

الْخَطْبُ وَالْمُخَاطَبَةُ وَالشَّخَاطُ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا اسی

خُطْبَةٌ اور خُطْبَةٌ کا لفظ ہے لیکن خُطْبَةٌ وعظ و نصیحت کے معنی میں آتا ہے اور خُطْبَةٌ کے

معنی ہیں نکاح کا پیغام۔

الْخَطْبُ - اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت مخاطب ہو جیسے آیہ ہذا۔ یَا فَمَا خَطْبُکَ

یٰسَامِرِیُّ (۲۰: ۹۵) (پھر سامری سے کہنے لگے) کہ سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔

= رَاَوْدُ شَیْءٍ - تم (عورتوں) نے پھسلایا۔ تم نے بہلایا۔ مُرَاوَدَةٌ سے جس کے معنی دوسرے

کو کسی کام پر پھسلانا۔ یا آمادہ کرنا جس کے کرنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ ماضی جمع مؤنث حاضر۔

رود مادہ۔

= حَاشَ لِلّٰہِ - کلمہ تعجب۔ اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ تھا۔ الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا

ملاحظہ ہو ۱۲: ۳۱۔

= مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْءٍ - ہم نہیں جانتیں اس کے خلاف کوئی برائی۔

= الْکُنَّ - اب - ظرف زمان ہے۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور

بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= حَصَّحَصَ الْحَقُّ - کے معنی ہیں کہ حق بات جو کلسی دباؤ کی وجہ سے چھپی ہوئی تھی اب اس

دباؤ کے دور ہونے کی وجہ سے واضح ہو کر سامنے آگئی ہے۔ حَصَّ وَحَصَّحَصَ (ثلاثی و رباعی)

دونوں طرح آتا ہے جیسے کَفَّ وَکَفَّلَفَ عَنْ - دور رکھنا۔ دور کرنا۔ کسی کو پہچانا۔ اور کَتَبَ وَ

کَتَبَ الرَّجُلُ عَلٰی وَجْہِہٖ - پچھاڑ دینا۔

۱۲: ۵۲ = ذٰلِکَ - (یہاں سے حضرت یوسف کا کلام شروع ہوتا ہے) میں نے اس لئے

اس الزام کی تحقیق کرانا چاہی تھی تاکہ عزیز مصر کو المینان ہو جائے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔

= لَمْ أَخْنَدُ۔ لَمْ أَخْنُ۔ مضارع مجزوم نفی جہد بکرم۔ واحد متکلم ۱ ضمیر واحد مذکر غائب عزیز مصر کے لئے ہے۔ میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔

= بِالْغَيْبِ۔ اس کی غیر حاضری میں۔ اس کی پیٹھ پیچھے۔

= لَا يَهْدِي۔ کامیاب نہیں کرتا۔ چال کو سیدھی راہ پر (کامیابی کی راہ پر) نہیں چلنے دیتا

= الْخَائِنِينَ۔ خیانت کرنے والے۔ دغا باز۔ خِيَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

رموز اوقاف قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہرتے ہیں کہیں نہیں ٹھہرتے کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموز اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں یہ حقیقت میں گولت ہے جو بصورت لا نکھی جاتی ہے اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ اب لا تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔ یہ علامت وقف لازم کی ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے اس کی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہئے کہ مثلاً کسی کو کہنا ہو کہ اٹھو۔ مت بیٹھو، جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائے گا۔ جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا؛

وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہئے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے

وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے

علامت وقف مجوز کی ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

علامت وقف مرخص کی ہے یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم ہے کہ حق پر ملا کر پڑھنا من کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے!

صلے : الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔
قف : قیل علیہ الوقت کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔
صل : قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کبھی نہیں۔
 لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف : یہ لفظ قِف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔
س یا سکتہ : سکتہ کی علامت ہے یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔
وقفہ : لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفہ میں زیادہ
لا : لا کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت آیت کے اوپر کہیں استعمال ہوتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہئے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اُسی جگہ نہیں چاہئے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ل : کذلک کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے !

ترتیب قرآن مجید منازل القرآن کے مطابق

- ۱، المنزل الاول : سورة الفاتحة (شمار سورة نمبر ۱) کی آیت نمبر ۱ سے لے کر سورة النساء (شمار سورة نمبر ۴) کی آخر آیت تک۔
- ۲، المنزل الثاني : سورة المائدة (شمار سورة نمبر ۵) کی اول آیت سے لے کر سورة التوبة (شمار سورة نمبر ۹) کی آخر آیت تک۔
- ۳، المنزل الثالث : سورة يونس (شمار سورة نمبر ۱۰) کی اول آیت سے لے کر سورة النحل (شمار سورة نمبر ۱۶) کی آخر آیت تک۔
- ۴، المنزل الرابع : سورة بني اسرائيل (شمار سورة نمبر ۱۷) کی اول آیت سے لے کر الفرقان (شمار سورة نمبر ۲۵) کی آخر آیت تک۔
- ۵، المنزل الخامس : سورة الشعراء (شمار سورة نمبر ۲۶) کی اول آیت سے لے کر سورة الين (شمار سورة نمبر ۳۶) کی آخر آیت تک۔
- ۶، المنزل السادس : سورة صافات (شمار سورة نمبر ۳۷) کی آیت اول سے لے کر سورة الحجرات (شمار سورة نمبر ۴۹) کی آخر آیت تک۔
- ۷، المنزل السابع : سورة ق (شمار سورة نمبر ۵۰) آیت اول سے لے کر سورة الناس (شمار سورة نمبر ۱۱۴) کی آخر آیت تک۔

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

بلحاظ پارہ

شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ	شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ
۱	سورة فاتحہ		۱	۲۳	سورة مومنون	۱۸	
۲	سورة بقرہ		۱-۲-۳	۲۴	سورة النور	۱۸	
۳	سورة آل عمران		۳-۴-۵	۲۵	سورة فرقان	۱۹-۱۸	
۴	سورة نساء		۴-۵-۶	۲۶	سورة شعراء	۱۹-	
۵	سورة مائدہ		۶-۷-۸	۲۷	سورة نمل	۲۰-۱۹	
۶	سورة النعام		۸-۹-۱۰	۲۸	سورة قصص	۲۰	
۷	سورة اعراف		۱۰-۱۱-۱۲	۲۹	سورة غنکبوت	۲۱-۲۰	
۸	سورة انفال		۱۲-۱۳-۱۴	۳۰	سورة روم	۲۱	
۹	سورة توبہ		۱۴-۱۵-۱۶	۳۱	سورة لقمان	۲۱	
۱۰	سورة یونس		۱۶-۱۷-۱۸	۳۲	سورة سجده	۲۱	
۱۱	سورة ہود		۱۸-۱۹-۲۰	۳۳	سورة احزاب	۲۲-۲۱	
۱۲	سورة یوسف		۲۰-۲۱-۲۲	۳۴	سورة سبا	۲۲	
۱۳	سورة الرعد		۲۲-۲۳-۲۴	۳۵	سورة فاطر	۲۲	
۱۴	سورة ابراہیم		۲۴-۲۵-۲۶	۳۶	سورة الحج	۲۳ : ۲۲	
۱۵	سورة حجر		۲۶-۲۷-۲۸	۳۷	سورة صافات	۲۳	
۱۶	سورة نخل		۲۸-۲۹-۳۰	۳۸	سورة ص	۲۳	
۱۷	سورة بنی اسرائیل		۳۰-۳۱-۳۲	۳۹	سورة زمر	۲۴-۲۳	
۱۸	سورة کہف		۳۲-۳۳-۳۴	۴۰	سورة مؤمن	۲۴	
۱۹	سورة مریم		۳۴-۳۵-۳۶	۴۱	سورة نجم سجده	۲۵ : ۲۴	
۲۰	سورة طہ		۳۶-۳۷-۳۸	۴۲	سورة شورى	۲۵	
۲۱	سورة انبیاء		۳۸-۳۹-۴۰	۴۳	سورة زخرف	۲۵	
۲۲	سورة الحج		۴۰-۴۱-۴۲	۴۴	سورة دخان	۲۵	

شماره	شماره سورت	نام سورت	نمبر صفحه	شماره	شماره سورت	نام سورت	نمبر صفحه
٢٩	٤٠	سورة معارج	٢٥	٢٥	سورة جاثية	٢٥	٢٥
٢٩	٤١	سورة نوح	٢٦	٢٦	سورة احقاف	٢٦	٢٦
٢٩	٤٢	سورة جن	٢٦	٢٦	سورة محمد	٢٦	٢٦
٢٩	٤٣	سورة مزمل	٢٦	٢٦	سورة فتح	٢٦	٢٦
٢٩	٤٤	سورة مدثر	٢٦	٢٦	سورة حجرات	٢٦	٢٦
٢٩	٤٥	سورة قيامه	٢٦	٢٦	سورة قمر	٢٦	٢٦
٢٩	٤٦	سورة دهر	٢٦ - ٢٤	٢٦	سورة ذاريات	٢٦	٢٦
٢٩	٤٧	سورة مرسلات	٢٤	٢٤	سورة طور	٢٤	٢٤
٣٠	٤٨	سورة نباء	٢٤	٢٤	سورة النجم	٢٤	٢٤
٣٠	٤٩	سورة نازعات	٢٤	٢٤	سورة قمر	٢٤	٢٤
٣٠	٨٠	سورة عبس	٢٤	٢٤	سورة رحمان	٢٤	٢٤
٣٠	٨١	سورة التكويد	٢٤	٢٤	سورة واقعه	٢٤	٢٤
٣٠	٨٢	سورة انفطار	٢٤	٢٤	سورة حديد	٢٤	٢٤
٣٠	٨٣	سورة مطففين	٢٨	٢٨	سورة مبادله	٢٨	٢٨
٣٠	٨٤	سورة انشقاق	٢٨	٢٨	سورة حشر	٢٨	٢٨
٣٠	٨٥	سورة بروج	٢٨	٢٨	سورة ممتحنة	٢٨	٢٨
٣٠	٨٦	سورة طارق	٢٨	٢٨	سورة صف	٢٨	٢٨
٣٠	٨٧	سورة الاعلى	٢٨	٢٨	سورة جمعه	٢٨	٢٨
٣٠	٨٨	سورة غاشيه	٢٨	٢٨	سورة منافقون	٢٨	٢٨
٣٠	٨٩	سورة الفجر	٢٨	٢٨	سورة تغابن	٢٨	٢٨
٣٠	٩٠	سورة بلد	٢٨	٢٨	سورة طلاق	٢٨	٢٨
٣٠	٩١	سورة شمس	٢٨	٢٨	سورة تحریم	٢٨	٢٨
٣٠	٩٢	سورة لیل	٢٩	٢٩	سورة ملك	٢٩	٢٩
٣٠	٩٣	سورة ضحی	٢٩	٢٩	سورة قلم	٢٩	٢٩
٣٠	٩٤	سورة الشرح	٢٩	٢٩	سورة حاقه	٢٩	٢٩

ترتیب قرآن مجید لمخاطب پاره

حصه اول

نمبر شمار	نام پاره	صفحه	نمبر شمار	نام پاره	صفحه
۱	الْحَمْدُ	۱	۷	وَإِذْ أَسْمَعُوا	۲۰۹
۲	سَيَقُولُ	۱۱۵	۸	وَلَوْ أَنَّنَا	۲۵۵
۳	تِلْكَ الرُّسُلُ	۲۱۳	۹	قَالَ الْمَلَأُ	۵۰۱
۴	لَنْ تَنَالُوا	۲۸۵	۱۰	وَأَعْلَمُوا	۵۵۳
۵	وَالْمُحْصَنَاتُ	۳۲۹	۱۱	يَعْتَذِرُونَ	۶۰۹
۶	لَا يُحِبُّ اللَّهُ	۳۷۱	۱۲	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ	۶۶۷

حصه دوم

نمبر شمار	نام پاره	صفحه	نمبر شمار	نام پاره	صفحه
۱۳	وَمَا ابْرَأِي	۱	۱۸	قَدْ أَفْلَحَ	۳۷۶
۱۴	رُبَّمَا	۶۱	۱۹	وَقَالَ الَّذِينَ	۴۵۱
۱۵	سُبْحَانَ الَّذِي	۱۲۷	۲۰	أَسْمُنْ خَلَقَ	۵۴۷
۱۶	قَالَ أَلَمْ	۲۰۸	۲۱	أُتِلَّ مَا أُوحِيَ	۶۲۸
۱۷	إِقْتَرَبَ	۲۹۸	---	---	---

ترتیب قرآن مجید سورتوں کے مطابق

حصہ اول

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع، مکی	مدنی
۱	الفاتحہ	۵	۲	۱	۷	۱	مکی
۲	البقرۃ	۱۱	۱۱	۱-۲-۳	۸۶	۴۵	مدنی
۳	آل عمران	۸۹	۲۶۱	۴-۳	۲۰۰	۲۵	"
۴	النساء	۹۲	۳۱۷	۵-۴	۱۷۶	۲۴	"
۵	المائدہ	۱۱۲	۳۸۵	۶-۷	۱۲۰	۱۶	"
۶	الانعام	۵۵	۴۲۴	۷-۸	۱۶۵	۲۵	مکی
۷	الاعراف	۳۹	۴۷۸	۸-۹	۲۰۶	۲۴	مکی
۸	الانفال	۸۸	۵۳۷	۹-۱۰	۷۵	۱۰	مدنی
۹	التوبة	۱۱۳	۵۶۸	۱۰-۱۱	۱۲۹	۱۶	"
۱۰	یونس	۵۱	۶۲۸	۱۱	۱۰۹	۱۱	مکی
۱۱	ہود	۵۲	۶۶۵	۱۱-۱۲	۱۲۳	۱۰	"
۱۲	یوسف	۵۳	۷۰۹	۱۲-۱۳	۱۱۱	۱۲	"

حصہ دوم

۱۳	الرعد	۹۶	۱۸	۱۳	۴۳	۶	مکی
۱۴	ابراہیم	۷۲	۴۱	۱۳	۵۲	۷	"
۱۵	الحجر	۵۴	۶۰	۱۳-۱۴	۹۹	۶	"
۱۶	نحل	۷۰	۸۴	۱۴	۱۲۸	۱۶	"
۱۷	بنی اسرائیل	۵۰	۱۲۷	۱۵	۱۱۱	۱۲	"
۱۸	الکہف	۶۹	۱۷۳	۱۵-۱۶	۱۱۰	۱۲	"
۱۹	مریم	۴۴	۲۲۰	۱۶	۹۸	۶	"

شماره سورت	نام سورت	نزول نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع	مکی	مدنی
۲۰	طہ	۴۵	۲۵۱	۱۶۰	۱۳۵	۸	مکی	
۲۱	الانبیاء	۷۳	۲۹۸	۱۷	۱۱۲	۷	"	
۲۲	الحج	۵۳	۲۳۲	۱۷	۷۸	۱۵		مدنی
۲۳	المؤمنون	۷۴	۳۷۶	۱۸	۱۱۸	۶	مکی	
۲۴	النور	۱۰۲	۴۰۹	۱۸	۶۴	۹	"	
۲۵	الفرقان	۴۲	۴۳۹	۱۸-۱۹	۷۷	۶	"	
۲۶	الشعراء	۴۰	۴۸۱	۱۹	۲۲۷	۱۱	"	
۲۷	النمل	۴۸	۵۲۳	۱۹-۲۰	۹۳	۷	"	
۲۸	القصص	۴۹	۵۶۶	۲۰	۸۸	۹	"	
۲۹	العنکبوت	۸۵	۶۱۳	۲۰-۲۱	۶۹	۷	"	
۳۰	الروم	۸۴	۶۴۰	۲۱	۶۰	۶	"	
۳۱	لقمان	۵۷	۶۶۸	۲۱	۳۴	۵	"	
۳۲	السجدة	۷۵	۶۸۹	۲۱	۳۰	۳	"	
۳۳	الاحزاب	۹۰	۷۰۷	۲۱-۲۲	۷۳	۹		مدنی

ترتیب نزول

مَرْتَبَةُ عُلَمَاءِ أَزْهَرِ

مَكِّي

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغير تسمیہ کے	تفصیل
۱	الْعَلَقُ	۹۶	۱۹	آیات ۱۷ تا ۳۲ اور ۴۸ تا ۵۵ مدنی ہیں آیات ۱۰، ۱۱، ۲۰ مدنی ہیں۔
۲	الْقَلَمُ	۹۸	۵۲	
۳	الْمُرْسِلُ	۹۳	۲۰	
۴	الْمُدَّثِّرُ	۹۴	۸۶	
۵	الْفَاتِحَةُ	۱	۷	
۶	الْبُرُجُ	۱۱۱	۵	
۷	التَّكْوِيْنُ	۸۱	۲۹	
۸	الْاَعْلٰی	۸۷	۱۹	
۹	النَّازِعَاتُ	۹۲	۲۱	
۱۰	الْفَجْرِ	۸۹	۳۰	
۱۱	الضُّحٰی	۹۳	۱۱	
۱۲	الشُّعُرٰی	۹۴	۸	
۱۳	الْعَصْرِ	۱۰۳	۳	
۱۴	الْعَدِیَّتُ	۱۰۰	۱۱	
۱۵	الْكَوْثَرُ	۱۰۸	۳	پہلی تین آیات مدنی ہیں
۱۶	التَّكْوِيْنُ	۱۰۲	۸	
۱۷	الْمَاعُونُ	۱۰۷	۷	
۱۸	الْكَافِرُونَ	۱۰۹	۶	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بیشتر	تفصیل
۱۹	الفیل	۱۰۵	۵	
۲۰	الفلق	۱۱۳	۵	
۲۱	الناس	۱۱۴	۶	
۲۲	الاحقلاص	۱۱۳	۴	
۲۳	النجم	۵۳	۶۲	آیت ۳۲ مدنی ہے
۲۴	عبس	۸۰	۴۲	
۲۵	القدر	۹۷	۵	
۲۶	الشمس	۹۱	۱۵	
۲۷	البروج	۸۵	۲۲	
۲۸	التین	۹۵	۸	
۲۹	قریش	۱۰۶	۴	
۳۰	القارعة	۱۰۱	۱۱	
۳۱	القيمة	۷۵	۴۰	
۳۲	الهمزة	۱۰۴	۹	
۳۳	المزسلات	۷۷	۵۰	آیت ۴۸ مدنی ہے
۳۴	ق	۵۰	۴۵	آیت ۳۸ مدنی ہے
۳۵	البلد	۹۰	۲۰	
۳۶	الطارق	۸۶	۱۷	
۳۷	القمر	۵۴	۵۵	۴۴ تا ۴۶ مدنی ہیں
۳۸	ص	۳۸	۸۸	
۳۹	الأعراف	۷	۲۰۶	آیات ۱۶۳ تا ۱۷۰ مدنی ہیں
۴۰	الجنت	۷۲	۲۸	
۴۱	لیس	۳۶	۸۳	آیت ۴۵ مدنی ہے
۴۲	الفرقان	۲۵	۷۷	آیات ۶۸ تا ۷۰ مدنی ہے
۴۳	فاطر	۳۵	۴۵	

مَدَنِي

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات (تسمیہ کے بغیر)	تفصیل
۱	البَقَرَة	۲	۲۸۶	آیت ۲۸۱ حجة الوداع میں نازل ہوئی
۲	الْاَنْفَال	۸	۷۵	آیات ۳۰ تا ۳۶ مکی ہیں۔
۳	الْعِمْرَانُ	۳	۲۰۰	
۴	الْاَحْزَابُ	۳۳	۷۳	
۵	الْمُتَحَنَّة	۶۰	۱۳	
۶	النِّسَاءُ	۴	۱۷۶	
۷	الزُّلْزَال	۹	۸	
۸	الْحَدِيدُ	۵۷	۲۹	
۹	مُحَمَّدٌ	۴۷	۳۸	آیت ۱۳ ہجرت کے موقع پر راستہ میں نازل ہوئی
۱۰	الرَّعْدُ	۱۳	۴۳	
۱۱	الرَّحْمٰنُ	۵۵	۷۸	
۱۲	الدَّهْرُ	۷۶	۳۱	
۱۳	الطَّلَاقُ	۶۵	۱۲	
۱۴	الْبَيِّنَاتُ	۹۸	۸	
۱۵	الْحَشْرِ	۵۹	۲۴	
۱۶	الشُّوْر	۲۴	۶۴	
۱۷	الْحَجَّج	۲۲	۷۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی
۱۸	الْمُنٰفِقُوْنَ	۶۳	۱۱	
۱۹	الْمُجَادَلَةُ	۵۸	۲۲	
۲۰	الْحُجُّرَاتُ	۴۹	۱۸	
۲۱	التَّحْرِیْمُ	۶۶	۱۲	
۲۲	التَّغَابُنُ	۶۴	۱۸	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے
۲۳	الصَّف	۶۱	۱۴
۲۴	الْجُمُعَة	۶۲	۱۱
۲۵	الْفَتْح	۴۸	۲۹
۲۶	الْمَائِدَة	۵	۱۲۰
۲۷	التَّوْبَة	۹	۱۲۹
۲۸	النَّصْر	۱۱۰	۳

حدیبیہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی !
 آیت ۳ حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں نازل ہوئی
 آخری دو آیات مکتی ہیں
 حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی ۔

ماخذ کتاب

لغات

- (۱) المعجم الوسیط (عربی سے عربی) مؤلف ابراہیم مصطفیٰ - حامد عبدالقادر وغیرہ
- (۲) المنجد (عربی سے اردو ترجمہ)
- (۳) فیروز اللغات (عربی - اردو)
- (۴) الفرائد الدریہ - از جے - جی ہاؤہ (عربی - انگریزی)
- (۵) مفتی الارب فی لغات العرب - از عبد الرحیم بن عبد الکریم صفی پوری
- (۶) کلمات القرآن تفسیر و بیان - از حسنین محمد مخلوف، مفتی دیار المصریۃ
- (۷) مفردات القرآن - از امام راغب اصفہانی - اردو ترجمہ محمد عبدہ فیروز پوری
- (۸) لغات القرآن از مولانا عبدالرشید نعمانی و مولانا سید عبدالدائم الجبالی، ندوۃ المصنفین - ۶ جلد
- (۹) قاموس القرآن از قاضی زین العابدین -
- (۱۰) روح المعانی - از علامہ ابو الفضل شہاب الدین السید محمود، آلوسی بغدادی
- (۱۱) تفسیر بیضاوی - از ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی
- (۱۲) الکشاف - از ابوالقاسم جبار اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی
- (۱۳) تفسیر الخازن - از علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازن
- (۱۴) مدارک التنزیل و حقائق التأویل - از ابوالبرکات عبداللہ بن محمود النسفی
- (۱۵) اضواء القرآن - تفسیر القرآن بالقرآن - از محمد الامین بن محمد المختار الجکنتی و الشنقطنی
- (۱۶) تفسیر جلالین از جلال الدین محمد بن احمد المحلی و جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی
- (۱۷) تفسیر مظہری - از علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی فارسی سے ترجمہ - از مولانا سید عبدالدائم الجبالی -
- (۱۸) تفسیر ابن کثیر - از اسماعیل بن عمر بن کثیر البصری ثم الدمشقی (لقب عماد الدین)
- (۱۹) قرآن حکیم - ترجمہ و تفسیر (انگریزی) عبداللہ یوسف علی -

- ۲۰۔ تفسیر حقانی۔ از مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی رح
- ۲۱۔ بیان القرآن۔ از مولانا اشرف علی تھانوی رح
- ۲۲۔ ترجمان القرآن۔ از مولانا ابوالکلام احمد آزاد رح
- ۲۳۔ تفسیر ماجدی۔ از مولانا عبد الماجد دریابادی رح
- ۲۴۔ ضیاء القرآن۔ از پیر کرم شاہ ایم لے (الانہر) مجبور۔
- ۲۵۔ تفہیم القرآن۔ از ابوالاعلیٰ مودودی رح
- ترجمہ: ۲۶۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از محمد علی لاہوری
- ۲۷۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از مارماڈلوک پکٹھال
- ۲۸۔ قرآن مجید اردو ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندہری رح
- ۲۹۔ قرآن مجید۔ اردو ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رح
- ۳۰۔ صرف نحو۔ کتاب الصرف و کتاب النحو۔ از مولانا عبد الرحمن امرتسری رح
- ۳۱۔ علم الصرف و علم النحو۔ از مولوی مشتاق احمد چر تھاولی رح
- ۳۲۔ علم الصرف از مولانا عبد اللہ محمد بن یوسف السورتی
- ۳۳۔ تمرین النحو از مولانا محمد مصطفیٰ ندوی
- ۳۴۔ شرح مائتہ عامل۔ مصنف عبد القادر جرجانی۔ شارح الشیخ عبد الرحمن جامی
- ۳۵۔ ایضاح المطالب (شرح کافیہ از علامہ جمال الدین بن حاجب) از مولانا مشیت اللہ دیوبندی
- ۳۶۔ اساس عربی از محمد نعیم الرحمن۔ ایم لے۔ بکچر الہ آباد یونیورسٹی
- ۳۷۔ ترکیب القرآن۔ قدرت اللہ۔ جامعہ محمدیہ۔ اوکاڑہ۔ (صرف پارہ اول)
- ۳۸۔ اصطلاحات نحو عربی (انگریزی۔ عربی)
- ۳۹۔ عربی زبان کی گرامر (انگریزی) از ڈبلیو راسٹ۔ ایل۔ ایل ڈی۔
- ۴۰۔ متفرق۔ الاتقان فی علوم القرآن دو جلد از علامہ جلال الدین سیوطی رح۔ اردو ترجمہ مولانا عبد الحلیم انصاری
- ۴۱۔ معجم المفہر لس لا لفاظ القرآن الحکیم۔ از محمد فواد عبد الباقی۔